اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں پر کتاب مستطاب

حیاتِ اعلیحضرت

تالیف لطیف

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبہ نبویہ

گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

اعلیحضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں پر کتاب مستطاب

حیاتِ اعلیحضرت

تالیف لطیف

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

مکتبہ نبویہ ◎ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

......☆☆☆......

نام کتاب	ــــــــــ	حیاتِ اعلیٰ حضرت
نام مؤلف	ــــــــــ	ملک العلماء محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
موضوع کتاب	ــــــــــ	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زندگی کے حالات
سال تصنیف	ــــــــــ	۱۹۳۸ء
سال طباعت جلد اول	ــــــــــ	۱۹۶۰ء
سال طباعت مکمل	ــــــــــ	۲۰۰۳ء
مقدمہ	ــــــــــ	ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ (انڈیا)
ترتیب نو و تہذیب تازہ	ــــــــــ	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے
تالیف سے طباعت تک	ــــــــــ	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے
حروف چینی	ــــــــــ	محمد عالم مختار حق
کمپوزنگ	ــــــــــ	عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ لاہور 7236056
صفحات	ــــــــــ	۱۰۸۰
ناشر	ــــــــــ	مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ لاہور
تقسیم کار	ــــــــــ	مکتبہ نبویہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور
قیمت اعلیٰ ایڈیشن	ــــــــــ	۵۰۰ روپے
کوڈ نمبر	ــــــــــ	2M63

ملنے کے پتے

☆ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جاپان مینشن ریگل چوک کراچی

☆ افکارِ رضا ۱۶۷ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ اجمیری بک ڈپو ۱۶۷ ڈم ٹم کر روڈ بمبئی (انڈیا)

☆ ماہنامہ "کنزالایمان" ٹیامحل شاہ جہانی مسجد دہلی (انڈیا)

مرکزی مجلس رضا کے اراکین اور جہان رضا کے معاونین نصف ہدیہ ادا کریں گے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے

شاگردِ عزیز

ملک العلماء مولانا ظفر الدّین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے

فرزندِ ارجمند

ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے نام

انتساب

جن کی عنایات سے یہ نایاب کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔

خوشبو ہے زمانے میں تیری اے گلِ چیدہ!

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری

(حیات وتصانیف)

ڈاکٹر مختار الدین احمد ایم اے، پی ایچ ڈی، علی گڑھ (انڈیا)

ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے، شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے، موثر واعظ، اپنے منطقی وعلمی استدلال سے فریق مخالف کو لاجواب کردینے والے مناظر، اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات و تصنیفات کا دائرہ وسیع تھا اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طبّاع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے تو اپنے عہد شباب وکہولت بلکہ کبر سنی میں جفاکش استاد اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد، اور حب رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات اسطرح تقسیم کررکھے تھے کہ گوناگون مشغولیات کے باوجود ان کا خاصا وقت وظائف واوراد اور یاد الٰہی کیلئے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمہما اللہ تعالیٰ تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی کے تلامذہ خاص مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی اور مولانا حامد حسن رام پوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیوض حاصل کیے۔ وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح شفقت فرماتے رہے۔

ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاوضات سے ہوسکتا ہے جو شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں اور جن میں وہ انہیں کبھی ولدی الاعزّ (میرے عزیز ترین بیٹے) لکھ کر مخاطب کرتے ہیں کبھی انہیں ''حبیبی وولدی وقرۃ عینی'' کبھی'' ولدی وقرۃ عینی'' ''برادر دینی ویقینی''کبھی ''ولدی اعزک اللّٰہ فی الدّنیا والدّین'' لکھتے ہیں تو بعض خطوں میں ''ولدی الاعزحامی السُنّۃ ماحی الفِتن'' ایک خط میں ''جان پدر بلکہ از جان بہتر'' لکھ کر خطاب فرماتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے دل میں اپنے شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی تھی' اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو انہوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۵ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے۔

''......مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں' میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا۔

(۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں۔

(۲) عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں۔

(۳) مفتی ہیں۔

(۴) مصنف ہیں۔

(۵) واعظ ہیں۔

(۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں۔

(۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال

کیا۔ اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز تاریخ کے لیے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔

فقیر: آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کیلئے پیش کرتا ہے۔

(مکاتیب ملک العلماء قلمی)

ایک بار یہ عزیز شاگرد و مسترشد جب بعض خاندانی علائق اور دنیوی مصائب میں گرفتار تھے' اپنے استاد اور پیر و مرشد سے اپنی پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ان الفاظ میں تسلی دیتے ہیں۔

...... آپ کا خط دربارۂ پریشانی دنیا آیا تھا ...... اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات و احادیث دربارۂ دم دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں' مگر وہ سب بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں بندہ کو دست غیب سے بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے' ثبات علی السنۃ ہے ان کے پاس علم نہیں' یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے؟ بشرط ایمان وعدہ وعلو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سجن مومن ہے۔ سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے' اپنے طالب سے بھاگتی اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے"۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

شفیق استاد و مرشد اس پر بس نہیں کرتا۔ وہ کچھ رقم بھی اخراجات کے لیے بھیجتے ہوئے لکھتا ہے۔

"مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے۔ وہ کریم الاکرمین برکاتِ وافرہ عطا فرمائے' اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم

یہ تو نثر ہوئی اب نظم دیکھیے۔ فاضل بریلوی کا "رسالۃ الاستمداد" ۱۳۳۷ھ تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں' باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ نو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان "ذکر اصحاب و دعائے احباب" کے تحت ۱۳

مولانا فخر الدین حیدر، مولوی محمد منعم، منشی اکرم الحق، مولوی معین اظہر رئیس بین۔ اساتذہ انکی ذہانت وشوق علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔

''مدرسہ غوثیہ حنفیہ'' میں عربی کی کتابیں زیادہ تر مولوی محمد ابراہیم سے پڑھیں جو مئو ضلع اعظم گڑھ کے معزز روشن خیال اور عالم باعمل تھے۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگرد رشید، جامع العلوم کانپور کے فارغ التحصیل، بہت سخت حنفی اور پکے سنی تھے۔ یہ مدرسۂ غوثیہ کے مدرس بھی تھے اور فاضل اوقات میں مطب بھی کرتے تھے۔ وہ فن طب میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کا علاج انہوں نے خاص توجہ سے نہ کیا ہو اور رب العزت نے اسے شفاء نہ بخشی ہو۔

مولانا کے اس زمانے کے رفقا میں منشی اکرم الحق کے صاحبزادے مولوی اشرف الحق بھی تھے، شرح وقایہ، مختصر المعانی، ملاحسن تک دونوں ساتھ رہے۔ ان کا انتقال صفر ۱۳۱۸ھ میں بعارضۂ طاعون ہوا۔ دوسرے ہم جماعت طلباء میں حکیم ابوالحسن خلف سید شاہ مظفر حسین، مولوی عبدالقدوس، مولانا حکیم وصی احمد، مولوی حکیم محمد رمضان خاں، مولوی عبدالماجد ''برادر ماموں زاد'' مولوی محمد سعید، مولوی محمود عالم کہٹوی قابل ذکر ہیں۔

اس زمانے میں عظیم آباد (پٹنہ) علم وفن کا مرکز تھا، جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے، جن میں مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ، پٹنہ سیٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس مدرسے کے بانی فارسی و اُردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود، بی اے کینٹب، بارایٹ لا (۱۸۹۶-۱۹۸۴) کے والد گرامی، قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹- ۱۳۲۶ھ) تھے جو وہاں کے ایک دیندار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے۔ انہوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات و مواضع ہی تک نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی۔

مدرسہ حنفیہ کے ایک استاد حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ بین سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ

آ گئے جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسہ حنفیہ سے کنارہ کش ہوکر اپنے وطن پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کانپور پہنچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انہوں نے پیدل چل کر طے کیا۔ پاؤں میں آبلے پڑ گئے، لیکن طلب وشوق میں راہ علم کا مسافر آگے بڑھتا رہا۔ انہوں نے ''مدرسہ امداد العلوم'' بانس منڈی کانپور میں مولانا قاضی عبدالرزاق (متوفی ۱۹۴۶ء) جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے، کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہوکر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امدادالعلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔ گویا کانپور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علمی فیوض حاصل کئے۔ وہاں کے مشہور استاد مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ صفر ۱۳۲۲ھ) سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبیداللہ پنجابی کانپوری (تاریخ وفات ۶ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ) سے ہدایۂ اخیرین ختم کی۔ کانپور سے وہ پیلی بھیت آئے، جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آکر اپنے قائم کردہ مدرسہ، دارالحدیث میں درس دینے لگے تھے، وہاں ان سے انہوں نے حدیث کا دوس لیا۔

یہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ۱۳۲۱ھ میں بانس بریلی پہنچے۔ مدرسہ ''مصباح التہذیب'' کا نام انہوں نے کان پور میں سن رکھا تھا، وہاں گئے اور مولوی غلام یٰسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے جو مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے۔

آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) تک لے گئی جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں ان سے مل کر بہت متاثر ہوئے وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے اور درسیات کی تکمیل بھی۔ لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے یہاں نہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں بریلوی (۱۲۷۶۔۱۳۲۶ھ)

بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲ـ۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ وہ فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیر اللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے اور یہ مدرسہ انہی کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں (۱۹۰۴ء۔۱۳۲۲ھ) میں مدرسہ ''منظر اسلام'' محلّہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے اس سے ۱۳۲۲ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خان اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا ظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی آ گئے تھے۔ انہی صرف دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ انہوں نے بہار خطوط لکھ کر مدرسے کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلایا۔ ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفےٰ محمد ابراہیم اوگانوی' سید شاہ غلام محمد بہاری' سید عبدالرحمٰن بیتھوی مولوی محمد اسمٰعیل بہاری' محمد نذیر الحق رمضان پوری اور کچھ دوسرے طلباء بہار سے آ کر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

مولانا نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف پڑھنی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انہوں نے فاضل بریلوی کے کچھ فتاویٰ جنہیں ظاہراً وہ املا کرا دیتے تھے ایک مجموعے میں جمع کرنا شروع کیے تھے جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس میں پہلا فتویٰ ۸ رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے بعد کو جب مدرسے میں کچھ جیّد علما اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں تو انہوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی' مولانا حامد حسن رامپوری' تلمیذ خاص حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی رامپوری (۱۲۴۸ـ۱۳۱۱ھ) مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (۱۲۴۴ـ۱۳۳۴ھ) سے مسلم الثبوت' صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ فاضل بریلوی سے انہوں نے صحیح بخاری' اقلیدس کے چھ مقالے' تصریح' تشریح الافلاک' شرح چغمینی تمام کر کے علم ہیئت ریاضی' توقیت' جفر و تکسیر وغیرہ فنون حاصل کیے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ بخاری شریف اور عوارف کے اسباق میں طلباء کے علاوہ علماء کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی ''مدرسہ منظر اسلام'' بریلی ہی سے ہوا جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں جو فتاوے انہوں نے لکھے ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاویٰ ظفر میں موجود ہیں۔ اس زمانے کے مدرسے کے رفقائے کار اور ان کے تلامذہ کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلباء نے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔ ۱۳۲۸ھ میں خلیفہ تاج الدین احمد دبیر انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو ان کے مدرسے کیلئے ایک استاد کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے فاضل بریلوی کو لکھا جنہوں نے ان کے مدرسے کیلئے ''اپنے نفس پر ایثار کر کے'' انہیں لاہور بھیجنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ لیکن شاید ان کے اعزہ و احباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہ وہیں مدرسہ منظر اسلام میں درس دیتے رہے۔ صحت کی خرابی کی بنا پر مدرسے سے تعلق قائم نہیں رکھ سکے۔ مدرسے کے جونیر حصے میں مولوی سید عبدالرشید صاحب قابل ذکر ہیں جو فاضل بریلوی کے شاگرد اور بریلی میں مولانا کے معاصر تھے۔

حکومت بہار کی ملازمت سے متقاعد ہونے کے بعد انہیں ذہنی سکون و اطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہوگئے' کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سید شاہ احسن الہدیٰ جو بعد کو اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ قمر الہدیٰ کی رحلت (۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) کے بعد خانقاہ شاکریہ' پنڈ شریف' ضلع مونگیر کے سجادہ نشین ہوئے' عرصے تک پہلے ہی ''ظفر منزل'' میں رہ کر آپ سے علوم شرعیہ کا درس لیتے رہے تھے' سید شاہ فرید الحق عمادی اور سید شاہ عاشق حسین فاضل شمسی (متولد ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ) مولانا کے آخری زمانے کے ان شاگردوں میں ہیں جو ظفر منزل آ کر ان سے درس لیا کرتے تھے۔ اول الذکر بعد کو حضرت سید شاہ صبیح الحق عمادی کی رحلت کے بعد خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سیٹی کے سجادہ نشین ہوئے' اور آخر الذکر اپنے بھائی سید شاہ حامد حسین کی وفات (۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کے بعد درگاہ شاہ ارزاں کے۔ الحمدللہ کہ یہ تینوں شاگرد فارغ التحصیل ہیں اور اب تین خانقاہوں میں اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں اور لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا اور اس علاقے میں دین کو فروغ ہوا۔ سینکڑوں طلباء وہاں سے فارغ ہوکر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے، بعضوں نے نئے مدارس بھی قائم کئے' کچھ اصحاب نے مواضع و قصبات کے ان مدارس کو اپنی اپنی خدمات سے ترقی دی۔ جہاں اب تک محدود پیمانے پر تعلیم کا انتظام تھا' بہار میں اس وقت ۱۳۹۱ دینی مدارس ہیں ان میں بیشتر کے اخراجات حکومت بہار کی سرکاری امداد سے پورے ہوتے ہیں) اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سالہ قیام بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط و توانا ہوکر شجر بارآور ہوگیا تو ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ میں جامعہ لطیفیہ کیٹی ہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آکر مقیم ہوگئے اور یہاں انہوں نے سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔

ملک العلماء سے مختلف مدارس کے جن طلباء نے علمی فیوض حاصل کئے' ان کی تعداد بتانا آسان نہیں' صرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔ انہوں نے کوئی پچپن سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ قائم رکھا اور بریلی آرا' سہسرام' پٹنہ اور کیٹہار (پورنیہ) کے مدارس میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیوض سے سیراب کیا۔ تدریس کے ساتھ افتاء و مواعظ کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔

ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہوگئے تھے۔ لیکن ان کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئی نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی و دینی فرائض حسب معمول انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ کرتے انہوں نے اپنی جان' جان آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ واصل بحق ہوچکے ہیں۔ دوسرے دن حضرت شاہ محمد ایوب شاہدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع پٹنہ جن سے انہیں فردوسی شطاری' سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں میں خلافت و اجازت حاصل تھی حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ دسویں گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں (متوفی ۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی' جہاں ہر سال ان کے اعزہ و معتقدین و تلامذہ ان کے یوم وصال پر فاتحہ خوانی اور عرس و

مواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے' ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف

ملک العلماء کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ تصانیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تقریباً ان کی رحلت ۱۳۸۴ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ کچھ کتابیں عربی زبان میں ہیں لیکن زیادہ تر' افادہ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔ یہ متعدد فنون اور موضوعات' حدیث اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' تاریخ' سیرت' فضائل' مناقب' اخلاق' نصائح' صرف' نحو منطق' فلسفہ' کلام' ہیئت' توقیت' تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ ہم یہاں ان کی معرکۃ' آراء کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت

کتاب کا یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۳۸ کے اعداد نکلتے ہیں' اس کا دوسرا تاریخی نام ''مظہر المناقب'' ہے جس سے ۱۳۶۹ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات ہے اور ان کی تصانیف کا مکمل تذکرہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے مبیضہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو تمام ہوا جلد اول ۳۶۰ صفحات پر مکتبہ رضویہ' فیروز شاہ اسٹریٹ آرام باغ' کراچی سے عرصہ ہوا ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ مولوی سید ایوب علی رضوی بریلوی نے شائع کیا۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف' راقم الحروف سے' مولوی مفتی محمود احمد قادری صاحب اشاعت کیلئے پندرہ بیس سال ہوئے مستعار لے گئے کہ وہ جلد مکمل کتاب شائع کر دیں گے' لیکن افسوس ہے کہ اب تک شائع نہیں ہو سکی اب سنا ہے کہ پٹنہ میں زیر طباعت ہے۔

الحمدللہ اتنا طویل عرصہ گذرنے کے بعد پاکستان کے ایک نامور ادیب' عالم دین' پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب ایم اے نے اس کتاب مستطاب کو اپنی زیر نگرانی نہایت نفیس انداز میں طبع کیا اللہ کرے یہ کتاب دنیائے رضویت کے اُن پیاسے ذہنوں کو سیراب کرے جو کئی سالوں سے اس کی راہیں دیکھ رہے تھے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری

کا قلمی عکس

تقریر دہم

بتقریب رجبی شریف تکیہ میتن گھاٹ پٹنہ
بشب ۲۷ رجب ۱۳۴۲ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۲۴ء

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد کما ذکرک وذکرہ الذاکرون ۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد کلما غفل عن ذکرک ومن ذکرہ الغافلون ۔ وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین ۔ والملئکۃ المقربین ۔ وعباد ک الصالحین وعلینا معھم وبھم وفیھم ولھم اجمعین الی یوم الدین ۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا ۔ انہ ھو السمیع البصیر ۔ صدق اللہ مولانا العظیم وبلغ رسولہ النبی الکریم ۔ ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العلمین ؁

معزز حاضرین خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ رجبی شریف تکیہ بارگاہ عشق قدس سرہ العزیز کے نوجلسے بحسن وخوبی نہایت ہی انتظام واعلیٰ اہتمام کے ساتھ انجام پائے۔ امسال دسویں جلسے میں شرکت کا پھر ان کو شرف حاصل ہوا ہے۔ منتظمین کا حسن انتظام قابل صد ہزار تحسین ہے یہ سب حضرت علم البرکت رفیع المرتبت گرامی منزلت جناب سید شاہ

خواجہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین بارگاہ عشق دامت فیوضہ وبرکاتہ کی دلی توجہ وفیوض باطنیہ کا اثر ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء ۔

امسال بیرونی علماء میں فاضل اجل واعظ بے بدل مولانا مولوی قاضی شاہ محمد احسان الحق صاحب نعیمی اشرفی مفتی بہرائچ تشریف لائے ہیں جو اپنے مواعظ حسنہ وتقریرات دلپسند کے ذریعہ سے نہ صرف اپنے صوبہ یوپی بلکہ ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے ہیں ہندوستان کا شاید ہی کوئی شہر ہو جہاں انکی تقریر کی دھوم نہ مچی ہو اسوقت تک ہمارا شہر پٹنہ ہی اس نعمت سے محروم تھا مگر اراکین و منتظمین جلسہ حبیبی شریف کے انتخاب کے بدولت یہ کمی پوری ہوگئی ۔

میرے دل میں مولانا المحترم کی اسوقت سے خاص عزت و وقعت ہے جبکہ آپنے فتنہ ارتداد کے دور میں اپنا تن من دھن سب دین پر قربان کرکے عرصہ ایک سال سے زیادہ حضرت عظیم البرکت مفتی اعظم مولٰنا مولوی شاہ محمد مصطفےٰ رضا خانصاحب خلف اصغر اعلیحضرت وسجادہ نشین خانقاہ علیہ عالیہ رضویہ بریلی دامت برکاتہ کے ساتھ اپنے وطن سے دور، آگرہ واطراف آگرہ میں ملکانوں کو راہ راست لانے میں جد وجہد بلیغ فرمایا اور اس راہ میں ہر قسم کی صعوبت اور تکلیفات برداشت کرکے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی اور آریہ ناریہ کے کید سے مسلمانوں کو محفوظ اور دین حق پر مستقیم رکھا جزاہ اللہ خیرا۔ میں کرتا ہوں کہ حاضرین جلسہ میرے محترم دوست مفتی بہرائچ وواعظ اسلام کی تقریر پر تاثیر نہایت ہی جذبہ محبت سے سنکر عرصہ دراز تک اس تقریر کی ٹھنڈک اپنے قلوب صافیہ میں پائینگے ۔

معزز حضرات معراج کے متعلق نو سال کے عرصہ میں میری تقریر سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً تک آپ حضرات سن چکے ہیں امسال میرا بیان من المسجد الحرام کے متعلق ہوگا اگر وقت میں گنجائش ہوئی ورنہ صرف من کے متعلق مضامین واوصاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

بیان کرونگا پھر ع یا رباقی صحبت باقی۔ واقعہ معراج ہی ایسا واقعہ ہے جو قران شریف کے علاوہ احادیث کثیرہ شہیرہ مین مروی و منقول ہے اور اونکے رواۃ کی تعداد حسب تصریح علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ ۴۵ تک پہونچتی ہے حضور کا اسرا مسجد حرام سے بیت المقدس تک تو نص قرانی سے ثابت جیسے مین نے ابھی آپ حضرات کے سامنے تلاوت کیا جسکا منکر دائرۂ اسلام سے خارج اور اسمانون سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تشریف لیجانا احادیث مشہورہ سے ثابت اسکا منکر مبتدع فاسق ہے سدرۃ المنتہیٰ سے اگے منقطع الجہۃ این و آن تک جانا بھی احادیث مین وارد جسکا منکر خاطی ہے رب العزۃ جل جلالہ نے اس سفر کی ابتدا مسجد حرام سے فرمائی۔ یعنے بقول صحیح بارہوین سال نبوت کے شب بست و ہفتم رجب یعنے اس شب مین جو ۲۶ دن گزرنے کے بعد آتی ہے نہ ۲۷ دن گزار کر اسلئے کہ شرع مین رات پہلے ہوتی ہے اور دن بعد کو نہ جیسا کہ آجکل عام حضرات خیال کرتے ہین کہ شب کو گذشتہ دن کے تابع جانتے ہین اگرچہ وہ بھی ایک طرح وجہ صحت رکھتا ہے اسلئے کہ اگرچہ آفتاب ہمیشہ گردش مین ہے رات دن حرکت کرتا رہتا ہے مگر اس یوم بلیلہ کے دورہ مین چار نقطے بہت ہی معروف و مشہور اور مستقر معلوم ہوتے ہین طالع غارب رابع عاشر اول غارب یعنے جس نقطہ پر پہونچکر آفتاب اور دیگر کواکب تحت الافق ہوتے ہین شرع مین رات دن کی ابتدا یہین سے لی جاتی ہے اور ہیأت و نجوم مین اسکو ہشت سابع کہتے ہین دوم عاشر یعنے جس نقطہ پر پہونچکر آفتاب ٹھیک نصف النہار پر ہوتا ہے یہ نقطہ سمت الراس کہلاتا ہے ہیأت والون نے کہ انکو زیادہ تر کام سایہ سے پڑتا ہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت سایہ بہت ہی نمایان ہوتا ہے اسلئے وہ لوگ ایک نصف النہار سے دوسرے نصف النہار تک یوم بلیلہ یعنے ایک رات دن مانتے ہین تیسرا نقطہ طالع جسپر آفتاب و دیگر کواکب فوق الافق آتے ہین عرف نے دن رات کی ابتدا یہین سے کی ہے اسی سے آئندہ شب کو روز

''حیاتِ اعلیٰ حضرت''

تالیف سے طباعت تک۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم اے

ہم آپ کی خدمت میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تریسٹھ سالہ (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) زندگی کے حالات پر مشتمل ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت کے ایک شاگرد رشید، فاضل علوم دینیہ اور خلیفہ خاص، ملک العلماء، مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے اکثر واقعات فاضل مولف کے مشاہداتی قلم کا نتیجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے معاصر علماء کرام، صاحبزادگان محترم، شاگردانِ عزیز اور خدمت گزارانِ دربار رضویت کی روایات پر مشتمل ہیں۔ کئی مقامات پر اعلیحضرت فاضل بریلوی کی اپنی زبان سے بیان کردہ احوال موجود ہیں اور بعض اوقات آپ کے انٹرویو سے اقتباسات لیے گئے ہیں۔

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' آج سے ستر سال پہلے لکھی گئی تھی مگر زیور طباعت سے آج تک مزین نہ ہوسکی۔ آج ''فاضل بریلوی'' جن کے حالات پیش کیے جا رہے ہیں اور ''فاضل بہار'' جو حالات کو جمع کرتے رہے ہیں کو اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوئے ایک عرصہ ہوگیا ہے اور دنیا کی نگاہیں اس کی اشاعت کے لیے مدتوں چشم براہ رہی ہیں۔ الحمد للہ یہ ایک نادر ورثہ بڑے طویل مراحل طے کرنے کے بعد ایک کتاب کی شکل میں نمودار ہو رہا ہے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی رحمتہ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کے وصال (۱۹۲۱ء) کے سترہ سال بعد (۱۹۳۸ء) میں آپ کے حالات قلم بند کرنا شروع کیے اور اسے شبانہ روز کوششوں سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ مولف علام کے ایک رفیق کار سید ایوب علی رضوی جو بریلی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلمی مسودات، تالیفات، اور فتاویٰ جات کے ایک عرصہ تک

منصرم تھے۔انھوں نے یہ کتاب لکھنے کی تجویز اور تشویق کی جسے ملک العلماء نے ایک ضخیم کتاب میں مرتب کر کے دنیا سنیت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

اسی زمانے کی بات ہے جب ''حیات اعلیٰ حضرت'' مکمل طور پر مرتب ہو کر طباعت کے مراحل طے کرنے لگی تھی۔ ۱۳۵۶ھ میں اس کتاب کا مکمل مسودہ تیار ہوا۔تو مولف علام نے بعض حضرات کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے پیش کیا۔خصوصاً اعلیٰ حضرت کے پیر و مرشد حضرات مارہروی کے صاحبزادگان عظام اور علماء کرام کی خدمت میں پیش کی گئی۔''جہان رضا'' لاہور ماہ اپریل و مئی ۲۰۰۳ء...... میں بعض قدیم خطوط چھپے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ فاضل مولف سے کتاب کا پورا مسودہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین محمد میاں قادری...... کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے شعبان ۱۳۷۱ھ کو پیش کیا گیا تھا پھر بعض حضرات نے اس کتاب کو پریس میں جاتے ہوئے دیکھ کر آرڈر بھی بک کروائے کہ یہ کتاب چھپتے ہی ان تک پہنچے۔ملک بھر میں اس کتاب کی طلب کی سرگرمی نظر آنے لگی۔مگر نا معلوم یہ کتاب کیوں نہ چھپ سکی۔ہم ان حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ کتاب پریس کے دروازوں پر دستک دے کر کیوں واپس آگئی اور کتاب کا مسودہ کن حضرات کی نظر بد کی نذر ہو گیا اور کس بزرگ کے ذخیرہ کتب میں آج تک دبا پڑا ہے۔

۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہو گیا۔پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔برصغیر کے مسلمان اہل علم مختلف اطراف میں بکھر گئے۔فاضل مولف اپنے آبائی گھر، بہار چلے گئے۔سید ایوب علی رضوی پاکستان آ گئے اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کے اوراق کہاں کہاں بکھر گئے۔سید ایوب علی رضوی جب ہجرت کر کے لاہور آ گئے انھوں نے کراچی کے بعض سابقہ رفقاء سے مل کر ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت کا بندوبست کیا۔ ۱۹۵۵ء میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی جلد اول چھپوانے میں کامیاب ہو گئے۔یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ باقی جلدیں کس کے پاس محفوظ ہوئیں۔یہ کتاب پہلی بار کراچی سے مکتبہ ''رضویہ'' آرام باغ سے چھپی اور شبستان رضویت کی شمع بن کر اہل علم تک پہنچی۔جلد اول کی اشاعت کے بعد ''تشنہ لبانِ حیات اعلیٰ حضرت'' کے اشتیاق میں بے پناہ اضافہ ہو گیا اور وہ مکمل کتاب کی طلب کے لیے بے تاب نظر آنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد کئی سال گزر گئے۔مگر اس کی کتاب کی طرف نہ کسی نے توجہ دی نہ کوئی آواز سنائی دی۔مولوی ایوب علی رضوی انتقال کر گئے۔ ۱۹۸۲ء میں امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمود احمد صاحب قادری اشرفی (مولف

تذکرہ علماء و اہلسنت و مرتب مکتوبات اعلیٰحضرت) مولف گرامی کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مختار الدین احمد سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس سنی علمائے کرام کا وفد لے کر علی گڑھ پہنچے۔ اور ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کی طباعت کے اشتیاق کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ کتاب کا قلمی مسودہ انہیں دیا جائے تو اسے دو سال کے اندر اندر زیور طباعت سے آراستہ کر کے عوام تک پہنچا دیا جائے گا، ڈاکٹر مختار الدین احمد ایک کتاب دوست، دانشور ہیں۔ وہ تحقیقی امور سے بے پناہ دلچسپی رکھتے ہیں اس سلسلہ میں وہ عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ انھوں نے ان علماء کرام کے اشتیاق اور اصرار کو دیکھا تو بلا تامل کتاب کا مسودہ ان کے حوالے کر دیا۔

''حیات اعلیٰ حضرت'' کا مسودہ جو ایک تاریخی ورثہ تھا۔ اور بے حد اہمیت کا حامل تھا مولانا محمد محمود احمد قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ اشرفیہ۔ بھوانی پور، ضلع مظفر پور (بہار) کے زیر نگاہ آ گیا۔ انھوں نے اخبارات میں اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' چھپ رہی ہے شائقین کتاب اس کے حصول کے لیے آرڈر بک کروائیں۔ یہ اعلان بڑا خوش کن تھا سارے ہندوستان میں ہی نہیں سارے پاکستان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چالیس سالہ گم گشتہ خزانہ برآمد ہونے کی بشارت مل گئی۔ اور اب اہل علم اس کی راہیں دیکھنے لگے۔ اس اعلان پر یقین کرتے ہوئے ''مرکزی مجلس رضا لاہور'' نے اعلان کیا کہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کو مختلف حصوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے گا۔ ''ماہنامہ جہان رضا لاہور'' نے حیات اعلیٰ حضرت کی جلد اول جو کراچی سے چھپ چکی تھی۔ تین اقساط میں چھاپ کر مفت تقسیم کرنا شروع کر دی۔ اور ساتھ ہی اپنے قارئین کو یقین دلایا کہ جونہی ہندوستان سے کتاب چھپ کر آتی جائے گی۔ اسے بالاقساط شائع کر کے تقسیم کیا جائے گا۔

یہ ۱۹۹۲ء کی بات ہے، ہندوستان میں نہ کتاب چھپی، نہ پاکستان آئی، نہ تقسیم ہوئی۔

؎ دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی!

مولانا محمود احمد قادری مدظلہٗ سے رابطہ کیا گیا، فون کیے گئے، تاریں دی گئیں۔ مگر ''صدائے برنخواست'' بانی مرکزی مجلس رضا حکیم محمد موسیٰ امرتسری حج کے لیے حرمین شریفین گئے تو مدینہ پاک کے قیام کے دوران مولانا محمود احمد قادری سے ملاقات ہو گئی اور کتاب کی اشاعت کا پوچھا تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ کتاب کا مسودہ پاکستان بھیج دیں ''مرکزی مجلس رضا'' اپنے اخراجات پر چھپوا دے گی۔ مگر علامہ قادری صاحب

نے ایسا بھی نہ کیا۔

اب ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی گمشدگی کا یہ دوسرا دور تھا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے مولانا محمود احمد قادری سے بار بار مطالبہ کیا کہ وہ مجھے میرا مسودہ واپس کر دیں۔ میرے والد کی امانت لوٹا دیں۔ مگر ان کی ساری کوششوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد گرامی کی اس بے مثال تحریر کے حصول کے لیے بہت سے علماء کرام کو مسلسل لکھا اور ایک عرصہ تک ان کا تعاقب کرتے رہے۔ مگر اب خبریں آنے لگیں کہ کتاب دہلی چلی گئی ہے۔ پھر بریلی پہنچ گئی ہے۔ پھر بہار کے مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کے پاس آرام فرما ہے۔ چالیس سال گزرنے کے باوجود یہ تمام ''مفتیانِ ہند'' اور ''دانشوران اہلسنت'' اس طویل عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ نہ آئے اور نہ مسودہ ان کے ہاتھ آیا نہ کتاب چھپی۔ نہ شائع ہوئی۔ ان علماء کرام کے سنگین ہاتھ اتنے مضبوط تھے کہ

؎ نہ بزور و نہ بہ زاری، نہ بزرمی آید!

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلے میں بڑی غفلت برتی گئی۔ ماہر رضویات جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری مدظلہٗ العالی نے اعلیحضرت فاصل بریلوی پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام (A neglected genious of the East) رکھا تھا۔ آج اگر ہم اپنی کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہیں کہ (A neglected book, on a neglected genious of the East) کہیں تو بے جا نہ ہوگا؟

''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت میں خدا جانے کیا کیا مشکلات درپیش آئیں ان علماء کرام کا تساہل تھا یا وسائل کی کمی یا کوئی خفیہ ہاتھ اس کی طباعت میں حائل رہے ہیں۔ بہر حال یہ تیس سال کا طویل عرصہ بھی بڑی بے چینی سے گزرا۔ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو خدا خوش رکھے۔ انھوں نے اپریل ۲۰۰۳ء کو ہمیں یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ وہ اپنے خاندانی کاغذات کا ایک صندوق دیکھنے لگے تو اس میں سے حضرت ملک العلماء کی اس نادر و نایاب کتاب کا قلمی مسودہ برآمد ہوا۔ جس کی تلاش میں ہم مدتوں مارے مارے پھر رہے تھے۔ ہم نے فوراً ان کی خدمت میں لکھا کہ آپ بلاتعویق یہ ''گمشدہ خزانہ'' ہمارے حوالے کریں تا کہ اسے شائع کیا جا سکے۔ ڈاکٹر صاحب کا خدا بھلا کرے۔ انھوں نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے مسودہ پاکستان بھیجا۔ ہمیں یوں محسوس ہوا کہ .... چالیس سالہ گم گشتہ ماہ کنعان مل گیا ہے۔ ...... ہم اس قلمی مسودے کو پڑھتے چلے گئے اس کی پیرابندی کی، عنوانات قائم کیے۔ مروجہ انداز املا اپنایا اور

اسے کمپیوٹر کے خوبصورت حروف سے سجا کر آپ کے سامنے لے آئے ہیں۔ گویا اس طرح ہم محبت کو نیا رنگ دے کر آپ کے سامنے آ رہے ہیں۔ ہم ڈاکٹر مختار الدین احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی علی گڑھ کے احسانات کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کریں جنھوں نے اپنے والد مکرم کی گم شدہ تالیف لطیف کو اپنے خاندانی کاغذات سے نکالا، ہم پر اعتماد کیا۔ ہمارے حوالے کیا۔ ''مردم گزیدہ'' ہونے کے باوجود ہمیں اس کام کے لیے تیار پایا۔ وہ مزید آگے بڑھے، بات بات پر، صفحہ صفحہ پر، سطر سطر پر ہماری راہنمائی فرماتے گئے۔ مشورے دیئے، ہماری مشکلات کو سامنے رکھا، سابقہ خطرات اور خدشات کے باوجود ان کی نگرانی میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آ گئی ہے۔

ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس عظیم الشان کتاب کو اس انداز سے تیار کیا ہے کہ قارئین کو پڑھنے میں ہر طرح کی آسانی ہو۔ اور مطالعہ کے وقت طبع سلیم پر کسی قسم کی گرانی نہ ہو۔ اور جب کتاب کے صفحات کھولیں تو صفحات کے صفحات کھولتے جائیں اور اپنے دامنِ دل و دماغ کو حیات اعلیٰ کی خوشبوؤں سے معطر و معنبر کرتے جائیں۔

پاکستان میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت بلکہ دیدہ زیب اشاعت کے لیے ہم نے ایک نگران بورڈ تشکیل دیا اور فنی حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ہمارے ژرف نگاہ دوست محمد عالم مختار حق صاحبِ نے حروف چینی فرمائی۔ مسعود ملت کے مرید خاص عبد الستار طاہر صاحب نے حروف گیری میں تعاون کیا۔ مولانا صلاح الدین سعیدی نے کاغذات کو درہم برہم ہونے سے بچایا۔ ہم خود بایں پیری و دلگیری کتاب کے صفحہ صفحہ، حرف حرف پر پہرہ دیتے رہے۔ پیرابندی کی، عنوانات قائم کیے طویل جملوں کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں تبدیل کیا۔ اور کوشش کی کہ حیات اعلیٰ حضرت کے قارئین ستر سال کے بعد چھپنے والی کتاب کو گل تازہ جان کر مطالعہ کریں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی فروگذاشت نظر آئے تو عزیزان محترم درگزر فرماتے ہوئے آگاہ فرمائیں۔

فہرستِ ''حیات اعلیٰ حضرت''

مضامین..........عنوانات..........موضوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضامین — صفحہ نمبر

اعلیٰحضرت کا حلقۂ احباب

قیام میلاد پر اعلیٰحضرت کے نظریات

اعلیٰ حضرت کی تقاریر و خطابات

ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اعلیٰحضرت کی خدمت میں

اعلیٰ حضرت کے چند شاگردانِ عزیز

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملکی اور غیر ملکی سفر

اعلیٰ حضرت سفر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوتے ہیں

اعلیٰ حضرت مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے ہیں

مقدمہ بدایون کی روئیداد

اعلیٰ حضرت کی خوابیں اور بشارتیں

ملکی سیاسیات پر اعلیٰ حضرت کی ایک نظر

اسلام میں مجدّد کا مقام واہمیت

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر اعلیحضرت کا تعاقب

اعلیٰ حضرت اپنے معاندین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں

اعلیٰ حضرت کا طریقۂ بیعت وخلافت

اعلیٰ حضرت کی ایک سو چونتیس کرامات

اعلیٰ حضرت اکابر اہلسنت کی نظر میں

اعلیٰ حضرت کا وصال اور اس کے متعلقات

ملکی اخبارات میں تعزیتی شذرات

''حیات اعلیٰ حضرت'' کے مطالعہ سے پہلے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ہمنوائی میں بارگاہ نبوی میں نعت کے چند ہدیے پیش کریں۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

معروضہ ۱۲۹۶ھ بعد واپسی زیارتِ مطہرہ بار اوّل

خراب حال کیا دِل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لاکے قفس میں شکستہ بال کیا

وہ دل کہ خوں شدہ ارماں تھے جس میں مل ڈالا
فغاں کہ گورِ شہیداں کو پائمال کیا

یہ رائے کیا تھی وہاں سے پلٹنے کی اے نفس
ستم گر الٹی چھری سے ہمیں حلال کیا

یہ کب کی مجھ سے عداوت تھی تجھ کو اے ظالم
چھڑا کے سنگِ درِ پاک سر و بال کیا

چمن سے پھینک دیا آشیانۂ بلبل
اُجاڑا خانۂ بے کس بڑا کمال کیا

ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دُور ان سے وہ جمال کیا

حضور اُن کے خیالِ وطن مٹانا تھا
ہم آپ مٹ گئے اچھا فراغ بال کیا

نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی
ہماری بے بسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا

جو دل نے مر کے جلایا تھا منّتوں کا چراغ
ستم کہ عرض رہِ صرصرِ زوال کیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا
یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

ابھی ابھی تو چمن میں تھے چہچہے ناگاہ
یہ درد کیسا اٹھا جس نے جی نڈھال کیا

الٰہی سن لے رضاؔ جیتے جی کہ موٰلے نے
سگانِ کوچہ میں چہرہ مرا بحال کیا

○

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

باغِ فردوس کو جاتے ہیں ہزارانِ عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابانِ عرب

میٹھی باتیں تری دینِ عجم ایمانِ عرب
نمکیں حسن ترا جانِ عجم شانِ عرب

اب تو ہے گریۂ خوں گوہرِ دامانِ عرب
جس میں دو لعل تھے زہرا کے وہ تھی کانِ عرب

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

ہائے کس وقت لگی پھانس اَلَم کی دل میں
کہ بہت دور رہے خارِ مغیلانِ عرب

فصلِ گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار
پھولتے پھلتے ہیں بے فصل گلستانِ عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب

عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستانِ عرب

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کشِ بلبل گلِ خندانِ عرب

شادیِ حشر ہے صدقے میں چھٹیں گے قیدی
عرش پر دھوم سے ہے دعوتِ مہمانِ عرب

چرچے ہوتے ہیں یہ کمھلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابانِ عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزارانِ عرب

ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضاؔ
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا　　لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم　　تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجا چِر گیا
بڑھ چلی تیری ضیا اندھیر عالم سے گھٹا　　کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا
بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی　　بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا
تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا　　تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تِر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا　　تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا
مومن اُن کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا　　کافر اُن سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا
وہ کہ اُس در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی　　وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا
مجھ کو دیوانہ بتاتے ہو میں وہ ہشیار ہوں　　پاؤں جب طوفِ حرم میں تھک گئے سر پھر گیا
رحمۃ للعالمین آفت میں ہوں کیسی کروں　　میرے مولیٰ میں تو اِس دل سے بلا میں گھر گیا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ　　جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا
کیوں جنابِ بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر　　جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا
واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنّی مرے　ق　یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہدِ گل کو
الٰہی طاقتِ پرواز دے پر ہائے بلبل کو

بہاریں آئیں جوبن پر گھرا ہے ابر رحمت کا
لبِ مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیا مُل کو

ملے لب سے وہ مشکیں مُہر والی دم میں دم آئے
ٹپک سن کر قُمِ عیسیٰ کہوں مستی میں قلقل کو

مچل جاؤں سوالِ مدّعا پر تھام کر دامن
بہکنے کا بہانہ پاؤں قصدِ بے تأمّل کو

دُعا کر بختِ خفتہ جاگ ہنگامِ اجابت ہے
ہٹایا صبحِ رخ سے شانے نے شبہائے کاکل کو

زبانِ فلسفی سے امن خرق والتیام اسرا
پناہِ دورِ رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو

دو شنبہ مصطفےٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمّل کو

○

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

کی جو بالوں سے ترے روضہ کی جاروب کشی
شب کو شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یارب تپشِ محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیارے کے پیارے گیسو

چرچے حوروں میں ہیں دیکھو تو ذرا بالِ براق
سنبلِ خلد کے قربان اتارے گیسو

آخرِ حج غمِ امّت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

کعبۂ جاں کو پنھایا ہے غلافِ مشکیں
اُڑ کر آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشک بُو کوچہ یہ کس پھُول کا جھاڑا اِن سے
حوریو عنبرِ سارا ہوئے سارے گیسو

دیکھو قرآں میں شبِ قدر ہے تا مطلعِ فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینی خوشبُو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھُولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

شانِ رحمت ہے کہ شانہ نہ جُدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

احدِ پاک کی چوٹی سے اُلجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شبِ عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اُمڈیں
ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اِک دم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

○

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کی برس
رہ گیا ہمرہِ زوّارِ مدینہ ہو کر

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہو کر

صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال
رشکِ گلشن جو بنا غنچۂ دِل وا ہو کر

گوشِ شہ کہتے ہیں فریاد رسی کو ہم ہیں
وعدۂ چشم ہے بخشائیں گے گویا ہو کر

پائے شہ پر گرے یارب تپشِ مہر سے جب
دلِ بے تاب اڑے حشر میں پارا ہو کر

ہے یہ امّید رضا کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیِ دوزخ ترا بندہ ہو کر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”حیات اعلیٰ حضرت“

ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری
کا قلمی عکس

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ' ونصلی علٰی رسولہٖ الکریم

اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ o اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ o وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ o وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ o اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ o وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ o

''(رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا''۔ (اس آیت میں انسان سے سید عالم مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور بیان سے ماکان وما یکون کا بیان۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے۔) ''سورج اور چاند حساب سے ہیں'' (کہ تقدیر معین کیساتھ اپنے بروج و منازل میں سیر کرتے ہیں۔ اور اس میں خلق کیلئے منافع ہیں۔ اوقات کے حساب سالوں مہینوں کا شمارا نہیں پر ہے۔) ''اور سبزے اور پیڑ سجدے کرتے ہیں'' (یعنی حکم الٰہی کے مطیع ہیں) ''اور آسمان کو اللہ تعالٰی نے بلند کیا'' (اور اپنے ملائکہ کا مسکن اور اپنے احکام کا جائے صدور بنایا۔) ''اور ترازو رکھی جس سے اشیاء کا وزن کیا جائے' اور انکی مقداریں معلوم ہوں۔ تاکہ لین دین میں عدل قائم رکھا جائے کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو'' (تاکہ کسی کے حق کی تلفی نہ ہو) اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ''

والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان o علی سید ولد عدنان o سید

الانس والجان ہ سید جمیع ما خلقه الرحمن ہ الذی قال فی حقه فی القراٰن ہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہ وقال تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہ وقال تعالیٰ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ہ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ہ وقال تعالیٰ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ہ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ہ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ہ ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ہ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ہ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ہ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ہ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ہ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ہ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ہ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ہ

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں سے ایک رسول (سید عالم خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور اس کی کتاب مجید و فرقان حمید ان کو سناتا ہے اور انہیں (کفر و ضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی و خصائل ناپسندیدہ و ظلمات نفسانیہ سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے (کہ حق و باطل اور نیک و بد میں امتیاز نہ رکھتے تھے) نیز فرمایا اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے (کوئی ہو جن ہو یا انس مومن کیلئے تو حضور دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان لایا اس کیلئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے)۔ اور فرماتا ہے اے غیب کی خبر بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (شہود و شہادت کے معنی ہیں:۔ حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے) اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (یعنی ایمانداروں کو

جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (ایک آفتاب کیا درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر وشرک کی ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کیلئے معرفت اور توحید الٰہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں) اور فرمایا ''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے' اور نہ بے راہ چلے۔ وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے (تو حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ومتصور ہی نہیں' کیونکہ آپ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں۔ جو فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔) ''انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے'' (شدید القوٰی ذومرۃ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی۔) ''پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا۔ اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا'' (سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر استوا فرمایا۔ اور حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہٰی پر رک گئے آگے نہ بڑھ سکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیات جلال مجھے جلا ڈالیں گی۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے' اور مستوی وعرش سے بھی آگے گزر گئے۔) ''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا) ''پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا'' (یعنی حضرت رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا' اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔) ''تو اس جلوہ اور محبوب میں دو ہاتھ فاصلہ رہا' بلکہ اس سے بھی کم'' (یعنی قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احباب میں جو نزدیکی متصور ہوسکتی ہے وہ اپنی غایت کو پہنچی۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے' عجیب چکر میں دائرے تھے

''اب وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی'' (یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ خدا و رسول کے درمیان اسرار ہیں، جن پر سوا اس کے کسی کو اطلاع نہیں۔) ''دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا'' (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی، جو چشم مبارک نے دیکھا، یعنی آنکھ سے دیکھا، دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردّد نے راہ نہ پائی۔) ''تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنۃ الماوٰی ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (کنز الایمان وخزائن العرفان)

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ واولیاء امتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین وبارک وسلم الیٰ یوم الدین. میرے مالک و مولیٰ تو نے فرمایا اور سچ فرمایا وان تعدّوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو احصار نہیں کر سکتے) خداوندا تیری حمد و ثنا و شکر نعمت کس زبان سے ادا کی جائے کہ تیری صفات و کمالات اور احسانات و انعامات غیر متناہی و غیر معدود اور روز آفرینش سے مرتے دم تک تیری تعریف و توصیف و شکر یہ انعامات میں اگر تمام وقت ایک ایک آن صرف کیا جائے جو ایک فرض محض و تقدیر بحت ہے پھر بھی مقصود و محدود ولقد صدق من قال۔

من بے تو دمے قرار نتوانم کرد — احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر برتن من زبان شود ہر موے — یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں پیدا فرمایا جس کے سر پر تاج ولقد کرّمنا بنی اٰدم کا رکھا۔

مؤلف کتاب کے اجداد و امجاد:

پھر اس سے مزید یہ کہ حضرت سید ابراہیم[1] بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بہ لقب ''مدار الملک'' مخاطب بہ خطاب ملک یا غازی عرف ملک بیّو بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد[2] امجاد سے کیا۔ ان[3] نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان و اسلام سے سرفراز فرمایا۔ اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے۔ مرزا غالب نے خوب کہا ہے:

؎ آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گر بصورت آدمی انساں بدے ‏ ‏ ‏ احمد و بوجہل ہم یکساں بدے

آدمی بہت ہیں مگر انسان وہی ہے جسے معرفت پروردگار ہو' رسول اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہو جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر مزید برآں فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے کیا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت تہتر فرقے ہو جائیگی۔ سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ناجی کون جماعت ہوگی؟ ارشاد ہوا

۱۔ مؤلف کتاب' ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے سب سے پہلے برصغیر میں آنے والے پہلے بزرگ سید ابراہیم بن سید غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ تیرہ ذی الحجہ ۵۳ے۷ھ کو قلعۂ رہتاس کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اور نعش مبارک وہاں سے قصبۂ بہار شریف لائی گئی' اور آبادی شہر سے ایک میل پچھم پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالیشان گنبد بنا ہوا ہے' جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر حسنی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اشعار جو کہ روضے کے دروازہ جنوبی گنبد پر کندہ ہیں' حسب ذیل ہیں:

دریں گنبد کہ ہست از روئے معنی ‏ ‏ ‏ بقدر از گنبد افلاک برتر
نخفت ست شیر مردے کز نہیبش ‏ ‏ ‏ نخفتے شیر اندر بطن شتر
مدار الملک ابراہیم بوبکر ‏ ‏ ‏ کہ تیغ از بہر حق می زد چو حیدر
چنیں لشکر کش و کشور کشائے ‏ ‏ ‏ نہ خیزد دوم اندر ہفت کشور
کنوں چوں بر درت افتاد یا رب ‏ ‏ ‏ ز راہ لطف بکشائے برو در
بمشک رحمت و کافور رافت ‏ ‏ ‏ کنی دیوار خاکش را معطر

دوسرا کتبہ جو صدر دروازہ مشرق پر کندہ ہے۔ یہ ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ما انا علیہ واصحابی جو جماعت میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گی، یعنی اہل سنت و جماعت۔

پھر ان تمام نعمتہائے الٰہیہ کے ہمسر بلکہ بعض وجوہ سے اعلیٰ و بہتر، کہ اس انگریزی دور میں کہ ہر شخص سرکار کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے۔ حضرت عزت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر، کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی۔ باوجودیکہ بعض خاص اعزہ و احباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ یہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے، اپنے بچے کو انگریزی تعلیم دلوائیے، مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اور مجھے مذہبی عربی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا۔ انہیں کی نیک نیتی وخلوص قلبی کا اثر ہے، کہ زمانۂ طالب علمی ہی سے دینی خدمات، درس و تدریس، تالیف وتصنیف، وعظ و تبلیغ، افتاو مناظرہ کا شوق و ذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور برابر انہیں دینی خدمات میں انہماک وشغف کے ساتھ منہمک رہا۔ اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگا یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد مأتہ حاضرۃ، مؤید ملت طاہرہ، مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا

بعہد دولت شاہ جہانگیر | کہ بادا در بہار ملک نو روز
شہنشاہ جہاں فیروز سلطان | کہ بر شاہانِ گیتی گشت فیروز
ملک سیرت ملک بیۃ براہیم | کہ بُد در دین ابراہیم تن سوز
بماہ ذی الحجہ یکشنبہ از دہر | بدہ چوں سیزدہ ازمہ دریں نور
زہجرت ہفتصد پنجاہ سہ تاریخ | مسافر شد مِلک در جنت امروز
خداوندا بفضل خویش بر وے | کنی آساں حساب آخری روز

اندرون گنبد آپ کے صاحبزادوں کے بھی مزارات ہیں۔۱۲

۲؎ نسب نامہ فقیر قادری غفرلہ کا حسب ذیل ہے: ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک حمید بن ملک رضا بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن ملک محمد معصوم بن ملک محمد سعید الدین عرف ملک لدّن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسمعیل بن ملک الہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک لدّن بن ملک خطاب الملک (کہ مزارش اندرون گنبدست) بن ملک علاء الملک (کہ مزارش ہم اندرون گنبدست) ابن ملک داوٗد پسر اکبر (کہ مزارش ہم اندرون گنبدست) بن حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بیۃ شہید بن حضرت سید ابوبکر (کہ مسکن و مزار شان مقام بت نگرست و از غزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب مشرق واقع ست) ابن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن غوث الثقلین (غوث الکونین حضرت سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدست اسرارھم ونفعنا اللہ ببرکاتھم (تفصیل کیلئے دیباچہ ملاحظہ فرمائیں)

خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت وتلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ وطریقت منورہ کی علمی وعملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما' جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع۔ جنہوں نے بلاخوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ واحکام فقہیہ کی تعلیم وتبلیغ فرمائی۔ اور عمر بھر تالیف وتصنیف' افتاء وتدریس کے ذریعے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ جزاہ اللّٰہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء!

اعلیٰ حضرت کی پہلی سوانح حیات:

افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالم تاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہوگئے (اور اب طباعت تک چوراسی سال) مگر سوا اس مختصر منظوم' ذکر رضا' حامی دین و ملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپوری کے' کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی[1] کا شکر

---

(۱) سید ایوب علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

رفیق مؤلف کتاب' سید ایوب علی قادری رحمۃ اللہ علیہ ابن سید شجاعت علی ابن سید تراب علی ابن سید مہر علی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بریلی شریف (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی سکولوں میں حاصل کی۔ فارسی اور اردو ادب پر عبور حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی تربیت میں ساری زندگی بسر کر دی۔ فاضل بریلوی کے ''ایوان قلم'' کے ''حاجب التحریر'' رہے۔ تصانیف' فتاوٰی' اور روزمرہ کی ڈاک کا محکمہ آپ کی نگرانی میں رہتا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی سے بیعت ہوئے۔ بعض علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے' بعض فنون میں برصغیر پاک و ہند میں صف اول میں رہے۔ اعلیٰ حضرت کی زیر نگرانی رمضان کے دوران سحری وافطاری کے نقشے تیار کرتے اور شائع کر کے تقسیم کرتے۔ علم توقیت اور علم ہیئت میں بڑی دسترس پائی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کی مجالس میں بڑے بڑے بلند پایہ اہل علم و دانش کو آتے جاتے دیکھا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس پرنسپل ڈاکٹر ضیاء الدین جب ریاضی کی بعض مشکلات حل کرانے کیلئے بریلی شریف آئے تو سید ایوب علی قادری ان مجالس میں جلیس خاص رہے۔ آپ فاضل مؤلف حیات اعلیٰ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا سید ایوب علی قادری اعلیٰ حضرت کے بیٹوں (بچوں) کی طرح رہے۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' کی بیشتر روایات سید محمد ایوب علی رضوی کی مشاہداتی تقریریں تھیں' جنہیں فاضل مولف نے مرتب کر کے ایک زبردست تذکرہ میں بدل دیا اور دنیائے رضویت کو مجدد اہل سنت کی زندگی کے حالات سے روشناس کیا۔ سید ایوب علی رضوی نے عالم اسلام کے بیشتر ملکوں کا سفر کیا۔ مدینہ منورہ میں اڑھائی سال قیام کیا۔ تین بار حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ بریلی میں ''رضوی کتب خانہ'' قائم کیا۔ اعلی حضرت کے بیشتر رسائل آپ نے ہی شائع کئے۔ آپ نے دو بار رضویت کے نظام کو مرتب کیا۔ ایک ایک روپے کا حساب تیار کیا' اور وہ اس سلسلہ میں بڑے محتاط تھے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ ان کو میرے ''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد انکے پاس تھا' سب مجھے عنایت فرما دیا۔ خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اور باعتبار ختم تالیف ''مظہر المناقب'' تاریخی نام تجویز ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین!

ہر کہ خواند طمع دعا دارم
زان کہ من بندۂ گنہگارم

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ

ولادت باسعادت:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلی کی ولادت باسعادت شہر بریلی شریف محلّہ جسولی میں کہ پہلے وہی آپ کا آبائی مکان۔ اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہٗ کا قیام گاہ تھا۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ء سمبت کو ہوئی۔ تاریخی نام ''المختار'' ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیۂ کریمہ سے استخراج فرمایا ہے۔ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایّدھم بروح منہ حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا' جو اہل

آپ ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ آپ کے قدیم رفقاء سید ابوالبرکات سید احمد قادری ناظم دارالعلوم حزب الاحناف' حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری (فیصل آباد) نے آپ کی آمد پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ آپ نے شاعری کا رنگ اعلیٰ حضرت سے لیا اور ''باغ فردوس'' کے نام سے اپنا مجموعۂ کلام دو جلدوں میں شائع کیا۔ پھر آپ کے سفر نامے اور رد وہابیہ پر کئی رسالے چھپے۔ آپ ۲۶ رمضان ۱۳۹۰ بمطابق ۲۶ نومبر ۱۹۷۰ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں آپ کا مزار ہے۔

(استفادہ: حیات ملک العلماء۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ تذکرہ اکابر اہل سنت۔ ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور)

نجوم کے نزدیک مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال

دنیا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

ملفوظات حصہ سوم میں ہے ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا' اس پر ارشاد فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ میری ولادت کی تاریخ اس آیۂ کریمہ میں ہے: اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے ان کی مدد فرمائی۔

اور اس کا صدر ہے لاتجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الأخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسوله ولو کانوا آباءھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم

(نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے قبیلے ہی کے کیوں نہ ہوں۔)

اسی کے متصل فرمایا اولئک کتب فی قلوبھم الایمان.

بحمداللّٰہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے۔ اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ اولٓئک کتب فی قلوبھم الایمان. بحمد اللّٰہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللّٰہ' دوسرے پر لکھا ہوگا: محمد رسول اللّٰہ۔ جل جلاله وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اور بحمد اللّٰہ تعالیٰ۔ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی رب العزۃ جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائے ویدخلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنه اولیک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ ھم المفلحون

(اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں ہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے[1])

[1] ترجمہ رضویہ مسمّٰی بہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ۵۸ رکوع ۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خاندانی حالات

١ جدّ مکرّم مولانا رضا علی خاں بریلوی

٢ والد گرامی مولانا نقی علی خاں بریلوی

٣ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ولادت

٤ خاندانی شجرہ

٥ بیٹے' بیٹیاں' پوتے' پوتیاں' نواسے' نواسیاں

٦ اعلیٰ حضرت کا خاندان اور ان کی اولاد

پھر فرمایا یہ سب برکات ہیں حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔

قرآن عظیم میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ دو یتیم ایک مکان میں رہتے تھے۔ اس کی دیوار گرنے والی تھی۔ اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو مرمت کر کے سیدھا کر دیا۔ اس واقعہ کو فرمایا جاتا ہے و کان ابو ھما صالحا (اور ان کا باپ نیک آدمی تھا) (ترجمہ رضویہ پارہ ۱۶ سورہ کہف رکوع ۱۰) اس کی برکت سے یہ رحمت کی گئی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ باپ ان کی چودھویں پشت میں تھا۔ صالح باپ کی یہ برکات ہوتی ہیں تو یہاں تو ابھی تیسری ہی پشت ہے دیکھئے کب تک برکات اس سلسلے میں رہیں۔

اعلیٰ حضرت کے خاندانی حالات:

اعلیٰ حضرت کا اسم مبارک عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں ابن حضرت مولانا محمد نقی علی خاں بن حضرت مولانا رضا علی خاں بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضور کے آباو اجداد قندہار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ خاندانی روایات کے مطابق محمد سعید اللہ خاں صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کیلئے بریلی روہیلکھنڈ بھیجے گئے فتح یابی پر ان کو بریلی کا صوبہ بنانے کیلئے فرمان شاہی آیا لیکن وہ ایسے وقت پر آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خاں جو ایسے منصب پر ممتاز تھے جو ایک ہزار ماہوار سے کم کا نہ تھا۔ خاں صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے اور مبتل الی اللہ ہو کر زہد خالص و ترک دنیا اختیار فرمایا۔ شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماراں بریلی میں ہے آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے، انہوں نے وہیں قیام فرما لیا تھا اور وہیں ان کا مزار ہے۔ انکے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب ہر

لیا تھا اور وہیں ان کا مزار ہے۔ انکے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب ہر پنجشنبہ کو سلام کیلئے حاضر ہوتے اور گراں قدر رقم پیش کش حاضر کیا کرتے۔ ایک مرتبہ شدید جاڑے کے موسم میں جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت شاہ محمد اعظم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس موسم سرما میں ایک دھونی کے دھرے کے پاس تشریف فرما ہیں اور اس کڑا کے کے جاڑے میں جسم پر کوئی سرمائی پوشاک نہیں۔ حافظ کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیش بہا دوشالا اتار کر اپنے والد ماجد صاحب کو اوڑھا دیا۔ حضرت موصوف نے نہایت ہی استغنا سے اسے اتار کر آگ کے دھرے میں رکھ دیا۔ حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش اسے اور کسی کو عطا فرما دیا جاتا۔ حافظ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ آنا تھا کہ حضرت شاہ صاحب نے اس آگ کے بھڑکتے دھرے میں سے دوشالا کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا ''کاظم'' فقیر کے یہاں دھکڑ پھکڑ کا معاملہ نہیں لے اپنا دوشالا دیکھا تو اس دوشالا میں آگ نے کچھ اثر نہ کیا تھا ویسا ہی صاف و شفاف برآمد ہوا۔

یہ کرامت اس معجزہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مظہر و نمونہ تھی کہ جس دستر خوان پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس دہن مبارک اس سے مس فرمایا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دعوت میں جبکہ وہ دستر خوان کثرت استعمال سے میلا ہوگیا تھا اسے دہکتے تنور میں ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد جب اسے نکالا تو صاف و شفاف تھا کہیں چرک اور میل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ کرامت اسی معجزہ کی مظہر تھی۔ حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اور یہ عہدہ آج کل کی کلکٹری کے قائم مقام تھا دو سو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہتی تھی آٹھ گاؤں کے جاگیر کے دوامی لاخراجی معافی عطا ہوئے تھے وہ اس جدوجہد میں تھے کہ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے ان کا تصفیہ ہو جائے چنانچہ اسی تصفیہ کیلئے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کے صاحبزادے حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ الکاملین قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کے مختصر حالات ''تذکرہ علماء ہند'' میں درج ہیں چونکہ وہ کتاب فارسی

۱۔ رحمان علی خاں: تذکرہ علمائے ہند' مطبوعہ نول کشور نومبر ۱۹۱۴ء

مصنف کی یہ عبارت ضرور ہوتی ہے۔

''اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی امید واری جناب باری عزّ اسمہٗ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ملقب به انک لعلٰی خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیان اور فیضان توفیق و احسان کے عزت بخشے' اور ہمارے مرشد و مولیٰ' عالم علم ربانی' مقبول بارگاہِ سبحانی' مخزنِ اسرار معقول ومنقول' کاشف استار فروع و اصول' مطلع العلوم' مجمع الفہوم' عالم باعمل' فاضل بے بدل' منبع الاخلاق' منہل الاشفاق' مصدر احسان' مظہر امتنان' مولانا ومخدومنا' یوذعی زمان' مولوی رضا علی خاں کو بیچ دونوں جہان کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر اقصٰی مراتب قبولیت کو پہنچائے آمین یا رب العلمین''

اعلیٰ حضرت کے والد مولانا نقی علی خاں بریلوی:

حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کے صاحبزادے حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی آل رسول ہیں۔ جن کے مختصر حالات رسالۂ مبارکہ ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' مطبوعہ مطبع حسنی محلّہ سوداگران محررہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز میں حسب ذیل ہیں:

''وہ جناب فضائل مآب' تاج العلما' راس الفضلا' حامی سنت' ماحی بدعت' بقیۃ السلف' حجۃ الخلف' رضی اللہ عنہ وارضاہ وفی اعلی غرف الجنان بواہ' سلخ جمادی الاخرٰی یا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ اپنے والد حضرت مولانا اعظم خان فضائل پناہ' عارف باللہ' صاحب کمالات باہرہ وکرامات طاہرہ' حضرت مولانا مولوی رضا علی خاں صاحب روّح اللہ روحہ ونوّر ضریحہ سے اکتساب علوم فرمایا بحمداللہ منصب شریف علم کا پایہ ذردۂ علیا کو پہنچا۔

راست می گویم دیزداں نہ پسند د جز راست

جو دقت انظار وحدت افکار فہم صاحب ورائے ثاقب حضرت حق جل و علا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی۔ فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ

جس معاملے میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد دونوں کا بروجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علوّ ہمت، کرم و مروت، صدقات خفیہ، میراث جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ و جلال، موالات فقرا، امر دینی میں عدم مبالات باغنیا حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیرہ ذٰلک۔ فضائل جلیہ و خصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا ہے۔

این نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی غلامی و خدمت اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعدا پر غلظت و شدت کیلئے بنایا تھا۔ بحمداللہ ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسمی بنام تاریخی ''اصلاح ذات بین'' (۱۲۹۲ھ) طبع کرایا اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار وغوغائے جہال و عجز و اضطرار کے مخالفین سے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفاء پر عرق ریز وگردیدہ اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمداللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے، خود اس کے نام سے جلتے ہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے اس جناب کیلئے ودیعت تھی جس کی قدرے تفصیل رسالہ ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' میں مطبوع ہوئی ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء''

فاضل بریلوی کے والد ماجد کی چند تصانیف جلیلہ:

''تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمد للہ رب العلمین از انجملہ

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر شرح الم نشرح'' کہ مجلد کبیر ہے، علوم کثیرہ پر مشتمل

(۲) ''وسیلۃ النجاۃ'' جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات ہے صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم مجلد

(۳) ''وسیط سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' کہ مطبع نولکشور میں چھپی اور یہ کتاب مستطاب

(۴) ''جواھر البیان فی اسرار الارکان'' جسکی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذوق ایں مئے نہ شناسی بخدا تانہ چشی

فقیر غفراللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمی بہ ''زواھر الجنان من جواھر البیان'' ملقب بنام تاریخی ''سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' تالیف کیا۔(۵) ''اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد'' جس میں وہ قواعد ایضاح و ثابت فرمائے جن کے بعد نہیں مگر سنت کو قوت اور بدعت نجدیہ کو موت وحسرت۔(۶) ''ھدایة البریہ الیٰ شریعة الاحمدیہ'' کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتاپور میں منطبع ہوئیں۔(۷) ''اذاقة الآثام لما نعی حمل المولد والقیام'' ان شاء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگی۔ (یہ کتاب پہلی بار مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں مع شرح اعلیٰ حضرت مسمی بہ ''رشاقة الکلام فی شرح اذاقة الآثام'' طبع ہوکر شائع ہوئی مدت سے ایک نسخہ بھی باقی نہ رہا اب ان شاء اللہ دوبارہ طبع ہوکر شائع ہوگی) (۸) ''افضل العلم والعلماء'' ایک مختصر سا رسالہ کہ بریلی میں طبع ہوا۔ (۹) ''ازالة الاوھام رد نجدیہ میں (۱۰) تزکیة الایقان رد تقویت الایمان) یہ عشرہ کاملہ زمانۂ حضرت مصنف قدس سرہ میں تبییض پاچکا (۱۱) ''الکواکب الزھراء فی فضائل العلم وآداب العلماء'' جسکی تخریج احادیث میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے رسالہ ''النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب'' لکھا۔ (۱۲) ''الروایة الرویہ فی الاخلاق النبویة'' (۱۳) ''التقاوة النقویہ فی الخصائص النبّویہ'' (۱۴) ''لمعة النبراس فی آداب الاکل واللباس'' (۱۵) التمکن فی تحقیق مسائل التزین'' (۱۶) ''احسن الوعا فی آداب الدعا'' یہ رسالہ بھی مع شرح و اضافات اعلیٰ حضرت مسمی بہ ذیل ''المدعا لاحسن الوعا'' مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں طبع ہوچکا ہے۔ (۱۷) ''خبر المخاطبہ فی المحاسبة والمراقبہ'' (۱۸) ''ھدایة المشتاق الیٰ سر الانفس والافاق'' (۱۹)

"ارشاد الاحباب الیٰ آداب الاحتساب" (۲۰) "اجمل الفکر فی مباحث الذکر" (۲۱) "عین المشاهده لحسن المجاهده" (۲۲) "تشرق الاواه الی طریق محبة اللّٰه. (۲۳) "نهایة السعاده فی تحقیق الهمة والاراده" (۲۴) "اقوی الذریعه الی تحقیق الطریقة والشریعه" (۲۵) "ترویح الارواح فی تفسیر سورة الانشراح"۔
ان رسائل مابین وجیز و وسیط کے مسودات موجود ہیں جن کے تبییض کی فرصت ان حضوات قدس سرہ نے نہ پائی فقیر غفر اللہ لہ کا قصد ہے کہ انہیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرا دے ان شاء اللہ تعالیٰ!

مولانا نقی علی خاں کی غیر مطبوعہ تصانیف:

ان کے سوا اور تصانیف کے مسودے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر جن کے اجزا' اول یا آخر یا وسط سے گم ہیں' ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔ غرض عمر اس جناب کی ترویج دین و جماعت مسلمین و نکایت اعداد و حمایت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گذری جزاه اللّٰه عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء آمین"

حضرت کا سلسلۂ بیعت و خلافت:

پنجم جمادی الاخریٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرۂ مطہرہ میں دست حق پرست حضرت آقائے نعمت' دریائے رحمت' سید الواصلین' سند الکاملین' قطب اوانہ' امام زمانہ' حضور پرنور' سیدنا و مرشدنا مولانا وما وانا' ذخر فی یومی وغدی' حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وارضاه وافاض علینا من برکاته ونعماه پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث عطا فرمائی' یہ غلام ناکارہ بھی اسی اجلاس میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا الحمد للّٰه رب العٰلمین"

حج کو روانگی اور زیارت حرمین شریفین:

۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت وقوت ضعف خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے بلانے کے سبب کہ من رأنی فی المنام فقد رأنی (رواہ الامام احمد والبخاری والترمذی عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) عزم زیارت و حج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب و خدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے۔ آئندہ سال پر ملتوی فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں' پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی بلکہ وہ مرض ہی خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ "من رأنی فقد رأی الحق" (رواہ الامام احمد والشیخان عن ابی قتادہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) حد منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلماء اکمل الفضلا حضرت سیدنا احمد زین دحلان مکی شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔

شاہ آلِ رسول کی رحلت:

ذوالقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ ہجریہ قدسیہ کو ۵۱ برس ۵ ماہ کی عمر میں بعارضۂ اسہال دموی شہادت پا کر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند سانس باقی رہے۔ ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا سبحان اللّٰہ۔ وہ اپنے طور پر حالت بیہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی' فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللّٰہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر مہکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ زبان فیض ترجمان سے نکلا' لفظ اللہ تھا وبس۔ اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔ بعد' فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رویا میں دیکھا کہ حضرت

والد ماجد قدس سرہ الاماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا حضور یہاں کہاں؟ فرمایا آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے۔ رحمهما الله تعالیٰ رحمة واسعه.

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم وبقیتُ فی النّاس کجلد الاجرب

لیهن دعاء الناس ولیضرح الجهل فبعدک لایرجوا البقاء مَن له عقل

اللهم ارحمهما وارض عنهما واکرم نزلهما وافض علینا من برکاتهما آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین"

اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی تاریخہائے ولادت و وفات:

فقیر غفرلہ نے چند مسجع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت و وصال نیز مآل ملهم غیب سے پائے جن میں التزام ہے کہ باوجود انتظام سلسلہ عبارت ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو جس کے سبب جو مادہ چاہیے تنہا محل تاریخ میں سنایئے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔ اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا بعض مادے یہاں قرطاس پر جلوہ افزا ہیں۔

(تواریخ ولادت) (۱) جاء ولیّ نقیّ الثیاب علیّ الشان (۱۲۴۶ھ)

(۲) (فیه اشارة الی اسمه قدس سره والثیاب الاعمال قال تعالیٰ وثیابک فطهّر)

(۳) رضیّ الاحوال بهی المکان (۱۲۴۶ھ)

(۴) هو اجلّ محققی الافاضل شهاب المدققین الاماثل (۱۲۴۶ھ)

(۵) قمر فی برج الشرف (۱۲۴۶ھ)

(۶) بریٔ من الخسوف والکلف (۱۲۴۶ھ)

(۷) افضل سباق العلما (۱۲۴۶ھ)

(۸) اقدم حذاق الکرما (۱۲۴۶ھ)

(تواریخ وفات) (۱) کان نهابة جمع العظماء (۱۲۹۷ھ)

(۲) خاتم اجلة الفقها (۱۲۹۷ھ)

(۳) امین اللّٰہ فی الارض ابدا (۱۲۹۷ھ)

(۴) (عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم العالم امین اللّٰہ فی الارض اخرجه الامام ابوعمر فی کتاب العلم) ان موتة العالم موتة العالم (۱۲۹۷ھ)

(۵) وفاة عالم الاسلام ثلمة فی جمع الانام (۱۲۹۷ھ)

(٦) وفی الخبر موت العالم ثلمة فی الاسلام لاتنسد الیٰ یوم القیٰمة او کما ورد واللّٰہ تعالیٰ اعلم)

(۷) خلل فی باب العباد

(۸) لاینسد الی یوم القیام

(۹) یاغفور کمل له ثوابک

(۱۰) یوم النشور امنحه جنة اعدت للمتقین صلی اللّٰہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلهٖ و اهلهٖ اجمعین

کتبه عبده المذنب احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفراللّٰہ له وحقق امله۔

اعلیٰحضرت اور انکے والد کے حالات ''تذکرہ علمائے ہند'' میں:

تذکرہ علمائے ہند فارسی مطبوعہ مطبع نولکشور میں اعلیٰ حضرت اور انکے والد ماجد صاحب قدست اسرارہما کے مختصر حالات درج ہیں عام فہم ہونے کیلئے اس جگہ اس کا اردو ترجمہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

''مولوی نقی علی خاں بریلوی ابن مولوی رضا علی خاں ساکن بریلی روہیل کھنڈ غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد سے تعلیم و تربیت پائی اور علوم درسیہ سے فراغت حاصل فرمائی۔ ذہن ثاقب و رائے صائب رکھتے تھے حق تعالیٰ نے ان کو عقل معاش و معاد دونوں میں ممتاز اقران بنایا تھا۔ علاوہ شجاعت جبلی کے حضرت صفت سخاوت 'تواضع' استغنا سے موصوف تھے۔ اپنی تمام قیمتی عمر اشاعت سنت و ازالۂ بدعت میں صرف فرمائی' پھر مسئلہ امتناع نظیر ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی ''اصلاح ذات البین'' ۲۶

فرمائی، پھر مسئلہ امتناع نظیر ایک دینی مناظرہ کا اعلان بنام تاریخی ''اصلاح ذات البین'' ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ میں شائع فرمایا اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بہت زبردست کوشش فرمائی اور مخالفین کا رد فرمایا جس کا مفصل بیان رسالۂ مبارکہ

''تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال''

میں طبع ہو کر شائع ہو چکا۔ ۱۲۹۴ھ میں تاجدار مارہرۂ مطہرہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور جملہ سلاسل جدیدہ وقدیمہ وسند حدیث شریف اور خلافت سے معزز وممتاز ہو کر ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے اور حضرت سیدی زینی دحلان و دیگر علمائے حرمین شریفین سے اجازت وسند حدیث حاصل فرمائی سلخ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور حیات شیریں جان آفرین کے سپرد فرمائی اور ''روضۂ رضوان'' میں آرام و اطمینان و سکون حاصل فرمایا۔

جامع حالات (فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ) کہتا ہے کہ اسکے بعد ان کی پچیس تصنیفات کا ذکر ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ولادت:

''مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی روہیل کھنڈ نے بتاریخ دس ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۲ھ عرصہ دنیا میں قدم مبارک رکھا۔ حضرت کے جد امجد قدس سرہ العزیز نے عقیقے کے دن ایک خواب خوشگوار دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند فاضل و عارف ہوگا۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کیا اور چھ سال کی عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں منبر پر بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا۔ تمام علوم درسیہ معقول ومنقول سب اپنے والد ماجد صاحب سے حاصل کر کے بتاریخ ۱۴ ماہ شعبان ۱۲۸۶ھ میں فاتحۂ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش کیا، جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتوی نویسی کا کام ان کے سپرد

فرمایا۔ ۱۲۹۴ھ میں سرکار مارہرہ مطہرہ میں حضرت ملحق الاصاغر وارث العلم کا براعن کا بر عالی جناب حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے مشرف ہوئے۔

علمائے حرمین شریفین سے ملاقاتیں

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد صاحب کے ساتھ پہلی بار زیارت حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً سے شرف افتخار و امتیاز حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول وتفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لیتے ہوئے دولت کدہ تشریف لے گئے۔ دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا

انی لاَجد نور اللّٰہ فی هذا الجبین (بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں) اور صحاح ستہ اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ: تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں (نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمل اللیل موصوف ان کی تصنیف لطیف ''جوہرہ'' مفید مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا اور ایک شرح دو دن میں تحریر فرمائی جس کا نام ''النیرة الوضیه فی شرح الجوهرة المضیه'' رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمل اللیل کی خدمت میں پیش کیا حضرت شیخ بہت خوش ہوئے اور بہت تعریف فرمائی اور مدینہ طیبہ میں مفتیِ شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔

مدفونین جنت بقیع پر گفتگو:

اثنائے طعام مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: مدفون بقیع میں سب سے افضل امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے قول پر دلائل پیش کئے' آخر مولانا نے فرمایا دونوں قول صحیح اور موجہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ولکل وجهة هو مولّيها۔ عین اسی وقت عصر کی اذان حرم شریف میں ہوئی' ختم اذان پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا فاستبقوا الخيرات غرض جلسہ برخاست ہوا اور سب لوگ نماز کیلئے حرم شریف میں پہنچے۔ شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے تنہا مسجد خیف میں اقامت کی اور مغفرت کی بشارت سے مبشر ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف پر ایک نظر:

آپ صاحبِ تصانیف کثیرہ و تالیفات عزیزہ ہیں (اس جگہ مصنف ''تذکرہ علمائے ہند'' نے اعلیٰ حضرت کی پچاس تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ طوالت کے خیال سے ان کے نام نہیں لکھے جاتے مگر تصنیفات کے بیان میں ان کا مفصل ذکر آئے گا۔ بقول سید ایوب علی رضوی ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۰ھ میں مفصلہ بریلی بدایوں سنبھل رامپور وغیرہ نے متفقہ طریقے سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا اور سب نے مولانا مولوی محمد حسن سنبھلی مصنف ''تنسیق النظام فی مسند الامام'' ''وحاشیہ ہدایہ'' وغیرہ کو امیر جماعت و مناظر مقرر کیا اور بریلی پہنچے۔ اس زمانے میں اعلیٰ حضرت منضج پی رہے تھے اور جلاب کے دن قریب تھے ایک نئے طبیب کے زیر علاج تھے۔ اس کی سازش سے یہ مشورہ ہوا کہ مسہل کے ایک دن قبل دعوت مناظرہ دینی چاہیے اعلیٰ حضرت بوجہ مسہل خود ہی انکار کر دیں گے اور ہمت کی بھی تو طبیب کی حیثیت سے وہ معالج منع کر دیں گے۔ بات بن جائے گی کہ مناظرہ سے فرار کیا لیکن جسے خداوند عالم سربلند کرے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً چیلنج مناظرے کا منظور فرما لیا۔ معالج صاحب نے بہت منع کیا کہ کل مسہل کا دن ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مر جانا منظور ہے اور مناظرے سے انکار کر کے بچنا مقصود نہیں۔

مولانا محمد حسن سنبھلی سے مناظرہ:

آخر اسی حالت میں آپ نے تیس سوال لکھ کر سرگروہ جماعت جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی کے پاس روانہ کر دیئے۔ مولانا موصوف کی دیانت کہ بمجرد سوالات دیکھنے

کے فرمایا: ان سوالات کا جواب کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا ہے۔ اور اسی وقت ریل میں سوار ہو کر مکان تشریف لے آئے۔ اس کے بعد ''شرح عقائد'' کا حاشیہ مسمی بہ ''نظم الفرائد'' تحریر فرمایا۔ جس میں مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت و تائید کی۔ دوسرے معاونین نے یہ حال دیکھ کر من سکت سلم پر عمل کیا اور بالکل خاموشی اختیار کی۔ جس کی قدرے تفصیل رسالہ ''فتح خیبر'' میں اسی زمانے میں مطبوع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے کئی مرتبہ ان لوگوں کو دعوت مناظرہ دی مگر ادھر سے صدائے برنخاست ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔ آپ اس وقت تک ۷۵ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ کہتا ہے کہ یہ ''مصنف تذکرہ علمائے ہند'' کے علم کے مطابق اس زمانہ کی تصانیف ہیں۔ میری معلومات میں درحقیقت اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے بھی زیادہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے آباء واجداد و اولاد و اخفاد کا شجرہ:

عالیجاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن الالقاب شاہ سعید اللہ خاں صاحب قندھاری بزمانۂ سلطان محمد شاہ نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے ان کی اولاد کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا جس کے ابھی تک کچھ آثار باقی ہیں۔ انکے ایک صاحبزادے تھے جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر دولت تھے جن کو سلطان سے کچھ مواضعات ضلع بدایوں کے معافی میں ملے تھے۔ وہ اب تک انہیں کی نسل میں موجود ہیں۔ ان کا نام سعادت یار خاں تھا ان کے تین بیٹے تھے۔ بڑے محمد اعظم خاں صاحب ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں۔ یہ اپنی وزارت کے عہدے سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔

ان کا ایک مشہور واقعہ ہے جو ان کے صاحبزادہ حافظ قرآن جناب حافظ کاظم علی خاں

صاحب وزیر آصف الدولہ نے بیان کیا تھا۔ ہوا یہ کہ جب شہزادۂ موصوف ترک دنیا کر کے زہد و ریاضت میں مشغول ہوئے صاحبزادہ صاحب خدمت والا میں حاضر ہوئے تو شہزادہ والا تبار کو دھونی امائے دیکھا اپنی قیمتی شال نذر کر دی حضرت نے اسے آگ میں ڈال دیا جب وہ جلنے لگی تو حافظ صاحب نے دل میں خیال کیا کہ ناحق میں نے دی انہوں نے جلا دی اگر اپنے پاس نہ رکھنا تھا تو کسی کو دے دیتے اس کو فائدہ پہنچتا اس طرف ان کو یہ خیال آیا ادھر شال کا آخری کنارہ کہ جلنے کو باقی تھا شہزادہ صاحب نے وہ کونا پکڑ کر پوری شال آگ سے نکال کر حافظ صاحب کو دی اور فرمایا کہ: یہ ایسی چیز نہیں تھی جس میں دھکڑ پکڑ ہو۔

سعادت یار خاں صاحب کے دو فرزند اور تھے ایک معتصم خاں صاحب' ان کی اولاد میں مولوی بخش اللہ خاں صاحب وغیرہ ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ مکرم خاں صاحب ہیں انکی اولاد نرینہ اب نہیں ہے البتہ ان کی نسل ان کی نواسیوں کی اولاد ہے۔

سعید اللہ خاں صاحب بن سعادت یار خاں صاحب وزیر محمد شاہ بن اعظم خاں صاحب' معظم خاں صاحب' مکرم خاں صاحب۔ اعظم خاں صاحب نے دو عقد کئے پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں صاحب ہیں۔ اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

حافظ کاظم علی خاں صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے انہوں نے تین شادیاں کیں' زوجہ اولیٰ سے تین اولادیں ہوئیں دولڑکے اور ایک لڑکی۔ زوجۂ ثانیہ سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں اور تیسری بیوی جو حرم تھی اس سے ایک لڑکا جعفر علی خاں پیدا ہوا جس کی نسل ختم ہوگئی ہے۔

اعظم خاں از زوجہ اولیٰ حافظ کاظم علی خاں صاحب' از زوجۂ ثانیہ چار صاحبزادیاں جن کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ از زوجۂ اولیٰ امام العلماء مولانا رضا علی خاں و رئیس الحکما حکیم تقی علی خاں و زینت عرف موتی بیگم تھیں اور از زوجۂ ثانیہ بدر النساء صدر النساء قمر النساء تھیں۔

از زوجۂ ثالثہ حرم جعفر علی خاں

اعلیٰ حضرت کے دادا مولانا رضا علی خاں:

حضرت امام العلماء مولانا رضا علی خاں صاحب' اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ

العزیز کے جد مکرم ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے مشاہیر علما میں سے تھے۔ انہوں نے دو عقد کئے پہلی بیوی سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں (والد ماجد اعلیٰ حضرت) اور ایک صاحبزادی جو رئیس الحکماء کے بڑے فرزند مہدی علی خاں صاحب کو منسوب تھیں۔ دوسری بیوی سے دو صاحبزادیاں ایک بی جان جو ولایت حسین خاں صاحب کو منسوب ہوئی تھیں، اور دوسری جن کا نام مستجاب بیگم تھا، وہاب علی خاں صاحب سے بیاہی گئیں اور لاولد فوت ہوئیں۔

امام العلماء مولانا رضا علی خاں صاحب کی زوجۂ اولیٰ سے رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں صاحب اور زوجۂ مہدی علی خاں صاحب ہوئیں اور زوجۂ ثانیہ سے بی جان زوجۂ ولایت حسن خاں اور مستجاب بیگم زوجۂ حکیم وہاب علی خاں صاحب۔

رئیس الحکماء حکیم محمد تقی علی خاں صاحب، امام العلماء کے حقیقی بھائی تھے، بہت بڑے بہادر قوی ہیکل اور فن طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے دہلی کے خاندان اطبا کے سرپرست حکیم محمد واصل خاں صاحب کی صاحبزادی سے عقد کیا تھا۔ یہ مہاراجہ جے پور کے یہاں شاہی طبیب خاص تھے (ابتداءً ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سالے کے لڑکے حکیم محمد سلیم خاں صاحب کو (جو جے پور کے مشہور اطبا سے ہیں اور ''بہرے حکیم'' صاحب کے نام سے مشہور خاص و عام ہیں) متبنیٰ کیا تھا۔ ریاست جے پور سے تین لاکھ سالانہ منافع کی جائیداد رئیس الحکماء کو انعام میں ملی تھی جو رئیس الحکماء نے کمال فراخ دلی سے اپنے متبنیٰ حکیم محمد سلیم خاں صاحب کو دے دی تھی حالانکہ اس وقت اپنی اولاد بھی موجود تھی۔ چنانچہ اب تک وہ جائیداد حکیم صاحب موصوف کے نواسوں کے پاس ہے اور وہ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کو حکیم واصل خاں صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے چار لڑکے ہوئے:

خاں صاحب مہدی علی خاں صاحب، حکیم ہادی علی خاں صاحب، فتح علی خاں صاحب، خاں صاحب فدا علی خاں صاحب۔

ان میں بڑے صاحبزادے مہدی علی خاں صاحب کا عقد رئیس الاتقیا کی ہمشیرۂ حقیقی سے ہوا۔

انکی اولاد میں احمد حسن خاں صاحب تھے۔

دوسرے فرزند حکیم ہادی علی خاں صاحب کا عقد ریاست ٹونک میں جناب عبدالعلیم خاں صاحب کی لڑکی سے ہوا۔ جن سے چار اولادیں ہوئیں:

(۱) ہدایت علی خاں صاحب (۲) سردار ولی خاں (۳) محبوب علی خاں (۴) صدیق النساء بیگم اور

تیسرے فرزند فتح علی خاں صاحب کی اولاد میں تین لڑکے (۱) بابو حاجی فرحت علی خاں (۲) امداد ولی خاں (۳) اصغر علی خاں اور چار لڑکیاں ہیں اور

چوتھے فرزند فدا علی خاں کی اولاد پانچ افراد پر مشتمل ہے:

(۱) فراست علی خاں (۲) مصاحب بیگم (۳) قادری بیگم (۴) حیدری بیگم ایک اور لڑکی۔

رئیس الحکماء تقی علی خاں صاحب کے چار بیٹے ہوئے۔

(۱) مہدی علی خاں صاحب (۲) حکیم ہادی علی خاں صاحب (۳) فتح علی خاں صاحب (۴) فدا علی خاں صاحب

مہدی علی خاں کے بیٹے احمد حسن خاں تھے۔

جن کے دو بیٹے نورالحسن خاں صاحب اور ابوالحسن خاں صاحب پیدا ہوئے۔ زبیدہ بیگم زوجہ اشفاق علی خاں صاحب انہیں نورالحسن خاں صاحب کی بیٹی تھیں۔ نورالحسن خاں کے بھائی ابوالحسن خاں کے بیٹے محمد حسن عرف چھن میاں تھے اور بیٹی زہرہ بیگم زوجۂ اعجاز ولی خاں

رئیس الحکماء کے بیٹے حکیم ہادی علی خاں صاحب کی چار اولادیں ہوئیں: صدیق النساء زوجۂ ثانیہ احمد حسن خاں (یہ لاولد رہے) (۲) دوسرے محبوب علی خاں (یہ بھی لاولد رہے) (۳) ہدایت علی خاں کا ایک بیٹا ریاست علی خاں پیدا ہوا۔

رہے حکیم ھادی علی خاں کے بیٹے سردار ولی خاں کی چھ اولادیں ہوئیں: چار بیٹے (۱) مولوی حاجی تقدس علی خاں' (۲) اعجاز ولی خاں' (۳) عبدالعلی خاں' (۴) مقدس علی خاں پیدا ہوئے اور دو بیٹیاں حمیدہ فاطمہ اور محبوب فاطمہ زوجۂ شریف محمد خاں (حنیف محمد خاں عرف مشن میاں انہیں شریف محمد خاں کے بیٹے تھے)

سردار ولی خاں کے پوتے فتح علی خاں کی چار بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ بیٹیوں کے نام معلوم نہیں۔ بیٹوں کے نام فرحت علی خاں، امرو ولی خاں، اصغر علی خاں ہیں۔

امراو ولی خاں کے بیٹے حفاظت علی خاں تھے جن کی دو اولاد ہوئی سردار علی خاں اور سردار بیگم ہے۔ فرحت علی خاں تو ان کے چار بیٹے ہوئے (۱) محمد ولی خاں (۲) شرافت علی خاں (۳) شہزاد علی خاں اور (۴) فاروق علی خاں

محمد ولی خاں کے چار بیٹے ہوئے اور ایک بیٹی دوسرے بھائی شرافت علی خاں کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

تیسرے بھائی شہزاد علی خاں کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور ایک بیٹی۔ رئیس الحکماء نقی علی خاں صاحب کے چوتھے بیٹے فدا علی خاں صاحب کے ایک بیٹا فراست علی خاں اور چار بیٹیاں مصاحبہ بیگم زوجہ بابو فرحت علی خاں، قادری بیگم، حیدری بیگم اور ایک بیٹی جن کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

فراست علی خاں کے بیٹے تھے: ریاست علی خاں جن کے دو اولاد نرینہ تھے۔ قادری بیگم کے ایک بیٹے تھے: ہادی حسن خاں، (یہ لاولد رہے) اور ایک بیٹی جن کا ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام معلوم نہیں۔

حافظ کاظم علی خاں کی صاحبزادی زینت (جن کو موتی بیگم کہتے تھے) ان کی شادی خاں صاحب محمد حیات خاں سے ہوئی یہ یوسف زئی سے ہیں۔ ان کے دو بیٹے تھے: نعمت علی خاں عرف بزرگ علی خاں اور کوچک علی خاں۔

نعمت علی خاں کے بیٹے حاجی وارث علی خاں تھے جن کا عقد رئیس الاتقیاء کی بڑی صاحبزادی حجاب بیگم سے ہوا۔ ان کے دو بیٹے حاجی واجد علی خاں اور شاہد علی خاں تھے۔ اور تین بیٹیاں کنیز خدیجہ زوجہ علی احمد خاں، کنیز عائشہ زوجۂ مولانا حامد رضا خاں اور کنیز فاطمہ زوجۂ سردار ولی خاں تھیں۔ اور تین بیٹے۔

واجد علی خاں کی ایک بیٹی کنیز رسول زوجۂ مظفر حسین بدایونی تھیں، اور تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں، مولوی سردار علی خاں عرف عزو میاں، ماجد علی خاں، حاجی ساجد علی خاں تھے۔ افتخار علی خاں، ممتاز علی خاں، سرشار علی خاں، رئیس بیگم، زاہدہ، نجمہ

حاجی وارث علی خاں کے بیٹے حاجی شاہد علی خاں صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلا عقد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔ ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی کنیز زہرہ عرف عزّو صاحبہ پیدا ہوئیں۔ جن کی شادی انکے چچا زاد بھائی مولوی سردار علی خاں عرف۔ عزّو میاں سے ہوئی۔

دوسرا عقد عطاء اللہ خاں کی لڑکی سے ہوا۔ جن کے بطن سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں، مشہود علی خاں، مشاہد علی خاں، مصطفیٰ علی خاں۔ رفیق جان زوجۂ ارشاد حسین خاں، فاطمہ زوجۂ اسفند یار خاں، لئیق فاطمہ زوجۂ محمد جاں خاں مستجاب زوجۂ شوکت حسین انتخاب بیگم۔

رفیق جان زوجۂ ارشاد حسین خاں کی اولاد حسب ذیل ہیں: فرحت بی بی مجن بیگم افتخار حسین مشتاق حسین ایک اور لڑکی فاطمہ زوجۂ اسفند یار خاں کے ایک لڑکا راشد یار خاں

لئیق فاطمہ زوجہ محمد جان خاں کی اولاد حسب ذیل ہے: سلطان میاں، شمیمہ، نسیم

رئیس الاتقیا حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی شادی اسفند یار بیگ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی سلسلہ اولاد حسب ذیل ہیں:

حسینی خانم زوجہ رئیس الاتقیا و جعفری بیگم و ابراہیم بیگ۔ حسینی بیگم زوجۂ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب کے تین بیٹے تھے: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں، مولانا حسن رضا خاں، مولانا محمد رضا خاں

اور تین بیٹیاں حجاب بیگم زوجۂ حاجی وارث علی خاں، احمدی بیگم زوجۂ شاہ ایران خاں اور محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں تھیں (یہ لاولد رہیں)

اعلیٰ حضرت کا خاندان اور ان کی اولاد:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی سات اولادیں ہوئیں، دو شہزادے

(۱) حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب ملقب بلقب ''حجۃ الاسلام''

(۲) حضرت مولانا شاہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب ''مفتیٔ اعظم'' اور

پانچ صاحبزادیاں تھیں، (۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن، منجھلی بیگم (۳) کنیز حسنین، سنجھلی بیگم، (۴) کنیز حسین چھوٹی بیگم (۵) مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو بڑی مصطفائی بیگم کی شادی اعلیٰ حضرت کے بھانجے جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب سے ہوئی ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی عزو بی بی جو سردار علی خاں سے منسوب ہوئیں یہ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی حیات میں فوت ہو گئیں۔

دوسری صاحبزادی کنیز حسن جن کو منجھلی بیگم کہتے تھے ان کی شادی جناب حمید اللہ خاں صاحب ولد حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوئی۔ انکی دو اولادیں ہوئیں: عتیق اللہ خاں اور ایک صاحبزادی رفعت جہاں بیگم

تیسری صاحبزادی کنیز حسین جن کو سنجھلی بیگم کہتے تھے جناب حکیم حسین رضا خاں صاحب ابن مولانا حسن رضا خاں سے منسوب ہوئیں، ان کے تین لڑکے ہوئے۔ (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس خاں (امام اہل سنت کے وصال سے ۲۱ دن بعد ان کا انتقال ہوا۔)

چوتھی صاحبزادی کنیز حسین عرف چھوٹی بیگم ان کی شادی مولوی حسین رضا خاں صاحب سے ہوئی ان کی صرف ایک لڑکی ہوئی شمیم بانو جو جرجیس میاں کو منسوب ہوئیں۔

اعلیٰ حضرت کی پانچویں صاحبزادی مرتضائی بیگم عرف چھوٹی بنو مجید اللہ خاں پسر خورد جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے منسوب ہوئیں۔ ان کے تین لڑکے (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید میاں اور دو لڑکیاں (۱) مجتبائی بیگم (۲) مقتدائی بیگم ہیں۔

حضرت حجۃ الاسلام کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن کنیز عائشہ ہمشیرہ جناب حاجی شاہد علی خاں سے ہوئی ان کے چھ اولادیں ہوئیں: دو صاحبزادے:

(۱) مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں (۲) مولوی حماد رضا عرف نعمانی میاں اور چار لڑکیاں (۱) ام کلثوم (زوجۂ ثانیہ حکیم حسین رضا خاں) (۲) کنیز صغریٰ بیگم (زوجۂ تقدس علی خاں) (۳) رابعہ بیگم عرف نوری (زوجۂ مشہود علی خاں) (۴) سلمیٰ بیگم (زوجہ مشاہد علی خاں)۔

جیلانی میاں کا عقد مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔ نعمانی

میاں کا نکاح جناب سید حسن صاحب محلہ ملوکپور کی صاحبزادی سے ہوا۔

جیلانی میاں کی پانچ اولاد ہیں اور نعمانی میاں کی تین

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی شادی چھوٹے چچا جناب مولانا محمد رضا خاں کی اکلوتی صاحبزادی سے ہوئی، اسی لئے مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں نے ان کو اپنی اولاد کی طرح رکھا اور شادی کے بعد ان کا رہنا سہنا سب چچا جان کے مکان ہی پر رہا، اور اس وقت تک وہیں قیام فرما رہیں۔ ان کی سات صاحبزادیاں ہیں۔ ایک لڑکا ہوا تھا جو کمسنی ہی میں داغ مفارقت دے کر راہی ملک بقا ہوا جس کا نہ صرف والدین بلکہ پورے خاندان بلکہ جملہ متوسلین اور اہل قرابت کو صدمہ ہوا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کا سلسلۂ اولاد:

(۱) مولانا حامد رضا خاں صاحب (۲) مصطفائی بیگم (۳) کنیز حسن (۴) کنیز حسین (۵) کنیز حسنین (۶) مولانا مصطفےٰ رضا خاں (۷) مرتضائی بیگم

مولانا حامد رضا خاں صاحب کی اولاد: (۱) ابراہیم رضا خاں (۲) ام کلثوم (۳) کنیز صغریٰ (۴) حماد رضا خاں (۵) رابعہ (۶) سلمیٰ

ابراہیم رضا خاں کی اولاد: (۱) سرفراز بیگم (۲) سرتاج بیگم (۳) دلشاد بیگم (۴) رحمٰن رضا خاں (۵) تنویر رضا خاں

مصطفائی بیگم زوجہ شاہد علی خاں کی اولاد: عزّو بی بی مولانا سردار علی خاں عرف عزّو میاں

کنیز حسن زوجۂ حمید اللہ خاں کی اولاد: (۱) عتیق اللہ خاں (۲) رفعت بیگم

کنیز حسین زوجۂ حکیم حسین رضا خاں کی اولاد: (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں

کنیز حسنین زوجۂ مولوی حسنین رضا خاں کی اولاد: (۱) شمیم بانو زوجہ جرجیس رضا خاں

مولانا مصطفےٰ رضا خاں کی اولاد: (۱) نگار فاطمہ (۲) انوار فاطمہ (۳) برکاتی بیگم (۴) رابعہ بیگم (۵) ہاجرہ بیگم (۶) شاکرہ بیگم

مرتضائی بیگم زوجۂ مجید اللہ خاں کی اولاد: (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید

میاں (۴) مجتبائی بیگم (۵) مقتدائی بیگم

حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں خلف اصغر حضرت حجۃ الاسلام کی اولاد: (۱) مسرت بی بی (۲) نصرت بی بی (۳) حمید رضا خاں

مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی برادر اوسط اعلیٰ حضرت کی اولاد: (۱) حکیم حسین رضا خاں صاحب (۲) مولوی حسنین رضا خاں صاحب (۳) فاروق رضا خاں صاحب

حکیم حسین رضا خاں صاحب کی اولاد: (زوجہ اولیٰ صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی اولاد)

صاحبزادی اعلیٰ حضرت کی اولاد: (۱) مرتضیٰ رضا خاں (۲) ادریس رضا خان (۳) جرجیس رضا خاں

زوجۂ ثانیہ صاحبزادیٔ حضرت حجۃ الاسلام کی اولاد: (۱) غوثیہ بیگم زوجۂ خلیق میاں (۲) یونس رضا خاں

حکیم حسین رضا خان صاحب نے دو شادیاں کیں تھی جن سے یہ اولاد تھی۔

مرتضیٰ رضا خاں کی اولاد: (۱) بلال رضا خاں (۲) اویس رضا خاں اور دو بیٹیاں

مولانا حسنین رضا خاں کی اولاد: (۱) اعلیٰ حضرت کی صاحبزادی شمیم بانو زوجۂ جرجیس میاں تھیں۔ (۲) دوسری بیوی سے یہ اولاد ہوئی (۱) تحسین رضا خاں (۲) سبطین رضا خاں (۳) حبیب رضا خاں (۴) ایک بیٹی

مولانا محمد رضا خاں عرف ننھے میاں کی اولاد: فاطمہ بیگم زوجۂ مولانا مصطفیٰ رضا خاں

احمدی بیگم زوجۂ شاہ ایراں خاں کی اولاد: (۱) علی احمد خاں (۲) علی محمد خاں (۳) محمودی جان زوجۂ مولوی حشمت اللہ خاں احمد علی خاں لاولد رہے۔ علی محمد خاں کی ایک بیٹی زکیہ سلطانہ عرف حمیدہ بیگم تھیں اور محمودی جان کے بیٹے محمد اسحاق عرف خسرو میاں بیرسٹر تھے جو عرصے تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ قانون کے پروفیسر تھے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین ملت قدس سرہٗ العزیز کی شادی ۱۲۹۱ء میں شیخ فضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ شیخ صاحب موصوف شیخ عثمانی تھے ان کے والد کا نام شیخ احمد حسین تھا۔

شیخ احمد حسین صاحب کی اولاد: (۱) شیخ فضل حسین (۲) شیخ فرمان حسین (۳) شیخ

اولاد حسین (۴) اور ایک بیٹی
شیخ فضل حسین صاحب کی اولاد: (۱) امجد حسین عرف امجد رضا (۲) ارشاد بیگم زوجہ اعلیٰ حضرت (۳) قرأت اللہ بی بی (۴) شمشاد بیگم (۵) امداد بیگم (۶) امجدی بیگم
مولانا امجد رضا کی اولادیں: (۱) مشہد رضا (۲) بیٹی ناصرہ
قرأت اللہ بی بی کی اولادیں: (۱) سروری بیگم زوجۂ نور الحسن خاں (۲) چھنن بیگم زوجۂ سید عبدالعزیز تھیں۔ شمشاد بیگم کا ایک بیٹا قدرت اللہ خان تھا۔
چھنن بی بی زوجۂ سید عبدالعزیز صاحب سہسوانی کی اولاد: (۱) سید عبدالحفیظ (۲) سید طیب میاں (۳) سید عبداللطیف (۴) سید طاہر میاں (۵) رضیہ بی بی زوجۂ سید اطہر حسین
شہزادہ معظم خاں صاحب کی اولاد میں سے ایک ہی صاحبزادہ میاں شہزادہ احمد خاں تھے
شہزادہ اعظم خاں کی اولاد میں سے ایک بیٹا علیم اللہ خاں اور ایک بیٹی زوجۂ قطب الدین خاں
علیم اللہ خاں کی اولاد: (۱) بخش اللہ خاں (۲) عنایت اللہ خاں (۳) حکیم خلیل اللہ خاں (۴) احمد اللہ خاں (۵) اصغری بیگم زوجہ مولانا حسن رضا خاں (۶) پری جان
حکیم خلیل اللہ خاں کی اولاد: (۱) جمیل اللہ خاں (۲) عقیل میاں (۳) نفیس بیگم (۴) اسماء بیگم
علیم اللہ خاں کے پوتے جمیل اللہ خاں کی صرف دو بیٹیاں تھیں۔ عقیل میاں لاولد رہے۔ نفیس بیگم کی ایک بیٹی بانو بی بی تھی۔ جن کی شادی صدیق حسن خاں سے ہوئی ان سے ایک بیٹی زکیہ بی بی ہوئیں اور ایک بیٹا ارشد حسین خاں تھا۔ اسماء بیگم لاولد رہیں۔
نفیس بیگم کی پہلی شادی جناب دلاور حسین خاں صاحب ساکن موضع جواہر پور عرف جوا سے ہوئی تھی۔ یہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے بہت پیارے اور جان نثار مرید تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مولوی تجمل حسین خاں صاحب سے نفیس بیگم کی دوسری شادی ہوئی۔
عنایت اللہ خاں بن علیم اللہ خاں کی اولاد: (۱) عزیز اللہ خاں (۲) حمایت اللہ خاں

(۳) رعایت اللہ خاں (۴) کنیز فاطمہ زوجۂ اولیٰ ابوالحسن خاں وثانیہ محمد سعید خاں (۵) اطاعت اللہ خاں

ابوالحسن خاں کی اولاد: (۱) محمد حسن خاں (۲) زہرہ بیگم (۳) محمد وحید خاں (۴) فاطمہ بی بی (۵) محمد رشدالارشاد خاں

محمد حسن خاں کی دو اولادیں: محمد کمال خاں اور زکیہ بی بی

فاطمہ بی بی زوجۂ عبدالحمید خاں کے بیٹے رفیع اللہ خاں تھے۔

شہزادہ اصغر مکرم خاں کی اولادیں: غلام دستگیر خاں جن کے بیٹے (۱) غلام فرید خاں (۲) اور قطب الدین خاں اور (۳) ایک صاحبزادے تھے جن کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

غلام فرید خاں کی ایک بیٹی یاقوتی جان جو شیخ فضل حسین کی بیوی تھیں جو اعلیٰ حضرت کے خسر تھے۔ غلام دستگیر خاں کے دوسرے بیٹے قطب الدین کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا ایک بیٹی جن زوجۂ محمد حسن خاں تھیں۔ دوسری آبادی بیگم زوجۂ فرمان حسن بیٹے کا نام محمد میاں تھا سردار بیگم غالباً محمد حسن خاں کی بیٹی تھیں ان کا نکاح اسماعیل بیگ سے ہوا۔ جن سے ان کی تین اولادیں ہوئیں:

(۱) احمد بیگ (۲) محمد بیگ (۳) ایک بیٹی امۃ الحبیب اس خاندان کی ایک خاتون سے جن کا نام معلوم نہیں فیض عالم خاں کی شادی ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے (۱) عزیز عالم خاں (۲) محبوب عالم خاں عرف بنن تھے۔

اعلیٰ حضرت کے متعلق بزرگوں کی پیشین گوئیاں:

(۱) جناب علی محمد خاں صاحب' اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدۂ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والدین کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے' دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ان کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔

(۲) انہیں کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں ایک روز کسی نے دروازے پر آواز

دی اعلیٰ حضرت (کہ انکی عمر اس وقت دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں آپ کو دیکھتے ہی فرمایا آؤ آپ تشریف لے گئے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم بہت بڑے عالم ہو گے۔

(۳) جناب سید ایوب علی رضوی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ محلّہ سوداگران کی مسجد کے قریب آپ کی طفولیت کے زمانہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے اعلیٰ حضرت کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور کئی بار دیکھا پھر فرمایا تم رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ حضور نے جواب دیا ''میں ان کا پوتا ہوں'' فرمایا ''جبھی'' اور فوراً تشریف لے گئے۔

(۴) مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری کا بیان بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ: میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا۔ اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ عرب ہیں انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔

(۵) جناب سید ایوب علی رضوی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے آپ کے والد ماجد نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی صبح حضرت سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں اور اپنے والد ماجد علیہا الرحمۃ سے خواب بیان فرمایا حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہیں ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا۔

(۶) ملفوظات حصہ اول میں ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جا رہا تھا۔ میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت کے پوتے یعنی برخوردار ابراہیم رضا خاں سلمہ) کے برابر تھی (یعنی دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش نہایت شکیل و وجیہہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا سنتا ہے بچے آج کل عبدالعزیز ہے اس کے بعد عبدالحمید اس کے بعد عبدالرشید (یعنی ارشاد آفندی) اور فوراً

نظر سے غائب ہو گئے چنانچہ اس وقت تک ان بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔

(۷) ملفوظات حصہ چہارم میں ہے بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی انکے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لئے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے میں اکیلا ان کے پاس جا پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا وہ حجرے میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے آخر مجھ سے پوچھا: تم مولوی رضا علی خاں کے کون ہو؟ میں نے کہا میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھئے۔ پوچھا کیا مقدمہ کیلئے آئے ہو۔ میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کیلئے نہیں آیا ہوں' میں تو صرف دعائے مغفرت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے'' اللہ کرم کرے' اللہ کرم کرے' اللہ کرم کرے' اللہ رحم کرے۔ اللہ رحم کرے۔ اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا کیا مقدمہ کیلئے آئے ہو۔ عرض کی ''جی ہاں'' فرمایا: مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے نصر'' من اللہ وفتح'' قریب۔ بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

بچپن کے چند واقعات:

جناب سید ایوب علی فرماتے ہیں کہ کاشانۂ اقدس پر ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ حضور بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے مولوی صاحب کسی آیۂ کریمہ میں بار بار ایک لفظ حضور کو بتاتے تھے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور کے جد امجد قطب الوقت حضرت مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہو گئی تھی' زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا' اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا۔ یعنی جو حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان

مبارک سے نکلتا تھا وہی صحیح تھا۔ حضور سے حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: مولوی صاحب! جس طرح تم کو بتاتے تھے، اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کیا میں ارادہ کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا: خوب۔ اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا اور دل سے دعا دی۔ پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا حقیقتاً۔ کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔ پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرما دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضور سے کہنے لگے: دو صاحبزادے سچ سچ بتا دو میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا فرشتہ ہو۔ آپ نے فرمایا خدا کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔

انہیں کا بیان ہے ایک روز مولوی صاحب موصوف حسب معمول بچوں کو پڑھا رہے تھے کہ ایک بچے نے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا ''جیتے رہو'' اس پر حضور نے عرض کیا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا وعلیکم السلام کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

بچپن کا روزہ:

انہیں کا بیان ہے رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے، اور حضور پرنور اعلیٰ حضرت کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے'' ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کیلئے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ٹھیک نماز کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں، اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھا لو۔ عرض کرتے ہیں: میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں۔ ارشاد ہوتا ہے بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے، لو کھا لو میں نے کواڑ بند کر دیئے ہیں کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد کی

چشمان مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت حاجی ملتھن خاں جن کا اسم گرامی حاجی محمد شاہ خاں (محلہ سوداگراں میں حضور کے دولت خانہ سے کچھ فاصلہ پر اُتر جانب ان کا مکان ہے) حضور کی نشست گاہ میں جاروب کشی فرما رہے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کو یہ پہلا اتفاق دیکھنے کا ہوا۔ برادرم قناعت علی صاحب کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ ایک بزرگ ہستی جو نہ صرف ایک معمر دین دار اہل علم ہیں بلکہ معقول زمین داری بھی رکھتے ہیں' وہ جاروب کشی کریں اور میں کھڑا دیکھتا رہوں۔ اس لئے بڑھ کر اس خدمت کو خود انجام دینا چاہا مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے: صاحبزادے یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانۂ عالیہ کی جاروب کشی کروں (ہم لوگوں کو اس سے پہلے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بھی شرف بیعت سے مشرف ہیں' بس یہ جانتے تھے کہ پڑوسی اور برادری کے آدمی اور ایک زمین دار ہیں)۔ میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں' ان کا بچپن دیکھا جوانی دیکھی' اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتائے زمانہ پایا۔ تب ہاتھ میں ہاتھ دیا بڑھاپے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے' انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتائے روزگار دیکھا۔

زندگی کے عام معمولات:

جناب ذکاء اللہ خاں رضوی تحریر کرتے ہیں کہ خادم نے حضرت کی حیات ظاہری میں اندازاً بارہ یا چودہ سال خدمت کی یا اس سے زائد۔ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے۔ بعد نماز مغرب مکان میں تشریف لے جاتے اور روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ علوم وفیوض و برکات کے دریا جاری ہوتے اور حضار آستانہ عوام اہل سنت وعلمائے اہل سنت مستفیض ہوا کرتے۔ البتہ موسم سرما میں عصر مغرب کے درمیان مسجد میں ہی رہتے۔ تمام حاضرین بھی اعتکاف کے ساتھ مسجد شریف ہی میں حاضر خدمت رہتے' اور وہیں تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری رہا کرتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے' یہ حضرت کا معمول تھا۔ علاوہ اس کے حضرت پانچوں وقت کی نماز میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ اگر کوئی صاحب کسی کام کیلئے شہر سے

آتے یا کسی دوسرے شہر سے حضرت کی ملاقات کو تشریف لاتے۔ اطلاع ہوتے ہی حضرت باہر تشریف لے آتے۔ حاجی کفایت اللہ صاحب حضرت کے خاص خادم تھے اور حضرت کے سفر میں برابر سایے کی طرح ساتھ رہتے۔ ایک سید صاحب مدنی مدینہ پاک سے چل کر حضور سے علم جفر سیکھنے کی غرض سے مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ اور بہت عرصہ تک قیام کر کے علم جفر حاصل کیا۔ جب مدنی صاحب کلکتہ جانے لگے تو حضرت سے فرمایا میرے ساتھ کوئی شخص ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت صاحب نے حاجی کفایت اللہ صاحب کو ہمراہ کیا۔ اور حاجی صاحب نے مجھ خادم سے کہا کہ میں کلکتہ جاتا ہوں۔ اور اعلیٰ حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور حضرت سے بھی یہی عرض کیا حضرت نے مجھے خدمت کیلئے قبول فرمایا۔

جناب علی محمد خاں صاحب' اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ جناب والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی پڑھنے میں ضد نہیں کی۔ خود سے برابر پڑھنے کو تشریف لے جایا کرتے۔ جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں مگر والد ماجد صاحب کے منع فرمانے سے رک گئے' اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔

حاجی کفایت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت' حاجی خدا بخش صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت اس مکان میں تشریف لے جا کر بیٹھے تو لڑکے نے مٹھائی لا کر رکھی کہ گیارہویں شریف کی فاتحہ کر دیجئے۔ حضرت نے اس پر فاتحہ دی اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اس لڑکے کی بیوی بھی سامنے سر سے پاؤں تک چادر سے اپنے آپ کو چھپائے ہوئے آ کر کھڑی ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت سر اٹھائیں تو میں سلام کروں۔ حضرت نے سر اٹھایا تو اس نے سلام کیا۔ حضرت نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ: تم یہاں پر بیاہی ہو؟ وہ عورت حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز سے بیعت تھی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ توسیع مسجد شریف کیلئے غسل خانہ' کنواں' طہارت خانہ مسقّف کرنا تھا۔ چنانچہ مستری علی حسین قادری رضوی مرحوم نے ستونوں کی تعمیر شروع کی ہی تھی کہ ظہر کے وقت حضور نے دیکھ کر فرمایا: بھائی علی حسین یہ ستون تو کچھ اچھے

نہیں معلوم ہوتے ہیں خوبصورت بنایئے۔ پھر فرمایا میں نے اپنے مکان کی تعمیر کے وقت کبھی دخل نہیں دیا۔ البتہ الماریوں کیلئے ضرور کہا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ کتابیں محفوظ رہیں۔

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت کی سبک خرامی کا یہ حال تھا کہ کبھی ان کے چلنے میں پائے مبارک کی چاپ سننے میں نہ آئی۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں سہ دری کے اندر کام کر رہے ہیں اور حضور پرنور کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لے آئے اور پورا صحن بیرونی نشست گاہ طے فرما کر خود تقدیم سلام فرمائی تب ہم لوگ خبردار ہوئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے۔ میں بہمراہی شہزادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد آل الرحمٰن مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ الاقدس بعد مغرب وہاں پہنچتا ہوں۔ شہزادۂ ممدوح اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں مگر باوجود اس آگاہی کے کہ حضور تشریف لانے والے ہیں تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے ہیں اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے قریب جلوہ فرما ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی روزمرہ کی غذا:

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا اور وہ بھی روزانہ نہیں بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کی چشمان مبارک دُکھنے آگئیں۔ اس دوران بروقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا اور فرمایا: سید صاحب دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے' ورنہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا کہ ایک روز حکیم عبدالسبحان صاحب جو بمبئی سے علم جفر سیکھنے کیلئے آئے تھے اور مقیم آستانۂ شریف تھے' ایک چھوٹی سی شیشی میں رقیق مادہ آنکھوں میں ڈالنے کے واسطے پیش کرتے ہیں۔ حضور نے اس کے اجزا دریافت فرمائے۔ حکیم صاحب نے عرض کیا حضور استعمال تو فرمائیں اور بہت کچھ تعریف کی۔ حضور نے فرمایا میں بغیر تحقیق اجزا کوئی دوا استعمال نہیں کرتا ہوں۔ حکیم صاحب نے اطمینان دلاتے ہوئے یہی کہا کہ اس میں کوئی شے مضر نہیں ہے' ان شاء اللہ ایک بار کے استعمال سے حضور فائدہ

محسوس فرمائیں گے۔ اسی وقت اجزا بھی بتا دوں گا۔ غرض حکیم صاحب کے اطمینانی الفاظ کو باور کرتے ہوئے مکان میں جا کر جس وقت دوا کے قطرات آنکھوں میں ٹپکائے' ناقابل برداشت تکلیف پیدا ہوگئی۔ حضور دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ہوئے باہر تشریف لائے اور بے تابانہ حکیم صاحب سے فرمایا اب تو اجزا بتا دیجئے مجھے سخت تکلیف ہے۔ حکیم صاحب نے منجملہ دیگر ادویات کے عرق لیموں کا بھی نام لیا۔ جسے سن کر حاضرین چونک پڑے۔ حضور نے فرمایا آنکھ میں اور لیموں کا عرق لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ پھر فرمایا حکیم صاحب میری آنکھ جیسی نازک چیز اور ایسا تیز عرق!

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور ہفتہ میں دو بار جمعہ اور سہ شنبہ کو ملبوسات شریف تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ ہاں اگر پنجشنبہ کو یوم عیدین یا یوم النبی آ کر پڑے تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے' یا شنبہ کے دن یہ مبارک تقریبیں آتیں تب بھی دونوں دن تبدیل فرماتے۔ ان دونوں تقریبوں کے علاوہ سوا یوم معین کے اور کسی وجہ سے لباس تبدیل نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ جیلانی میاں سلمہ کے ختنہ کی تقریب ایسے روز ہوئی کہ تبدیل لباس کا دن نہ تھا۔ وہی لباس زیب تن رکھا تبدیل نہ فرمایا: اگرچہ بعض اقربا و اعزہ و رؤسائے شہر مکلف لباس پہن کر آئے تھے۔ مگر حضور اپنا لباس سابق پہنے ہوئے شریک تقریب رہے۔

اعلیٰ حضرت کی آدابِ محفل کی بعض باتیں:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ امام کو نماز میں سہو سے مطلع کرنے کیلئے "اللہ اکبر" نہ فرماتے مثلاً تیسری رکعت میں قعدہ کرنا چاہتا ہے تو سبحان اللہ فرمایا کرتے۔ کتب احادیث پر دوسری کوئی کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں' اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ خاطر اور ناراض ہوتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھنے کو ناپسند فرماتے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور کے طریقۂ نشست عرض کر دوں چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا اس لئے گاؤ تکیہ پشت مبارک کے پیچھے رکھا کرتے تھے۔ اس سے پیشتر کہ یہ مرض نہ تھا

کبھی گاؤ تکیہ استعمال نہ فرمایا۔ کتب بینی یا لکھتے وقت پاؤں مبارک سمیٹ کر دونوں زانو اٹھائے رہتے۔ ورنہ سیدھا زانو مبارک اٹھا رہتا اور دوسرا بچھا رہتا۔ اور کبھی بایاں زانو ضرورۃً اٹھاتے تو دہنا بچھا لیا کرتے تھے۔ ذکر میلاد مبارک میں ابتدا سے آخر تک ادباً دو زانو بیٹھے رہا کرتے، یونہیں وعظ فرماتے۔ چار پانچ گھنٹے کامل دو زانو ہی منبر شریف پر رہتے۔ اخیر عمر میں پان کھانا چھوڑ دیا تھا ورنہ پہلے پان بہت کثرت سے بغیر زردہ کے استعمال فرماتے مگر بوقت وعظ پان مطلق ملاحظہ نہ فرماتے، بلکہ ایک چھوٹی صراحی شیشہ کی پاس رکھی جاتی۔ اس سے خشکی رفع فرمانے کیلئے غرارہ کرلیا کرتے۔

اعلیٰ حضرت کے بعض معمولات:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عادات کریمہ یہ بھی تھیں کہ بشکل نام اقدس (محمد) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استراحت فرمانا، ٹھٹھا نہ لگانا، جمائی آنے پر انگلی دانتوں میں دبا لینا اور کوئی آواز نہ ہونا، کلی کرتے وقت دست چپ (بایاں ہاتھ) ریش مبارک پر رکھ کر خمیدہ سر ہوکر پانی منہ سے گرانا، قبلہ کی طرف رخ کرکے کبھی نہ تھوکنا، نہ قبلہ کی طرف پائے مبارک دراز کرنا۔ نماز پنجگانہ مسجد میں باجماعت ادا کرنا، فرض نماز با عمامہ پڑھنا۔ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرنا، یونہیں لوہے کے قلم سے اجتناب کرنا، خط بنواتے وقت اپنا کنگھا و شیشہ استعمال فرمانا، مسواک کرنا، سر مبارک میں پھلیل ڈلوانا۔

ہم تعویذ بیچا نہیں کرتے:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ایک کوری ہانڈی پیش کی۔ حضور نے فرمایا: ''کیسے تکلیف فرمائی''؟ انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر دریافت فرمایا کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ نہیں حضور، محض مزاج پرسی کیلئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا: عنایت و نوازش! اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا: ''کچھ فرمایئے گا''۔ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضور نے وہ شیرینی مکان میں بھجوا

دی۔ اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ: میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔ اچھا تشریف رکھئے اور بھانجے علی احمد خاں مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر (کہ یہ کام انہیں کے متعلق تھا) ان صاحب کو عطا فرمایا: اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی جسے حضور نے بایں الفاظ واپس فرمایا اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جایئے' میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے۔ انہوں نے بہت کچھ معذرت کی مگر قبول نہ فرمایا: بالآخر وہ بیچارے اپنی شیرینی واپس لیتے گئے۔

ہم علم نہیں بیچتے:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے جہانگیر خاں صاحب قادری رضوی ساکن محلہ چھپی ٹولہ قلعہ سے فرمایا کہ: ''مجھے ایک پیپا مٹی کے تیل کی ضرورت ہے''۔ کیونکہ وہ تیل فروخت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک پیپا تیل لے کر حاضر ہوئے۔ حضور نے قیمت دریافت فرمائی انہوں نے اس وقت جو قیمت تھی اس کا اظہار بایں الفاظ فرمایا ''ویسے تو اس کی قیمت یہ ہے' مگر حضور کچھ کم کر کے اتنی دے دیں'' اس پر حضور نے فرمایا مجھ سے وہی قیمت لیجئے جو سب سے لیتے ہیں انہوں نے عرض کیا نہیں حضور آپ میرے بزرگ ہیں' عالم ہیں' آپ سے عام بکری کے دام کیسے لے سکتا ہوں'' حضور نے فرمایا میں علم نہیں بیچتا ہوں'' اور وہی عام بکری کے دام خاں صاحب کو دیئے۔

خیر و برکت کیلئے:

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید بن نامی فٹن چلایا کرتے تھے ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر رہتے تھے انہوں نے نئی گاڑی بنوائی تھی۔ اسے قبل ظہر حضور کے پھاٹک پر لا کر کھڑا کیا۔ تھوڑی دیر میں حضور نماز کیلئے تشریف لائے انہوں نے دست بوسی کی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور میں نے یہ نئی گاڑی بنوائی ہے۔ اس پر ابھی کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ میری تمنا ہے کہ پہلے حضور اس پر تشریف رکھیں۔ چنانچہ حضور نے کچھ پڑھا اور گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ مسجد شریف پر جو ۳۰' ۴۰ قدم کے فاصلہ پر تھا اترے اور مسجد میں تشریف

لے گئے۔

مسجد سے واپسی پر معمول:

نبیرۂ حضرت محدث سورتی' مولانا قاری احمد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ مانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عادت کریمہ تھی کہ جب مسجد سے فارغ ہوکر پھاٹک کی طرف تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ اتار کر بغل میں دبا لیا کرتے تھے۔ اور نہایت آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر قدم پر کچھ پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں نگاہیں اکثر نیچی رہا کرتی تھیں مگر کبھی سامنے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کے آخری ایام زندگی کے مشاغل:

مولوی محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری بریلوی بانی عید میلاد مبارک و موجد طلسمی پریس میرٹھی ثم الاجمیری تحریر فرماتے ہیں۔ آج ۱۴ شوال ۶۶ ۱۳ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو میری عمر دو ماہ کم ۴۷ سال کی ہے۔ میں نے ابتدائی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل فتاویٰ کی خدمت چند سال ۱۳۱۲ھ میں انجام دی ہے۔ پھر مجھے ۲۰ سال کی عمر میں حکماً میرٹھ بھیجا گیا۔ اس وقت میرٹھ میں وہابیت بہت زور پر تھی۔ اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے' اپنا وقت کبھی بیکار صرف نہیں فرماتے تھے۔ ہمہ وقت تالیف و تصنیف و فتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا۔ اسی وجہ سے زنانخانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنجگانہ نماز کیلئے باہر تشریف لاتے۔ تا کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں' یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت البتہ۔ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے۔ اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا۔ تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی اور باوجودیکہ بیحد گرم مزاج تھے مگر کیسی ہی گرمی کیوں نہ ہو' ہمیشہ دستار اور انگرکھے کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ خصوصاً فرض نماز تو کبھی صرف ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہیں فرمائی۔ اعلیٰ حضرت جس قدر احتیاط سے نماز پڑھتے تھے آجکل یہ بات نظر نہ آئی۔ ہمیشہ میری دو رکعت ان کی ایک رکعت میں ہوتی تھیں اور دوسرے

لوگ میری چار رکعت میں کم سے کم چھ رکعت بلکہ آٹھ رکعت پڑھا کرتے۔ ہر شخص حتیٰ کہ چھوٹی عمر والے سے بھی حضرت نہایت ہی خلق سے ملتے۔ آپ اور جناب سے مخاطب فرماتے اور حسب حیثیت اس کی توقیر و تعظیم فرماتے۔

بسم اللہ خوانی و سلسلۂ تعلیم:

صحیح طور پر نہ معلوم ہوسکا کہ حضور کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی مگر وقت بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضور کے استاد محترم نے **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** کے بعد الف با تا ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے' پڑھایا۔ حضور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے' جب لام الف کی نوبت آئی استاد نے فرمایا کہ: و لام الف۔ حضور خاموش ہو گئے اور نہیں کہا: استاد نے دوبارہ کہا کہو میاں لام الف۔ حضور نے فرمایا کہ: یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں' لام بھی پڑھ چکے ہیں' الف بھی پڑھ چکے ہیں یہ دوبارہ کیسا۔ اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے' فرمایا: بیٹا استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی اور اپنے جد امجد کے چہرہ کی طرف نظر کی۔ حضور نے اپنے فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ چکے ہیں۔ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ تھا۔ اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا مگر ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات' حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ لڑکا کچھ ہونے والا ہے' اس لئے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا' اور فرمایا: بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقۃً وہ ہمزہ ہے' اور یہ درحقیقت الف ہے' لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے' اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن' اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔ حضور نے فرمایا تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا' اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت ہے۔ با تا دال سین بھی اول لا سکتے تھے۔ حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا اور دل سے بہت

دعائیں دیں' اور پھر فرمایا: کہ لام اور الف میں صورۃً سیرۃً مناسبت خاص ہے' ظاہر لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے' لا بالا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے' یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں گویا

من تو شدم تو من شدی' من تن شدم' توں جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں' من دیگرم تو دیگری

کہنے کو حضور کے جد امجد نے اس لام الف کو مرکب لانیکی وجہ بیان فرمائی مگر باتوں بات میں سب کچھ بتا دیا۔ اور اسرار وحقائق کے رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت و قابلیت اسی وقت سے پیدا کر دی۔ جس کا اثر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم ہیں' تو طریقت میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب اکرم ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

استاد سے جو سبق پڑھا یاد ہوگیا:

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ ''احمد میاں'' یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن فرشتہ کہ مجھ کو پڑھانے میں دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی''۔

استاد کا بے حد احترام:

ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں تو میزان و منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھنا شروع کیا۔ میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ' عمر تقریباً ۸۰ سال' داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید' عمامہ باندھے رہتے' جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کیساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تلالین میں تھا' وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے۔ فتاویٰ رضویہ میں اکثر

استفتاء ان کے ہیں۔ انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالۂ مبارکہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" تحریر فرمایا ہے اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ حضرت مرزا مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش کبھی رائیگاں نہیں جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے، اور وہ جو کچھ عرض کرتے ان کی عرض قبول فرماتے۔ بڑے صاحب تقویٰ اور اعلیٰ حضرت کے فدائی اور جاں نثار تھے۔ خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں۔ ایک صاحبزادہ جن کا نام نامی مرزا عبدالعزیز بیگ ہے دینیات سے، واقف اور طبیب ہیں اگرچہ آج کل ان کی صحت اچھی نہیں ہے مگر بہت خوبیوں کے آدمی ہیں۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے کہ اعلیٰ حضرت کے استاد کی یادگار ہیں۔ بریلی جامع مسجد کے قریب مکان ہے۔ پنج وقتہ نماز جامع مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔

تمام درسی کتابوں پر عبور:

الغرض جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے تو تمام دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی خاں قادری برکاتی (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ) سے تمام فرمائی اور تیرہ سال دس مہینہ کی عمر شریف میں ۱۲۸۶ھ میں تمام درسیات سے فراغ پایا دینیات سے، تعویذ تاریخ فراغت ہے اور اس میں صاف بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کو دشمنوں کے شر سے پناہ میں رکھے گا۔ اور دوسرا مادۂ تاریخ "غفور" ہے اس میں خوشخبری ہے کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے حضور اور حضور کے وابستگان دامن کیلئے غفور ہے۔

دنیا مزار حشر جہاں میں غفور ہیں　　　ہر منزل اپنے ماہ کی منزل "غفر" کی ہے

مولانا عبدالعلی سے علم ہیأت کی تعلیم:

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ کسی ضرورت سے رامپور تشریف لے گئے وہاں جناب مولانا عبدالعلی صاحب ہیأت کے مشہور فاضل تھے۔ چند روز ان کی خدمت میں رہ کر شرح چغمینی کے اسباق لئے تھے۔ دوسری مرتبہ بعض خاص رشتہ داروں کے یہاں رامپور تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا حضرت کے خسر جناب شیخ فضل حسین صاحب مرحوم حضور

نواب رامپور نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مغفور کے یہاں' اعلیٰ عہدہ پر مامور تھے۔ نواب صاحب کے دربار میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ہوا۔ نواب صاحب مشتاق ملاقات ہوئے۔ حسب طلب اپنے خسر صاحب قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ نواب صاحب نے خاص اپنے پلنگ پر بیٹھنے کیلئے فرمایا اور کچھ علمی باتیں پوچھتے رہے پھر آپ نے فرمایا کہ: یہاں مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی مشہور منطقی ہیں۔ آپ ان سے کچھ منطق کی کتابیں قدماء کی تصنیفات سے پڑھ لیجئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا اگر والد ماجد صاحب کی اجازت ہوگی تو کچھ دن یہاں ٹھہر سکتا ہوں۔

مولانا عبدالحق خیر آبادی سے ایک علمی گفتگو:

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مولانا عبدالحق خیر آبادی مرحوم بھی تشریف لے آئے۔ جناب نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا: اور فرمایا باوجود کم سنی ان کی کتابیں سب ختم ہیں' اور اپنے مشورے کا ذکر فرمایا۔ مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کا عقیدہ تھا کہ

دنیا میں صرف اڑھائی عالم ہوئے ایک مولانا بحرالعلوم' دوسرے والد مرحوم

اور نصف ''بندۂ معصوم''

وہ کب ایک کم عمر شخص کو عالم مان سکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا کہ: منطق میں انتہائی کون سی کتاب آپ نے پڑھی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''قاضی مبارک''۔ یہ سن کر دریافت فرمایا کہ: ''شرح تہذیب'' پڑھ چکے ہیں؟ یہ طعن آمیز سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ سیر کا سوا سیر جواب پاکر جناب مولانا عبدالحق نے سوال کا رخ دوسری جانب پھیرا دیا اور پوچھا اب کیا مشغلہ ہے' فرمایا تدریس افتا' تصنیف۔ پوچھا: کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ فرمایا: مسائل دینیہ و رد وہابیہ۔ سن کر فرمایا رد وہابیہ! ایک میرا وہ بدایونی خبطی ہے کہ ہمیشہ اسی خبط میں رہتا ہے' اور رد وہابیہ کیا کرتا ہے۔ اشارہ حضرت مقتدائے ملت تاج الفحول محب الرسول عالی جناب مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ العزیز کی طرف تھا' اور میرا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت تاج الفحول' جناب مولانا فضل حق

صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے جناب مولانا فضل حق جناب کے والد ماجد ہی نے کیا' اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا تھا' اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام ''تحقیق الفتویٰ لسلب الطغویٰ'' تحریر فرمایا ہے۔

اس پر مولانا عبدالحق صاحب خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے جب تک حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ عالم حیات میں تھے جو کچھ میں لکھتا والد ماجد صاحب کو دکھا لیا کرتا تھا' کبھی کبھی ضرورت دیکھتے اصلاح فرما دیتے۔ علمی مضامین اور تحقیقات مسائل کو ملاحظہ فرما کر مسرور ہوتے اور جلیل دعاؤں سے سرفراز فرماتے۔ انہی مستجاب دعاؤں کا اثر ہے کہ اس وقت سے آج تک دینی خدمات کی ادائی میں بدمذہبوں کے کیادی وعیاری کے پردے چاک کرنے' اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑوں کو عیار بھیڑوں سے بچانے میں مشغول ہوں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ان تمام بے دینوں کے مقابل غالب ومنصور اور بدمذہب خائب وخاسر ہیں۔

شاہ ابوالحسین احمد نوری سے علم تکسیر اور جفر کی تعلیم:

اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا تعلیم طریقت حضور پرنور پیر ومرشد برحق سے حاصل کیا ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت وعلم تکسیر وعلم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کئے۔

اعلیٰ حضرت کے چند اساتذہ:

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنجتن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے وہ استاد جنہوں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں

(۲) جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) جناب مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت سلالۂ خاندان برکاتیہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ العزیز اور

(۵) والد ماجد و پیر و مرشد قدس اسرار ہما

کو شامل کر کے چھ نفوس قدسیہ ہوتے ہیں۔ ان چھ حضرات کے علاوہ حضور نے کسی کے سامنے زانوے ادب تہ نہیں کیا مگر خداوند عالم نے محض اپنے فضل و کرم اور آپ کی محنت و خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنے علوم و فنون کا جامع بنایا کہ پچاس فنون میں حضور نے تصنیفات فرمائیں اور علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ خدام و معتقدین کا تو کہنا کیا مخالفین مخالفتین کرتے اپنی سیاہ قلبی کی وجہ سے برائیاں کرتے مگر ساتھ ساتھ ٹیپ کا بندیہ ضرور کہنے پر مجبور ہوتے کہ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا احمد رضا خاں قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھایا نہ موافق کو ضرورت افزائش نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش ہوتی ہے۔

آپ کی ذہانت پر ہم سبق کی گواہی:

نواب وحید احمد خاں صاحب رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی احسان حسین صاحب مرحوم جو نہایت نیک، خلیق، بے لوث اور حد درجہ دیندار تھے جامع مسجد بریلی میں محض لوجہ اللہ درس حدیث بعد نماز ظہر دیتے تھے۔ اور اپنا زیادہ وقت جامع مسجد ہی میں مطالعۂ حدیث شریف اور درود و وظائف میں گذارتے تھے۔ انہوں نے فقیر کو جامع مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ شوق دلایا۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ فقیر جامع مسجد میں نماز پنجگانہ ادا کرنے لگا۔ یہ فقیر انگریزی سکول کی جماعت ششم میں پڑھتا تھا تو یہی مولوی صاحب فارسی زبان کی تعلیم کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔ مولوی صاحب موصوف سے ایک مرتبہ فقیر نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ مولانا مولوی شاہ محمد احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کی بابت استفسار کیا تو مولوی صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کی بہت تعریف کی، اور فرمایا کہ: میں اعلیٰ حضرت قبلہ کا ابتدائی تعلیم عربی میں ہم سبق رہا ہوں۔ شروع ہی سے اعلیٰ حضرت کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ استاد

سے کبھی ربع کتاب سے زائد نہیں پڑھی۔ ایک ربع کتاب استاد سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔

قوت حافظہ و حفظ قرآن شریف:

جناب سید ایوب علی رضوی کا بیان ہے کہ ایک روز حضور نے ارشاد فرمایا کہ: بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے تھے حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں، یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ ایک ترتیب سے ذہن نشین کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے کہ پہلے روز کاشانۂ اقدس سے آتے وقت سورۂ بقرہ شریف کی تلاوت تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔ جس سے پتا چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ: بحمداللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا، اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو''۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ ایک سال ماہ رمضان شریف میں اعلیٰ حضرت کی مسجد میں اعتکاف کیا میں نے سحری کے وقت قرآن شریف پڑھنے میں غلطی کی حضرت آرام فرما رہے تھے مگر بیدار تھے مجھے وہ غلطی بتائی میں نے دوبارہ پڑھا فرمایا اب مجھ سے سنو وہی رکوع پڑھا کچھ رک کے بعدۂ صبح کی نماز میں بے تکلف وہی رکوع پڑھ دیا۔

خطوط کا بستر علالت سے جواب:

انہیں کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ میرٹھ سے بریلی گیا معلوم ہوا طبیعت ناساز ہے ڈاکٹروں نے ملنے اور باتیں کرنے کو منع کر دیا ہے اس وجہ سے شہر سے باہر ایک کوٹھی میں مقیم ہیں اور وہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے مگر چونکہ مجھ سے لوگ واقف تھے مجھے پتا بتا دیا۔ جب میں پہنچا تو دیکھا کہ کوٹھی کا دروازہ بند ہے دستک دینے پر ایک

صاحب آئے اور نام پوچھ کر اندر اطلاع کو گئے جب وہاں سے اجازت ملی تب آ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا بڑا مکان ہے اور صرف دو ایک آدمی ہیں۔ نماز مغرب پڑھ کر حضرت اپنے پلنگ پر رونق افروز ہوئے ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے بعدہٗ چار صاحب پہنچے مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں، صدر الشریعہ جناب مولانا امجد علی صاحب، جناب مولوی حشمت علی خاں ایک اور کوئی صاحب یہ چاروں صاحب حضرت کے پلنگ کے پاس جو کرسیاں تھیں ان پر بیٹھ گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک گڈی خطوط کی مولانا امجد علی کو دے کر فرمایا آج تیس خط آئے تھے ایک میں نے کھول لیا ہے یہ ۲۹ گن لیجئے انہوں نے ۲۹ گن کر ایک لفافہ کھولا جس میں کئی ورق پر چند سوالات تھے۔ وہ سب سنائے حضرت نے پہلے سوال کے جواب میں ایک فقرہ فرما دیا وہ لکھنے لگے اور لکھ کر عرض کی حضور۔ حضرت نے اس کے آگے کا ایک فقرہ فرمایا وہ لکھ کر پھر کہتے حضور وہ سلسلہ وار اس کے آگے کا فقرہ فرما دیا کرتے اور دوسرے صاحب نے حضور کہنے کے درمیان میں اپنا خط سنانا شروع کیا جب یہ حضور کہتے وہ رک جاتے اور جب یہ فقرہ سن کر لکھنے لگتے تو وہ اپنا خط سنانے لگتے اسی طرح انہوں نے اپنا خط ختم کیا اور ان کو ہی) ان کے پہلے سوال کے متعلق جو فقرہ مناسب تھا وہ ارشاد فرما دیا۔ اب دونوں صاحب اپنا اپنا فقرہ ختم کرنے کے بعد حضور کہتے، اور جواب ملنے پر لکھنا شروع کرتے۔ اسی حالت میں ان دو حضور حضور سے جتنا وقت بچتا اس میں تیسرے صاحب نے اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا۔ اب چوتھے صاحب نے ان تین حضور حضور حضور کے درمیان جو وقت بچتا اپنا خط سنانا شروع کیا۔ اور اسی طرح ختم کرکے جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر مجھے حقیقۃً پسینہ آ گیا۔ اور ایک صاحب جو میرے قریب بیٹھے تھے اسی حالت میں کچھ مسئلے پوچھے۔ جنہیں سن کر مجھے بہت ملال اور غصہ ہوا کہ اس شخص کو ایسی حالت میں سوال کرنے کا کچھ خیال نہیں، مگر اعلیٰ حضرت نے ذرہ بھر بھی ملال نہ فرمایا: اور بہت اطمینان سے ان کو بھی برابر جواب دیئے (میں نے اپنی عمر میں ایسے حافظہ کا کوئی شخص نہیں دیکھا۔) اسی طرح وہ ۲۹ خط پورے کئے گئے اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں کے کام اور بات کرنے کو منع کرنے کے جواب میں حضرت نے صرف یہ مان لیا تھا کہ سب کو اپنے ہاتھ سے تحریر نہ فرمائیں گے۔

اس کا یہ اہتمام تھا اور دن بھر خود تحریر فرمایا کرتے تھے اور اس قدر جلد تحریر فرماتے تھے کہ کئی کئی شخصوں کو اعلیٰ حضرت کے ایک دن کے لکھے کی نقل کرنا دشوار ہوتا اور شب کو اسی طرح کام کیا جاتا تھا۔

انہیں کا بیان ہے میرے بریلی قیام کے زمانے میں حضرت کا ماء الجبن ہوا جس میں ۲۰ مسہل ہوتے ہیں، مگر کام مسلسل جاری رہا۔ عزیزوں نے یہ دیکھ کر منع کیا مگر نہ مانے۔ انہوں نے طبیب صاحب سے کہا کہ مسہل کے دن بھی برابر لکھتے ہیں، اور قریباً ۲۰ مسہل ہوں گے۔ آنکھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طبیب صاحب نے بہت سمجھایا تو یہ ارشاد فرمایا: اچھا مسہل کے دن میں خود نہیں لکھوں گا۔ دوسروں سے لکھوا دیا کروں گا اور غیر مسہل کے دن میں خود لکھوں گا۔ طبیب صاحب نے کہا اس کو غنیمت سمجھو۔ اس کا یہ انتظام کیا گیا کہ ایک مکان میں چند الماریاں لگا کر اس میں کتابیں رکھ دی گئیں۔ مسہل کے دن حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے اور صرف میں۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب جو فتوٰی لکھانا ہوتا اس کا کچھ مضمون لکھا کر مجھ سے فرماتے کہ الماری میں سے فلاں جلد نکال لؤ اکثر کتابیں مصری ٹائپ کی کئی کئی جلدوں میں تھیں۔ مجھ سے فرماتے اتنے صفحے لوٹ لو اور فلاں صفحہ پر اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے آ سے نقل کر دو۔ میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔

عقود الدرّیہ کی دو ضخیم جلدوں کا ایک رات میں مطالعہ:

جامع کمالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حضرت استاذی مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہٗ کے مہمان ہوئے اثنائے گفتگو میں ''عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ'' کا ذکر نکلا حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا کہ: میرے کتب خانے میں ہے۔ اتفاق وقت باوجودیکہ اعلیٰ حضرت کے کتب خانے میں کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا اور ہر سال معقول رقم کی نئی نئی کتابیں آیا کرتی تھیں، مگر اس وقت تک ''عقود الدّریہ'' منگوانے کا اتفاق

نہیں ہوا تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے، جاتے وقت میرے ساتھ کر دیجئے گا۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے بخوشی قبول کیا اور کتاب لاکر حاضر کر دی مگر ساتھ ساتھ فرمایا کہ: جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا۔ اس لئے کہ آپ کے یہاں تو بہت کتابیں ہیں میرے پاس یہی گنتی کی چند کتابیں ہیں جن سے فتویٰ دیا کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا! اعلیٰ حضرت کا قصد اسی دن واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت کے ایک جان نثار مرید نے حضرت کی دعوت کی اس وجہ سے رک جانا پڑا۔ رات کو اعلیٰ حضرت نے ''عقود الدّریّہ'' کو جو ایک ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی ملاحظہ فرما لیا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر گاڑی کا وقت تھا بریلی شریف روانگی کا قصد فرمایا جب اسباب درست کیا جانے لگا تو ''عقود الدّریّہ'' کو بجائے سامان میں رکھنے کے فرمایا کہ: محدث صاحب کو دے آؤ۔ مجھے تعجب ہوا کہ قصد لے جانے کا تھا واپس کیوں فرما رہے ہیں لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی حضرت محدث صاحب کی خدمت میں میں حاضر ہوا۔ وہ اعلیٰ حضرت سے ملنے اور اسٹیشن تک ساتھ جانے کیلئے زنانہ مکان سے تشریف لا ہی رہے تھے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کا ارشاد فرمایا ہوا جملہ عرض کیا میں اس کتاب کو لئے ہوئے حضرت محدث صاحب کے ساتھ واپس ہوا حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ: میرے اس کہنے کا کہ جب ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیجئے گا' شاید آپ کو ملال ہوا کہ اس کتاب کو واپس کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا قصد بریلی ساتھ لے جانے کا تھا' اور اگر کل ہی جاتا تو اس کتاب کو ساتھ لیتا جاتا۔ لیکن جب کل جانا نہ ہوا تو شب میں اور صبح کے وقت پوری کتاب دیکھ لی۔ اب لے جانے کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت محدث سورتی صاحب نے فرمایا: بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا' اور مضمون تو ان شاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کیلئے محفوظ ہوگیا۔

مزاح وظرافت:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

جدی سیدنا سید شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب تشریف لائے۔ اس سفر میں ان کے بہنوئی بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے میرے خادم غلام نبی سے اس کی ذات پوچھی اس نے جواب دیا ہم پٹھان ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا تو تم ہمارے بھائی ہو۔ انہوں نے غلام نبی سے دریافت کیا تم کون سے پٹھان ہو۔ چونکہ وہ بوجہ لڑکپن و ناواقفی جواب نہ دے سکتا تھا' اور بار بار کے سوال سے چڑ گیا' اس نے کہا: میں کون پٹھان چمر پٹھان ہیں۔ اس پر مولانا نے ازراہ مزاح اپنے بہنوئی سے فرمایا: کہ یہ آپ کے بھائی ہیں اور اپنے کو ''چمر پٹھان'' بتاتے ہیں۔ تو یہ آپ کی الیٰ آج معلوم ہوئی کہ آپ ''چمر پٹھان'' ہیں۔

جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد سے تشریف لا رہے تھے دیکھا کہ ایک بازی گر کے پاس لوگوں کا مجمع ہے۔ اور پانی کا بھرا ہوا کٹورا ایک ڈورے کا سرا ڈال کر اسے اٹھا رہا ہے۔ حضور نے اپنے پائے مبارک سے اپنا جوتا اتار کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ: اس کو تو لوٹ دے۔ بھلا وہ کیا ٹس سے مس کرتا' آخر پہن کر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے آئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ جیلانی میاں کی تقریب ختنہ بہت دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ اعزہ و اقربا اور شہر کے رؤسا و عام و خاص سب شریک تقریب تھے۔ جس مکان میں ختنہ ہونے والا تھا سب کو وہاں چلنے کیلئے عرض کیا گیا۔ ارشاد فرمایا میں تو اس موقع پر کبھی جاتا نہیں ہوں اپنی دفعہ میں مجبوری تھی۔

مساوات اسلامی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ان کے یہاں تشریف فرما تھے کہ ان کے محلہ کا ایک بیچارہ غریب مسلمان ٹوٹی ہوئی پرانی چارپائی پر جو صحن کے کنارے پڑی تھی۔ جھجکتے ہوئے بیٹھا ہی تھا کہ صاحب خانہ نے نہایت کڑوے تیوروں سے اس کی طرف دیکھنا

شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ندامت سے سر جھکائے اٹھکر چلا گیا۔ حضور کو صاحب خانہ کی اس مغرورانہ روش سے سخت تکلیف پہنچی مگر کچھ فرمایا نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ حضور کے یہاں آئے حضور نے اپنی چارپائی پر جگہ دی وہ بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں کریم بخش حجام حضور کا خط بنانے کیلئے آئے۔ وہ اس فکر میں تھے کہ کہاں بیٹھوں، حضور نے فرمایا کہ: بھائی کریم بخش کیوں کھڑے ہو۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان صاحب کے برابر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بیٹھ گئے پھر تو ان صاحب کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے سانپ پھنکاریں مارتا ہے، اور فوراً اٹھ کر چلے گئے پھر کبھی نہ آئے۔ خلاف معمول جب عرصہ گذر گیا تو حضور نے فرمایا: اب فلاں صاحب تشریف نہیں لاتے ہیں۔ پھر خود ہی فرمایا میں بھی ایسے متکبر مغرور شخص سے ملنا نہیں چاہتا۔

انکسار:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ حضرت جدامجد سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس شریف ایک زمانے میں میرے والد صاحب قدس سرہ نہایت اہتمام و انتظام اور اعلیٰ پیمانہ پر کیا کرتے تھے۔ اس میں بارہا حضرت مولانا بھی تشریف لائے اور میرے اصرار سے بیان بھی فرمایا مگر اس طرح کہ حاضرین مجلس سے فرماتے ہیں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں۔ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں، ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا، چونکہ بعد سوال اسے ظاہر کر دینا حکم شریعت ہے میں ظاہر کر دوں گا۔ فقیر قادری غفرلہ عرض کرتا ہے اتنا سن کر حاضرین میں سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے حضور پرنور اپنی تقریر دل پذیر سے ایک مؤثر بیان اس مسئلہ پر فرما دیتے۔

حضرت سید صاحب موصوف قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ: ایک بار میرے اصرار سے مولانا نے مزار صاحب البرکات قدس سرہ پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مؤلفہ مولود شریف (سرور القلوب فی ذکر مولد المحبوب) بھی پڑھا ہے۔ جامع حالات غفرلہ کہتا ہے تواضع و انکسار کی یہ حد ہے اس لئے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا بلکہ

اس کو لوگ شانِ علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اُردو میں میلاد کی چند کتابیں مگر ان کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ پیلی بھیت شریف حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے عرس سراپا قدس سے واپسی صبح کی گاڑی سے ہوئی۔ حضور نے اس وقت اسٹیشن پر آکر وظیفہ کی صندوقچی حاجی کفایت اللہ سے طلب فرمائی۔ کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھا دی۔ ارشاد فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے۔ جتنی دیر تک وظیفہ پڑھا آرام کرسی کے تکیہ سے پشت مبارک نہ لگائی۔

مولوی محمد حسین میرٹھی، موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک سال بریلی میں رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا۔ اعلیٰ حضرت مسجد میں آتے تو فرماتے جی بہت چاہتا ہے کہ میں بھی اعتکاف کروں مگر فرصت نہیں ملتی۔ آخر ۲۶ ماہ مبارک کو فرمایا آج سے میں بھی معتکف ہو ہی جاؤں۔

اعلیٰ حضرت بعد افطار پان نوش فرماتے، شام کو کھانا کھاتے، سحر کو صرف ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرینی اور ایک پیالی چٹنی آیا کرتی تھی وہ نوش فرمایا کرتے۔ ایک دن میں نے دریافت کیا: حضور فیرینی اور چٹنی کا کیا جوڑ؟ فرمایا نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے اس لئے یہ چٹنی آتی ہے۔

اطاعتِ والدین:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو اللہ نے جامع کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی بنایا تھا اوصاف و کمالات میں، جس کو لے کر دیکھئے مولانا کی ذات میں بروجہ کمال اس کا ظہور تھا۔ والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے، مگر سب اختیار والدۂ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کیلئے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں درخواست کرتے

اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے تھے۔

حج کی فوری روانگی:

فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ یہ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ حج و زیارت کیلئے روانہ ہوئیں، تو حضور جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے۔ کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے۔ جو سیدھی بمبئی جائے گی اور کہیں بدلنا نہ پڑے گی۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کیلئے سفر کا بالکل نہ تھا۔ کیونکہ پہلے ہی حج فرض ادا ہو چکا تھا۔ زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، صرف ان کو مشایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی نعتیہ غزل یاد آ گئی۔ جس کا مطلع ہے:

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر　　رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

اس کا ایک شعر یہ ہے:

وائے محرومیٔ قسمت کہ میں پھر اب کی برس　　رہ گیا ہمرہِ زوّار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں فرمایا ہے:

پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابان عرب

اسی وقت حج و زیارت بلکہ خاص زیارت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا، لیکن والدۂ ماجدہ کی اجازت کے بغیر سفر مناسب نہ جانا، اس لئے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے، اور والدہ ماجدہ سے اجازت کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ جب اجازت مل گئی مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامانِ سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے۔ حسن

اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ سفر مبارک بخیر وخوبی انجام پایا اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا شعر ہے:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا پوچھا تھا ہم سے جس نے نہضت کدھر کی ہے

حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیّات وانما لکل امرئ ما نوی عام طور پر بھی زبان زد ہے جیسی نیت ویسی برکت یہ سفر اعلیٰ حضرت کا چونکہ خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت پاک کیلئے تھا اس لئے ویسا ہی ہوا۔

دربارِ مصطفیٰ پر حاضری کی کیفیت:

مولوی سید شاہ جعفر میاں پھلواروی صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلہ نے اپنے والد کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا تھا کہ جب جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے۔ اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ افسردہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی کی طرف اشارہ کیا فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات ''رضا''
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے رزقنا اللہ وجمیع المسلمین زیارۃ النبی الکریم الروّف الرّحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ببرکتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع علماء الاسلام الکرام والمنتسبین الیہ الیٰ یوم القیام آمین!

اکابر کی تعظیم و توقیر:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جس طرح اشدآء علی الکفار کے مصداق تھے، اسی طرح رحمآء بینهم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علمائے اہل سنت کی عزت و قدر ایسی کرتے کہ باید و شاید خصوصاً حضرت تاج الفحول محبّ الرسول[1] مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے۔ قصیدہ امالی الابرار والام الاشرار میں علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے:

اذا حلوا تمصرت الایادی　　اذا راحوا فصار المصر بیدُ

(یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانہ میں اترتے ہیں تو انکے دم قدم سے وہ ویرانہ پررونق شہر بن جاتا ہے اور وہ جب کسی شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے) جس زمانہ میں، میں محض برکت کیلئے یہ قصیدہ اعلیٰ حضرت سے پڑھا کرتا تھا (اور نہ عربی اشعار کے زیر و زبر دیئے ہوتے ہیں۔ ہر شعر کے نیچے اس کا ترجمہ کیا ہوا خاص خاص باتیں حاشیہ میں چھپی ہوتی ہیں اس میں پڑھنے کی کیا حاجت) جب اس شعر پر پہنچا میں نے کہا یہ تو محض مبالغۂ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہیں بالکل واقعہ ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جایا کرتی تھی۔ عجیب رونق چهل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے۔ تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے مگر ایک ویرانی اور اداسی چھا جاتی۔ اس عزت و توقیر کے

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی ابن مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ بدایونی ۱۷ رجب ۱۲۵۳ھ ـ ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ اکثر کتابیں مولانا نور احمد بدایونی سے پڑھیں اور شرح العلوم، شرح اشارات تک تکمیل کیں اور محاکمات مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے۔ حرمین شریفین میں ایک عرصہ رہے کہ شیخ جمال عمر کی سے حدیث پڑھی۔ احسن الکلام، سیف الاسلام، المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام، جیسی بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ آپ اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رد وہابیہ کرتے رہے۔ ندوۃ العلماء کے صلح کلی علماء کے خلاف تھے آپ نے ندوہ کے خلاف تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنا ہمنوا بنایا۔ آپ کا انتقال ۱۳۱۹ھ ـ ۱۹۰۱ء میں ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ کے علم و عقاید سے بے متاثر تھے اور انہوں نے آپ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ آپ نے اپنے دو صاحبزادے مولانا عبدالمقتدر (م۔ ۱۹۱۵ء) مولانا عبدالقدیر (م۔ ۱۹۶۰ء) یادگار چھوڑے۔ (استفادہ تذکرہ علمائے ہند مولفہ مولانا رحمان علی)

باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا اور بعض اختلافی مسائل میں گفتگو ہو کر پھر اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ ایک بار ان دونوں حضرات میں ''مسئلہ عینیت و غیرت صفات باری'' تعالیٰ پر بحث ہوئی۔ مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تامل ظاہر فرماتے تھے۔ آخر یہ ٹھہری کہ سیتا پور چلئے اور وہاں حضور جد امجد سیدنا شاہ اچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب ''آئین احمدی'' کی جلد عقائد میرے کتب خانہ میں ہے۔ اور دیگر کتب صوفیہ بھی موجود ہیں۔ ان میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور ''آئین احمدی'' کی جلد عقائد سے کتاب ''زبدۃ العقائد'' مؤلفہ حضرت سید احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے۔ اس لئے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں، جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔ لیکن چونکہ میرے مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں اس لئے اپنے مرشدان عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کئے دیتا ہوں۔

پیرزادے کی خدمت اور پاس شریعت:

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ:

میں جب بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا حضرت شہزادہ صاحب انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے میں نے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا بمبئی سے مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا ابا بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے

پارسل آیا تھا جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے۔ یہ دونوں طلائی تھے اور نامہ میں مذکور تھا شہزادی یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں۔

یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر ''بالمعروف ونہی عن المنکر'' فقیر رضوی کہتا ہے اور ساتھ ساتھ اکابر و مشائخ کی تعظیم و توقیر۔

بچوں پر شفقت و رحمت:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ساکن محلہ قرولان حلوہ سوہن فروخت کیا کرتے تھے ان سے حضور نے کچھ حلوہ سوہن خرید فرمایا اور یہ واقعہ پیلی کوٹھی میں قیام کے زمانہ کا ہے۔ میں اور برادرم قناعت علی رات کے وقت کام کر کے واپس آنے لگے تو حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا وہ سامنے پٹائی پر کپڑے ہیں اس میں جو بندھا ہوا رکھا ہے اٹھا لائیے۔ یہ دو پوٹلیاں اٹھا لائے حضور ان کو دونوں ہاتھوں میں لے کر میری طرف بڑھے۔ میں پیچھے ہٹا۔ حضور آگے بڑھے میں اور ہٹا وہ اور آگے بڑھے یہاں تک کہ میں دالان کے ایک گوشہ میں پہنچ گیا۔ حضور نے ایک پوٹلی عطا فرمائی میں نے کہا حضور یہ کیا ارشاد فرمایا حلوہ سوہن ہے۔ میں نے دبی زبان سے نیچے نظر کئے ہوئے عرض کیا حضور بڑی شرم محسوس ہوتی ہے فرمایا شرم کی کیا بات ہے میرے لئے جیسے مصطفیٰ ویسے تم' سب بچوں کو حصہ دیا گیا آپ دونوں کیلئے بھی میں نے دو حصے رکھ لئے۔ یہ سنتے ہی برادرم قناعت علی نے بڑھ کر حضور کے ہاتھ سے اپنا حصہ خود لے لیا اور دست بستہ عرض کیا حضور میں نے یہ جسارت اس لئے کی کہ اپنے بزرگوں کے ہاتھوں میں چیز دیکھ کر بچے اسی طرح لے لیا کرتے ہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا بعدہ ہم لوگ دست بوسی کر کے گھر چلے آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو بہت نوازا اور ہم نابکار کچھ خدمت نہ کر سکے۔

پہلا فتویٰ لکھنے پر انعام:

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ میں نے سب سے پہلے فتویٰ میں نے ۱۳۲۲ھ لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کیلئے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے میرے پاس

خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا مولانا سب سے پہلے فتویٰ میں نے لکھا تو میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کیلئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کیلئے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا اس لئے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ کے ساتھ کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور پھر اس عزت افزائی کو ہمیشہ برقرار رکھا میرے پاس اعلیٰ حضرت کے چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے آئے تھے اس میں برابر ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین سے شروع فرماتے فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اعلیٰ حضرت عیدی عنایت فرماتے ہیں:

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں اپنے گھر نہ آیا تو عیدالفطر کے دن جس طرح آپ تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب گوپاموی عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانونی، مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علیٰ قدر مراتب عیدی عطا فرماتے۔

پوتے کی پیدائش پر طلبہ کی پرتکلف دعوت:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو برابر بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں اسی لئے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی بیٹا ہوتا کہ اس کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نسب و

حسب و فضل و کمالات کا سلسلہ جاری رہتا خداوند عالم کی شان کہ ۱۳۲۵ھ میں محمد ابراہیم رضا خاں سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان بلکہ جملہ متوسلین کو ازحد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت ''منظر اسلام'' کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا ''آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں'' انہوں نے کہا ''مچھلی بھات'' چنانچہ رہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا ''آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے'' ہم لوگوں نے کہا ''بریانی' زردہ' کباب' فیرنی' میٹھا ٹکڑہ وغیرہ'' ان کیلئے یہ پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ ان لوگوں کیلئے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔ اس وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کیلئے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں انہیں خاص لوگوں میں ہوں جن کیلئے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ کرتا' پائجامہ' جوتا' ٹوپی تو اسی زمانے میں پہن لیا تھا' مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا وہ بہت دنوں تک رہا یہاں تک کہ چھوٹا ہوگیا تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ ''خانقاہ شہسرام'' میں مدرس ہوا اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری[1] کو حسب طلب محترم حامیِ دین متین جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کی نذر کر دیا جو ان کے جسم پر ٹھیک آ گیا۔ اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہیں چاہیے تھا۔ مگر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانۂ طالب علمی کے ہیں ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے' یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے' یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی

---

[1] سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی' رضوی' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلیفۂ مجاز تھے اور مؤلف کتاب ملک العلماء فاضل بہار کے ہم سبق اور مخلص دوست تھے۔ ملک العلماء جن دنوں (۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء) رفیق کار رہے آپ کا روحانی تعلق فاضل بریلوی سے تھا۔ ملک العلماء کی علمی مجالس میں بڑی محبت سے شرکت فرماتے رہے۔

آپ کا خانوادہ سادات سلطان پور موزہ (بہار شریف انڈیا) سے ''رجہت'' آیا پھر اسی خاندان کی ایک شاخ ''خانقاہ کبیریہ'' کے تعلق سے شہسرام میں آباد ہوگئی۔ اس خانوادے کی برکات سے شہسرام علم و روحانیت کا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محبت و خلوص ہے جو انہوں نے مجھے عنایت فرمایا جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

مولف کتاب کا ولی اللہ نامی وہابی سے مناظرہ:

۱۳۳۴ھ میں جب میں ''مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ'' میں مدرس اول تھا رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کیلئے بریلی حاضر ہوا اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیئت پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے' اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد شش عید کے جب مدرسہ کھلے گا پٹنہ واپس ہوں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریفؒ میں جناب حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں کلکتہ میں ایک ولی اللہ نامی وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا محمد ظفر الدین صاحب کو روانہ فرما دیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی۔ اعلیٰ حضرت نے دو دن میں اس کو مکمل کر دیا لیکن نقل کرنے اور صاف کرنے کا بہت کام باقی تھا اس لئے حضرت نے فرمایا کہ: آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جایئے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا اور اسٹیشن

مرکز بن گیا۔ اس خاندان پر بڑے بلند پایہ علماء اور مشائخ پیدا ہوئے تھے آپ کے والد ماجد حافظ سید فرزند علی شاہ بن سید اولاد علی شاہ (م ۱۲۸۶ء) نے علم و روحانیت کے چشمے جاری کئے۔ سید غیاث الدین حسن شریفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۲ء/۱۸۸۷ء میں سید حافظ فرزند علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا بہادر حسین بہاری سے قرآن پڑھا اور وقت کے قابل ترین اساتذہ سے درس نظامی حاصل کیا۔ الہ آباد میں آ کر مولانا سید محمد فاخر رحمۃ اللہ علیہ سے منتہی کتابیں پڑھیں۔ جونپور کے دینی مدارس میں علوم وفنون کیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگردوں سے منطق وحکمت کے معارف حاصل کئے۔ یہ وہ اساتذہ تھے جن سے مولانا امجد علی' حضرت علامہ سلیمان اشرف علی گڑھ کالج' مولانا یار محمد بندیالوی نے استفادہ کیا تھا۔ سید غیاث الدین اسی مکتب علم وفضل کے طالب علم تھے۔ آپ اپنے مرشد اول سید شاہ شریف صفی اور چشتی کے حکم پر دہلی آئے اور مسجد دہلی کے مکتب سے استفادہ کیا تھا۔ آپ اسی زمانہ میں علامہ وصی احمد محدث سورتی کی رفاقت اور وساطت سے اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ ظفر الدین قادری رضوی بہاری کے ہم سبق بنے۔ آپ دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں کئی سال زیر تعلیم رہے۔ سادات کے خانوادہ کا فرد ہونے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خصوصی توجہ میں رہے اور ۱۳۲۴ھ کو اعلیٰ حضرت نے آپ کو سند فراغت سے نوازا۔ سید غیاث الدین شاہ نے بریلی سے واپس آ کر شہسرام میں مسند تدریس بچھائی۔ علم وفضل کے چشمے جاری کئے اور شہسرام کو شہسرام بنا دیا آپ ایک مقرر خطیب مناظر اور مصنف کی حیثیت سے حلقہ رضویت میں نمایاں حیثیت سے رہے

(استفادہ'' سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی۔ حیات اور شاعری'' (مولفہ ساحل شہسرامی بہاری)

جانے کیلئے سواری آ گئی۔ اعلیٰ حضرت بذات خود باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ: میرا ارادہ تھا کہ امسال آپ عید میں یہیں رہیں گے۔ بچوں کیلئے نئے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کیلئے بھی بنواؤں گا۔ لیکن دینی ضرورت سے آپ کلکتہ جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا۔ اب تو میں ملازم ہوں۔ میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں۔ میں نے کچھ تامل کیا اعلیٰ حضرت نے باصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے اور پھر میں کلکتہ روانہ ہوگیا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی وہابیوں کا سارا جوش ٹھنڈا ہوگیا اب کس میں مناظرہ کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

میرے ''ظفر'' کو اپنی ظفر دے اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اسکی مفصل کیفیت اسی زمانہ میں حاجی عبدالرحمٰن مارواڑی کے اہتمام سے رسالہ ''گنجینۂ مناظرہ'' میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے۔ کلکتہ کے قیام میں میں نے اس رسالۂ مبارکہ کو جس کا نام ''تسہیل التعدیل'' ہے صاف کرکے اصل و نقل دونوں بنام اعلیٰ حضرت بصیغۂ رجسٹری روانہ کر دیا جسکی رسید بنام حاجی لعل خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی۔

اعلیٰ حضرت کی گود میں بیہوش کو ہوش آیا:

جناب سید محمود علی خاں صاحب کا کسی مریض کے زخم اور آپریشن کی مفصل کیفیت بیان فرمانے پر مذکور ہے کہ اس کو سنتے ہی سید قناعت علی صاحب اپنی قلبی کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے۔ اس وقت ان کے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کی گئیں مگر ان کا کچھ اثر نہ ہوا جب اعلیٰ حضرت نے ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنا رومال ڈالا فوراً انہیں ہوش آ گیا اور آنکھیں کھول دیں۔ اعلیٰ حضرت کے زانوئے مبارک پر اپنا سر دیکھ کر انہوں نے جلد اٹھنا چاہا لیکن ضعف کی وجہ سے نہ اٹھ سکے۔ حضور نے از راہ شفقت فرمایا لیٹے رہیے! لیٹے رہیے! یہ شفقت علی الاصاغر کی بہترین مثال ہے۔

شرف آفتاب کی فوری اطلاع:

جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسۂ ''حمیدیہ دربھنگہ'' نے فرمایا کہ: میرا طالب علمی کا زمانہ تھا' میں ٹونک میں پڑھتا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کیلئے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کیلئے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا کہ: تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں' ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد ایک نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ: سونے کے پتر پر'' شرف آفتاب'' میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑوا کر پہننا تسخیر و اکسیر ہوگی۔ خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے اور اس قدر سونے کا بھی سامان ہوگیا۔ رہا شرف آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ۔ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ' اس فن میں کامل ہیں چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال شرف آفتاب کب ہے اور کس وقت سے اور کب تک رہے گا۔ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا اس کے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے تو بریلی سے ٹونک شرف آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط پہنچتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔ اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل ۹ بجے سے شروع ہوگا اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا' اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں' اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انہوں نے کس درجہ خیال کیا ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناسا آدمی جوابی خط بھی لکھتا تب بھی اس کو جواب دینے کی

زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گذر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا۔ واقعی یہ بڑوں کی بڑی بات ہے۔

کرم وسخاوت:

جناب ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ سردی کا موسم تھا بعد نماز مغرب اعلیٰ حضرت حسب معمول پھاٹک میں تشریف لا کر سب لوگوں کو رخصت کر رہے تھے خادم کو دیکھ کر فرمایا آپ کے پاس رضائی نہیں ہے تمہارے خادم خاموش ہوگیا۔ اس وقت جو رزائی اعلیٰ حضرت اوڑھے ہوئے تھے خادم کو اتار کر دے دی اور فرمایا کہ: اوڑھ لیجئے خادم نے بصد ادب قدم بوسی کی اور حضرت کے فرمان مبارک کی تعمیل کی اور رضائی اوڑھ لی۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جب رضائی مجھے عنایت فرمائی اس کے دو تین دن کے بعد حضرت کی نئی رزائی تیار ہوکر آ گئی۔ نئی رضائی اوڑھے ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ مسجد میں ایک مسافر رات کے وقت آیا اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا میرے پاس اوڑھنے کو کچھ نہیں ہے' اعلیٰ حضرت نے وہی نئی رضائی اس مسافر کو عطا فرما دی۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے میرے والد علیل تھے عسرت کی حالت تھی حضور نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا یہ آپ کونہیں دیتا ہوں بلکہ اپنے دوست کی دوا کیلئے دے رہا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم برسات میں بعض اوقات مسجد کی حاضری بحالت ترشح ہوا کرتی تھی۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھتری خرید کر نذر کی اور اپنے ہی پاس رکھ لی کہ جب حضور کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو حاجی صاحب چھتری لگا کر مسجد تک لے جاتے۔ ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کیا حضور نے فوراً وہ چھتری حاجی صاحب سے لے کر اس حاجت مند کو عطا فرما دی۔

انہیں کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ ننھے میاں صاحب برادرِ خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے حضور کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار

کرا کر پیش کی۔ حضور کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال فردیں تیار کرا کے غرباء کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال کی سب فردیں تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی، حضور نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت ننھے میاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی، اور اسی وقت اس کو اوڑھا تھا اتار کر ان کو دے دی۔

علامہ میرٹھی کی منقبت:

انہیں کا بیان ہے کہ علامۂ شیریں زبان واعظِ خوش بیان مولانا مولوی حاجی قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین شریفین سے واپسی پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ ذیل منقبت نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھ کر سنائی:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو ۔۔۔ قسیمِ جامِ عرفان اے شہ احمد رضا تم ہو
غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت ۔۔۔ محبِ خاص منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا ۔۔۔ جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو
یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی ۔۔۔ ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو
حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ ۔۔۔ جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو
مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی ۔۔۔ وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُرِ بے بہا تم ہو

آپ نے یہاں تک اشعار پڑھے تو مجمع میں ایک جذبہ پیدا ہوا بعض وجد میں آ گئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی خود بھی ان اشعار پر محظوظ ہو رہے تھے، لیکن شاہ عبدالعلیم میرٹھی نے منقبت کو بڑھاتے ہوئے یوں کہا

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو ۔۔۔ عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو
ہیں سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں ۔۔۔ وہ قطبِ وقت اے سرخیلِ جمعِ اولیا تم ہو
عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے ۔۔۔ کہوں اتقیٰ نہ کیونکر جبکہ خیرالاتقیا تم ہو
جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر ۔۔۔ عدوّ اللہ پر اک حربۂ تیغِ خدا تم ہو
"اشداء علی الکفار" کے ہو سر بسر مظہر ۔۔۔ مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی ۔۔۔ یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوصِ مرتضیٰ، خلقِ حسنؑ، عزمِ حسینیؑ میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت، نائب غوث الوریٰ تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

"علیم" خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

اشعار سن کر اعلیٰ حضرت نے اپنا جُبّہ عنایت فرمایا:

جب مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی[1] اشعار پڑھ چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمتی تھا فرمایا) اگر اس عمامہ کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کاشانۂ اقدس سے سرخ کاشانی مخمل کا جبۂ مبارکہ لا کر عطا فرما دیا جو ڈیڑھ سو روپے سے کسی طرح کم قیمت کا نہ ہوگا۔ مولانا ممدوح نے سرو قد کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر لے لیا آنکھوں سے لگایا، لبوں سے چوما، سر پر رکھا، پھر سینے سے دیر تک لگائے رہے۔

احباب و غربا کی مالی امداد:

انہیں کا بیان ہے کہ کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا اسکے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکلاً علی اللہ مہینے مقرر تھے۔ اور یہ

---

[1] شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے قریبی احباب اور مخلص عقیدت مندوں میں سے تھے انہوں نے اعلیٰ حضرت سے بیعت کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میرٹھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں درس نظامیہ سے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ پر عبور حاصل کیا اور میرٹھ کے کالج سے گریجویشن کی۔ آپ کو انگریزی، عربی فارسی اور اردو زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ مختلف ممالک میں گئے اور انہوں نے اسلام کی حقانیت پر زبردست تقریریں کر کے اہل علم و دانش کو متاثر کیا۔ برما اور سیلون میں دینی مراکز قائم کئے آپ نے بدعقیدہ مولویوں کو مناظروں میں شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔

عبد علیم کے علم کو سن کر
جہل کی بیل بھگاتے یہ ہیں

شاہ عبدالعلیم صدیقی عالمی مبلغ اسلام کی حیثیت سے دنیا کے مختلف ممالک میں ابھرے آپ کے ہاتھ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی بلکہ بیرون جات میں بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینۂ طیبہ میں پچاس روپے روانہ کرنے تھے۔ اتفاق وقت کہ حضور کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہِ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمہ مقرر کر لئے ہیں' اگر کل منی آرڈر پچاس روپیہ کا روانہ ہو جائے گا تو ڈاک کے جہاز کے وقت پہنچ جائے گا' ورنہ تاخیر ہو جائے گی۔ یہ رات حضور کی اسی کرب و بے چینی میں گزری۔ علی الصباح ایک سیٹھ صاحب حاضر آستانہ ہوئے' اور مبلغ اکاون روپے مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ذریعہ مکان میں بطور نذر حاضر خدمت کئے۔ اس وقت حضور پر بہت رقت طاری ہوئی اور مذکورہ بالا ضرورت کا انکشاف فرمایا۔ ارشاد ہوا یہ یقیناً سرکار کا عطیہ ہے اس لئے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں' سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کیلئے فیس منی آرڈر بھی تو چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت منی آرڈر کا فارم بھرا گیا اور ڈاکخانہ کھلتے ہی منی آرڈر روانہ کر دیا گیا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اس وقت میرے پاس صرف ساڑھے تین آنے ہیں' اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کیلئے رکھے تھے۔ اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دیئے جائیں حالانکہ آج کی ڈاک سے ایک منی آرڈر ڈھائی سو روپیہ کا آیا تھا اور وہ سب تقسیم کر دیئے گئے پہلے سے آپ آ جاتے تو آپ کو بھی مل جاتا۔ ان بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی اور حضور نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالے کر دیئے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے

یہ پچاس ہزار سے زیادہ غیر مسلم دامن اسلام میں آئے تھے۔ ۱۹۵۱ء آپ نے یورپ ایشیا اور افریقی ممالک میں دورے کئے۔ برطانیہ' فرانس' سعودی عرب' امریکی ریاستیں' کینیڈا' فلپائن' سنگاپور' انڈونیشیا' جاپان' ساؤتھ افریقہ' ملائیشیا' فلسطین' شام' عراق اور فرانسیسی نوآبادات اور انگریزی خطوں میں پہنچ کر تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ نے جارج برناڈ شا جیسے مشہور عالمی مفکر کو دعوت اسلام دی۔ آپ دو قومی نظریہ کے زبردست ترجمان تھے۔ بنارس سنی کانفرنس کے روح رواں تھے۔ قائداعظم کے دینی مشیر تھے۔ پاکستان میں قرارداد مقاصد کے مسودہ کو ثانوی شکل دینے میں پیش پیش تھے۔ آپ نے بیشمار تصانیف یادگار چھوڑیں۔ قائد اہل سنت الشاہ احمد نورانی صدیقی آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ نے عمر کے آخری ایام میں دیار حبیب مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے۔ (استفادہ تذکرہ اکابر اہل سنت)

کہ حضور نے ڈھائی سو روپے کے آنے اور تقسیم ہو جانے کا ذکر کیوں فرمایا نہ اس خیال سے کہ عوام مخیّر جانیں نام و نمود کا تو اس دربار عالی میں کوئی ذکر ہی نہ تھا حقیقۃً یہ بات تھی کہ ڈھائی سو روپے ہم خدام کے سامنے آئے تھے اسی لئے بعض لوگوں کے وسوسے رفع کرنے کو خلاف معمول یہ بیان فرمایا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی بارہا دیکھا گیا کہ جس وقت کوئی رقم آئی بکوشش اپنے پاس سے خرچ کر دیا کرتے۔

اپنے مرشد کے عرس کے انتظامات:

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کا عرس سراپا قدس ۱۶۔۱۷۔۱۸ ذی الحجۃ الحرام کو کرتے۔ قل شریف کے بعد نذر کی رقم خادم وغیرہ پر تقسیم ہونا شروع ہو جاتی اور اسی وجہ سے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی فقیر سے بہ تعجیل مصارف عرس کا حساب تیار کرنے کی تاکید فرمایا کرتے اور خود فقیر بھی جلد تر تعمیل ارشاد کرتا مگر پھر بھی کافی رقم تقسیم ہو جایا کرتی تھی اور بالآخر دست گردان رقوم کے مطالبات خود اپنے پاس سے ادا فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ ایسے ہی موقع پر تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ: کبھی میں نے ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا اور یہ بالکل صحیح ارشاد فرمایا کہ: حضور پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوتی تھی۔ زکوٰۃ فرض تو جب ہو کہ مقدار نصاب انکے پاس سال تمام تک رہے اور یہاں تو یہ حال تھا ایک طرف سے آیا دوسری طرف گیا۔

سادات کرام کی خصوصی تواضع:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانہ میں ایک سید صاحب تشریف لائے اور زنانہ دروازہ کے قریب جا کر آواز دی ''دلواؤ سید کو'' اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنی آمدنی سے اخراجات دینیہ کیلئے دو سو روپے ماہوار مقرر فرمایا تھا۔ اس مہینے کے روپے اسی دن حضرت منجھلے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر کئے تھے جس میں ۱۰ کے نوٹ، ۵ کے نوٹ، روپے، اٹھنیاں، چونیاں، دونیاں، پیسے، سب تھے۔ اس زمانہ میں ایک روپیہ کا نوٹ نہیں چلا تھا نہ اُس کا رواج ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت سید

صاحب کی آواز سنتے ہی آفس بکس کا وہ حصہ جس میں یہ رقمیں تھیں لے کر باہر تشریف لائے اور ان سید صاحب کی خدمت میں پیش کر کے فرمایا حضور حاضر ہیں۔ سید صاحب اس رقم کو دیر تک دیکھتے رہے جو ایک ایک خانے میں ایک ایک رقم علیحدہ علیحدہ رکھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد چونی کے خانہ میں سے ایک چونی اٹھا لی اور فرمایا بس آپ لے جایئے۔ اسی وقت اعلیٰ حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا جب سید صاحب کو دیکھو ایک چونی نذر کر دیا کرو ان کو مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ حضرت حسن میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نعتیہ شعر کہا ہے یہ اسی کا اتباع ہے:

کیوں اپنی گلی میں وہ روا دارِ صدا ہو　　　جو بھیک لئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

وہ سید صاحب واقعی سید تھے اور وقت ضرورت بقدر ضرورت ہی سوال کرتے تھے ورنہ اگر وہ چاہتے تو دس بیس روپے کے نوٹ اٹھا لیتے بلکہ اعلیٰ حضرت نے میرے دریافت کرنے پر فرمایا اس وقت سید صاحب اگر پورے دو سو روپے لے لیتے تو مجھے اصلا عذر نہ ہوتا میں تو اسی غرض سے لایا ہی تھا میں نے وہ رقم ایک سائل کے سامنے نہیں پیش کی تھی بلکہ اولاد رسول کی خدمت میں لایا تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اعلیٰ حضرت کے حکم پر مناظرہ اور مخالفوں کو شکست:

جناب مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی کو جبہ عطا فرمانے پر ایک واقعہ مجھے اپنا بھی یاد آ گیا جو حضور کے جود و سخا اور اس فقیر پر نظر شفقت و مہربانی کی بین دلیل ہے ۱۳۲۶ھ کو میوات کے علاقے میں وہابیوں اور دیوبندیوں نے بہت اودھم مچا رکھا تھا اور بیچارے سیدھے سادے میواتیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہتے تھے کہ جناب مولانا صوفی رکن الدین صاحب الوری نے مولانا مولوی احمد حسین خاں رامپوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف اندرون حجرہ نواب رامپور کو کسی عالم مناظر کو لینے کیلئے بریلی شریف بھیجا۔ مولوی صاحب موصوف بریلی حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت سے وہاں کے حالات عرض کئے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکا میں وہابیوں نے اودھم مچا رکھا ہے ان سے مناظرہ کرنا ہے آپ مولانا کیساتھ تشریف لے جایئے

اور وہابیہ کو شکست دیجئے۔ میں نے عرض کیا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں حضور کی دعا کی ضرورت ہے حضور کی دعا شامل حال رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی۔

وہابیوں سے مناظرے پر جانے سے پہلے جبہ عنایت:

اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اُونی جبہ لا کر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا۔ اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبۂ مبارکہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کیلئے آئے تھے' ان میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جو بقول خود مکۂ معظّمہ میں تین چار سال قیام بھی کر چکے تھے اور اسی بنا پر بڑے زور سے دعوٰی کیا تھا کہ تقریریں سب عربی میں ہوں۔ ادھر سے کہا گیا کہ مولانا یہ مجلس مناظرہ ہے دونوں طرف کے عوام بکثرت شریک جلسہ ہوئے ہیں عربی میں فریقین کی تقریر ہونے سے یہ کیا سمجھیں گے لیکن وہ نہیں مانے اور اسی پر اصرار کیا۔ دو تین مرتبہ فریقین کی تقریریں ہوئی تھیں کہ مولوی صاحب موصوف تقریر کرتے کرتے بول اٹھے **والناس مي فهمند**'' مولوی احمد حسین خاں صاحب رامپوری نے فوراً ٹوکا مولانا یہ تو صحیح عربی نہیں ہوئی فصیح عربی'' **والناس مي سمجهند**'' ہے کیا ایسی ہی عربی مکہ معظّمہ سے سیکھ کر آئے ہیں اس پر زبردست قہقہہ پڑا اور مولوی صاحب کھسیانے سے ہوگئے۔ اس کے بعد انہوں نے بقیہ تقریر اردو میں کی پھر فریقین کی تقریریں عربی کی جگہ اردو ہی میں ہونے لگیں جب ابتدائی مباحث طے ہوگئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سب وہابیوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹا تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے آخر ثالث وحکم صاحب نے کہا مولانا کچھ تو بولئے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے۔ آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں۔ جب علمی باتوں کی نوبت آئی مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے۔ ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا۔

اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹے وقت صرف کر دیئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے' اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں ورنہ کس اور دن کیلئے اٹھا رکھتے۔ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی و صاحب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے۔ آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے' اب آپ سب لوگ متفق ہو کر اس دروازے سے مولوی ظفر الدین کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جایئے۔ چنانچہ ان چند مولویوں کے سوا بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے **فالحمد للّٰہ علیٰ ذلک!**

جب بخیر و خوبی کامیابی کیساتھ ہم لوگ بریلی شریف واپس ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو اس مناظرے کی روداد سنائی۔ اور ان لوگوں کی خواہش کا اظہار کیا کہ میوات والے چاہتے ہیں کہ مناظرے کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیئے جائیں۔ وہ لوگ اس کی طباعت کے مصارف برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اسے پسند فرمایا اور اس رسالہ کا تاریخی نام ''یکے نجدیہ کا چپ مناظرہ'' رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام ''شکست سفاہت'' رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانے میں چھپوا کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔

سید محمود جان برکاتی کو کفن لے کر دیا:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ موسم بارش میں رات کے وقت جناب سید محمود خاں صاحب قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ ساکن محلّہ گڑھی حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں حضور جو میں مانگوں عطا فرما دیں۔ ارشاد فرمایا: سید صاحب اگر میرے امکان میں ہوا تو ضرور حاضر کر دوں گا۔ سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے امکان میں ہے۔ فرمایا تو مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ فرمایا کیا درکار ہے۔ سید صاحب نے عرض کیا صرف ۲۲ گز کپڑا کفن کیلئے چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح بازار کھلتے ہی ۲۲ گز کلاتھ منگوا کر سید صاحب کی نذر کر دیا۔

وظیفے کی صندوقچی سے سارے روپے نکال کر تقسیم کر دیتے:

انہیں کا بیان ہے جو سلسلۂ سفر جبل پور میں تحریر فرمایا کہ: حضرت عبدالاسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپیہ سکۂ رائج الوقت ایک سفید چینی کی بڑی قاب میں بھر کر بطور نذر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: مولانا یہی کیا کم تھا۔ جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا اور حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا اسے رکھ لو اور میرے وظیفے کی صندوقچی اٹھا لاؤ۔ حاجی صاحب نے وہ روپے سامنے کمرہ میں رکھ دیئے اور وظیفہ کی ہشت پہل صندوقچی پیش کی، جس کا طول تخمیناً ایک فیٹ ہوگا اور جس میں ایک طویل سفید کپڑے پر سیاہ ڈورے کے حروف تھے۔ یہ وظیفہ حضور کو اپنے شیخ سے ملا تھا جسے بعد نماز فجر پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ صندوقچہ مقفل رہا کرتا تھا جس کی کنجی حضور اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس صندوقچی میں بجز وظیفہ کے اور کوئی چیز نہیں رہتی تھی اور نہ اس میں گنجائش تھی کہ دوسری شے رکھی جاتی۔ اب حضور اس صندوقچی کو اپنے سامنے رکھ کر کھولتے ہیں اور ڈھکنا بالکل نہیں کھولتے بلکہ تھوڑا سا اٹھا کر الٹے ہاتھ سے جھکائے رکھتے۔ اور سیدھا ہاتھ بار بار بغیر دیکھے اندر ڈالتے اور روپیہ نکالتے اور فرداً فرداً مولانا کے ملازمین و خدّام و رضا کاران وغیرہم پر نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرماتے رہے۔ تعجب ہوتا تھا کہ اس قدر روپے اس صندوقچی میں کہاں سے آ گئے۔ اور اسی پر بس نہیں ہوا بلکہ مولانا عبدالاسلام کی بہو یعنی برہان میاں صاحب کی اہلیہ کو اور ان کی بچیوں کو طلائی زیورات۔ بلکہ سب سے چھوٹے بچے کیلئے سلا ہوا کرتا ٹوپی اسی صندوقچی سے برآمد ہوا۔ اس میں حالانکہ وظیفے کی صندوقچی اس دوران سفر میں بسا اوقات وظیفہ پڑھنے میں دیکھی گئی بجز وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نظر نہیں پڑا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو مجھ سے مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے اسی تعجب کے ساتھ بیان کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ نہ صرف مولانا عبدالاسلام ہی کے اعزہ کیلئے بلکہ خاص خاص سیٹھ صاحبوں کی بچیوں کیلئے بھی کافی طلائی زیورات اعلیٰ حضرت نے وظیفہ کی صندوقچی میں سے نکال نکال کر عطا

فرمائے یہاں تک کہ سیٹھ صاحبوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کی کیا خدمت کی جو کچھ دعوت اور خاطر مدارت میں صرف کیا اس سے کہیں زائد کے زیورات اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں کی بچیوں، بہوؤں کیلئے عطا فرمائے۔ مولوی حسنین رضا خاں صاحب بہت ہی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ زیورات کب اعلیٰ حضرت نے خریدے اور کب اس صندوقچی میں رکھے اس کے علاوہ اس صندوقچی میں تو وظیفہ کی کتابوں کے سوا کچھ جگہ بھی نہ تھی، اتنے زیور اس میں کہاں سے آ گئے اور کیسے گنجائش ہوئی۔ واقعی یہ واقعہ جس طرح اعلیٰ حضرت کی سیر چشمی کی دلیل ہے جودوسخا کا روشن برہان اسی طرح بین کرامت کا ثبوت ہے۔

سجادہ نشین مارہرہ شریف کا انعام:

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس ''مدرسہ شمس العلوم بدایوں'' کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ: میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا جس کا جواب بہت تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شہزادہ صاحب چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا کے پاس داموں کی کمی ہے لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں میں نے سو یا دوسو (صحیح مقدار یاد نہیں) کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی جسے مولانا نے وصول کرلیا اور رسید بھی آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت کا منی آرڈر آیا جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے باقی زنان خانے میں بھیج دیئے آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے اور گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کیلئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شہزادہ صاحب یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے، اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرۂ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے، چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔ اس کے بعد بریلی جانا ہوا۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقات ہوئی اعلیٰ حضرت نے

ارشاد فرمایا کہ: مکہ معظمہ سے ایک صاحب کا والا نامہ آیا کہ میری دولڑکیوں کی شادی ہے اس کیلئے آپ مدد کیجئے میں نے خیال کیا کہ دونوں لڑکیوں کیلئے ایک ہزار کی رقم کافی ہوگی اسی مقصد کیلئے شجرۂ زر کا عمل کیا۔ عمل کا چالیسواں دن تھا کہ میں معمول سے فارغ ہو کر بیٹھا تھا کہ حامد رضا آئے اور ایک بندھا ہوا رومال دیا اور کہا کہ ایک صاحب ملنے کی خاطر آئے تھے میں نے کہا اس وقت بالاخانہ پر معمول میں مشغول ہیں دوسرے وقت تشریف لائیے گا۔ وہ صاحب یہ رومال دے کر چلے گئے میں نے جب وہ رومال کھولا اس میں ایک ہزار سے زیادہ رقم تھی خیال آیا کہ زیادہ کیوں ہے معاً ذہن میں آیا کہ مکہ معظمہ تک پہنچنے کے مصارف ہیں میں نے فوراً اس عمل کو ہٹا دیا کہ اس سے توکل میں فرق آتا ہے۔

سرکار میں یہ نذر محقر قبول ہو!

۱۳۳۴ھ کے سردی کا موسم ہے میں ایک دن مراد پور (۱) چھینٹ دیکھنے کیلئے گیا ایک دکان پر سبز زمین پر بہترین چھینٹ نظر پڑی اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا تھان دیکھا جو پیڑے دار چھینٹ تھی ان دونوں تھانوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ اس کپڑے کی دولائی بنوائی جائے اور یہ بیل اس میں لگائی جائے تو بہت بہتر دولائی ہوگی۔ چند احباب ساتھ تھے انہوں نے بھی اس رائے کو بہت ہی پسند کیا۔ اسی وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ واقعی یہ دولائی بہت ہی نفیس اور بہترین ہوگی تو اسے مناسب ہے کہ کسی بہتر شخص کیلئے بنے اور میں نے ارادہ مصمم کرلیا کہ تیار کرا کے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بصیغہ رجسٹری پارسل روانہ کر دوں گا۔ احباب نے کہا کہ استر کیلئے یک رنگا ہی خرید لیجئے میں نے اپنا قصد ظاہر کیا کہ اعلیٰ حضرت کیلئے صندلی رنگ کا استر مناسب ہے چنانچہ گفش (۳) ململ لے کر مراد پور ہی میں صندلی رنگنے کو دے دیا۔

الغرض جیسا میں چاہتا تھا بہتر سے بہتر وہ دولائی سل کر تیار ہوئی میں نے پارسل سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دی اور اس پر حضرت حسن میاں صاحب مرحوم مغفور کا یہ مصرعہ لکھ دیا۔ ؎ سرکار میں یہ نذرِ محقر قبول ہو!

۱مانکی پور پٹنہ کا ایک محلہ جو چوھٹہ اور سبزی باغ کے درمیان شاہراہ پر واقع ہے اور اپنی پررونق دکانوں کی وجہ سے مشہور ہے (مرتب) ۲رنگ برنگ کے پھولوں کا خوش وضع اور خوش نما چھپا ہوا کپڑا (مرتب) ۳گف، گفش، موٹا، گاڑھا

جناب مولوی امجد رضا صاحب عرف مامون میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت وہ پارسل بریلی پہنچا اس وقت میں بھی حاضر خدمت تھا سیل ومہر جدا کرنے کے بعد پارسل کھولا گیا اور دولائی برآمد ہوئی اعلیٰ حضرت اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جتنے لوگ اس وقت کاشانۂ اقدس میں موجود تھے سب نے بہت پسند کیا اور بہت تعریف کی اور واقعی وہ دولائی ہر حیثیت سے قابل تعریف تھی اعلیٰ حضرت نے سب کے اصرار سے اسے اوڑھا اور مسہری پر تشریف فرما ہوئے کہ میری زبان سے بے اختیاری میں یہ فقرہ نکلا واقعی بہت عمدہ دولائی ہے جوانوں کے لائق ہے یہ سنتے ہی اعلیٰ حضرت نے وہ دولائی مجھے عطا فرمادی کہ تم اسے اوڑھو حالانکہ میں نے اس غرض سے یہ جملہ نہیں کہا تھا لیکن اعلیٰ حضرت نے باصرار مجھے عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: میری خوشی اسی میں ہے یہ اعلیٰ حضرت کے جودوسخا کا ادنی نمونہ ہے۔

چند اَدبی لطیفے:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حد احصا سے فزوں ہیں ادبی لطیفے بھی اپنی شان میں خاص جدّت رکھتے ہیں اگر سب قلمبند ہو جاتے تو شائقین ادب کیلئے وہ مجموعہ ایک نایاب تحفہ ہوتا مگر جو کچھ یاد ہیں لکھے جاتے ہیں:

(۱) کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق کتاب لکھی اور اس کا نام ''آریہ دھرم پرچار'' رکھا جب وہ کتاب چھپی تو مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ اس کا رد حاشیہ پر لکھا اور اسی طرح جلی قلم سیاہ روشنائی سے پرچار کے بعد ''حرف'' بڑھا دیا۔ اب کتاب کا نام ''آریہ دھرم پرچار حرف'' ہوگیا۔

(۲) ایک شیعی عالم نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور عربی ادب کا اپنے جانتے اس میں بہت لحاظ کیا اور صنائع بدائع کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اسی وجہ سے اس کا نام ''جناس الاجناس'' رکھا اور ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کے پاس بھیجا حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد مجھے دیا کہ آج کی ڈاک سے یہ کتاب آئی ہے اب جو میں اس کا

نام پڑھتا ہوں تو ''انجاس الخناس'' ہے حیرت میں پڑ گیا کہ مصنف نے یہ کیا نام رکھا جب غور سے دیکھا تو جناس کے اول ''ان'' بڑھا ہوا ہے اور جناس کو ملا کر نون کا شوشہ کر دیا گیا ہے دوسرے لفظ سے ملا کر سیاہی سے بھر دیا کہ پھول معلوم ہونے لگا ج کے اوپر الخ بڑھا دیا اس طرح کتاب کا نام ''انجاس الخناس'' ہوگیا۔

(۳) مولوی خرم علی صاحب بلہوری مشہور وہابی ہیں ان کی کتاب مشہور ''مشرک گر'' ہے جس کا نام ''نصیحۃ المسلمین'' ہے لیکن باتیں وہی ہیں جو ''تقویت الایمان'' میں ہیں مطبع والے نے مصنف کا نام اس طرح ملا کر لکھا خرِ معلیٰ میں نے جس زمانہ میں حضرت کا کتب خانہ درست کرنا شروع کیا ایک کتاب دیکھی جس کا نام ''فضیحۃ المسلمین'' ہے اور مصنف کا ''نام خر معلیٰ'' دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کتاب مذاق کی ہے اس لئے نام بھی ایسا ہے اور مصنف کا نام بھی ویسا ہی ہے اب جو غور کر کے دیکھتا ہوں تو نصیحہ کے نون کو سر دے کر ف بنا دیا گیا اور صاد پر نقطہ بڑھا ہوا ہے اور اس طرح اس کتاب کے نام کو مطابق مسمی قرار دیا ہے اور مصنف کا نام کاتب نے بد املا لکھا خرم کی میم کو علی میں ملا کر معلیٰ کی شکل کا لکھا اعلیٰ حضرت نے اس پر اعراب لگا دیا ہے۔

(۴) ''تقویت الایمان'' مولوی اسمٰعیل دہلوی کی معروف و مشہور کتاب ہے کہ شروع سے اخیر تک شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے اسکے ق کے دو نقطوں کو اس طرح ملا دیا کہ ایک نقطہ معلوم ہونے لگا اور بجائے ''تقویت الایمان'' تفویت الایمان'' اسم با مسمی ہوگیا۔

(۵) مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین آمیز کتاب کا نام ''حفظ الایمان'' رکھا اعلیٰ حضرت نے ف کو اس طرح بنا دیا کہ ب کا شوشہ معلوم ہو اور ح اور ب کا نقطہ دیکھ کر اس کا صحیح نام ''خبط الایمان'' کر دیا۔

جب مسئلہ'' اذان ثانی جمعہ'' میں اعلیٰ حضرت نے مردہ سنت کو زندہ کیا (کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ ہشام کے زمانہ تک بیرون مسجد ہوا کرتی تھی اور باوجود تصریحات فقہائے کرام کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سر پر دینے کے عادی ہو گئے ہیں) اور خلاف شرع رسم و رواج کی اصلاح چاہی بعض علمائے اہل سنت نے بھی اس کا خلاف کیا اس میں پیش پیش

جناب مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری تھے کہ باوجود افہام و تفہیم اپنی ضد پر اڑے رہے جس کا مفصل حال ان رسائل سے معلوم ہوگا جو اس بحث میں تحریر ہوئے اور چھپ کر ملک میں بکثرت شائع ہوئے اخیر میں مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری نے انتہائی کدوکاوش سے ایک رسالہ لکھا اور سرورق **جبل اللّٰہ المتین لھدم آثار المبتدعین** پر نام دائرے میں لکھوایا۔

اعلیٰ حضرت کے پاس جب وہ رسالہ پہنچا اولین نگاہ میں فرمایا مولانا عبدالغفار خاں صاحب نے اپنے رسالہ کا نام بہت عمدہ رکھا ہے لوگ شوق سے متوجہ ہوئے کہ اعلیٰ حضرت اس کا نام کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ رسالہ سب کے سامنے تھا جب سب لوگوں کا اشتیاق ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا مولانا نے اس کا نام ''**آثار المبتدعین لھدم حبل اللّٰہ المتین**'' رکھا ہے اس لئے کہ جو نام دائرہ میں لکھا جاتا ہے اس کے پڑھنے کا یہی قاعدہ ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھا جاتا ہے اسی لئے اس کا نام **آثار المبتدعین لھدم حبل اللّٰہ المتین** ہے۔

جب حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب نے اس رسالہ کا رد لکھا تو اس میں ان کے رسالہ کا یہی نام تحریر فرمایا اور حاشیہ میں یہی وجہ لکھی جب رسالہ چھپ کر شائع ہوا اور جناب مولانا عبدالغفار خاں صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تو انہوں نے نہایت سادگی کے ساتھ کہا کہ مولانا کا ظلم دیکھئے۔ میرے رسالہ کا نام انہوں نے **آثار المبتدعین** قرار دیا اور ہم لوگوں کو مبتدع بنا دیا مخلصی مولانا مقبول احمد خاں دربھنگوی بہاری سابق مدرس حدیث ''مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ'' حال ناظم و صدر مدرس ''مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ'' تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ''جناب مبتدع تو پہلے ہی آپ نے ان کو بنایا رسالہ کا نام **حبل اللّٰہ المتین لھدم آثار المبتدعین** رکھا انہوں نے اس کو لوٹا دیا'' عطائے تو بلقائے تو'' رہا نام کا بدل دینا یہ خود آپ کے مطبع کی غلطی تھی۔ نام دائرے میں لکھ کر انہوں نے خود اس کا موقع دیا مولانا پر کیا الزام ہے''۔

فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ بعض حضرات جن میں دینی تعصب نہیں وہ ان ناموں کے تبدیل سے شاید خوش نہ ہوں گے بلکہ سمجھیں گے نامناسب بات ہوئی ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ برے ناموں کو بدل دینا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی اور خلاف

واقعہ بات سے کون سی بات بری ہوگی خلاف واقعہ نام بالکل اس مصرعہ کا مصداق ہے۔

کار شیطاں می کند نامش ولی

(۶) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے خیالات کا آئینہ ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام رکھا "سبیل الرشاد" غالباً مطبع مجتبائی میں طبع ہوا تھا اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جب وہ رسالہ آیا اس کو ملاحظہ فرما کر ٹائیٹل پر اسکے نام کے اوپر بڑھا دیا قال فرعون ما اریکم الا ما اری وما اھدیکم الا تو سب مل کر فرعون کا مقولہ ہوگیا جو سورۂ مومن میں ہے قال فرعون ما اریکم الاما اری وما اھدیکم الا سبیل الرشاد فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سوجھاتا ہوں جو میری سوجھ ہے اور تمہیں نہیں دیکھتا ہوں مگر سبیل الرشاد.

اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی:

جس طرح بدمذہب عموماً اعلیٰ حضرت کے بدگو اور مخالف تھے اسی طرح اہل سنت و جماعت اہل حق بالکلیہ حضرت کے محبت و اخلاص میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مولانا مولوی قادر بخش صاحب شہسرامی جو ایک بہت بڑے مشہور عالم اور زبردست واعظ تھے۔ ایک مرتبہ بسلسلہ وعظ موضع رجھت ضلع گیا تشریف لے گئے۔ یہ بستی سادات کرام کی ہے اس بستی کے لوگ سجادہ نشیناں شہسرام کے رشتہ دار ہیں ان کی شادیاں اس وقت تک رجھت[۱] اور پچروکھی وغیرہ میں ہوا کرتی ہیں۔ رجھت ہی کے رہنے والے میرے دوست مولوی سید شاہ غیاث الدین صاحب چشتی نظامی فخری رجھتی بہاری اور پچروکھی کے رہنے والے میرے مخلص محترم مولانا مولوی سید احمد عالم صاحب قادری برکاتی رضوی صدر مدرس مدرسہ بسرام پور' شیر گھاٹی ہیں۔ یہاں کے باشندے پہلے سب کے سب حنفی تھے' تھوڑے دنوں سے کچھ وہابیت کا اثر ہوگیا ہے' اور کچھ لوگ غیر مقلد ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں کی برادری کی وجہ سے سجادہ نشین صاحب شہسرام کے یہاں آمدورفت ہے مگر اختلاف مذہب کی وجہ سے مسجد میں اعلان مذہب سے ممنوع تھے تاکہ اختلاف و خلفشار پیدا نہ ہو۔ وہ لوگ جب آتے کمرے ہی پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

(۱) رجھت اور پچروکھی' ضلع گیا' صوبہ بہار کے دو قصبات ہیں' رجھت' سادات کا مرکز رہا ہے اور یہ اپنے عالموں' ادیبوں' اور شاعروں کی وجہ سے شرف رکھتا ہے۔

سنی وہابی کی پہچان کا نسخہ:

ایک مرتبہ رجہت کے سنّیوں نے مولوی قادر بخش صاحب شہسرامی کو وعظ کیلئے رجہت بلایا۔ وعظ کے بعد کھانا کھانے کیلئے بیٹھے تو کسی نے پوچھا مولانا سنی اور وہابی کی کیا پہچان ہے ایسی بات بتایئے جس کو ہم لوگ بھی سمجھ سکیں اور اس کے ذریعہ سنی وہابی کو پہچان سکیں۔ کوئی بڑی علمی بات نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا ایسا آسان عمدہ' اور کھرا قاعدہ آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے اچھا ملنا مشکل ہے۔ آپ جب کسی کے بارے میں مشتبہ ہوں کہ سنی ہے یا وہابی بدمذہب' تو اس کے سامنے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تذکرہ چھیڑ دیجئے اور اس کے چہرہ کو بغور دیکھئے۔ اگر چہرہ پر بشاشت اور خوشی کے آثار دیکھئے تو یقین جانئے کہ سنی ہے اور اگر چہرہ پر پژمردگی اور کدورت دیکھئے تو سمجھئے کہ وہابی ہے اور اگر وہابی نہیں جب بھی اس میں کسی قسم کی بے دینی ضرور ہے۔ اس زمانہ میں **لایحبّہ الامؤمن ولا یبغضہ الامنافق** میں یہ ضمیریں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی طرف پھرتی ہیں۔ اس لئے جتنے اہل سنت ہیں سب اعلیٰ حضرت کے مداح بلکہ عاشق صادق اور محب مخلص ہیں۔

چند سنی العقیدہ مخلص حضرات:

ان مخلصوں میں بالخصوص یہ چند حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱) حضرت سیدنا سیدشاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب مارہروی (۲) حضرت سیدنا سیدشاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی (۳) حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی (۴) حضرت ابوالذکاء سراج الدین شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری (۵) حضرت استاد زمن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۶) حضرت صوفی باصفا مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی (۷) حضرت مولانا شاہ محمد شفیع صاحب ناصر رامپوری سہارنپوری (۸) حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (۹) حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری لاہوری (۱۰) جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی (۱۱) جناب حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی (۱۲) جناب مولانا مولوی محمد رحیم بخش بانی "مدرسۂ فیض الغربا" آروی وغیرہم

اعلیٰ حضرتؒ کا حلقۂ احباب

۱ مولانا وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ

۲ حضرت محدّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

۳ مولانا ہدایت الرسول رحمۃ اللہ علیہ

۴ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۵ برصغیر کے ایک ہزار سنی علمائے کرام

محدث سورتی کا اعتقادی مقام:

ان میں بھی اخص تریں مخلص حضرت محدث سورتی ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کہ اصول وفروع کسی ایک مسئلے میں بھی اعلیٰ حضرت کے خلاف نہیں تھے۔ صاحب ورع وتقویٰ عالم باعمل، حق گوئی کی یہ شان کہ ہر وقت ہر حال میں حق بات دوٹوک اور فیصلہ کن کہنے میں اصلاً پس وپیش نہ کیا کرتے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت جب کبھی ان کو خط تحریر فرماتے آداب و القاب اس طرح لکھتے' الاسد الاسد والا شد الارشد' کنزالکرامۃ' جبل الاستقامۃ' ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ صرف محبت بلکہ عشق تھا۔ اسی لئے شاید ہی کوئی مہینہ ایسا ہوتا کہ پیلی بھیت سے بریلی تشریف لا کر اعلیٰ حضرت سے ملاقات نہ کرتے ہوں۔ ان دونوں علم وعمل دین ودیانت رشد وہدایت کے شمس وقمر کے ملنے کا منظر بھی قابل دید ہوتا تھا۔ پیلی بھیت سے اکثر محدث سورتی صاحب صبح کی گاڑی سے تشریف لاتے کہ دن بھر قیام کرکے شام کے وقت واپس ہو جائیں گے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت کہئے یا حضرت محدث صاحب کا جذبہ ومحبت' اکثر ایسا ہی اتفاق ہوتا کہ جس وقت حضرت محدث صاحب تشریف لاتے کسی نہ کسی ضرورت سے اعلیٰ حضرت باہر ہی تشریف رکھتے' اور آتے ہی ملاقات ہو جاتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت باہر نہیں ہوتے تو اطلاع ہونے پر باہر تشریف لے آتے۔ جس وقت ان دونوں کی نظریں دوچار ہوتیں پہلے مصافحہ پھر معانقہ فرماتے۔ اسکے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے' پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے' پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کی علمی باتوں کے لکھنے کا خیال نہ ہوا' ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ نکات علوم ومعارف اکٹھا ہو جاتے۔ جنکی قدر علما کرتے اور عوام ان سے بے شمار فائدہ اٹھاتے۔

حضرت وصی احمد سورتی سے خصوصی التفات:

ایک مرتبہ وہ کسی ضروری فتویٰ کیلئے تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ تصنیف وتالیف' تحریر مضامین' جواب استفتا وغیرہ زنانہ مکان میں جہاں کتب خانہ تھا تحریر فرماتے۔ حضرت محدث سورتی ہی کی خصوصیت تھی کہ ان کی تشریف آوری کے وقت

زمانۂ قیام تک حضرت بھی باہر ہی تشریف رکھتے اور جو کچھ تحریر فرمانا ہوتا باہر ہی تحریر فرماتے' چنانچہ اس استفتاء کا جواب باہر ہی بیٹھے لکھ رہے تھے کہ حقہ بھرنے کو خادم گیا۔ اس وقت حضرت نے لکھنا چھوڑ دیا۔ عادت تھی کہ جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے چشمہ لگائے رہتے' جب لکھنا موقوف فرماتے عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائٹڈ تھی یعنی دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے اسی لئے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگا لیا کرتے اور فارغ وقتوں میں وہ چشمہ خارج ہو جاتا' اوپر چڑھا لیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے چشمے کی تلاش شروع کی' مگر چشمہ نہ ملا۔ اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آ رہا۔ یہ احباب کے ساتھ بات کرنے میں انہماک تھا۔ غرض چشمہ پیشانی پر چڑھا کر حضرت نے فتویٰ تو وقت تحریر فرما دیا مگر پیلی بھیت جانے کی اجازت نہ دی۔

حضرت محدث کچھوچھوی اور حضرت محدث سورتی:

حضرت محدّث صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر ایک بار حضرت محدّث صاحب کے آخری تلمیذ مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی نے پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرآد آبادی سے حاصل ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو جو محبت اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد' ان کا تذکرہ' ان کے فضل و کمال کا خطبہ' آپ کی زندگی کیلئے روح کا مقام رکھتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحٰق محشی بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان ہے جو مدار نجات ہے جسے میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کے محبت و عظمت بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں' اسی لئے ان کے تذکرے

سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کی ایک ایک بات کو اپنے لئے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔

محدثِ سورتی کا احترام:

پہلی بھیت میں ایک دعوت میں حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے دستر خوان بچھانے سے پیشتر میزبان نے آفتابہ وطشت لیا کہ ہاتھ دھلایا جائے۔ حضرت محدث صاحب نے عام عرفی دستور کے مطابق میزبان کو اشارہ کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اعلیٰ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ: آپ محدث ہیں اور عالم بالسنۃ ہیں آپ کا یہ فیصلہ بالکل حق اور آپ کی شان کے لائق ہے کیونکہ سنت یہ ہے کہ اگر ایک مجمع مہمانوں کا ہو تو سب سے پہلے چھوٹے کا ہاتھ دھلایا جائے اور آخر میں بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے تاکہ بزرگ کو ہاتھ دھونے کے بعد دوسروں کے ہاتھ دھونے کا انتظار نہ کرنا پڑے اور کھانا ختم ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بڑے کا ہاتھ دھلایا جائے میں شروع میں ابتدا کرتا ہوں لیکن کھا چکنے کے بعد آپ کو ابتدا کرنی ہوگی۔ مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی کا بیان ہے کہ اس دستر خوان پر میں بھی حاضر تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر حضرت محدث صاحب کا ہاتھ بڑھا کر طشت کو اپنی طرف کھینچا کہ سب سے پہلے میرے ہاتھ دھلائیں جائیں اور اعلیٰ حضرت نے مسکراتے ہوئے چہرے سے فرمایا کہ: اپنے فیصلہ کے خلاف عملدرآمد آپ کی شان کے خلاف ہے یہ دلچسپ اور خوشگوار نقشہ جب آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو اس کا لطف تازہ ہو جاتا ہے۔

(۷) ایک مرتبہ دیوبند سے ایک رسالہ کسی نے بھیج دیا اس کا نام تھا "القاسم" اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم سے وہیں لکھ دیا "محروم"۔ یہ قصہ شہر میں مشہور ہوا تو ایک بہت بڑے وہابی نے بڑے تأسف کے ساتھ کہا کہ رسالہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا۔ اور رکھا گیا تھا تو اعلیٰ حضرت تک کیوں پہنچایا گیا۔

متقدمین کی تحریروں پر گہری نظر:

مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی کا بیان ہے کہ جب دارالافتا میں کام کرنے

کے سلسلہ میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا' تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والی وہ علمی حاضر جوابی تھی جس کی مثل سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتاء آیا دارالافتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا ہے' اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔ فقہائے کرام کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں۔ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں' ابن عابدین نے ردمحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحے پر' فتاوٰی ہندیہ میں' خیریہ میں یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابیں کھولیں تو صفحہ سطر' اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطے کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل وکمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔

حضرت محدث کچھوچھوی کی فتویٰ نویسی:

ایک مرتبہ پندرہ بطن کا مناسخہ آیا چونکہ اعلیٰ حضرت کی رائے میں مولانا سید محمد صاحب نے فن حساب کی تکمیل باضابطہ کی تھی' اور آنہ پائی کا حساب بالکل آسانی سے کرتے تھے لہٰذا یہ مناسخہ انہیں کے سپرد کیا گیا۔ مولانا سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کا سارا دن اسی مناسخہ کے حل کرنے میں لگ گیا' شام کو اعلیٰ حضرت کی عادت کریمہ کے مطابق جب بعد نماز عصر پھاٹک میں نشست ہوئی' اور فتاوٰی پیش کئے جانے لگے تو میں نے بھی اپنا قلم بند کیا ہوا جواب اس امید کیساتھ پیش کیا کہ آج اعلیٰ حضرت کی داد لوں گا۔ پہلے استفتا سنایا فلاں مرا اور اتنے وارث چھوڑے' اور پھر فلاں مرا اور اتنے چھوڑے' غرض پندرہ موتیں واقع ہونے کے بعد زندوں پر ان کے حق شرعی کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا تھا۔ مرنے والے تو پندرہ تھے مگر زندہ وارثوں کی تعداد پچاس سے اوپر تھی۔ استفتا ختم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: آپ نے فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا حصہ دیا ہوگا۔ اس وقت کا میرا حال دنیا کی کوئی زبان ظاہر نہیں کرسکتی۔ علوم اور معارف کی یہ غیر معمولی حاضر جوابیاں جسکی کوئی مثال سننے

میں نہیں آئی۔

اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمہ:

میں نے علمائے کرام و مشائخ عظام کی جہاں تک زیارت کی اور معززین دنیا داروں کو دیکھا۔ اکثر ایسا ہی پایا کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت خوش' اور جہاں کسی بات پر اعتراض کیا اس درجہ خفا ہوئے کہ اس کی صورت بھی دیکھنی نہیں چاہتے' ان میں سب سے اول نمبر جسے مستثنیٰ دیکھا وہ ذات گرامی صفات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تھی' اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کیلئے تھے' نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی ملامت کا خوف تھا۔ حدیث شریف من أحبَّ للّٰہ أبغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کیلئے مخالفت کرتے تو اللہ ہی کیلئے' کسی کو جو کچھ دیتے تو اللہ ہی کیلئے' اور کسی کو منع کرتے تو اللہ ہی کیلئے۔ جیسا خود ایک رباعی میں فرماتے ہیں:

نہ مرا نوش زتحسین نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مسجد میں آمد اور نماز باجماعت ادائی کا اہتمام:

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ تصنیف و تالیف' کتب بینی' اوراد و اشغال کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے۔ پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے۔ اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ اکثر گھر ہی سے وضو کرکے تشریف لاتے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسجد میں آ کر مٹی کے لوٹے سے اتر طرف کی فصیل پر بیٹھ کر وضو فرماتے۔ مسجد کے لوٹے عموماً متوسط درجہ کے ہوا کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت وضو و غسل میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے خاص طور پر خیال کرکے بلکہ اس کا سرا تک خاص کر کے خیال فرما کے تر کیا کرتے اور وہ بھی اس طرح کہ ہر جگہ سے سیلان آب

ہو جائے' اسی لئے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا' اگر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے لوٹے فارغ نہ ہوتے تو ایک لوٹے پانی سے وضو شروع فرماتے جب تک کوئی لوٹا خالی ہوتا پھر اس میں پانی لا کر دیا جاتا۔ وضو کے بعد سنت و نوافل مسجد ہی میں پڑھتے' وقت جماعت ہو جانے پر فرض نماز باجماعت پڑھنے کے بعد سنت مسجد ہی میں ادا کر کے مکان کی طرف تشریف لے جایا کرتے' سوائے نماز عصر کے۔

نماز عصر کے بعد کی مجلس کے احباب:

عصر کی نماز پڑھ کر مکان کے پھاٹک میں چارپائی پر تشریف رکھتے اور چاروں طرف کرسیاں رکھ دی جاتیں' زائرین تشریف لاتے کرسیوں پر بیٹھتے جب کرسیاں باوجود کثرت تعداد ناکافی ہوتیں تو چند بنچ اور تخت سائبان میں رہتے وہ صحن مکان میں کھینچ لئے جاتے بقیہ لوگ اس پر بیٹھتے۔ زائرین حاجتیں پیش کرتے ان کی حاجتیں پوری کی جاتیں۔ حقہ پان سے ہر ایک کی تواضع کی جاتی۔ پان کا طریقہ اعلیٰ حضرت کے یہاں ہم لوگوں کے پوربی طریق کے بالکل خلاف تھا یہاں کھلی لگانے یعنی بیڑا بنانے کا دستور ہے اور وہاں پان پر نصف میں چونا اور نصف میں کتھا لگاتے ہیں اور پھر اسے موڑ دیتے ہیں کہ چونا اور کتھا علیحدہ علیحدہ رہتا ہے چھالیا الگ ترشی ہوئی رہتی ہے ہر ایک شخص ایک ایک پان چھالیا حسب خواہش لے لیا کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت زردہ استعمال نہیں فرماتے تھے اسی لئے پان کی تھالی میں زردہ نہیں رکھا جاتا تھا۔ حقہ عام طور پر لوگ ادباً اعلیٰ حضرت کے سامنے نہیں پیا کرتے تھے البتہ بعض بوڑھے یا سادات کرام' حضرت کے سامنے بھی حقہ نوش کرتے ان کے سامنے حقہ بڑھا دیا جایا کرتا تھا۔

خطوط کے جواب پر خصوصی توجہ:

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں حاجی کفایت اللہ صاحب ساکن محلہ بہاری پور خادم خاص اعلیٰ حضرت نے (جو حضرت کے بہت ہی جان نثار خادم اور سفر و حضر میں بھی اعلیٰ حضرت کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور اب بعد وصال بھی مزار شریف پر برابر حاضر باش ہیں۔ یہ محض محبت شیخ تھی ان

کی دلی تمنا ہے کہ بعد موت بھی اعلیٰ حضرت کے قدموں ہی میں رہیں۔ اور اسی لئے صاحبزادگان والا شان و دیگر مخلصین ومحبین و خلفاء و مریدین اعلیٰ حضرت سے اس قسم کی تحریرات حاصل کر کے ایک کتاب کی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے) ایک خوبصورت لیٹر بکس ٹین کا بنوا کر، رنگ کر، آویزاں کر دیا تھا۔ جس میں ڈاکیہ خطوط پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا۔ اس پر برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے۔ اس کی چابی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی، عصر کی نماز پڑھ کر جب آپ باہر تشریف رکھتے تو چابی مجھے عنایت فرماتے۔ بکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب کے سامنے لا کر حاضر کر دیتا اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا۔ اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔

مختلف موضوعات پر خط لکھنے کی تربیت:

تعویذات کے متعلق خط میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالہ کیا جاتا۔ استفتاء ہوتا تو حسب مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالہ فرماتے۔ استفتا بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا تو خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے۔ فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادر اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔ مدرسہ کے متعلق جو خط ہوتا حضرت حجۃ الاسلام کے پاس بھجوایا جاتا، مطبع کے متعلق خطوط بھی میرے حوالہ کئے جاتے۔ غرض تعویذات و استفتا حسب حصہ رسدی اور مطبع کا کام میرے ذمہ تھا۔ ان قسموں کے علاوہ بعض غیر مہذب حضرات نے ''گالی نامہ'' بھی بھیجے۔ یہ ان حضرات کے فرزند روحی و معنوی ہیں جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا و رسول کا اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا، اور تقریراً اسکا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی نہ کچھ جواب ہی ہو سکا،

سوائے سکوت کے چارۂ کار نہ تھا اذناب ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی اذناب اسے کیا بناتے۔ آخر اسی غم میں ''مارِدُم بریدہ'' کی طرح پیچ و تاب کھاتے دل ہی دل میں جلتے۔ قل موتوا بغیظکم جب غصہ تاب سے باہر ہو جاتا' ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔

مخالفین کے خطوط سے ناراض نہ ہوتے تھے:

بعض غیر مہذب حضرات گالی نامہ بھی بھیجا کرتے۔ اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے' اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتا لکھا تھا واقعی یا فرضی وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے' اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان تشریف لے جانے لگے' حضرت کو روک کر کہا اس وقت جو خط میں نے پڑھا جسے مولانا ظفرالدین صاحب نے ذرا سا پڑھ کر چھوڑ دیا تھا' کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کیلئے ذریعۂ عبرت و نصیحت ہو' ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: تشریف رکھئے۔ اعلیٰ حضرت اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ: ان کو پڑھیے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں۔ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے ''گالی نامے'' ہوں گے جن کے پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایک زمانے سے آ رہے ہیں' میں اس کا عادی ہوں' لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور وہ صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔ آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام

و اکرام، جاگیر اور عطیات سے مالا مال کر دیجئے پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کی پشتہا پشت کو کافی ہو مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان بھی نہ پہنچایئے کل امرئ بما کسب رھین.

"تذکرۃ الرشید" کی مخالفانہ تحریر:

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں میرا خیال تھا کہ اس قسم کے گالی نامے جاہل عوام بدتمیز لوگ لکھا کرتے ہیں کیونکہ بیچارے علم سے کورے ہیں جب سنتے ہیں کہ ہمارے پیر کا فلاں شخص نے رد کیا ہے ان کے رسائل و مسائل کا جواب لکھا ہے تو ہوش میں نہیں رہتے، جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ چونکہ علمی سرمایہ سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے وہ نہ دیکھ سکتے ہیں کہ بات کیا ہے کون حق پر ہے کس کی زیادتی ہے ان کے پاس علمی سرمایہ تو ہے نہیں جو علمی باتوں کا جواب دے سکیں اس لئے بیچارے جو پونجی رکھتے ہیں وہی پیش کرتے ہیں اور گالیوں میں مغلظات تک دینے سے باز نہیں آتے، لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی کا انتقال ہوا اور ان کے معتقد خاص مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ایک کتاب دو حصوں میں بنام "تذکرۃ الرشید" چھاپی اس کتاب میں کیا ہونا چاہیے موضوع کتاب تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے حالات اس کتاب میں ہوں گے مگر ہے کیا مولوی صاحب کے حالات تو چند ورقوں سے زائد نہیں لیکن ان کے دادا پیر اپنے ہم خیال لوگوں کی خوبیوں کا طو مار اور علمائے اہل سنت و جماعت پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہے اور خصوصاً سنی حضرات میں جنہوں نے تقریراً یا تحریراً گنگوہی صاحب کا رد کیا ہے اور حق کی حمایت کی ہے ان کی توہین و تذلیل میں تو کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ جھوٹے جھوٹے واقعات قصے گھڑ کر سنیوں کی دل آزاری کی ہے اور اپنے اوصاف باطنی کا جلوہ دکھایا ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ گالی نامے جاہلوں کے کام نہ تھے بلکہ اس حمام میں سب ننگے کا مضمون ہے ان کے یہاں کے پڑھے لکھے بھی عوام کے کان کترتے ہیں۔

''تذکرۃ الرشید'' میں اعلیٰ حضرت کے متعلق خرافات:

تذکرہ الرشید حصہ دوم ص ۸۲ پر محض جھوٹا واقعہ گھڑا اور گنگوہی صاحب کے اخلاق میں شمار کیا جس کو میں انہیں کے لفظوں میں لکھتا ہوں تا کہ لوگ ان کی دیانت اور صداقت کو پرکھیں مؤلف گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں''۔

دشمن سے دشمن کیلئے بھی آپ نے کبھی بددعا نہیں کی اور اگر منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سماوی میں مبتلا ہوا تو اس کو سن کر کبھی آپ خوش نہیں ہوئے۔ بدگوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے پہنچیں شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا خاں نے پہنچائی ہوں اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں مگر واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ جس زمانہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کو مرض جذام لاحق ہوا اور خون میں فساد آیا تو بعض لوگوں کو مسرت ہوئی سب وشتم کا ثمرہ دنیا ہی میں ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے ہیں تو حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہیے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے''۔

اس مضمون کو نثر میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب کی شاعری سمجھی جانی چاہئے۔ اس کی حقیت خود ظاہر آشکارا ہے عوام بددعا کے موقع پر بولا کرتے ہیں ''خدا کرے اندھا ہو جائے'' ''خدا کرے کوڑھی ہو جائے'' مذاق کا بھی فقرہ مشہور ہے اللہ نے ملائی جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی شاید اسی بناء پر جب اللہ تعالیٰ نے مولوی رشید احمد کو اندھا بنا دیا تو ہوا خواہوں خصوصاً مولوی عاشق الٰہی صاحب جیسے جاں نثاروں نے اعلیٰ حضرت کے متعلق جذامی کا افتراء کیا ہر عقلمند جانتا ہے کہ بڑی سے بڑی ایذا اگر ہو سکتی ہے تو مولوی صاحب کے الفاظ کفریہ توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکذیب خداوند جل و علاء پر کفر کا فتویٰ جو اعلیٰ حضرت نے کتاب مستطاب ''المعتقد المنتقد'' کے حاشیہ ''المعتمد المستند'' میں تحریر فرمایا

جو ۱۳۲۰ھ کی تصنیف ہے۔ اور ۱۳۲۱ھ میں چھپ کر شائع ہوا اس کے بعد مولوی گنگوہی دو برس سے کم ہی بچے جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ میں انتقال ہی کر گئے ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک میں خود بریلی شریف حاضر رہا اور بخدائے لایزال بہ قسم شرعی کہتا ہوں کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو بالکل صحیح تندرست دیکھا جذام کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

پھر مؤلف تذکرۃ الرشید کا یہ لکھنا کہ "شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہنچائی ہو" یہ بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے خود اسی کتاب المعتمد میں اسی جگہ دوسرے منکرین ضروریات دین کی بھی تکفیر ہے۔ گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کی عداوت نہ "زر زمین زن" کا قصہ کہ اس عدوات کی وجہ سے تکفیر کی گئی بلکہ یہ تو وعدہ الٰہیہ ربانی واذ اخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ کی تعمیل و تکمیل ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اللہ جل جلالہٗ کی تکذیب کی تو ان کی تکفیر کی گئی پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی پاسداری کیوں کی جاتی۔ نیز میرٹھی صاحب کا دوسرا فقرہ "نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں" بھی غلط اور خلاف واقع ہے۔ کیا مولوی عاشق الٰہی صاحب کو یاد نہیں کہ وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے پر اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے جناب مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔ نیز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق بے شمار علمائے حرمین شریفین و اہل ہند نے فرمائی تھی۔ یہ سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال ہیں تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے "نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں" پھر یہ جملہ بھی کس قدر بھولے پن کا ہے کہ "عمر بھر کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے"۔ تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے نہ اعلیٰ حضرت مولوی رشید احمد کو اپنا دشمن جانتے تھے نہ گنگوہی صاحب اعلیٰ حضرت کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ یہ اختلافات مذہبی تھے جو خیالات و اعتقادات اعلیٰ حضرت کے نزدیک تھے گنگوہی صاحب کے نزدیک بدعت یا کفر و شرک تھے۔ اس پر وہ بے محابا کفر و شرک کے فتویٰ دیتے تھے۔ یہ اپنی اپنی تحقیق تھی اس میں دشمنی و عداوت کی کیا بات تھی۔

مولانا ہدایت الرسول پر الزام تراشی:

دوسرا واقعہ حضرت شیر بیشۂ سنت' سیف اللہ المسلول مولانا ہدایت الرسول صاحب قادری برکاتی نوری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا گھڑا اور ان پر اتہام لگایا اعلیٰ حضرت کی سیرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ملاحظہ ہو! ایک دن آپ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط سننے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ

مولوی ہدایت الرسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ بعض سامعین کو تو مسرت ہوئی کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (تذکرۃ الرشید ۲/۸۳)

یہ واقعہ بھی بالکل جھوٹ اور سر سے پا تک افترا و بہتان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت شیر بیشہ سنت کو محض حق گوئی اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف تقریر کرنے کی وجہ سے ضرور سزائے قید ہوئی۔ مگر کسی شوہر دار عورت سے نکاح کرنے کے الزام میں ہرگز انہیں سزا نہیں ہوئی۔ یہ بھی بے سر و پا بالکل جھوٹ بہتان محض ہے جس کی علت وہی ہے کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے تو جو حضرت کا مخالف ہوا مورد الزام بنا۔

مولانا فضل رسول بدایونی پر بہتان:

حضرت سید الفحول عاشق رسول مولانا فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے حق کی حمایت میں تقریر و تحریر کا پورا زور صرف فرمایا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ناطقہ بند کر دیا اسی وجہ سے ان کے متعلق بھی ایک مضحکہ خیز قصہ گھڑا اور اس پر اپنی قابلیت سے حاشیہ بھی چڑھایا حالانکہ یہ سب مولوی عاشق الٰہی صاحب کی بے علمی و کم فہمی ہے۔ اگر انہوں نے ایسا وعظ کہا تو ٹھیک کہا اور بالکل درست فرمایا ان کی تجہیل میرٹھی صاحب کی نادانی و حماقت ہے ملاحظہ ہو "تذکرۃ الرشید" حصہ اول ص ۲۶ مولوی گنگوہی صاحب کی طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ: طالب علمی کے زمانہ میں مولوی فضل رسول صاحب دہلی آئے انکے وعظ میں ہم بھی گئے وہ بیان کر رہے تھے۔ لوگ

بزرگوں کے نام کے جانوروں کو حرام کہتے ہیں بھلا اس فعل سے اس جانور کی جنس یا فصل کون سی چیز بدل گئی جس کی وجہ سے اس کی ماہیت میں فرق آ گیا اور سفر جب بغیر اللہ کے نام سے نام زد ہونے سے حرام ہوتا ہے تو جس کی عبادت کی جائے وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہو جانا چاہیے سو اب گنگا کا پانی حرام ہونا چاہیے حضرت مولانا نے فرمایا ہمیں تو یہ باتیں اور دلیلیں سن کر ان کی تقریر سے نفرت ہوگئی اٹھ کر چلے آئے اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے بیشک سچ کہا ضرور حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب کی تقریر سن کر ان کو نفرت ہوگئی اٹھ کر چلے آئے ہوں گے اور پھر کبھی ان کے پاس نہیں گئے ہوں گے مگر اس میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب یا ان کی تقریر کا قصور نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کا مرض قلبی وہابیت کے سبب ایسا ہوا۔

فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد وينكر الفم طعم الماء من سقم

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

جب دکھتی ہوئی آنکھوں کی یہ حالت ہے تو آنکھوں کا اندھا سورج کو کیا دیکھ سکتا ہے اور بیمار زبانوں کی جب یہ کیفیت ہے تو بیمار اگر آب حیات، وعظ ہدایت و نجات کو برا جانے تو کیا عجب مولوی عاشق الٰہی صاحب نے اس واقعہ کو نقل کر کے تین جگہ حاشیہ چڑھایا ہے، اس کو نقل کر کے اس کی صلاح مناسب جانتا ہوں۔ سب سے پہلے لفظ لوگ پر حاشیہ لکھا بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ **ما اهل به لغير الله** کا کہا ہوا ہے ۱۲ منہ۔ مولوی صاحب نے تینوں حاشیے لکھ کر منہ لکھا ہے۔ مولوی صاحب کو اس کی بھی خبر نہیں کہ منہ کس موقع پر لکھتے ہیں اور اس کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ منہ اس جگہ لکھتے ہیں کہ وہ حاشیہ اسی شخص کا ہے جس کی عبارت و متن ہے اس کو منہ کہا کرتے ہیں یہ عبادت تو انکے ادعا کے مطابق حضرت مولانا فضل رسول صاحب کی ہے، تو کیا یہ حاشیہ بھی انہیں کا ہے۔ جو اس پر منہ لکھا اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو اب اس پر منہ لکھنا غلط۔ اور دوسرے نمبر پر باعتبار نقل یہ عبارت گنگوہی صاحب کی ہوسکتی ہے کہ مفہوم حضرت مولانا فضل رسول صاحب کا ہے، اور عبارت گنگوہی صاحب کی۔ پھر بھی اس پر منہ لکھنا صحیح نہیں کہ یہ حاشیہ ہرگز گنگوہی صاحب

کا نہیں ۔اور اگر بالفرض حاشیہ بھی انہیں کا ہے' تو بندہ خدا سے کوئی اور کون پوچھتا کہ آپ ہی تو جلسہ میں موجود تھے پوچھ لیتے تو وہ آپ کو تفسیر کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت فرماتے کہ مفسرین ما اھل بہ لغیر اللّٰہ کے معنی ما ذبح لغیر اللّٰہ فرماتے ہیں۔ الاھلال کے لغوی معنی ہرگز یہاں مراد نہیں بلکہ جو جانور کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے' ورنہ دنیا بھر کے سب حلال جانور حرام ہو جائیں گے۔ کہ یہ زید کی بکری یہ عمرو کی گائے ہے' یہ بکر کا اونٹ ہے۔ عام طور پر شرقاً غرباً اسی طرح مروج ہے۔ اور ہر ایک کے زبان زد ہے تو بروایتے سب ما اھل بہ لغیر اللّٰہ میں داخل ہوں اور سب کا کھانا حرام ہو جائے۔

؎ آفرین ہے اس ذکاء وفہم پر

غیر اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرنا:

وما اھل بہ لغیر اللّٰہ ای ذبح الاصنام تفسیر مدارک (۱) سورہ بقرہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ ای ما ذکر علیہ غیر اللّٰہ وھو ما کان یذبح لاجل الاصنام (۲) جامع المضمرات و (۳) مفردات راغب اصفہانی وما اھل لغیر اللّٰہ بہ ھو ما ذبح الالھۃ لسان العرب (۴) وحرم ما اھل بہ لغیر اللّٰہ ای ما سمی غیر اللّٰہ عند ذبحہ مصباح (۵) قولہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ ھو الذبح لغیر اللّٰہ (۶) فتح الرحمٰن بکشف مایلبس فی القرآن وما اھل لغیر اللّٰہ بہ ای رفع الصوت لغیر اللّٰہ بہ وھو قولھم باسم اللات والعزیٰ عند ذبحہ تفسیر کشاف (۷) وما اھل بہ لغیر اللّٰہ ای رفع الصوت عند ذبحہ للصنم (۸) بیضاوی و رفع الصوت للصنم ان یذکر اسمہ عند الذبح علیٰ مافی الکواشی (۹) تاج (۱۰) البیھقی وغیرھما (۱۱) حاشیہ عبدالحکیم قولہ ای رفع بہ الصوت عند ذبح للصنم ھذا اصلہ ثم جعل عبارۃ عما ذبح لغیر اللّٰہ حاشیہ فتوی (۱۲) فمعنی قولہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ یعنی ما ذبح اللاصنام والطواغیت (۱۳) شیخزادہ وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت خازن (۱۴) اوفسقا اھل لغیر اللّٰہ بہ یعنی ما ذبح علیٰ غیر اسم اللّٰہ خازن تفسیر سورہ انعام وما اھل لغیر اللّٰہ بہ ای ما دفع ملتبسا بہ ای بذبحہ

الصوت لغیر اللہ روح المعانی (۱۵) وما اهل لغیر اللہ به کانوا یقولون عندالذبح باسم اللات والعزیٰ فحرم اللہ تعالیٰ ذلک تفسیر کبیر (۱۶) وما اهل به لغیر اللہ ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (۱۷) ابوسعود وما اهل لغیر اللہ به ای ما ذکر علی ذبحه علی غیر اسم اللہ تفسیر لغوی (۱۸) وما اهل به لغیر اللہ عمد الماده سواه والمراد وسخط لدما هم (۱۹) سواطع الالہام وما اهل به لغیر اللہ ما ذبح لغیر اسم اللہ عمداللاصنام تنویر المقیاس (۲۰) وما اهل به لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیره تعالیٰ جلالین (۲۱) والباء بمعنی فی ولابد من حذف مضاف ای فی ذبحه لان المعنی وما صیح فی ذبحه لغیر اللہ حاشیہ جمل (۲۲) اهل ای صوت فیه باسم لغیر اللہ به بسبب ذبحه تبصرہ الرحمٰن (۲۳) وما اهل به ای وحرم ما ذکر علیه بذبحه اسم لغیر اللہ (۲۴) عیون التفاسیر وما اهل به لغیر اللہ ای رفع فیه الصوت بذکر غیر اللہ وهو ما ذبح للاصنام (۲۵) تفسیر علامہ نسفی وما اهل به لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیره (۲۶) سراج منیر وما اهل به لغیر اللہ قال الربیع من انس یعنی ما ذکر عند ذبحه اسم غیر اللہ (۲۷) تفسیر مظہری وما اهل به لغیر اللہ ای دفع به الصوت عند ذبح لغیر اللہ صنماً کان اونارا او غیر ذلک تفسیر (۲۸) ابن کمال باشا وما اهل به لغیر اللہ وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح بغیر خدا فتح الرحمٰن (۲۹) شاہ ولی اللہ دہلوی وما اھل بہ وآنچہ بسمل کردہ شدہ ست برائے غیر خدا تفسیر توضیح (۳۰) وما اھل بہ وحرام کردہ آنچہ آواز بردارند بآن بوقت ذبح لغیر اللہ ای غیر خدا بنام بتاں یا باسم پیغمبران بکشند اخرج ابن المنذر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وما اهل قال ذبح درمنثور (۳۱) و فتح (۳۲) القدیر وما اهل لغیر اللہ به ای علی غیر اسم اللہ (۳۳) تفسیر ابن کثیر وما اهل به لغیر اللہ ای وحرم ما رفع به الصوت عند ذبحه للصنم (۳۴) روح البیان وما اهل به لغیر اللہ معناه ذبح به لاسم غیر اللہ (۳۵) تفسیرات الاحمدیہ وما اهل به لغیر اللہ ای رفع الصوت بذبحه لغیر اللہ تفسیر (۳۶) عارف باللہ محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ۔ سردست چھتیس تفسیر کی کتابوں کی یہ عبارتیں حاضر ہیں اور آیت کریمہ جہاں جہاں آئی ہے ہر جگہ دیکھئے تو

عبارتیں بیشمار ہو جائیں گی اور دین و دیانت والے کیلئے چند عبارتیں بھی کافی ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا کیا مطلب علماء کے نزدیک ہے پھر اس عبارت کو پیش کرنا اپنی جہالت کا پردہ فاش کرنا ہے۔

دوسرا حاشیہ کون سی چیز بدل گئی پر لکھا

۲ گردن مروڑی مرغی شاید آپ کے نزدیک حلال ہو کیونکہ اس کی جنس و فصل نہیں بدلی ۱۲ منہ

مولوی عاشق الٰہی صاحب نے منطق کی کوئی ایک کتاب بھی پڑھی ہے یا بدعت سمجھ کر بالکل کنارہ کش ہی رہے۔ میرے خیال میں اگر ایسا غوجی ہی پڑھے ہوتے تو گردن مروڑی مرغی کے بارے میں ایسا سوال نہ کرتے۔ اور جان لیتے کہ جس مرغی کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے، وہ جو ہر جسم نامی حساس متحرک بالارادہ تھی، اور گلا مروڑ دینے کے بعد نہ جسم نامی ہے، نہ حساس، نہ متحرک، بالارادہ مرغی کی نہ جنس میں داخل نہ فصل میں شامل، بلکہ اب سوا جو ہر و جسم کے اجناس بعیدہ میں بھی اشتراک ندارد۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ وہابیت اور عقل میں تباین کی نسبت ہے، کبھی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

حضرت شاہ فضل رسول پر دیوبندیوں کا افتراء:

تیسرا حاشیہ وہ تو بدرجہ اولٰی پر لکھا ۳

کیا عجیب قیاس ہے اس قاعدے کے موافق تو جس خون کے قطرہ سے نمازی کے اور کنوئیں کا منوں پانی ناپاک ہو جائے تو بدن جس میں اس کے سینکڑوں قطرے بھرے ہیں بدرجہ اولٰی ناپاک ہوا اور نماز کے قابل نہیں چلو نماز سے چھٹی مگر ساتھ اس کے وہ جانور جس کا گوشت خون سے بنا ہے ذبح کے بعد بھی نجس ہے گوشت بھی حرام ہوا ۱۲ منہ

اس حاشیہ کو بھی منہ لکھا اور حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر افترا کیا حالانکہ اس قسم کی لغویات سے ان کی شان ارفع و اعلیٰ ہے یہ مولوی صاحب کی فقہ دانی مناظرہ دانی ہے حضرت مولانا کی تقریر بہت واضح اور صاف ہے کہ اگر وہابیوں کے اعتقاد

کے مطابق حلال محض غیر خدا کا نام لگ جانے سے حرام ہو جائے تو جس حلال چیز کی پرستش و عبادت کی جاتی ہو جیسے گنگا کا پانی وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔ اس پر مولوی صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک قطرہ خون سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے تو بدن جس میں سینکڑوں قطرے خون بھرے ہوئے ہیں بدرجہ اولیٰ ناپاک ہوگا۔ قربان جایئے آپ کی علمی لیاقت اور فقہی قابلیت کے کیا بہترین قیاس فرمایا ہے کیوں جناب کیا خون کی بھی کوئی عبادت کرتا ہے جو آپ فرماتے ہیں اس قاعدہ کے موافق الخ علاوہ بریں اس معاوضہ سے اسے کیا نسبت فقہی حیثیت سے بھی یہ قیاس غلط ہے اس لئے کہ کنوئیں میں دم مسفوح پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو اسی طرح جب بدن پر بھی دم مسفوح کہیں سے پڑے گا ضرور بدن ناپاک ہو جائے گا۔ خون جب تک اپنے محل میں جسم کے اندر ہے مسفوح کب ہے جو اس کی ناپاکی کا حکم دیا جائے۔ نیز فقہاء کرام خروج دم کو ناقض وضو لکھتے ہیں نہ وجود دم کو اور یہ مسئلہ تو شاید جناب کے دشمنوں ہی کو معلوم ہو کہ نجاست جب تک اپنی جگہ پر رہتی ہے ناپاکی کا حکم اس پر شرعاً نہیں ورنہ پیٹ میں غلیظ مثانہ میں پیشاب رہنے کی وجہ سے انسان کو ہر وقت ناپاک ہونا چاہیے اور آپ کے قاعدہ سے نماز کے قابل نہیں۔ چلئے چھٹی ہوئی خوب ہی قاعدہ کا مسئلہ گھڑا کہ نماز سے ہمیشہ کیلئے فرصت ہوگئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرا قیاس کہ جانور چونکہ خون سے بنا ہے اس لئے بعد ذبح بھی ناپاک ہونا چاہیے اس نے تو قابلیت میں چار چاند لگا دیئے۔ کیا استحالہ کے بعد بھی شے کا وہی حکم رہتا ہے جو پہلے تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ گوبر کا اپلا ناپاک ہے جل کر جب راکھ ہوگیا کیا اب بھی ناپاک رہا یا پاک ہوگیا' شراب ناپاک و حرام ہے جب سرکہ بن گئی اور شراب نہ رہی تو کیا سرکہ ہونے کے بعد بھی ناپاک و حرام ہی رہے گا۔ تو جب دم مسفوح بعد استحالہ حیوان کے بعد میں گوشت ہوگیا اس کی نجاست و حرمت کیسے باقی رہے گی مگر ہے یہ کہ حامی دین و ملت ماحی وہابیت حضرت مولانا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نے آپ کے عقل و علم سب پر پانی پھیر دیا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

شاہ عبدالعزیز اور مولوی اسمٰعیل میں فرق:

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرح مست بادۂ الست تھے کہ ہر طرح کی کہا کرتے' نہ معاذ اللہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح دریدہ دہن بدزبان کہ جو جی میں آیا کہہ دیا۔ نہ بزرگوں کا خیال نہ بڑوں کا ادب' بلکہ وہ متبع سنت' حامی ملت' دینی عالم' وارث الانبیاء' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے سچے ناشر' کو جیسا ہونا چاہیے ان تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ اسی لئے وہابیہ ان سے خوش نہیں مگر صاف طور پر ان کے نسب پر طعن نہیں کرتے نہ علم پر نہ مرتبہ ولایت پر لاجرم دل ہی دل میں کڑھتے اور موقع بموقع گول مول سنا دیا کرتے ہیں۔ تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۲۴۷

ایک دن مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہیں اور مانتے ہیں مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو برا کہتے ہیں حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا میاں کہوں گا تو تمہیں بھی بری لگے گی اور مجھے بھی۔ بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحب ان کی رفع کرنا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ بات لگا کر کہتے تھے ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے شاہ صاحب نے فرمایا بھائی حدیث میں تو کہیں نہیں آیا ہے ہاں فعل مشائخ ہے میر محبوب علی صاحب وہاں موجود تھے۔ کہنے لگے سائل حدیث اور فعل مشائخ کو نہیں پوچھتا وہ تو جواز و عدم جواز دریافت کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا: اس پر پھر محبوب علی صاحب نے کہا صاف فرمایئے جائز ہے یا ناجائز۔ تب تو سائل بھی کہنے لگا جی ہاں میری غرض یہی ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی کو ڈانٹ کر کہا تو مجھے لوگوں سے گالیاں سنوانی چاہتا ہے ایک مرتبہ ما اھل بہ کا مسئلہ لکھا تھا تو اب تک گالیاں سن رہا ہوں اس وقت میر محبوب علی صاحب نے سائل سے کہا سن لو حضرت اس نماز کو ناجائز فرما رہے ہیں مگر گالیوں کی ڈر سے صاف جواب نہیں

دیتے۔ اس قصہ کے بعد امام ربانی نے فرمایا کہ: بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا بری بات چھوٹتی نہیں شاہ اسحٰق اور مولوی اسمٰعیل صاحب ان سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا مگر شاہ اسحٰق صاحب نے شقوق نکال کر کہا کچھ فائدہ نہ ہوا مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف منع کیا بہتیرے مان گئے الخ

آپ نے دیکھا کیسے مزے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کو بنایا ہے ابتداء میں کہا کہ ''وہ بات لگا کر کہا کرتے تھے'' اخیر میں کہا ''بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہیں ہوتا'' غرض یہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے علم وفتویٰ سے کچھ نفع نہیں ہوا (شاید اس لئے کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی طرح بات بات پر لوگوں کو مشرک نہیں کہا کرتے تھے) پھر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے متعلق یہ خیال کہ ''وہ گالیوں کے ڈر سے حق چھپاتے تھے اور صاف نہیں کہتے تھے'' کس درجہ ان کی کھلی توہین ہے اور ما اھل کے مسئلہ کو ثبوت میں پیش کرنا الٹی آنتیں گلے میں ڈالنا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کو دیوبندی حضرات گالیاں دیا کرتے:

اس لئے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک ما اھل میں بھی اہل حق کے مطابق وموافق ہے جیسا کہ رسالہ عمدۃ النصائح فی مسئلۃ الذبائح سے واضح تو اس بارے میں اگر گالیاں دی ہوں گی تو وہابیہ مولوی اسمٰعیل کے متبعین ہی نے دی ہوں گی پھر میر محبوب علی صاحب کا یہ کہنا کہ

''حضرت نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں مگر گالیوں کے ڈر سے صاف جواب نہیں کہتے''

عجیب خوش فہمی ہے بلکہ اگر یہ واقعہ واقعی حق ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ

میرے نزدیک یہ نماز جائز ہے فعل مشائخ سے ثابت ہے حدیث میں اس کا حکم نہیں تو ممانعت بھی نہیں لیکن صراحۃ جواز کا فتویٰ دوں تو وہابی حضرات گالیاں دینی شروع کر دیں گے جس طرح ما اھل کے مسئلہ میں رسالہ لکھا تو ان لوگوں نے گالیاں دیں۔

حالانکہ یہ ہی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تضحیک کیلئے گھڑا وہ حق کہتے میں کبھی

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ سجدے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

قیام میلاد پر اعلیٰ حضرت کے نظریات

۱ قیام میلاد کا جواز

۲ قیام میلاد پر لکھی جانے والی مستند کتابیں

۳ قیام میلاد پر مکہ و مدینہ کی مجالس

۴ میلاد النبی کا آغاز

۵ کائنات ارضی میں میلاد پاک کی جلوہ فرمایاں

لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرتے تھے جو بات حق ہوئی اس کو بیان فرماتے اور اگر تفصیل طلب ہوتی تو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے اگر گالیوں کے ڈر سے حق چھپانے والے ہوتے تو اتنی بڑی ضخیم کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' تحریر نہ فرماتے۔ بات لگا کر کہنے کی انہیں ضرورت کیا تھی۔ اس مسئلہ میں بھی صاف فرمایا کہ: حدیث سے ثابت نہیں اس لئے تم اپنے کو اگر اہل حدیث سمجھتے ہو اور جو بات حدیث سے ثابت ہو صرف یہی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم مت پڑھو۔ اعمال مشائخ سے ثابت ہے' جو سنی حضرات مشائخ کے ماننے والے ہیں ان کو چاہیے کہ پڑھیں۔ کس قدر صاف اور سیدھی بات تفصیل کے ساتھ جواب ہے اس کو برے لفظوں سے تعبیر کیا اور بات لگا کر جواب دینا بتایا بات وہی ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شرک فروش مشرک گر نہ تھے' اس لئے باوجود استاذ الاساتذہ ہونے کے ان پر بھی چوٹ کر ہی دی اور ان کو کتمان حق کرنیوالا' مداہن فی الدین وغیرہ بنایا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون o

''قیام میلاد'' کا جواز:

جناب مفتی صدر الدین آزردہ مولوی عبدالغنی و حضرت شاہ احمد سعید یہ تینوں حضرات مولوی گنگوہی صاحب کے استاد تھے۔ لیکن مولوی عبدالغنی کے ایسے خیالات ان دونوں حضرات کے نہ تھے۔ اس لئے ان دونوں کو طرح طرح سے بنایا ہے۔ ایک واقعہ لکھا ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۱ اس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑے تھے۔ انہیں دنوں جناب مفتی صدر الدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام در میلاد کا لکھ کر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے اور پڑھ کر سنایا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے اتفاق سے جلسہ میں شاہ عبدالغنی صاحب بھی موجود تھے۔ مفتی صاحب ان کی طرف مخاطب ہوئے گویا ان سے بھی داد لینا چاہتے تھے۔ تب شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ:

> ان باتوں کو کون منع کرتا ہے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر جائز نہیں ہے انکار تو اس پر ہے کہ قیام سے تعظیم مدنظر ہے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ فقط ذکر ولادت شریف کے وقت قیام ہو اور وقت نہ ہو بلکہ ذکر ولادت شریف بھی اگر مجلس مولود کے علاوہ دوسری جگہ ہو تو کوئی کھڑا نہ ہو آپ ان باتوں کی دلیل

لکھیں جن کا انکار ہے۔

اس تقریر پر شاہ احمد سعید صاحب نے بھی فرمایا کہ: ہاں ٹھیک تو کہتے ہیں۔ آخر مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے اور اپنی تحریر لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید اور مفتی صاحب کا شاگرد ہوں۔ مفتی صاحب نے اس تحریر کو ایسا بند کر کے رکھا پھر کبھی ظاہر نہ کیا۔ اس واقعہ میں مفتی صدر الدین صاحب کے ساتھ شاہ احمد سعید صاحب کو بھی لے ڈالا کہ ان کی بات کا کوئی وزن نہ تھا۔ ان کی تصدیق کی کوئی وقعت نہ تھی۔ پہلے مفتی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کی، پھر شاہ عبدالغنی صاحب کی بات کو ٹھیک کہا۔ حالانکہ یہ سب بالکل گپ اور علمی پایے سے گری ہوئی بات ہے۔ اس لئے کہ جب قیام سے انکار نہیں تو اعتراض اس پر کرنا چاہیے کہ اور وقت کیوں نہیں کرتے ہیں نہ کہ اس وقت خاص میں کرنے پر۔ کیا کوئی ''جائز مباح'' مستحب کام اگر کسی وقت کریں اور دوسرے وقت نہ کریں تو نہ کرنے پر اعتراض ہونا چاہیے نہ کہ کرنے پر اور جب کرنے پر اعتراض ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو جائز سمجھنے کا دعویٰ زبانی ہے۔ اس کو اس طرح خیال کرنا چاہیے کہ کوئی شخص مثلاً صرف فجر کی نماز پڑھا کرے اور کسی وقت کی نہ پڑھے تو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ اور وقتوں کی نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو نہ یہ کہ تم فجر کی نماز کیوں پڑھتے ہو۔ یہی شاہ عبدالغنی صاحب کا پہاڑ اتنا بڑا اعتراض تھا جس کو سن کر بقول ان کے مفتی صاحب ہکا بکا رہ گئے نیز تمام علمائے کرام وصوفیائے عظام جو قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کو مستحسن سمجھتے ہیں وہ ان گنگوہی صاحب یا ان کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے ہیں مگر ہے یہ کہ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے اب میں بعض علمائے کرام کے اسماء کرام لکھتا ہوں جو قیام میلاد شریف کو مستحسن فرماتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر ان حضرات کی حقیقت کھل جائے۔

میلاد پر لکھی جانیوالی کتابیں اور قیام کرنے والے علماء کرام:

(۱) علامہ علی بن برہان الدین علی صاحب کی سیرت مبارکہ'' انسان العیون'' (۲) علامہ تقی الدین سبکی (۳) علامہ سید جعفر برزنجی صاحب رسالہ ''عقد الجوہر'' (۴) مولانا رفیع

الدین صاحب کی ''تاریخ الحرمین'' (۵) فاضل اجل جعفر بن اسمٰعیل علوی مدنی صاحب کی ''الکوکب الازہر علیٰ عقد الجوہر'' (۶) فقیہ محدث عثمان ابن حسن دمیاطی صاحب رسالہ ''اثبات القیام'' جنہوں نے تصریح فرمائی فد اجتمعت الامۃ المحمدیہ من اھل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام المذکور وقال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی بیشک امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی (۷) علامہ مدالقی رحمۃ اللہ علیہ (۸) علامہ ابوزید مصنف ''رسالۂ میلاد'' (۹) حضرت زین الحرم عین الکرم مولانا سید احمد بن زینی دحلان مکی مصنف کتاب مستطاب ''الدّر السنّیہ فی الرد علی الوہابیہ'' (۱۰) علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی مفتی حنفیہ مکہ معظّمہ (۱۱) علامہ انباری مصنف ''مورد الظمآن'' (۱۲) مولانا جمال عمر (۱۳) مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال (۱۴) مولانا محمد بن محمد کتبی مکی (۱۵) مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی (۱۶) مولانا محمد بن یحیٰ حنبلی مفتی حنابلہ (۱۷) مولانا عبداللہ بن محمد مفتی حنفیہ (۱۸) سراج العلماء مولانا عبداللہ سراج مکی مفتی حنفیہ (۱۹) مولانا عمر بن ابی بکر شافعی (۲۰) مولانا محمد بن حسنین کتبی حنفی (۲۱) مولانا محمد بن محمد عرب شافعی (۲۲) مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی (۲۳) مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ (۲۴) مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی (۲۵) مولانا ناصر بن علی بن احمد (۲۶) مولانا عباس بن جعفر بن صدیق (۲۷) مولانا احمد فتاح (۲۸) مولانا محمد بن سلیمن (۲۹) مولانا محمد حبلس (۳۰) مولانا محمد صالح (۳۱) مولانا یحیٰ بن مکرم (۳۲) مولانا علی شامی (۳۳) مولانا علی بن عبداللہ (۳۴) مولانا علی طحان (۳۵) مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن (۳۶) مولانا محمد بن عبداللہ (۳۷) مولانا احمد بن خلیل (۳۸) مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی

قیام میلاد کے جواز میں علمائے مکہ و مدینہ کا فتویٰ:

ان تمام علماء کی عبارتیں جن کو دیکھنی ہوں اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ، فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ ''اقامۃ القیامہ علیٰ طاعن

القیام لنبی تہامہ" مطالعہ کرے۔ اس کے علاوہ علمائے مدینہ منورہ نے استحباب و استحسان قیام وقت ذکر ولادت شریف کے بارے میں فتویٰ دیا جس پر تیس علمائے کرام کی مہریں ہیں۔ نیز علمائے مکہ معظمہ نے میلاد و قیام کے استحباب کا فتویٰ دیا' جس میں فرمایا:

فالمنکر ھٰذا مبتدع بدعة سئية مذمومة لانكاره علىٰ شئ حسن عنداللّٰه وعند المسلمين یعنی قیام و مجلس میلاد کا منکر بدعتی ہے اور اس کی بدعت سیۂ مذمومہ ہے کہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا جو خدا اور مسلمانوں کے نزدیک نیک تھی۔

اس پر پنتالیس علمائے کرام کی مواہیر و تصدیقات ہیں پچاس علمائے کرام نے قیام میلاد کے جواز میں فتویٰ دیا تھا۔ ان کے علاوہ رسالہ "غایت المرام" میں علمائے ہند کے بھی چھپے ہیں جن پر پچاس سے زائد مہر و دستخط ہیں۔ اب منصف انصاف کرے آیا اس قدر علمائے مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' جدہ' حدیدہ' روم و شام' مصر و دمیاط' یمن و زبید' بصرہ و حضر موت' حلب و حبش' برزنج و برع' کردستان' اندلس و ہند کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول ہے یا چند وہابیہ بدمذہب اور ان کے ہم خیال مولویوں کا قول بلا دلیل۔ رہا یہ کہ وقت ذکر ولادت شریف کے کیوں قیام ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں اس کی وجہ نہایت روشن اولاً صدہا سال سے علماء کرام و بلاد دارالاسلام میں ایسا ہی معمول تھا ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صور تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے اور یہ صورت وقت قدوم معظم بجا لائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المعظمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی واللہ اعلم۔

مفتی صدر الدین پر دیوبندیوں کا شرمناک الزام:

پھر اسی کتاب کے ص ۳۳ پر مفتی صدر الدین صاحب سے ملنے اور ان کی دعوت کرنے کا حال لکھ کر لکھا کہ

ان باتوں کے بعد نہایت محبت سے فرمانے لگے۔ میاں رشید یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم اور تم کھانا ایک جگہ کھائیں۔ حضرت مولانا نے مناسب طرز پر جواب دیا

اور آخر مفتی صاحب کے اصرار سے کھانا وہیں تناول فرمایا: مفتی صاحب نے فرمایا میاں رشید تم ہی اچھے ہو کہ تارک دنیا ہو گئے، ہماری نوکری جائز نہیں تھی اور ہم خوب سمجھتے تھے کہ جائز نہیں ہے۔ مگر بزور علم اس کو جائز کہتے تھے۔

نعوذ باللّٰہ منہا افترا کسی آدمی پر کرے تو ایسا ہی جیسا افترا جس میں ایک لفظ بھی صحیح نہ ہو۔ کہاں حضرت مفتی صاحب صدر الصدور اور کہاں یہ میاں رشید شاگرد رشید، اور ان سے لجاجت سے یہ فرمایا کہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم تم کھانا ایک جگہ کھائیں۔ گپ کی بھی حد ہوگئی۔ مفتی صاحب کا فرمانا ان کیلئے کافی تھا کہ کل میرے یہاں کھانا کھانا اور ان کی سعادت مندی تھی اس کو قبول کرنا۔

دوسری گپ جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ تم ہی اچھے رہے کہ تارک الدنیا ہو گئے تارک الدنیا کی بھی ایک ہی کہی۔ حضرت مفتی صاحب کام کر کے ملازمت کر کے روپیہ حاصل فرماتے تھے، تو انہوں نے دنیا کمانے کا ذریعہ پیری مریدی قرار دیا تھا۔ مریدوں کے نذر و ہدایا سے دنیا چلتی تھی۔ تارک الدنیا ہونے کی بھی خوب رہی۔ مجھے یاد آتا ہے کہ گنگوہی رشید احمد مریدوں سے بے تحاشا نذرانہ بٹورتے تھے۔ جب ۱۳۲۳ھ میں گنگوہی صاحب کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے جو غالباً مرید ورنہ معتقد ضرور تھے فخریہ بیان کیا تھا کہ حضرت کے یہاں نذر و نذور کی اس قدر کثرت تھی کہ جب ان کا انتقال ہوا تو پانچ سو سے زیادہ گھڑیاں تھیں، جو لوگوں نے نذر دی تھیں، اور انتقال سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے صاحبزادے نے اعلان کیا تھا کہ اگر ستر ہزار کی جائیداد بک رہی ہو، کہیں فروخت ہوتی ہو تو میں لے لوں گا اور پھر یہ ''تارک الدنیا'' تھے۔ اور جناب مفتی صاحب معاذ اللہ دنیا دار جن کو حلال حرام کی تمیز نہ تھی بلکہ جان بوجھ کر حرام کو حلال جانتے اور حلال کہتے تھے۔

اسی کتاب کے ص ۳۴ پر شاہ عبدالغنی صاحب کی تعریف کر کے مفتی صدر الدین صاحب کو اس طرح بنایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے احتیاط و تقویٰ کا یہ حال تھا کہ ایک بار مفتی صدر الدین صاحب نے ایک کتاب شاہ صاحب کے یہاں سے منگوالی۔ اور چونکہ اس کتاب کی جلد پرانی ہونے کے باعث خراب تھی۔ نئی جلد بندھوا کر شاہ صاحب

کے پاس اس کتاب کو واپس کیا اور لے جانے والے سے کہہ دیا کہ شاہ صاحب سے عرض کر دینا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے تنخواہ سے نہیں دی گئی (مفتی صدر الدین صاحب سرکاری ملازم بعہدہ صدر الصدور مامور تھے اور اس کی تنخواہ فقہ سے ناجائز ہے) اس وقت تو شاہ عبدالغنی صاحب نے کتاب رکھ لی دوسرے دن جلد توڑ کر علیحدہ کر دی کیوں''

جناب یہ کہاں کی فقہ دانی و دیانت ہے؟ فقہ کا کون سا جز یہ ہے؟ جس سے سرکاری نوکری حرام ہے اور اس کی تنخواہ ناجائز اور اگر بالفرض یہی سہی تو جناب مفتی صاحب نے کہلوا بھیجا تھا کہ موروثی دکانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے اس کے ماننے میں شاہ صاحب کو کیا عذر تھا اور ان کی تکذیب کی کیا وجہ۔ کیا جو شخص سرکاری ملازم ہو اس کی موروثی چیزیں ناجائز و حرام ہو جاتی ہیں علاوہ بریں جلد توڑ کر اضاعت مال یہ کہاں کا مسئلہ ہے۔ بہت احتیاط تھی تو اس کی اجرت اپنے پاس سے بھجوا دیتے۔ یہ دونوں استادوں کی تعریف ہے یا ہجو ملیح۔ نیز مولوی عاشق الٰہی صاحب کے شیخ الہند کے والد ماجد مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی بھی تو سرکاری ملازم تھے۔ ان کی تنخواہ جس سے شیخ الہند اور ان کے اعزہ کا گوشت پوست پلا' جائز تھی یا حرام؟ مہربانی کر کے مولوی عاشق الٰہی صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے[1]۔

---

[1] مفتی صدر الدین آزردہ ۱۲۰۴ھ ۱۷۸۹ء دہلی میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں رہ کر علوم عقلیہ و نقلیہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق دہلوی سے حاصل کئے۔ مولانا فضل امام خیر آبادی سے فلسفہ اور حکمت جیسے علوم پر عبور حاصل کیا' انگریز حکومت نے آپ کو مفتی اعظم اور صدر الصدور کا عہدہ دیا تھا اور مسلمانوں کے تمام شرعی امور کے آپ ہی فیصلے کرتے تھے۔ آپ مدرسہ ''دارالبقا جامع مسجد دہلی'' کے طلباء کی کفالت کرتے تھے' جنگ آزادی میں جہاد کے فتوی پر دستخط کئے۔ حکومت نے آپ کی ساری جائیداد ضبط کر لی۔ کئی ماہ نظر بند رہے۔ مگر تحقیقات پر بری ہو گئے۔ کچھ جائیداد تو واگذار ہو گئی مگر بہت سی جائیداد خرد برد ہو گئی۔ آپ کے حلقہ تدریس میں بے شمار اہل علم حاضر ہوتے اور علمی استفادہ کرتے تھے۔ آپ کو جتنی تنخواہ ملتی طلباء اور علماء پر صرف کر دیتے تھے آپ کو عربی' فارسی اور اردو ادب سے بڑا لگاؤ تھا۔ شعر کہتے تو اہل سخن سے داد پاتے۔ سر سید احمد خان نے اپنی مشہور کتاب ''آثار الصنادید'' میں آپ کا کلام شائع کیا ہے۔ خوش نویسی بہادر شاہ ظفر سے سیکھی۔ تین لاکھ روپے کا کتب خانہ جنگ آزادی کے دوران ضائع ہو گیا تھا۔ آپ مرزا غالب' شیفتہ' مومن' مولانا فضل حق خیر آبادی سے گہرے تعلقات رکھتے تھے۔ سر سید احمد خان' نواب آف رامپور نواب صدیق حسن خان بھوپالی' مولوی قاسم نانوتوی' مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی فقیر محمد جہلمی آپ کے نامور شاگرد تھے۔ آپ کے دیوبندی شاگردوں کو آپ سے چڑ تھی۔ کیونکہ وہ صحیح العقیدہ سنی عالم دین تھے۔ وہ شاگرد ہونے کے باوجود ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے رہتے اور آپ کو حرام خور تک کہہ جاتے تھے۔ آپ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء کو فوت ہوئے (استفادہ تذکرہ علمائے ہند)

دیوبندی اپنے استاد صدر الدین آزردہ کو حرام خور لکھتے تھے:

اسی صفحہ پر ایک اور واقعہ لکھا ایک دن حضرت مولانا نے مفتی صدر الدین صاحب کا تذکرہ فرمایا کہ: مرض الموت میں جب مفتی صاحب پر فالج گرا تو خوف الٰہی اس قدر غالب ہوا کہ برابر رویا کرتے تھے اور جب کوئی شخص عیادت کیلئے پاس جاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ بھائی "تمام عمر میری حرام خوری میں گذری" اگرچہ میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا بھلا پھر نجات کی صورت کہاں؟ یہ الفاظ فرماتے اور بے اختیار رویا کرتے۔ صدر الصدور کی نوکری نہ فقہ کے رو سے ناجائز نہ ہرگز جناب مفتی صدر الدین صاحب نے یہ فرمایا ہوگا کہ تمام عمر میری حرام خوری میں گذری' میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا۔ معاذ اللہ! معاذ اللہ! ایک عالم دین ایسا کہے جان بوجھ کر دیدہ و دانستہ ناجائز حرام کمائی کمائے۔ ہاں خوف الٰہی سے رونا یہ ان کے مرتبہ علیا کی دلیل ہے۔ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے!

مفتی صدر الدین سنی العقیدہ تھے:

جناب مفتی صاحب کا جو مرتبہ تھا اس مرتبہ کے لحاظ سے فتویٰ کے اعتبار سے تقویٰ کا خیال زیادہ ہوگا اور بات بات مین خوف خشیت الٰہی کا لحاظ رکھتے ہوں گے۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ حرام جان کر پھر بھی اس کو کھا رہے ہوں۔ مگر جناب مفتی صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ تھے میلاد شریف وغیرہ کو جائز جانتے تھے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا رد کیا تھا۔ اس لئے ان کی توہین کی جا رہی ہے۔ **الا لعنة اللّٰه على الظلمين۔**

حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے مولوی رشید احمد صاحب کو شرف تلمذ تھا لیکن چونکہ شاہ صاحب بھی سنی صحیح العقیدہ تھے اور مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کی کتاب کا جواب انہوں نے ہی لکھا تھا اس لئے مولوی صاحب نے ان کی بھی بے عزتی کر ڈالی۔ ص ا میں ہے ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ شاہ احمد سعید صاحب نے "مائۃ مسائل" مولانا اسحٰق صاحب کا رد کیا ہے اور وہ چھپ بھی گیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ: شاہ صاحب سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مائۃ مسائل کے دو چار مسئلوں سے ان کو اختلاف ہو۔ مگر یہ کہ سب سے اختلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں آتا

''مأتہ مسائل'' کا جواب ان کی تصنیف سے موجود پھر اس میں سمجھ میں نہ آنے کی کیا بات ہے اور رد کرنے کیلئے سب مسئلے سے خلاف ہونا کیا ضرور آپ نے ''انوار ساطعہ'' کا رد ''براہین قاطعہ'' لکھا اور اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد صاحب کے نام سے چھپوایا تو کیا آپ کو اس کے سب مضامین سے اختلاف تھا۔

مولوی رشید احمد کے استغراق کی باتیں:

اس کے بعد شاہ صاحب کے دو تین واقعے بیان کئے جن کو لفظ استغراق سے چھپایا ہے استغراق اور شے ہے حماقت چیزے دیگراست لکھتے ہیں کہ استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک بوڑھا شخص ماشاء اللہ خاں نامی ہمیشہ سے ان کے ساتھ رہا ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر داڑھی منڈی رکھتا تھا کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ماشاء اللہ داڑھی منڈواتا ہے اور برابر آپ کی مجلس میں بھی آیا کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ: اچھا وہ ایسا کرتے ہیں۔ اب آئیں گے تو منع کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد خاں صاحب جو حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے ان سے پوچھا کہ خاں صاحب تم داڑھی منڈواتے ہو؟ خاں صاحب نے جواب دیا کہ حضرت ابھی میری داڑھی نکلی ہی کہاں ہے' شاہ صاحب کو فوراً یقین آ گیا اور فرمایا ہاں سچ ہے اور شکایت کرنے والوں سے کہا کہ میاں ابھی اس کی داڑھی نکلی کہاں ہے؟ اگر اسی کا نام استغراق ہے تو مولوی رشید احمد صاحب کا استغراق جناب شاہ احمد سعید صاحب سے بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ایک صوفی صافی دوسرے کے عیوب کی طرف خیال نہ کرے اور ایک مسلمان کو سچا جان کر بوڑھے شخص کے کہنے پر یقین کر لے کہ ابھی اس کی داڑھی نہیں نکلی ہے اس لئے کہ جس کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے۔ اس کی داڑھی عام مردوں کی طرح نہیں نکلتی ہے لیکن مولوی رشید احمد صاحب کا یہ استغراق بہت بڑھا ہوا ہے کہ مولوی صاحب جناب شاہ احمد سعید صاحب کے شاگرد ہیں لیکن استغراق کی وجہ سے انہیں کچھ خبر نہیں کہ شاہ صاحب نے مولوی اسحٰق صاحب کے ''مأتہ مسائل'' کا جواب لکھا یا ''مسائل اربعین'' کا رد کیا ہے۔ نیز یہ ڈبل استغراق بالائے استغراق ہے کہ ''رد'' کے معنی یہ ہیں کہ پوری کتاب کا جواب لکھا جائے رد

کیا جائے۔ یوں تو حضرت سید الفحول مولانا شاہ فضل رسول صاحب نے بھی ''مأتہ مسائل'' کا جواب تحریر فرمایا ہوگا۔ اس لئے کہ ''مأتہ مسائل'' میں جو مسائل مسلک حق کے خلاف ہیں ''تصحیح المسائل'' میں انہیں کا تو جواب لکھا ہے نہ کہ ایک ایک کر کے تمام مسائل کا اور یہ مولوی ولایت حسین صاحب دیوروی شاگرد مولوی رشید احمد صاحب کا استغراق بھی کچھ کم نہیں۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے ''مأتہ مسائل'' کا جواب کہاں اور کب لکھا ہے اور وہ کس مطبع میں چھپا ہے۔ شاہ صاحب نے ''مسائل اربعین'' کا رد لکھا۔ مأتہ مسائل کا رد جناب مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے مگر ہے یہ ع

کہ ایں خانہ تمام آفتابست!

شاہ احمد سعید کی کچی پکی باتیں:

اسی حصہ کے ص ۳۴ پر ہے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں جیسا کہ صوفیوں کا حال ہے کچی پکی سب طرح کی باتیں تھیں اسی کے ص ۳۲ پر ہے کہ شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے جو کسی نے کہا ''ہاں'' سو اگر کسی نے کچھ لکھ کر پیش کر دیا ہو اور آپ کا نام اس پر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کرلیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجب نہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون استاد کی تجہیل و تحمیق کی حد ہوگئی۔ اسی ص ۳۳ پر لکھا ہے کہ شاہ احمد سعید صاحب پر ایک حالت کا غلبہ تھا جس میں شاہ صاحب معذور تھے حسن ظن، دلدہی، مروت اور سب سے زیادہ استغراق و محویت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مبتدعین کو بھی فی الجملہ اپنی کار براری کا موقع مل جاتا تھا''

دیوبندیوں کا اندازِ تنقید

ناظرین انصاف فرمائیں کہ ایک عالم، متقی، پاکباز، صوفی، شرعی ذمہ دار شخص کی کیا یہ واقعی تعریف ہے یا سنی صحیح العقیدہ رادِ وہابیہ ہونے کی وجہ سے ہجو ملیح تو جب ان سعادت مندوں کی زبان وقلم سے ان کے سنی اساتذہ بھی محفوظ نہ رہے تو ایک معاصر اور وہ بھی شیر بیشۂ حق و دیانت جو ہمیشہ ان کی اصلاح کے درپے، ان کی غلطیوں کو درست کرتا رہا ہو، انکی

کتابوں مسئلوں کا دندان شکن جواب تحریر کرتا رہا ہو' جس پر دانت پیسنے اور خاموش ہو رہنے کے سوا مرتے دم تک کسی تحریر کے جواب دینے کی ہمت نہ پڑی ہو' اس کے خلاف وہ اور ان کی ذریات جس درجہ دریدہ دہنی و بدزبانی کریں بہت تھوڑا ہے مگر یقین کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن ان جھوٹوں کا پردہ چاک ہوگا اور اپنے کئے کی سزا پائیں گے الا لعنة اللّٰه علی الظلمین الا لعنة اللّٰه علی الکٰفرین خیر ان لوگوں کی ہرزہ سرائیوں' ژاژ خائیوں' کا کہاں تک ذکر کیا جائے اب فقیر اس بحث کو اس پر چھوڑ کر اصل مقصد و عنوان یعنی اخلاق کریمہ اعلیٰ حضرت پر واقعات بیان کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت ایک کمسن بچے کی دعوت پر آ جاتے ہیں:

جناب سید ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کم سن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی میری بوا (یعنی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے' کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا۔ اس پر ان صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا پھیلا دیا جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں کہنے لگے دیکھئے نا یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے انکے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا اچھا میں اور یہ حاجی کفایت اللہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کل دس بجے دن کے آئیں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا مکان کا پتا دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتا بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ (یہ ہے حدیث شریف لو دعیت الی کراع لاجبته) کی تعمیل دوسرے دن وقت معین پر حضور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلئے۔ انہوں نے عرض کیا کہاں فرمایا ان صاحبزادے کے یہاں دعوت کا وعدہ جو کیا ہے آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہوگیا ہے یا نہیں۔ عرض کیا ہاں حضور ''ملوکپور'' میں ہے اور ساتھ ہولئے۔ جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے یہ کہتے ہوئے ارے بوا! مولوی صاحب آ گئے' اندر مکان کے چلے گئے دروازہ پر ایک چھپر پڑا تھا وہاں کھڑے ہو کر حضور

انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے لاکر رکھ دی اور کہنے لگے لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں ہاتھ دھونے کیلئے پانی لے آیئے۔ ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور طنزاً فرمایا ابھی کیوں کہا کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا۔ اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آ گئے حضور نے دریافت فرمایا آپ کے والد صاحب کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں۔ دروازہ کے پردے میں سے ان صاحبزادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا حضور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ وہ کسی زمانہ میں نوبت بجاتے تھے اس کے بعد توبہ کرلی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ حضور نے **الحمدللّٰہ** کہا اور دعائے خیروبرکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دھلوائے اور خود ہاتھ دھو کر شریک طعام ہوگئے مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کر رہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے۔ غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال ہوتا ہے۔ یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے۔ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کیلئے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا حضور بھی برابر تناول فرماتے رہے۔ وہاں سے واپسی میں پولیس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب کے شبہہ کو رفع فرمانے کیلئے ارشاد فرمایا: اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

اعلیٰ حضرت نے ایک خستہ حال شخص کی دعوت قبول کرلی:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانے میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔ محلہ بانس منڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔ دوسرے دن گاڑی آئی اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا مولانا آپ بھی چلیں۔ گرمی کا زمانہ تھا اور بعد مغرب کا وقت مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان صاحب منتظر تھے باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اندر مکان کے

تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر دری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالبًا گائے کے گوشت کا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی۔ نگاہ اوپر اٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر پڑا سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لئے اس سے جو ہوسکا حاضر کیا لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے اگر شوربہ دار ہوتا تو شوربے ہی پر اکتفا فرماتے ہیں۔ اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ **بسم اللّٰہ الذی لا یضُر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السمآء وھو السمیع العلیم** پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھائے ہرگز ضرر نہ دے گا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے شبہے کا جواب ہے۔ میزبان صاحب میرے ملاقاتی تھے۔ جب کھانے کے بعد میں ہاتھ دھونے لگا تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تاکہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک میرے یہاں پہنچے نان نمک جو کچھ ہوسکے حاضر خدمت کروں' حضور کھانے کے بعد دعا فرمائیں تو گھر میں خوشحالی آئے اور برکات دین و دنیا حاصل ہوں۔

اعلیٰ حضرت خود کھانا کھلاتے ہیں:

ذکاء اللہ خاں کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک زمانے میں حسن میاں والے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز شہر میں کسی جگہ حضرت کا تشریف لے جانا ہوا خادم ہمراہ گیا واپسی پر دوپہر کے کھانے کا وقت تھا فرمایا ذرا ٹھہرئے گا یہ کہہ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے چند منٹ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میرے لئے سینی میں کھانے لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور مجھ سے فرمایا کھائیے۔ میں شرم اور ندامت کے مارے ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر حضرت کے اصرار کی وجہ سے کھانا دست مبارک سے لے لیا اور کھا لیا۔

سید ایوب علی کے لڑکے کو اعلیٰ حضرت نے سزا دی:

جناب سید ایوب علی کا بیان ہے کہ فقیر کا لڑکا یعقوب علی عرف جیلانی میاں بیان کرتا

ہے کہ اعلیٰ حضرت کی کچھ ہلکی سی صورت یاد ہے۔ ایک واقعہ میں مجرم کی حیثیت سے حضرت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ والدہ' میرے ضدی اور شریر ہونے کی وجہ سے مجھے بہت کم ساتھ لے جایا کرتی تھیں اس دن والدہ اپنے ساتھ مجھ کو اور میری خالہ زاد بہن کو جو میری ہم عمر تھی لے گئی تھیں۔ اس کو میں ''بلا'' کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی میں نے چڑایا اور شاید مارا بھی۔ وہ شکایت لے کر حضرت قبلہ کے پاس گئی کہ دیکھئے حضرت! جیلانی میاں نے مجھے مارا ہے۔ حضرت نے جب سنا تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور فرمایا بلاؤ جیلانی کو۔ وہ سمجھے کہ ان کے پوتے جیلانی میاں نے یہ شرارت کی ہے۔ چنانچہ مجھے حاضر کیا گیا اور میری بہن نے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے اور ہم دونوں سے مسکرا کر پوچھا بھائی تم نے کیوں مارا۔ میں نے کہا حضرت یہ ''بلا'' ہے اس لئے مارا ہے اور ہم دونوں ان کے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ کھا کر بھاگ آئے اللہ اللہ مہمان کی کتنی خاطر داری ملحوظ ہے۔

ہر بیماری کیلئے ایک ہی دعا:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا' گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی وہ باصرار لے گئے اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے ان کی بھی دعوت تھی میرے ساتھ تشریف لے گئے وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ: آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے' بہتر ہے کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں وہی پوریاں کباب کھائے اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہوگیا مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اترتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ قراءت بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت

مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے ان دنوں بریلی میں مرض طاعون تھا ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے **الحمدللّٰہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضّلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا** جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا **الحمدللّٰہ تعالیٰ** آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔

آشوب چشم کیلئے ایک ہی دعا:

البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے افسوس ہے مجھے نوعمری میں اکثر آشوب چشم ہو جایا کرتا تھا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہیں ہوا۔ اسی زمانے میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی دوسری دبی وہ بھی صاف ہوگئی مگر درد، کھٹک، سرخی کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ افسوس اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے تین بیماریوں کو مکروہ نہ جانو ''زکام'' کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے ''کھجلی'' کہ اس سے امراض جلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔ ''آشوب چشم'' نابینائی کو دفع کرتا ہے۔ اس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا ایک اور مرض پیش آیا جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ میں لگاتار تصانیف کے سبب ایک مہینہ باریک خط کی کئی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھتا رہا۔ گرمی کا موسم تھا دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا۔

اٹھائیسواں سال تھا آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز سر سے دہنی آنکھ میں اتر آئی بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا تو اوسط شیئ مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا اس کے نیچے شیئ کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں ایک ڈاکٹر اس زمانہ میں علاج چشم میں بہت سربرآوردہ تھا ''سنڈرسن یا انڈرسن'' کچھ ایسا ہی نام تھا میرے استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا کہ: اسے آنکھ دکھائی جائے علاج کرانے نہ کرانے کا اختیار ہے ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا کہ کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست آ گئی ہے پندرہ دن کتاب نہ دیکھئے۔ مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ حکیم سید مولوی اشفاق حسین صاحب مرحوم سہسوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے فرمایا مقدمۂ نزول آب ہے بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا اس نے کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا کچھ نے بیس برس بعد کہئے تھے انہوں نے سولہ برس بعد چار برس کہے' مجھے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا جاتا۔ الحمدللہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گذر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا۔ میں نے کہا کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ کروں گا یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا میرے دل نے در[illegible]ہی میں عرض کی اللھم صدق الحبیب

وکذّب الطبیب۔ کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں استعمال کیا کرو۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا' میں نے اشارے سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ لانے کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے گول مرچ کس طرح سمجھیں' غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں بدقت تمام میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا سا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہوکر دبا لیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف و اذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمداللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں' منہ کھل گیا' میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہوگیا ہے۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔

اعلیٰ حضرت کی خوش خطی کے مختلف انداز:

اکثر علمائے کرام جس درجہ علم و فضل میں کامل ہوتے ہیں نسبۃً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ حضرت بحرالعلوم علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے بھی نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لئے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے کسی جگہ عبارت نہ چلی' حضرت سے دریافت کیا' پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے بتا دیا' دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماءٔ و اساتذۂ زماں کو دیکھا مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت کے خصوصیات سے تھا کہ جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا اسی درجہ نسخ' نستعلیق' شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس۔ چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا چنانچہ رسالۂ مبارکہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کیلئے

بھیجنا تھا اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے اس وقت اس کا تجربہ کہ حضرت کیسے زودنویس تھے۔

اعلیٰ حضرت کی زودنویسی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا تھا بلکہ تجاوز کر جاتا نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود ''فتاوٰی رضویہ'' کی قلمی جلد میں ایک رسالے کی نستعلیق خط میں زیارت کی ہے جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سرِ موفرق نہ ہو۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس رسالہ کا نام ''**مقامع الحدید علی خدالمنطق الجدید**'' ہے میری رائے ہے کہ یہ رسالہ فوٹو کر کے شائع کیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کے وعظ وتقریر کا انداز:

حضرت سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ: جناب مولانا احمد رضا خاں وعظ بیان فرمانے سے بہت احتراز فرماتے تھے۔ ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا۔ لوگ رک گئے' مولانا کو اعلان کرنا بہت ناگوار گذرا مگر جناب مولانا عبدالقادر بدایونی نے فرمایا مولانا لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرما دیجئے۔ سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضوٴ جدید کر کے سورۂ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

جامع حالات فقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا اور غالبًا یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعے کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وعظ کا اعلان کر

دینا۔ انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔ سب حضرات سنن و نوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔ جب اعلیٰ حضرت سنن و نوافل سے فارغ ہوئے دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق و شوق بیٹھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ: میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: آپ نے مجھے پہلے سے اطلاع نہیں دی مولانا نے فرمایا کہ: آپ کیلئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پراثر زبردست وعظ فرمایا۔ مولانا عبدالقیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ: کوئی عالم کتابیں دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے اور پراز معلومات پراثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کرسکتا ہے۔ یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔

حضرت سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔ جناب قاضی عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ رئیس عظیم آباد محلّہ لودی کٹرہ نے مصلحین ندوہ اہل سنت و جماعت کا جلسہ بھی وہیں منعقد کیا تھا' اس میں اکثر و بیشتر علماء اہل سنت و جماعت تشریف فرما تھے۔ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان شروع ہوا شب کا وقت تھا میں اور مولانا عبدالقادر صاحب جلسے میں نہ تھے قیام گاہ پر تھے۔ میں سونے کو لیٹ گیا تھا۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے مجھے جگا کر فرمایا کہ: میاں' مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں چلیئے۔ ہم سب بھی جلسے میں جا پہنچے بہت زور دار بیان مولانا فرما رہے تھے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ ندوی حضرات اپنے کو مخفی کئے ہوئے یہاں موجود ہیں' ندوہ پر اشد کامل رد فرما رہے تھے جس کو سننے کی صنادید ندوہ کو تاب نہ رہی اور وہ ایک ایک دو دو کر کے کھسکنا شروع ہوئے۔ یہ حالات دیکھ کر مولوی ہدایت رسول صاحب نے مجمع کے درمیان باآواز بلند فرمایا ابھی سے کہاں چلے ابھی تو پہلا ہی جز کہہ ہے ذرا تو ٹھہریئے۔

جھوم جھوم اٹھے ہیں نغمات ''رضا'' سے بوستاں

اعلیٰ حضرت کی تقاریر و خطابات

شنیدہ بودی ''احمد رضا'' من آنستم!

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے یہ تمام و کمال وعظ اسی زمانہ میں روداد مجلس اہل سنت و جماعت مسمی بہ'' دربار حق و ہدایت'' میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ دوران جلسہ میں قصیدۂ مبارکہ ''امال الابرار والام الاشرار'' جناب مولوی حکیم عبدالحمید صاحب ''پریشان'' عظیم آبادی کے قصیدے کے جواب میں پڑھا گیا۔ جس میں مشہور تریں علمائے اہل سنت حاضرین جلسہ کے نام ایک ایک کر کے گنائے ہیں۔ اسی طرح ندوہ کا جلسہ جو کلکتہ میں دھرم تلہ کی مسجد عظیم الشان میں ہوا اعلیٰ حضرت کا وعظ ہوا جس میں مجمع مسجد کے علاوہ تمام سڑکوں پر بھرا ہوا تھا۔ اس جلسہ میں بھی اعیان ندوہ تشریف لائے تو آپ نے روئے سخن ندوہ کی طرف پھیرا اور قرآن و حدیث سے بہت زور دار طریقے پر رد فرمایا کہ: کسی کو مجالِ دم زدن نہ ہوئی' اسی جلسے میں بطور رجزیہ اشعار بھی فرمائے تھے۔

منم کہ حملۂ من شیر را بر اندازد — منم کہ علم بہ نیروے بازوم نازد
شنیدہ بودی ''احمد رضا'' من آنستم — چشیدہ باشی بہ تیرِ قضا من آنستم

اعلیٰ حضرت کی تین تقریبات میں تقریریں:

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد بی بی محلّہ بہاری پور میں' دوسرا مجلس میلاد سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے منعقد ہوتی تھی' جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی۔ جملہ شائقین یہیں آ کر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ تیسرا وعظ ۱۸ ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت خاتم الاکابر وارث العلم والمجد

والفضل کابراً عن کابر حضرت سیدی و مرشدی و شیخی جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہٗ کے موقع پر جو اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ اقدس پر انجام پاتا تھا۔ ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض وتمنا پر بھی شہر کی بعض مجالس میلاد میں بیان فرما دیا کرتے تھے مگر ان تین جگہوں میں ان تین موقعوں پر باالالتزام حضور کی تقریر ضروری ہو کرتی تھی۔ افسوس کہ وہ سب مواعظ حسنہ قلم بند نہیں کیے گئے ورنہ وہ بیش بہا معلومات کا ذریعہ اور علمی دریا کے بیش بہا دُرِ بے بہا ہوتے۔

سورۂ والضحیٰ پر چھ گھنٹے مسلسل تقریر:

جناب ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سید اظہر علی صاحب ساکن محلّہ ذخیرہ حضور کے مخصوص عقیدت مندوں سے ہیں۔ ممدوح نے خود فقیر سے فرمایا کہ: ایک مرتبہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے' وہاں ۹ بجے صبح سے ۳ بجے دن تک کامل چھ گھنٹے سورۂ والضحیٰ پر حضور کا بیان ہوا پھر فرمایا کہ: اسی سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں ۸۰ جز رقم فرما کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ: اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھ سکوں۔

عید میلاد النبی کی تقریب کا' ایک دل افروز منظر:

انہیں کا بیان ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دن ہے آستانۂ عالیۂ قدسیۂ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ گھر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں کوئی غسل کر رہا ہے تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کیلئے حضور کی آمد کا منتظر ہے۔ ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین میں جسے دیکھئے نئے لباس میں دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور کاشانۂ اقدس سے تشریف لاتے ہیں۔ فریضہ فجر ادا کیا جاتا

ہے اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں تو دست بوسی کی جائے۔ چنانچہ حاضرین بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے ہیں اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب مل مل کر بیٹھتے جاتے ہیں۔ اس اضطراب کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لئے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے مجمع بہت پہلے سے جمع ہو گیا۔ مدّاح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم اور پر کیف نعت خوانی، خوش الحانی کے ساتھ شروع فرما دی اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد کا آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۲۰'۱۵ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ: آپ کی تشریف آوری پر باہر سے ایک دم شائقین کے ہجوم کا سیلاب عظیم آ جانے سے چپقلش پیدا ہو گئی تھی اور ایک پر ایک آدمی ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہر زادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے بآواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: درود شریف پڑھتے جایئے اور آگے بڑھتے جایئے۔ اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی اور حاضرین کیلئے گنجائش نکالی مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب اپنے دونوں زانو اٹھا لیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر بھی دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہوتا تھا نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداً جیسا شور و غل بڑھا وہ بالکل جاتا رہا اس کے بعد حضور کیلئے اوگالدان اور گلاس پانی کا آیا حضور نے غرارہ فرما کر وعظ[1] مبارک شروع فرمایا۔

[1] اس وعظ مبارک کو اسی وقت دوران بیان ہی میں فقیر سگ بارگاہ رضوی عبید الرضا غفرلہ نے قلمبند کیا حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کر رسالہ مبارکہ الرضا میں شائع فرمایا۔

عید میلاد النبی پر اعلیٰ حضرت کی ایک تاریخی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم۔

الحمدللّٰہ الذی فضل سیدنا ومولانا محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العٰلمین جمیعا واقامه یوم القیٰمة للمذنبین المتلوشین الخطائین الھالکین شفیعا وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلیٰ کل من ھو محبوب ومرضٰی لدیہ صلاۃ تبقٰی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ بالھدی و دین الحق ارسلہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العٰلمینo الرحمٰن الرحیمo ملک یوم الدینo ایاک نعبد وایاک نستعینo اھدنا الصراط المستقیمo صراط الّذین انعمت علیھمo غیر المغضوب علیھم ولاالضّالینo

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گسترہ فرماتا ہے اور ان کو اپنے دربار تک پہنچنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام قرآن عظیم کی بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم سے فرمائی گئی اول حقیقی اللہ عزوجل ہے ھوالاول والاٰخر والظّاھر والباطن وھو بکلِ شیئ علیم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہیے تھی کہ اللہ الرحمٰن الرحیم مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم وہ جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے اور اس پر بے کا (ب) حرف داخل فرمایا گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت وحدانیت

وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے بندوں کو اس تک وصول محال ہے کسی کی عقل کسی کا وہم کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ ہے وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی و باطن شئے تک وصول کیلئے علامت درکار ہے اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو دلالت کرے ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اس اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئے کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کیلئے تین چیزیں ہونی چاہئیں: ایک ذات ہو دوسرا اس کا غیر ہو تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف وہ ذات ذات الٰہی ہے۔ وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے۔ اسم اللہ تمام مخلوقات کیلئے تو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف سے حضور ہی نے ہدایت فرمائی۔ حضور ہی ہادی ہیں۔ مخلوق الٰہی کے ہوئے یہاں تک کہ انبیاء کرام ومرسلین عظام کے بھی وہی ہادی ہیں تو حضور کے سوا جتنے ہادی دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو۔ ایسا نہیں وہ اگر امتوں کے دال ہیں تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ہی کیلئے ہے صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مخلوقات الٰہی میں دو قسم کے لوگ ہیں:

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا مہدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاطلاق ہادی ومہدی ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف، حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ فعل مسند ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے تو

جو ذات الٰہی سے بے علاقہ ہیں وہ حرف کہ ومن الناس من بعید اللّٰہ علی حرف فان اصابہ خیرن اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علیٰ وجھہ خسر الدنیا والاخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم میں بدل گئے' پلٹ گئے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند میں نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا وہ تمام مومنین وہادین ہیں کہ مسند ہیں مگر بالذات مسند الیہ نہیں۔ وہ فعل ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور سب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

خاصیت اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو' اور تعریف کی حد ہے حمد' اور حمد کی تکثیر ہے تحمید' اور اسی سے مشتق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کئے گئے' حمد کئے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں۔ جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''قصیدہ ہمزیہ'' میں عرض کرتے ہیں:

کیف ترقی رقیک الانبیاء   یاسماء ما طاولتھا سماء
لم یساووک فی علاک قدحا   ل منامنک دونھم وسناء
انما مثلوا صفاتک للنا   س کما مثل النجوم الماء

انبیاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترقی کیسے پاسکیں۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ حضور کے مراتب بلند کے

قریب نہ پہنچے حضور کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی۔ وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ جیسے ستاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لاتعد، لاتحصی ہیں۔ انبیاء کرام غایت الجلا ہیں، مثل پانی کے ہیں، اپنی صفات کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحبہ وبارک وکرم۔ حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں۔ حضور کیلئے۔ باقی کو جو جلا ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔

دیتے وہ ہیں لٹاتے یہ ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

انما انا قاسم واللّٰہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنیوالا میں ہوں۔

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔ کون سی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں، تو جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے۔ جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا۔ ابتداء خلق سے ابدالآباد تک، ظاہر و باطن میں، روح و جسم میں، ارض و سما میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں، جو کچھ ہے۔ اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے، اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابدالآباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

یاد رہے کہ اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔ یہ خاصہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے: ایک بلامزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھینچ آئے، دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھنچنا نہیں چاہتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انتم تتقحمون فی النار کالفراش وانا اخذ بحجرکم هلم الی تم

پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ۔

یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔ اسم نحوی کا خاصہ جو من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور ہاں جو ان افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے۔ جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں۔ وہ یہاں بدرجۂ اتم ہیں۔ مثلاً (ب) کے معنی ہیں الصاق یعنی ملانا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔ یا (من) کہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یہ بھی خاص ہے حضور ہی کیلئے۔ اللہ نے اپنے نبی کے نور کو تمام چیزوں سے پہلے بنایا تھا۔

یاجابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ اے جابر۔ تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ہر فضل ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتداء انہیں سے ہے صلی اللہ علیہ وسلم (الی) آتا ہے انتہا غایت کیلئے انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے۔ اول الانبیاء بھی وہی ہیں اور خاتم النبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ وبارک وسلم!

حضور اول بھی ہیں اور آخر بھی:

تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبرئیل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا اول' السلام علیک یا آخر' السلام علیک یا ظاھر' السّلام علیک یا باطن' رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی ھو الاوّل والاٰخر والظّاھر والباطن وھو بکل شئ علیم اس غایت کے لحاظ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ: یہ صفات تو میرے رب عزوجل کی ہیں۔ عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں مگر اس نے آپ کو بھی ان سے متصف فرمایا

اللہ نے حضور کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے' حضور کے نور کو پیدا کیا' اور

اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا'
اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک و شبہہ کی مجال نہیں'
اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انہیں کے پرتو ہیں آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔

فرض کیجئے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق و صحیح ہے اور آفتاب سمجھنا میری نگاہ و گمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلا خفا نہیں۔ آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور ان کا یہ غایت ظہور بطون کا سبب ہے۔ اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل و اعلی ہے' معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔ صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں ان سے ارشاد فرمایا

ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔

باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ' ہر ذرہ' شجر' حجر' وحوش' طیور حضور کو جانتے ہیں یہ کمال ظہور ہے۔ صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں' جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔ انبیاء مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق باقی رہا۔ حقیقتاً ان کو پہچانا تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ تبارک و تعالیٰ' ان کا بنانے والا' ان کا نوازنے والا' ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔ کوئی بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کو اس کے ساتھ ہے

وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔

ان سعد الغیور وانا اغیر منه واللّٰه اغیر منی سعد غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ

وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو قوم ینام تسلوا عنه بالحلم ہم تو سوتے میں خواب میں ہی زیارت پر راضی ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔ دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔

الناس قیام فاذا ماتوا انتبھوا لوگ سوتے ہیں مریں گے جاگیں گے۔

خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک جگہ ہے وما الحیوٰة الدنیا الامتاع الغرور خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم

من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا

پھر لوگ مختلف احوال و اشکال میں دیکھتے ہیں وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یوہیں عالم بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے ہیں۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے۔ تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا

ہے نہ جمال انور حضور اقدس کو (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور اکرم آئینہ خدا ساز ہیں:

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ رویت لامکان میں ہوئی تھی۔ بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئینہ خدا ساز ہیں ابوجہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

ع زشت نقشے کز بنی آدم شگفت!

حضور فرماتے ہیں صدقت تو سچ کہتا ہے۔ ابوبکر صدیق آ کر عرض کرتے ہیں:

حضور آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہیں ہوا' حضور بے مثل ہیں' حضور آفتاب ہیں' نہ شرقی نہ غربی ارشاد فرمایا

"صدقت" تم سچ کہتے ہو صحابہ نے عرض کی۔ حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی ارشاد فرمایا:

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ترک و ہندو درمن آن بیندکہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابوجہل جو ظلمت کفر میں آلودہ ہے اسکو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابوبکر سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطون ہے' کسی شے کا ظہور جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے وہ شے نظر آتی ہے' اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے' اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ خیرہ ہو کر واپس آ جاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہوگیا۔

حضور کی گلی کا ایک ذرہ ہے آفتاب:

آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرے کا وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کیلئے اس کو آئینہ کامل بنایا ہے۔ اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے اس ذات کی حقیقت کون پہچان سکتا ہے' وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کئے گئے۔ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرما لیا یہ تو شان ہے غایت ظہور کی' اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا۔ یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف ہیں تعریف کی ضرورت نہیں یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی۔ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کیلئے ہے' وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل ہیں۔ اپنے جملہ فضائل وکمالات میں شریک سے منزہ ہیں امام شرف الدین ''بوصیری بردہ'' شریف میں فرماتے ہیں:

منزه عن شريک فى محاسنه　　فجوهر الحسن فيه غير منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نامتصور اور عہد فرع معرفت ہے اور ان کو ذاتاً وحقیقۃً کوئی پہچان نہیں سکتا تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح الجر کرتے ہیں کاف تشبیہ بھی جر کے لئے آتا ہے ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبہ میں ہے' اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اس کی ذات وصفات کیلئے' اور تشبیہ ہے تجلیات کیلئے دونوں کو اس آیہ کریمہ میں جمع فرما دیا لیس کمثله شئ وهو السميع البصير لیس کمثلہ شیٔ کوئی شے اسکے مثل نہیں یہ تنزیہہ ہے اور وهو السميع البصير وہی ہے سننے والا یہ تشبیہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا تشبیہ نہ تھی جب عالم بنایا تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں' بلکہ عالم تمثیل میں تجلی تدلی کیلئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے ذات اقدس سے صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہہ سے۔ ہاں پہلی تجلی جو فرمائی ہے اسی کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم اور اس تجلّی کی اور تجلیات پیدا کی گئیں ہیں' ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا آگے فرمایا جاتا ہے الرحمٰن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے الرحمٰن الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمٰن کو رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر فرمایا گیا الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔ رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا القہار المنقم نہیں فرمایا جاتا الرحمٰن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آ کر خالص رحمت سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔

حضور ہر ایک کیلئے رحمت ہیں:

وما ارسلنک الا رحمۃً للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم اولین کیلئے رحمت آخرین کیلئے رحمت ملائکہ کیلئے رحمت تمام مومنین کیلئے رحمت یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین' مشرکین' منافقین' مرتدین کیلئے بھی رحمت ہیں یہ لوگ آج بھی ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم اللہ اس لئے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم آپ ان میں موجود ہیں اسی لئے ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ورفعنٰہ مکانا علیا اختیار نہ فرمایا حالانکہ ان کے غلام واہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی ہے۔

اللہ کے ایک بندے کی نعش آسمانوں میں پہنچا دی گئی:

سیدی عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا اکابر اولیاء جمع ہیں مگر نماز جنازہ نہیں ہوتی انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا کہا امام کا انتظار ہے ایک صاحب کو نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن پر شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا غول نعش کے گرد مجمع ہو گیا جب نماز جنازہ ختم ہوئی نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اڑتے چلے گئے۔ انہوں نے کہا یہ

اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہیں زمین پر تشریف رکھنا پسند فرمایا تا کہ خلق کیلئے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت اور دوزخ حضور کی رحمت کا پرتو ہیں:

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں۔ جنت کا رحمت ہونا ظاہر حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے۔

تیسرے فاسق سرکش جو انعام کی پروا نہیں کرتے' اطاعت نہیں کرتے ان کی سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے اگر اطاعت نہ کرو گے تو زندان میں بھیجے جاؤ گے۔

وہ انعام تو عین رحمت ہے ظاہر ہے اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے۔ اس لئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں' اطاعت کریں' انعام کے مستحق ہوں۔ تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔ دوسری وجہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی' ان کی توہین کی رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کیلئے دوزخ کو پیدا فرمایا قدر شے کی اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھاتو اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی وللہ الحمد وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم وآلہ والکرام اجمعین۔

حضور تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں:

حضور تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں رحمت الٰہی کے معنی میں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کیلئے دو چیزیں درکار ہیں ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے اور دوسری خیر اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی نہ خیر کا پانے والا' رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا مگر وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام نعمتیں' تمام کمالات' تمام فضائل' متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی ملک ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نبی کریم نعمۃ اللہ ہیں:

حضور نعمۃ اللہ ہیں قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللّٰہ رکھا الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ کفرا کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نعمۃ اللّٰہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم. نعمۃ اللّٰہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے ولہٰذا انکی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی قال تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا' قبر' حشر' برزخ' آخرت' غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے مجلس میلاد آخر وہی شے ہے۔ جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث.

مجالس میلاد کی حقیقت:

مجلس مبارک کی حقیقت مجمع مسلمین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری د[ر] فضائل جلیلہ وکمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بند یا رقعہ بانٹنا یا طعام وشیرینی کی تقسیم اس کا بز[ء]

حقیقت نہیں نہ ان میں کچھ جرم اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من دعیٰ الی ھدی کان لہ الاجر مثل اجور من تبعہ ولا ینقص ذٰلک من اجورھم شیئًا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا بلانا قبول کریں ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بروصلہ و احسان و صدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود ان مجالس کیلئے ایک تمہیں نہیں ملائکہ بھی تمنا کرتے ہیں جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نامستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ ھمُ لقوم لایشقی بھم جلیسھم ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

حضور کے اذکار کی محفلیں حضرت آدم کی آمد سے جاری ہیں:

یہ مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں۔ اول روز سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم ہے یہ فرمایا گیا ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم) جس کیلئے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قالب میں داخل کی گئی آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم) عرض کی الٰہی یہ کون ہے جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے۔ ارشاد ہوا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ

بناتا لو لامحمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا اگر وہ نہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا نہ زمین و آسمان بناتا تو کنیت اپنی ابومحمد کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا' پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا۔ وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے۔ جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند میرے بعد تو خلیفہ میرا ہوگا عماد تقوٰی وعروۃ وثقیٰ کو نہ چھوڑنا العروۃ الوثقیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عروہ وثقیٰ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کو یاد کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا۔

انبیاء کرام کی محفل میں حضور کا ذکر خیر:

ایک انجمن روز میثاق جمائی گئی اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا واذاخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال اقررتم واخذتم علیٰ ذٰلکم اخری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون٥

جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں اول باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیاء کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔

مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی

حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا ثم جآء کم رسول پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں گے اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیاء ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ تھے۔

تمام انبیاء کرام کی مجالس میں حضور کا ذکر ہوتا رہا:

اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت وتشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء مرسلین آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ابراہیم وموسیٰ و داوٗد وسلیمان وزکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک بتول کا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا۔ اور نشانی سارے جہاں کیلئے بنایا یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے فرمان ہوا۔

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حضور کی پیدائش پر ملائکہ نے محافل میلاد منعقد کیں:

یہ ہے مجلس میلاد شریف جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں سر جھکائے کھڑے ہیں جبرئیل ومیکائیل حاضر ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری برأت بنائی گئی ہے۔ سبع سمٰوت میں عرش وفرش پر دھوم ہے ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔ وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ

قادر علی کل شی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین کو اس وقت ۔ن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ مگر رہے تھے اس نے بچالیا ایسا سنبھالنے والا نہ ملہ اس کی نظیر نہیں صلی الہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضور نے کروڑوں اربوں کو دوزخ کی آگ سے بچایا:

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے دو کو بچا سکتا ہے کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ دس بیس کو بچا لے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والا وہی ایک انا اخذ بحجز کم عن النار هلم الی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آ ؤ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم) یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا آج وہ ایک ایک مسلمان کا کمر بند پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم الحمدللہ کیا حامی پایا اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے۔

سوائے ابلیس کے تو سارے خوشیاں منا رہے ہیں:

تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے حضور کے یوم پیدائش کو پہاڑوں میں ابلیس اور تمام سرکش قید کئے گئے تھے۔ انہیں کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سمٰوٰت دھوم مچا رہے تھے، عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا ایام کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے۔ اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہان انہیں کی قلم رو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارک باد ہو رہی ہے۔ قادر علی کل شئ نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے

وہ دہشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے اظھر یا سیّد المرسلین اظھر یا خاتم النبیین اظھر یا اکرم الاولین والآخرین جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار' جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم' جلوہ فرمایئے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم' یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہان کے دولہا کی برأت سج چکی ہے اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔ فظھر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کالبدر المنیر پس حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند ظاہر ہوتا ہے۔ ان لفظوں پر قیام ہو اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا:

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیب اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یاخیر خلق اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سراج افق اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا قاسم رزق اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا مبعوث اللّٰہ ذوق اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا زینۃ عرش اللّٰہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا سید المرسلین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خاتم النبیین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا شفیع المذنبین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا اکرم الاولین والآخرین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی الانبیاء

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا عظیم الرجا

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا عمیم الجود والعطاء

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا ماحی الذنوب والخطاء

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیب رب الارض والسماء

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا مصحح الحسنات

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا مقیل العثرات

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی الحرمین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا امام القبلتین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا صاحب قاب قوسین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا من زینۃ اللّٰہ بکل زین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا جد الحسن والحسین

الصلوٰۃ والسّلام علیک یامن نزھۃ اللّٰہ من کل شین

الصلوٰۃ والسّلام علیک بامر اللّٰہ المخزون

☆......☆......☆......☆

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام علماء اہل سنت والاحضرت مولانا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی حضرت امام اہل سنت مدظلہ کا

ایک تاریخی خطاب

الحمد للّٰہ رب العٰلمین o حمد الشاکرین o وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علیٰ سید المرسلین o خاتم النبیین o واکرم الاوّلین والاٰخرین o قائد الغر المحجلین o نبی الحرمین o امام القبلتین o سید الکونین o وسیلتنا فی الدارین o صاحب قاب قوسین o المزین بکل زین o المنزہ من کل شین o جد الحسن والحسین o نبی الانبیاء o عظیم الرجاء o وعمیم العطاء o ماحي الذنوب والخطاء o شفیعنا یوم الجزاء o سر اللّٰہ المخزون o دراللّٰہ المکنون o عالم ماکان وما یکون o نور الافئدۃ والعیون o سرور القلب المحزون o سیدنا و مولانا وحبیبنا ونبینا وشفیعنا ووکیلنا وکفیلنا وعوننا ومعیننا وغوثنا ومغیثنا وغیثنا وغیاثنا سیدنا ومولانا محمدالنبی المبعوث رحمۃ للعلمین o وعلیٰ اٰلہ الطیبین الطاہرین o وازواجہ الطاہرات امہات المومنین o واصحابہ المکرمین المعظمین o وابنہ الکریم الامین المکین o محی الاسلام والحق والشرع والملۃ والقلوب والسنّۃ والطریقۃ والدّین o راھب المراد قطب الارشاد o فرد الافراد o سید الاسیاد o صلح البلاد o نافع العباد o دافع الفساد o مرجع الاوتاد o غوث الثقلین o وغیث الکونین o وغیث الدارین o ومغیث الملوین امام الفریقین o سیدنا و مولانا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الکریم o وعلی سائر اولیاء امتہ الکاملین العارفین o وعلماء ملۃ الراشدین المرشدین o وعلینا معھم اجمعین o یا ارحم الراحمین o

اس خطبہ کے بعد آیہ کریمہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق آخر سورہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تمہید تفسیر میں حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا کہ جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا تو اپنے نور بے کیف سے نور منیر بشیر ونذیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا فرمایا۔ عبدالرزاق نے اپنے ''مصنف'' میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔ تو جس طرح مرتبہ وجود میں صرف اللہ ہے' جل وعلا کل شئ ھالک الاوجھہ۔ الا کل شئ ما خلا اللہ باطل حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہاں وجہانیاں کا اس میں کچھ حصہ نہیں مگر جس پر وجود حقیقی کے آفتاب عالم تاب نے اپنے نور کا پرتو ڈالا' وہ بقدر نسبت و قابلیت تمام موجودیت سے بہرہ ور ہوا۔ یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ذات کریم حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ بس حضور ہی سر الوجود' ومنبع الجود واصل ہر بود ہیں' وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال و پرتو ہیں۔ مگر اولاً و بالذات پرتو ذات وظل صفات جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ہے۔ پھر ثانیاً و بالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بمرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

جیسے بلاتشبیہ شب چہاردہ کو اشیاء کہ آفتاب سے حجاب میں ہیں' بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں۔ چودھویں رات کا چمکتا چاند متوسط ہو کر خود آفتاب سے نور لیتا اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ تو اگرچہ جس قدر چاندنی پھیلی ہوئی ہے سب روشنی آفتاب ہی کی ہے مگر چاند کی وساطت سے ملی ہے' اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ نور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور الٰہی سے پیدا ہونا عیاذ باللہ تجزی حضرت وحدت سے اصلا علاقہ نہیں رکھتا۔

اب ان مجازی فانی انوار میں دیکھئے آفتاب سے چاند روشن ہوا' چاند سے زمین اس طرح چراغ سے چراغ جلا' آفتاب و ماہتاب و چراغ اول کے نور سے کوئی حصہ جدا ہو کر ان مستنیروں میں نہ آیا اور انہیں انوار سے ان روشنیوں نے ظہور پایا تو جہال وہابیہ کا حدیث پر اعتراض محض جہالت ہے۔ انوار دو قسم ہیں: معنوی و حسی معنوی کہ چشم جسم ان کے ادراک کی قابلیت نہیں رکھتی۔ جیسے نورِ قرآن' و نورِ نماز' و نورِ وضو' بعضے مریدین بعد وضو اپنے حجرۂ خلوت میں گئے ایک نور عظیم چمکا۔ بے اختیار پکار اٹھے "رایت ربی" میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔ شیخ نے فرمایا اے شخص کہاں تو اور کہاں یہ رتبہ! یہ تیرے وضو کا نور تھا کہ یوں چمکا۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روز جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے۔ تلاوت سے مکہ معظّمہ اس جمعہ سے جمعہ آئندہ تک اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے۔ حسی کو لائق احساس بصر ہیں۔ پھر دو قسم ہیں ظاہر جیسے انوار کواکب چراغاں اور باطن جیسے حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روشنیاں۔ حدیث میں ہے یہ جنت کے یاقوتوں سے دو یاقوت ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کا نور نظروں سے چھپا دیا ورنہ دنیا کو چکا چوند کر دیتے۔

حجر اسود کے انواز اور حرم کی حدود:

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ معظّمہ تعمیر کیا۔ اور حجر اسود لایا گیا تو اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ مکہ معظّمہ کے گرد چند میل مختلف سمت تک روشن ہو گیا جہاں تک وہ روشنی پہنچی وہی حدود حرم قرار پائیں۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور معنوی کو کون جان سکتا ہے! انبیاء و مرسلین' و ملائکۂ مقربین' و اولیاء کاملین' و عباد اللہ الصالحین' صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سب حسب استعداد اسی نور منیر سے روشن و مستنیر ہیں۔

علامہ فاسی "مطالع المسرات" میں حدیث نقل کرتے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابوبکر جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ پہچانا۔

ترا چنانکہ توئی دیدۂ کجا بیند   بقدر بنیش خود ہر کسے کند ادراک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہی کی جھلک آفتاب و ماہتاب و جملہ مضیات

میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں اس کی چمک' انسان کی مردمک (آنکھ کی پتلی) (میں اس کی رمق) میں مستفیض و ظاہر ہیں۔ اور اس مفیض کریم پر بجمال رحمت و کمال عظمت ستر ہزار پردہائے ہیبت وجلال و رحمت و جمال ڈالے گئے ہیں' کہ چشم عالمیان اس کے ادراک سے دور و مہجور ہے العظمة للّٰہ اگر حجاب اٹھا دیں عالم کی کیا جان کہ اس کی تجلیات کی تاب لا سکے۔ جہان و جہانیاں ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں سلطان الاولیاء حضرت نظام الحق والدین سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بعد تجلی طور واپس آئے' کسی کو تاب نہ تھی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملائے۔ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نقاب ڈالا فوراً جل گیا یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا وہ بھی خاک ہوگیا۔ آخر بامر الٰہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا وہ قائم رہا۔ ہاں چہرہ کلیم مہر سپہر حلال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کیلئے قمر درکار ہے اس کی تجلیوں کا بار اپنے اوپر لے اور اس سے ٹھنڈی ہلکی روشنی اوروں پر منعکس ہو۔ جب جمال کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اس آسان تر تجلی سے یہ حال تھا تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا جو نور حقیقی کے مظہر اول اتم و اکمل و جامع تجلیات ذات و صفات علیٰ اقصی الغایات بلکہ بے حد و نہایات ہے۔ جسے جمال ازلی نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں من رأنی فقد راٰی الحق کا دریا لہرایا۔ اسکے تاب کی کسے تاب۔

کیا منہ ہے آئینہ کا تری تاب لا سکے　　خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت و تعظیم میں رہے وہ حجاب کیا۔ کیا غیر اس کا حجاب ہوسکتا ہے' غیر اسے چھپا سکتا ہے بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردہ نور ہوا۔ نور کیلئے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے نظر اس پر کام کرے۔ اور جب اس سے ترقی کرے اس کی تابش ہی اس کیلئے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خیرگی اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر نہ دیکھا کہ آفتاب افق میں حجاب سحاب رقیق سے بروجہ کمال نظر آتا ہے اور نصف النہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پر جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد احتجاب زائد نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور ابصار بصیرت کی وہ حالت ہوگی جو مہر عالم تاب کے حضور خفاش کی لاجرم غایت ظہور ہی مستلزم غایت بطون ہوئی پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں نگاہ

ظاہر کا حصہ رہا کہ اس بارگاہ کرم سے محروم مطلق نہ رہے گی۔

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احادیث کی شہادت:

حدیث صحیح میں آیا ہے کان الشمس تجری فی وجهه گویا آفتاب حضور کے چہرہ پرنور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے جب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا گمان کرتا کہ آفتاب طلوع کررہا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے اذا تکلم رئ کالنور یخرج من بین ثنایا جب حضور کلام مبارک فرماتے دنداں پیشین کے درمیان سے نور سا چھنتا نظر آتا۔ چوتھی حدیث میں ہے له نور بعلوه یحبه من لم بتامل الشم بینی مبارک حضور پرنور کا ذرا بلند تھا جو غور سے بنی اقدس کو اس نور کے سبب بہت بلند گمان کرتا پانچویں حدیث میں ہے لم یقم مع الشمس الاظب ضوء ضؤها حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے تو حضور کا نور آفتاب کی ضیا کو دبالیتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچایا کہ عرفان ونور ایمان سب اسی نور والا ظہور کے پرتو ہیں بلکہ ایمان صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت وعظمت کا نام ہے تو جس کے دل میں تعظیم ومحبت وعظمت زائد اسی قدر اس کا ایمان اکمل اور جس قدر کم اتنا ہی ایمان ناقص اور جس کے دل میں بالکل نہیں وہ مطلقاً کافر ہے لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے بیشک جب تک محبت دینی، ایمانی، اختیاری ایقانی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے ہرگز مومن نہیں۔ انزال کتب وارسال رسل بلکہ تخلیق آدم وعالم سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہے۔

ابن عساکر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی بھیجی اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا تمہیں اپنا حبیب کیا اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت وکرامت والا کوئی نہ بنایا ولقد خلقت الدنیا واهلها لاعرفهم کرامتک ومنزلتک عندی ولو لاک ما خلقت الدنیا میں نے دنیا ومخلوقات دنیا اسی لئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت وعزت تمہاری

ہے ان پر ظاہر فرما دوں اگر آپ نہ ہوتے میں نہ دنیا بناتا یعنی دنیا و آخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دارالجزاء کہاں سے آئی۔

اگر حضور نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا:

حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی حضرت عزت جل و علا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی **لو لا محمد ما خلقتک و لا ارضا و لاسماء** اگر محمد نہ ہوتے نہ میں تجھے پیدا کرتا نہ آسمان زمین بناتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے مگر اس لئے کہ اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون براہ غلامی تمہارا اتباع کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو ہو جائے تو آیۂ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** میں نے جن وانس اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔ حدیث مذکور سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے منافی نہیں۔ تخلیق جن و انس عبادت کیلئے اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر وہ غنی حمید احکام عبادت کی تشریح اسی لئے ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان مطیع و فرمانبردار ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر جانے والے نابکار سب پر ظاہر ہو جائیں۔ عبادت الٰہی و تعظیم و محبت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متلازمین ہیں۔ متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا مؤکد ہوتا ہے نہ کرنا فی و منافی۔ ایمان کے دو رکن ہیں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آیہ کریمہ رکن اول کو بتاتی ہے **الا لیعبدون** اس لئے بنایا کہ میری پرستش کریں یعنی **لا الہ الا اللہ** اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرما رہی ہے **لاعرفھم کرامتک** اسی لئے بنایا کہ آپ کا مرتبہ پہچانیں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولہٰذا اہل ادب و ایمان کے نزدیک تعظیم و محبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اصلی کار و اہم فرائض و مناط قبول

جملہ اعمال حسنہ ہے۔ اہم فرائض ارکان ہیں اور اہم ارکان اربعہ نماز اور تعظیم و محبت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً نماز سے اہم و اعظم ہے۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے:

غزوہ خیبر سے پلٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''منزل صہبا'' میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا: مولیٰ مشکل کشاء کرم اللہ وجہہ نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب راحت میں خلل آتا ہے۔ معہذا کیا معلوم ہو کہ حضور کو خواب میں وحی ہو رہی ہو اور اگر بیٹھا رہتا ہوں نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب کیا اور اسد اللہ الغالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ حتی توارت بالحجاب یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مغرب ہوا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم حق میں کھلی مولیٰ علی کو مضطرب پایا۔ سبب دریافت کیا عرض کیا یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی: الٰہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ فوراً ڈوبا ہوا آفتاب افق غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا' وقت عصر ہو گیا۔ امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی پھر ڈوب گیا۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

غارِ ثور میں سیدنا صدیق اکبر کی خدمات:

جان کا رکھنا سب سے زیادہ فرض اہم ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔ امام الصدیقین اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا۔ سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت و ماہتاب صدیقیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار

ثور پر جلوہ فرما ہوئے، صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ: حضور باہر توقف فرمائیں پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کر دوں کہ شاید کوئی چیز ہو۔ یہ غار چند ہزار سال کا تھا بہت سوراخ تھے۔ صدیق نے سنگریزوں سے پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سے بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا حضور نے ان کے زانو پر سر انور رکھ کر آرام فرمایا وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پرنور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتا تھا کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا کہ حضور اقدس نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرتے ہوئے غار ثور میں اقامت فرمائیں گے۔ سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا اور انہوں نے جانا کہ سانپ ہے مگر اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا یہاں تک کہ اس نے کاٹا صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی مگر شدّتِ ضبط کے باعث آنسو نکل کر رخسارہ محبوب رب العالمین پر پڑے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم جانفزا کھلی۔ صدیق سے حال پوچھا عرض کی لدغت بابی انت راعی یارسول اللّٰہ یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان مجھے سانپ نے کاٹا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعاب دہن اقدس لگا دیا فوراً آرام ہوگیا یہی تعظیم ومحبت و جان نثاری وپروانہ واری شمع رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہیں بعد انبیاء مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر تفوق ہے جس نے صدیق اکبر کو ان کے بعد تمام عالم تمام خلق اللہ تمام اولیاء تمام عرفا سے افضل واکرم واکمل واعظم کر دیا۔

یہی وہ راز ہے جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرت صوم وصلاۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی ولکن بشئ وقرنی صدرہ بلکہ اس سر کے سبب جو اس کی دل میں راسخ ومتمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا لو وزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے گا۔ ولہذا قرآن عظیم نے اپنے نصوص قاطعہ سے شکل اول بدیہی الانتاج افضیلت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم فرما

دی قال اللّٰہ تعالیٰ عزوجل ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ عزوجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں متقی ہے۔ اور دوسری آیت میں صاف فرما دیا اتقی کون ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قال تعالیٰ ویجنبھا الاتقی الّذی یوتی مالہ یتزکیٰ وما لا حد عندہ من نعمۃ تجزیٰo الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰo ولسوف یرضیٰo قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب اتقی ہوا اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کی اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جتاتا جس کا بدلہ دیا جائے مگر اپنے پروردگار برتر وجہ کریم کا چاہنا ہے اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امت مرحومہ ہے۔ اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر اور تفضیلیہ و روافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مگر اللہ عزوجل کیلئے حمد کہ اس نے کسی کی تبلیس و تدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیۂ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے متقی کی تعیین فرما دی جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے وما لاحد عندہ، من نعمۃ تجزیٰ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم و محسن و منعم تمام عالم میں حضور کے احسانات کہ بے حد و غایات ہیں دو قسم پر ہیں۔

پہلا دینیہ کہ اولین و آخرین حتیٰ کہ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین جنہوں نے جو نعمت ایمان و دولت عرفان پائی حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی لہٰذا تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین سے سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

دوسرا دنیویہ پھر یہ دو قسم ہیں اول عامہ باطنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم خلافت رب العالمین جل وعلا جملہ نعمتہائے الٰہیہ کے قاسم ہیں خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا قاسم واللّٰہ المعطی بانٹنے والا میں ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل ہے

روز اول سے آج تک آج سے روز قیامت تک روز قیامت سے ابدالآباد تک جو نعمت ملی ہے یا ملتی ہے یا ملے گی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی۔ جس طرح دین وملت و اسلام و سنت و صلاح وعبادت و زہد و طہارت وعلم و معرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں' یوہیں مال و دولت شفا وصحت عزت و رفعت امارت وسلطنت فرزند وعشیرت یہ سب نعم دنیویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے **اغناهم الله ورسوله من فضله** انہیں غنی کر دیا اللہ و رسول نے اپنے فضل سے اور فرماتا ہے۔

ولو انهم رضوا ما اتهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيرتينا الله من فضله ورسوله انا الى الله راغبونo اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے کہ خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

وہابی احمد بخش' محمد بخش جیسے ناموں کو شرک بتاتے ہیں:

وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت وتجوز و عطاء تسبب میں فرق نہ کر کے ''احمد بخش'' ''محمد بخش'' ناموں کو شرک بتاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن عظیم میں جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور ہے۔

انما انا رسول ربک لاهب لک غلاما زکیا میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تا کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

دیکھو قرآن عظیم نے سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''جبرئیل بخش'' فرما دیا ہے یہ عجیب شرک مقبول ومحمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے **ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم** خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکمال رحمت و رافت ظاہر بشریت کی طرف تنزل فرما کر اپنے غلاموں اور کنیزوں سے حسب عرف و عادت باہمی معاملت فرماتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم سرکار کی روٹی سرکار سے مقرر تھی حالانکہ واللہ

تمام جہاں کو روٹی سرکار ہی سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے بیشمار نعمتیں عطا فرما دیں، جن کی بعض تفصیل کتب و حدیث میں مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم باطنہ دنیویہ بحکم خلافت رب العزۃ ہیں، اللہ عزوجل کو کون عوض دے ہاں قسم سوم ہی کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر تھیں، صالح عوض ومجازات ہیں۔

حضرت صدیق کا مقام رسول اللہ کی نظروں میں:

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بعد انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جس قدر احسانات و انعامات قسم اول کے ہیں۔ تمام عالم میں کسی پر نہیں۔ اور قسم دوم میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم یعنی معاملات باہمی قابل معاوضہ ہیں۔ ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بندگی و غلامی و خدمت و نیاز مندی و عطاء سعادت مندی کا برتاؤ رہا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انه ليس في الناس احدا من علي في نفسه وماله من ابن ابي قحافه بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کیا جیسا ابوبکر نے اور فرمایا ما لاحد عند نايد الاوقد كا فبناه ماخلا ابابكر فان له عند نايد ايكافئه الله بها يوم القيمة وما نفعني مال احد قط ما نفعني مال ابي بكر کسی کا ہمارے ساتھ کوئی سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ ادا کر دیا ہو سوا ابوبکر کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی انہیں روز قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہ دیا جیسا ابوبکر کے مال نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت حضرت صدیق اکبر نے درخواست عرض کی مگر حضور نے صغرسنی کا عذر فرما دیا۔ فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انہیں دنیاوی احسانات سے ہے جن میں جزا و مکافات جاری ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کچھ عطیہ و ہدیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے وہ عورت کا ہے،

اور جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے یعنی خسرو خوشدامن وغیرہما۔ پھر فرمایا واحق مابکرم الرجل به ابنته اخواته اور آدمی جن ذرائع سے اکرام و نیک سلوک کا مستحق ہو۔ ان سب میں زیادہ ذریعہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔ اور اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھا کہ صدیق پر انکے احسانات ناممکن العوض کے سوا کوئی احسان قابل معاوضہ دنیویہ ہو۔ اس لئے عذر فرما دیا بخلاف سیدنا امیرالمومنین مولیٰ مشکل کشاء کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ ان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات دو قسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان تھے۔ انہوں نے پرورش ہی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر آپ کے مال سے پائی تھی۔ حدیث میں ہے قبل ظہور نور نبوت مکہ معظمہ میں قحط و گرانی ہوئی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا تم دیکھتے ہو زمانہ گرانی کا ہے اور ابوطالب کے عیال کثیر ہیں آؤ نہ ہم اول پر تخفیف فرما دیں۔ یہ فرما کر حضور اور حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولیٰ علی کو اپنی پرورش میں لیا اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو۔ پھر تمیم نعمت کبریٰ حضرت بتول زہرا سے صلی اللّٰہ تعالیٰ علی ابیها وعلیها وعلی لهلها ما بینها وبارک وسلم تو آیۂ کریمہ وما لاحد عنده من نعمة تجزی سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں۔ اور اسی پر اجماع مفسرین موجود ہے اسی افضلیت مطلقہ صدیقی کے مناشی سے ہے۔ اس جناب کا کمال تشبہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہونا اول ظہور بعثت شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا لقد خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان کا ڈر ہے' اس وقت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں' بعینہا وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغنہ نے صدیق اکبر کیلئے بیان کئے' جب قبل ہجرت بقصد ہجرت تشریف لے چلے راہ۔ میں ابن الدغنہ ملا حال معلوم ہوا' کہا: کیا آپ جیسا شخص وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

صلح حدیبیہ میں سیدنا عمر فاروق اعظم کا تاثر:

جب صلح حدیبیہ ہوئی اور مسلمان اس سال مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے باز رکھے گئے۔ یہ ان پر بالخصوص اشدھم فی امر اللہ امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت شاق گذرا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب العزت نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب میں دکھا دیا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں با امن و امان داخل ہوئے اور مناسک حج ادا فرمائے۔ صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب صلح حدیبیہ کی شرائط سے اس سے واپسی ٹھہری تو امیرالمومنین فاروق اعظم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: ضرور! عرض کی: ہمارے شہدا جنت میں اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! عرض کی پھر ہم اپنے دین میں دبتے کیوں رہیں۔ فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا عرض کی کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی کہ ہم کعبہ معظّمہ میں جائیں گے اور طواف بجالائیں گے۔ فرمایا: ہاں خبر دی تھی پھر کیا یہ فرما دیا تھا کہ اسی سال۔ عرض کی: نہ فرمایا تو ضرور تم کعبے جاؤ گے اور طواف بجالاؤ گے۔ فاروق اعظم اس تمنا پر کہ شاید صدیق اکبر شفاعت کریں اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد بالجبر داخلی کعبہ معظّمہ سے حاصل ہو جائے۔ دوڑے دوڑے خدمت صدیق میں حاضر ہوئے۔ اور گذارش کی کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: ضرور۔ کہا: کیا: ہمارے شہدا جنت میں اور انکے متقولین جہنم میں نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں! کیا پھر ہم اپنے دین میں دبتے کیوں رہیں فرمایا اے عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی نافرمانی نہ کریں گے اور وہ ضرور ان کی مدد فرمایئے گا۔ دوڑ کر ان کی رکاب تھام لو کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی کہ ہم کعبہ معظّمہ جائیں گے اور طواف بجالائیں گے۔ فرمایا: ہاں خبر دی تھی۔ پھر کیا یہ فرما دیا تھا کہ اسی سال۔ کہا: نہ فرمایا تھا تو ضرور تم کعبے جاؤ گے اور طواف بجالاؤ گے۔ دیکھو بعینہٖ حرف بحرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمائے۔ یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیق آئینہ قلب حضور سید الکائنات ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بارک وکرم۔ آیہ میں اسی خواب مبارک کا ذکر ہے۔

یہاں سے تفسیرات کی طرف رجوع کریں متعلق تفسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ باآنکہ خطاب مصدقین سے ہے نہ منکرین سے۔ قرآن عظیم کو اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے تصدیق خواب وتسکین اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا: اول تو صدیق اللہ خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے۔ کذب وہاں محال بالذات ہے۔ امکان کا ماننے والا گمراہ بد ذات ہے۔ ثانیا قد ثالثا لام رابعا بالحق سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں پھر رویا کا بیان اور اسکے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان' اور یہ کہ خواب انبیاء وحی ہوتی ہے۔ اور اس پر خواب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بیان اور اس کے سبب ذبح ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قطعا حرام تو خواب انبیاء ضرور نص قاطع کی طرح مثبت احکام یہی بیان ہو رہا تھا۔

اس اثنا میں فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں۔ معاً عنان عزیمت جانب اظہار مکائد ندوہ پھیری۔ کہ وعدۂ الٰہیہ صادق آیا کہ سال آئندہ مکہ معظمہ فتح ہوا۔ لوگ فوج درفوج دین خدا میں داخل ہوئے اسلام کی ترقیاں' صحابہ کی جان نثاریاں' ہجرت کے احوال' نصرت ذی الجلال کا بیان کہ اس وقت ظہور مدد عظیم و فتح کیا۔ محل عجب تھا۔ مولی عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ نصرت ظاہرہ باہرہ قاہرہ زاہرہ فرمائی' جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا فوج نہ لشکر نہ ہتھیار نہ جنگ وقتال کا اذن پروردگار' اور ایک جہان برسرپیکار۔ جب کفار ''دارالندوہ'' میں جمع تھے' اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخ نجدی ملعون' پیر مرد بن کر آیا اور اس گمراہ انجمن کا صدر اعظم بنا۔ مگر انجام کیا ہوا کہ جعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرما دیا اور اللہ ہی کا بول بالا ہے۔ اور ہمیشہ سنت الٰہیہ ہے کہ باطل کیلئے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا امتحان ہو۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ انجام کار ظفر و نصرت نصیبہ اہل حق ہے

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا والعاقبة للمتقين۔

نُدوۃُ العلماء کی بنیاد:

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ (مکہ) کا پچھلا جانشین اس ندوہ (لکھنو) کی ابتداء خارجیوں، نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں غیر مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج ہوا۔ اور ''جس روز جلسہ دستار بندی ''مدرسہ فیض عام کانپور'' کے پچھلے دنوں، بنائے ندوہ کی بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی۔ علماء اہل سنت کی اسی وقت مخالفت میں آواز اٹھانا مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ کے ضلال مبین ومضر المسلمین ہونے پر اقرار کرنا، اور کہنا کہ میں بھی صبح سے یہی چھینک رہا ہوں، میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسوں پر وارد ہوتی، جو صریح ضلالتیں ان کی رودادوں میں سال بہ سال بڑھتی گئیں، اہل سنت کا ناظم وغیرہ مدعیان کو اولاً بہ نرمی وخوشامد پابندی مذہب اہل سنت کی طرف بلانا پھر بعد جواب اعلانیہ رد وخلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا ''فتاویٰ السنہ'' کا مرتب ہونا، پھلواری صاحب رکن رکین کا بریلی آنا، طعام کلام دونوں کا دیا جانا، پھلواری صاحب کا دعوت طعام قبول و دعوت کلام سے صراحۃً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں مرد میدان مناظرہ نہیں پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ آنا دوبارہ بلایا جانا۔ دستوں کا بہانہ فرمانا۔ حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس کا حال اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار وشدت انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں ''فتاویٰ السنہ'' سنایا جانا، پھلواری صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا پھر یہ گفتگو پیش آنا، جب جواب حق ہیں مہر کیجئے، آپ نے فرمایا: اس میں صاف ''ندوہ'' کا نام لکھا ہے لہٰذا مہر نہیں کرسکتا''۔

کہا گیا کہ یہ بہت اچھے سوالات ہیں بجائے ندوہ، زید وعمرو لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجئے۔ کہا کتاب لئے جاتا ہوں پندرہ دن کی مہلت دیجئے ان سوالوں کے یہی جواب خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا، فرمایا: گیارہ پندرہ دن نہیں مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمد للہ کہ آپکو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی۔ کہا: مولانا ضلالت نہ فرمایئے، مداہنت فرمایئے۔

تو ان ٹالے بالے پر ختم ہوا مگر مہینہ نہ سال برسین گذریں' جواب نہ دینا تھا نہ دیا!

غضب کیا تیرے وعدہ پر اعتبار کیا تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالت اقوال و شناعت مقاصد و مفاسد و مکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔ (حب و بغض پر کلام میں کہا) ندوہ تمام بددینوں گمراہوں' سے اتحاد فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد۔ اور ایمان نہیں تو جنت سے کیا سروکار' مسلمانان ہند کے سب گناہ معاف ہوسکتے ہیں سوانا اتفاقی کے۔ سب کلمہ گو حق پر ہیں' خدا سب سے راضی ہے' سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے' اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے' کلمہ گو کیسا ہی بددین بدمذہب ہو ان میں جو زیادہ متقی ہے' خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے خدا و رسول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے' جو مقال ہے' ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے۔ سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ کے خارجی:

امیرالمومنین مولی المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی کے زمانہ اقدس میں خوارج خذلہم اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا۔ وہ علماء نہ تھے' عباد نہ تھے' قراء کہلاتے تھے۔ راتیں شب بیداری اور دن تلاوت قرآن و ذکر باری میں گزارتے تھے۔ مگر گمراہ تھے اہل سنت کے مخالف و بدخواہ تھے۔ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہ ان کے علم و فضل پر نظر فرمائی نہ ان سے اخوت اسلامی کی ٹھہرائی' بلکہ ان پر لشکر کشی فرمائی' سر اشرار پر برق بار ذوالفقار چمکائی۔ وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا۔ فقط دو روپے دے کر ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے' بلکہ واقعی علم رکھتے تھے۔ حدیث جانتے قرآن پڑھتے تھے' عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے شکوک بعینہ وہابیہ کے شکوک تھے' رفع فرمائے۔ پانچ ہزار خارجی حق کی طرف رجوع لائے۔ پانچ ہزار ختم اللّٰہ علی قلوبھم رہے' ان پر تیغ شرر بار شرار شکار' اسد کردگار' حیدر کرار چمکی اور ایک ایک کرکے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت پر فرش کی۔ وہ

خبیث قتل ہو رہے تھے کسی نے آ کر خبر دی کہ تمام خارجی بھاگ کر نہر کے پار ہو گئے ہیں عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا: ہرگز نہیں ان میں سے دس نہر کے پاس نہ جا سکیں گے۔ سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ وہ ادھر نہ جائیں گے اسی پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالآخر تحقیق ہوا کہ واقعی دس بھی نہ جا سکے۔ سب اسی طرف کنارۂ آب سے کنارہ نار میں جا گزیں ہوئے کسی نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو انکی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا:

واللہ وہ ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں عورتوں کے پیٹ میں ہیں۔ وہ مستقبل قرن قرن ظاہر ہوتے رہیں گے کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت کاٹ دی جائیگی دوسری سر اٹھائیگی۔ حتی یخرج اخرهم مع المسجد الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔

تمام بدعقیدہ مولوی ایک ہی خمیر سے بنے ہیں:

اس وعدہ صادقہ کے مطابق ایسے مولویوں کی سنگت ہر زمانہ ہر قرن میں مختلف نام اور مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی خبیث ظاہر ہوا اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مخذولین کا سچا فضلہ خوار ہے۔ شیعہ کیا ان کے وہی عقائد مکائد وہی دھوکے وہی تلبیس وہی ادعائے عمل قرآن و حدیث۔ ان خبیثوں کا اعتراض تھا کہ مولیٰ علی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ان الحکم الا للّٰہ حکم نہیں مگر اللہ کیلئے یہ مشرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها مرد و زن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے بھیجو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے: ینزل عیسیٰ حکما مقسطا یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے۔ یہ وہابیہ ان خوارج کے شاگرد کہتے ہیں یہ کہتے ہیں۔ اہلسنت انبیاء اولیاء سے استعانت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تجھی کو پوجیں ہم تجھی سے مدد چاہیں یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تعاونوا علی البر

والتقویٰ نہ کوئی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: واعینونی یا عباد اللہ یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔ حقیقت ذاتیہ و عطائیہ میں نہ ان خبیثوں نے فرق کیا۔ نہ ان رافضیوں نے۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار یہ سب گمراہ فرقے آئمہ ہدیٰ و اکابر محبوبان خدا کے دشمن ہیں۔ اور رافضیوں کی عداوت تو ہر بچے پر ظاہر۔ اللہ اللہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

وہ صدیق جن کے فضائل سے ایک شمہ سن چکے ہیں۔ وہ صدیقہ بنت الصدیق ام المومنین ہیں جن کا محبوبہ سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی بیتہا وعلیہا وسلم ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر ہے۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبرئیل امین بآں فضل مبین انہیں سلام کریں۔ اور ان کے کاشانۂ عزت و طہارت میں بے اذن لئے حاضر نہ ہوسکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں واعروساہ! فرمائیں۔ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برأت کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے' بتول مریم کا تبریہ روح اللہ وکلمۃ اللہ فرمائے' مگر ان کی برأت وطیب وطہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک خدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ اشقیائے ملاعنہ خذلہم اللہ ایسے محبوبان خدا و رسول کے دشمن ایسوں کے بدگویوں پر طعنہ زن رہے تھے۔ آج ندوہ مخذولہ ان سب کی دوست ان سب کی انجمن قاتلہا اللہ من ندیۃ الفتن. آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے' برا کہے' تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا۔ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخذولہ کی آنکھ میں

یوں بے قدر ہوں کہ ان کے بدگویوں سے اتحاد و داد فرض ہو' اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد۔ عائشہ صدیقہ کی توہین تو خدا اور رسول کی توہین نہ ٹھہرے' مگر رافضیوں وہابیوں کی توہین خدا و رسول کی توہین' عائشہ و صدیق سے عداوت والوں کا ایمان ندارد۔ کیسا بڑے اعلیٰ درجہ کا ہو ان میں جو اتقی ہے' اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہو' مگر رافضیوں وہابیوں سے مخالفت کی' ایماں ندارد' جنت سے محرومی' انا للّٰہ و انا الیہ راجعون!

علما فرماتے ہیں: اعداؤک ثلاثه تیرے دشمن تین ہیں عدوک الذی عاداک ایک تو آپ تیرا دشمن وعد و صدیقک اور تیرے دوست کا دشمن عدو صدیق عدوک اور تیرے دشمن کا دوست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم اول کے دشمن تو کھلے کفار ہیں۔ اور قسم دوم کے دشمن روافض' نواعب وخوارج و وہابیہ کہ محبوبان خدا و آئمہ ہدیٰ کے اعدا ہیں۔ اور قسم سوم کے دشمن یہ ''ندوی'' حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب دشمنوں کے شر سے بچائے' اور مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا فرمائے' اور اسی حب و بغض پر کہ اسے محبوب و مقبول ہے' دنیا سے اٹھائے آمین!

ندویوں کے مؤیدین:

ندوی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ایک بے معنی تحریر روداد میں شائع کی۔ کہ علمائے مکہ معظمہ نے ''ندوہ'' کی خوبی وضرورت پر مہر کر دی۔ اس تحریر کو دیکھئے تو گنتی کے صرف چند ہندی مولوی ہیں۔ جو بعض بنام ہجرت اور بعض بقصد حج گئے ہوئے تھے۔ کوئی ''کیرانے'' کا کوئی ''لکھنو'' کا کوئی ''بریلی'' کا کوئی کہیں کا نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی نہیں علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے۔ جب اخباروں اشتہاروں میں اس یاوہ سرائی کا خاکہ اڑا۔ دماغ میں سمائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکا دیجئے۔ کسی طرح تحریر حاصل کیجئے۔ ایک صاحب بظاہر حج کا نام اور باطن میں اسی مفسدے کا احرام باندھ کر حرمین پہنچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بحمد اللہ تعالیٰ' مولوی محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر وغیرہ علماء کی معرفت اس ندوہ مخذولہ کی شرارت سے چرچ گئے تھے۔ وہاں دال نہ گلی۔ مدینہ طیبہ میں ہمسایگاں

مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مغالطہ دینے کی گلی ملی۔ وہاں سوال کیا کہ ایک اجتماع علمائے اہل سنت ہند نے قائم کیا ہے کہ اس میں طرز عرب پر تعلیم ہوگی۔ مساکین و یتامیٰ کی پرورش ہوگی۔ ترویج دین متین ہو' یہ جلسہ کیسا۔ اور جو اس کی تخریب چاہے کیسا' اس سوال کا جو جواب تھا ظاہر تھا ناحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی' یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیتے' ہم بھی وہی جواب لکھتے جو اہل مدینہ نے ارشاد فرمایا: سوال تو یوں کرنا تھا کہ ایک جلسہ سنیوں' رافضیوں وہابیوں' نیچریوں غیر مقلدوں سب کا جرگہ بنا کر قائم ہوا' جس نے تمام بدمذہبوں سے اتحاد و وداد فرض کیا خدا کو انگریزی گورنمنٹ کی مثل بتایا سب گمراہیوں سے راضی بتایا' حنفی' شافعی' مالکی' اور حنبلی' میں باعتبار عقائد اسلام و کفر کا فرق مانا۔ تمام بدمذہبوں کو حق پر جانا دعوی مذہب سے عام دست برداری چاہی' مدح و تعظیم ''کلاب النار'' حد سے زائد تباہی الی غیر ذلک من الضلالات والد واھی وہ اجتماع کیسا اور جو اس کی اصلاح چاہے۔ کیسا۔ پھر دیکھئے علماء کیا جواب دیتے ہیں۔ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے قاری السنہ لالجام الغننہ ''ندوہ مخذولہ'' میں تیار ہوا' یونہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً سے بھی استفسار ہو' امر واقعی کا پورا اظہار ہو' کتب ندوہ جن میں وہ کلمات ضالہ تحریر ہیں' ساتھ مرسل ہوں۔ کہ عیان و بیان مجتمع ہوکر جواب مطابق سوال و موافق واقع مکمل ہوں۔ الحمدللہ اعانت الٰہی و عنایت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل ریب کا ریب زائل ہوا۔ مولانا فاضل حاجی عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری مکی و مولانا فاضل مطوف شیخ احمد بن ضیاء الدین محمد مکی نے کہ یہ حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ ہیں' اور دونوں صاحب عربی و اردو دونوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں۔ وہ مسئلہ مع کتب ندوہ حضرات علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا اور تصدیقات علیہ و تحقیقات جلیلہ اکابر علماء حق عزوجل نے حق کو وضوح بین دیا۔

الحمد للہ رب العلمین وہ فتویٰ یہ ہے جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے جسکا قدرے خلاصہ حضرات قارئین سے گذارش کرتا ہے (پھر سوال و جواب پڑھے ان کے ترجمہ کئے) یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا۔ ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہنچا۔ تو دس ہی جوابوں کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ

وقت گذرا۔ لاجرم بخیال کلفت بعض سامعین ودعا ہدایت و استقامت سنت پر بیان ختم ہوا اور اکثر مسلمین کو دوبارہ فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا واخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین۔

اعلیٰ حضرت کا علمی تبحر:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار بہ زمانہ عرس حضرت جدی شاہ برکت اللہ قدس سرہ درگاہ معلیٰ میں میاں جی صاحب کے مکتب کے متصل کوٹھری میں جہاں ہماری ہمشیرہ، والدہ مسعود حسن کی اب قبر ہے۔ مولانا تشریف فرما تھے۔ ہم نے مولانا عبدالمجید صاحب بدایونی کا شجرۂ عربی درود شریف میں دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی میں درود شریف میں لکھ دیجئے۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے۔ ہمارے وظیفے کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و مسجع صیغہ درود شریف میں "شجرۂ قادریہ برکاتیہ جدیدہ" تحریر فرمایا، اور پھر اسے حضرت میاں صاحب بھائی کی کتاب پر بھی نقل فرما دیا (۱) فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ اس شجرہ صلواتیہ کی نقل بیعت و ارشاد کے ضمن میں جہاں شجرۂ طیبہ کا ذکر ہے ثبت ہے یہ واقعہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ روز جمعہ کا ہے۔

جناب عبدالرحیم خاں صاحب قادری رضوی سلطان پوری کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا، حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، ایک دن اعلیٰ حضرت کے ذکر مبارک پر انہوں نے فرمایا کہ:: مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وہ ہستی ہے کہ علمائے عرب وعجم ہر باب میں ان کے محتاج ہیں۔ اس علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب بھی تصنیف فرمائیں، اور چار منشی بہ یک وقت لکھنے کو بیٹھ جائیں تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات اس کو نقل نہ کرسکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حسن ادب، بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک درود جس لفظ حسین و زاہد تھا آپ نے

---

(۱) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا شجرہ مبارکہ جو حسن انشاء اور حسن تحریر کا خوبصورت نمونہ ہے۔ کئی سال پہلے اس کا عکس شائع ہوگیا ہے۔ (مرتب)

اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ بلکہ نہایت لطافت کے ساتھ اسے وہاں اس طرح استعمال فرمایا ہے کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کر رہا ہے۔

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے اس درود شریف کی عبارت یہ ہے: اللھم صلّ وسلم وبارک علیٰ سیّدنا ومولانا محمّد المصطفےٰ رفیع الشان المرتضی علی الشان والذی رجیل من امتہٖ خیر من رجال السابقین حسین من زمرتہٖ حسن من کذا وکذا حسنا من السابقینo

بندگان مارہرہ کی تحریک سے علم تکسیر کی طرف توجہ:

مولانا کو علم تکسیر کی تشویق وتحریک کا سبب میں ہوا تھا۔ میں اس علم کے بہت تذکرے کرتا کتابیں دکھاتا۔ ایک بار کسی خاندانی کتاب میں ایک نیا وفق سیر مرتضوی نظر سے گذرا۔ مولانا کو بھی دکھایا۔ اس کے قاعدے کی تشریح وتوضیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی اور ایک دو روز کے بعد ایک مفصل رسالہ میں اس وفق کے بہت سے صور اور اس کیلئے کئی ضابطے کا یہ مفصل ومشرح رسالہ تحریر فرما کر مجھے دے دیا۔ جو میرے پاس بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت بھی محفوظ ہے۔

جامع حالات (فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ) عرض کرتا ہے کہ اس رسالے کی نقل فن تکسیر میں مہارت کے بیان میں ہوگی۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے اور اعلیٰ حضرت کی خداداد قابلیت و جامعیت کا اندازہ کریں گے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہٖ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیمؕ۔

ایک بار کسی نے نماز کی دو رکعتوں میں قرآن کی آخری سورۃ کی چند آیتیں پڑھیں۔ بعد ختم نماز کے میں نے کہا کہ مولانا یہ مکروہ ہے۔ اس وقت خاموش رہے، پھر فرمایا بیشک فلاں کتاب میں یہ صورت مکروہ ہے، مگر فلاں فلاں معتمد نے اسے جائز غیر مکروہ بتایا ہے۔ جن کتابوں کے نام مولانا نے بتائے تھے اب مجھے یاد نہیں رہے۔

علمائے رامپور کے فتویٰ پر اضافات:

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی عمر کا چودھواں سال تھا افتاء کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے اقدس حضرت امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجدّدی کا فتویٰ جس پر اکثر علماء کی مواہیر و دستخط ثبت تھے پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ: کمرے میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجئے' جواب لکھ دیں گے۔ وہ کمرے میں گئے اور آ کر عرض کیا کہ کمرے میں مولوی صاحب نہیں ہیں فقط ایک نوعمر صاحبزادہ صاحب ہیں۔ فرمایا انہیں کو دے دیجئے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور میں تو جناب کی شہرت سن کر آیا تھا۔ حضرت نے فرمایا آج کل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں' انہیں کو دے دیجئے۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا انہوں نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا حضرت نے اس کی تصدیق وتصویب فرمائی۔ پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علماء کے پاس لے گئے' ان لوگوں نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی۔ جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتویٰ کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ دیکھا کہ سب علماء کی ایک رائے ہے صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے' حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری کو یاد فرمایا۔ حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت مولانا کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا فی الحقیقۃ وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا پھر اتنے علماء نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی' ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا ہے۔ یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ جناب نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کو یاد فرمایا: جب دربار میں تشریف لے گئے چاندی کی کرسی

پیش ہوئی۔ آپ نے فرمایا چاندی کا استعمال مردوں کو درست نہیں اور لکڑی کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ نواب صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ میری رائے میں آپ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی سے کچھ منقول پڑھیں۔ اعلیٰ حضرت، خدمت اقدس میں تشریف لائے اور مولانا سے فرمان نواب صاحب کہا، مولانا نے دریافت فرمایا کیا پڑھو گے؟ فرمایا میرا امتحان لے لیا جائے جس کتاب کے لائق آپ تصور فرمائیں وہ پڑھوں گا۔ فرمایا تم خود بتاؤ کیا پڑھو گے۔ فرمایا "افق المبین" (یہ فن منطق کی اعلیٰ کتاب ہے) مولانا نے فرمایا تم ابھی صاحبزادے ہو "افق المبین" آسان کتاب نہیں ہے۔ فرمایا میں نے تو کہا تھا کہ امتحان لے لیا جائے۔ مولانا نے فرمایا اچھا کس کتاب کا امتحان دو گے؟ فرمایا: "افق المبین" کا۔ افق المبین کتب خانہ سے لائی گئی چند منٹ اعلیٰ حضرت نے مطالعہ فرمایا: پھر فرمایا: آپ امتحان لے لیجئے۔ امتحان دیا۔ اور خوب امتحان دیا اس کے بعد گھنٹوں باہم کسی مسلہ پر گفتگو رہی، جب گفتگو ختم ہوئی تو مولانا عبدالحق نے فرمایا اچھا اب پڑھو۔ حضرت نے فرمایا اب تو میں آپکا مقابل بن گیا اب کیا پڑھوں اور یہ کہہ کر حضرت بریلی واپس تشریف لے آئے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ بیان مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا ہے لیکن مجھے ایسا یاد آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس واقعے کو مجھ سے خود بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اس وقت آپ غالباً بیس سال کے تھے۔ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت کی شادی کے بعد کا ہے۔ ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور شادی ۱۲۹۱ھ میں تو کم از کم یہ واقعہ ۱۲۹۲ھ کا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جب میں نے فتویٰ لکھا اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب کے فتویٰ کے خلاف حکم دیا اور بعد کو دوسرے علماء نے مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب ہی کے فتویٰ کی تصدیق وتصویب کی۔ جب ریاست رامپور میں وہ فتویٰ پہنچا تو لوگوں نے چاہا کہ قبل اس کے کہ نواب صاحب کی خدمت عالی میں فتویٰ پہنچے بریلی کے جواب کو نکال کر علیحدہ کر دیا جائے تاکہ نواب صاحب کی خدمت میں ایک ہی قسم کی سب تصدیقیں پیش ہوں، لیکن تحریر کا طریقہ کچھ ایسا تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ بریلی کی تحریر الگ کر دی جائے اور پتہ نہ چلے اس لئے علمائے رامپور کو مجبوراً پیش کرنا پڑا اور خیال کیا کہ نواب صاحب شروع سے اخیر تک تو اس کو دیکھیں گے نہیں اول آخر کچھ دیکھ لیں گے۔ لیکن عجیب اتفاق کہ نواب صاحب نے اول سے

آخر تک ایک ایک سطر بغور پڑھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سب علماء کے فتاوے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی تائید و تصدیق میں ہیں صرف دو عالموں کی رائے اسکے خلاف ہے، جناب شیخ فضل حسین صاحب افسر ڈاک خانہ جات وہاں تشریف رکھتے تھے۔ ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں؟ جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا وہ حضور کا ہی عزیز ہے جناب شیخ موصوف ریاست رامپور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاک خانہ جات کے ایک افسر تھے اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے، جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں انکی بڑی وقعت تھی۔ جب نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مفتی، مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے رشتہ دار ہیں اور ان کے والد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں، تو نواب صاحب نے فرمایا کہ: آپ اپنے رشتہ دار کو بلوایئے، ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حسب طلب و دعوت جناب، شیخ صاحب جب اعلیٰ حضرت قبلہ رامپور تشریف لے گئے۔ جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے گئے۔ جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے چونکہ دبلے پتلے تھے نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اپنے ساتھ پنگڑی پر بیٹھا لیا۔ اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔ اسی دوران میں نواب صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ آپ فقہ و دینیات میں بہت کمال رکھتے ہیں، بہتر ہوگا کہ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی سے منطق کی کتابیں پڑھ لیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: جناب والد ماجد صاحب نے اجازت دی تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔ اسی دوران جناب مولانا عبدالحق[1] صاحب خیر آبادی بھی تشریف لے آئے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف کرایا اور اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ جس طرح بعض متمول صرف مالدار ہی نہیں

---

[1] مولانا عبدالحق خیر آبادی ولد مولانا فضل حق خیر آبادی کو خیر آباد میں پیدا ہوئے ۱۲ سال کی عمر میں اپنے والد سے علوم وجہ سے تاریخ التحصیل ہوگئے تھے آپ نے دہلی اور لکھنو پہنچ کر آپ کے مقدمہ کی پیروی کی، کچھ عرصہ خیر آباد میں رہے پھر نواب آف ٹونک نے بلا کر اپنے دربار میں مسند علوم پر بٹھایا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس بلالیا۔ اور آپ کی گردی اختیار کی آپ ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں رام پور کی عدالت عالیہ میں حاکم مقرر ہوئے۔ مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل نے آصف جاہ نظام حیدر آباد دکن سے اپنے دربار میں بلالیا۔ آپ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ سے بیعت ہوئے ۱۳۱۶ھ۔ ۱۸۹۹ء کو فوت ہوئے۔ (استفادہ تذکرہ علمائے ہند)

ہوتے۔ بلکہ مال انکے سر پر سوار رہتا ہے' اسی طرح بعض علماء بھی صرف عالم ہی نہیں ہوتے بلکہ علم انکے سر پر سوار رہتا ہے' ایسے لوگ دوسرے علماء کی عزت کرنی جانتے ہی نہیں بلکہ دوسرے کی شان میں بلاوجہ توہین وتحقیر آمیز کلمات و الفاظ استعمال کرنا شان علم خیال کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''قاضی مبارک''۔ یہ سن کر علامہ خیر آبادی نے دریافت کیا کہ'' تہذیب'' پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا' اسی انداز سے اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کیا آپ کے یہاں' قاضی مبارک کے بعد'' تہذیب'' پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ: ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے۔ اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا کہ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا: تدریس' افتاء' تصنیف۔ فرمایا: کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور خصوصاً ردوہابیہ میں! علامہ خیر آبادی مرحوم زبردست سنی عالم تھے مگر سنی گر نہ تھے۔ ان کے ہاں جماعت اہل سنت کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ تھا۔ فرمایا آپ بھی رد وہابیہ کرتے ہیں' ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ تاج

---

[1] مولانا فضل حق خیر آبادی ۱۲۱۲ھ۔۱۷۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا فضل امام تھا حدیث مولانا عبدالقادر دہلوی سے پڑھی۔ علوم منطق' حکمت فلسفہ' اور عربی ادب علم الکلام و اصول اور شاعری میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے ان کے حلقۂ تدریس میں دور دور سے طلباء آتے حتیٰ کہ آپ کی شہرت سن کر سارے ہندوستان سے علماء بھی آتے اور استفادہ کرتے وہ حقہ پیتے اور شطرنج بھی کھیلتے اور'' افق المبین'' جیسی کتاب باتوں باتوں پر پڑھا دیتے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے آپ کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کیا اور رنگون کے نزدیک جزیرۂ انڈمان (کالا پانی) بھیج دیا جہاں آپ ۱۸۶۱ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے دستر خوان علم سے بڑے بڑے علماء نے خوشہ چینی کی۔ آپ نے وہابیت کے پھیلائے ہوئے عقیدہ پر مولوی اسماعیل دہلوی کی کتابوں کا رد لکھا۔ مرزا غالب کے دوست تھے۔ ایک عرصہ تک ریاست جھجر ریاست الور' ریاست ٹونک' اور ریاست رام پور میں نوابوں کے درباروں میں رہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے زبردست حصہ لیا۔ دہلی میں جنرل بخت خاں کے دست راست تھے لکھنو میں حضرت محل کی عدالت کے رکن رہے آپ کے تین صاحبزادے شمس العلماء' مولانا عبدالحق اور شمس الحق اور مولانا علاء الحق بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف ہیں: رسالہ غدریہ (باغی ہندوستان) الحسن الغالی۔ حاشیہ شرح مسلم قاضی مبارک۔ حاشیہ افق المبین۔ العلم والعلوم بڑی مشہور ہیں مگر جس کتاب نے اعتقادی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' تھی۔ یہ غالباً سب سے پہلی کتاب ہے جو اسمٰعیل دہلوی کے رد میں لکھی گئی تھی۔

(استفادہ تذکرہ علمائے ہند)

الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی کی طرف اشارہ تھا۔ اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی کو زیبا تھا یا نہیں۔ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو' اس لئے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی رفیق اور ساتھی تھے' لیکن اعلیٰ حضرت ان کی حمایت دین و نکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے' اس لفظ کو سن کر بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے والد نے کیا اور ''تحقیق الفتوے فی ابطال الطغوی'' مستقل کتاب مولوی اسمٰعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سن کر مولانا عبدالحق نے فرمایا: اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلے میں رہی تو مجھ سے پڑھایا نہیں جاسکے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا تھا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی' اپنے علمائے ملت' حامیان سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسکے بعد کچھ دنوں اعلیٰ حضرت نے رامپور میں قیام فرمایا اور جناب مولانا عبدالعلی صاحب سے ''شرح چغمنی'' پڑھی پھر واپس تشریف لائے۔

جناب سید ایوب علی صاحب قادری نے تحریر کیا ہے کہ امام اہل سنت قدس سرہٗ نے ۸ سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض تحریر فرمایا تھا' اتفاقاً اعلیٰ حضرت کے والد رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اَمَّنْ میاں نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہیں لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ' کوئی بڑا لکھ کر دکھا دے تو میں جانوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار امام اہل سنت ''مسلم الثبوت'' مطالعہ فرما رہے تھے کہ کتاب کے حاشیے پر حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر پڑا جو رئیس الاتقیا صاحب نے ''مسلم الثبوت'' پر کیا تھا اور اس کا جواب دیا تھا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو رفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوسکتا تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی۔ اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے

سے لگا لیا اور فرمایا ''احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ تم مجھ کو پڑھاتے ہو''۔ پھر اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاد مکرم جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے فرمایا کہ: آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت طالب علمی کے زمانے میں:

جامع حالات (فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ) کہتا ہے کہ ''مسلم الثبوت'' کا قلمی نسخہ معریٰ جسے اعلیٰ حضرت نے اپنے پڑھنے کے زمانے میں مُحشّیٰ کیا تھا اس پر کہیں کہیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہٗ کا بھی حاشیہ تھا' ۱۳۲۴ھ میں جب میں اپنے استاد محترم جناب مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت استاد الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے ''مسلم الثبوت'' پڑھتا تھا' میرے مطالعہ میں رہتا تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں مسلم الثبوت محشی مطبع مجتبائی دہلی کے علاوہ شرح ''مسلم الثبوت'' علامہ بحرالعلوم مسمی بہ ''فواتح الرحموت'' وشرح مسلم الثبوت عبدالحق خیر آبادی و شرح مسلم مولانا بشیر حسین مسمی بہ ''کشف المبہم'' بھی تھی۔ بلکہ ان سب سے مزید مجموعہ مطبوعہ مصر مختصر علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح عقیدیہ اور حواشی بردی وغیرہ کہ اسی زمانہ میں چھپی تھی جو اصل اور ماخذ ''مسلم الثبوت'' کا ہے۔ یہ سب کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں لیکن اعلیٰ حضرت کے حاشیۂ مبارک کی شان ہی کچھ اور تھی اسی طرح میرے بخاری شریف پڑھنے کے زمانہ میں مصر کی چھپی ہوئی بخاری محشی بحاشیۂ سندھی کے علاوہ جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے تحشیہ والی بخاری' بلکہ شروح بخاری میں عینی فتح الباری' اور ارشاد الساری سب کتابیں تھیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کا نسخۂ قلمی بخاری شریف جس میں اعلیٰ حضرت نے پڑھا تھا اور اپنے پڑھنے کے زمانہ میں معریٰ سے محشّیٰ کیا تھا' اس کے مضامین و افادات و نکات و لطائف کا رنگ ہی کچھ اور تھا۔ اور پھر لطف یہ کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا سب ذہن رسا کی جودت و جدت تھی' عام حاشیہ نگاروں کی طرح نہیں کہ عنایۂ بنایۂ نہایۂ کفایۂ فتح القدیر وغیرہ سے ہدایہ شرح وقایہ حاشیہ لکھ ڈالا۔ اگرچہ یہ خدمت بھی بہت ہی قابل ستائش اور طلبہ و مدرسین کی بہت شکر گذاری کا باعث ہے۔ مگر ان دونوں میں

آسمان و زمین کا فرق ہے، مجھے شیر بیشۂ اہل سنت، ناصر دین و ملت، سیف اللہ المسلول، مولانا ابو الوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ میں نے اعلیٰ حضرت اور بعض معاصرین اعلیٰ حضرت محشی کتب کثیرۂ درسیہ میں فرق دریافت کیا۔ فرمایا:

''میاں! ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰ حضرت کے حواشی خود ان کے اضافات و افادات ہوتے ہیں اور ان حضرات کی مثال وہی ہے بیٹھا بنیا کیا کرے، اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں، اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں۔ پڑھواتے ہیں کسی کتاب کی چند شرحیں چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اس سے، کچھ اس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی''۔

اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی:

جناب سید ایوب علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں۔ حاضرین کا مجمع ہے۔ لوگ مسائل پوچھتے جاتے ہیں۔ حضور جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اس وقت جناب سید محمود جان قادری برکاتی نوری علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں حضور میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسئلہ کا جواب آپ کی نوک زبان پر ہے۔ کبھی کسی مسئلے کی نسبت حضور کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ کتاب دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور کسی قدر آبدیدہ ہوئے اور ارشاد فرمایا

''سید صاحب قبر میں مجھ سے ہر مسئلے کی نسبت سوال ہوگا کہ اس میں تیرا کیا عقیدہ ہے تو وہاں کتابیں کہاں سے لاؤں گا''۔

اعلیٰ حضرت مسئلہ پوچھنے والوں کو مطمئن کر دیتے تھے:

جناب حافظ یقین الدین صاحب قادری رضوی کا بیان ہے غالباً ۱۲۹۵ھ یا ۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے کہ میں اور حافظ عبدالکریم صاحب قضا و قدر کے مسئلہ کو دریافت کرنے کی غرض سے مولانا لائق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں گئے اور دریافت کیا حضرت ممدوح نے اس کا جواب دیا۔ جب ان سے اسکے متعلق پھر کچھ سوال کیا تو وہ برافروختہ ہو گئے۔ ہم دونوں اٹھ کر مولانا یعقوب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور وہی سوال کیا

انہوں نے بھی وہی جواب دیا' دوبارہ دریافت کرنے پر وہ بھی خفا ہو گئے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور وہی سوال کیا۔ اول حضور نے بھی وہی جواب دیا دوبارہ دریافت کرنے پر اس قدر سمجھایا کہ خوب اطمینان ہو گیا اور انتہا درجہ کی خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ہم دونوں حاضر ہوا کرتے تھے اور بے حد فرحت و مسرت حاصل ہوتی تھی بلکہ جب کسی بات میں کسی طرح کا انتشار یا فکر و رنج ہوتا تھا تو اس کی دفع کی تدبیر وہاں کی حاضری ہی ہوتی تھی حضور کے فیض و برکت سے وہ فکر و رنج' فرحت و سرور سے بدل جاتا تھا۔

انہیں کا بیان ہے غالباً ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں' میں نے خواب دیکھا کہ یہ عاجز کوتوالی کے پاس سے قلعہ کی طرف جا رہا ہے' بازار میں معمول کے موافق لوگوں کا بہت ہجوم ہے کہ یکا یک دو آدمی مجھ کو قتل کرنے کی غرض سے لپکے۔ میں بھاگنے لگا وہ بھی دوڑنے لگے۔ پھر میں اڑنے لگا وہ بھی اڑ کر پیچھا کئے ہوئے تھے۔ میں پناہ لینے کی غرض سے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مکی صاحب کے حضور میں گیا' (مولانا رحمت اللہ صاحب ان دنوں مکۂ معظمہ میں تھے' مگر خواب میں میں نے بریلی میں دیکھا) وہاں پناہ نہ ملی مجبور ہو کر وہاں سے اڑتا ہوا تائید غیبی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوا' بفضلہٖ تعالیٰ وہ دونوں دشمن غائب ہو گئے۔ اس خواب کا میرے دل پر بہت برا اثر پڑا اور صبح کو جا کر حضور سے خواب بیان کیا۔ چونکہ اس کا تعلق حضور سے تھا اس لئے معمولی الفاظ میں تعبیر فرما دی۔ قضا و قدر کے مسئلہ کے بعد ہر جمعہ کو اعلیٰ حضرت کے حضور جاتا تھا اور پھر ہوتے ہوتے روزانہ حاضر ہونے لگا تھا۔ جب اس خواب سے دل میں کھٹک پیدا ہو گئی تھی تو جرأت کر کے عرض کی کہ حضور میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ اپنے مرید ہونے کا حال پہلے عرض کر چکا تھا۔ حضور نے شجرہ طلب فرمایا اور میں لے گیا اس سے دیکھ کر فرمایا کہ: شجرہ سب طرح سے بہت صحیح ہے' مرید ہونے کی ضرورت نہیں ہے مگر کھٹک اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ دل کا تقاضا ہر وقت یہی تھا کہ غلامی میں جلد سے جلد داخل ہو جاؤں آخر کار بہت دقت سے ۱۳۱۰ھ یوم جمعہ کو بفضلہٖ تعالیٰ غلامی میں داخل ہو گیا۔

مولوی محمد حسین صاحب بریلوی کا بیان ہے کہ میرٹھ کے ایک بہت بڑے رئیس اور

بڑے دیندار تھے، جنہوں نے گیارہ حج کیئے تھے جناب حاجی علاء الدین صاحب۔ جنہوں نے اپنی کوٹھی میں بالاخانہ بنایا اور اس دیوار پر جو کوٹھی میں مسجد کی جانب تھی بلند دیوار کھڑی کر دی، بعد کو یہ خیال ہوا کہ یہ دیوار کہیں مسجد کی نہ ہو۔ یہاں کے علماء سے تحقیقات کے بعدہ مجھ سے فرمایا کہ: میں اعلیٰ حضرت سے اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں، میرا ان کا تعارف نہیں ہے آپ میرے ہمراہ چلئے۔ میں ان کے ہمراہ بریلی گیا وہ اسٹیشن پر ایک ہوٹل میں مقیم ہوئے اور رات کو وہاں حاضر ہوئے۔ حضرت بعد عشاء کچھ دیر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں، حالانکہ دو پیسے میں لفافہ آتا ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ: حضور یہ ٹکٹ تو عام لوگوں کے خطوط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ: بلاوجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا ہے۔ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔ پھر حاجی صاحب نے ایک مسئلہ ہیأت کا دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی دس قسمیں ہیں پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا یہ، تیسری کا یہ، اسی طرح دسوں کا نام بتایا۔ پھر فرمایا: ان دسوں میں جو سب سے پہلی قسم ہے اس کی بیس قسمیں ہیں۔ پہلی کا نام یہ ہے، دوسری کا یہ، تیسری کا یہ، اسی طرح بیسوں کا نام نمبروار بتایا۔ پھر فرمایا کہ: ان بیس میں جو سب سے پہلے ہے، اس کی چالیس قسمیں ہیں۔ اتنا سن کر حاجی صاحب نے عرض کیا: میں سب کو معلوم کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ اس ترتیب سے بتانے پر اس قدر حیرت ہوتی ہے کہ گویا آپ یہی مسئلہ ملاحظہ فرما کر تشریف لائے تھے، پھر مسجد کی دیوار کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ: اس دیوار میں کوٹھی کی جانب طاق ہیں یا مسجد کی جانب؟ حاجی صاحب نے فرمایا کوٹھی کی طرف۔ فرمایا کہ: یہ دیوار کوٹھی کی ہے مگر اس پر دیوار بلند کرنے میں مسجد کے منارے دب گئے ہوں گے۔ ان کو بلند کرنا چاہئے، چنانچہ حاجی صاحب نے آتے ہی منارے بلند کرا دیئے۔

تاریخ گوئی میں ملکہ و کمال:

عالم الغیب والشہادہ علیم وخبیر جل جلالہٗ نے اپنی قدرت کاملہ سے اعلیٰ حضرت کو جملہ کمالات انسانی کو جو ایک ولی اللہ یکتائے زمانہ میں ہونے چاہئیں، بروجہ کمال جمع فرما دیا تھا۔ جس وصف کمال کو دیکھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اسی میں تمام عمر صرف

فرما کر اس کو حاصل فرمایا ہے' اور اس میں کمال پیدا کیا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض موہبت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے۔ ایک ادنیٰ توجہ سے زیادہ اس کی طرف کبھی صرف نہیں فرمائی۔ ازاں جملہ تاریخ گوئی ہے اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے' اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔ جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام ہے' اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا' جس کا مفصل بیان ذکر تصنیفات میں ملاحظہ سے گذرے گا۔ اس جگہ چند واقعات تاریخ گوئی اور بعض قطعاتِ تاریخ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں:

(۱) ۱۲۸۶ھ میں کہ حضور کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا' ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا ایک صاحب نے امام باڑہ بنایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی تاریخی نام ہو تو دروازے پر کتبہ کر دیں۔ حضور نے فی البدیہہ فرمایا ان سے کہیے ''بدرِ رفض'' رکھیں۔ اس جواب کو سن کر بولے کہ امام باڑہ گذشتہ ہی سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضور شاید دوسرا لفظ فرمائیں۔ جس میں لفظ رفض نہ ہو۔ حضور نے فوراً ہی فرمایا تو ''دارِ رفض'' رکھیں۔ یہ سن کر وہ صاحب چپ ہوئے اور پھر عرض کیا کہ اس کی تعمیر ابتدا ۱۲۸۴ھ ہی میں کی گئی تھی۔ ارشاد فرمایا تو امام باڑے کا نام ''درِ رفض'' رکھ دیں۔

(۲) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس میں اکبر میرٹھی آئے ہوئے تھے۔ ایک روز حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا غیر مطبوعہ نعتیہ دیوان لے کر آئے۔ اور عرض کیا کہ اس دیوان کیلئے کوئی قطعۂ تاریخ فرما دیں۔ (اعلیٰ حضرت نے اس سے پہلے اکبر میرٹھی صاحب کا وہ قصیدہ جو ننھے میاں نے خواجہ قطب کی منقبت میں لکھا تھا' چھپا ہوا ملاحظہ فرمایا تھا جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں:

کالی کالی زلفوں والے مہ لقا تم ہی تو ہو   چاند کے ٹکڑے کئے تھے واں نبی کی روپ میں
کل تماشا گاہ عالم کی بنا تم ہی تو ہو   تم محمد تم علی تم فاطمہ کے نور مین

قصیدۂ مذکور کے آخر میں ایک نوٹ بھی لکھا تھا کہ ''یہ قصیدہ شاہ محی الدین صاحب کو ر

سنا دیا گیا ہے'' حضور نے فرمایا میں نے آج تک حسن میاں کے دیوان کے علاوہ اور کسی کا قطعۂ تاریخ نہیں لکھا' اس کے علاوہ میرے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ اول سے آخر تک آپ کے دیوان کو دیکھوں۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ مجھے تاریخ نکالنے میں کچھ تکلف ہے' بحمداللہ جتنی دیر میں آپ ایک تاریخ نکالیں گے میں پچیس نکال دوں گا۔

اسم اعظم کیا ہے؟

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں' حاضرین کا چاروں طرف مجمع ہے۔ ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ اسم اعظم کیا ہے ارشاد فرمایا کہ: ہر شخص کیلئے اسم اعظم جدا جدا ہے۔ اس کے بعد ہی ایک جانب سے نظر مبارک حاضرین پر دورہ فرماتی ہے اور حضور ہر ایک سے بلا تکلف فرماتے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے لئے اسم اعظم ہے۔ یہ تمہارے لئے اسم اعظم ہے۔ چنانچہ فقیر سے فرمایا:

''یالطیف یااللّٰہ'' پڑھا کرو پھر آخر میں فرمایا کہ: ہر ایک صاحب کے نام میں جو حروف ہیں ان کے بقاعدۂ ابجد جو مجموعی تعداد ہے۔ اس کے ہم عدد اسمائے الٰہیہ میں ایک اسم ورنہ دو اسم دوگنی مرتبہ ہر روز پڑھا کریں۔ یہ اس کیلئے مفید ہے۔

مثلاً ایوب علی کے اعداد ۱۲۹ ہیں اور لطیف کے بھی ۱۲۹ لہٰذا دس روز سے فقیر ۲۵۸ بار بلاناغہ پڑھ لیتا ہے' اور اسکے بیشمار برکات بکرمہ تعالیٰ میں نے پائے۔ ہاں یہ عرض کرنے سے رہ گیا اعلیٰ حضرت کہ اس مجمع میں صرف برادرم قناعت علی کا اسم اعظم نہیں فرمانے پائے تھے کہ عصر کی اذان ہوگئی۔ اور جلسہ برخاست ہوگیا۔ برادرم مذکور اپنی محرومی پر دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے' اور بار بار یہ امید لگاتے تھے کہ شاید اب حضور فرمائیں۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی اس وقت حضور شمالی فصیل مسجد پر تشریف فرما تھے غرض مکبّر نے تکبیر کہی حضور حی علی الفلاح پر وہاں سے اٹھے اور مصلے پر سیدھا قدم رکھا' اس وقت برادرم قناعت علی بالکل مایوس ہوگئے اور دل میں وسوسہ آیا کہ آج یہ پہلی مثال نظر آرہی ہے کہ میں محروم رہا جاتا ہوں۔ حضور فوراً اس وسوسے کو معلوم فرماتے ہیں اور قبل تکبیر تحریمہ ان کی جانب رخ انور کرکے ارشاد فرماتے ہیں۔'' سید صاحب! آپ کیلئے ''اسم اعظم یا

خالق یااللّٰہ“ ہے“۔

ناظرین کرام اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کو تاریخ گوئی میں کس درجہ ملکہ تھا یعنی الفاظ تاریخی گویا نوک زباں پر تھے۔ جبھی تو نظر کے ساتھ ساتھ برجستہ ہر ایک کا اسم اعظم فرمادیا: پھر یہ کہ فیوض و برکات کی بارش نام لیواؤں پر ہر جلسہ میں عام ہوا کرتی تھی نیز شان روشن ضمیری بھی نمایاں ہورہی تھی، اور اس مسئلہ کا بھی انکشاف فرمایا جارہا ہے کہ نماز باجماعت کی تکبیر اقامت کے وقت بیٹھا رہے اور حیَّ علی الفلاح پر کھڑا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ذات قدسی صفات کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا چلنا پھرنا غرض کوئی فعل اتباع سنت سے خالی نہ تھا۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ مولوی حکیم سید شاہ ابوالحسن صاحب ابن جناب سید شاہ مظفر حسین صاحب ساکن ضلع پٹنہ کہ میرے مخلص دوستوں میں ہیں مجھ سے ملنے بریلی شریف تشریف لائے۔ میں اس زمانے میں بریلی میں نہ تھا بلکہ ایک مناظرے میں رنگون گیا ہوا تھا۔ سید صاحب موصوف نے اعلیٰ حضرت کے اخلاق کریمانہ و سادات نوازی کی وجہ سے کئی دن قیام کیا۔ ایک روز انہوں نے بھی خیر و برکت کیلئے کوئی وظیفہ اور اسم دریافت کیا۔ حضور نے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ: آپ کیلئے اسم اعظم یامحسن ہے۔ پھر فرمایا: اس اسم سے غفلت نہ کیجئے یہ آپ کیلئے تسخیر ہے اکسیر ہے۔ یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے اسکے بعد ۱۳۵۰ھ میں جب سید صاحب موصوف ”یتیم خانۂ خادم الاسلام“ پٹنہ سٹی میں منیجر کی حیثیت سے قیام فرما تھے تو ایک دن مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ واقعی اعلیٰ حضرت کا فرمانا لفظ بہ لفظ ٹھیک پاتا ہوں افسوس کہ بلاناغہ اس پر عمل نہیں ہوتا مگر جس زمانے میں پڑھتا ہوں، واقعی اکسیری و تسخیری اثر آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہوں۔

مولانا محمد اسمٰعیل قادری کی وفات پر عربی میں تواریخ وفات:

حسن اتفاق سے اس وقت میرے پیش نظر رسالۂ مبارکہ ”مواقع النجوم“ مصنفۂ حضرت سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز ہے، جو مطبع گلزار حسن بمبئی میں حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قادری نقشبندی کی سعی سے چھپا ہے، مگر عجیب اتفاق کہ یہ

کتاب پوری چھپنے نہ پائی تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا وصال ہوگیا اس لئے آخر کتاب میں انکی تاریخ وصال مستخرج اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ شامل کر دی گئی ہے' جس کے ہر ہر مصرعہ سے انکی تاریخ وفات نکلتی ہے میں اس جگہ اس پوری عبارت نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

تواریخ وصال حضرت عظیم البرکت عمدۃ الکاملین زبدۃ الواصلین العارف الجلیل مولانا المولوی محمد اسمٰعیل القادری النقشبندی الشاذلی علیہ رحمۃ اللہ علیہ العلیٰ' (۱۳۱۷ھ) از افادات امام البلغا مقدام الفصحا تاج الفقہاء والمحدثین' سراج العلماء المحققین' فاضل عظیم الشان' جناب مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی دام فیضہ الصوری والمعنوی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حمد الہ وصلاۃ علی محمد الحکیم -(۱۳۱۷ھ) رقعۃ التاقیت (۱۳۱۷ھ) عام وفاۃ العلم الثبت (۱۳۱۷ھ)- الفاضل الکامل الحسن الجلیل (۱۳۱۷ھ)- الرضی الاجل اسمعیل - مہائمی الحل شاذلی الحسب -(۱۳۱۷ھ) قادری القدر اجل الرتب -(۱۳۱۷ھ) افاد الودود علیہ احسانہ الجیم -(۱۳۱۷ھ) والسق اسمٰعیل بخدمۃ ابراھیم (۱۳۱۷ھ)

اسمعیل اسمعیل سنہ (۱۳۱۷ھ) احامی حالہ من کل فتنہ
اسمعیل اسمعیل صدق (۱۳۱۷ھ) ارادع کل مَین عین فطنہ
اسمعیل اسمعیل حق (۱۳۱۷ھ) اتاک الحق فکب کل محنہ
لاسمعیل عنداللہ ان شاء (۱۳۱۷ھ) واعدہ بمکرمۃٍ ومنہ
الا لایبکین لفقد سعد (۱۳۱۷ھ) اینقم رجع نفس مطمئنہ
رواح الرواح من کنف لسنی (۱۳۱۷ھ) کمزنۃ انجلی منھا ابن مزنہ
سناہ ونفعہ باق بھیا (۱۳۱۷ھ) فقطر دجنہ وقمیر دجنہ
یزف الی جنان حنان عفو (۱۳۱۷ھ) لانوار واطیار مرنہ
یحف بہ ملنکہ اعزہ (۱۳۱۷ھ) باجنحۃ کسحب مرثعنہ
وان أسنل لاسمعیل منھم (۱۳۱۷ھ) اجب ثقہ بتول اللہ انہ
لا سماعی لاسمعیل ھدھا (۱۳۱۷ھ) حلاہ ھجانۃ دخلاہ وھجنہ

فنحن بمنه وهبات يمنه (۱۳۱۷ھ) تکون من اهل یمنة ان یمَنه الهی انطنا حسن الرضاء (۱۳۱۷ھ) و اول غدرةٍ وصف الاول یمنه

تاریخ اخر۔

حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات رسالہ مبارکہ ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' کے اخیر میں درج فرمائے ہیں۔ اسی میں تواریخ ولادت وتواریخ وصال بھی ہے جن سے اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ وھی ھذہ

تواریخ ولادت:

جاء ولی نقّی الثیاب علی الشان (۱۲۴۶ھ) ٥ رضّی الاحوال بھّی المکان (۱۲۴۶ھ) ٥ ھو اجلّ محققّی الافاضل (۱۲۴۶ھ) ٥ شھاب المدققّین الاماثل (۱۲۴۶ھ) ٥ قمر فی برج الشرف (۱۲۴۶ھ) ٥ بریٔ'' من الخسوف والکلف (۱۲۴۶ھ) ٥ افضل سباق العلماء (۱۲۴۶ھ) ٥ اقدم حذاق الکرماء

تواریخ وفات:

کان نھایة جمع العظماء (۱۲۹۷ھ) ٥ خاتم اجلّة الفقھاء (۱۲۹۷ھ) ٥امین اللّٰه فی الارض ابدا (۱۲۹۷ھ) ٥ان موتة العالم موتة العالم (۱۲۹۷ھ) ٥ وفاة عالم الاسلام ثلمة فی جمع الانام (۱۲۹۷ھ) ٥ خلل فی باب العباد لاینسد الی یوم القیام (۱۲۹۷ھ) ٥ یاغفور (۱۲۹۷ھ) ٥ کمل له ترابک یوم النشور امتحه جنة اعدت للمتقین (۱۲۹۷ھ) ٥صلی اللّٰه تعالیٰ علی سیدنا محمد واله واھله اجمعین. (۱۲۹۷ھ) ٥

کتابِ ''انوار آفتاب صداقت'' پر تاریخ گوئی:

اعلیٰ حضرت کی تاریخ گوئی کے سلسلے میں کتاب مستطاب ''انوار آفتاب صداقت'' مصنفہ مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب سنی، حنفی، نقشبندی، مجددی، مقیم لودھیانہ مصدقہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و دیگر علمائے کرام، حامیان دین وملت قدست اسرارہم کے سن

۴۶۳ سے اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ مع استفتا نقل کرنا افادہ و افاضہ سے خالی نہ ہوگا۔

استفتاء:

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیۂ کریمہ انا من المجرمین منتقمون کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں یہ کیا بات ہے؟ بینوا توجروا المستغتی قاضی فضل احمد لودھیانوی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب:

روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کے مذہب کی بنیاد ایسے ہی اوہام بے سرو پا، پادر ہوا پر ہے۔

اولاً ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں، اور ہر آیت ثواب کے اسماء کفار سے، کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں۔ رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا، اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا أروني ابني ما ذا سميتوه مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔ مولیٰ علی نے عرض کی ''حرب'' فرمایا نہیں، بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا۔ مولیٰ علی نے عرض کی ''حرب'' فرمایا نہیں، بلکہ وہ ''حسین'' ہے۔ پھر

مولف کتاب کی بچی کی پیدائش پر تاریخی نام ۱۳۲۹ھ میں شملہ کی جامع مسجد میں خطیب تھا کہ گھر سے خط آیا اور اس میں بڑی لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری تھی میں نے اس خط کو اور اس کے ساتھ ایک عریضہ لکھ کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کیا جس میں تاریخی نام کیلئے عرض کیا تھا بواپسی ڈاک جواب آیا جس میں مبارک بادتھی اور بچی کیلئے دعائے خیر اور تاریخی نام ''زرینہ خاتون'' تحریر فرمایا تھا اسی پر طرہ جب ۱۳۳۴ھ میں دوسری لڑکی پیدا ہوئی تو میں نے پٹنہ سے عریضہ حاضر کیا اور تاریخی نام کی درخواست کی تو ''ولیہ خاتون'' دینیات سے تاریخی نام تجویز فرمایا پھر ''عزیزی مختار الدین'' سلمہ کے بعد ۱۳۳۹ھ میں سہرام میں لڑکی پیدا ہوئی میں نے اس کی ولادت کی خبر دی اور تاریخی نام کیلئے حضور نے ''ربیع خاتون'' تاریخی نام تجویز فرمایا غرض یہ کہنا بالکل بلا مبالغہ ہے کہ جس طرح ہر پڑھے لکھے کے نزدیک لفظ کے تصور یا تلفظ کے ساتھ اس کے معنی ذہن نشین ہو جاتے ہیں اسی [illegible] حضرت کے نزدیک لفظ کے تصور کے ساتھ اعداد ذہن میں آجاتے تھے۔

حضرت محسن کی ولادت پر بھی فرمایا حضرت علی نے وہی عرض کی فرمایا نہیں بلکہ وہ "محسن" ہے۔ پھر فرمایا میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر، اور حسن، حسین، محسن ان سے بموزن وہم معنی۔ اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں۔ لہٰذا ان کے بعد صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان عباس وغیرہم رکھے۔

ثالثاً رافضی نے اعداد غلط بتائے۔ امیر المومنین حضرت عثمٰن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔ ہاں او رافضی

(۱) بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں ابن سبا رافضہ کے

(۲) ہاں او افضی بارہ سو دو عدد ان کے ہیں: ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق، کلینی، ابن بابویہ، قمی، طوسی، حلی

(۳) ہاں او افضی اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعالست منھم فی شیٔ (بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہوگئے، اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں، اس آیۂ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں روافض، اثنا عشریہ، اسمٰعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہئے تو یہی عدد ہیں روافض ثنا عشریہ ونصیریہ واسماعیلیہ کے

(۴) ہاں او رافضی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار (ان کیلئے ہے لعنت اور ان کیلئے ہے برا گھر) اس کے عدد ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں "شیطان، الطاق، طوسی حلی" کے

(۵) نہیں او رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اولئک ھم الصدیقون والشھدآء عند ربھم لھم اجرھم (وہی اپنے رب کے وہاں صدیق اور شہید ہیں ان کیلئے ان کا ثواب ہے) اس کے عدد ۱۴۴۵ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عمر عثمان علی سعید کے

(۶) نہیں او رافضی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم (وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کیلئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور) اس کے اعداد ۱۷۹۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عثمان علی [illegible]

زبیر سعد کے

(۷) نہیں اور رافضی بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے والذین آمنوا باللّٰہ ورسولہ اولئک هم الصدیقون والشهدا عند ربهم لهم اجرهم ونورهم (جولوگ ایمان لائے اللہ اور اسکے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق وشہید ہیں ان کیلئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور) آیۂ کریمہ کے عدد تین ہزار سولہ اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ! آیۂ کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف اور تصنع کو دخل نہیں۔ یہ تمام آیات عذاب واسمائے شرار وآیات مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہٖ تعالیٰ اس قدر ہی کافی ہے وللّٰہ الحمد واللّٰہ تعالیٰ اعلم. فقیر احمد رضا قادری

بدعقیدہ لوگوں کی تاریخ گوئی پر اعلیٰ حضرت کی ایک نظر:

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شیعہ یعنی رافضی کا تو ماشاء اللہ دلیہ نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا اب مجال دم زدن نہیں۔ فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ مجدد مائۃ حاضرہ امام اہل سنت و جماعت کی بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات واعداد کی مطابقت زبان فیض الہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا قریب نصف گذر چکی تھی۔ واللہ باللہ عدد اخیار واشرار کے اسماء بلا سوچے اور بے تامل کئے فرما دیئے۔ کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی اور الہام سبحانی تھا۔ اس سے پیشتر جبکہ اعلیٰ حضرت نے کتاب کو ساعت فرماتے ہوئے متعدد جگہ فرقہ وہابیہ اور معترض پر نکات اعداد جمل کی مطابقت ملاحظہ فرمائے تو اسی وقت معاً بلا غور و تامل کے یوں فرمایا: کہ لکھو۔ فقیر نے تعمیل حکم اس طرح پر کی آیت قرآنی

(۱) اهلکنهم انهم کانوا مجرمین ○ کے اعداد ۶۶۸ جو برابر ہیں اعداد (رشید احمد

گنگوہی کے

(۲) لقد قالوا کلمة الکفر و کفروا بعد اسلامھم کے اعداد (۱۲۶۴) ہیں جو برابر ہیں (اشرف علی صاحب تھانوی کے

(۳) شیطانا مرید العنة اللّٰہ کے اعداد ۸۴۷ ہیں اور وہی عدد ہیں (حاجی قاسم صاحب نانوتوی کے) سبحان اللہ وبحمدہ! کیا قدرت الٰہیہ کا تماشا اور تقدیر الٰہی کا نظارہ ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے علم میں ان لوگوں کی حالت کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ جو بندگان رب العلیٰ اور خاصان بارگاہ خدا اس قسم کے کشف و الہام سے بیان فرما سکتے ہیں اور عوام کو سمجھا سکتے ہیں ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء و اللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

ریاضی میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی راہنمائی:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالی میں نصاری تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اس قدر واقفیت تھی مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ: مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے گا حل کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں' عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ چونکہ ایک جنٹلمین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں۔ اس لئے آتے ہوئے جھجکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلے پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہنچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر رہے گا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلے سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقرر پر موٹر آ گیا' ہم دونوں اس وقت موجود تھے' ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا شاید نماز عصر ہونے والی تھی' ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے

ڈاکٹر ضیاء الدّین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں

۱ ریاضی میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی راہنمائی
۲ علم تکسیر و علم ہئیات پر وضاحتیں
۳ ڈاکٹر ضیاء الدین کے ایک مشکل مسئلہ کا حل
۴ ڈاکٹر ضیاء الدین کے ریاضی پر استفسارات
۵ ہیأت و توقیت پر اعلیٰ حضرت کا کمال
۶ تیئس سو طریقوں میں ریاضی کے مربع جات
۷ علم جفر پر ایک گفتگو

اتار ڈالے لہٰذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا

میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں مولانا یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے۔

حضور نے ارشاد فرمایا:

میرا کوئی استاد نہیں ہے میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع' تفریق' ضرب' تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفےٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔

میرے دو بچے آپ کے سوالات کا جواب دیں گے:

اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ: تیسری قوت تک ہے' اس پر حضور نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ: میرے دو بچے بیٹھے ہیں' انہیں جس قوت کا آپ سوال دیں گے۔ یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصطلاحات میں حضور نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں

سے اگر روشنی پہنچتی ہو تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے پاؤں اوپر اسکے علاوہ اور مشاہدہ کیجئے۔

آپ نے حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب تشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آتا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کچھ فاصلہ سے دیکھ کر عرض کیا ہاں نظر آرہا ہے۔ فرمایا: ذرا اور پیچھے ہٹ آیئے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "اب نظر آنے لگا"۔ فرمایا اور دو قدم پیچھے کو جایئے پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا روپیہ پھر نمایاں تھا۔ بعدہٗ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔ اور فرمایا میرے یہاں کالج کی لائبریری (کتب خانہ) میں ایک کتاب عربی میں ہے۔ جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔ یعنی ایک تو میرے یہاں اور ایک ایک انگلینڈ گرینچ، ریاست بھوپال ریاست رامپور میں اور ایک نسخہ قسطنطنیہ میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو جاتا لہٰذا اگر حضور فرمائیں تو میں ایک مولوی صاحب کو وہ کتاب دے کر خدمت والا میں بھیج دوں تاکہ وہ حضور سے آکر سمجھ لیں پھر ان سے میں سمجھ لوں گا۔ حضور نے فرمایا بہتر ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے گئے۔ حضور نے کچھ مٹھائی ان کے موٹر میں رکھوا دی۔ چند روز کے بعد ڈاکٹر صاحب کے فرستادہ مولوی صاحب وہ کتاب لے کر آئے اور حضور سے پڑھنا شروع کیا۔ ہماری آنکھیں شاہد ہیں کہ حضور اس کمیاب بلکہ نایاب کتاب کو بغیر دیکھے بے تکلف مولوی صاحب کو اس طرح سمجھاتے جاتے جیسے کہ حضور نے اس کو بار بار پڑھایا ہے۔ یہ بھی دیکھا کہ مولوی صاحب پڑھ رہے ہیں اور حضور پیش پیش فرماتے جاتے ہیں اس کے بعد یہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد یہ باب ہوگا اور وہی نکلتا۔ مگر حضور کے سمجھاتے وقت معلوم ایسا ہوتا تھا کہ خالی ہاں ہاں کہنے کے سوا مولوی صاحب کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا ہے۔ غرض مشکل سے تین چار روز رہ کر واپس چلے

گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ: مولوی صاحب بیچارے کی سمجھ میں کیا آیا ہوگا اور اگر کچھ ذہن میں آیا بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ بریلی کے اسٹیشن سے علی گڑھ پہنچتے پہنچتے بالکل کورے ہی ہوں گے۔ پھر فرمایا ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے ایک قسم کا خیال آتا تھا کہ انہوں نے اس علم کے حصول میں اپنی زندگی صرف کر دی ہے۔ نہ معلوم کیا کیا سوالات کریں گے۔ خلاف اس کے یہاں تو سدا با مصروفیتیں ہیں' خدا جانے میں جواب بھی دے سکوں گا یا نہیں مگر بحمد اللہ پروردگار عالم نے ان کی پوری تشفی کرادی اور وہ بہت مسرور گئے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین کے ایک سوال کا جواب:

جامع حالات (فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی) کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے معلوم ہونے لگتا ہے اور اسی طرح بعد غروب ہو جانے کے یہی بھی معلوم ہوتا ہے' غالبًا اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو سید صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظر میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملاء مختلف میں ہو کر گذرے جو کثافت و لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملاء کے ملتقی پر پہنچیں گے' ٹوٹ جائے گی۔ اور جس سمت پر جا رہی تھی اس کے نیچے ہو کر گذرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ باہر تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا۔ کہ پہلے نگاہ ملاء ہوا میں گذری' پھر ملاء آب میں۔ کہ یہ نسبت ملاء ہوا کے کثیف تر ہے۔ یونہیں طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملاء قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے دوسرا اس کے بعد کی ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ ملتقی پر پہنچ کر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گذرے گی۔ تو افق حقیقی کہ بظاہر نگاہ کو وہیں تک پہنچنا چاہئے تھا اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہنچے گی اور آفتاب جانب مشرق قبل اس کے کہ افق پر آئے ہمیں مرئی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے کہ افق سے گذر جائے مرئی رہے گا۔ واللہ اعلم

وائس چانسلر کا مسئلہ اعلیٰ حضرت نے حل فرما دیا:

مولوی محمد حسین بریلوی ثم المیرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق تھے، اس لئے قصد کیا کہ جرمنی جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری، پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اس کا ذکر کیا انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کیجئے وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا کہ

مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں مگر مسئلہ حل نہیں کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جس نے غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔

دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا اور سفر یورپ کا سامان تیار کرنا شروع کر دیا مولانا صاحب موصوف نے پھر ان سے فرمایا تو غصہ بھرے لہجے میں کہا کہ "مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے! آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں"۔ اس پر مولانا نے فرمایا:

آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں سیدھی گاڑی جاتی ہے۔ کئی گھنٹے کا سفر ہے، ایک بار ہو تو آیئے۔

آخر ان کی سمجھ میں بھی بات آ گئی چنانچہ مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے، اور وہاں سے والا درجت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف پیرزادۂ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف، اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر پہنچے اور اندر اطلاع بھیجی۔ اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حضرت مہدی حسن میاں صاحب قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کے دیکھنے کو آیا ہوں۔ فوراً پردہ ہوا

اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن میاں صاحب کی تعظیم و توقیر شایان شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہ سیادت تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پرسی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ: میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا: فرمایئے انہوں نے کہا: وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلد عرض کر دوں۔ فرمایا: آخر کچھ تو فرمایئے غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ: اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا۔ بے اختیار بول اٹھے۔

میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کیلئے جرمنی جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا جناب اسی مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے کہ سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا۔

وہ بہت شاداں و فرحاں علی گڑھ واپس ہوئے۔

مجھے یہ واقعات سن کر بہت تعجب ہوا اور میں مشکوک رہا' اتفاق سے ۱۹۲۹ء میں میں شملہ گیا' اس زمانہ میں وہ وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اور سیشل ہوٹل میں مقیم تھے' میں وہاں گیا اور ان سے ملا اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں۔ فرمایا کل صبح بعد نماز فجر آجانا۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا؟ فرمایا

بہت ہی خلیق' منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاینحل تھا۔ ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اسی مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں ہے۔

جب میں نے خود صاحب موصوف کی زبانی اس کو سنا تو یقین کامل ہوا۔ یہ ان کا قیاس تھا نیز یہ معلوم ہوا کہ بریلی سے واپس ہونے پر پروفیسر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہوئے[1]۔ فذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم.

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے ریاضی پر استفسارات:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب کا کسی مسئلہ ریاضی کی تحقیق میں بریلی شریف آنا اور اعلیٰ حضرت سے وہ مسئلہ دریافت کرنا اور اس کا تشفی بخش جواب پانا مسلم، جس میں اصلاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ کہ وہ کون سا مسئلہ تھا اور کب آئے اور آنے کے کیا کیا واقعات ہوئے۔ اس کے متعلق کسی نے اعلیٰ حضرت سے سن کر نہیں بیان کیا' تاہم سید ایوب علی کا بیان زیادہ قابل وثوق ہے۔ میرے علم میں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانے (یعنی ۱۳۲۹ھ کے قبل) ایک مرتبہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں شائع کیا تھا کہ کوئی ریاضی دان صاحب اس کا جواب دیں۔ اخبار ''دبدبۂ سکندری'' اعلیٰ حضرت کے یہاں آتا تھا اور مدیران اخبار مذکور کو جو خلوص عقیدت اعلیٰ حضرت اور ان کے وابستگان کے ساتھ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب تک ضرور آتا ہوگا۔ خیر بہر کیف اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اس کا جواب تحریر فرمایا اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کیلئے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانے میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ ''الموھبات فی المربعات'' نقل کر رہا تھا' اس لئے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گذرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کا جواب ''اخبار دبدبۂ سکندری'' میں چھپوایا۔ اتفاق وقت کہ وہ جواب غلط تھا' اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی سے تھے' اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے' یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور علی گڑھ میں اپنے احباب کے حلقے میں اس کا

[1] یہ ان کا قیاس تھا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین پہلے سے داڑھی رکھتے تھے اور طالب علمی کے زمانے میں ان کی داڑھی تھی۔ (مرتب)

تذکرہ کیا لوگوں نے منع کیا کہ ہرگز مت جایئے۔ وہ بہت ہی سخت مولوی ہیں اور آپ ہیں علی گڑھی۔ داڑھی منڈے مولانا آپ سے بات بھی نہیں کریں گے۔ لیکن انہوں نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سنی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال وہم عقیدہ عالم تھے اور اس زمانے میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا: انہوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ ہی دیا بلکہ بہت زور دیا اور فرمایا کہ: ضرور جایئے۔ مخالفین نے اعلیٰ حضرت کو مشہور کر رکھا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں' تیز مزاج ہیں' آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے' اور ان کے اخلاق کو دیکھ کر تعجب کریں گے۔ یہ مشورہ دیکر ایک خط احتیاطاً حضرت صاحبزادہ اکبر مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب ایک مسئلہ ریاضی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں ان کی حسب شان خاطر داری ہونی چاہئے۔ جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کا خیال تھا کہ جب اس غرض سے جاتے ہیں تو اعلیٰ حضرت ہی کے یہاں ٹھہریں گے۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں برادر دینی منشی عزیزالدین صاحب قادری رضوی بریلوی مقیم شملہ کی کوشش سے میں شملہ چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں اس کے متعلق جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان قابل اعتبار ہے۔ ڈاکٹر صاحب نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ٹھہرے اور ایک وقت خاص پر حاضر ہوئے اور سوالات کئے اور تشفی بخش جواب پائے۔

ھیئت وتوقیت وغیرہ میں اعلیٰ حضرت کا کمال:

اوپر بیان ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں کتب درسیہ مروجہ سے فاتحۂ فراغ حاصل فرمایا۔ اس عمر میں انسانی جیسی عقل ہوتی ہے۔ جیسی محنت عام طلبہ کرتے ہیں خصوصاً ایک رئیس کبیر کے صاحبزادے سے جس محنت کی توقع کی جاسکتی ہے' اس کے مقابلہ میں حضور کی علمی لیاقت فنی قابلیت جو دیکھی جاتی ہے' تو سوا اس کے کہ اس کا اقرار کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت کا علم کسبی تحصیلی نہ تھا۔ بلکہ محض وہبی لدنی ماننے کے اور کوئی چارہ نہیں' اور یہ صرف میرا خیال نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کا بھی میرے گمان میں یہی عقیدہ تھا۔ اسی لئے

حضور نے اپنے فتاوٰی شریف کا نام العطایا النبّویه فی الفتاوی الرضویّه رکھا تھا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشآء اللّٰه واللّٰه ذوالفضل العظیم اسی لئے نہ صرف فقہ اور دینیات بلکہ جس فن کی طرف توجہ فرمائی اپنے اس شعر کو سچ کر دکھایا اور حقائق و دقائق کے دریا بہا دیئے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم — جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

علم ہیئت میں اعلیٰ حضرت نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رامپوری سے پڑھی لیکن اس فن میں ایسا کمال پیدا فرمایا کہ: تصریح شرح چغمینی پر حاشیہ لکھا۔ اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا پھر اعلیٰ حضرت کا کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا علمائے معاصرین کی طرح نہ تھا کہ کچھ ادھر سے کچھ ادھر سے نقل کیا اور کسی ایک کتاب پر چسپاں کر دیا بقول شخصے:

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا — بھان متی نے کنبہ جوڑا

بلکہ وہ جو کچھ تحریر فرماتے اپنے علم اور فیضان الٰہی سے بیاں کرتے تھے۔

علم ھئیت کیا ہے؟

علم ہیئت کو اگر دیکھا جائے تو سوا چند اصطلاحات جاننے کے فقط اس سے کوئی کار آمد نتیجہ نہیں نکلتا اسی لئے اعلیٰ حضرت نے ہیئت کے ساتھ علم توقیت اور نجوم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اگرچہ نجوم کی طرف توجہ محض فنی واقفیت اور علمی حیثیت سے زیادہ کبھی اس کو اہمیت نہیں دی۔ پھر بھی جب کبھی نجوم کی طرف توجہ فرمائی تو مشاہیر فن کو اعلیٰ حضرت کی بات ماننی پڑی۔ ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے اور فرمایا: مولوی سنتے ہو (یہ اعلیٰ حضرت سے سن میں بہت بڑے اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد صاحب قدس سرہ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ اس لئے پیار اور محبت سے اس طرح خطاب فرمایا) ''لاہور فتح دہلی پر دھمک'' اعلیٰ حضرت نے فرمایا: یہ کیسے؟ انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا جو تیار کر کے لائے تھے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت نے

اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: یہ نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یہی ہوگا جو میں نے حکم لگایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا مجھے اس سے اتفاق نہیں اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پھر کئی مہینہ کے بعد دوبارہ تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا: ''کہیے حضرت کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی''۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا ''کہاں تبدیل سلطنت ہوئی'' ارشاد فرمایا: سلطنت تو بدل گئی پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں' ان کا خاندان دوسرا ہے' دُودیال سے خاندان لیا جاتا ہے نہ کہ ننھیال سے۔ شرعاً نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے ہوتا ہے نہ ماں کی جانب سے۔ تب مولوی غلام حسین خاموش ہوگئے۔

بارش کے متعلق اعلیٰ حضرت کا تصرف:

ایک اور واقعہ انہیں کا ہے ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا فرمایئے بارش کا کیا اندازہ ہے کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا کہ: اس مہینے میں پانی نہیں ہے آئندہ ماہ میں بارش ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے چاہے تو آج بارش ہو۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے؟ حضرت نے فرمایا کہ: میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ (پھر اس مشکل مسئلے کو کس قدر آسان طریقے پر سمجھا دیا)۔ سامنے کلاک لگی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے پوچھا وقت کیا ہے بولے سوا گیارہ بجے ہیں۔ فرمایا: ۱۲ بجے میں کتنی دیر ہے؟ بولے پون گھنٹہ حضرت نے فرمایا: اس سے قبل کہا: نہیں۔ ٹھیک پون گھنٹہ۔ اعلیٰ حضرت اٹھے اور بڑی سوئی کو گھما دیا فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ: آپ نے فرمایا تھا ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں ہے۔ بولے کہ ''آپ نے اس کی سوئی کھسکا دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے ہی بعد ۱۲

بجتے''۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

اسی طرح رب العزۃ جل جلالہٗ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ ایک ہفتہ ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے۔

اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا آ گئی اور پانی برسنے لگا۔ غرض اعتقاد علم نجوم پر اس قسم کا تھا۔ ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اصل فاعل و مختار حضرت عزت جل شانہ کو جانتے تھے۔ ستاروں کی وضع اور رفتار بدلنے کی بھی ضرورت نہیں یفعل اللّٰہ مایشاء ویحکم ما یرید

اعلیٰ حضرت کی علم توقیت میں مہارت:

مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں سلمہ کی ولادت کا زائچہ بنایا اور فن کے اعتبار سے اس پر احکام ثبت فرمائے' جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں خود دست مبارک کا لکھا ہوا کتب خانے میں موجود ہے۔ اسکے اوپر تحریر فرمایا الغیب عنداللّٰہ ہیئت و نجوم میں کمال کے ساتھ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد کے درجہ پر تھا۔ یعنی اگر اس فن کا موجد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ علماء نے جستہ جستہ اس کو مختلف مقامات پر لکھا ہے لیکن میرے علم میں کوئی مستقل کتاب اس فن میں نہ تھی۔ اسی لئے جب میں نے اور میرے ساتھ مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری' مولانا مولوی حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی' مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی' حضرت حجۃ الاسلام صاحبزادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب بریلوی' مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے۔ اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار' طلوع وغروب صبح صادق عشا' ضحوۂ کبریٰ' عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہم لوگوں کی کاپیوں میں لکھے رہے' پھر میں نے ان سب کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کیساتھ مع مثال بلکہ امثلہ لکھ کر اسکا نام

"الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بہ توضیح التوقیت" رکھا۔ الحمدللہ کہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مراد آباد میں چھپ کر شائع ہوگیا ہے۔ اور اس سے بہت لوگوں نے اس علم کو حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں مجھے بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا تو ایک نسخہ گرامی جناب محبّ مکرم مخلص محترم جناب حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب کیلئے لیتا گیا۔ انہوں نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور مولوی صاحب بھی فارسی زبان میں اس فن میں تصنیف فرما رہے تھے وہ رسالہ مجھے دکھایا کہ میں نے اس طرح لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن اب "توضیح التوقیت" کے بعد اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز ایسا خیال نہ فرمائیں آپ اس کتاب کو ضرور مرتب کر ڈالئے یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فیض اور ان کے علم کی اشاعت ہے۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ کتاب ان کی زندگی میں چھپ گئی تھی یا نہیں اور اب ان کے صاحبزادوں کا ان کی تصنیفات کی طباعت و اشاعت کے متعلق کیا خیال ہے۔ غرض یہ تو اعلیٰ حضرت کے اس فن میں علمی کارنامے ہیں۔ یعنی قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کرلینا کہ کس وقت آفتاب طلوع کرے گا اور کس وقت غروب وغیرہ۔ ساتھ ساتھ ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت اس قدر زبردست تھی۔

ستارہ شناسی پر اعلیٰ حضرت کا عبور:

مولوی برکات احمد صاحب صدیقی پیلی بھیتی نبیرۂ مولوی عبداللطیف صاحب برادر خورد حضرت محدّث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب قدست اسرارہما کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔ فقیر عبیدالرضا غفرلہ نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں اور بالکل صحیح وقت ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔ دوسرا واقعہ بھی انہیں نے تحریر کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا

شاہ عبدالقادر صاحب قادری، برکاتی، معینی قدس سرہ العزیز کے یہاں مہمان تھے مدرسۂ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے۔ جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت، عالم اہل سنت، فاضل بریلی کو امامت کیلئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت کی اور قراءت اتنی طویل فرمائی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہوگیا! مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: آفتاب نکلنے میں ابھی ۲ منٹ ۴۸ سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔

فجر کی صبح روشن میں ادائی:

مولوی سید عبدالعزیز صاحب قادری سہسوانی حال مقیم بریلی شریف محلّہ ملوکپور مسجد شاہ معشوق اللہ صاحب قدس سرہ مجھ سے فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت اور حضرت تاج الفحول میں غایت درجہ محبت تھی گویا دونوں ایک ہی تھے۔ پھر بھی مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی فجر کی نماز ابتدائے اسفار میں پڑھتے یعنی بہت سویرے پڑھتے تھے اور اعلیٰ حضرت فجر کی نماز خوب روشن کرکے پڑھتے۔ جب کبھی حضرت تاج الفحول بریلی تشریف لاتے تو حسب عادت سویرے نماز پڑھا کرتے اور اگر کوئی کہتا کہ اعلیٰ حضرت دیر کرکے پڑھتے ہیں تو فرماتے کہ وہ ہیئت و توقیت جانتے ہیں، منٹ منٹ کی خبر رکھتے ہیں ان کیلئے اس قدر اسفار زیبا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی، سمتی پوری نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ مکرمی حاجی عبدالجامع صاحب جامی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی تشریف لے گئے۔ رات زیادہ ہو جانے کے سبب مولانا کو خبر نہیں کی۔ فجر کی نماز کیلئے سویرے ہی اذان کہی اور تھوڑی دیر انتظار کرکے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور اسفار میں نماز فجر ادا فرمائی۔

علم تکسیر میں مہارت:

علم تکسیر بھی اس زمانہ میں انہیں علوم میں سے ہے جس کے جاننے والے ہر صوبے میں ایک یا دو شخص ہوں گے، عوام کو اس سے کیا۔ دلچسپی علماء کو اس سے کیا غرض۔ مشائخ

کرام جن کے یہاں کی اور جن کے کام کی چیز ہے سیکڑے میں اسی ایسے ملیں گے جو اپنے مشائخ کے مجموعۂ اعمال ''یا مجربات دیربی'' ''یا نافع الخلائق'' سے نقوش الٹے سیدھے با قاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کتنے فی صدی نقش مثلث یا مربع قاعدہ مشہورہ سے بھر لینا جانتے ہیں۔ اور پوری چال سے نقوش بھرنا تو شاید چار پانچ سو میں سے دو ایک ہی کا حصہ ہوگا۔ عرصے کی بات ہے کہ ایک شاہ صاحب ''مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ'' سے تشریف لائے۔ اور محب محترم حامی دین' واقف علوم عقلیہ ونقلیہ' مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب در بھنگی مدرس مدرسہ کے مہمان ہوئے۔ اور اپنی عزت بنانے وقار جمانے کو ادھر ادھر کی بات کرتے ہوئے فن تکسیر کی واقفیت کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب بہت ظریف طبیعت ہیں۔ یہ سن کر ایسا انداز برتا جس سے ان شاہ صاحب نے سمجھا کہ میرے فن دانی کے قائل اور معتقد ہوگئے۔ چنانچہ مہینہ دو مہینہ میں ایک پھیرا ادھر ان کا ہونے لگا' اور مولانا کے یہاں ایک دو وقت قیام ضرور کرتے' یہ بھی مہمان نوازی فرماتے۔ جب ان کی ڈینگ بہت بڑھی تو ایک دن بہت ہلکی زبان سے فرمایا کہ میرے مدرسے میں بھی ایک مدرس مولانا ظفر الدین صاحب ہیں وہ بھی فن تکسیر جانتے ہیں۔ بہت حیرت ہوئی وہ تو سمجھ رہے تھے کہ مولانا مقبول احمد خان صاحب کے علم میں دنیا میں میں ہی ایک تکسیر جاننے والا ہوں' اور اسی وجہ سے ایسے زبردست معقولی ہونے پر بھی میری عزت کرتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اسی پٹنہ میں مولانا کے دوستوں میں اسی مدرسے کے مدرسوں میں ایک شخص فن تکسیر جانتے ہیں تو حیرت کی حد نہ رہی' بولے کہ ان سے میری ملاقات کرا دیجئے گا۔ انہوں نے کہا اچھا تو وہ تو روازنہ مدرسہ کے وقت ۱۰ بجے مدرسہ تشریف لاتے ہیں اور ۴ بجے دریاپور واپس چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن مولوی صاحب موصوف شاہ صاحب کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہوئے خاص انداز سے فرمایا کہ: سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ آپ فن تکسیر جانتے ہیں۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کمال ہوگا کہ آپ وہ فن جانتے ہیں جس کے جاننے والے روئے زمین سے معدوم ومفقود نہیں تو قلیل الوجود ضرور ہیں۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب کو بھی فن تکسیر کا علم

ہے میں نے کہا یہ مخلصوں کا محض حسن ظن ہے کسی فن کے چند قواعد کا جان لینا فن کی واقفیت نہیں کہلاتی ہے۔ ہاں اس فن سے ایک گونہ دلچسپی ضرور ہے۔

تیئس سو طریقوں سے ریاضی مربع جات بنانا:

اس کے بعد میں نے ان شاہ صاحب سے پوچھا کہ جناب مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ بہت فخریہ فرمایا سولہ طریقے سے۔ میں نے کہا بس۔ اس پر فرمایا اور آپ۔ میں نے کہا کہ گیارہ سو باون طریقے سے۔ بولے ''سچ میں نے کہا کہ جھوٹ کہنا ہوتا تو کیا۔ لاکھ دو لاکھ کا عدد مجھے معلوم نہ تھا' گیارہ سو باون کی کیا خصوصیت تھی۔ کہا! میرے سامنے بھر سکتے ہیں''۔ میں نے کہا کہ ضرور بلکہ میں نے بھر کر رکھ دیا ہے آج ۴ بجے میرے ساتھ دریا پور تشریف لے چلیں۔ مولانا مقبول احمد خاں صاحب کو بھی میں دعوت دیتا ہوں۔ وہیں چائے ہوگی' وہ کتاب میں حاضر کر دوں گا۔ ایک ہی نقش ہے جو اتنے طریقوں سے بھرا ہوا ہے جس میں کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہوا نہیں''۔ پوچھا ''کن سے سیکھا''۔ میں نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نام لیا' حضرت کے معتقد تھے۔ نام سن کر ان کو یقین ہوگیا مگر پوچھا کہ اعلیٰ حضرت کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے کہا ''تیئس سو طریقے'' سے کہا کہ ''آپ نے کیوں نہیں سیکھا'' میں نے کہا:

> وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی علم کو دیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی ہے۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کرسکتا ہوں۔

آخر ۴ بجے وہ میرے ساتھ دریا پور تشریف لائے اور وہ کاغذ جس پر میں نے وہ نقوش لکھے تھے ملاحظہ فرمایا۔ بہت تعجب سے دیکھتے رہے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کے مشتاق ہوکر بعد مغرب واپس ہوئے۔ پھر نہ معلوم کہ بریلی شریف حاضر ہوئے یا نہیں۔

خیر بہرکیف جملہ علوم وفنون کی طرح فن تکسیر سے اعلیٰ حضرت کو نہ صرف واقفیت ہی تھی بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے ثبوت میں ایک تحریر نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں جس کو حضرت عظیم البرکتہ سیدنا سید شاہ

اولاد رسول محمد میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مدظلہ العالی نے میری طلب پر روانہ فرمایا ہے۔

علم جفر میں کمال:

ایک دن نواب وزیر احمد خاں صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے تعریفات اشیا لکھی تھیں، اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کو بغرض اصلاح سنا رہے تھے، علم جفر کی تعریف سناتے وقت حضور نے فرمایا آپ نے علم زائچہ کی تعریف نہ لکھی، یہ علم جفر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس میں جواب منظوم عربی زبان میں بحرِ طویل اور حرف ل کی روی میں آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا مقطع نہیں آتا۔ جس کو صاحب علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا۔ میں نے اجازت حاصل کرنا چاہی اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا ورنہ نہیں۔ میں نے تین چار روز پڑھا۔ تیسرے روز خواب میں دیکھا ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند صحابۂ کرام بھی حاضر ہیں۔ جن میں سے میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا۔ اس کنوئیں میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام پانی بھر رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض میں ڈیڑھ گز اور طول میں دو گز ہوگا۔ اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا ہے جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے ۱۵ ذا سی شکل میں لکھے ہوئے تھے۔ جس سے میں نے یہ مطلب نکالا اس کا حاصل کرنا ہذیان فرمایا جاتا ہے۔ اس سے بقاعدہ جفر اذن نکل سکتا تھا ہ کو بطور صدر مؤخر آخر میں رکھا، اس کے عدد ۵ ہیں۔ اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آ گئی، اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے یعنی پچاس۔ جس کا حرف ن ہے یوں اذن سمجھا جاتا مگر میں نے اس طرف التفات نہ کیا اس فن کو چھوڑ دیا کہ ھذ کے معنی ہیں۔ ''فضول بک''

ظہور مہدی پر ایک گفتگو:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے عرض کیا قیامت کب ہوگی اور ظہور امام مہدی

کب ہوگا؟ ارشاد فرمایا قیامت کب ہوگی اسے اللہ جانتا ہے، اور اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کرکے ارشاد فرماتا ہے۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر کی متصل آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ امت سن ہزار ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام سیوطی نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا **الکشف من تجاوز ھذہ الامۃ الالف** اس میں ثابت کیا کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ: ۱۲۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔ بحمداللہ تعالیٰ اسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز قیامت تو قیامت اشراط کبریٰ میں سے کچھ نہ آیا۔ امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض[1] علوم کے ذریعہ مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنتِ اسلامی باقی نہ رہے گی اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضور نے علم جفر سے معلوم فرمایا۔ ارشاد ہوا' ہاں اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا آم کھایئے پیڑ نہ گنیئے (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے دونوں وقت ۱۸۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا نہ رہنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا سید المکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔ اللہ اکبر کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنت ترکی کا بانی اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانۂ اخیر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے' رموز میں سب کا مختصر ذکر فرما دیا۔ ان کے زمانہ کے عظیم وقائع کی طرف بھی اشارے فرما دیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اسی تحریر میں بہ نرمی خطاب

---

[1] یہ وہی بعض علوم ہیں جو حضور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کریم سے لدنی طور پر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائے گئے۔ ۱۲ عبید الرضا غفرلہٗ

فرماتے ہیں اور کسی پر حالت غضب کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں ختم سلطنت اسلامی کی نسبت لفظ ایقظ فرمایا اور صاف تصریح فرما دی کہ لا اقول ایقظ الھجریۃ بل ایقظ الجفریہ میں نے ایقظ جفریہ کا حساب کیا تو ۱۸۲۷ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ میں ظہور امام مہدی کے اخذ کیے وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

اذا دار الزمان علی حروف ببسم اللّٰہ فالمھدیّ قاما

ویخرج فی الحطیم عقیب صوم الا فاقرء من عندی سلاما

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرما دیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظر سے غائب رہے گی مگر "اذا دخل السین فی الشین ظھر قبر محی الدین" (جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی)۔ سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام میں میری قبر ہے۔ (سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوا دیا جو زیارت گاہ عام ہے۔) پھر اعلیٰ حضرت نے فرمایا چند جلد اول ۲۸، ۲۸ خانوں کی آپ نے تحریر فرما دی ہیں۔ جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی چھوڑ دیئے، اب اس کا حساب لگاتے رہیے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔

ملفوظات حصہ دوم "سفر حج کے بیان میں ہے" میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہان کا مرجع و ملجا ہے، اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔ ایک صاحب معلوم ہوئے جفر میں مشہور ہیں نام پوچھا معلوم ہوا مولانا عبدالرحمٰن۔ دہان حضرت مولانا احمد مکی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں نام سن کر اس لئے خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہان کہ اب قاضی مکہ معظمہ ہیں مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے۔ میں نے مولانا عبدالرحمٰن کو بلایا وہ تشریف لائے، کئی گھنٹے خلوت رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جوان کے پاس تھا ناقص تھا اس کی تکمیل ہوگئی۔ اسی کے مثل سرکار مدینہ میں واقعہ ہوا۔ وہاں ابھی ایک صاحب عبدالرحمٰن نام ہی کے ملے۔ یہ عبدالرحمٰن وہاں عربی مکی ہیں اور وہ عبدالرحمٰن آفندی ترکی شامی۔ کئی روز متصل تشریف لاتے اور دیر تک بیٹھ کر جاتے۔ ہجوم حضرت اہل علم و معززین کے سبب انہیں بات کا موقع نہ ملتا۔ ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی کہا تنہائی میں

کہوں گا۔ دوسرے دن ان کیلئے وقت نکالا کہا میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے فرمایا یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام ہے نہ تیرا۔ میں خاص اس کی تحصیل کیلئے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا۔ وہ تو نہ آئے مگر مولانا سید حسین مدنی صاجبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق وتکسیر سیکھے۔ انہیں کیلئے میں نے اپنا رسالہ "اطائب الاکسیر فی علم التکسیر" زبان عربی میں املا کیا تھا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جفر میں اتنی دستگاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کیلئے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کیلئے اتنی دور سے سفر کرکے آئے ہیں اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالنے لگتے۔ میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کیلئے اپنی طبع زاد ایجاد کی تھیں رخصت کے وقت انہیں نذر کردیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

ایک شیعہ خاتون کا علاج:

بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جس کا مذہب سنی نہ تھا انہوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتہم کے ذریعہ سے سوال کرایا' جواب نکلا "سنیّت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں" اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے بلا' ردو رعایت صاف کہہ دیا جائے۔ میں نے یہی لکھ بھیجا۔ یہ منظور نہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا۔ اب حضرت ہی کے ذریعے یہ سوال آیا کہ موت کب اور کہاں ہوگی۔ اپنے شہر میں یا نینی تال میں کہ اس وقت تبدیل آب و ہوا کیلئے مریضہ کا وہیں قیام تھا۔ یہ سوال ۸ شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ کو ہوا۔ جواب نکلا محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی اور کہاں ہوگی اس کے جواب میں میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعدق اور اس کے بعد۲ کا ہندسہ اور آگے لفظ خویش لکھ دیا۔ وہاں کے خفار بلائے گئے کہ

اس معمے کو حل کریں۔ انہوں نے حرف نام شہر سے تو شہر مراد لیا اور قاف سے قلعہ اور آگے نہیں چلتا حالانکہ اس حرف سے شہر مراد تھا اور قاف سے قریب اور ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت ہے۔ یعنی موت نینی تال میں نہیں ہوگی بلکہ اپنے شہر میں مگر نہ اپنے محل میں، بلکہ قریب بیت خویش دوسری جگہ میں مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش دوسری جگہ میں۔ جب اس جواب کا شہرہ ہوا اطراف سے جلد بازوں کے خط ذیقعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی اور ابھی نہ ہوئی۔ میں نے کہا بھائیو اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا نہ کہ اس کی صحت کیلئے ابھی سے موت تلاش کر رہے ہو۔ اسی قسم کی طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کرلیا کہ یہ جواب غلط ہوا تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو۔ یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفا مقصود۔ جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین و معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب تو کچھ کہتی ہے اور ناظر کچھ سمجھتا ہے۔ تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے اور وہ بھی مجھ جیسے کیلئے جس نے نہ کسی سے سیکھا نہ کوئی مشورہ مذاکرہ کرنے والا' صرف ایک قاعدہ بدوح میں کہ مزدوجات سے ہے' والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تذکرۃً تعلیم فرمایا تھا۔ اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے مشہور و رائج ہیں۔ ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا اس نے ان پر نہایت تشنیع کی اور کہا یہ سب مہمل و باطل اور جلانے کے قابل ہیں۔ صرف دو کتابوں کی مدح کی جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں۔ جن میں ایک شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے وہ دونوں کتابیں مولیٰ تعالیٰ نے مجھے بہم کرا دیں۔ انہیں مطالعہ کیا۔ جہاں تک بزور مطالعہ انکشاف ہوا ہوا' اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے دین رکھا تھا۔ اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہولیا تھا اس سے سوال کئے۔ اس نے مطلب بتایا ایک قاعدہ اور حل ہوا اب جو آگے الجھا اس سے پوچھا اس نے بتایا اور حل ہوا' اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔ میری کتاب ''سفر السفر عن الجفر بالجفر'' انہیں مباحث میں ہے۔ جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں یعنی جفر سے جفر کو واضح کرنے کی

کتاب ۔اس نے ایک دوسرے علم زائرجہ کے ایک عظیم سر مکتوم کو بھی واضح کیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''رسالہ زائرجہ'' میں ہے کہ زمانۂ سیدنا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد رسائل فن میں نہایت غامض چیستان کی طرح ہے اس کے بارہ پتے دیئے گئے ہیں ازاں جملہ یہ کہ خادم آدم میں ہے۔ میں نے اس کی نسبت بھی اسی پہلے قاعدۂ جفر سے سوال کیا اس نے روشن طور پر بتا دیا۔ اب جوان بارہ پہیلیوں کو دیکھوں تو سب خود بخود منکشف ہو گئے۔ خیال ہوا کہ اس فن کی طرف ہی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں تو کھل ہی گیا ہے۔ اس پر اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسماء تلاوت کیے جاتے ہیں مدت، موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال آرا حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا ہے۔ اگر سرکار اقدس سے اس فن میں اشتغال کا اذن ملے مشغول ہو ورنہ چھوڑ دے۔ میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کیے۔ پہلے ہی ہفتہ میں سرکار کا کرم ہوا جیسے شاید میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس سے اذن کا استنباط ہوسکتا تھا۔ مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا۔ غرض جفر سے جو جواب نکلے گا' ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے' اہل بیت عظائم کا ہے' امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مگر اپنی غلط فہمی سے کچھ اچنبھا نہیں' تو اگر یہ جواب غلط گیا کافی محنت کروں گا اور صحیح اُترا تو اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور الٹے اعتراضوں کی دقت کون سہے۔ جواب بحمداللہ پورا صحیح اترا اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا وہ طبع زاد جداول کہ تدقیق تام سے بنائی تھیں اور جنہوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکل کو آسان کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سید (حسین مدنی) صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

مولانا عبدالغفار بخاری علم جفر سیکھنے آئے:

ان سے پہلے مولانا عبدالغفار صاحب بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حیدر آباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ: یہ کام خطوط سے نہیں ہوسکتا خود آیئے' وہ مارہرہ شریف آئے۔

اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و عالم تھے۔وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں خیر وخوبی سے رکھے۔حضرت قدس سرہٗ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ: یہ جو کچھ سیکھیں ان کو بتاؤ۔ میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کرسکا اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کے خلاف کیونکر کروں گا۔ آٹھ مہینے تک انہیں سکھایا۔ ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے وہ عالم پورے تھے قواعد خوب منضبط کرلئے۔ آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اجال باضابطہ مرتب فرمالیتے اور جواب تلاش کرتے' نہ ملتا مجھے دکھاتے' میں گذارش کرتا دیکھئے یہ جواب رکھا ہے۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آتا۔ میں گذارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی وہ آپ کو پوری آ گئی' رہا جواب وہ القائے مالک ہے اگر القا نہ ہو اپنا کیا اختیار۔ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لئے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے اور چلتے وقت فرما گئے میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔ ان کی محبت و صلاح وتقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے۔ جزیرہ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا اس کے بعد سے کچھ پتہ معلوم نہیں۔ سید حسین مدنی سا کوئی سیر چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا۔ ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں حضرت سید اسمٰعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا تو وہ فرماتے رہے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں ہے۔ اب اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیونکر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے۔ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے پھر ان کا کوئی خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ میں ان کا کوئی خط گیا۔ انکے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے وہ اس زمانے میں قازان کو گئے تھے کہ ملک روس میں ہے اور یہ تبت کو۔ ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں۔ سید حسین کہاں ہیں۔ یہاں کسے پتہ معلوم تھا۔ اب سنا گیا ہے شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے ہیں یہ سید صاحب محمد مدنی کا بیان ہے جو پچھلے سال تشریف لائے تھے۔

اتباع شرع وتقویٰ:

حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ: ایک بار میں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی اور حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی خیر آباد گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی سے ملنے کیلئے جانے کا ارادہ کیا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہ کہہ کر ہمراہ جانے سے عذر کیا کہ مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی کے متعلق مسموع ہوا ہے کہ وہ فقہائے کرام علمائے اعلام کے خلاف شان غیر مناسب کلمات کہا کرتے ہیں، مجھ سے اس کی برداشت نہ ہوگی اور مجلس میں بے لطفی پیدا ہو جائے گی۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں اور میں مولانا حسین بخش صاحب سے ملنے جاتا ہوں۔ یہ مولانا حسین بخش صاحب خیر آباد میں فقیہ تھے اور حضرت چھوٹے مخدوم صاحب حضرت مخدوم اللہ دیا خیر آبادی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں تھے۔

انہیں کا بیان ہے کہ سیتاپور میں میں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب سے ایک درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت میں لفظ حُسین اور زَاھد بھی ہے مولانا نے نقل میں بھی یہ دو لفظ تحریر نہ فرمائے اور فرمایا کہ: حُسین صیغہ تصغیر ہے اور زاھد اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب کے عرس کے زمانہ میں مجھے معلوم ہوا کہ مولوی غلام قطب الدین برہمچاری صاحب آئے ہوئے ہیں اور بعد نماز جمعہ جامع مسجد بدایوں میں وعظ فرمائیں گے۔ ان کے بیان کا شہرہ سن کر مجھے بھی اشتیاق ہوا۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے کہا کہ ہم اور آپ نماز جمعہ جامع مسجد میں چل کر پڑھیں، وہاں بیان بھی سنیں گے۔ مولانا عبدالقادر صاحب اور میں جامع مسجد جانے لگے تو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے مولانا بدایونی سے اجازت طلب کی کہ درگاہ شریف ہی میں جمعہ قائم کرلیں اس لئے کہ امام جامع مسجد کی نسبت کچھ قرأت وغیرہ ضروریات نماز میں نقصان وقصور مسموع ہوا۔

دائیں ہاتھ پاؤں کے استعمال کی عادت:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز فریضۂ فجر ادا کرنے کیلئے خلاف معمول کسی قدر حضور کو دیر ہوگئی۔ نمازیوں کی نگاہیں بار بار کاشانۂ اقدس کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے' اس وقت برادرم قناعت علی نے اپنا یہ خیال مجھ سے کہا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ حضور سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں۔ مگر قربان اس ذات کریم کے کہ دروازۂ مسجد کے زینے پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا توسیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا' قدیمی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا' آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا' اور اسی پر بس نہیں ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر قدم پاک سیدھا ہی پہنچتا ہے اور اسی پر کیا منحصر ہے۔ بینی پاک کرنے اور استنجا فرمانے کے سوا حضور کے ہر فعل کی ابتدا سیدھے ہی جانب سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عمامۂ مبارکہ کا شملہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ عمامہ مبارکہ کے پیچ سیدھی جانب ہوتے' عمامۂ مقدسہ کی بندش اس طور پر ہوتی کہ بائیں دست مبارک میں گردش اور دہنا دست مبارک پیشانی پر ہر پیچ کی گرفت کرتا تھا۔

ایک روز جناب سید محمود جان صاحب نوری مرحوم و مغفور نے حضور کے عمامہ باندھنے پر عرض کیا کہ حضور عمامہ باندھنے میں الٹا ہاتھ کام کرتا ہے فرمایا اگر سیدھا ہاتھ ہٹا لیا جائے تو الٹے ہاتھ سے باندھ تو لیجئے اصل بندش تو سیدھے ہی ہاتھ سے ہوتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو کوئی شے دینا ہوتی اور اس نے الٹا ہاتھ لینے کو بڑھایا فوراً اپنا دست مبارک روک لیتے اور فرماتے سیدھے ہاتھ میں لیجئے الٹے ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔ اعداد بسم اللّٰہ شریف (۷۸۶) عام طور سے لوگ جب لکھتے ہیں تو ابتداء ۷ سے کرتے ہیں پھر ۸ لکھتے ہیں اس کے بعد ۶ مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ۶ تحریر فرماتے پھر ۸ تب ۷ یوہیں نقش کے خطوط سیدھی ہی جانب سے کشش فرماتے اور تہ فرمانے میں بھی اس کا لحاظ تھا کہ نقش کے سیدھے رخ کی طرف یعنی جس طرف ۷۸۶ ہے ادھر سے نیچے کی طرف تہ کرتے ہوئے لاتے پھر سیدھی جانب سے فلیتہ تعویذی صورت میں کر دیتے۔

تعویذ کو ''موم جامہ'' کرنے میں احتیاط:

یہاں ایک ضروری ارشاد عرض کروں وہ یہ کہ ہر وہ تعویذ جس پر موم جامہ کرنا ہو پہلے اس پر خوشبو لگا لی جائے یا لوبان کی دھونی دی جائے۔ اس کے بعد سادہ کاغذ لپیٹ کر (کاغذ رولدار نہ ہو) پاک کپڑے کی تہ دے کر'' موم جامہ'' کیا جائے۔ یہ احتیاط اس لئے ہے کہ موم جامہ سیاہی کو بہت جلد چاٹ لیتا ہے تو جب نقش ہی نہ رہا ظاہر ہے کہ اثر کیا ہوگا مسجد سے باہر آتے وقت پہلے الٹا قدم نکالنے کا حکم فرمایا گیا ہے' اس لئے حضور اس موقعہ پر الٹا قدم جوتے کے بالائی حصے پر قائم فرما کر سیدھے پاؤں میں پہلے جوتا پہنتے پھر الٹے میں۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت عصائے مبارک باہر بازو کو کھڑا فرما کر جاتے' شاید اس میں دو مصلحتیں مضمر تھیں۔ ایک تو یہ کہ دوسرا شخص آنے نہ پائے دوسرے عصائے مبارک مسجد میں ساتھ رہتا تھا بلکہ اس کے سہارے سے قیام میں قیام فرماتے اسی لئے احتیاط ملحوظ رکھتے والحمد للہ۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشاء کیلئے خلاف معمول حضور کو بہت دیر ہوگئی اکثر لوگ نمازیں پڑھ پڑھ کر چلے گئے صرف میں (ایوب علی) اور برادرم قناعت علی اور دو چار دیگر حضرات انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ حضور تشریف لے آئے۔ جماعت قائم ہوئی حضور نے امامت فرمائی اور بعد سلام ہم سب کی طرف نظر کرم سے دیکھتے ہوئے فرمایا جزاکم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ پھر سب کو شمار کیا پھر فرمایا نماز باجماعت کیلئے آپ حضرات کو بہت دیر انتظار کرنا پڑا اور فرمایا انتظار نماز بھی داخل عبادت ہے۔

مسجد میں آنے کے آداب:

انہیں کا بیان ہے کہ نماز جمعہ کیلئے جس وقت تشریف لاتے' فرش مسجد پر قدم رکھتے ہی حاضرین سے تقدیم سلام فرماتے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ جس درجے میں ورود مسعود ہوتا تقدیم سلام ہوتی جاتی۔ اس کی بھی آنکھیں شاہد ہیں کہ مسجد کے ہر درجے میں وسطی در سے داخل ہوا کرتے۔ اگرچہ آس پاس کے دروازوں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو' نیز بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً و جنوباً پڑھا کرتے مگر

منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے، شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی حضور کو نماز عشاء کیلئے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے۔ بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چار تہ کر کے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ فرش مسجد پر نہ گرنے دیا اور پوری رات جاڑوں کی اور اس پر باد و باراں کا طوفان یونہیں جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ **جزاہ اللّٰہ عن الاسلام خیر الجزاء**

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی عقیدۃً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حضور نے نظر نیچی کر لی۔ انہوں نے کچھ عرض کیا، حضور نے بغیر نظر اٹھائے انہیں جواب دیا۔ چونکہ ہم خدام حضور سے سنے ہوئے تھے کہ ناف سے زانوؤں تک مرد کا جسم عورت ہے اور اس کا چھپانا واجب اور یہ لوگ نیکر پہنے ہوئے تھے جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے۔ فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے۔ اس کے بعد حضور نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

نبیرۂ حضرت محدث سورتی، مولانا قاری احمد صاحب کا بیان ہے کہ "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت کے سالانہ جلسہ میں اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لائے۔ ایک روز صبح کو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ سے ملنے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں کو بیعت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بمقتضائے کمال غیرت علیٰ احکام الشرع بغیر ملے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا کوئی ہوتا تو بگڑ جاتا لیکن حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمال بے نفسی و حق پسندی اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو جب اعلیٰ حضرت بریلی تشریف لے جانے لگے تو شاہ جی میاں صاحب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو اسٹیشن تک پہنچانے گئے اور صبح کے واقعہ پر اظہار افسوس کر کے فرمایا کہ: مولانا اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر ان سے بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ان سے مصافحہ اور

معانقہ فرمایا: یہ تھے ان حضرات کے مابین ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرھم متقبلین کے جلوے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وللہ الحمد

بریلی میں بہشتی کے لڑکے کی فقاہت:

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا سید دیدار علی صاحب الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے۔ جماعت کا وقت تھا۔ مسجد کے کنوئیں پر ایک بہشتی کا لڑکا پانی بھر رہا تھا' جلدی کی وجہ سے اسی لڑکے سے پانی طلب فرمایا: اس نے کہا کہ مولانا میرے بھرے ہوئے پانی سے آپ کو وضو کرنا جائز نہیں اور پانی انہیں نہیں دیا۔ مولانا کو غصہ آیا اور فرمایا کہ: ہم جب تجھ سے لے رہے ہیں تو کیوں جائز نہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے دینے کا اختیار نہیں میں نابالغ ہوں۔ مولانا کو اور غصہ آیا جماعت ہو رہی ہے اور یہاں اور دیر لگ رہی ہے۔ فرمایا آخر تو جہاں جہاں پانی دیتا ہے' ان کا وضو کیسے جائز ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ لوگ تو مجھ سے مول لیتے ہیں۔ اور غصہ آیا مگر اس نے نہیں دیا۔ آخر کار خود بھرا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے۔ جب غصہ کم ہوا اور سلام پھیرا تو خیال آیا کہ وہ بہشتی کا لڑکا ازروئے فقہ صحیح کہتا تھا۔ دیدار علی تم سے تو اعلیٰ حضرت کے یہاں کے خدمت گاروں کے بچے بھی زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اتباع شریعت کا فیض ہے۔ یہ خیال آ کر بہت شرم آئی اور پھر ادب وعقیدت سے اعلیٰ حضرت سے ملے اور پھر حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت واجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

احتیاط فی الدّین:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات ''صلوات خمسہ'' فقیر استخراج کرتا ہے اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ کاشانۂ اقدس میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے جو ۱۰'۱۵ منٹ میں واپس آ جاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح رقوم ہے بجز ایک کالم کے کہ اس کے آخر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا۔ جو سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا اگرچہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا مگر غلطی تو تھی اسی لئے بجائے صحیح کے لفظ خیر

ارقام فرمایا گیا۔ اللہ اللہ یہ ہیں وہ پاک و متبرک و بے مثل محتاط صادق القول نفوس قدسیہ جن کی تحریر منیر اور تقریر دل پذیر کا کوئی جملہ کوئی لفظ کوئی حرف نعوذ باللہ قابل گرفت نہیں۔

اوقات نماز کا نقشہ:

انہیں کا بیان ہے کہ شعبان المعظم کا اخیر ہفتہ ہے نقشۂ اوقات صلوات خمسہ ماہ مبارک کا تیار ہو چکا ہے۔ حضور بعد عصر اپنی جیبی گھڑی سے جس میں صحیح وقت تھا' اس سے ایک اور گھڑی میں کچھ منٹ کم یا بیش کر کے میرے اور برادرم قناعت علی کے حوالہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: شہر سے باہر بلند مقام پر پہنچ کر غروب آفتاب مشاہدہ کرو اور یہ دیکھو کہ بوقت غروب اس گھڑی میں کیا وقت ہوتا ہے۔ حسب الارشاد ہم دونوں روانہ ہوئے۔ یہ منظر دیکھنے کیلئے ہمارے ساتھ نواب سعید احمد خاں صاحب اور نواب وحید احمد خاں صاحب قادری رضوی بھی تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں کے پاس ایک گھڑی صحیح وقت کی تار گھر سے ملی ہوئی اور تھی۔ نیز اس روز کا وقت غروب بھی معلوم تھا۔ مختصر یہ کہ بوقت غروب ہم چاروں شخصوں کی آنکھیں شاہد ہیں کہ قرص آفتاب کا باریک کنارا جھلک دے رہا ہے تو وقت میں بھی سیکنڈ باقی ہیں یہاں تک کہ ادھر وقت پورا ہوا ادھر آفتاب نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہٰ سبحان اللہ نکل گیا۔ اب فکر صرف یہ رہ گئی کہ حضور کی عطا کردہ گھڑی میں جتنے منٹ کا تفاوت ہوا ہے۔ حضور کے رو برو صحیح ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ غروب کے وقت اس گھڑی میں یہ وقت تھا حضور نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ: بحمد اللہ تعالیٰ نقشے کے مطابق غروب ہوا۔

مسجد کا دیا جلانے میں احتیاط:

انہیں کا بیان ہے۔ برسات کا موسم تھا عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے۔ جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ اور اس کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا۔ اس زمانے میں ناروے کی دیا سلائی استعمال کی جاتی تھی جسکے روشن کرنے میں گندھک کی بدبو نکلتی تھی۔ لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت حضور کے خادم خاص حاجی کفایت

اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشے لگوا کر کپی میں ارنڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے حضور کے ساتھ ساتھ مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضور کی نظر اس پر پڑی۔ ارشاد فرمایا حاجی صاحب آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبو دار تیل نہیں جلانا چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا حضور اس میں ارنڈی کا تیل ہے۔ فرمایا راہگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل جل رہا ہے' وہ تو یہی کہیں گے کہ دوسروں کو تو فتویٰ دیا جاتا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں۔ ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے' اس لالٹین میں ارنڈی کا تیل ہے تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس لالٹین میں شرعاً مضائقہ نہ تھا مگر غایت احتیاط فی الدین کی وجہ سے ایسا فرمایا۔ کہ حدیث شریف میں ہے اتقوا مواضع التھم (بچو اعتراض کے مواقع سے) یعنی اگرچہ وہ بات درست ہو مگر لوگوں کو خواہ مخواہ طعن تشنیع کا موقع اس سے ملتا ہو اس سے احتیاط کرو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ عامۂ مخلصین و معتقدین اس لالٹین کو دیکھ کر اپنی غلط فہمی سے اس میں مٹی کا تیل جلتا ہوا سمجھ کر یہ غلط بات باور نہ کر لیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی مسجد میں مٹی کا تیل جلایا جاتا ہے تو مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہی ہوگا۔ اللہ اکبر یہ ہے نشان امامت اہل سنت و غلامی سرکار رسالت کا جلوہ وللہ الحمد

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دکھنے آ گئی تھیں اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلا لیا اور فرمایا سید صاحب دیکھئے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی۔

نماز میں احتیاط:

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نماز میں اس

قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا خیال فرماتے کہ عام لوگ نہیں بلکہ اکثر علماء اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایک سال میں ۲۰ رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔ ۲۶ رمضان شریف سے اعلیٰ حضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت تشریف لائے اور نماز پڑھ کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کہ میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا ایسا حافظہ نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا کہ دیکھ لیجئے وہ پڑھ رہے ہیں میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بے حد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا ارشاد فرمایا کہ: قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پھر پڑھ لی۔

قرآن خوانی کے اثرات:

یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا' صرف ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سن کر اس کی بڑی عظمت کی۔ یہ بزرگ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں۔ وہ تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا بعدہٗ معلوم کیا کہ یہ کون صاحب تھے۔ تب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآنی کے سلسلہ میں فرمایا میں ایک مرتبہ ایران گیا وہاں آتش پرستوں کا ایک آتشکدہ بہت پرانا ہے' اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کیلئے لوگوں نے میرا نام لے دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لوگ جسے پوجتے ہیں اسی سے پوچھ لو یعنی آتشکدہ میں جا کر آگ سے پوچھ لو کہ وہ کس کی رعایت کرتی ہے۔ لوگوں نے اسے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ و وقت معین کر کے مناظرہ کا اعلان کر دیا۔

وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا کہ چلئے اب گھبرایا اور رکا میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا تو لوگ محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا اس آتشکدے میں چلا گیا اور پورے ۲۰ منٹ آگ میں کھڑا رہا بعدہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہوگئے۔ میں نے اپنے ضعف ایمانی کی وجہ سے ان سے مکرر پوچھا کہ آپ کیسے آتشکدہ میں چلے گئے۔ فرمایا قرآن مجید لے کر یہ سمجھ کر چلا گیا جب ہم کو قرآن نار جہنم سے بچائے گا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائے گا۔ اس واقعہ سے حضرات ناظرین ان بغدادی صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگا لیں۔ ان بزرگ نے مجھ سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سنا۔ دوسرے دن ان سے پھر ملاقات ہوئی تو فرمایا آج ساری رات روتے گذری یہی کہتا رہا کہ خداوندا تیرے ایسے ایسے بندے بھی ہیں جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔

صلابت مذہبی وحق گوئی:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی کا بیان ہے کہ ایک بار مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کے عرس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب تشریف لائے تھے' کسی نے مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ انہوں نے اثنائے تقریر میں یہ کہا کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں قیامت کے دن فرشتے روح ڈالیں گے۔ چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم السلام کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا' یہ سن کر مولانا موصوف کا چہرہ متغیر ہوگیا اور جناب مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے آنولوی صاحب کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبدالمقتدر صاحب سے فرمایا کہ: مولانا ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجئے' جن کے سلسلے سامنے بیان کرنے والے کیلئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ: انہیں وجوہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں اور وعظوں میں جانا چھوڑ دیا ہے اور

حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا کہ: حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے عرس حضرت صاحب البرکات شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے قبل مولانا کو طلب کرلیا تھا۔ درگاہ شریف کے ایک حجرے میں قیام فرماتے تھے۔ مبارک جان نامی علی گڑھ کی ایک مشہور اور بڑی متمول طوائف کسی کے یہاں مارہرہ آئی ہوئی تھی، درگاہ معلیٰ میں حاضر ہوئی اور روضۂ شریف کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر گانا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی، سازندوں نے ساز لگائے تھے کہ مولانا کی نظر پڑ گئی، اور بے اختیار ہو کر حجرے سے باہر تشریف لا کر ان سے فرمایا کہ: تم یہاں کیسے آئے۔ یہ درگاہ معلیٰ ناچ گانے شیطانی کاموں کی جگہ نہیں، فوراً یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ یہ فرمایا اور درگاہ سے ان لوگوں کو باہر کر دیا۔

جناب حاجی کفایت اللہ، جناب حاجی خدا بخش صاحب کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کی نماز اعلیٰ حضرت کے پیچھے پڑھی۔ جب حضرت نماز پڑھ چکے تو ایک مسافر صاحب آئے ہوئے تھے انہوں نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط دیا۔ وہ صاحب اعلیٰ حضرت کے مرید تھے جس وقت وہ مرید ہوئے تھے۔ ان کی داڑھی حد شرع سے کم تھی انہوں نے خواہش کی کہ کوئی وظیفہ حضور مجھ کو تعلیم فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: جس وقت تمہاری داڑھی حد شرع کے مطابق ہو جائے گی اس وقت میں وظیفہ وغیرہ بتا دوں گا۔ وہ صاحب اس کے متعلق ایک بزرگ کا سفارشی خط لائے تھے کہ ان کو کچھ بتا دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا جب تک تم داڑھی شرع تک بڑھا کر نہ آؤ گے۔ اس وقت تک تم کسی کی سفارش لاؤ تم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ جب داڑھی تمہاری حد شرع کے مطابق ہو جائے گی میں خود ہی بتا دوں گا۔ اس میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔

رسالۂ مبارکہ ''دربار حق و ہدایت'' میں حضرت مولانا ابوالمساکین شاہ ضیاء الدین صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی مدیر'' تحفہ حنفیہ'' (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس علمائے اہل سنت و جماعت پٹنہ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۷ رجب المرجب لغایت ۱۳ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ شرکت فرماتے ہیں۔ جلسۂ مذکورہ کے اخیر روز ایک

شاعر آزاد نیچری وضع، داڑھی صفا نے جن کے ساتھ اسی وضع کے آٹھ دس حضرات اور بھی تھے خدمت اقدس حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمتہ اللہ علیہ میں حاضر ہوکر اپنا ایک فارسی ترکیب بند تین بند کا مدح جلسہ مبہمہ میں (جس سے کچھ بھی واضح نہ ہوتا تھا کہ کس جلسہ کی تعریف ہے) اس اظہار کے ساتھ کہ میں نے اس مجلس مبارک علمائے اہل سنت و جماعت کی مدح میں لکھا ہے، اس جلسہ میں پڑھ کر فخر حاصل کرنے کی اجازت مانگتا ہوں پیش کیا۔ حضرت والا نے فرمایا مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی کے پاس لے جایئے، انہیں سنا بھی لیجئے۔ اگر وہ بعض الفاظ کی تبدیلی کو کہیں بدل دیجئے اور انہیں سے اجازت لیجئے۔ آزاد صاحب اعلیٰ حضرت کے پاس آئے اپنی نظم دکھائی۔ حضور نے بعض الفاظ مخالف شرع میں اصلاح دی۔ آزاد صاحب نے قبول کی۔ حضور نے ان کی وضع قطع وترکیب سے سراپا نیچری اور داڑھی منڈی دیکھ کر فرمایا: آپ مولوی سید اعظم شاہ صاحب کو اجازت دیجئے کہ وہ آپ کی طرف سے جلسے میں پڑھ دیں۔ کہا میں ایرانی لہجہ میں پڑھوں گا شاید مولوی صاحب نہ پڑھ سکیں۔ مولوی اعظم شاہ صاحب نے فرمایا عربی مصری ایرانی جیسے لہجہ کہئے میں پڑھ دوں گا۔ پھر ایک بند ایرانی لہجہ میں پڑھ کر سنایا۔ آزاد صاحب نے پسند کیا اور بظاہر راضی ہوئے کہ یہی پڑھ دیں، مولانا مولوی سید عبدالصمد صاحب سہسوانی کا وعظ ہو رہا تھا اور اس کے ختم کا انتظار ہے کہ حافظ عبدالمجید صاحب رئیس موضع اندھوس تشریف لائے اور حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ سے عرض کیا کچھ ضروری عرض ہے۔ دوسرے کمرے میں تشریف لے چلئے۔ ارشاد فرمایا جلسۂ وعظ سے اٹھ کر جانا کیا مناسب ہے۔ اگر کوئی ایسی ہی شدید ضرورت ہو تو خیر ورنہ ختم وعظ کا انتظار کیجئے۔ کہا اسی وقت کی ضرورت ہے۔ حضور اٹھے اور ایک خالی کمرے میں جہاں صرف مولوی سید شاہ بشیر صاحب الہ آبادی تشریف رکھتے تھے تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر بایں الفاظ تمہید شروع کی کہ یہ آٹھ دس نیچری جو اس داڑھی منڈے کے ساتھ آئے ہیں، سب ندوی تھے۔ اس داڑھی منڈے نے انہیں ہدایت کر کے ندوہ سے بیزار کیا اور جلسۂ اہل سنت کا طرف دار بنایا ہے۔ حضور نے فرمایا اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے مگر آپ فرمائیں اس وقت مقصود کیا ہے۔ کہا اس کی نظم جلسہ میں دوسرا پڑھے اس میں اس کی سخت دل شکنی ہے۔ اجازت دیجئے کہ یہی پڑھیں اور اس کا میں ذمہ لیتا

ہوں کہ یہ پورا سنی ہے۔ یہاں تک کہ ندوے کا بھی مخالف ہے۔ آپ اس کی نیچری وضع پر نہ جائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا اور مولوی سید شاہ بشیر صاحب سے بھی حافظ صاحب نے سفارش چاہی تو حضور نے فرمایا: بہت اچھا یہی پڑھیں گے مگر ایک شرط ہے کہ پہلے کھڑے ہوکر برسر جلسہ علانیہ فرمائیں۔ صاحبو! میں سنی صحیح العقیدہ ہوں نیچریوں، وہابیوں، رافضیوں، غیر مقلدوں سب گمراہوں سے جدا ہوں۔ اس وضع کو بھی خلاف شرع شریف جانتا ہوں۔ میں نے اپنے علمائے نے اہل سنت و جماعت کی مدح میں کچھ نظم عرض کی ہے، اسے سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد پڑھ دیں۔ ہمارا حرج نہیں''۔

حافظ صاحب اس شرط پر راضی ہو گئے وہاں سے جا کر یہ شرط آزاد صاحب سے بیان کی جوانہیں منظور نہ ہوئی۔ حافظ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ مجھ سے حلف اٹھوالیں کہ یہ داڑھی منڈا سنی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ: جب وہ برسر جلسہ اعلان کر دیں گے آپ کے حلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کہنے لگے آپ اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اس نے اتنے لوگوں کو ندوے کا مخالف بنا دیا ہے۔ اس پر حضور نے آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی۔

قل لاتمنوا علی اسلامکم بل اللّٰہ مَن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم مومنین o (مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت فرمائی اگر تم ایمان رکھتے ہو۔)

حافظ صاحب نے فرمایا کہ: پہلے آپ اعلان کر دیجئے کہ میں سنی ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ:

میرا سنی ہونا یہاں سے حرمین محترمین زاد ہمااللہ شرفاً وتکریماً تک آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ میری تصنیفات تمام ہندوستان میں شائع ہیں۔ جو میری سنیت پر شاہد عدل ہیں اور بیان کو کہیئے تو رات چار گھنٹے تک فقیر نے یہی بیان کیا کہ میں سنی ہوں اور بحمداللہ نیچریہ، وہابیہ، رافضیہ و غیر مقلدین و ندویہ وغیرہم سب بد مذہبوں سے بیزار ہوں اور جب تک زندہ رہوں گا بعونہ تعالیٰ تقریراً تحریراً یہی بیان و اعلان کرتا رہوں گا۔ فقیر پر بحمداللہ کسی تہمت و احتمال کا محل نہیں جس سے تبریہ کی حاجت ہو۔

حافظ صاحب ساکت ہو گئے، مگر آزاد صاحب بہت گرم ہوتے ہوئے تشریف لائے کہ

مجھ پر بوجہ احتمال وتہمت کیا ہے۔ مولوی سید اعظم شاہ صاحب نے آزاد صاحب کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ ہے۔ کہا ترک داڑھی منڈاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ: اس سے جواز کیونکر ثابت ہوا یہ جلسہ ندویہ کی سنگت نہیں جس میں سب کی کھپت ہے۔ یہاں آ کر اگر اپنی نظم سنانا چاہتے ہیں تو پہلے وہ اعلان کرنا ضرور ہوگا ورنہ اجازت نہ ہوگی۔ آزاد صاحب' حافظ صاحب اور جملہ نیاچرہ خفا ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ یہ پورے آزادی پسند اور ندوہ کے خادم او رپابند ہیں' اسی جلسۂ ندوہ میں ان کی اردو نظم مدح ندوہ میں چھپ چکی ہے جو انہوں نے ندوہ کے جلسہ میں پڑھی۔ اس مہمل ومبہم ترکیب بند کے سنا دینے میں یہ حکمت تھی کہ اعتراض کی گنجائش ہوگی کہ مجلس علمائے اہل سنت میں بھی ایسے حضرات لکچراری کرتے ہیں' مگر اہل سنت کا حافظ و ناصر اللہ عزوجل ہے۔ وللہ الحمد۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا تعاقب:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادی مرحومہ کی شادی عنقریب ہونے والی تھی کہ بمبئی سے تار آیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی حج کے ارادہ سے آئے ہوئے ہیں اور مسافر خانے میں مقیم ہیں۔ حضور نے فوراً تار کا جواب تار پر دیا کہ تحقیقی تار آنے پر میری آمد کا تار ملنے پر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا جائے اور تیاری شروع کر دی۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو اکثر بندگان خدا جنہیں مقدور تھا اور پہلے سے منتظر تھے آمادہ ہو گئے۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ مرحومہ نے بھی اپنے جذبۂ شوق میں عرض کر ہی دیا کہ حضور نے میرے لئے جو سامان مہیا فرمایا ہے اسے فروخت کر کے مجھے بھی ساتھ لیتے چلئے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وعدہ فرما لیا۔ میں اور برادرم قناعت علی بھی عرصۂ مدید سے حسب گنجائش پس انداز کر رہے تھے' جس کا ایک موقع پر حضور کو علم ہو گیا تھا۔ اس لئے حضور نے ایک روز ہم دونوں سے دریافت فرمایا: ہم لوگوں نے مقدار جدا جدا عرض کی اور وہ اس قدر تھی کہ مجموعی رقم ایک شخص کیلئے کفایت کرتی۔ حضور یہ معلوم کر کے خاموش مکان میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں کچھ خطوط لکھ کر فرمایا انہیں پڑھ کر ڈاک میں ڈال دو اور تشریف لے گئے۔ ان خطوط میں تحریر فرمایا تھا کہ میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا

ہے' میرے ساتھ چند بندگان خدا جانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے امکان میں حج بدل کا انتظام ہوسکے تو بذریعہ تار مطلع کیجئے' اور میرے تار کے جواب میں تار پر روپیہ روانہ کیجئے۔ چنانچہ ان خطوط کا جواب فوراً تار پر آیا۔ روپیہ کا انتظام ہے صرف حضور کے تار کا انتظار ہے۔ یہ تار ملنے پر حضور نے ہم دونوں سے وعدہ فرما لیا۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت مکرمی جناب حکیم علی احمد خان صاحب نے جو حضور کے بھانجے تھے اور جن کے سپرد تعویذات کا کام تھا مجھے اور قناعت علی کو اپنی ڈیوڑھی (نشست گاہ) میں بلا کر اندر سے ایک عرضی لا کر دکھائی جو انہوں نے حضور کی خدمت میں بایں مضمون پیش کی تھی کہ حضور مجھے اپنے ہمرکاب لے چلئے اور حج بدل کی کوشش فرما دیجئے۔ اس پر حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے دو بندگان خدا سے وعدہ کر لیا ہے پہلے وہ مستحق ہیں۔ اس کے بعد اگر کہیں سے اور آ گیا تو آپ کو بھی ساتھ لے لوں گا۔ حکیم صاحب کا مقصود اس درخواست کے دکھانے سے یہ تھا کہ ہم لوگوں کو شاید معلوم ہو کہ وہ دو شخص کون ہیں جن سے حضور نے وعدہ فرما لیا ہے۔ ہم دونوں نے عرض کیا کہ وہ دو شخص ہم دونوں ہیں۔ مختصر یہ کہ اب بمبئی سے تھانوی صاحب کی نقل و حرکت پر تار یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ اب مسافر خانہ سے سامان بندرگاہ جا رہا ہے' اب وہ مع ہمراہیاں روانہ ہو گئے' اب جہاز پر سامان بار ہو رہا ہے' اب وہ مع ہمراہیان جہاز پر سوار ہونے کیلئے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد آخری تار آیا کہ تھانوی اپنے بعض عزیزوں کو روانہ کرنے کیلئے آئے تھے خود نہیں گئے' لہٰذا حضور نے بھی ارادہ ملتوی فرما دیا۔

یہاں ناظرین کرام پر اتنا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ حضور نے اس سفر مبارک کو تھانوی صاحب کی روانگی پر کیوں منحصر کیا تھا وجہ یہ تھی کہ وہابیہ کی عیاریاں' مکاریاں' کیا دیاں اس دیار پاک میں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا کریں کہ اس گندے بروزے کے اثرات ہندوستان کی فضا کو خراب کریں۔

رافضیوں سے اجتناب:

انہیں کا بیان ہے کہ حضرت ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد سنہری

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد دکن سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آ رہا ہے' تالیف قلوب کیلئے اس سے بات چیت کر لیجئے کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کی بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دور سے ملاقات کیلئے آیا تھا اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا۔ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے۔ پھر فرمایا امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف سے تشریف لا رہے ہیں' راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں۔ وہ پیچھے پیچھے کاشانۂ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیرالمومنین خادم کو کھانا لانے کیلئے حکم فرماتے ہیں خادم کھانا لاتا ہے اور دسترخوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیرالمومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں۔ کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا۔ **اخرج یافلان فانک منافق** (اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔)

بدایوں کے مقدمہ میں فتحیابی کی تقریباتِ مسرت:

انہیں کا بیان ہے کہ بدایونی مقدمے کی فتح یابی پر مبارکبادیوں کا سلسلہ ختم ہوا ہی تھا کہ سرکار مارہرہ کے عرس سراپا قدس کا زمانہ آ گیا۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین دامت فیوضہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عرس شریف میں شرکت کیلئے مدعو فرماتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اہالیان بدایون میں اکثریت آپ کے موافقین کی ہے۔ انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ جس روز اعلیٰ حضرت بدایوں اسٹیشن سے گزریں گے۔ اس روز شہر کے کسی باغ میں پھول باقی نہ رکھیں گے۔ اس قدر کثرت سے گل ریزی کرنے کا

انتظام ہو رہا ہے اور لوگ نہایت ہی مشتاق ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا میں خود ہی ارادہ کر رہا تھا کہ بہت عرصے سے حاضری بھی نہیں ہوئی ہے' ضرور حاضری کا قصد رکھتا ہوں۔ غرض یہ خبر مشتہر ہوتے ہی مخلصین نے ہمراہ چلنے کے واسطے اپنی یہاں کی تواریخ تقریبات ہٹا دیں۔ عوام و خواص جس کو دیکھئے مارہرہ شریف چلنے کا سامان کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کثرت کو دیکھتے ہوئے حضور نے فرمایا بہتر ہوگا اگر اسپیشل ریل کا انتظام کر لیا جائے۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب نے ادھر تو اعلیٰ حضرت قبلہ کو دعوت شرکت عرس کی دی' ادھر نواب حامد علی خاں والی ریاست رامپور کو بھی جو حضرت کے معتقدوں میں تھے' اور اسی بنا پر ایک مرتبہ نینی تال اپنی کوٹھی میں مدعو بھی کیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب قبلہ وہاں تشریف بھی لے گئے تھے اور قریب ایک ہفتہ کے وہاں قیام بھی فرمایا تھا۔ عرس شریف کی شرکت کی دعوت دی اور یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ بھی امسال عرس شریف کے موقع پر تشریف لائیں گے۔

نواب رامپور اعلیٰ حضرت کی پذیرائی میں:

چونکہ نواب رامپور برسوں سے حضور کے علم جفر کا کمال دیکھ کر زیارت کا مشتاق اور کوشاں تھا' اس موقع کو غنیمت جان کر دعوت منظور کر لیتا ہے' اور اظہار نیازمندی و خوش اعتقادی کیلئے بہت کچھ سازوسامان ریاست سے مارہرہ شریف پہنچ جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے بستی تک سڑک کے دونوں جانب روشنی کیلئے قریب قریب گیس کے ہنڈے لگا دیئے گئے اور ہر ٹرین پر زائرین کو لینے کیلئے ریاست کی موٹر اور ہاتھی جن پر زری کی جھولیں پڑی تھیں گشت لگا رہے تھے۔ جب ریاست کی طرف سے ساز و سامان مارہرہ شریف پہنچ گیا اور والی ریاست نے یہ طے کر دیا کہ جس وقت اعلیٰ حضرت بریلی سے روانہ ہوں گے میں بھی اسپیشل ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب قبلہ نے مزید رجسٹری کرنے کیلئے ایک خط حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے مارہرہ آنے کے بارے میں کسی سے کہا ہے کہ میں تو پیشاب پھرنے کو بھی وہاں نہ جاؤں گا۔ جس وقت یہ خط یہاں

آیا حضور فوراً باہر تشریف لے آئے۔ چہرے سے اثر جلال نمایاں تھا۔ فرمایا میں جانتا ہوں کہ جس کیلئے میاں نے یہ خط بھیجا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں نے کسی سے کہا ہے کہ میں پیشاب پھرنے کو بھی مارہرہ نہ جاؤں گا۔ یہ فقرہ محض اسی لئے دماغ سے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے جواب میں یہ لکھ دوں کہ آپ کو یہ کسی نے غلط باور کرایا ہے میں ضرور آؤں گا۔ مجھ سے رجسٹری کرانا مقصود ہے تاکہ نواب کو دکھانے کیلئے ہو جائے۔ میاں سمجھتے ہیں کہ میں اس چار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں اسے کیا خبر ہوگی۔ حالانکہ میرے خبر دینے والوں نے ذرہ ذرہ کی مجھے خبر دے دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میری روانگی ہوتے ہی نواب کا اسپیشل روانہ ہو جائے گا جو بالکل تیار کھڑا ہے۔ چونکہ وہ خط اعلیٰ حضرت نے اتنا ہی پڑھا تھا اس لئے آگے پڑھنے کو مصطفیٰ میاں سے فرمایا۔ جس میں لکھا ہوا تھا یہ سن کر میرا دل پاش پاش ہوگیا۔ فرمایا: جس کا دل پاش پاش ہو جائے وہ خط لکھنے پر قادر ہوسکتا ہے؟ بس اب نہ جاؤں گا اور تشریف نہیں لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نواب رامپور نینی تال جارہے تھے۔ اسپیشل بریلی شریف پہنچا تو حضرت شاہ مہدی حسن میاں صاحب اپنے نام سے ڈیڑھ ہزار کے نوٹ ریاست کے مدارالمہام کی معرفت بطور نذر اسٹیشن سے حضور کی خدمت میں بھیجتے ہیں' اور والی ریاست کی جانب سے مستدعی ہوتے ہیں کہ ملاقات کا موقع دیا جائے۔ حضور کو مدارالمہام صاحب کے آنے کی خبر ہوئی تو اندر سے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے مدارالمہام صاحب سے فرمایا کہ: میاں کو میرا سلام عرض کیجئے اور یہ کہئے گا یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے میاں کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہئے نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ یہ ڈیڑھ ہزار ہوں یا جتنے ہوں واپس لے جائیے۔ فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلاسکوں اور نہ میں والیان ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جا سکوں۔

اعلیٰ حضرت بدمذہب علماء و امراء سے ملاقات نہیں کرتے تھے

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ المولی القوی کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی اس صلابت مذہبی کو دین و شرع سے ناواقف لوگ شدت و غلظت طبیعت یا

مقتضائے قومیت (یعنی پٹھان ہونے) پر محمول کریں گے' لیکن درحقیقت یہ خالص اتباع شریعت ہے۔ اور علمائے کرام کا معمول تھا چنانچہ رسالۂ عرصہ ظہور' مصنفہ سید شاہ ابوالخیر محمد نور الحسن صاحب رحمانی میں ہے: ایک بار بادشاہ دہلی حاضر خدمت مولانا فخر الدین صاحب چشتی کے ہوا۔ موافق دستور کے آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ بعد ازاں اعلیٰ و ادنیٰ جو آیا سب کی تعظیم فرماتے رہے۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہوکر حضرت میرزا مظہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے موافق عادت کے کوئی تعظیم نہیں فرمائی' اور جو کوئی آیا اس کی بھی تعظیم نہیں فرمائی۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوکر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس کی تعظیم نہ فرمائی' اس کا وزیر بھی آیا تو کوئی تعظیم نہ فرمائی' بعد ازاں چوبدار شاہی سامنے آیا اس کی تعظیم فرمائی۔ بادشاہ متعجب ہوکر مستفسر ہوا کہ اس اشکال کو حل فرمائیے اور ہر جگہ کا دیکھا ہوا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجود میں ہیں لہٰذا سب میں جلوۂ یار ان کو نظر آتا ہے' اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہودیہ کا غلبہ ہے' لہٰذا مشاہدہ عظمت الٰہی کے سبب سے کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر پابند شرع ہے تم اولوالامر ہو۔ تمہاری تعظیم لازم ہے۔ اور یہ وزیر رافضی ہے لہٰذا قابل تعظیم نہیں اور چوبدار تمہارا حافظ قرآن ہے۔ اس واسطے میں نے تعظیم کی۔

اعلیٰ حضرت قول و فعل میں ایک تھے:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت جو ایک عالم باعمل کی شان ہونی چاہئے یہ تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے۔ اور جو کچھ زبان سے فرماتے اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز ہو' کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف شرع اور اپنی تحقیق کے نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے۔ اور رعایت مصلحت کا وہاں گذر ہی نہ تھا۔ جس طرح دیگر علماء مشاہیر کے یہاں اس کا رواج تھا مولوی سلیمان صاحب ندوی حیات شبلی ص ۲۸۱ پر لکھتے ہیں۔ یہی زمانہ ہے جب سر سید کے مشورہ سے مولانا نے خلافت پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاہا جس میں ترکوں کی خلافت کو مذہبی حیثیت سے انکار کیا تھا۔ یہ مضمون علی گڑھ میگزین

میں چھپا مگر چونکہ یہ آورد تھا آمد نہ تھا اس لئے وہ ناتمام ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء میں جب میں رکن وفد خلافت کی حیثیت سے لندن گیا تھا تو پروفیسر آرنلڈ اکثر اس مضمون کو یاد دلاتے تھے میں کہتا تھا کہ مولانا نے لکھا نہیں لکھوایا گیا تھا۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جو شبلی صاحب کا خیال تھا وہ حق تھا یا جو سرسید کا عقیدہ تھا درست تھا' اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین وامیرالمومنین جانتے تھے مگر سرسید کے کہنے سے ان کی خلافت کے خلاف مضمون لکھا' اس کو علی گڑھ میگزین میں چھپوایا۔ اگرچہ درحقیقت اس مسئلے میں سرسید کا عقیدہ درست تھا کہ سلطان ترکی' قریشی نہ ہونے کے سبب خلیفۃ المسلمین نہیں' جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے اس مسئلے کی پوری توضیح وتحقیق اپنے رسالۂ مبارکہ **دوام العیش فی الائمۃ من القریش** میں فرمائی ہے۔

یونہی جس طرح قلب وزبان میں یگانگت واتفاق کلی تھا اسی طرح زبان وعمل میں بھی' مثلاً اپنے کو وہ ''محمدی سنی حنفی قادری'' فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا تو آپ پورے محمدی سنی تھے۔ کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا' نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا' نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی' جس طرح دوسرے مشاہیر کیا کرتے ہیں۔ مولانا سلیمان ندوی اسی کتاب کے ص ۲۸۵ پر شبلی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ شدید حنفی تھے اور میرا بھی یہی خیال ہے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کرنا' ان کے رد میں کتاب لکھنا اس پر دال ہے۔ پھر بھی ندوی صاحب نے ص ۲۸۷ پر شبلی صاحب کے سفر روم کے واقعہ میں لکھا جہاز پر دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ پھر مسٹر آرنلڈ کے کہنے پر کہ جہاز پر جانوروں کی گردن مروڑی نہیں جاتی بلکہ ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھنے کیلئے گئے اور اس ذبح کو خلاف مذہب حنفی جانتے ہوئے اس کو کھایا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگرچہ حنفیوں کے یہاں یہ ذبیحہ حلال نہیں لیکن اس مسئلے میں چند دنوں کیلئے شافعی بن گیا تھا (سفر نامہ ص ۱۵)

شیعوں کا لباس پہننے سے منع فرماتے:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ منشی شوکت علی صاحب سابق محرر چونگی

ساکن محلہ ذخیرہ، حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمہ کے مرید ہیں اور حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ازحد معتقد کہ اکثر لوگ انہیں حضور ہی کا مرید جانتے ہیں، محرم الحرام کی کسی ابتدائی تاریخ میں حضور کی خدمت اقدس میں سیاہ ٹوپی اوڑھے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر نظر پڑتی ہے، ارشاد ہوتا ہے منشی جی! عشرۂ محرم تک تین رنگ کا کپڑا پہننا نہیں چاہیے۔

(۱) ایک سبز کہ علمداروں کا لباس ہے۔

(۲) دوسرا سرخ کہ خوارج پہنتے ہیں جنہوں نے شہادت امام اعلیٰ مقام پر خوشی منائی تھی۔

(۳) تیسرا سیاہ، یہ روافض کا لباس ہے۔

آپ کے سر پر سیاہ ٹوپی ہے۔ یہ سنتے ہی منشی جی نے فوراً ٹوپی اتار لی اور برہنہ سر بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا: اب تو آپ نے روافض کا اور تشبہ اختیار کرلیا اور فوراً حکم ہوا کہ اندر مکان سے میری ٹوپی منگالو۔ یہ سن کر حاضرین میں سے ہر ایک اپنی اپنی ٹوپی اس لالچ میں کہ حضور کی ٹوپی ہمیں ملے گی، منشی جی کو پیش کرنے لگا۔ مگر کیا وہ اس بات کو نہیں سمجھتے تھے، انہوں نے کسی کی ٹوپی قبول نہ فرمائی اور اتنی دیر یونہی بیٹھے رہے جب تک کہ حضور کی کلاہ مبارک حاصل نہ کرلی۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ: میں رویت ہلال سے پہلے روئی کی مرزئی پہنے ہوئے تھا، اس کے کپڑے میں یہ تینوں رنگ موجود تھے یعنی اس کی زمین سیاہ تھی اور اس پر سرخ گلاب کے پھول اور شاخیں پتیاں سبز تھیں اگرچہ اس کے پہنے رہنے سے کسی کا تشبہ نہ تھا، اس لئے کہ ہر ایک جدا جدا تینوں رنگوں میں سے ایک ایک رنگ اختیار کرتا ہے مگر میں نے احتیاطاً اس مرزئی کو اتار دیا۔

علما کی خودداری اور قوت برداشت:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ایک سال مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کے عرس میں میں نے اور میاں صاحب بھائی قبلہ مرحوم نے مولوی حامد رضا خاں صاحب اور بریلی کے ایک مرزا جی کو جن کا نام اس وقت خیال سے اترا ہوا ہے، اور جن کے پاس موئے شریف بھی تھا اور خوش آواز آدمی تھے۔ نعت شریف

نور کا قصیدہ پڑھنے بٹھا دیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دستور یہ تھا کہ وہ بعد مغرب میرے پاس زمانۂ عرس میں آ بیٹھتے تھے۔

نعت خوانی کے آداب:

مولوی حامد رضا خاں صاحب پڑھ رہے تھے کہ مولانا تشریف لے آئے مگر یہ دیکھ کر کہ مولوی حامد رضا خاں صاحب اور مرزا جی ساتھ مل کر اشعار نعت شریف پڑھ رہے ہیں، فوراً ہی اٹھ کر قیام گاہ تشریف لے گئے۔ اور مولوی حامد رضا خاں صاحب کو بھی بلوا لیا۔ مجھے خیال گزرا کہ کہیں مولوی حامد رضا خاں صاحب پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے مولانا عبدالقادر صاحب سے یہ خیال ظاہر کر کے انہیں مولانا کے خیمہ میں بھیجا۔ مولوی حامد رضا خاں پہنچ چکے تھے اور مولانا عبدالقادر صاحب سے اس بارے میں گفتگو آنے پر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ: حضرت میں علما کیلئے اس طرح ایسے مواقع پر عوام کے ساتھ آوازیں ملا کر نغمہ و ترنم سے نعت شریف پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مجھے صاحبزادہ صاحب (یعنی فقیر کے بڑے لڑکے سید غلام محی الدین، فقیر عالم صاحب سے بھی مثنوی شریف کے ساتھ اس طریقے پر نعت شریف کے اشعار پڑھوانا نامناسب معلوم ہوا تھا (فقیر عالم سے اشعار نعت مولانا عبدالقادر صاحب نے اس سے پہلے پڑھوائے تھے۔)

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ان مرزا صاحب کا نام مرزا اسمٰعیل بیگ تھا۔ یہ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، اور اعلیٰ حضرت کے مکان سے پچھم ان کا مکان تھا۔ جس کا ایک حصہ حضرت حجتہ الاسلام نے خرید کر خانقاہ میں شامل کر لیا ہے۔ اور دوسرے حصہ کے متعلق حضرت مفتی اعظم کیلئے بات چیت مرزا صاحب مرحوم کے منجھلے صاحبزادے احمد مرزا صاحب سے ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی شامل خانقاہ ہو جائے۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کے والد کا نام نامی مرزا ابراہیم بیگ تھا، جو مرزا اسفند یار بیگ کے صاحبزادے تھے۔ انہیں مرزا اسفند یار بیگ کی صاحبزادی حسینی خانم سے حضرت رئیس الاتقیا مولانا تقی علی خان صاحب کی شادی ہوئی، اس وجہ سے جناب مرزا

اسمٰعیل بیگ صاحب اعلیٰ حضرت کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

علمائے کرام سے محبت اور عزت:

حضرت مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بمضمون اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے اسی درجہ علماء اہل سنت کیلئے ابر کرم بلکہ سراپا کرم تھے۔ جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور ان کی ایسی عزت و قدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے۔ خصوصاً مولانا عبدالقادر صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب میں جو اخلاص و محبت و اتحاد و وداد کے تعلقات تھے' دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مولانا عبدالقادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کس طرح کم نہیں سمجھتے تھے۔ اپنا قوت باز و خیال فرماتے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے تھے۔ ان کے اعزاز و اکرام میں مافوق العادت کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرماتے حتیٰ کہ ان کے سامنے حقہ نہ پیتے' پان نہ کھاتے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ جس زمانے میں میں قصیدۂ ''امال الابرار والام الاشرار'' اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا جب اس شعر پر پہنچا

اذا حلوا تمصرت الایاوی اذا راحوا فصار المصر بید

(جب وہ تشریف فرما ہوتے تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب وہ کوچ کرتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے)۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ یہ واقعہ ہے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسولؐ مولانا عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فرد کش ہوتے عجیب رونق اور چہل پہل ہو جاتی۔ درودیوار روشن ہوتے انوار و برکات کی بارش ہوتی اور جب واپس تشریف لے جاتے باوجود یکہ صرف وہی ایک جاتے' گھر کے سب لوگ محلّہ والے سب کے سب رہتے لیکن عجیب اداسی اور ویرانیت چھا جاتی۔ ''دولہا گیا رہ گئے باراتی''۔

حضرت سید صاحب موصوف ہی کا بیان ہے کہ جس درجہ مولانا احمد رضا خاں صاحب

مولانا عبدالقادر صاحب کی عزت کرتے' اسی طرح مولانا عبدالقادر صاحب ان سے محبت کرتے ان کی خاطر داری فرماتے ان کی حمایت کیلئے ہر موقع پر کوشاں رہتے۔ بدایوں سے مفصلہ کے گروہ کی بغرض مناظرہ و مباحثہ بریلی جانے کی خبر مسموع ہوئی مولانا عبدالقادر صاحب نے فوراً بریلی جانے کیلئے سامان درست فرمالیا مگر روانگی کے قبل معلوم ہوگیا کہ وہ گروہ تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ آیا اس لئے ارادہ سفر ملتوی فرمادیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۳۰۰ھ میں مفصلۂ بریلی نے مفصلۂ بدایوں کو دعوت دی کہ آپ لوگ یہاں آیئے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب سے آکر مناظرہ کیجئے۔ اس وقت موقع بہت غنیمت ہے۔ مولانا ایک شیعہ دوست طبیب کے زیرِ علاج ہیں آپ لوگ آکر دعوت مناظرہ دیجئے۔ وہ منافق عالم طبیب کی حیثیت سے مناظرہ سے منع کردیں گے۔ مولانا انکار کردیں گے' کام بن جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ لوگ آئے اور ایسے دن پہنچے کہ منضج ختم تھا دوسرے دن جلاب ہونے والا تھا ان لوگوں کی طرف سے مناظرہ کا دعوٰی خط آیا کہ کل مسئلہ تفضیل حضرت علی پر مناظرہ ہوگا۔ اگر منظور ہو تو لکھئے۔ سوالات آپ کریں گے یا ہم لوگ سوالات کریں۔ اس خط کا آنا تھا کہ جناب حکیم صاحب پہنچ گئے۔ باتوں باتوں میں ان کو بدایونیوں کی دعوت مناظرہ اور اعلیٰ حضرت کے اقرار کا حال معلوم ہوا کہ وہ سوالات لکھ رہے ہیں۔ طبیب صاحب نے بہت سختی سے روکا اور کہا کہ کل جلاب کا دن ہے' مناظرہ سے انکار کردیجئے ورنہ صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ مجھے مرجانے کا اتنا غم نہ ہوگا جتنا مناظرے سے انکار کا' یہ نہیں ہوسکتا۔ اور سوالات لکھ کر اسی بیماری کی حالت میں روانہ فرمائے۔ جس کو دیکھ کر سب کے چھکے چھوٹ گئے۔ ان لوگوں نے حضرت مولانا محمد حسین صاحب سنبھلی مصنف ''النظام فی مسند الامام'' و حاشیہ شرح عقائد مسمی بہ ''نظم الفرائد'' و حاشیہ بدایہ وغیرہ کتب کثیرہ کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے سوالات دیکھتے ہی فرمایا کہ: تفضیلیہ مذہب رکھتے ہوئے کوئی شخص ان سوالات کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ اور اسی وقت بریلی سے روانہ ہوگئے ان کا جانا تھا کہ اک اک کرکے سب فرار ہوگئے۔ جس کا مفصل بیان ''تزک مرتضوی'' ''فتح خیبر'' وغیرہ رسائل اہل سنت میں ہے وہ مجموعۂ سوالات

بنام سوالات تفضیل اسی زمانے میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے جواب تک لا جواب ہے۔

بریلی میں علمائے اہل سنت و مشائخ عظام کی آمد:

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ میرے زمانہ قیام بریلی شریف یعنی ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک علمائے اہل سنت و مشائخ کرام و داعیان دین وملت و دیگر حضرات اہل سنت و جماعت برابر تشریف لایا کرتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ ایک دو مہمان تشریف نہ لاتے ہوں۔ ان سب کی خاطر مدارت حسب مرتبہ کی جاتی اور علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت اعلیٰ حضرت کی مسرت کی جو حالت ہوتی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ خصوصاً

(۱) حضرت محدث سورتی مولانا شاہ وصی احمد صاحب پیلی بھیتی

(۲) حضرت ابوالوقت شیر بیشۂ سنت مولانا ہدایت الرسول صاحب لکھنوی

(۳) حضرت مولانا سراج الدین

(۴) ابوالذکاء مولانا سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری

(۵) حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب رامپوری

(۶) حضرت مولانا شاہ ریاست علی خان صاحب شاہجہانپوری

(۷) مولوی اعظم شاہ صاحب شاہجہانپوری

(۸) حضرت مولانا عید الاسلام شاہ عبدالسلام صاحب جبلپوری

(۹) حضرت مولانا سید شاہ محمد فاخر صاحب اجملی الہٰ آبادی

(۱۰) حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی کچھوچھوی

(۱۱) اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب

(۱۲) جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب عظیم آبادی

(۱۳) مولانا محمد عمرالدین صاحب ہزاروی نزیل بمبئی

(۱۴) حضرت مولانا سید شاہ دیدار علی صاحب الوری ثم لاہوری

(۱۵) جناب مولانا شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی

(۱۶) مولانا شاہ حبیب اللہ صاحب میرٹھی

(۱۷) حضرت استاذ مولانا شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی ثم کانپوری

(۱۸) مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری'

(۱۹) مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب بہاری علی گڑھی'

(۲۰) مولانا رحیم بخش صاحب بہاری آروی

(۲۱) مولانا سید شاہ عبدالغنی صاحب سہسرامی

وغیرہ وغیرہ علمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت کا سماں تو بیان سے باہر ہے۔ ان میں حضرت محدث سورتی اکثر و بیشتر تشریف لایا کرتے اور حضرت سیف اللہ المسلول جناب مولانا شاہ ہدایۃ الرسول صاحب جب تشریف لاتے تو شہر بھر میں ان کے وعظوں کی دھوم پڑ جاتی' اور جگہ جگہ جلسے ہونے لگتے۔ اور مہینہ دو مہینہ سے کم قیام کی نوبت نہ آتی۔ وہ زمانہ بھی عجیب چہل پہل کا ہوتا۔ شہر بھر میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جاتی۔

حضرت محدث سورتی اعلیٰ حضرت کی پالکی کیساتھ دوڑنے لگے

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت پیلی بھیت میں حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی کے یہاں تشریف لے گئے۔ دوران قیام میں ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور بوجہ نقاہت پالکی میں تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ منجملہ اور متوسلین و معتقدین کے خود حضرت محدث صاحب ممدوح پیادہ پا پالکی کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی' آپ نے سعی فرمائی۔ یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلین کر لیں۔ شارع عام پر عام بلکہ تمام حضرات حیرت و استعجاب سے پالکی اور مولانا ممدوح کو دیکھ رہے تھے۔ یکا یک کہاروں نے کاندھا بدلنے کیلئے پالکی روکی چونکہ حضرت محدث سورتی صاحب تیز روی سے ہمراہ تھے لہٰذا رو میں پالکی کی کھڑکی کا سامنا ہو گیا جس وقت اعلیٰ حضرت کی نظر حضرت محدث صاحب پر پڑی کہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں۔ کہاروں کو حکم فرمایا پالکی یہیں رکھ دو۔ اور فرمایا مولانا یہ کیا غضب کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا حضور تشریف رکھیں۔ اعلیٰ

حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ محدث صاحب نے فرمایا آپ بہت کمزور اور ابھی مکان دور ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جایئے' تب میں پالکی میں بیٹھوں گا' ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا۔ بالآخر محدث صاحب کو واپس ہونا پڑا۔ تب پالکی آگے بڑھی۔ چونکہ حضرت محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی حضرت محدث صاحب کیلئے بھیجی۔

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے الاسد الا سذ الارشد سے مخاطب فرمایا تھا اور جناب مولانا احمد اللہ صاحب پشاوری بھی دولت کدۂ اقدس پر مہمان ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم بھی دن کا کھانا مہمانوں کی وجہ سے باہر ہی تناول فرما رہے ہیں۔ صدر الشریعہ حکیم امجد علیٰ صاحب بھی حاضر اور شریک طعام ہیں۔

مدینہ پاک کا ٹھنڈا میٹھا پانی:

مدینہ پاک کا پانی بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ: پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس سے قرآن عظیم میں جا بجا بندوں پر منت رکھی اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی۔

افرء یتم المآء الذی تشربون ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لونشآء جعلنہ اجاجا افلا تشکرون٥ (کیا تم نے دیکھا یہ پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے (بلکہ تو ہی اے رب ہمارے ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کر دیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے تیرے وجہ کریم کیلئے ہمیشہ حمد ہے اے رب ہمارے)

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کھانے پینے پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہیں فرمائی مگر ٹھنڈا پانی دو بار طلب فرمایا ایک بار فرمائش کی رات کا باسی پانی لاؤ۔ میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدام کرام حاضرین بارگاہ کیلئے زورقوں میں

پانی بھر کر رکھ دیئے ہیں' کہ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔

(۱) ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں اگر خنکی نہ ہو تو پیتے وقت اس کا حلق سے اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔

(۲) دوسری صفت شیرینی وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے ایسا شیریں کہ میں نے کہیں نہیں پایا۔

(۳) تیسری خنکی یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔

میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جانفزا پانی مسجد کریم میں لہٰذا کھانے میں پانی نہ پیتا۔ کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیت اعتکاف حاضر ہوتا اور اس عطیۂ سرکاری سے دل و جاں سیراب کرتا۔ اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے۔ پانی کیلئے اعتکاف نہ ہوتا تھا بلکہ اس کی منفعت یہ ہے غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔

سادات کرام کی تعظیم و اکرام:

علماء کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و اضافت ہے اسکی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزء رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں۔ اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا۔ اس لئے کہ کسی سید صاحب کو وہ اس کی ذاتی حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جزء ہیں۔ پھر اس اعتقاد ونظریہ کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے سب درست و بجا ہے۔ اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ نور میں عرض کرتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا   تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کیلئے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سید زادے ہیں۔ لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرما دی کہ صاحبزادے سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں۔ کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے' جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔ چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

انہیں کا بیان ہے کہ فقیر اور برادرم سید قناعت علی کے بیعت ہونے پر بموقع عیدالفطر بعد نماز دست بوسی کیلئے عوام نے ہجوم کیا مگر جس وقت سید قناعت علی دست بوس ہوئے حضور پرنور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان کے ہاتھ چوم لئے۔ یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان خاص سے تذکرہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سید صاحب مصافحہ کرتے ہیں' اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں ۔ غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔

انہیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے کسی مراد کیلئے حضور کے فرمانے پر حضور پرنور سیدنا غوث پاک حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ شریف مانا تھا جس کا نسخہ یہ ہے:

توشہ حضور برائے قضاء حاجات و نیل مرادات بہدف ست باید کہ ایں توشہ اگر توفیق رفیق باشد پیش از حصول مقصود ادا نماید: میدۂ گندم۔۵ مار۔ شکرتری۔ ۵ مار۔ روغن زرد امار۔ مغز بادام' ا۔ مار۔ پستہ' امار۔ کشمش امار۔ ناریل ا مار۔ قرنفل امار۔ دارچینی امار۔ الایچی خورد مارا۔ ازیں ہر سہ پنج چھٹانک ہر ہمہ رایکجا کردہ حلوا پزد و بصلحا بخوراند۔ اصل نسخہ ہمیں قدر ست و درکم و بیش نمودن ایں توشہ مختار ست بقدر میسر بعمل آرد۔ (الفوز بالا مال فی الاوفاق والاعمال۔

مذکورہ بالا نسخہ کی نسبت حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں قرنفل اور دارچینی ہے۔ فی زمانہ لوگ کھانے میں تکلف کرتے ہیں لہٰذا انکے بدلے چرونجی' کیوڑا وغیرہ شامل کر دیں۔

مصارف میں تخفیف کی نیت نہ ہو ہاں خوش ذائقہ کرنے کیلئے اضافہ ہو جائے تو حرج نہیں۔

توشے کا ایک خصوصی نسخہ:

راقم الحروف اور اس کے احباب کے یہاں نسخہ مندرجۂ ذیل مروج ہے۔

سوجی ۵ مار۔ سکر ۱۰ مار۔ روغن زرد ۵ امار۔ ناریل امار۔ کشمش امار۔ پستہ امار۔ مغز بادام امار۔ الائچی سفید اچھٹانک چرونجی امار۔ زعفران ۲ ماشہ۔ کیوڑا نصف بوتل۔

خیر آمدم برسر مطلب کہ جب ان کی مراد حاصل ہوئی تو وہ توشہ تیار کرا کے، آستانۂ عالیہ ہی پر حضور سے فاتحہ دلانے کیلئے لے آئے۔ لہٰذا ایک کمرے میں فرش بچھایا گیا۔ حضور نے فرمایا:

سب حضرات وضو فرمالیں اور خود بھی تجدید وضو فرمایا۔ حلوہ کا دیگچہ سامنے رکھا گیا۔ حضور بغداد مقدس کی جانب کہ سمت قبلہ سے ۱۸ درجہ شمال کو رخ کر کے کھڑے ہوئے اور حاضرین سے فرمایا سب حضرات بسم اللہ شریف کے بعد سات بار درود غوثیہ اللهم صل علىٰ سيدنا محمد معدن الجود والكرم وآله وبارك وسلم ایک بار الحمد شریف ایک بار آیت الکرسی شریف اور سات بار قل هو الله شریف پھر تین بار درود غوثیہ شریف پڑھ کر سرکار بغداد کی نذر کریں۔

الغرض بعد فاتحہ جنہوں نے توشہ کیا تھا دستر خوان بچھایا۔ اس پر کچھ اشعار جا بجا لکھے تھے۔ جسے حضور نے اٹھوا دیا اور سادہ دستر خوان منگوا کر بچھوایا اور فرمایا تحریر پر کوئی شے نہ رکھنا چاہئے۔ دستر خوان پر ظروف طعام کے علاوہ کھانا اتارنے والے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں مطلق احساس نہیں ہوتا کہ ہمارا قدم کہاں پڑتا ہے اس کے بعد ہر ایک کے سامنے تشتریوں میں حلوہ رکھا گیا اور سب نے بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا شروع کیا۔ جب سب لوگ کھا چکے فرمایا ابھی ہاتھ نہ دھوئے جائیں بلکہ صف بستہ رو بہ عراق ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائیے۔ حاضرین صفیں درست کرنے لگے فرمایا جس قدر سادات کرام ہیں وہ صف اول میں سب سے آگے رہیں گے۔ یہاں تک کہ خود بھی پیچھے کھڑے ہوئے۔ بعدہ فرمایا چلمچی میں سب لوگ باحتیاط ہاتھ دھوئیں اور مستعمل پانی محفوظ جگہ پر ڈلوا دیا جائے اور کلی کرنے کی جگہ

تھوڑا تھوڑا پانی سب لوگ پی لیں اس کے بعد دعا کی گئی۔

سادات کیلئے دوگنا حصہ:

انہیں کا بیان ہے کہ حضور کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں سادات کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصہ بروقت تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا اور اسی کا اتباع اہل خاندان بھی کرتے ہیں۔ ایک سال بموقع بارہویں شریف ماہ ربیع الاول ہجوم میں سید محمود جان صاحب علیہ الرحمتہ کو خلاف معمول اکہرا حصہ یعنی دو تشتریاں شیرینی کی بلاقصد پہنچ گئیں۔ موصوف خاموشی کے ساتھ حصہ لے کر سیدھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کے یہاں سے آج مجھے عام حصہ ملا۔ فرمایا سید صاحب تشریف رکھئے اور تقسیم کرنے والے کی فوراً طلبی ہوئی اور سخت اظہار ناراضی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ابھی ایک سینی (خوان) میں جس قدر حصے آسکیں بھر کر لاؤ چنانچہ فوراً تعمیل ہوئی۔ سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا ہاں دل کو ضرور تکلیف ہوئی جسے برداشت نہ کرسکا۔ فرمایا سید صاحب یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنا ہوگی ورنہ مجھے سخت تکلیف رہے گی۔ اور شیرینی تقسیم کرنے والے سے کہا کہ ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کردو جو اس خوان کو مکان پر پہنچا آئے انہوں نے فوراً تعمیل کی۔

سید زادوں کو بلانے کے آداب:

انہیں کا بیان ہے کہ بعد نماز جمعہ حضور پھاٹک میں تشریف فرما ہیں اور حاضرین کا مجمع ہے کہ شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل آئس کریم بمبئی کے برادر خورد مولوی نور محمد صاحب کی آواز جو بسلسلۂ تعلیم مقیم آستانہ تھے باہر سے قناعت علی! قناعت علی! پکارنے کی گوش گزار ہوئی۔ انہیں فوراً طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا۔ مولوی نور محمد صاحب نے ندامت سے نظر نیچی کرلی۔ فرمایا تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھیئے۔ اسی تذکرے میں فرمایا کہ: شریف مکہ کے زمانے میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات کی جامہ تلاشی کرتے تھے۔ ایک عالم دین شیخ

مستورات وہاں پہنچتے ہیں ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ صبح ہوتے آنکھ لگ گئی خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں ''مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کے بددعا کرنے کو رہ گئی تھی''۔ پھر فرمایا سید کو اگر قاضی حد لگائے تو یہ نہ خیال کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی ہے اسے دھو رہا ہوں۔''

''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھنے کی تحریک:

محب مخلص حامی دین متین مولانا مولوی سید شاہ ابوسلیمان محمد عبدالمنان صاحب قادری چشتی فردوسی ابو العلائی منعمی مفتی و صدر مدرس ''مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد'' سے میں نے درخواست کی کہ آپ کو بھی اگر کوئی واقعہ اعلیٰ حضرت کے متعلق معلوم ہو تو تحریر کرکے مجھے عنایت کریں۔ اگرچہ میں نے اخبار ''ہمدرد'' دہلی و ''دبدبۂ سکندری رامپور'' میں اس کے متعلق ابھی اعلان بھی کر دیا ہے لیکن خاص حضرات کو خصوصیت کے ساتھ بذریعہ خط یا ملاقات ہو جانے پر زبانی بھی فرمائش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے یہ خط مجھے تحریر فرمایا جو بہت جامع ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے تعظیم سادات سے اس کا تعلق ہے اس لئے اس جگہ درج کرنا انسب معلوم ہوتا ہے:

محبی محترمی السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ مجھے اخبار ''ہمدرد'' میں یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ جناب نے ایک بڑی خدمت اور اہم کام جو مسلمانان عالم کیلئے مفید اور کارآمد ہوگا' اپنے سر لیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت حامی سنت ماحی بدعت مجدد مأتہ حاضرہ حضرت مولانا حافظ شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری علیہ الرحمہ کے سوانح حیات جمع کرکے منظر عام پر لائیں۔ اور ان کی پاکیزہ زندگی کو سنی مسلمانوں کیلئے خصوصاً اور دیگر مسلمانوں کیلئے عموماً مشعل ہدایت بنائیں۔ پھر اخبار مذکور کا یہ اعلان کہ جن حضرات کو حالات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ معلوم ہوں وہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیں۔ جناب کی کاوشوں اور انہماک کا اس سے

اندازہ ہوتا ہے بلاشبہ یہ طریقہ جو جناب والا نے اختیار فرمایا ہے تدوین حالات کیلئے ازبس مفید ثابت ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں وہ تو آفتاب شریعت' مہتاب طریقت ہیں دنیا کا کونسا خطہ اور مقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانی سے محروم رہا ہو۔ دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل و بزرگی کا قائل پایا۔ سچ ہے۔ والفضل ماشھدت به الاعداء علمائے عصر وفضلائے دہر خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی تحقیقات و تدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے۔ ہندوستان تو ہندوستان علمائے مکہ و مدینہ (زاد ہما اللہ شرفاً وتعظیماً) وروم و شام مصر و یمن سب ہی کو آپ کے علم و فضل کا مداح پایا۔ مجھ فقیر کو بھی ۱۳۳۹ء کے موسم بہار میں آپ کی زیارت کا موقع ملا۔ یوں تو عرصۂ دراز سے آپ کے رسائل مفیدہ وتحریرات انیقہ دیکھا کرتا تھا اور جزئیات فقہ پر اعلیٰ حضرت کو جو ید طولیٰ حاصل تھا اس کا قائل بھی تھا اور درحقیقت اپنے رسائل وتحریرات نے زیارت کا ولولہ بھی اس فقیر کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ بالآخر جب یہ فقیر درس نظامیہ کی تکمیل کر رہا تھا اور تعلیم کا آخری سال گزار رہا تھا تو برسوں کی تمنائے دلی بر آئی۔ بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا طالب علمانہ شان سے اعلیٰ حضرت کے مدرسے میں پہنچا۔ حضرات اساتذہ سے ملاقاتیں کیں اور دلی تمناؤں کے اظہار کا موقع ہاتھ آیا۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو کہوں گا کہ جناب مولانا مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ نے مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت فیض درجت میں پہنچایا اور میری پوری رہبری کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ''تحریک خلافت وترک موالات'' اپنے پورے شباب پر تھی اور جماعت کثیرہ ان تحریکوں میں شامل تھی۔ بناءً علیہ یہ فقیر بھی شدت کے ساتھ ان تحریکات کا حامی تھا لیکن اعلیٰ حضرت کی تحریروں نے جو وقتاً فوقتاً مجھے مل جایا کرتی تھیں اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور ابوالکلام کی باہمی گفتگو نے مجھے ان تحریکات سے برگشتہ کر دیا تھا اور ایک قسم کی دل میں خلش پیدا ہوگئی تھی۔ جس نے بریلی شریف پہنچانے میں معاونت کی کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو اور مسائل حاضرہ بھی سمجھ لوں چنانچہ جیسا سنا کرتا تھا اور تحریروں سے معلوم کرتا تھا کہ علمی تبحر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں

اور اخلاق نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ کی زیارت نے یہ تمام وکمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں وہ کم ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر سادات سے ہے تو آپ نے بڑی عزت بخشی اور جملہ شکوک کو چند منٹوں میں اس طرح رفع فرما دیا گویا کہ شکوک کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے' پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ نے روک رکھا اور ان دنوں میں اس فقیر نے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل کیے۔ پھر رخصت ہوتے وقت خاص کرم فرمایا کہ: کچھ نقد روپے جوالہ آباد کی آمدورفت میں صرف ہو سکتے ہیں بلکہ کچھ زائد ہی تھے' مرحمت فرمائے۔ فقیر نے پہلے تو انکار کیا لیکن اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا کہ: یہ تو آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں اسے لے لیجئے۔ تو فقیر نے وہ رقم لے لی اور واپسی کے بعد ان تحریکات سے کلیتہً علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر بعد وصال اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ چند مرتبہ عرس اعلیٰ حضرت میں جانے کا اتفاق ہوا بعد وصال بھی اعلیٰ حضرت کی روحانیات نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ وللہ الحمد والصلاۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم و آخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین.

فقیر الی المولی تعالیٰ سید شاہ ابو سلمان محمد عبدالمنان قادری چشتی فردوسی منعمی ابو العلائی غفرلہ الباری مفتی وصدر مدرس مدرسہ عربیہ محمدیہ عظیم آباد پٹنہ سٹی ۷ دسمبر ۱۹۴۷ء یوم یکشنبہ۔

سادات کی دل دہی کا ایک اور واقعہ:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدے کی مغربی سمت جس میں کتب خانہ نیا تعمیر ہو رہا تھا' عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب برادر اوسط اعلیٰ حضرت مع متعلقین تشریف رکھتے تھے' قیام فرماتھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا۔ اس طرح کئی مہینہ تک وہ مکان مردانہ رہا۔ جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی بے کھٹکے پہنچ جایا کرتے۔ جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا مستورات حسب دستور سابق اس مکان میں چلی

آئیں۔ اتفاق وقت کہ ایک سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور جنہوں نے اس مکان کو مردانہ پایا تھا' دوبارہ تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے' بے تکلف اندر چلے گئے' جب نصف آنگن میں پہنچے تو مستورات کی نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں۔ انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردے میں ہوگئیں' ان کے جانے کی آہٹ سے جناب سید صاحب کو علم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہوگیا ہے' مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت جنوب کی طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لیکر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے۔ وہ سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہوئی۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے زنانہ مکان ہوجانے کا کوئی علم نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ: حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقا زادے ہیں' معذرت کی کیا حاجت ہے۔ میں خود سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔ غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی' پان منگوایا ان کو کھلایا جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرے پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر کے پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت فرمایا۔ وہ دست بوس ہوکر رخصت ہوئے۔ عجب اتفاق کہ وہ وقت مدرسہ کا تھا اور رحم اللہ خاں خادم بھی بازار گئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص باہر کمرے پر نہ تھا جو سید صاحب کو مکان کے زنانہ ہوجانے کی خبر دیتا۔ جناب سید صاحب نے اس واقعہ کو خود مجھ سے بیان فرمایا اور مذاق سے کہا کہ ہم نے تو سمجھا کہ آج خوب پٹے مگر ''ہمارے پٹھان'' نے وہ عزت وقدر کی کہ دل خوش ہوگیا واقعی حب رسول ہوتو ایسی ہو۔

ایک سید زادے کی امداد:

دوسرا واقعہ بھی اس سے کم نہیں ایک سید صاحب بہت غریب مفلوک الحال تھے۔

عسرت سے بسر ہوتی تھی اس لئے سوال کیا کرتے تھے مگر سوال کی شان عجیب تھی جہاں پہنچے فرماتے ''دلواؤ سید کو''۔ ایک دن اتفاق وقت کہ پھاٹک میں کوئی نہ تھا۔ سید صاحب تشریف لائے اور سیدھے زنانہ دروازہ پر پہنچ کر صدا لگائی ''دلواؤ سید کو''۔ اعلیٰ حضرت کے پاس اسی دن ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب کاغذ وغیرہ دادودہش کیلئے دو سو روپے آئے تھے جس میں نوٹ بھی تھے اٹھنی چونی پیسے بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو صرف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپے تھے' سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیا اور ان کے رو برو لئے ہوئے کھڑے رہے۔ جناب سید صاحب دیر تک ان سب کو دیکھتے رہے اس کے بعد ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا حضور یہ سب حاضر ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے۔ الغرض جناب سید صاحب ایک چونی لے کر سیڑھی پر سے اتر آئے۔ اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا دیکھو سید صاحب کو آئندہ سے آواز دینے' صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے فوراً ایک چونی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو سبحٰن اللہ وبحمدہ تعظیم سادات ہو تو ایسی ہو۔

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو ۔۔۔ جو ''نذر'' لئے راہ گدا دیکھ رہا ہو

سادات کرام کی خدمت میں نذرانے:

مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس ''مدرسہ شمس العلوم'' بدایوں حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف کی روایت سے تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے فرمایا جب میں بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے۔ ایک مرتبہ حسب دستور ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا۔ حضرت شاہزادہ' انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے میں نے فوراً اتار کر دے دیئے اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی سے واپس مارہرہ آیا تو میری بیٹی فاطمہ نے کہا کہ ابا بریلی مولانا صاحب کے یہاں سے پارسل آیا تھا جس میں چھلے اور انگوٹھی تھے یہ دونوں طلائی تھے والا نامہ میں تحریر تھا۔ ''شاہزادی

صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیا آپ کی ہیں'' یہ تھا اعلیٰ حضرت کا سادات اور پیرزادوں کا احترام جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

تعظیم حجاج وزوار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کرکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی! اگر اثبات میں جواب ملا فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا پھر مطلق مخاطب نہ فرماتے نہ التفات فرماتے۔ ایک بار ایک حاجی صاحب حاضر ہوئے چنانچہ حسب عادت کریمہ یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی وہ آبدیدہ ہو کر عرض کرتے ہیں ہاں حضور مگر صرف دو روز قیام رہا۔ حضور نے قدمبوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا وہاں کی تو دو سانسیں بھی بہت ہیں آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا۔

انہیں کا بیان ہے کہ دوران قیام مدینۂ منورہ وسط شوال ۱۳۶۵ھ میں فقیر سے چند حجاج قیام گاہ پر ملاقات کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ جن میں مستری غلام نبی صاحب قادری رضوی بریلوی ساکن محلّہ مسجد نیاریاں بھی آتے ہیں۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے تذکرہ کے درمیان جناب صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی مراجعت حرمین طیبین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ آمد پر بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے۔ مختصر یہ کہ جلوس بڑی شان و شوکت کیساتھ نعت خوانی کرتا ہوا آستانہ آیا یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے:

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

پڑھنے کی فرمائش کی جس کو سن کر تمام مجمع عجیب پُرکیف حالت میں تھا۔ اسکے اختتام پر حضرت صدر صاحب ممدوح نے کچھ رقم نکال کر جناب حاجی شاہد علی خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ (خواہر زادۂ اعلیٰ حضرت) کو بغرض شیرینی دی اور مداح الحبیب علیہ الرحمہ سے ذکر میلاد پڑھنے کو فرمایا: مجمع کافی ہو گیا تھا چنانچہ شیرینی آنے پر قیام ہوا۔ دیر خاصی ہو گئی تھی

عوام فاتحہ ہونے سے پہلے ہی جانے پر آمادہ تھے' لہٰذا حضور نے فرمایا نیت پر مدار ہے۔ یونہی تقسیم شروع کردو۔

ناظرین کرام میرے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے مستری صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ: چونکہ مولانا کی آمد اور حضور کے ریلوے اسٹیشن تشریف لے جانے کی خبر رات ہی میں عام ہو چکی تھی۔ لہٰذا میں نے نماز فجر حضور ہی کی مسجد میں پڑھی۔ نیز اور مسلمان کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ بعد نماز حضور کا شانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ ریلوے جنکشن والے بن میاں کی فٹن بسا اوقات سواری کیلئے آیا کرتی تھی اور وہ اس وقت تک آئی نہ تھی ریل کا وقت تھوڑا رہ گیا تھا۔ میں بغیر کسی سے کچھ کہے سواری کی تلاش میں کتب خانہ دوڑتا ہوا گیا۔ ایک تانگہ والے سے کہا: اس نے کہا کہ حضور تو بن کی فٹن میں جاتے ہیں۔ غرض میرے اصرار سے وہ چلا آیا۔ جب تانگہ حضرت ننھے میاں صاحب کے مکان کے قریب موڑ پر پہنچا تو تانگہ والے نے کہا کہ گاڑی کھڑی ہے۔ میں نے اتر کر تانگہ سے دیکھا تو واقعی گاڑی کا کچھ حصہ چمک رہا تھا اور سب لوگ پھاٹک پر جمع تھے مسجد کے قریب یا جہاں تک تانگہ پہنچا تھا کوئی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ تانگے والا واپس جانے لگا تو میں نے ایک چونی اپنی جیب سے نکال کر اسے دی۔ اس نے کہا کہ رہنے دیجئے مگر میں نے اس کے حوالے کردی اور وہ گلی کی موڑ ہی سے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے اور میرے چونی دینے کو کسی نے نہ دیکھا اب میری چار پانچ روز کے بعد حاضری ہوتی ہے اس وقت حضور مجھے ایک چونی عطا فرماتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں حضور یہ کیسی ہے ارشاد فرماتے ہیں اس روز تانگہ والے کو جو آپ نے دی تھی۔ میں نے یہ عرض کرتے ہوئے کہ وہ بھی حضور ہی کی تھی' لینے میں قدرے تامل کیا مگر بایمائے دیگر حضرات کہ اس تبرک کو کیوں چھوڑتے ہو' اسے ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ چنانچہ جب تک وہ میرے پاس رہی نمایاں برکات میں نے پائے۔

تعلیم و تدریس:

اعلیٰ حضرت نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس و افتاء و تصنیف کی طرف توجہ فرمائی۔ ابتدا میں تدریس کی طرف توجہ بہت زائد تھی۔ بریلی شریف میں ان دنوں کوئی مدرسہ نہ

تھا۔ اس لئے فقط اعلیٰ حضرت کی ذات واحد مرجع طلبہ و علما تھی۔ جن کو علمی چشمہ سے فیض یاب ہونا ہوتا وہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کامیابی حاصل کرتے' بریلی میں ۱۲۸۹ھ میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کا تاریخی نام ''مصباح التہذیب'' رکھا تھا' وہ دستبرد زمانہ سے آہستہ آہستہ تنزل کرتا دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ میرے پڑھنے کے زمانہ میں وہ مدرسہ مداری دروازہ میں تھا اور اس کا نام ''مصباح العلوم'' مشہور تھا چونکہ اس مدرسہ پر آہستہ آہستہ کر کے پورا قبضہ وہابیوں کا ہو گیا تھا اس لئے اہل سنت کیلئے سوا بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگرچہ بریلی میں ۱۳۱۲ھ میں ایک اور مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام ''اشاعتہ العلوم'' تھا اس کے بانی استاذی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد رشید حضرت اوستاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس تدریس میں مشغول تھے لیکن جب دیوبندیوں نے ۱۳۲۷ھ میں اپنی جماعت بندی کی اور جتھا قائم کرنے کیلئے ابتدائے قیام ''مدرسہ دیوبند'' سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا تھا یا کچھ دنوں کیلئے شریک درس ہو گئے تھے' اگرچہ کسی جگہ کے فارغ ہوں' ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔ میرے استاد جناب مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں۔ چند دنوں کیلئے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی' ان کی بھی دستار بندی دیو بندیوں نے کر دی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیو بندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمدورفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیو بندی ہو گئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے بہت اچھے تھے اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاد کے سمجھتے تھے اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اعلیٰ حضرت مسند تدریس بچھاتے ہیں:

الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس و تعلیم کا بہت زور شور کا گزرا ہے۔ جس میں

اعلیٰ حضرت کے چند شاگردانِ عزیز

1 مولانا سید ایوب علی رضوی

2 ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی

3 علمائے رامپور

4 علمائے بدایون

5 برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں شاگردانِ عزیز

دور دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے اور اس چشمۂ علم و فقہ سے فیضیاب ہوتے۔ چنانچہ اسی زمانے کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف تھن خان صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک دن تین طالب علم نئے آئے اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا' میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں' اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے۔ وہ لوگ بولے ''دیوبند'' میں پڑھتے تھے وہاں سے گنگوہ گئے اس کے بعد یہاں آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ یوں تو طلبہ کو ''ثمہ خیرا'' کا مرض ہوتا ہے یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے اسی لئے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں۔ مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لائے ہوں۔ بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اختلاف مذہب اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں قلم کا بادشاہ ہے جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے۔ یہی دیوبند میں سنا اور یہی گنگوہ میں بھی تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہئے جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔

والفضل ماشهدت به الاعداء

اعلیٰ حضرت کے چند نامور شاگرد:

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسے میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا جو رجسٹر داخلہ سے طلبہ کا نام معلوم کیا جائے یا فارغ التحصیل طلبہ ہی کا نام رجسٹر فارغ التحصیل سے حاصل کیا جا سکے۔ اس لئے حضور کے شاگردوں میں جو مشہور ہوئے اور تصنیفات وغیرہ سے دینی خدمت کی ان میں بعض لوگوں کے اسمائے گرامی اس جگہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ فقہ سے توغل اور تصنیفات کی طرف توجہ اور وعظ و تقریر کا رنگ ضرور موجود ہے۔

(۱) جناب مولانا مولوی نواب سلطان احمد خان صاحب محلّہ بہاری پور، بریلی
(۲) جناب مولانا مولوی سید امیر احمد صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی
(۳) جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن برادر اوسط اعلیٰ حضرت،
(۴) جناب مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب برادر خورد اعلیٰ حضرت
(۵) جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب
(۶) حجۃ الاسلام صاحبزادہ اکبر،
(۷) جناب مولانا مولوی حافظ یقین الدین صاحب محلّہ ملوکپور بریلی
(۸) جناب مولانا مولوی حافظ سید عبدالکریم صاحب محلّہ ذخیرہ بریلی
(۹) جناب مولوی نور حسین صاحب بریلوی
(۱۰) جناب مولوی حاجی سید نور احمد صاحب چاٹگامی
(۱۱) جناب مولوی واعظ الدین صاحب مصنف ''دفع زیغ زاغ''
(۱۲) جناب مولوی عبدالرشید صاحب عظیم آبادی
(۱۳) جناب مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری
(۱۴) جناب مولوی سید حکیم عزیز غوث صاحب بریلوی
(۱۵) جناب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی، جناب
(۱۶) مولوی عبدالاحد صاحب سلطان الواعظین پیلی بھیتی
(۱۷) حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی
(۱۸) حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم و فیوضہم۔

اعلیٰ حضرت رد وہابیہ کی تربیت کرتے تھے:

ملفوظات حصہ اول میں ہے ایک روز حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت انہوں نے عرض کی کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو میں چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا ضرور تشریف لائیں یہاں فتوی لکھیں اور مدرسے

میں درس دیں۔ رد وہابیہ اور افتاء دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے انہیں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل، اور جہاں سے وہ آئے تھے، اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیحات آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ: اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔ وہی جملے اب تک میرے دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔ خودستائی جائز نہیں مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔

سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔ **اجعلنی علیٰ خزائن الارض انی حفیظ علیم ○** زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دیجئے بیشک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں بفضل و رحمت الٰہی پھر بعون وعنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتاء اور ردوہابیہ کے دونوں کامل فن دونوں نہایت عالی فن ہیں۔ یہاں سے اچھا ان شاء اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا۔ غیر ممالک کی بابت نہیں کہہ سکتا میں تو ہر شخص کو بطیب خاطر سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدامجد (یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا صدقہ وعطیہ ہے۔ آپ کے یہاں موجود ین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سناتے ہیں اور جو کچھ میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔ اسی طرح علم توقیت بھی ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں۔ حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا اور کب غروب۔ بہت سی عمر گزر گئی تھوڑی باقی ہے۔ جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں۔ **سلونی قبل ان تفقدونی** حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد ہے اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا قول بالکل صحیح ہے۔ ''قدر نعمت پس از زوال!''

پھر لینے والے کو یہ چاہئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگر چہ

کمالات سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو

انائے کہ پر شد دگر چوں پرد!

تدوین کا ایک انداز:

بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی اور آج کل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا اس میں ایک زینہ ہے جو باہر سے چھت پر گیا ہے' اس زمانہ میں ایک مدرس صاحب کے ''ہدایہ اخیرین'' سپرد ہوا۔ یہ کوئی آسان کتاب نہیں جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا تو اسے پڑھنا چاہا مگر شرط یہ کہ اس باہر کے زینہ سے چھت پر مجھے بلا لیا جائے اور وہاں تنہائی میں پڑھا دیا کیجئے' کسی کو معلوم نہ ہو' میں نے کہا مولانا ''ہدایہ اخیرین'' کا سبق کوئی سرقہ نہیں جو لوگوں سے چھپ کر ہو' مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ ایک صاحب یہیں کے فتویٰ نویسی کرتے تھے وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا۔ میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا مولانا یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ بعد عصر اپنے لکھے ہوئے فتووں پر اصلاح لے لیا کریں۔ انہوں نے کہا اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ غلط لکھا وہ غلط لکھا اور مجھے اس پر ندامت ہوگی۔ اس بندۂ خدا کے نام افریقہ امریکہ تک سے استفتاء آتے تھے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے انکے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استفتاء بھیجتے۔

سید اسمٰعیل خلیل مکی کا تذکرہ:

اس زمانہ میں مکۂ معظّمہ کے ایک عالم جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب حرم رحمتہ اللہ علیہ فقیر کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ مکۂ معظّمہ سے صرف ملاقات فقیر کیلئے کرم فرمایا تھا۔ ان کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا فرمایا ایسا شخص برکت علم سے محروم رہتا ہے۔ یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے اب بی اے پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب بہ غرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھے ہوتے تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا۔ ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا' خاک اور ریت اڑ اڑ کر مجھ پر پڑتی۔ پھر جب حضرت زید کا شانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے فرماتے اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرا دی۔ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپکو اطلاع کراتا۔ یہ وہ ادب ہے جسکی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی:

ان الذین ینادونک من ورآء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولوانھم صبروا حتی تخرج الیھم مکان خیراً لھم واللہ غفور رحیم (جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لاؤ تو ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا ہے اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ انہوں نے کہا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اترے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔

ہارون رشید کا اپنے بیٹے کے استاد کیلئے ادب:

ہارون رشید جیسے بادشاہ نے مامون کی تعلیم کیلئے حضرت امام کسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلۂ علماء وقراء سبعہ میں سے ہیں) عرض کیا فرمایا میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی۔ وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا۔ بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گذر ہوا دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون پانی ڈالتا

ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہوکر اترا اور مامون کے کوڑا مارا اور کہا او بے ادب خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال دوسرے سے ان کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابومعاویہ ضریر کی دعوت کی وہ آنکھوں سے معذور تھے جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کیلئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے اور کہا کہ آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ کہا نہیں! کہا! ہارون کہا: جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا اسی دعا کے حاصل کرنے کیلئے یہ کیا تھا۔

ہارون رشید کا جاہ وجلال:

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے بادشاہ ان کی تعظیم کیلئے سر وقد کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا یا امیرالمومنین رعب سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے یہی وجہ تھی کہ ان کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجہ اتم تھا۔ سلاطین نصاریٰ ان کا نام لیتے تھراتے تھے۔ تخت قسطنطنیہ پر ایک عیسائی عورت حکمران تھی اور وہ ہر سال خراج ادا کرتی جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج حاضر نہ کیا۔ ادھر سے خراج کا مطالبہ ہوا تو اس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی وہ عورت مرگئی جو خود پیادہ بنی ہوئی تھی اور جس نے آپ کو رخ بنایا تھا۔ یہ تحریر لے کر جب ایلچی دربار میں حاضر ہوا' وزیر کو حکم ہوا۔ سناؤ وزیر نے اسے دیکھ کر عرض کی حضور مجھ میں تاب نہیں جو اسے سنا سکوں۔ فرمایا لا مجھے دے اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔ صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے وزیر کو حکم ہوا جواب لکھ اس نے ارادہ لکھنے کا کیا مگر رعب شاہی اس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا مجھے دے اور یوں لکھا۔

''یہ خط ہے خدا کے بندے امیرالمومنین ہارون الرشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو کہ او کافرہ کے جنے جواب وہ نہیں جو تو سنے' جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا''

یہ فرمان ایلچی کو دیا اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس عیسائی بادشاہ کو گرفتار کرلیا' اس نے بہت گریہ وزاری کی ہاتھ پاؤں جوڑے' خراج دینے کا وعدہ کیا' چھوڑ دیا اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی کہ پھر اس نے سرتابی کی فوراً واپس گئے اور پھر فتح کیا اور اسے گرفتار کیا۔ پھر اس نے ہاتھ جوڑے اور خوشامد کی پھر چھوڑ دیا ایسے جبار بادشاہ کی علماء کے ساتھ یہ طرز تعلیم تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

اعلیٰ حضرت کے ہاں تبلیغ و ہدایت کا طریقہ:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز جس طرح اس امر پر اعتماد رکھتے تھے کہ حضرت انبیائے کرام علیہم السلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ و ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے اور علمائے کرام ورثۃ الانبیاء ہیں اسی طرح اس پر بھی یقین کامل رکھتے تھے کہ علماء کے ذمہ دو فرض ہیں۔

ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا دوسرا فرض مسلمانوں کو ان کی دینی باتوں سے واقف بنانا ان پر مطلع کرنا۔ اسی لئے جہاں کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھتے فرض تبلیغ بجا لاتے اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

نماز پڑھتے نظریں کہاں رکھے:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ بعد نماز ظہر حضور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اجنبی صاحب نے سامنے آ کر نیت باندھی۔ جب رکوع کیا تو گردن اٹھائے ہوئے سجدہ گاہ کو دیکھتے رہے۔ فارغ ہونے پر حضور نے پاس بلا کر دریافت کیا کہ رکوع کی حالت میں اس قدر گردن آپ نے کیوں اٹھائی تھی؟ انہوں نے عرض کیا حضور سجدے کی جگہ کو دیکھ رہا تھا تو فرمایا سجدہ میں کیا کیجئے گا۔ پھر فرمایا:

بحالت قیام' نظر سجدہ گاہ پر اور بحالت رکوع' پاؤں کی انگلیوں پر اور بحالت تسمیع' سینہ پر اور بحالت سجود' ناک پر اور بحالت قعود' اپنی گود پر نظر رکھنا چاہیے نیز سلام پھیرتے وقت کاتبین کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے شانوں پر نظر ہونا چاہیے۔

جامع حالات (فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ) کہتا ہے اسی کے قریب ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تھا حضور کسی مسجد میں نماز پڑھ کر وظیفے میں مشغول تھے کہ ایک صاحب نماز پڑھنے کیلئے تشریف لائے اور حضور کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔ جب قیام کیا تو دیوار مسجد کو تاکتے رہے جب رکوع میں گئے تو ٹھوڑی اوپر اٹھا کر دیوار مسجد کی طرف دیکھتے رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت بھی وظیفہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو پاس بلا کر مسئلہ بتایا کہ نماز پڑھنے میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے اور فرمایا بحالت رکوع پاؤں کی انگلیوں پر نگاہ ہونی چاہیے۔ یہ سن کر وہ قابو سے باہر ہوگئے اور کہنے لگے واہ صاحب بڑے مولانا بنتے ہیں' میرا منہ قبلہ سے پھیرے دیتے ہیں۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت نے ان صاحب کی سمجھ کے مطابق کلام فرمایا اور دریافت کیا تو سجدہ میں کیا کیجئے گا۔ پیشانی زمین پر لگانے کے بدلے ٹھوڑی زمین پر لگایئے گا۔ یہ چبھتا ہوا فقرہ سن کر بالکل خاموش ہوگئے اور ان کی سمجھ میں بات آ گئی کہ قبلہ رو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ قیام کے وقت نہ کہ از اول تا آخر قبلہ کی طرف منہ کر کے دیوار مسجد کو تاکا کرے۔

ایک آریہ کے سوالات کے جوابات:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ قبل ظہر حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مراد آبادی وحضرت مولانا مولوی رحیم الٰہی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی خدمت اقدس میں حاضر ہیں کہ ایک آریہ آتا ہے اور کہتا ہے میرے چند سوالات ہیں اگر ان کے جوابات دے دیئے گئے تو میں اور میری بیوی بچے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ چونکہ اذان ہو چکی تھی نہ معلوم کتنا وقت صرف ہوگا۔ بایں خیال حضور نے فرمایا ہماری نماز کا وقت ہے ٹھہر جاؤ۔ اس کے بعد جو سوال کرو گے ان شاء اللہ تعالیٰ جواب دیا جائے گا۔ وہ کہنے لگا ایک سوال تو یہی ہے کہ آپ کے یہاں عبادت کے پانچ وقت کیوں مقرر ہیں۔ پرمیشر کی عبادت جتنی بھی کی جائے اچھا ہے۔ مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا یہ اعتراض تو خود تمہارے اوپر آتا ہے مولانا رحم الٰہی صاحب نے فرمایا میرے پاس ستیارتھ پرکاش مکان پر

موجود ہے ابھی منگوا کر دکھا سکتا ہوں الغرض طے پایا کہ جب تک کتاب آئے نماز پڑھ لی جائے وہ اتنی دیر پھاٹک میں بیٹھا رہا بعدہٗ مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے۔

(۱) قرآن تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا ایک دم کیوں نہ آیا جبکہ وہ خدا کا کلام ہے خدا تو قادر تھا کہ ایک ساتھ اتار دیتا۔

(۲) آپ کے نبی کو معراج کی رات خدا نے بلایا تو انہیں پھر دنیا میں واپس کیوں کیا وہ تو اسے محبوب تھے۔

(۳) عبادت پانچ وقت کے متعلق ستیارتھ پرکاش کی عبارت دیکھنا مشروط ہوئی۔

مذکورہ بالا سوالات سن کر حضور نے فرمایا میں تمہارے سوالوں کے جوابات ابھی دیتا ہوں مگر تم نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم رہو۔ اس نے کہا ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میرے سوالات کے جوابات آپ نے معقول دے دیئے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا' اور بیوی بچوں کو بھی لا کر مسلمان کرا دوں گا۔ جب خوب قول و قرار اور پختہ وعدہ کرلیا تو حضور نے فرمایا پہلے سوال کا تو جواب یہ ہے کہ جو شے عین ضرورت کے وقت دستیاب ہوتی ہے اس کی وقعت دل میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بتدریج نازل فرمایا۔ پھر فرمایا انسان بچہ کی صورت میں آتا ہے' پھر جوان ہوتا ہے' پھر بوڑھا' اللہ تو قادر تھا بوڑھا ہی کیوں نہ پیدا فرمایا' پھر فرمایا انسان کھیتی کرتا ہے' پہلے پودا نکلتا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد اس میں بالی آتی ہے۔ اس کے بعد دانہ برآمد ہوتا ہے۔ وہ تو قادر تھا کہ ایک دم غلہ کیوں نہ پیدا فرمایا۔ اس کے بعد ستیارتھ پرکاش آ گئی جس میں حسب ذیل عبارتیں موجود تھیں۔

باب تیسرا (تعلیم) پندرہواں ہیڈنگ ''اگنی ہوتر صبح و شام دو ہی وقت کرے''۔

باب چوتھا (خانہ داری) ۶۳ ہیڈنگ ''سندھیا دو ہی وقت کرنا چاہیے''۔

ان عبارات کو سن کر بجز قائل ہونے کے چارہ ہی کیا تھا لہٰذا اعتراف کرتے ہوئے معراج شریف والے سوال کا جواب چاہا۔ اس کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا اسے یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ اپنے مملکت کے انتظام کیلئے ایک نائب مقرر کرتا ہے وہ صوبہ یا نائب بادشاہ کے حسب منشا خدمات انجام دیتا ہے۔ بادشاہ اس کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اپنے پاس بلاتا ہے اور انعام و خلعت فاخرہ عطا فرماتا ہے نہ یہ کہ اسے بلا کر معطل کر دیتا

ہے۔ اور اپنے پاس روک لیتا ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ آپ نے میری پوری تشفی فرما دی اور میری سمجھ میں خوب آ گیا میں ابھی جا کر بیوی اور بچوں کو لاتا ہوں اور خود بھی مسلمان ہوتا ہوں اور ان کو بھی مسلمان کراتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت ایک غیر مسلم کو کلمہ پڑھاتے ہیں:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز ایک مسلمان کسی غیر مسلم کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں فرمایا کہ: کلمہ پڑھوا دیا ہے انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں۔ حضور نے بلا تاخیر وتساہل و بتعجیل غیر مسلم کو پڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ تلقین فرمائے۔

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ. اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں ان پر ایمان لایا میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ اس کے سوا جتنے معبود ہیں سب جھوٹے ہیں اللہ کے سوا کسی کی پوجا نہیں ہے۔ جلانے والا' ایک ہے مارنے والا ایک اللہ ہے' پانی برسانے والا ایک اللہ ہے روزی دینے والا ایک اللہ ہے' سچا دین اسلام ہے اور جتنے دین ہیں سب جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد مقراض سے سر کی چوٹی کاٹی اور کٹورے میں پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا باقی اسے دیا اور اس سے جو بچا وہ حاضرین مسلمانوں نے تھوڑا تھوڑا پیا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا بعدہ' جو صاحب لے کر آئے تھے انہیں فہمائش کی کہ جس وقت کوئی اسلام میں آنے کو کہے فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے' کہ اگر کچھ بھی دیر کی تو گویا اتنی دیر اس کے کفر پر رہنے کی معاذ اللہ رضا مندی ہے' آپ کو کلمہ فوراً پڑھا دینا چاہیے تھا۔ اس کے بعد یہاں لاتے یا اور کہیں لے جاتے ان صاحب نے یہ سن کر دست بستہ عرض کیا کہ حضور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی میں توبہ کرتا ہوں حضور نے فرمایا اللہ معاف کرے! کلمہ پڑھ لیجئے انہوں نے کلمہ پڑھا اور سلام کر کے چلے گئے۔

دانے دانے پر مہر ہے' ایک سوال:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے حضور سے دریافت کیا حضور یہ جومشہور ہے کہ دانے دانے پرمہر ہوتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ ارشادفرمایا ہر دانہ پر ایک ہی مہر نہیں بلکہ اس دانہ کے ہر ریزے پر جن جن کو پہنچتے ہیں ان سب کی مہریں ہوتی ہیں۔ (پھر فرمایا) بنگال میں لوگ چاول زیادہ کھاتے ہیں ایک مسلمان رئیس کے کھانا کھاتے وقت ایک دانہ چاول کا دماغ پر چڑھ گیا بہت کوشش کی طبیب' ڈاکٹر وغیرہ سب معالج حیران ہوئے مگر دانہ دماغ سے نہ اترتا تھا نہ اترا۔ شروع میں تو بڑی تکلیف رہی' پھر وہ بیچارے اس تکلیف کے عادی ہوگئے۔ برسیں گذر گئیں اب وہ ایک سال حرمین طیبین حاضر ہوتے ہیں جس وقت مکۂ معظّمہ پہنچ کر حرم شریف میں داخل ہوتے ہیں ایک چھینک آتی ہے اور وہ دانہ جو برسوں سے پروردگار عالم نے ان کے دماغ میں محفوظ رکھا تھا نکل کر زمین میں گرتا ہے' جسے فوراً حرم شریف کا ایک کبوتر کھا کر اڑ گیا۔

علم غیب کی ایک توجیہ:

ملفوظات حصہ اول میں ہے ایک صاحب نے علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سوال کیا۔ ارشادفرمایا۔ قرآن عظیم فرماتا ہے۔ **ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشآء** (اے عام لوگو اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے) اور فرماتا ہے **علم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الامن ارتضی من رسول** (اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو غیب پر مسلط فرمادیا) (اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ:) علمائے اہل سنت رحمہم اللہ عالیٰ کا اتفاق ہے کہ جو فضائل اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عنایت فرمائے گئے' وہ سب بالکمل وجوہ اور ان سے بدرجہا زائد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئے اور اہل باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی سیدہم وعلیہم کو ملے وہ سب حضور کے دینے سے اور حضور کے طفیل ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم نے روایت کی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انما انا قاسم واللّٰہ یعطی

(میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔) اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرماتا ہے۔ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض (یعنی ایسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں) اور لفظ نری استمرار وتجدد پر دال ہے جس کا یہ مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کیلئے نہ تھا۔ بلکہ مستمر ہے تو یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکمل طور پر ثابت حضور کے دیئے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فضیلت ملی اس کا انکار نہ کرے گا۔ مگر نور باطن اعاذنا اللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ. اور لفظ کذٰلک تشبیہ کیلئے جسے ہر معمولی عربی دان جانتا بھی ہے اور تشبیہ کیلئے اور مشبہ اور مشبہ بہ ضروری ہے مشبہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم' باقی رہا مشبہ بہ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں۔ یونہی آپ کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں۔ اور قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ وما ھو علی الغیب بضنین (یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں) جس میں استعداد پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور صرف نہ کرے وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا۔ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی تو جب تک کوئی چیز صرف کی ہو کیا مفاد ہوا لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور غیب پر مطلع ہیں اور اپنے غلاموں کو اس پر اطلاع بخشتے ہیں اور فرماتا ہے نزلنا علیک الکتب تبیاناً بکل شئ (ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شئ کا روشن بیان کر دینے کیلئے اتاری) تبیانا ارشاد فرمایا بیاناً نہ فرمایا کہ: معلوم ہو جائے کہ اس میں بیان اشیاء اس طرح پر ہے کہ اصلاً خفا نہیں اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کیلئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی ''حتی کدنا ان نترائی الشمس'' یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف لے آئے اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی۔ سب نے عرض کی اللّٰہ ورسولہ اعلم اللہ و رسول خوب

جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اس نماز میں عبد درگاہ رب معبود میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی قال یامحمد فیم یختصم الملاء الاعلی اس نے فرمایا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں فقلت لاادری میں نے عرض کی اے میرے رب بے تیرے بتائے کیا جانوں۔ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت برد انا ملہ بین ثدیی تجلی لی کل شئ وعرفت (تو رب العزت نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی) صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا کہ: کسی کو یہ کہنے کی گنجائش رہے کہ کلّ شئ سے مراد ہر شی متعلق بشرائع ہے بلکہ ایک روایت میں فرمایا ما فی السماء والارض (میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے) اور دوسری روایت میں فرمایا فعلمت مابین المشرق والمغرب (اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشاد اقدس سے ثابت ہیں یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے' اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی' اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لئے فرمایا کہ: کبھی شئ معروف ہوتی ہے پیش نظر نہیں' اور کبھی شئ پیش نظر ہوتی ہے اور معروف نہیں۔ جیسے ہزاروں آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو وہ سب تمہارے پیش نظر ہونگے مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوں گے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ: تمام اشیاء عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج الحمد للہ رب العلمین۔

مسلمان دیکھیں نصوص میں بلا ضرورت تاویل و تخصیص باطل و نامسموع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی تو بلاشبہہ روایت و معرفت جمیع مکنونات قلم مکتوبات لوح کو شامل ہے۔ جس میں سب ماکان وما یکون من الیوم

الاول الیٰ یوم الاخر وجملہ ضمائر وخواطر سب کچھ داخل۔ ولہٰذا طبرانی ونعیم بن حماد استاد امام بخاری وغیرہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھا لی ہے۔تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔

اولیاء اللہ کی نظروں میں کائنات:

ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے۔انہوں نے سچ فرمایا اپنے مرتبہ کا اظہار فرمایا۔ ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ والدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادہ اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کفش بردار ہیں یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللّٰہ جمعا   کخردلۃ علیٰ حکم الاتصال

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہیں بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے۔ اور فرماتے ہیں ان بوبرۃ عینی فی اللوح المحفوظ میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہے۔محفوظ کیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کل صغیر وکبیر مستطر (ہر بڑی چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے)۔ اور فرماتا ہے مافرطنا فی الکتٰب من شیٔ (ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی)۔ اور فرماتا ہے لارطب ولایا بس الا فی کتٰب مبین (کوئی تر و خشک ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ) ہو تو جب لوح محفوظ کی یہ حالت ہے کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جسکو اس کا علم ہو بیشک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔

علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں کا نظریہ:

ملفوظات حصہ اول میں ہے ایک صاحب شاہجہانپور سے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آپ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر فرماتے ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے میں نے چاہا کہ حاضر ہوکر جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ اس کا فیصلہ تو قرآن عظیم نے فرما دیا فنجعل لعنة الله على الكذبين جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں وہ کتابیں چھپ کر شائع ہوچکی ہیں کہیں اس کا نام ونشان ہوتو کوئی دکھا دے۔ ہم اہل سنت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عنایت فرمایا: رب عزوجل فرماتا ہے وما هو على الغيب بضنين نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں)۔ تفسیر معالم و خازن میں ہے یعنی حضور کو علم غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور وہابیہ دیوبندیوں کا خیال ہے کہ کسی غیب کا حضور کو علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔ بلکہ حضور کیلئے علم غیب ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ہے، اور اللہ کے دیئے سے بھی حضور کو علم غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔ برابری تو درکنار میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی و متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔

وہابی عقیدہ کے نشانات:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی صاحب نے عرض کیا حضور خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی فرقہ وہابیہ تھا۔ ارشاد ہوا ہاں یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمائش کی اجازت چاہی اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی۔ انہوں نے کہا واقعہ صفین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بنایا، یہ شرک ہوا۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے ان الحکم الا للّٰہ (حکم نہیں مگر اللہ کیلئے)۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اسی قرآن کریم میں یہ آیت بھی تو ہے فابعثوا حکما من اھلہٖ وحکما من اھلھا زن و شوہر میں خصومت ہو تو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ دیکھو وہی طریقۂ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعوٰی ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔ اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے' امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا: امام حسن و امام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت قرآن میں بسر کرتی ہے ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں مگر امیر المومنین کو تو عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دے دی تھی کہ

نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہوں گے' باایں ہمہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے۔ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا'

امیر المومنین کا لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا۔ عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ ان میں سے دس اس پار نہ جائیں گے' سب اسی طرف قتل ہوں گے۔ جب سب قتل ہو چکے امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقوٰی و طہارت و تہجد و تلاوت کا وہ خدشہ دفع فرمانے کیلئے فرمایا تلاش کرو اگر ان میں ذو الثدیہ پایا جائے تو ہم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا' اور اگر وہ نہ ہو تو تم نے بہترین اہل زمین کو قتل کیا' اور تلاش کیا گیا لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المومنین نے تکبیر کہی اور حمد الٰہی بجالائے اور لشکر کے دل کا شبہہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا۔ کسی نے کہا حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا:

کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے ہرگز نہیں ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں' کچھ

باپ کی پیٹھ میں جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا حتی یخرج اخرھم مع الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ، نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور اب اخیر وقت وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا ان کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں سب ان میں موجود ہیں۔

(۱) تحقرون صلاتکم عند صلاتھم وصیامکم عند صیامھم واعمالکم عند اعمالھم (تم ان کی نمازوں کے سامنے اپنی نماز کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو اور ان کے عمال کے آگے اپنے اعمال کو)

(۲) یقرؤن القران لایجاوز تراقیھم (قرآن پڑھیں گے ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا)

(۳) یا یقولون من قول خیر البریه (بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو)

(۴) یامن قول خیر البریه (بات بات پر حدیث کا نام لیں گے)

(۵) اور حال یہ ہوگا کہ یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیه (دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے)

(۶) سیماھم التحلیق (ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر سر مونڈے)

(۷) مشری الازر (گھٹنے ازاروں والے ہوں گے)۔

ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں اس قدر غلو تھا کہ جو عورت اس کے دین ناپاک میں داخل ہوتی اس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانۂ کفر کے بال ہیں انہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا جو مرد تمہارے دین میں داخل ہو ان کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں۔

اس وقت سے باز آیا اور اب وہابیہ کو دیکھئے اکثر ان میں وہی سر منڈانے اور گھٹنے پائچے والے ہیں (اسی سلسلہ میں فرمایا کہ:) غزوہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غنائم تقسیم فرمائے۔ اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا کیونکہ کسی کو

زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کی اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ فرمایا کہ: اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں (وہابیہ کی طرف اشارہ کرکے) اس سے فرمایا افسوس کہ اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کرے گا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ پر کہ اس سے زائد ایذا دیئے گئے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کے عمر بھر کی داد دہش سے زائد تھی۔ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں' اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لئے۔ ایک اعرابی نے ردائے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا اے لوگو جلدی نہ کرو واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔ حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَانّ من جودک الدنیا وضرّتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

بیشک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم ما کان وما یکون حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے صلی اللہ علیک وسلم وعلیٰ آلک واصحٰبک وبارک وسلمo

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں۔ ایک شخص آیا اور کنارۂ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔ فرمایا کون ہے کہ اسے قتل کرے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور جا کر دیکھا وہ نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کر دیں۔ واپس حاضر ہوئے اور سب ماجرا عرض کیا۔ ارشاد فرمایا: کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔ حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ: کون ہے کہ اسے قتل کرے مولیٰ علی اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ میں۔ فرمایا ہاں اگر تمہیں ملے مگر تم اسے نہ پاؤ گے یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک پہنچے وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔ ارشاد فرمایا

اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا۔ یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔ اس نے مجلس اقدس کے کنارے کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں۔

یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنے نماز و تقدس پر اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح ہو اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے۔ جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں انکی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایا لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ و توقروہ وتسجوہ بکرۃ واصیلاO تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ و رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ یعنی نماز پڑھو تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یوں عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبدالمصطفیٰ ہے ورنہ عبدالشیطان ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ

مجاہدہ کیا ہے؟

ملفوظات حصہ اول میں ہے کہ ایک صاحب نے دریافت کیا بزرگوں نے جو فرمایا ہے کہ مجاہدہ کیلئے کم از کم ۸۰ برس درکار ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اسی برس کی عمر سے مجاہدہ کرے یا اسی برس مجاہدہ کرے۔ حضور نے ارشاد فرمایا مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسیات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑ دیں اور جذوب عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کرے تو اس راہ کے قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے۔ اور صدق نیت کے ساتھ یہ مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے رستے دکھا دیں گے)۔

وحدۃ الوجود پر ایک گفتگو:

کسی نے وحدۃ الوجود کے معنی دریافت کیے۔ ارشاد ہوا وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کیلئے ہے اس کے سوا جتنے موجودات ہیں سب اسی کے ظل اور پرتو ہیں۔ تو حقیقۃً وجود

ایک ہی کیلئے ٹھہرا۔ اس پر عرض کیا کہ اس کا سمجھنا تو دشوار نہیں پھر یہ مسئلہ اس قدر مشکل کیوں مشہور ہے۔ ارشاد ہوا اس میں غور و تامل یا موجب حیرت ہے یا باعث ضلالت۔ اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا۔ بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں کے اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک یاد رہی مثلاً روشنی بالذات آفتاب اور چراغ میں ہے۔ زمین و مکان اپنی ذات میں بےنور ہیں مگر بالعرض آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے' ان کی روشنی انہیں کی روشنی ہے۔ ان کی روشنی ان سے اٹھائی جائے وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔ اس پر عرض کیا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔ تو ارشاد فرمایا اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہر طرح اپنے آپ ہی کو دیکھے گا۔ اس لئے کہ یہی اصل ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کی ظل ہیں' مگر یہ صورتیں اس کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی یعنی سننے والی دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں' ذات کی نہیں۔ اور سمع و بصر ذات کی صفتیں ہیں سطح ظاہر کی نہیں۔ لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا بخلاف حضرت انسان کے کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا ظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہے۔

اس پر چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیونکر دیکھتے ہیں اگر ان ظلال وعکوس کو کہا جائے تو یہ اتحاد ہے وحدت نہیں۔ اور اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے ایک اللہ کا جلوہ نظر آتا ہے تو یہ خود بھی ایک ظل ہیں تو یہ بھی معدوم ہوئے تو نہ ناظر رہا۔ نہ نظر پھر اللہ کو دیکھنے کے کیا معنی وہ اس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اسے احاطہ کرے۔ قیامت میں ہم مسلمان ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوں گے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رویت کیونکر ہوگی۔ ارشاد ہوا ظلال وعکوس مرأت ملاحظہ ہیں۔ مرأت کا مرئی سے متحد ہونا کیا ضرور علم بالوجہ میں وجہ مرأت ملاحظہ ہوتی ہے' حالانکہ ذوالوجہ سے متحد نہیں بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے نہیں بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے لہٰذا دنی جانب بائیں اور

بائیں جانب ذہنی معلوم ہوتی ہے تو آئینہ تمہارا مین نہیں مگر دکھایا: اس نے تمہیں کو ظلال اپنی ذات معلوم میں کہ کسی کی ذات مقتضی وجود نہیں کل شئ ھالک الا وجھه مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حقائق الاشیاء ثانیہ نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اس کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے کیف و بے جہت و بے محاذات ہوگا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ وجوه یومئذ ناظرة الیٰ ربها ناظره (کچھ منہ تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے)۔ کفار کے حق میں فرماتا ہے کلا انهم عن ربهم یومئذ لمحجوبون (بیشک وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے) یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں۔ پھر احاطہ مرئی نہیں چاہتی آیۂ کریمہ لاتدرکه الابصار وهو یدرک الابصار کا یہی مفاد ہے کہ وہ ابصار و جملہ اشیاء کا محیط ہے' اسے بصر اور کوئی شی محیط نہیں فلک وغیرہ کی مثالیں اس بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں نہ یہ کہ وہاں بھی عدم احاطہ معاذ اللہ اسی طرح کا ہے۔ وہاں بمعنی عدم ادراک حقیقت و کنہ ہے رہا یہ کہ رویت کیونکر یہ کیف سے سوال ہے۔ وہ اس کی رویت کیف سے بالاتر ہے پھر کیونکر کو کیا دخل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے درود شریف:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت شریفہ حاصل ہونے کا طریقہ دریافت کیا۔ ارشاد ہوا درود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر رکھے۔ بالخصوص اس درود شریف کو بعد عشا سو بار یا جتنی بار پڑھ سکے پڑھے:

اللهم صلّ علیٰ سیدنا محمد کما امرتنا ان نصلی علیه. اللهم صلّ علی سیدنا محمد کما هو اهله. اللهم صلّ علی سیدنا محمد کما تحبّ وترضی له اللهم صلّ علی روح سیدنا محمد فی الارواح اللهم صلّ علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد اللهم صلّ علی قبر سیدنا

محمد فی القبور صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و مولانا محمد

حصول زیارت اقدس کیلئے اس سے بہتر صیغہ نہیں مگر خالص تعظیم شان اقدس کیلئے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

قضا نمازوں کی ادائی:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے قضا نمازوں کی ادا کا مسئلہ دریافت کیا ارشاد ہوا قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں نہ معلوم کس وقت موت آ جائے۔ کیا مشکل ہے کہ ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں (یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین عشاء کے چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع و غروب و زوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کر سکتا ہے۔ اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء کی یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے۔ اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کر لے کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے کوئی نفل نماز قبول نہیں کی جاتی ہے۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں کہے کہ سب سے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی ہے ہر دفعہ یہی کہے یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں اس کیلئے صورت تخفیف اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف تین بار سبحان اللّٰہ کہے اگر ایک بار ہی کہہ لے گا تو فرض ادا ہو جائے گا۔ نیز تسبیحات رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحن ربی العظیم، سبحن ربی الاعلیٰ پڑھ لینا کافی ہے۔ تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ وتروں میں بجائے دعاء قنوت رب اغفرلی کہنا کافی ہے طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل تک نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس کے پہلے یا بعد ناجائز ہے ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں چھپ کر پڑھے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں۔

(اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا) اگر کسی شخص کے ذمہ تیس چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں اس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گذر نہیں کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا اور پکا ارادہ کرلیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا اور فرض کیجئے اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے رحمت کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کر دے گا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللّٰہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ (جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آ جائے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو چکا)۔ یہاں مطلق فرمایا گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا اور موت نے آلیا تو پورا کام اسکے نامۂ اعمال لکھا جائے گا اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں سارا دارومدار حسن نیت پر ہے۔

کسی نے عرض کیا برکت رزق کی کوئی دعا ارشاد فرمائیں، میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ اس پر ارشاد فرمایا ایک صحابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی، فرمایا: کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے خلق کو۔ دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہوکر طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر سبحن اللّٰہ وبحمدہ سبحن اللّٰہ العظیم وبحمدہ استغفر اللّٰہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گذرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی میں حیران ہوں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں۔ اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ۔ ورنہ نماز صبح سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہوکر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔

اہرام مصر کی تعمیر کی تاریخ:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے مصر کے میناروں کا تذکرہ کیا اس پر ارشاد فرمایا ان کی تعمیر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ

السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا پہلی رجب تھی بارش بھی ہو رہی تھی۔ اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب للعالمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت حضرت نوح علیہ السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھا لیا تھا اور پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہوگیا تھا۔ دسویں محرم کو ۶ ماہ کے بعد سفینہ مبارک جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا گیا اس کا نام "سوق الثمانین" رکھا گیا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و منارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور کوئی عمارت نہ تھی۔ امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے نبی الھرمان والنسر فی سرطان یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارۂ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں نسر واقع اور نسر طائر اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ ہے جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینہ ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولہویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کرگیا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ انکی آفرینش کو سات ہزار سے کچھ زائد ہوئے لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

تحریر و مناظرہ کی اہمیت:

ملفوظات حصہ اول میں ہے اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی اور مولوی احمد علی صاحب و مولوی رحم الٰہی صاحب ناظم انجمن اہل سنت و مدرس مدرسۂ اہل سنت مولانا امجد علی صاحب مدرس مدرسہ اہل سنت و مہتمم مطبع اہل سنت وغیرہ حضرات علمائے کرام حاضر خدمت تھے' انجمن آریہ ناریہ کے مقابل جلسے ہو رہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسۂ مناظرہ سے مظفر و منصور واپس آئے تھے۔ رام چندر مناظر آریہ کی چرب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہو رہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا' بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے' اس پر ارشاد فرمایا سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو۔ اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائے' جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مقرر ہے۔ برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کر دے۔ بے حیاء کفار اللہ عزوجل کے حضور نہ چوکیں گے۔ وہاں بھی زبان چل ہی جائے گی یہاں تک کہ منہ پر مہر فرمائی جائے گی اور اعضا کو حکم ہوگا یوں چلو۔ الیوم نختم علی افواھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری مناظرہ ہونا چاہیے کہ مکرنے' بدلنے' مچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکا ہوتا ہے کہ وہابیہ وغیرہ سے فروعی مسائل میں گفتگو کر بیٹھتے ہیں وہابی' غیر مقلد' قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فروعی مسائل میں گفتگو ہو۔ انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے ان سے یہی کہا جائے کہ پہلے تم اسلام کے دائرے میں آؤ' اپنا اسلام تو ثابت کرلو پھر فروعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔

کسی نے پوچھا کہ تبارک بعد مرنے ہی کے ہوسکتا ہے یا زندگی میں بھی کرسکتا ہے اور مقدار سوا من صحیح ہے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا ہر سال کریں۔ ایک ہی سال تبارک شریف سے مقصود ایصال ثواب ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار معین نہیں۔ جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے اللہ کیلئے ہو۔ مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں ہر سال کریں کوئی حرج نہیں بلکہ مقرر کرکے موقوف کرنا نہ چاہیے۔ اسکے فوائد بیشمار ہیں اس میں سورۂ تبارک

شریف پڑھی جاتی ہے اس سورۂ کریمہ کی برابر عذاب قبر سے بچانے والی اور راحت پہنچانے والی کوئی چیز نہیں اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکۂ عذاب آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو ادھر حائل ہوتی ہے اور فرماتی ہے کہ اس کے پاس نہ آؤ یہ مجھے پڑھتا تھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم اس کے حکم سے آئے ہیں جس کا تو کلام ہے تو فرماتی ہے ٹھہر جاؤ جب تک میں واپس نہ آجاؤں اس کے پاس نہ آنا اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوکر اپنے پڑھنے والے کی مغفرت کیلئے ایسا جھگڑتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں۔ انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے عرض کرتی ہے وہ مجھے پڑھتا تھا اور تو نے اسے نہ بخشا' اگر میں کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب سے چھیل دے۔ اس پر ارشاد باری ہوتا ہے جا ہم نے اسے بخشا' وہ فوراً جنت جاتی ہے اور وہاں سے ریشمی کپڑے اور آرام دہ تکیے اور پھول دار خوشبوئیں لے کر قبر میں آتی ہے اور فرماتی ہے مجھے آنے میں دیر ہوئی تو گھبرایا تو نہ تھا۔ پھر بچھونے بچھاتی اور تکیہ لگاتی ہے۔ فرشتے بحکم رب العالمین واپس جاتے ہیں۔

کسی نے عرض کیا کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے۔ یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا کلمۂ طیبہ ستر ہزار بار مع درود شریف کے پڑھ کر بخش دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو اور جس کو بخشا ہے دونوں کیلئے ذریعۂ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دوگنا ثواب ملے گا۔ اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا اس طرح کہ کروڑوں بلکہ جمیع مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے' کھانا کھاتے ہوئے دفعۃً رونے لگا وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہوا اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں (اس شہر میں یہ لڑکا کشف و کرامت میں مشہور تھا) شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ستر ہزار کلمۂ طیبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا کہ میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ شیخ ارشاد

فرماتے ہیں اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

قوالوں سے صاحب مزار پریشان:

کسی نے عرض کیا کہ یہ روایت ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے۔ اس پر ارشاد فرمایا یہ واقعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں۔ ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تم جاننے والے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں' ابھی چلتا ہوں انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ایں بدبختاں وقت مارا پریشان کردہ اند' واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں۔ فرمایا آپ نے دیکھا۔

حضرت بختیار کاکی کی وجہ تسمیہ:

کسی نے دریافت کیا حضور کاکی کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے حضور کے یہاں اس وقت کچھ سامان خورونوش موجود نہ تھا غیب سے کاک (روٹیاں) آئیں جو سب کو کافی ہوئیں جب سے آپ کاکی مشہور ہو گئے۔

(اسی تذکرہ میں فرمایا) ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو میرے پیر و مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (جو مولانا بحرالعلوم ملک العلماء کے شاگرد تھے) پڑھتے تھے دہلی میں تھے۔ جلسہ وہابیہ میں تشریف لے گئے وہاں حاضرین پر کاک اور چھوہارے برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسب دستور آپ کے

سامنے بھی بوچھار ہوئی' ایک کاک اور ایک چھوبارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوبارا توڑا تو اس میں کیڑا نکلا اور کاک کا کنارا جلا ہوا یہ دیکھ کر تبسم کیا اور بآواز بلند کہا صاحبو! آج تک تو سنا کرتے تھے کہ فرشتے بھولتے نہیں یہ کیسے بھول گئے کہ روٹی جلادی' اور سنتے تھے کہ جنت کا میوہ سڑتا گلتا نہیں تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔ اس پر بہت شور وغل ہوا آپ کو غصہ آیا پردہ کو ہٹا دیا جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی۔ تو اسمٰعیل دہلوی کا ایک غلام جس کا نام عبداللطیف تھا ایک جھولی میں کاک اور ایک میں چھوہارے لئے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنو مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اندر سے خبر آئی آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ میری کیا خطا ہے معلوم ہو کہ وہ قابل معافی بھی ہے یا نہیں۔ جب بہت دیر گذر گئی تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا تمہیں میں نے اسی لئے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسہ میں جاؤ۔ آپ نے عرض کیا اتنا معلوم ہو گیا کہ میری خطا قابل معافی ہے' اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسمٰعیل دہلوی کے مکر وفریب کا عرض کیا اور کہا کہ میں صرف اس کا پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگان خدا اس کی عیاری سے گمراہ ہو رہے تھے آپ سن کر خوش ہوئے اور راضی ہو گئے۔

رافضی کے سلام کا جواب نہ دیا:

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لئے جا رہے تھے سامنے سے علی بخش وزیر بادشاہ اودھ جو اس کی ناک کا بال ہو رہا تھا ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اس نے حضرت کو دیکھ کر اتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اتر کر قریب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام نہ کیا۔ وہ رافضی تھا اور داڑھی مونڈی ہوئی تھی سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں دوسری طرف جا کر سلام کیا آپ نے ادھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کہا آپ نے جواب نہ دیا اس کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھیاں اور عورتوں کا سر

نہ منڈوا دیا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان تشریف لے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا آپ فوراً باہر تشریف لائے۔ آستانے پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔ عرض کیا حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا: بچو نورا کی حماقتے تو ہے (آپ کی زبان پوربی تھی) رافضی آیا تھا سلام کیا تھا جواب دے دیا ہوتا اب کسی کی داڑھی مونڈے ہے کسی کا مونڈ مونڈے ہے' نورا کی حماقتے تو ہے اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر کبھی نہ گئے تھے۔ پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہولئے۔ اس دن نو روز کا دن تھا اس کے محل میں جشن ہو رہا تھا شراب' کباب' گانے بجانے کے سامان موجود تھے جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا اور بادشاہ کو خبر کر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا فوراً منہیات شرع اٹھا دیئے جائیں اور خود دروازہ تک استقبال کر کے حضرت کو اندر لے گیا اور باعزاز تمام بٹھایا۔ علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا تھا۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں وہ سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے' اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا مگر یہ وسیع ظرف اس ہلکے کے قیاس سے وراء ہیں۔ یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے تھے بلکہ اسے اپنی عظمت دکھانے کیلئے کہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے۔ بادشاہ نے عرض کی حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی ارشاد فرمایا: تیری زمین میں رہت ہیں ہم نے کہا ہو آئیں بادشاہ نے وہ شیرینی جو نو روز کیلئے آئی تھی پیش کی۔ فرمایا ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں چنانچہ ان حضرات کو بلا لیا گیا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنو میں بیان فرمائیں جب میں اور وہ ۱۳۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنو گئے تھے۔

ہر زمانے میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے:

ملفوظات حصہ اول میں ہے کسی نے عرض کیا غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے ارشاد ہوا بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ غوث کو مراقبے سے حالات منکشف ہوتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ انہیں ہر حال یوں ہیں مثل آئینہ

پیش نظر ہے (اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیر دست راست عبدالرب اور وزیر دست چپ عبدالملک۔ اس سلطنت میں وزیر چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ۔ غوث اکبر و غوث برغوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے پھر مولیٰ علی کو مرتبہ غوثیت عنایت ہوا اور امامین محترمین سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک سب حضرات مستقل غوث ہوئے اور امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے' ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

افراد کون لوگ ہیں؟

کسی نے عرض کیا حضور افراد کون اصحاب ہیں اس پر ارشاد فرمایا اجلۂ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت۔ ایک صاحب اجلہ اولیاء کرام سے کسی نے پوچھا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی فرماتے تھے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔ ایک صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا

اور جگا کر کہا اٹھو مشغول بخدا ہو کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیے مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔ میں نے کہا کہ میں مشہور کئے دیتا ہوں کہ یہ ولی اللہ ہیں کہا میں مشہور کر دوں گا کہ یہ خضر ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے لئے دعا کرو۔ کہا دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی کہا وافر اللّٰہ حظک منه اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے اور کہا میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ اور فوراً نظر سے غائب ہو گئے۔ وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے قریب گیا تو دیکھا کہ ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے ندا آئی اے خضر احتیاط کیجئے۔ اس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت نہ رکے یہاں تک کہ رو کے گئے۔ میں نے کہا اٹھ اور مشغول بخدا ہو کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں میں نے کہا تو میں مشہور کئے دیتا ہوں یہ ولی اللہ ہے کہا میں مشہور کر دوں گی یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ کا حق ہے میں نے کہا تمہیں کرنی ہوگی کہا وافر اللّٰہ حظک منه اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے کہا یہ بھی جاتی ہے کہا یہ تو بتائے جا کہ تو اسی مرد کی بی بی ہے۔ کہا ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا تھا ان کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم تھا یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ لوگ افراد ہیں میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں فرمایا ہاں شیخ عبدالقادر جیلانی۔

کسی نے عرض کیا غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا غوث کی جگہ امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ تین سو نقبا سے، پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے کبھی بلا لحاظ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ملکی اور غیر ملکی

سفروں کے واقعات

جبل پور میں مولانا عبدالسلام سے ملاقات

حرمین الشریفین کو روانگی

اعلیٰحضرت جدہ شریف میں

اعلیٰ حضرت مکہ مکرمہ میں

علمائے مکہ مکرمہ سے ملاقاتیں

الدولۃ المکیہ کی تالیف لطیف

اعلیٰ حضرت مدینہ منورہ میں اور زیارت روضۂ منورہ

مسجد قبا میں نوافل

اعلیٰ حضرت کی واپسی اور کراچی میں آمد

پیلی بھیت کا سفر

حضرت مولانا عبدالسلام کی دعوت پر علالت کے باوجود جبل پور کا سفر

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب قادری رضوی جبلپوری اپنے والد ماجد حضرت عبدالاسلامؒ (جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی) کا والا نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعد ملاقات حضور نے فرمایا کہ مولانا نے میرے بلانے کے لیے یہ خط ایسا تحریر فرمایا ہے کہ اگر میرے سینے پر بھی دم آ جائے تو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ غرض سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک روز اندر سے خادمہ ررحیمن نامی نے زرد رنگ کا کپڑا حضور کا نیا جبہ سینے کے لیے ذکاء اللہ خان صاحب قادری رضوی کو لاکر دیا کہ اسے عبدالکریم خیاط کو دے آ۔ اس وقت حضور پھاٹک میں رونق افروز تھے۔ فرمایا اس کپڑے کو کہاں لے جاتے ہو۔ کیسا کپڑا ہے؟ انہوں نے کہا حضور کا جبہ سلے گا۔ عبدالکریم درزی کو دینے جا رہا ہوں۔ فرمایا آج کیا دن ہے؟ خان صاحب نے عرض کیا حضور منگل ہے۔ فرمایا گھر میں بھیج دو کہ منگل کے دن جو کپڑا تراشا جائے گا وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہوگا۔ پھر فرمایا زرد عمامہ یا جبہ وغیرہ خوشی لاتا ہے (زرد خضاب سنت ہے حضور ہمیشہ سرخ نری کا دہلی کا یا زرد کار چوبی جوتا استعمال فرماتے تھے) اور سیاہ رنگ کا جوتا رنج لاتا ہے۔ بعدہٗ مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ

کون کون حضرات تشریف شریف لے جائیں گے۔ فرمایا مولانا مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی اور دوسرا افتاء کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد خان صاحب جبلپوری کافی ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے حضور نے فرمایا یہ تو آپ کی مرضی پر ہے جسے چاہیں لے چلیں مجھ سے نہ پوچھیے مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا چنانچہ برہان میاں نے دو صاحب تو یہی جنہیں حضور نے فرمایا تھا اور تیسرے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب اور چوتھے مولانا حسنین رضا خان صاحب (برادر زادہ اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منتخب کیے۔ اب مجھے اور برادرم قناعت علی کو نہایت بیکلی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا ہو جاتا۔ یہ بھی غیرت تقاضا نہ کرتی تھی کہ ناخواندہ مہمان ہوں نہ اس کے متمنی تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا متحمل ہو اور نہ صرف مصارف سفر کا بلکہ خورونوش کا بار ڈالنے میں بھی شرم مانع تھی۔ کبھی خیال کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنے صرف سے گئے تو حضور کی مرضی کے کہیں خلاف نہ ہو۔ علاوہ بریں یہ بھی غیر ممکن و محال معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ خورونوش کا انتظام کرسکیں۔ لامحالہ مہمان ہونا پڑے گا اور یہ بڑی غیرت و شرم کی بات ہوگی۔ غرض سوائے اس کے اور کوئی صورت ذہن میں نہ آئی کہ چلو بروقت روانگی پوشیدگی کے ساتھ ٹکٹ خرید کر گاڑی کے پچھلے ڈبے میں بیٹھ جائیں گے اور جبلپور پہنچ کر سرائے میں ٹھہر جائیں گے تاکہ وقتاً فوقتاً چھپ کر حضور کی زیارت ہوتی رہے۔

اب اسی دوران میں میرے ایک پیر بھائی سلطان حیدر خان حاضر آستانہ ہوئے۔ اور وہ ایک پرچہ حضور کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حضور جبلپور تشریف لے جاتے ہیں لہٰذا مجھے اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ میں اپنے صرف سے چلنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر جواب آیا بہتر ہے۔ یہ جواب دیکھتے ہی میں نے بھی بلا تاخیر پرچہ لکھا کہ جس طرح حضور نے سلطان حیدر خان صاحب کو اجازت دی مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ اب مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں ظہر، عصر، مغرب میں بکوشش نظروں سے اوجھل ہوتا رہا۔ عشاء میں بھی مسجد شریف کی املی سے آڑ لیے ہوئے تھا مگر حضور نے مجھے دیکھ لیا تھا اسی لیے اسی طرف کو تشریف لائے۔ میں دوسری طرف کو ہوگیا کئی بار ایسا ہی ہوا بالآخر سامنا ہوگیا حضور شمالی فصیل پر بیٹھ گئے اور فقیر

سے بایں الفاظ ارشاد فرمایا۔ ''سید صاحب کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے آپ کا خیال نہیں'' میں نظر جھکائے خاموش کھڑا رہا بعدہٗ دریافت فرمایا آپ کو معلوم ہے یہاں سے جبلپور کا کرایہ ریل کیا ہے؟ میں نے کہا حضور سات روپے تیرہ آنے۔ فرمایا دونوں طرف کا کرایہ کیا ہوا میں نے عرض کیا پندرہ روپیہ دس آنے۔ فرمایا کیا آپ کے پاس موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور موجود ہیں فرمایا اچھا تشریف لے چلیے اس کے بعد حضور تو کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور میں وہاں سے سیدھا برادرم قناعت علی کو خبر دینے کے لیے تیزی کے ساتھ چلا۔ اس روز مجھے اس بات کا تجربہ ہوا کہ انتہائی مسرت میں بھی انسان کو رونا آتا ہے راستہ بھر آنکھوں سے آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا۔

چونکہ رات کا وقت تھا یوں کسی راہ گیر کو پتا نہ چلا۔ بار بار دل میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ اگر کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا مگر جتنا اپنے آپ کو سنبھالتا رقت بڑھتی جاتی تھی۔ غرض جس وقت برادرم قناعت علی سے میں نے سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے گھبرا کر اپنی نسبت دریافت کیا کہ میرے لیے بھی اجازت حاصل کی یا نہیں۔ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ جس پر وہ نہایت کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور دیر تک ناراضگی کا اظہار کرتے رہے۔ میں اپنے دل میں سخت نادم تھا اور اپنے اوپر نفرین کر رہا تھا کہ واقعی مجھ سے سخت غلطی ہوگئی۔ مجھے لازم تھا کہ جس وقت حضور نے مجھے اجازت دی تھی اسی وقت برادرم قناعت علی کے لیے بھی دریافت کرلیتا۔ بالآخر اپنی ندامت مٹانے کے لیے پھر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ نصف شب گذر چکی تھی پھاٹک میں شہزادہ اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہ العالی بستر استراحت پر غنودگی کے عالم میں تھے۔ میرے بے وقت آ پہنچنے پر اٹھ بیٹھے اور سبب دریافت فرمایا۔ میں نے من و عن واقعہ بیان کیا۔ فرمایا اچھا میں ابھی جاکر اعلیٰ حضرت سے عرض کرتا ہوں اور فوراً اندر مکان میں تشریف لے گئے اور تقریباً نصف گھنٹے کے بعد واپس آئے اور فرمایا میں نے جس وقت جاکر عرض کیا تو حضور نے متعجبانہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس روپیہ کہاں سے آیا۔ اس لیے کہ میں جو کچھ ماہانہ دیتا ہوں وہ اتنا نہیں کہ پس انداز ہو سکے۔ چونکہ حضرت شہزادہ صاحب ممدوح کو ہماری بابت معلوم تھا لہٰذا انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ایک عرصہ سے انہیں رقوم میں سے بچاتے رہتے ہیں تاکہ

اگر کسی جگہ کا حضور سفر کریں تو ہمیں فکر نہ کرنا پڑے۔ بلکہ ان کے تو یہاں تک ارادے ہیں کہ اگر حضور حرمین طیبین کا قصد فرمائیں تو جہاں تک ہماری رقوم کفایت کریں گی حضور کے ساتھ رہیں گے۔ اس پر حضور کو رقت طاری ہوئی اور فرمایا کہ دونوں سے کہدو کہ تیاری کریں۔ یہ سنتے ہی میں نہایت تیزی کے ساتھ قناعت علی کو خوشخبری سنانے گیا اگرچہ طبیعت دوڑنے کو چاہتی تھی مگر پچھلی رات کے وقت نامناسب تھا۔ پھر بھی کہیں کہیں دوڑنے لگتا تھا اور اس مرتبہ پہلے سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہوا پہنچا دیکھا کہ برادرم قناعت علی مضطربانہ منتظر تھے۔ میں نے پہنچتے ہی اپنے سینے سے لگایا اور خوشخبری سنائی۔ اب صبح کو ہم دونوں خوش خوش آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور جلد جلد اپنے ضروری کاغذات متعلق علم توقیت درست کرنے لگے کہ اعلیٰحضرت دوپہر قیلولہ فرمانے سے پہلے باہر تشریف لائے اور اس شان سے کہ دونوں مٹھیاں بند تھیں جن میں سولہ سولہ روپے تھے جو ہم دونوں کو عطا فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

اسی روز بعد نماز ظہر مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز علی الصباح پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا اور بعد منظوری ریلوے اسٹیشن سیکنڈ کلاس کا ڈبہ ریزرو کرانے کے لیے جانے کا قصد کیا۔ اس وقت یہ بھی تذکرہ آیا کہ کتنے ٹکٹ کس کس درجے کے لیے جائیں گے۔ لہٰذا میں نے اور برادرم قناعت علی نے آٹھ آٹھ روپے یعنی ایک طرف کا کرایہ حضور کی موجودگی میں مولانا موصوف کے حوالے کر دیا اور عرض کیا کہ دو ٹکٹ تیسرے درجے کے ہم دونوں کے بھی لے لیجیے۔ مولانا کو قدرے تکلف سا ہوا مگر خاموشی کے ساتھ لے لیے اس وقت حضور کے بشرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ ہمارا فعل حضور کے حسب منشاء ہوا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ساتھ جانے والا سامان پھاٹک میں فراہم ہونے لگا۔ مولانا برہان الحق صاحب نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کو علاوہ اعلیٰحضرت قبلہ کے مع سامان اسٹیشن روانہ ہو جانا چاہیے لہٰذا ہم لوگ نماز عشاء پڑھ کر اپنے اپنے گھر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پھاٹک میں آ گئے۔ دیکھا کہ حاجی کفایت اللہ صاحب حضور کے کپڑوں کا بکس درست کر رہے ہیں۔ برادرم قناعت علی نے حضور کے جبوں کو دیکھ کر کہا حاجی جی گھر میں سے مخملی جبہ جو

بہت قیمتی ہے وہ بھی منگوا لو۔ انہوں نے ان کے کہنے سے خادمہ کو آواز دی وہ آئی اور اس سے کہا کہ حضرت پیرانی صاحبہ سے کہو کہ وہ جبہ دے دیجئے۔ انہوں نے بھیج دیا۔ حاجی جی بیچارے نے کہا بھی کہ خلاف موسم ہے کہیں حضور ناراض نہ ہوں مگر سید صاحب نے اس جبہ کو بکس میں سب سے نیچے رکھ ہی دیا۔ اب تھوڑی دیر کے بعد حضور اندر سے تشریف لائے اور حاجی صاحب سے ہر بکس کی بابت فرداً فرداً دریافت فرمانے لگے اور حاجی صاحب بتانے لگے۔ آخر میں اس بکس کو جس میں جبہ مخملی رکھا گیا تھا دریافت فرمایا اس میں کیا ہے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضور کے کپڑے ہیں فرمایا کھولو۔ انہوں نے کھولا حضور نے خود ایک ایک کپڑا ملاحظہ فرمایا اور جس وقت اس جبہ پر نظر پڑی عصاء مبارکہ سے اٹھا کر فرمایا اسے کس لیے رکھا ہے، کیا اس کا موسم ہے۔ یہ لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ ہمارے پاس ایسا قیمتی جبہ بھی ہے۔ فرمائیے اسے رکھنے کا کیا مقصد تھا۔ حاجی صاحب کو اس وقت دبی زبان سے کہنا پڑا کہ حضور سید قناعت علی صاحب نے رکھوا لیا تھا۔ فرمایا وہ تو بچے ہیں سمجھتے نہیں تم کیسے تھے کہ ان کے فرمانے سے رکھ لیا اور اسی طرح عصائے مبارکہ پر ڈالے ہوئے اندر لے گئے۔ اب چار بجے سامان وغیرہ کی اسٹیشن روانگی شروع ہوگئی اور سوا پانچ بجے تک سب لوگ مع حاجی صاحب وغیرہ وہاں پہنچ گئے۔

پنجاب میل سے جبلپور کو روانگی

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے پنجاب میل آ گیا مگر حضور اس وقت تک تشریف نہیں لائے تھے برہان میاں اور سب لوگ ٹکٹکی لگائے شہر سے آنے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ غرض شدید انتظار کے بعد دور سے ایک یکہ جس کا جانور بھی خیر سے نہایت سست رفتار تھا نظر پڑا دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لا رہے ہیں اور جیسے ہی اسٹیشن پر آئے، حاجی صاحب سے فرمایا مصلیٰ بچھائیے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں مصلیٰ بچھا دیا گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ اتنے میں انجن نے سیٹی دی۔ سب لوگ یہ سمجھے کہ بس اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں بٹھا دیا مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں کچھ اضطراب ہوتا

ہے یا نہیں لیکن واللہ العظیم ابتداء سے اخیر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان و خشوع و خضوع سے نماز ادا فرمائی اور یہی نہیں بلکہ وہ وظیفہ جو بغیر پہلو تبدیل کیے بعد نماز فجر پڑھتے کا تھا اسی اطمینان سے ختم کیا۔ برہان میاں نے جو حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے جلدی سے عرض کیا حضور گاڑی چھوٹنے والی ہے تشریف لے چلیں اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں فرمایا اچھا چلیے پھر فرمایا عجیب بیہودہ سواری ہے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

دوران سفر گاڑی میں بیعت کا سلسلہ

عوام جلد جلد دست بوسی اور مصافحہ کرنے لگے اور اسی میں سلسلۂ بیعت شروع ہوگیا اور گروہ کے گروہ مرید ہونے لگے۔ چونکہ فقیر نے رجسٹر مریدین اور شجرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی لہٰذا جو صاحب مرید ہوتے تھے شجرہ شریف بعد اندراج نام در رجسٹر فقیر دیتا جاتا تھا۔ اس سلسلے کو بھی بہت دیر ہوگئی مگر گاڑی جب بھی نہ چھوٹی۔ یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہوگیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جاکر سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ لین صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا برہان میاں کہاں ہے جو کہہ رہے تھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ غرض گاڑی بدستور کھڑی ہے اور لوگ جوق در جوق آرہے ہیں اور مرید ہو رہے ہیں۔ اسی ہجوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کھڑکی کے پاس آئے اور حضور کی دست بوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا کیا تم نہیں چلو گے؟ انہوں نے عرض کیا جیسا حضور حکم فرمائیں مگر میں تو یونہی کرتہ پہنے ہوئے چلا آیا ہوں۔ کپڑے مکان پر ہیں فرمایا کوئی حرج نہیں اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تانگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ اور جیلانی کے کپڑے لے آ۔ یہ کچھ نہ فرمایا کہ جلد آنا دیر نہ لگانا بلکہ نہایت اطمینانی انداز تھا۔ وہ حسب الارشاد روانہ ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹے میں کپڑے لے کر واپس آگئے۔ اس کے بعد بڑے مولانا صاحب (حضور کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب) مصافحہ کرکے دست بوس ہوئے۔ حضور نے ان سے بھی یہی سوال فرمایا کیا تم نہیں چل رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا میں تم

سے کہتا ہوں چلو انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کرتے میں چلا آیا تھا۔ فرمایا کچھ حرج نہیں۔ وہیں چل کر کپڑے سل جائیں گے بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں نے جلدی سے ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا خرید کر دیا اس وقت اسٹیشن ماسٹر سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پہیہ اتر گیا ہے جس کے باعث لین خراب ہوگئی اس کے درست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہوگئی اب عنقریب ٹرین چھوڑنے والا ہوں غرض دس بجے دن کے گاڑی چلی۔

بریلی سے جبلپور کے تمام اسٹیشنوں پر زیارت کرنے والوں کا ہجوم

ایک بات اب تک سمجھ میں نہ آئی کہ بریلی سے جبلپور تک اکثر اسٹیشنوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضور کا منتظر پایا نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام جگہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور فلاں ٹرین سے تشریف لا رہے ہیں۔ لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت سلطان الواعظین مولوی حاجی محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی کو دیکھا ان سے حضور نے فرمایا کہ مولانا آپ تو ابھی یہاں موجود ہیں انہوں نے ہاتھ جوڑ کر نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا والا نامہ ملتے ہی میں پیلی بھیت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک روز پہلے جبلپور جاؤں گا۔ لیکن لکھنؤ آ کر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصداً کہ دل نے یہی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا حضور مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ میرے خیال میں شاذ و نادر ایسے اسٹیشن گذرے ہوں گے کہ کوئی مرید نہ ہوا ہو ورنہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ بگوش ہوا کیے بلکہ بعض اسٹیشنوں پر گاڑی چلدی اور لوگ دوڑ دوڑ کر عرض کرتے جاتے کہ حضور ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں اور حضور فرماتے جاتے کہ میں نے حضور غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا اور فرماتے کہ شجرہ واپسی میں ملے گا یا ڈاک سے منگا لیجئے مختصر یہ کہ تین چار بجے شب کٹلتی اسٹیشن آیا جہاں حاجی عبدالرزاق صاحب قادری رضوی نے جنہیں حضور سے خلافت بھی تھی کثیر جماعت کے ساتھ استقبال کیا نیز اہالیانِ جبلپور سے ایک بہت بڑی جماعت نے یہاں سے خیر مقدم کیا اور دو جماعت کے افراد ساتھ ہو لیے اور سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر ٹرین صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی سب لوگ فریضہ فجر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر پڑے بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا

موقع مل گیا تھا اور اکثر نے اسٹیشن پر اتر کر وضو کیا۔ جبلپوری حضرات کوری مارکین کے تھان اس موقع کے لیے اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو پلیٹ فارم پر طویل رقبہ میں بچھائے گئے۔ ان پر دور تک مسلمانوں نے صف بندی کی۔ حضور نے امامت فرمائی اور بعد سلام طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وظیفہ پڑھا۔ اتنی دیر اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اورادو و ظائف پڑھتے رہے۔ بعدہٗ جو لوگ قریب تھے مصافحے کیے اور دست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ میرے خیال میں نصف گھنٹے سے زائد ہی ٹرین کھڑی رہی۔ اس کے بعد اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجئے اسٹیشن ماسٹر نے کہا مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں اگر آپ فرمائیں تو اور روک سکتا ہوں مولانا نے فرمایا نہیں اب ضرورت نہیں، آپ کی عنایت سے سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا اور سبز جھنڈی کو حرکت ہوئی گارڈ نے بریک کھول دیا اور ڈرائیور نے وقت پورا کرنے لیے پوری اسٹیم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔ اہالیان جبلپور نے جب حضور وظائف سے فارغ ہوئے بڑے پیمانے پر چلتی گاڑی میں سب کو ناشتا کھلا دیا دس بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جبلپور پہنچی۔

جبلپور پہنچنے پر شاندار استقبال

اہل جبلپور کے ہجوم کا عالم یہ تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے تمام پلیٹ فارم اور پل اور پلیٹ فارم کے پل مقابل لین کے کنارے مسافر خانے بیرون اسٹیشن کھچا کھچ بھرا تھا۔ گاڑی پہنچتے ہی چاروں طرف سے نعرۂ تکبیر و رسالت سے سارا اسٹیشن گونج گیا۔ پولیس کے جوان انسپکٹران وغیرہ اگرچہ کافی تعداد میں موجود تھے وہ ہر چند کوشش کر رہے تھے کہ حلقہ باندھ کر مسافروں کو باہر اسٹیشن کے لے چلیں مگر مجمع کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجز آکر علیحدہ کھڑے ہو گئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے عرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کو سہولت بہم پہنچائیں گے ہمارے قابو سے باہر ہے۔ غرض بڑی مشکل سے سیکنڈ کلاس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا اور اس قدر کثرت سے گاڑی کے اندر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجے

میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے۔ اس کے بعد بڑے بڑے ٹوکرے میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گلدستے بھرے ہوئے آئے جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرے لگاتے ہوئے پھاٹک پر پہنچے تو اسے مقفل پایا جسے خود اسٹیشن ماسٹر نے بایں خیال قصداً بند کر دیا تھا کہ اس حیلے سے مولانا عبدالسلام صاحب کے پیر کو اچھی طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً آ کر قفل کھول دیا باہر اسٹیشن کے دیکھا کہ بکثرت موٹر فٹنیں اور سیکڑوں تانگے کھڑے ہوئے ہیں۔

اعلیٰحضرت جبلپور ریلوے اسٹیشن سے پھولوں سے لدی کار پر روانہ ہوئے

ایک بہترین موٹر کار کو پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا جس میں حضور اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور فٹنوں اور تانگوں میں متوسلین و معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دو رویہ سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے۔ یہ جلوس میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھاٹک لگائے گئے تھے جن پر سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے بینر لگے ہوئے تھے کسی پر لکھا تھا "**السلام علیکم یا امام اهل السنة**" کسی پر تحریر تھا "**السلام علیکم یامجدد مائة حاضره**" یورپین اور ان کی میمیں اور بچے اپنے بنگلوں سے باہر آ کر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ جگہ بہ جگہ عوام اور مستورات مکانات کی چھتوں پر، دکاندار اپنی اپنی دکانوں سے نیچے اتر کر پرے جمائے دست بستہ ٹکٹکی لگائے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے۔ بازار کی خرید و فروخت کاروبار مطلقاً موقوف تھا۔ ہر ایک اس پُرفضا منظر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

اعلیٰحضرت مولانا عبدالسلام کے کاشانۂ اقدس میں پہنچے

الغرض جلوس بڑی آن و بان کے ساتھ خراماں خراماں کئی گھنٹے میں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری کے کاشانۂ اقدس پر رونق افروز ہوا اور دیر تک حضرات کی جانب

سے منو نامی نعت خوان نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ پرکیف مناقب اور قصائد پڑھے۔ اخیر میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طیبین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد اگر نمبر ہے تو آپ حضرات کا ہے بعدہ جلسہ برخاست ہوا مغرب کی نماز جامع مسجد میں جو حضرت مولانا کے مکان کے قریب ہے ادا کی گئی۔

جبلپور کی جامع مسجد کا قبلہ درست کیا

جونہی حضور نے فرش مسجد پر قدم رکھا فرمایا اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں ہے لہٰذا صفوف وسترا قائم ہوئیں۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد پڑھا کرتے اور دن میں تحریری کام جو ان کی غذائے روحی تھا کرتے رہتے۔ البتہ مابین عصر و مغرب نہ تحریر فرما یا کرتے نہ کتب بینی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا اور بسا اوقات فرماتے کہ اس وقت پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہیے چونکہ یہ وقت خالی تھا لہٰذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سے باہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے۔ چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر باہر دروازہ مسجد پر موٹر ٹمٹمیں تانگے تیار رہتے تھے نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکثر ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہو رہی تھی کہ ہمراہیوں میں سے کسی نے کسی راہگیر کو سامنے سے گذرنے کو منع کیا۔ آپ نے فرمایا کیوں روکتے ہو جانے دو کوئی حرج نہیں جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گذر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا مسجد کبیر کے تحت کوئی مسجد نہیں بجز خوارزم کی کہ جس کا چوتھا حصہ چالیس ہزار ستون پر ہے ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گذر سکتے۔

قدرتی مناظر کی سیر

ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے چنانچہ بھیڑا گھاٹ جسے ''دھواں دھار'' بھی کہتے ہیں اور جو دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا علی الصباح چلنا تجویز کیا۔ لہٰذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آ گئے۔ ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے ابھی وہ مقام تقریباً پانچ چھ میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بڑے زور سے ریل گاڑی آ رہی ہے مگر مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ یہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ ''دھواں دھار'' کی آواز ہے جو

دم بدم مہیب ہوتی جاتی تھی۔ الحاصل قرب دو پہر کے ایک ڈاک بنگلے میں حضور کو مع ہمراہیاں ٹھہرایا گیا اور چونکہ رات ہی میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع باورچی یہاں پہنچ گیا تھا لہٰذا تھوڑی دیر میں دستر خوان بچھایا گیا اور پر تکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور اور سب نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاگ بنگلہ کے ایک صاحب خوشنما کچھ پتھریلی چیزیں فروخت کر رہے تھے جن میں کچھ پتھر کے ٹکڑے بھی تھے جن میں رنگ برنگ کے قدرتی نقش و نگار قابل دید تھے۔ ہم لوگوں کو اس کے قدرتی صنعت پر تعجب ہو رہا تھا اور خداوند عالم کی شان خالقیت کے جلوئے نظر آرہے تھے۔ اتنے میں دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی حضور کی سہولت اور آرام کی خاطر ایک ڈولی بنا کر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا اور دھواں دھار کی طرف لے چلے۔ کچھ دور پہنچنے کے بعد دریائے نربدا بہتا ہوا نظر آیا جس کا نصف پاٹ تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے پتھر جس پر بہاؤ تھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے جن پر ہم لوگ پاؤں رکھتے ہوئے حضور کی ڈولی کے ساتھ ساتھ بے تکلف چلے گئے۔ اب آگے پتھر نمایاں نہ تھے بلکہ پانی ہی پانی نظر آرہا تھا کئی سوفیٹ کے نیچے ایک پہاڑی کے مہیب درّہ میں گر رہا تھا۔ گرتے وقت مثل دودھ کے پانی سفید ہو جاتا تھا درہ میں تھپہ کھا کر دھویں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔ ناظرین کرام خیال فرماسکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے تو کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی یہی وجہ تھی کہ میلوں دور اس کی آواز پہنچ رہی تھی یہاں واپس آکر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعدہٗ نماز ظہر ہوئی۔

پہلوان عبدالکریم قادری کے کرتب

اس کے بعد پہلوان عبدالکریم قادری رضوی نے حضور سے عرض کیا میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہو گئے حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور تین چار انچ موٹا اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو چھ سات من سے کم نہ ہوگا اشارہ کرکے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہٰذا کچھ مضبوط آدمی بڑی

مشکل سے ڈھکیلتے ہوئے قریب لائے۔ پہلوان چت لیٹ گئے لوگوں نے بکوشش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے سینے پر لادلیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باوجودیکہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تو کہنے لگے اب اس پتھر پر جو آدمی آسکے کھڑے ہو کر خوب کودے۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا بھائی عبدالکریم اس پتھر ہی کا وزن کیا کم ہے جو اور آدمی کو سوار کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا حضور ملاحظہ تو فرمائیں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کودنے لگے اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو ہٹا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا۔ سامنے لانبی بیل گاڑی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا بایمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے۔ پہلوان صاحب نے فرمایا اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں بقیہ لوگ کھینچیں اور میرے اوپر سے گذار دیں۔ غرض آدمیوں کی بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے چت لیٹ کر گذروا لیا بعدہٗ حضور نے بطور انعام کچھ رقم عطا فرمائی۔

اورنگ زیب عالمگیر کی ضرب سے شکستہ بت

اس کے بعد زمین قریب میں ایک پہاڑی پر جانے کا اتفاق ہوا جس پر پہنچنے کے لیے پانچ سو سیڑھی پتھر کی تھی۔ اس مقام کا نام چوسنٹھ جگنی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھا جنہیں شاہ دین پرور حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے توڑا تھا۔ پہلی سیڑھی کے پاس دو ستون پھاٹک کے قائم تھے ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا جس میں بخط اردو' انگریزی یہ ہدایت لکھی تھی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے۔ حضور نے اس نوٹس کو پڑھا اور مسکرا کر فرمایا جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرمت کی ہو ان کی کون مرمت کرسکتا ہے۔ اوپر گھاٹی کے جاکر دیکھا کہ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطے میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں مگر کوئی سالم نہیں کسی کی پستان کٹی ہوئی کسی کا ناک کسی کا' بازو' حضور نے اور تمام ہمراہیوں نے بآواز بلند پڑھا اشهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له الٰها واحدا الا نعبد الا اياه اسی کے

نواح میں ایک گھاٹی پر راستہ میں ایک پتھر یا چوٹی سی بشکل بت پڑی تھی مگر سالم وہ بھی نہ تھی جس سے پتا چلتا ہے کہ جس وقت حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس وقت فرشتوں کا بھی ہاتھ تھا ورنہ کوئی بت تو سالم دکھائی دیتا۔ بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے اور اس بحری درہ میں جس کے دو جانب سنگ مرمر کی سربفلک چٹانیں کھڑی ہیں اور قدرتی عجائب قابل دید تھے۔ کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی ایک جگہ پہاڑ کے بجنسہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ فام شخص برہنہ سر سفید کرتہ پہنے کنارے پر بیٹھا ہے۔ حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاق میں جو ڈھیلے رکھے تھے انہیں شاہد بنالیا کرتے تھے۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے بعد انتقال کسی نے ان سے خواب میں پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا فرشتے دوزخ کی طرف لے چلے مگر جس دروازے پر پہنچتے ہیں اس کے ساتھ ایک پہاڑ حائل ہے۔ فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں۔ ارشاد باری ہوتا ہے اے میرے فرشتو! یہ پہاڑ ان ڈھیلوں کے ہیں جنہیں یہ میرا بندہ شاہد بنالیا کرتا تھا۔ اب اسے لے جاؤ میری رحمت سے جنت میں اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب ڈھیلے پہاڑ ہو گئے تو یہ تو پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنالیا جائے لٰہذا حضور کے ساتھ سب نے بآواز بلند بار بار کلمہ شہادت **اشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ** پڑھنا شروع کردیا جس سے وہ پہاڑ گونج گئے۔ بعدہٗ حضور نے فرمایا آپ سے پہلے تقریباً ۱۲ سال ہوئے کہ میں نے اس درے میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھونپڑی میں دیکھا تھا غرض کشتی آگے بڑھی دور سے دیکھا کہ جھونپڑی کے آثار پائے جاتے ہیں مگر فقیر صاحب کا پتا نہ تھا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر دور تک سیاہ کائی جمی ہوئی تھی۔ ملاحوں نے فوراً کشتی روکی اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بیڑی پینے کے لیے دیا سلائی نہ جلائیں کہ شہد کی مکھی پانی پی رہی ہے۔ خیریت گذری کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہر وہاں تک پہنچنے نہیں پائی ہے اور تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آکر دم لیا اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آگئے ورنہ ایک بھی نہ بچتا اگر وہ خبردار ہو کر پلٹ جاتی سب نے مغرب کی

نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آ گئے۔

اعلیٰحضرت نے جبلپور میں ۲۸ دن قیام فرمایا

جبلپور ۲۸ یوم حضور کا قیام رہا اور اس عرصے میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت کبھی دونوں وقت شہر میں دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا اور دعوتوں میں صرف ہم ہی لوگ مدعو نہیں ہوتے بلکہ مقامی حضرات بھی شریک ہوتے تھے اور اس طرح بڑی جماعت کے کھانے کا اہتمام ہو جاتا تھا۔ یہاں پر دعوت کا یہ دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو معطر کر کے ایک ایک گجرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا۔ چونکہ حضور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت بمنظوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی۔ بعض دعوتوں میں ہمراہیان حضور کو بھی حضور کے ساتھ بیش بہا عمامے نذر کیے گئے۔

سیٹھ عبدالکریم رضوی کی شاندار دعوت

مکرمی سیٹھ عبدالکریم صاحب قادری رضوی عرف مکی سیٹھ صاحب نے جنہوں نے حضور کی تشریف آوری جبلپور میں بہت بڑا حصہ لیا تھا بڑے پیانے پر دعوت کا اہتمام کیا۔ دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لانبے کمرے کی صورت تھی جس کے طول میں ہر دو جانب برابر دروازے تھے۔ اس دعوت میں اگرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت سب حضرات کے روبرو دسترخوان بچھ گیا اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ یوں دھل گئے کہ ہر در میں آفتابے ہر ایک کے سامنے آ گئے اور یوں ہی بیک وقت کھانا روبرو اتار دیا گیا میں نے جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۲۸ قسمیں تھیں۔ جب سب حضرات کھا چکے آن واحد میں جملہ ظروف اور دسترخوان اٹھ گئے۔ میں نے سیٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ سیٹھ صاحب آپ نے دعوت کی یا بائیسکوپ کا تماشا دکھایا۔ وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے اس کے بعد سیٹھ دادا بھائی سلامی نے زبردست دعوت کی یعنی پلاؤ روغن بادام پکوایا تھا۔ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی نے دعوت کی اور سب کو نسری قیمتی عمامے تقسیم کیے۔ خود حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے پھر بھی مخصوص طور پر ایک دعوت فرمائی اور نہایت خوبصورت سچے پلوؤں کے عمامے تقسیم کیے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میزبانی پورا پورا ادا فرمایا۔ جس جگہ بالا خانے پر حضور کا قیام تھا ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے ہر وقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے رہے چنانچہ ہم لوگوں کی ڈبیاں پانوں سے خالی نہیں رہتی تھیں اگر پان دیر کے بنے ہوئے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے تھے نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمت میں بلاتاخیر پانوں کی تھالی پیش کرتے دوسرے صاحب کی تحویل متفرقات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں' برف' بیڑی' سگریٹ' دیا سلائی کارڈ' لفافہ' ٹکٹ ڈاک' سادہ لفافہ' کاغذ' پنسل وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن میں تین چار مرتبہ دریافت کرلیا کرتے۔ حجام روزانہ صبح کے وقت خط بنانے کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا یونہی کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے لے لیے جاتے تھے۔

ماسٹر حیدر قادری کی دعوت چائے

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور و معروف دکان صدر بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی اس کے متمنی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا جب جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے وہ تاریخ خالی نہ پاتے۔ مجبوراً مضمحل ہو کر واپس چلے جاتے ایک بار پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی مگر میر عبدالکریم صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر رہی میں تھی مسترد کردی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دعوت منظور فرمائی جائے۔ اس پر خود حضور پر نور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو عرصے سے محسوس کر رہا ہوں اچھا کل میں آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں۔ یہ الفاظ کریمہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی اور خوش خوش اپنے مکان چلے گئے اور دوسرے روز منجملہ دیگر سواریوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی گیس کی روشنی میں ایک سبزی کا پھاٹک تقریباً دو فرلانگ کے فصل سے لگایا تھا اس کے محاذ پر پہنچتے ہی ایک گولہ بلند آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سیدھی نکلی ہوئی چلی گئی۔ بقیہ جتنے حضرات تھے وہ

سب پھاٹک پر اتر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ گولہ چھوٹتے ہی ایک یورپین افسر اور چند گورے بارکوں میں سے نکل آئے اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے انہوں نے اس سے فرمایا آل ورلڈ پادری ہیں۔ اس نے نام پوچھا انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا کہنے لگا ہاں ہم نے یہ نام سنا ہے اور اس وقت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔ ماسٹر حیدر صاحب نے پھاٹک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روشنی بنائی تھی اور دو رویہ ترپال وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا۔ جابجا بجلی کے قمقمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے۔ غرض کوٹھی کے وسطی وسیع کمرے میں نہایت پرتکلف مسند پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور بقیہ حضرات قیمتی قالینوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے کوٹھی میں قلعی سبز رنگ کی تھی اور سبز ہی تیز روشنی بجلی کی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے بسکٹ کیک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کیے اور آخر میں سگریٹ پان کی تواضع کی اور ایک ایک بند لفافہ جس میں ایک ایک نوٹ علی قدر مراتب بطور نذر ہر ایک کا نام لکھ کر پیش کیا۔

جبلپور والوں کی ہر روز عید تھی

غرض ۲۸ دن رات جبلپور کے لیے ''ہر روز روزِ عید اور ہر شب شب برات'' کی مثال تھی اور اعلیٰحضرت کے دم قدم سے دینی و دنیوی برکات کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا آخر تا بکے۔ اگرچہ جبلپور والوں کے ذوق وشوق کی حالت و دلی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح عمر بسر ہو جائے کہ اعلیٰحضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو عمر بھر نصیب ہو مگر اعلیٰحضرت کے ضروری مشاغل دینیہ میں بہت فرق آ گیا تھا۔ تصنیفات و تالیفات کا سلسلہ اگرچہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم' بیعت ہونے والوں کے ذوق وشوق' ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا اس لیے اعلیٰحضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرمادیا۔ آج وہ رات ہے جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ کھلونے چینی کے اور کچھ گڑیاں پارچہ گٹہ کی تحفہ بچوں کے لیے لائے۔ کسی نے عرض

کیا حضور ان کا شمار بتوں میں ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ انہیں معبود نہیں سمجھتے بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور فرمایا گڑیوں میں حرج نہیں، خود ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طاق میں گڑیاں رکھی تھیں اور کچھ گھوڑے پردار بنا کر بیچ میں لٹکائے تھے اور بایں خیال کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا۔ ایک روز جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اتفاق یہ ہوا کہ جھونکے سے پردہ اٹھ گیا۔ حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے ام المومنین نے عرض کیا حضور یہ گڑیاں ہیں حضور نے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور یہ کیا ہیں۔ ام المومنین نے عرض کیا حضور یہ گھوڑے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! گھوڑوں کے پر کب ہوتے ہیں ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پردار گھوڑے ہوتے تھے حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

جبلپور سے واپسی

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا اہالیان جبلپور پر اداسی چھائی ہوئی تھی جسے دیکھیے مغموم و مضمحل آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار۔ خلاصہ یہ کہ ان مہجوروں کی حالت دیکھ دیکھ کر لوگوں کے دل بھر آئے مجمع دم بدم بڑھ رہا تھا اسی وقت حضرت عیدالاسلام، جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکہ رائج الوقت ایک سفید چینی کے قاب میں نذر کیے۔ اعلیٰحضرت نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے مولانا یہی کیا کم تھا جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا قبول فرمایا یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ پہلے حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کی نذر نہیں قبول فرماتے تھے مگر جب ایک حدیث شریف نظر سے گذری کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے دے تو لے لینا چاہیے ورنہ وہ خود مانگے گا اور نہ ملے گا۔ اس روز سے نذر قبول فرمانے لگے۔ یوں ہی حضور کی خدمت میں کوئی شخص اگر بیعت کی درخواست کرتا تو خود بیعت نہ فرماتے بلکہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ

عبدالقادر صاحب بدایونی یا حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب تاجدار مارہرہ مطہرہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔

ایک رات اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے حضور نے فرمایا کیوں دائرہ کو تنگ کرتے ہو کیوں مرید نہیں کرتے اس وقت سے حضور نے بیعت کرنا شروع فرمادیا اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقچی میں سے جن میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی مگر اسی میں سے خادم و خادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نقود اور بہو وغیرہ عزیزوں کے لیے طلائی زیورات' اسی طرح معززین' مریدین' سیٹھ صاحبوں کی بچیوں' بہوؤں کے لیے سونے کے زیورات بطور تحفہ وتبرک دینا جود وسخا کے بیان میں گذرا۔ عین روانگی کے وقت ایک ضعیف العمر عبدالقدیر نامی برہانپور ضلع جبلپور کے رہنے والے مسافرانہ گلے میں حمائل شریف ڈالے' بستر بغل میں دبائے' حاضر ہوئے اور داخل سلسلہ عالیہ ہو کر حلقہ بگوش ہوئے اور ایسے وابستہ ہوئے کہ پھر گھر واپس نہ گئے بلکہ حضور کے ساتھ ساتھ بریلی تشریف لائے۔ ممدوح کے باقی حالات اختتام حالات سفر جبلپور کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔

الحاصل مولانا کے اعلان سے اسٹیشن کی طرف سب لوگ روانہ ہوئے پلیٹ فارم پر عوام کا مجمع تھا۔ جس طرح استقبال کے وقت تھا اسی طرح مشایعت کے لیے بھی موجود تھا۔ ٹرین کے آتے ہی ہم سب لوگ سوار ہوگئے اور ہمارے ساتھ ایک کثیر جماعت بہ معیت حضرت عیدالاسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی گاڑی میں بیٹھ گئے جب ریلوے اسٹیشن کٹنی آیا تو مولانا ممدوح سے رخصت ہوئے ان کے ساتھ اکثر لوگ اتر پڑے اور کچھ مخلصین اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب الہ آباد تک ساتھ آئے پھر چھوڑنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی یہاں اسٹیشن پر ویٹنگ روم میں تقریباً ایک دن ایک رات قیام رہا۔

مولانا نذیر احمد کی چائے کی دعوت میں افتخار الحق ملکی کی آمد

چونکہ مولانا نذیر احمد صاحب دائرۂ شاہ اجمل سے وعدہ فرمالیا تھا اس لیے بذریعہ موٹر وغیرہ وہاں سب لوگوں کا جانا ہوا۔ مولانا ممدوح نے اپنی بیرونی نشستگاہ میں شامیانہ اور

باقاعدہ فرش کا انتظام کیا تھا۔ حضور نے ان کی چائے کی دعوت منظور فرمائی تھی تمام صحن اور دالان عوام سے بھرا ہوا تھا۔ حضور مسند پر تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص کرتہ پہنے جس کی آستین کسی قدر چڑھی ہوئی' سر پر دو پلو ٹوپی' ہاتھ میں ڈنڈا' تیز رفتاری سے آتا ہوا دکھائی دیا اور اس کے پیچھے چار پانچ آدمی اور تھے ان کے بھی ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں۔ یہ جماعت فرش کے کنارے آکر کھڑی ہوتی ہے اور اس کا سرغنہ تقدیم سلام کے بعد حضور سے بایں الفاظ مخاطبہ کرتا ہے "آپ نے مجھے پہچانا۔ میں کون ہوں" حضور نے لاعلمی ظاہر کی کہنے لگا "میرا نام ہے افتخار الحق (قاضی قاسم میاں قادری رضوی ساکن گونڈل جو حضور کے تشریف آوری جبلپور کی خبر سن کر آ گئے تھے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے) اور یہ قاضی قاسم جو سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا (دانت پیستے ہوئے) اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کر اسے چھپوایا اور مجھے تمام کاٹھیاوار بھر میں بدنام کیا ہے" حضور نے فرمایا میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا خیر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کردی۔ میں سمجھنا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد صاحب قادری رضوی جبلپوری نے جو "امین الفتویٰ" تھے اور اس سفر میں بھی افتاء کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست لگائی اور بیچ میں آکر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگرچہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے نہیں معلوم کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر میں تمہاری تشفی کے لیے تیار ہوں۔ اگر مجھ سے تشفی نہ ہو پھر اعلیٰحضرت سے مخاطبہ کرنا۔ کس قول پر کفر کا فتویٰ ہوا ہے۔ اس پر افتخار الحق نے کہا (نقل کفر کفر نباشد) میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے **لم یلد ولم یولد** اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے **لم یلد ولم یولد** مولانا شفیع احمد خان صاحب نے فرمایا تمہارے اس قول کو مجلس میں بیٹھے کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا۔ ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق نے کھسیانے لہجے میں پھر اعادہ کیا۔ مولانا نے فرمایا ادھر دالان میں بھی اندر تک کچھ آدمی ہیں ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا دعویٰ بیان کردو تاکہ سب لوگ اچھی طرح سن لیں چنانچہ تیسری مرتبہ غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا۔ اس کے بعد مولانا نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں

نے اس قول کو سن لیا۔ مجمع سے متفق طور پر آواز آئی ہاں سن لیا۔ اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا ''آپ ''مجہول النسب'' ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں۔ افتخار الحق رہتکی نے کہا ہاں میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتخار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندر سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟ یہ سن کر ان کے والد نے اپنی رانیں پیٹتے ہوئے کہا مولانا کس کے منہ لگے ہو یہ تو پاگل ہوگیا ہے۔ پاگل! غرض تمام حاضرین افتخار الحق کو دیکھ کر ہنس رہے تھے اس کے بعد رہتکی نے کہا افتخار الحق نام ہے روح کا نہ جسم کا' جسم سے اسے کوئی علاقہ نہیں مولانا نے فرمایا یہ آپ نے عجیب بات کہی اس کا ابھی مشاہدہ ہوسکتا ہے لائیے میں آپ کے جسم میں چاقو سے ایک چرکا لگائے دیتا ہوں چونکہ آپ کو جسم سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے لہٰذا کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ یہ سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور قدرے سکوت کے بعد اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جیب سے چاقو نکال کر کھولا اور اپنی کلائی بڑھاتے ہوئے مولانا سے کہا ہاں لیجئے چرکا لگایئے یہ مہیب منظر دیکھ کر مولوی نذیر احمد نے کڑکتی ہوئی آواز سے فرمایا ٹھہریئے! صاحب ٹھہریئے! اور افتخار الحق سے فرمایا پہلے آپ اس کا جواب دیں کہ بغیر میری اجازت حاصل کیے ہوئے میرے مکان میں آپ کو آنے کا کیا حق تھا آپ کو مجھ سے اجازت لینا چاہیے تھی۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً یہاں سے چلے جاؤ اگر تمہیں اعلیٰحضرت سے کچھ گفتگو کرنا ہے تو حضور ریلوے اسٹیشن پر ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں جاکر بات چیت کرلینا۔ میرے یہاں سے اسی وقت نکل جاؤ۔ افتخار الحق کو چونکہ یونہی اپنی جان چھڑانی مشکل ہو رہی تھی لہٰذا یہ کہتے ہوئے کہ بہت اچھا میں جاتا ہوں اسٹیشن ہی پہنچوں گا اور مع ہمراہیاں نکلا اور چلا گیا۔ ہم لوگوں نے شام تک انتظار کیا مگر کون آتا ہے حالانکہ رات کو بھی اسٹیشن پر ہی قیام رہا۔

اعلیٰحضرت کو حسرت بھری آنکھوں سے الوداع کیا

صبح کو سات آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی تھی بیعت کا سلسلہ برابر جاری تھا گاڑی

چلتے میں بھی دوڑ دوڑ کر لوگ مرید ہو رہے تھے اور اکثر لوگ زار زار روتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہوگئی اور سب لوگ منتہائے نظر تک پلیٹ فارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہے۔ مختصر یہ کہ ہم سب بخیر و عافیت ابتدائی شب میں بریلی شریف واپس آ گئے۔ اور ہمارے ساتھ عبدالقدیر برہانپوری بھی آئے اور آستانہ عالیہ پر مقیم ہوئے برادرم قناعت علی انہیں پھاٹک میں ٹھہرا کر اپنے مکان پر چلے گئے اور صبح کو حسب دستور قدیم حاضر آستانہ ہو کر اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

عبدالقدیر صاحب بریلی میں

تھوڑی دیر میں عبدالقدیر صاحب کے لیے اندر سے ناشتہ آیا پھر دوپہر کو کھانا آیا کھانے سے فراغت پا کر مجھ سے موصوف نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی دریا بھی ہے۔ میں نے پوچھا کیا کیجئے گا فرمایا میرے کپڑے کچھ کثیف ہو گئے میں میں نہاؤں گا میں نے عرض کیا مسجد کے غسلخانے میں نہا لیجئے۔ فرمایا میں دریا پر نہانے کا عادی ہوں وہیں کھل کر آزادی کے ساتھ غسل بھی کرلوں گا اور کپڑے بھی صاف کرلوں گا۔ آپ مجھے راستہ بتا دیجئے لہٰذا گلے میں حمائل شریف ڈالی اور اپنی ڈوری اور لوٹا لے کر چلے گئے۔ بعد نماز ظہر حضور نے دریافت فرمایا میں نے واقعہ عرض کر دیا پھر عصر' مغرب' عشاء کی نمازیں ہوئیں اور ہر نماز پر حضور نے دریافت فرمایا میں نے یہی عرض کیا کہ ابھی تشریف نہیں لائے ہیں۔ غرض پوری شب گذر گئی دوسرے روز صبح کو نو دس بجے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا' ارے صاحب آپ کہاں چلے گئے تھے اعلیٰحضرت قبلہ کئی بار دریافت فرما چکے ہیں۔ فرمایا مجھے دریا پر نہانے دھونے میں شام ہو گئی تھی اسی وجہ سے نہ آ سکا میں نے پوچھا شب کہاں رہے فرمایا وہیں ایک چھوٹی سی مسجد تھی اسی میں ٹھہر گیا تھا وہیں سے اب آ رہا ہوں۔

عبدالقدیر پھر غائب ہو گئے

اس کے بعد دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد پھر تشریف لے جانے لگے میں نے پوچھا کہاں چلے فرمایا مجھے دریا پر جانے کا شوق ہے وہیں جا رہا ہوں میں نے کہا کل کی طرح وہیں نہ رہ جائیے گا جلد آ جائیے گا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا اور تشریف لے گئے شام تک انتظار کیا

نہ آئے رات گذری۔ دن گذرا دو دن گذرے یہاں تک کہ ہفتے کیا مہینے بلکہ برسیں گذر گئیں۔ یہ بھی پتا چلا کہ اپنے مکان پر بھی نہیں پہنچے جس سے گمان غالب یہی ہوا کہ بوڑھے آدمی تھے عجب نہیں کہ دریا کے کنارے پاؤں پھسل گیا ہو۔ ڈوب گئے ہوں۔ جب بالکل مایوسی ہوگئی تو میں نے آستانہ عالیہ کے ملازم بنن خان صاحب سے کہا کہ ذرا اس گٹھری کو تو مچان پر سے اتار لاؤ جو عبدالقدیر صاحب برہانپوری چھوڑ گئے ہیں دیکھو تو اس میں کیا سامان ہے۔ اب تو بہت زمانہ گذر گیا نہ معلوم بچارے کہاں غائب ہوگئے چنانچہ بنن خان صاحب نے میرے سامنے گٹھری جو کھولی تو بیسیوں کاغذات کی چھوٹی چھوٹی پڑیاں اور پرانے کپڑوں کی پٹلیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا پڑیاں وغیرہ کھلوائیں تو کسی میں کچھ کنکریاں نمک کی ہیں، کسی میں پودینہ خشک، کسی میں دھنیا اور اکثر پڑیوں کی شناخت نہ ہوسکی غرض کہ مدت مدید کے بعد انکشاف ہوتا ہے تو کس طرح کہ

عبدالقدیر مدینہ منورہ میں حضورؐ کے دربار کے متوکل بزرگ نکلے

میں اور برادرم قناعت علی رات کے ساڑھے گیارہ بجے حسب معمول دفتر ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' بند کرکے آرہے تھے راستہ میں ناظم جماعت مبارکہ کا مکان تھا لہٰذا ان کے پاس ضروری امور میں مشورہ کرنے کے لیے پہنچے تو وہاں مبلغ جماعت مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب قادری رضوی تشریف فرما تھے اور کچھ توکل کے متعلق تذکرہ تھا کہ مبلغ جماعت فرمانے لگے توکل تو مدینہ طیبہ میں میں نے ایک صاحب کا دیکھا کہ ہمہ وقت روضۂ اطہر کے پاس بیٹھے ہوئے پڑھتے رہتے تھے بس حوائج ضروریہ کے لیے اٹھتے اور فوراً وضو کرتے اور پھر مصروف عبادت ہو جاتے ان کے پاس نہ کوئی سامان خور و نوش کا دیکھا نہ کچھ کھاتے پیتے۔ میں نے مولانا ضیاء الدین احمد صاحب سے دریافت کیا کہ ان کا ذریعہ معاش کیا ہے انہوں نے بھی یہی فرمایا مجھے معلوم نہیں میں بھی ایک مدت سے یونہی دیکھ رہا ہوں ہاں بہ سلسلہ تذکیر مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ وہ رہنے والے جبلپور ضلع کے تھے یہ سنتے ہی میرا خیال عبدالقدیر صاحب کی طرف گیا لہٰذا میں نے ان کی عمر کا تخمینہ اور حلیہ دریافت کیا فرمایا پستہ قد آدمی تھے میں نے پوچھا خاص جبلپور کے رہنے

والے تھے یا کسی موضع کے فرمایا مقام بتایا تو تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا میں نے بعجلت کہا برہانپور تو نہیں۔ فرمایا ہاں ہاں خوب یاد آ گیا برہانپور ہی بتایا تھا میں نے پوچھا نام کیا تھا فرمایا شاید عبدالقادر نام تھا میں نے کہا عبدالقادر یا عبدالقدیر فرمایا ہاں عبدالقدیر ہی فرماتے تھے اس وقت اللہ کی شان نظر آئی اور ہم لوگ دنگ رہ گئے۔

اعلیٰحضرت کا مدینہ میں ایک فدائی

اس انکشاف کے بعد مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب نے فرمایا کہ جس وقت ہمارا قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا شب کا وقت تھا میں نے ان صاحب کو دیکھا کہ ہر ایک حاجی سے پوچھتے ہیں کہ کوئی صاحب بریلی شریف کے تشریف لائے ہیں میں بڑھ کر قریب پہنچا اور عرض کیا کہ میرا غریب خانہ بریلی شریف میں ہی ہے۔ فرمانے لگے آپ اعلیٰحضرت قبلہ سے واقف ہیں میں نے عرض کیا میں تو اس گھر کا غلام ہوں یہ سنتے ہی مجھ سے نہایت گرم جوشی کے ساتھ معانقہ فرمایا اور فرمایا میں بھی حضور ہی کا مرید ہوں۔ میں نے قیام گاہ دریافت کیا فرمایا میں روضۂ اطہر ہی کے پاس ملوں گا میں حسب وعدہ صبح کو ملاقات کے لیے حاضر ہوا دیکھا کہ روضۂ اطہر کے پاس تلاوت قرآن شریف فرما رہے ہیں۔ میں علیحدہ بیٹھ گیا قریب دس بجے دن کے تلاوت ختم کرنے پر مجھ سے سلام کلام کیا فرمایا میرا ایک کام ہے وہ یہ کہ جب آپ بریلی شریف واپس جائیں تو آستانہ عالیہ سے ایک شجرہ شریف لے کر مجھے بھیج دیجئے میرا شجرہ شریف بہت بوسیدہ ہوگیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ میں نے عرض کیا وہاں سے روانہ کرنے کی کیا ضرورت ہے میں یہیں لکھ کر خدمت میں پیش کردوں گا۔ خوش ہو کر فرمایا اگر ایسا ہے تو بہت اچھا ہے غرض میں نے ہاتھ روک کر پورا شجرہ شریف لکھ کر جس وقت حاضر کیا بہت ہی خوش ہوئے اور دعائیں دیں اور مجھ سے پوچھا کہ اس کی جو کچھ اجرت ہو فرما دیجئے تاکہ میں حاضر کردوں میں نے عرض کیا کہ اس کی اجرت یہی ہے کہ آپ جب اسے پڑھا کریں تو میرے لیے دعاء خیر فرمایا کریں یاد دہانی کے لیے میں نے اپنا نام آخر میں لکھ دیا ہے فرمایا بہت اچھا میں ضرور دعا کیا کروں گا۔ پھر شجرہ شریف کو اٹھا کر آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا۔ سینے سے دیر تک لگائے رہے اور مجھے دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ بار بار فرماتے

تھے۔ میں آپ کا احسان مند ہوں آپ نے میرا بڑا کام کر دیا مجھے بغیر اس کے بہت سخت تکلیف تھی وہ آپ کی توجہ سے رفع ہوگئی۔ والحمدلله علیٰ ذلک۔

مولانا حسنین رضا مدیر ماہنامہ ''الرضا'' لکھتے ہیں

مدیر ''رسالہ الرضا بریلی'' مولانا حسنین رضا خان صاحب برادر زادۂ اعلیٰحضرت حاشیہ ملفوظات حصہ دوم میں فرماتے ہیں مسلمانان جبلپور کاٹھیاوار بنگال ایک مدت سے اعلیٰحضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں عرائض پیش کرتے رہے کہ حضور والا ہمارے تیرہ و تار بلاد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمائیں۔ اعلیٰحضرت قبلہ نے ہمیشہ عدم فرصت اور ضعف و علالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عذر فرما دیا مگر اس مرتبہ حامی سنت' ماحی بدعت' جناب مستطاب مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب جبلپوری کے (جو اعلیٰحضرت مدظلہ الاقدس کے خلیفہ ارشد اور اس قطر میں دین و سنت کے قطب اوحد ہیں) انتہائی اصرار سے وعدہ فرمالیا جس وقت عریضہ مولانا موصوف کا حاضر ہوا کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا مولانا کے بیحد کلمات تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں اگر بالفرض کسی کے لبوں پر دم ہو وہ بھی انکار نہیں کرسکتا۔ ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں الغرض ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ اور شنبہ پانچ بجے صبح کے میل سے عازم جبلپور ہوئے باوجودیکہ روانگی آخری شب میں تھی اس پر بریلی کے اسٹیشن پر متوسلین و معتقدین کا کافی اجتماع تھا کئی ایک صاحب داخل سلسلہ بھی ہوئے میل لکھنؤ پہنچا وہاں کے لوگوں کو پہلے سے اطلاع نہ تھی اس پر بھی بعض حضرات جنہیں کسی ذریعہ سے علم ہو چکا تھا حاضر خدمت ہو کر حلقہ بگوش ہوئے پھر میل پرتاب گڈھ پہنچا ہمارا سیکنڈ کلاس یہاں میل سے کاٹ کر الہ آباد آنے والی ریل میں لگا دیا گیا۔

اعلیٰحضرت الہٰ آباد میں

ریل ساڑھے تین بجے الہ آباد پہنچی وہاں چونکہ کافی وقت ملا بعض ہمراہیوں کا خیال ہوا کہ اپنے شہری احباب سے مل آئیں ان کے شہر میں پہنچنے سے اہل شہر کو اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی تشریف آوری کی اطلاع ہوگئی تھی اور مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے الہ آباد اسٹیشن پر نماز مغرب کی غرض سے اعلیٰحضرت پلیٹ فارم پر

اترے مشتاقانِ دیدار نے ہر چہار جانب سے ہجوم کیا اور نئے آنے والوں نے پروانہ وار گرنا شروع کیا اس خوشنما منظر کو ایک یورپین کھڑا دیکھ رہا تھا اس نے موقع پا کر قدمبوسی کی عزت حاصل کی اور ادب کے ساتھ سلام کر کے رخصت ہوا۔ صولت حق اسے کہتے ہیں کہ جذب قلوب کے لیے کسی تزک و احتشام اور ظاہری دھوم دھام کی ضرورت نہیں۔ الہ آباد میں بعض سیٹھوں نے ایک موٹر کار اور ایک اعلیٰ درجہ کی ولایتی لینڈ کروزر تفریح کے لیے حاضر کی۔

ساڑھے سات بجے ریل الہٰ آباد سے روانہ ہوئی اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مع خدام یہاں سے بھی سیکنڈ کلاس میں سفر کیا ساڑھے چار بجے ریل کٹنی پہنچی یہاں جناب مولوی عبدالرزاق صاحب کٹنی کے گروہ کثیر کے ساتھ موجود تھے جو جبلپور تک ہمرکاب ہو لیے اور خود جبلپور سے حضرت حامیِ سنت مولانا مولوی محمد عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم ایک بہت بڑی استقبالی جماعت کو لیے ہوئے کٹنی اسٹیشن پر تشریف فرما تھے۔ جیسے ہی گاڑی کٹنی پر رکی کہ زائرین نے گاڑی کو گھیر لیا جب تک گاڑی کھڑی رہی لوگ قدم بوس ہوتے رہے کٹنی سے ہمارے ہمراہیوں میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا ساڑھے سات بجے کے قریب جبلپور کی عمارتیں نظر آنے لگیں ہمارے ساتھی اس کے قصر قصور و منازل کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور ان کی نظریں انتہائی شوق کے ساتھ اسٹیشن کی عمارت کو ڈھونڈھ رہی تھیں کہ یکا یک اسٹیشن جبلپور کی عمارت بھی ایک گم شدہ محبوب کی طرح سامنے آ گئی پھر کیا تھا اب تو اسٹیشن جتنا قریب ہوتا گیا جوش و مسرت بڑھتا گیا جب گاڑی رکی تو بلاتشبیہ محبّ کی طرح (جس کی انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہوں اور محبوب کی دلکش صورت سامنے آ گئی ہو) لوگ دیوانہ وار گاڑی پر جھک پڑے اور اس گل گلزار قادریت پر دل کھول کر پھولوں کی نچھاور کی۔ جوش کا یہ عالم تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی لوگ وفور جوش میں زبان سے **السلام علیکم یا امام اہل سُنہ یا مجدد المائۃ الحاضرہ** کے نعرے مار رہے تھے اور ان کی زبان حال کہہ رہی تھی۔

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست کرم نما و فرود آ کہ خانۂ خانۂ تست

تمام مجمع اپنی اپنی ان مسرتوں میں سرشار تھا اور یہاں ایک اور منظر تھا جس پر عام کو تنبیہ نہ ہوا یہ وہ موقع تھا کہ کوئی شہری پسند جاہ دوست ہوتا تو پھولا نہ سماتا باچھیں کھلی ہوئی ہوتیں گردن بلند ہوتی۔ آنکھیں اپنی تعظیم کے نظارہ سے مست ہوتیں۔ یہاں اس کے برعکس

اس منظر جلیل کو دیکھ کر نظر جھکالی اور گردن نیچی کرلی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔ اس لطیف منظر پر حاجی عبدالرزاق صاحب کی نظریں اٹھیں۔ انہیں ادراک ہوا اور ان کا جی بھر آیا یہ اس شان کا پرتو تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح فرمایا اس شان سے اس میں داخل ہوئے کہ سر اقدس اپنے رب کے لیے تواضع میں سواری انور پر قریب سجود پہنچا ہوا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) کثرت ہجوم کے خیال سے گاڑی پر فوراً چند آدمی بغرض تحفظ کھڑے ہو گئے کہ مجمع ادھر کا رخ نہ کرے اور بعض نوجوان پولیس کی شرکت میں اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس کے گذرنے کے لیے راستہ بنانے میں مصروف ہوئے ہر چند کوشش کی گئی مگر اس مقصد میں ناکامیابی ہوئی ناچار چند عقیدت کیش حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اسی طرح وہ سواد ہند کا ماہ کامل ہالہ میں آ گیا اس وقت کا نظارہ کچھ ایسا دلکش تھا کہ اسٹیشن اسٹاف اور پولیس وغیرہ اپنے فرائض منصبی کو چھوڑ کر اس کے دیکھنے میں مصروف تھے۔ مسافروں کو جب اس دلکش نظارہ کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تو پل پر چڑھ گئے اور وہاں سے دیکھا کیے یہاں سے اعلیٰحضرت عظیم البرکت کا گاڑی تک جانا بہت دشواری سے ہوا خدا جزائے خیر دے ان باہمت حضرات کو جنہوں نے اپنے بازوؤں پر اس مجمع کا سارا زور روکا اور خیر و خوبی کے ساتھ اپنے پیشوا کو لے جا کر ایک پرتکلف گاڑی میں بٹھایا یہاں عام مسلمانوں کو دست بوسی کا موقع دیا گیا بہت دیر تک لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق کی زیارت سے دارین کی سعادت حاصل کرتے رہے پھر یہ مجمع بڑے جوش مسرت کے ساتھ اس قادری بزم کے دولہا کو اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے شہر کی جانب روانہ ہوا۔

مسلمان، انگریز اور ان کی عورتیں بھی اعلیٰحضرت کا استقبال کرنے آ گئیں

جہاں تک سول آبادی ہے وہاں تک انگریز اور ان کی عورتیں بچے اپنے اپنے بنگلوں کے سامنے آ کھڑے ہوئے مجمع کو عموماً اور اعلیٰحضرت کو خصوصاً ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر جب یہ مجمع شہر میں داخل ہوا تو شہر کے باشندے اپنے دروازوں، دکانوں اور چھتوں سے اس دلکش منظر کو دیکھتے اور اعلیٰحضرت قبلہ کی خدمت میں باادب سلام عرض کرتے رہے۔ سکان شہر کی مجموعی حالت کہہ رہی تھی ۔ اے آمدنت باعث آبادی ما۔ اسٹیشن سے آہستہ آہستہ چل کر

یہ مجمع تقریباً دو گھنٹے میں حضرت مولانا مولوی عبدالسلام صاحب مدظلہ کے دولت کدہ کے قریب پہنچا یہاں کوچہ کے موڑ پر ایک عالی شان دروازہ لگا گیا تھا یہ دروازہ علاوہ زیبائش کے بکثرت کتبوں سے مرصع تھا جو میزبانوں کی انتہائی عقیدت اور معزز مہمانوں کی شوکت و حشمت کا اظہار کر رہے تھے اور اس کوچہ کے موڑ سے حضرت مولانا کے مکان تک دو رویہ کیلے کے بڑے بڑے درخت اور تین تین قطاروں میں قندیلیں نصب کی گئی تھیں جن پر منقبت آمیز مصرعے لکھے گئے تھے پھر جب اس مکان میں داخل ہوا جو شہنشاہ معظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب کے قیام کے لیے سجایا گیا تھا تو معلوم ہوا کہ علماء کرام کی قدر و قیمت وہی لوگ خوب جانتے ہیں جن کو خود بھی علم کی خدمت کرنے کا کافی موقع ملا ہے مکان کی زیب و زینت و آئینہ بندی قابل تعریف تھی ہر چیز نہایت موزونیت کے ساتھ اپنی جگہ پر رکھی گئی تھی مکان کے تمام اندرونی و بیرونی حصوں میں ترکی قالینوں اور خوشنما سوزنیوں کا فرش تھا اور در و دیوار و سقف و زمین سب بیش قیمت کپڑوں سے دلہن بنے ہوئے تھے اعلیٰحضرت مدظلہ الاقدس کے تشریف رکھتے ہی سب لوگ بیٹھ گئے تمام حاضرین ساکت تھے اور ہر شخص کے چہرے پر بے انتہا مسرت کے آثار نمایاں تھے جو مسلمانوں کی گئی سطوت کی یاد دہانی کر رہے تھے اور اکابر ائمہ دین کے دربار عام کا پورا نقشہ کھینچ گیا تھا مخدومنا مولانا حضرت مولوی محمد عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم کی مسرتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہ تھا وہ ساکت مگر زبانی حال درخشاں ؎

وہ خود تشریف فرما ہیں میرے گھر بتا اے خوش نصیبی کیا کروں میں!

مولوی عبدالرحیم مذاق کا استقبالیہ قصیدہ

کچھ دیر سکون کا عالم رہا اس کے بعد جناب حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب مذاق کھڑے ہوئے اور دست بستہ سلام عرض کر کے یہ نظم پڑھی ؎

کوئی تاج والے ہوں یا راج والے ہیں اس در کے محتاج ہر کاج والے
ہے سرکار عالم کے محتاج کا در یہاں بھیک لیتے ہیں خود راج والے
یہ وہ در ہے دولت ہے جس در کی لونڈی جھڑکتے ہیں شاہوں کو محتاج والے

یہاں کی فقیری ہے رشکِ امیری یہیں آ کے گھستے ہیں سرتاج والے
تعلّی یہ ہیں سارے محتاج ان کے کہ آخر تو حامی ہیں معراج والے
یہی ہیں وہ دامن کہ جس میں چھپیں گے قیامت کے میداں میں ہر لاج والے
خدنگ نظر کا کوئی وار ادھر بھی ہیں مدت سے مشتاق آماج والے
میں کچھ بھی سہی سلسلہ میرا دیکھو میں جس کا ہوں ان میں ہیں معراج والے

مذاقؔ اب مجھے فکر فردا سے مطلب
بنالیں گے سب کام کل آج والے

اس نظم کے بعد یکے بعد دیگرے چھ نظمیں اور چھ صاحبوں نے استقبالیہ قصیدے پڑھے جو بہ خیال طوالت چھوڑ دیئے جاتے ہیں اس کے بعد اعلیٰحضرت قبلہ کی خدمت والا میں کلفت سفر کے لحاظ سے عرض کی گئی کہ حضور والا اب آرام فرمائیں اور سب لوگ نیاز مندانہ سلام عرض کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ شہنشاہ ہر دو عالم کے نائب کا پہلا اجلاس یوں ختم ہوا۔ ساکنانِ جبلپور کے لیے دن عید اور رات شب براۃ تھی کہ بارہ برس کے بعد یہ نعمت عظیمہ نصیب ہوئی تھی ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور پھر بعد عشاء کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر سے بعد مغرب تک تفریح کا وقت تھا گو حضور کا کبھی تفریح کی جانب میلان نہ ہوا لیکن ساکنان جبلپور کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے ان کے اصرار سے منظور فرما لیا تھا بعد عصر مسجد کے دروازے پر موٹر اور گاڑیوں کا روزانہ انتظام رہتا ایک ماہ جبلپور قیام رہا اس دوران میں اکثر مقدمات کا جو احباب میں باہم خانہ جنگیوں کے باعث عرصے سے پڑے ہوئے تھے ایسا تصفیہ فرمایا کہ جن کا سلام و کلام بند تھا موت و زیست چھوٹ چکی تھی باہم شیر و شکر ہو گئے۔

ماسٹر محمد حیدر و محمد ادریس کی صلح کرا دی

ایک روز صبح کے جلسہ میں بمعروض منشی عبدالغفار صاحب' ماسٹر محمد حیدر و محمد ادریس صاحبان (جن کا عرصہ سے نزاع تھا اور دونوں حلقہ بگوشان اعلیٰحضرت مدظلہ تھے) پیش ہوئے اولاً ماسٹر محمد حیدر صاحب کا بیان ہوا پھر محمد ادریس صاحب کا۔ بیانات سماعت فرما کر ارشاد

عالی ہوا آپ صاحبوں کا کچھ مذہبی تخالف ہے؟ کچھ نہیں! آپ دونوں آپس میں پیر بھائی ہیں نسلی رشتہ چھوٹ سکتا ہے لیکن اسلام و سنت اور اکابر کے سلسلہ سے عقیدت باقی رہتی ہے تو یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا دونوں حقیقی بھائی اور ایک گھر کے ہو۔ تمہارا دین ایک' مذہب ایک' رشتہ ایک' آپ دونوں صاحب ایک ہو کر کام کیجئے کہ مخالفین کو دست اندازی کا موقع نہ ملے خوب سمجھ لیجئے آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا جنت کی طرف سبقت کرے گا یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے اور آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے جوش محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے انہیں سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہ قلبی میں گر پڑتے واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں جس طرف چاہیں رجوع کر دیں۔

مجھے اس وقت حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد آ گیا جو اعلیٰحضرت مدظلہ الاقدس کی زبان فیض ترجمان سے سنا تھا ایک مرتبہ حضور مسجد جامع میں تشریف لے جا رہے تھے خادم جو ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ آج خلاف معمول اس مسجد کو جانے والے حضور کو دیکھ رہے ہیں لیکن نہ کوئی سلام کرتا ہے نہ قیام حالانکہ ہمیشہ باہر تشریف لاتے ہی تمام جماعت حضور کی طرف آتی اور دست بوس ہوتی قدم بوسی سے مشرف ہوتی ان کے دل میں یہ خطرہ آتا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ حضور سے بہت پیچھے رہ گئے۔ انہیں خیال ہوا کہ اس سے تو وہی حالت بہتر تھی میں حضور کے قریب تو تھا ان کے دل میں یہ خطرہ آتے ہی حضور نے ان کی طرف روئے انور کیا اور فرمایا یہ تمہیں نے چاہا تھا کیا تمہیں نہیں معلوم رب عزوجل نے قلوب ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں جب چاہیں اسے پھیر دیں اور جب چاہیں اپنی طرف کر لیں اسی طرف اعلیٰحضرت قبلہ نے ''قصیدہ ذریعہ قادریہ'' میں اشارہ فرمایا ہے ۔

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہی پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

حکم نافذ ہے تیرا' خامہ تیرا' سیف تیری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو چمکاؤ دے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ دزد رجیم　　　الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کر ظفرا تیرا

صلح کلیوں کی اصلاح

جبلپور ہی میں کسی نے عرض کیا حضور صلح کل والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے اور اس سے نہ ملا جائے اس پر ارشاد فرمایا تہذیب سے اگر تہذیب نیچری مراد ہے تو وہ تہذیب نہیں' تخریب ہے اور اگر تہذیب اسلامی مراد ہے تو جن سے ہم نے تہذیب سیکھی وہی منع فرماتے ہیں **ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم** ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی کون ہے جو اس مسافر کو کھانا دے۔ امیرالمومنین نے خادم سے ارشاد فرمایا اسے ہمراہ لے آؤ' وہ آیا اور اسے کھانا منگا کر دیا مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بو آتی تھی فوراً کھانا سامنے سے اٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔

مؤلف ملفوظات صاحب فرماتے ہیں یہ واقعہ اٹھائیس رجب ۱۳۲۷ھ روز جمعہ قریب عصر کا ہے اس جلسہ میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو بدمذہبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے حضور پرنور کی یہ گرانبہا نصائح سن کر دل ہی دل میں وہ اپنے اوپر نفرین اور ملامت کر رہے تھے اور کبھی کبھی کسی گوشہ سے توبہ و استغفار کی آواز بھی آ جاتی تھی اسی وقت ایک صاحب نے کھڑے ہو کر دوسرے صاحب سے کہا آپ کو اکثر اوقات بدمذہبوں کی صحبت میں دیکھا گیا ہے مناسب ہے کہ اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ آج خوش قسمتی سے تشریف فرما ہیں توبہ کرلیجئے یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آ کر گرے اور صدق دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا بھائیو! یہ وقت نزول رحمت الٰہی کا ہے سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں! جن کے خفیہ گناہ ہوں وہ خفیہ اور جن کے علانیہ ہوں وہ علانیہ کہ **اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السّرِبالسّرِ والعلانیہ بالعلانیہ** "جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر مخفی کی مخفی اور آشکارا

کی آشکارا'' سچے دل سے توبہ کریں کہ رب عزوجل ایسی ہی توبہ قبول فرماتا۔ ہے فقیر دعا کرتا ہے مولٰی تعالٰی آپ حضرات کو استقامت کرامت فرمائے۔ جو داڑھی منڈواتے یا کترواتے ہوں یا چڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں وہ اور ایسے جو علانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں علانیہ توبہ کرنا چاہیے اور جو گناہ پوشیدہ طور پر کیے ان سے پوشیدہ کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔
حضور پرنور کے ان چند فقرات میں اللہ ہی جانے کیا اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھو رہے تھے اور بیتابانہ پروانہ وار اس شمع انجمن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہونے دوڑے اور قدموں پر گر کر اپنے خفیہ و اعلانیہ اعمال سے توبہ کر رہے تھے عجب سماں تھا حضور پرنور خود بھی نہایت گریہ و زاری کے ساتھ ان کے لیے دعاء مغفرت میں مصروف تھے جب سب لوگ تائب ہو چکے حضور نے ارشاد فرمایا آج مجھے فائدہ معلوم ہوا کہ میرا جبلپور آنا اور اتنے دنوں قیام کرنا یوں ہوا (پھر فرمایا کہ) مناسب ہوگا اگر تائبین کی فہرست تیار کرلی جائے کہ دیکھا جائے کون کون توبہ پر مقیم رہتا ہے اس وقت کچھ لوگ چلے بھی گئے تھے جس قدر موجود تھے ان کی فہرست درج ذیل ہے ملاحظہ ہو:

فہرست تائبین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	جس بات سے توبہ کی
۱-	اکبر خان صاحب	لارڈ گنج	خضاب سیاہ
۲-	قاسم بھائی صاحب	"	حلق لحیہ
۳-	دادا بھائی صاحب	"	"
۴-	سیٹھ عبدالکریم صاحب	"	"
۵-	عمر بھائی صاحب	"	"

۶-	عبدالشکور صاحب	"	"
۷-	حافظ عبدالحمید صاحب	کمانیہ پھاٹک	"
۸-	عبدالغنی صاحب	گلہبانی	حق لحیہ
۹-	بابوعبدالشکور صاحب	ارنی گنج	"
۱۰-	حبیب اللہ صاحب	محلّہ کھٹک	"
۱۱-	محمد ادریس صاحب	صدر بازار	"
۱۲-	اللہ بخش صاحب	تمرہائی	"
۱۳-	عزیز محمد صاحب	محلّہ کھٹک	"
۱۴-	عزیزالدین صاحب	محلّہ کھٹک	داڑھی منڈانے سے تائب
۱۵-	عبدالجبار صاحب	کمانیہ پھاٹک	"
۱۶-	عظیم الدین صاحب	محلّہ کھٹک	"
۱۷-	نظام الدین صاحب	بھرتی پور	"
۱۸-	ولی محمد صاحب	لارڈ گنج	"
۱۹-	سلمان خان صاحب	پل اومتی	"
۲۰-	اولاد حسین صاحب	چھوٹا تالاب	"
۲۱	محمد غوث صاحب	دلہانی	"
۲۲-	تراب خان صاحب	"	"
۲۳-	محمد حنیف صاحب	شیکاری	"
۲۴-	حبیب اللہ صاحب	چھوٹا تالاب	"

۲۵-	منشی عارف علی صاحب	بھائی تلیا	خضاب سیاہ
۲۶-	منشی عبدالرحیم صاحب	"	حلق لحیہ
۲۷-	احمد بھائی صاحب	کوتوالی بازار	"
۲۸-	موسیٰ بھائی صاحب	"	"
۲۹-	مولوی شفیع احمد صاحب	بیسلپوری	"
۳۰-	عبدالمجید صاحب	"	"
۳۱-	شیخ باقر صاحب	"	"
۳۲-	ایوب علی صاحب	"	"
۳۳-	عبدالرحمٰن خان صاحب	"	"
۳۴-	محمد ذاکر خان صاحب	"	"

اعلیٰحضرت سفر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوتے ہیں

(۱) والدہ ماجدہ سے سفر حج کے لیے اجازت

(۲) جہاز میں مناسک حج پر تقاریر

(۳) مکۃ مکرمۃ میں مولانا سیّد اسماعیل سے ملاقات

(۴) مکہ میں ہندوستان کے وہابی علماء کی آمد

(۵) مولانا شیخ صالح کمال حافظ کتب خانہ کی عزت افزائی

(۶) ''الدولۃ المکیہ'' کی مکہ مکرمہ میں تصنیف و ترتیب

(۷) شریف مکہ نے ''الدولۃ المکیۃ'' سطر بہ سطر سنی

(۸) وہابی علماء مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے

(۹) شیخ صالح کمال کا ایک تاریخی خط

(۱۰) علمائے مکہ نے اعلیٰحضرت کی علمی قابلیت کو ہدیۂ تحسین پیش کیا

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں!
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے!

سفر مبارک حج و زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لیے جب میں مکہ معظمہ حاضر ہوا یکا یک تیاری ہوگئی اپنا پہلے سے کوئی ارادہ نہ تھا پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ علیہما کے اور ہمرکاب تھی اس وقت مجھے تیسواں سال تھا واپسی میں سمندر میں تین دن طوفان شدید رہا اس کی تفصیل بہت لمبی ہے لوگوں نے کفن پہن لیے تھے حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بیساختہ میری زبان سے نکلا ''آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا'' یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوتی ہے میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم نکل جانے پر خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی من یتال علی اللہ یکذبہ حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکار رسالت سے مدد مانگی۔ الحمدللہ کہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بہ شدت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی۔ ماں کی محبت وہ تین شبانہ یوم کی تکلیف یاد تھی مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھے یہ فرمایا کہ حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا ان کا یہ فرمانا۔ مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔

اس بار یہاں سے ننھے میاں (برادر خرد) اور حامد رضا خان (خلف اکبر) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا ایک ہفتہ یہاں رہا طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سیکنڈ کلاس ریزرو کرالیں کہ نمازوں کا آرام رہے گا انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی اس نے پوچھا کس ٹرین سے ارادہ ہے انہوں نے کہا' اسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے وہ بولا یہ گاڑی نہیں مل سکتی اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔ بچارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب ہی رہتا تھا مل گیا اس نے کہا تم گھبراؤ مت میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ یہ تو مجھ سے کل ہی کہہ گئے تھے میں آپ سے کہنا بھول گیا اس نے ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ ریزرو کر دیا۔ عشاء کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہو گیا شکرم بھی آ گئی صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا۔ دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرما رہی ہیں میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیاوہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا حضور مجھے حج کی اجازت دے دیجئے پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا ''خدا حافظ'' یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا میں الٹے پاؤں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا بعد واپسی کے معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک نہ پہنچا ہوں گا کہ انہوں نے فرمایا میں اجازت نہیں دیتی اسے بلالو مگر میں جا چکا تھا کون بلاتا چلتے وقت جس لگن میں میں نے وضو کیا تھا اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔ بریلی اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کیا وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں (اعلیحضرت مدظلہ کے منجھلے بھائی) تشریف لا رہے ہیں اس واسطے کہ ان کا سال آئندہ میں ارادہ تھا میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا غرض اس دن سب کو تذبذب رہا۔ ادھر مجھے راستہ میں ایک دن کی دیر ہو گئی کہ آگرہ پر میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا مولوی نذیر احمد صاحب نے

اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کیوں کاٹ کر جدا کرلی کہا میل ریزرو نہ تھا آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا یہاں تک کہ وہ دن آگیا جس روز حجاج بمبئی قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے اور میں رہ گیا اب جانا کیوں کر ہوگا۔ یہ دن پنجشنبہ کا ہے تار آچکا تھا کہ پنجشنبہ کو تیار ہو کر لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے گاڑی کٹ جانے سے جو تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے پہنچا اسٹیشن پر دیکھا بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں سلام و مصافحہ کے بعد پہلا لفظ جو انہوں نے کہا یہ تھا شہر کو نہ چلیے سیدھے قرنطینہ چلیے ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں میں شکر الٰہی بجالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی۔

میں نے واقعہ پوچھا وہاں کے لوگوں نے کہا عجیب ہے اور سخت عجیب ہے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا پنجشنبہ کو روز موعود پر ڈاکٹر آیا اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا کہ دفعتہً اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کہا کہ باقی کو بھپارا کل ہوگا۔ یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے اب ایک اور دقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل تقسیم ہوچکا تھا جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے بہ مجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے درجے کا ملا جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی اور حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیونکر حاضر ہوں گا تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں جو اکیلے جانے والے ہوں جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بٹیری کے ساکن مل گئے جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا وہ اس جہاز میں گئے اور میں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا سرکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجے کا اسی لیے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے جن کا ٹکٹ تیسرے ہی درجے کا تھا ان سے تبدیلی میں مالی نقصان نہ ہو بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپے داخل کر کے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرا لیا جب عدن کے قریب جہاز پہنچا میں نماز عصر پڑھ رہا تھا نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ ''سمت قبلہ یہ نہیں ہے''! میں نے کچھ خیال نہ کیا اس لیے کہ میں معامرہ ہندسیہ سے عدن و کامران کے سمت قبلہ نکال چکا تھا وہ اتنی دیر کہ میں نے نماز پڑھی وظیفہ پڑھ کر بیٹھے رہے جب میں فارغ ہوا تو

ان سے پوچھا اس وقت بتایئے کہ سمت قبلہ کس طرف ہے اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی اور حساب لگا کر سمجھایا کہ اس وقت سمت قبلہ ہی پر نماز ہوئی جس کو انہوں نے بھی تسلیم کرلیا جب کامران آیا قرنطینے میں داخل ہوئے وہاں دس روز ٹھہرنا ہوا اللہ تعالیٰ ان ترکی کارکنوں کو جزاء خیر دے حجاج کو ایسا آرام دیا کہ لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا کہ حج کا وقت قریب ہے ورنہ کچھ دنوں بیمار رہتے اور یہاں کے آرام کا لطف اٹھاتے بمبئی میں کیا مجال تھی کہ کوئی اس احاطے سے باہر قدم رکھتا احاطے کے اندر ہر بات کی ٹوک تھی ہندو سپاہی قصداً حجاج کو تنگ کرتے تھے یہاں تک میں نے سنا کہ کامران سے کوئی ایک میل فاصلے پر کسی بزرگ کا مزار ہے میں نے اور میرے ساتھیوں نے حاضری کا ارادہ کیا ترکی ڈاکٹر سے پوچھا بکشادہ پیشانی اجازت دی اور کہا آپ کے ساتھ کے آدمی ہوں گے میں نے کہا دس بارہ ان سب کو بھی اجازت دی اور ہم زیارت سے فارغ ہوکر آئے۔

اعلیٰحضرت جہاز میں مناسک حج پر تقریر فرماتے تھے

جہاز اور کامران میں تقریباً روزانہ میرے بیانات ہوتے تھے جن میں اکثر مناسک حج کی تعلیم ہوتی اور وہ جو ہمیشہ میرے بیان کا مقصود اعظم رہتا ہے یعنی تعظیم شان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑا رئیس بھی جہاز میں شریک وعظ ہوتا تھا مسائل سنا کرتا مگر تعظیم شان اقدس کے ذکر کے وقت اس کے چہرہ پر بشاشت کے جگہ کدورت ہوتی میں سمجھا کہ وہابی ہے دریافت کیے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا مرید ہے اس روز میں نے روے سخن وہابیہ و گنگوہی کی طرف پھیرا جبراً قہراً سنتا رہا مگر دوسرے دن سے بیان میں نہ آیا میں نے حمد کی کہ جلسہ پاک ہوا اب یہاں کامران ہیں تو دو دن ہوچکے۔ کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعتہً رات کو میرے سب ساتھیوں کو درد شکم اور اسہال کا عارضہ ہوا۔ میرے درد تو نہ تھا مگر پانچ بار اجابت کو جانا ہوا دن چڑھ گیا اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوگیا۔ باہر ترکی مرد اور اندر ترکیہ عورت' عورتوں کو روزانہ دیکھنے آیا کرتے تھے۔ میرے بھائی ننھے میاں سلمہ کو اندیشہ ہوا اور عزم کرلیا کہ اپنی حالتوں کو ڈاکٹروں سے کہدو۔ مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا اگر بیمار سمجھ کر روک لیے گئے اور حج کا وقت قریب ہے معاذ اللہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو کیسا خسارہ

ہوگا کہا اب ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی آتے ہی ہوں گے اگر انہیں اطلاع ہوئی تو ہمارا نہ کہنا۔ اخفا میں ٹھہرے گا۔ میں نے کہا ذرا ٹھہرو میں اپنے حکیم سے کہہ لوں مکان سے باہر جنگل میں آ گیا۔

سیّد غلام جیلانی سجادہ نشین بانسہ شریف سے جہاز میں ملاقات

حدیث کی دعائیں پڑھیں اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استمداد کی کہ دفعتہً حضرت سید شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار بانسہ شریف کہ اولاد امجاد حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے اور بمبئی سے ہمارا ان کا ساتھ ہوگیا تھا سامنے سے تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری فال حسن تھی۔ میں نے ان سے بھی دعا کو کہا انہوں نے بھی دعا فرمائی۔ مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے اب جو مکان میں جاکر دیکھا بحمداللہ سب کو ایسا تندرست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھادرد وغیرہ کیا اس کا ضعف بھی نہ رہا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمندر کے کنارے پہنچے۔

اعلیٰحضرت جدہ شریف آتے ہیں

جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا حجاج کی بیحد کثرت اور جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ جو دوطرفہ ٹٹیوں سے بہت دور تک محدود بھلا ایسی حالت میں کس طرح گذر ہو۔ زنانی سواریاں ساتھ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گذر گئے کہ ذرا ہجوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں۔ مگر اس وقت سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا نہ ہوا یہاں تک کہ دوپہر قریب ہوگئی۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہوگئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھ سے آ کر کہا یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے۔ میں نے کہا کہ تمہیں جلدی ہے تو جاؤ میں تاوقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔ اب کس کی مجال تھی کہ کچھ کہتا۔ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا یاشیخ مالی اراک حزیناً کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا پریشانی ظاہر ہے ہمارے ساتھ مستورات

ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے سے کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔ جدہ پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے "یلملم" سے بحمداللہ تعالیٰ احرام بندھ چکا تھا اس سردی میں رزائی گردن سے اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں سر چھپانا منع ہے سو جاتا۔ آنکھ کھلتی تو بحمداللہ تعالیٰ رزائی گردن سے اصلا نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا اور بخار ترقی پر ہے۔ آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی۔ بخار میں کیا حالت ہوگی سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی بحمداللہ تعالیٰ بخار معاً جاتا رہا اور تیرہویں تک عود نہ کیا۔ جب بحمداللہ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہو لیے تیرھویں تاریخ بخار نے پھر عود کیا میں نے کہا "اب آیا کیجئے ہمارا کام رب العزت نے پورا کر دیا۔!"

مناسک حج کے بعد مولانا سید اسمٰعیل سے ملاقات

بعد فراغ مناسک حج کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا حامد رضا خان ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہ و جمیل عالم نبیل مولانا سید اسمٰعیل تھے یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تمام رکھتے تھے جس کا سبب میرا فتویٰ مسمایہ "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" تھا کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ ردِ ندوہ کے لیے اٹھائیس سوال جواب پر مشتمل جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بذریعہ بعض حجاج خادمانِ دین ان حضرات کے پیش ہوا اور انہوں نے اپنی گرانبہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلمات دعا و ثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی میں ۱۳۱۷ھ طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرۂ بیمقدار کی کمال محبت و وقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ

کے لیے نکلوائیں حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی۔ مولانا نے فرمایا یہاں کے علماء نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ حامد رضا خان سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی مجھ سے استفسار ہوا میں نے کہا ''خلاف مذہب'' ہے مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو علیہ الفتویٰ لکھا ہے میں نے کہا ممکن ہے کہ روایت جواز ہو مگر علیہ الفتویٰ ہرگز نہ ہوگا وہ کتاب لے آئے مسئلہ نکالا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گذارش کی تھی یعنی اس میں ''علیہ الفتویٰ'' کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خان سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور حامد رضا خان کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی لہٰذا ان سے پوچھا انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بیتابانہ دوڑتے آئے اور فقیر سے لپٹ گئے۔ پھر تو بحمداللہ تعالیٰ وداد نے کامل ترقی کی اس بار سرکار حرم محترم مین میری حاضری بے اپنے ارادے کے جس غیر متوقع طور اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اس کا بیان کچھ اوپر ہو چکا ہے وہ حکمت الٰہیہ یہاں آ کر کھلی۔

مکہ میں وہابیوں کی آمد

سننے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے مکہ میں آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف مکہ تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ ومفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحب زادے عزیزی مولوی عبدالاحد بھی ہمراہ تھے میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ اسے آیات و احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکون کے ساتھ ہمہ گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے جب میں نے تقریر ختم کی۔ چپکے سے اٹھے۔ ایک کتاب قریب الماری میں رکھی ہوئی تھی وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس پر مولوی

سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ "اعلام الاذکیا" کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو **هو الاول و الآخر و الظاهر و الباطن و هو بكل شئي عليم** لکھا چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھا لائے مجھے دکھایا اور فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتوی یہاں سے جا چکتا۔ میں حمد الٰہی بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا۔ مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نہ معلوم آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔

مولانا شیخ صالح کمال سے ملاقات اور علوم غیبیہ پر سوالات کے جواب

پچیس ذی الحجہ ۱۳۲۳ ہجری کی تاریخ ہے بعد نماز عصر کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں۔ پیچھے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفےٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یاد نہیں تشریف فرما ہیں حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ (یہ دینی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مجھ سے فرمایا یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعے سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے (سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے) میں نے مولانا سید مصطفےٰ سے گذارش کی کہ دوات قلم دیجیے حضرت مولانا شیخ صالح کمال اور مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی اس کے لیے مہلت درکار ہے دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا کل سہ شنبہ پرسوں چہار شنبہ ہے ان دو روز میں ہو کر پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف مکہ کے سامنے پیش کردوں۔ میں نے اپنے عزوجل کی عنایت اپنے نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسا کر کے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے

ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا اسی حالت شب میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبیض کرتے۔ اس کا شہرہ مکہ معظّمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے اور وہ جواب لکھ رہا ہے میں نے اس رسالہ میں ''غیوب خمسہ'' کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں۔

اعلیٰحضرت کی علوم غیبیہ پر تحریر کو ابوالخیر نے سنا

حضرت شیخ الخطبا وکبیرالعلماء مولانا شیخ ابوالخیر میر مراد کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اوّل ختم ہوچکی تھی۔ جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے۔ قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطباء نے اوّل تا آخر سن کر فرمایا اس میں علوم خمسہ کی بحث نہ آئی میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھے فرمایا میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو۔ میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوے مبارک کو ہاتھ لگایا۔

ابوالخیر مراد نے اعلیٰحضرت کے نعلین چومنے کی تمنا کی

حضرت موصوف نے بہ آں فضل کمال و بآں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمائے انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت۔ میں واپس آیا اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا۔

اعلیٰحضرت سے سید عبدالحیٔ مکی نے سند احادیث حاصل کی

اب دوسرا دن چہار شنبہ کا ہے صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبدالحیٔ ابن مولانا سید عبدالکبیر محدث ملک مغرب (کہ اس وقت تک ان کی چالیس کتابیں علوم حدیثیہ دینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں) ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے

ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدہ میں آج ہی کا دن ہے اور ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فوراً خادم واپس آیا میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں تبریز ہوچکی یعنی قافلے کے اونٹ بیرونی شہر جمع ہو لیے میں ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائیں اور لکھوائیں اور علمی مذاکرات ہوتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی وہاں زوال ہوتے ہی معاً اذان ہو جاتی ہے میں اور وہ نماز ظہر میں حاضر ہوئے بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہوئے اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولتہ المکیہ کی تکمیل

آج کے دن کا ایک بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعد عشاء فضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب کی تکمیل و تبییض سب پوری کرا دی ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' ۱۳۲۳ھ اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز وہاں شروع وقت پر ہو جاتی ہے اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی اور علی الاعلان فرمایا اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔

شریف مکہ نے ''الدولتہ المکیہ'' سنی تو وہابیوں نے شور مچادیا

حضرت شریف مکہ نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے ایک احمد فقیہ دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف مکہ ذی علم ہیں مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا لہٰذا چاہا کہ سننے نہ دیں بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جواب دیا آگے بڑھے انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا حضرت مولانا

نے جواب دیا اور فرمایا کتاب سن لیجئے پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے قاعدہ ہے ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب اسی میں آئے اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے نہ ہوسکا تو مصنف خود موجود ہے یہ فرمایا اور آگے پڑھنا شروع کیا کچھ دور پہنچے تھے کہ انہیں الجھانا مقصود تھا پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف مکہ سے کہا کہ یاسیدنا حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ جابجا الجھتے ہیں۔ حکم ہو تو ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں۔ شریف مکہ نے فرمایا اقرء آپ پڑھئے اب ان کی ہاں کو کون منع کرسکتا تھا معترضوں کا منہ مارا گیا اور مولانا کتاب سناتے رہے اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآواز بلند فرمایا ''اللہ یعطی وھٰؤلاء یمنعون'' یعنی اللہ تو اپنے حبیب کو علم غیب دیتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی اب ،، دربار برخاست ہونے کا وقت آگیا شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا یہاں نشانی رکھ دو کتاب بغل میں لے کر بالاخانہ پر آرام کے لیے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک انہی کے پاس ہے۔

مکہ مکرمہ میں ''الدولۃ المکیہ'' کی شہرت پھیل گئی

اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علماء کرام نے لیں اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا۔ وہابیہ پر اوس پڑ گئی بفضلہٖ تعالیٰ سب لوہے ٹھنڈے ہوگئے۔ گلی کوچہ میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے۔ اب کچھ نہیں کہتے اب وہ جوش کیا ہوئے اب وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا۔ کدھر گیا۔ تمہارا کفر و شرک تم ہی پر پلٹا وہابیہ کہتے اس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف مکہ پر جادو کردیا تھا۔ مولیٰ عزوجل کا فضل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم کہ علماء کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریظیں لکھنی شروع کردیں وہابیہ کا دل جلتا اور بس نہ چلتا۔ آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کرکے تقریظات تلف کردیں۔ ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ ابوالخیر مراد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں کتاب ہمیں منگوا دیجئے وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مرداد

میرے پاس بھیجا یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا ابوالخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ مراد کا لینے کو آنا مجھے شبہہ کی کوئی وجہ نہ ہوئی مگر مولیٰ عزوجل کی رحمت کہ میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔ حضرت مولانا اسمٰعیل کو اللہ عزوجل جناب عالیات میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے۔ قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں نہایت ترشی و جلال سیادت سے فرمایا کتاب ہرگز نہ دی جائے۔ جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو میں نے گذارش بھی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں۔ اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں اور ان کا جو تعلق فقیر سے ہے آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا جو لوگ وہاں جمع ہیں ان کو میں جانتا ہوں وہ منافقین ہیں۔ مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکا دیا ہے یوں اس عالم نبیل سید جلیل کی برکت نے کتاب بحمداللہ تعالیٰ محفوظ رکھی وللہ الحمد۔

گورنر مکہ نے احمد فکیہ وہابی کے منہ پر تھپڑ مارا

جب وہابیہ کا یہ مکر بھی نہ چلا اور مولانا شریف کے یہاں سے بحمدہ تعالیٰ ان کا منہ کالا ہوا۔ ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا ہے (جس طرح آپ جانے) موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانے میں گورنر مکہ معظمہ تھے آدمی ناخواندہ مگر دیندار۔ ہر روز بعد عصر طواف کرتے خیال کیا کہ شریف صاحب ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہو گئے یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بھڑک آئے گا ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے کہ نائب الحرم نے ان سے گذارش کی ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیونکر جمے گی کہ ایک ہندی، مکیوں کے عقیدے بگاڑ دے لہٰذا مجبورانہ اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا اور اکابر علماء مکہ مثل شیخ العلماء سید محمد سعید بابصیل و مولانا شیخ صالح کمال و مولانا ابوالخیر مراد اور اس کے ساتھ میں مولا تعالیٰ کی شان کہ واقعی بات جو اس نے مجبورانہ کہی اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پہ جمائی اور کہا یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان ھولاء معہ فھو یفسدہ ام یصلح اے خبیث، ابن خبیث

اے کلب ابن کلب (کتے کے بچے) جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا اس روز سے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ سے اسے نائب الحرم کہتے اور احمد فکیہ کو ''احمق سفیہ'' لکھتے اور ایک اور مخالف کو معصوم مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا اسی طریقے کی ذلت پائی۔

''حسام الحرمین'' کی علماء مکہ میں مقبولیت

دولت مکیہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہٖ تعالیٰ ''حسام الحرمین'' کی کارروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالیشان تقریظات اس پر لکھیں آپ حضرات کے پیش نظر ہیں ابتدا ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس تقریظ کو گیا تھا۔ ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف مکہ سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب ''براہین قاطعہ'' کا بھی ذکر کر دیا تھا۔

خلیل احمد انبیٹھوی مکہ سے بھاگ کر جدہ آ گیا

انبیٹھوی صاحب کو خبر ہوئی مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ فرمایا کیوں تم خلیل احمد ہو؟ کہا ہاں۔ مولانا نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے ''براہین قاطعہ'' میں وہ شنیع باتیں لکھیں میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں (اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم کی کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' لکھ کر علماء مکہ معظمہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔ اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھوی صاحب اور ان کے استاد گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے)۔ انبیٹھی صاحب نے کہا حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں فرمایا تمہاری کتاب ''براہین قاطعہ'' چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے انبیٹھی نے کہا حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی فرمایا ہوتی ہے مولانا نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور ''براہین قاطعہ'' انبیٹھی کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی جدے کو فرار ہو گئے۔

مولانا شیخ صالح کا ایک تاریخی خط

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اس واقعہ کا ایک خط[1] بھیجا اور انہوں نے بعینہٖ وہ خط اپنے خط میں لکھ کر مجھے بھیج دیا وہ اب تک میرے پاس محفوظ ہے صبح کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال فقیر کے پاس تشریف لائے اور خود یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا میں نے سنا کہ وہ رات ہی بھاگ گئے۔ میں نے کہا مولانا آپ نے اس کو بھگا دیا فرمایا میں نے۔ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ کیونکر میں نے عرض کیا جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی آپ نے کیا فرمایا۔ فرمایا میں نے کہا ہوتی ہے میں نے کہا اسی نے اس کو بھگا دیا۔ آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی فرمایا واللہ یہ بات مجھ سے رہ گئی میں نے کہا تو آپ ہی نے بھگایا زمانہ قیام میں علماء عظماء مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے

---

[1] صاحب الفضيلة والاخلاق والمحبة الجميلة حضرة السعيد اسمٰعيل افندى صاحب الكتب حضر عند نا قبل تاريخه رجل من اهل الهنديقال له خليل احمد مع بعض علماء الهند المجاورين بمكة يستعطف خاطر نا عليه لانه قدبلغه انى شديد الغيظ عليه و انا لا اعرفه شخصاً فقال ياسيدى بلغنى انكم واجدون على وذلك بسبب انى ذكرت ماوقع منه فى البراهين القاطعة لدى حضرة الامير حفظه الله فقلت له لعل لعلك خليل احمد فقال نعم فقلت له ويحك كيف نقول فى ابراهين القاطعة تلك المقالات الشنيعه وتجور الكذب على الله جل حلاله كيف لا اعناظ عليك ولقد كتبت عليها بانك رجل زنديق وكيف تعتذر وتنكر وهى قد طبعت وشاعت عنك فقال ياسيدى هى لى ولكن ليس فيها تجويز الكذب على الله ولئن كان فيها فانا تائب وراجع عما فيها ممايخالف اهل السنة والجماعة فقلت له ان الله يحب التائبين والبراهين موجودة وساخرج لك منها هذالذى انكرته وتجاسرته به على الله جل شانه قصار ينتبصل ويعتذر ويقول انكان فهو مكذوب على وانارجل مسلم موحد من اهل السنة والجماعة ماقلت فيها هذا اولا غيره مما يخالف مذهب اهل السنة والجماعة فتعجبت منه كيف ينكر ماهو مطبوع فى رسالة البراهين القاطعة المطبوعة بلسان الهند وظهر لى انه انما قال ذلك تقية كانهم مثل الراقضة يرون التقية واجبة اردن ان احضرها واحضرمن يفهم ذلك اللسان لاقروه وما فيها داسبيته لكنه فى ثانى يوم مجيبه عندها هرب انى جده و لاحول ولاقوة الا بالله احينا اعلامكم بذلك ودمتم محمد صالح كمال ۲۸ ذى الحجه ۱۳۲۳ھ

(ترجمہ اگلے صفحہ پر)

کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا مذاکرات علمیہ رہتے شیخ عبدالقادر کردی' مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے مسجد الحرام شریف کے احاطہ میں ان کا مکان تھا انہوں نے تقرر دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے ہر چند غور کیا نہ مانا آخر گذارش کی الحلیب' الماء شیریں وسرد ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس ''الحلیب البارد'' کی پوری مصداق تھی نہایت شیریں و سرد اور خوش ذائقہ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے کہا ''رضی الوالدین'' اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔ فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(گذشتہ صفحے کا حوالہ) (ترجمہ خط حضرت شیخ صالح کمال) بزرگی اور اخلاق ومحبت جمیلہ والے حضرت سید اسمٰعیل افندی صاحب حافظ الکتب آیا ہمارے پاس آج ایک شخص ہندی جس کو خلیل احمد کہا جاتا ہے ہمراہی میں بعض علماء ہند کے جو کہ مکہ مجاور ہیں مہربانی کرنا چاہتا تھا میرے دل کو اپنے اوپر اس لیے کہ اسے خبر پہنچی کہ میں سخت ناراض ہوں اس پر پس کہا اے میرے سردار مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر ناراض ہیں یہ آنا اس کا اس سبب سے تھا کہ اس سے ''براہین قاطعہ'' میں واقع ہوا تھا۔ اس کو میں نے حضرت امیر حفظہ اللہ سے ذکر کر دیا تھا پس میں نے اس سے کہا تو شاید خلیل احمد انبیٹھی ہے کہا ہاں میں نے کہا تجھ پر افسوس ہے تو کیونکر کہتا ہے براہین قاطعہ میں یہ گندی باتیں اور جائز رکھتا ہے تو کذب اللہ جل جلالہ پر کیونکر نہ ناراض ہوں میں تجھ پر اور البتہ تحقیق لکھ چکا ہوں تجھ کو اس کی بنا پر زندیق اور کس طرح تو عذر کرتا ہے اور انکار کرتا ہے حالانکہ براہین قاطعہ چھپ کر تیری جانب سے شائع ہو چکی ہے پس کہا اے سردار وہ کتاب تو میری ہے مگر امکان کذب کا مسئلہ نہیں ہے اور اگر ہے اس میں تو میں توبہ کرتا ہوں اور اس میں جو کچھ مخالف مذہب اہلسنّت والجماعۃ ہے اس سے رجوع کرتا ہوں۔ پس میں نے کہا بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور براہین میرے پاس موجود ہے ابھی نکالتا ہوں وہ کہ جس کا تو نے انکار کیا ہے اور جرأت تو نے اللہ جل شانہ پر تو عذر و خوشامد کرنے لگا اور بولا اگر وہ براہین قاطعہ میں ہے تو مجھ پر افتراء ہے اور میں مسلمان موحد سنی ہوں۔ میں نے نہ اس میں یہ کہا نہ کچھ اور جو مخالف اہلسنّت و جماعت سے مجھے تعجب ہوا کیونکر انکار کرتا ہے اس بات کا جو چھاپی جا چکی اس کا رسالہ ''براہین قاطعہ'' میں کہ زبان ہندی میں طبع ہوئی اور مجھ پر کھل گیا کہ وہ یہ باتیں تقیہ سے کہتا ہے گویا وہ مثل روافض کے ہے جو تقیہ کو واجب جانتے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ براہین قاطعہ لاؤں اور اس شخص کو بلاؤں جو اس زبان کو سمجھاتا ہے تاکہ اس سے اقرار لوں اس کا جو کچھ کہ براہین قاطعہ میں ہے اور توبہ لوں لیکن وہ ہمارے پاس آنے کے دوسرے ہی دن جدہ بھاگ گیا والاحول والاقوۃ الا باللہ العلی العظیم تم نے دوست رہنا ہے [illegible] آپ کو اس واقعہ پر اور آپ ہمیشہ رہیں محمد صالح کمال ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

مکہ کے بے شمار علماء نے اعلیٰحضرت کے پاس آکر ہدیۂ تحسین پیش کیا

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے صبح سے نصف شب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں اور مولانا سید اسمٰعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے۔ خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی دن میں دو بار بھی تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو ناغہ میں نہ ہوتا آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رو بہ صحت ہوگئی تھی۔

شیخ جلیل کو اعلیٰحضرت نے اشعار میں ہدیہ تبریک پیش کیا

ایک ضرورت کے سبب دو روز تشریف لانا نہ ہوا۔ ان دو روز میں میرا ان کی طرف سے اشتیاق میں ہی جانتا ہوں میں نے ان سید جلیل کو ایک پرچہ پر تین شعر لکھ بھیجے:

هذان یومان مافز نا بطلعتکم　　ولو قدرنا جلعنا راسنا قدما

قالوا لقاء خلیل اللعلیل شفاء　　الاتحبون ان تبروا النا سقما

عود تمونا طلوع الشمس کل ضحیٰ　　وهل سمعتم کریما یقطع الکرما

(یہ دو دن میں کہ ہمیں دیدار نہ ملا اور ہمیں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ''لقاء خلیل شفاء علیل ہے یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا کیا آپ ہماری مرض کی شفا نہیں چاہتے۔ آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے۔)

اس رقعہ کو دیکھ کر سید موصوف کی جو کیفیت ہوئی حامل رقعہ نے دیکھی فوراً اس کے ساتھ ہی تشریف لائے اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی نہ جاتا۔

مولانا عبدالحق الہٰ آبادا اعلیٰحضرت کو ملنے آئے اور کتاب لکھنے پر مبارک دی

مجھے یاد نہیں حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ معظمہ میں گذرے تھے کبھی شریف کے یہاں ہی تشریف نہ لے گئے تھے قیام گاہ فقیر پر دوبار تشریف لائے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے۔ مولانا کا

دم بساغنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ معظمہ میں چمک رہے تھے۔ التزاماً ہر سال حج کرتے مولانا سید اسمٰعیل فرماتے تھے ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا مجھے حرم شریف میں لے چلو۔ کئی آدمی اٹھا کر لائے کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا۔ زمزم شریف منگا کر پیا۔ اور دعا کی الٰہی حج سے محروم نہ رکھ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی مہلت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں علمی حلقوں کے کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں سوائے شیخ عبداللہ ابن صدیق ابن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شریف مکہ سے دوسرے درجہ میں سمجھا جاتا ہے اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔

نائب شریف مکہ شیخ عبداللہ ابن صدیق اعلیٰحضرت کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں

اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید اسمٰعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کردوں مگر اللہ اعلم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرہ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی فوراً روکا اور فرمایا واللہ یہ نہ ہوگا تمام علماء ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے ہیں ان کی قسم کے سبب مجبور رہا مگر تقدیر الٰہی میں اسے ملنا تھا اور نئی شان سے تھا اس کا ذریعہ یہ ہوا۔

نوٹوں کے متعلق سوالات کا ایک علمی جواب

انہیں دنوں میں مولانا عبداللہ مراد و مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے بارے میں فقیر سے استفسار کیا تھا جس میں بارہ سوال تھے اور میں نے بکمال استعجال اس کے جواب میں رسالہ **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم** تصنیف کیا تھا وہ تبییض کے لیے حرم شریف کے کتب خانہ میں سید مصطفٰے برادر خرد مولانا سید اسمٰعیل کے پاس تھا کہ نہایت جمیل الخط ہیں زمانہ سابق میں جب میرے استاذ الاستاد حضرت مولانا جمال عبداللہ ابن عمر مکی

رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ تھے ان سے نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا اور جواب تحریر فرمایا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔
ایک دن کتب خانہ میں جاتا اور ایک شاندار صاحب کو بیٹھے دیکھتا ہوں کہ میرا رسالہ ''کفل الفقیہ'' کا مطالعہ کر رہے ہیں جب اس مقام پر پہنچے جہاں میں نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ایک کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو جائز ہے مکروہ نہیں۔ پھڑک اٹھے اور اپنے ران پر ہاتھ مار کر بولے **این جمال ابن عبدالله من هذا النص الصريح** حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے۔ پھر کوئی مسئلہ دیکھنا تھا اس کے لیے کتابیں نکلوائیں ان کی عبارتیں نکال کر نقل کرنا چاہتے تھے اور میں رسالہ کے نقل کی تصحیح کر رہا تھا اس وقت تک نہ انہوں نے مجھے جانا نہ میں نے ان کو۔ اتنے میں انہوں نے دوات ایک ایسی کتاب پر رکھ دی جسے نہ دیکھ رہے تھے نہ اس سے کچھ نقل کر رہے تھے۔ میں نے ان پر نہ اعتراض کیا بلکہ کتاب کی تعظیم کے لیے اتار کر نیچے رکھ دی۔ انہوں نے پھر اٹھا کر کتاب پر رکھ دی اور کہا بحرالرائق کتاب الکراہتہ میں اس کے جواز کی تصریح ہے۔ میں نے ان سے یہ تو نہ کہا کہ بحرالرائق کتاب الکراہتہ آپ تک کب پہنچی وہ کتاب القضا ہی میں ختم ہوگئی ہے ہاں یہ کہا کہ ایسا نہیں بلکہ ممانعت کی تصریح فرمائی ہے مگر لکھتے وقت بضرورت مثلاً ورق ہوا سے اڑیں نہیں کہا کہ میں لکھنا ہی تو چاہتا ہوں میں نے کہا ابھی لکھتے تو نہیں، میں وہ خاموش ہو رہے اور حضرت سید اسمٰعیل سے میرے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا یہی اس رسالہ کا مصنف ہے اب ملے مگر خجلت کے ساتھ اور عجلت کے ساتھ اٹھ گئے۔

حضرت سید اسمٰعیل صاحب نے فرمایا سبحٰن اللہ یہ کیسا واقعہ ہوا یہ چہارم صفر ۱۳۲۴ھ تھی اس سے پہلے محرم شریف میں شدید دورہ بخار کا رہ چکا تھا دوبار مسہل ہوئے ایک بار ایک ہندی کی رائے سے اور نفع ہوا دوبارہ ایک ترکی ڈاکٹر رمضان افندی نے بہت قلیل مقدار میں ایک نمک دیا کہ آب زمزم شریف میں ملا کر پی لو اور پیاس بے پیاس زمزم شریف کی کثرت کرو اس سے بحمداللہ تعالیٰ بہت نفع ہوا اور انہوں نے وہ دوا بتائی جو مجھے بالطبع محبوب و مرغوب تھی یعنی زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔

اعلیٰحضرت باسی پانی نہیں پیتے تھے

میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو باآنکہ مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کیا تھا جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہیں پیا نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں گرمی کے سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتاں ہوں اس سے تسکین ہوتی ہے مگر زم زم شریف کی برکت کہ صحت میں مرض میں رات میں تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہوا زورقیں ہر وقت بھری رکھی رہتی تھیں۔ بخار کی شدت میں رات کو جب آنکھ کھلی کلی کر کے زمزم شریف پی لی۔ صبح وضو سے پہلے پیتا۔ وضو کے بعد پیتا۔ بارہ بارہ زورقیں صرف میرے صرف میں رات دن میں آتیں۔ پونے تین مہینے کے قیام مکہ معظمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔

سیّد اسمٰعیل اعلیٰحضرت کو ملنے کے لیے آئے

حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ جناب عالیہ نصیب فرمائے۔ میری واپسی حج کے چند سال بعد جب ۱۳۲۸ھ میں مجھ سے ملنے آئے ہیں اور میرے شوق زمزم کا ذکر ہوا فرمایا تھا کہ ہر مہینے اتنے طنک یعنی ڈبے بھیج دیا کروں گا جو تمہارے ایک مہینے کے لیے کافی ہوں گے مگر یہاں سے جاتے ہی انہیں سفر باب عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃ۔

محرم شریف میرا تقریباً بخار ہی میں گذرا اسی حالت میں علماء کرام کو اجازت لکھی جاتی اور اسی حالت میں ''کفل الفاہم'' تصنیف ہوئی وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں بالاخانوں پر زمین پر فرش بچھایا جاتا ہے اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سیّد اسمٰعیل و حضرت شیخ صالح کمال رحمہما اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوا دیا تھا ایام مرض میں میں اسی پر سوتا تھا اور علماء و عظما عیادت کو آتے اور فرش پر تشریف رکھتے تھے۔ میں اس سے نادم ہوتا تھا۔ ہر چند چاہتا کہ نیچے اتروں مگر قسموں سے مجبور فرماتے۔ امتداد مرض میں مجھے زیادہ فکر حاضری سرکار

اعظم کی تھی جب بخار کو استمرار دیکھا میں نے اسی حالت میں قصد حاضری کیا یہ علماء مانع ہوئے اوّل تو یہ فرمایا کہ حالت تمہاری یہ ہے اور سفر طویل۔ میں نے عرض کی اگر سچ پوچھئے تو حاضری کا اصل مقصد زیارت طیبہ ہے دونوں بار اسی نیت سے گھر سے چلا ہوں۔ معاذ اللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لطف نہیں۔ انہوں نے پھر اصرار کیا اور میری حالت کا اشعار کہا میں نے حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی پڑھی فرمایا تم ایک بار تو زیارت شریف کر چکے ہو میں نے کہا میرے نزدیک حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ عمر میں کتنے ہی حج کرکے زیارت ایکبار کافی بلکہ ہر حج کے ساتھ زیارت ضروری ہے۔ اب آپ دعا فرمایئے کہ میں سرکار تک پہنچ جاؤں روضۂ اقدس پر ایک نگاہ پڑ جائے اگرچہ اسی وقت دم نکل جائے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ کی جناب درجات عالیات عطا فرمائے باآں فضل و کمال کہ میرے نزدیک ان کے پایہ کا دوسرا عالم نہ تھا اس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اعزاز بلکہ ادب کا برتاؤ رکھتے۔ بار بار کے اصرار کے ساتھ مجھے اجازت نامہ لکھوایا جسے میں نے ادباً کئی روز ٹالا جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین پہر میری ان کی مجالست اور اس میں سوائے مذاکرات علمیہ کے کچھ نہ ہوتا۔

قاضی مکہ کی حیثیت سے شیخ صالح کمال اعلیٰحضرت کو اپنا فیصلہ سنا لیتے تھے

جس زمانہ میں شیخ صالح کمال قاضی مکہ معظمہ رہے تھے اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے فقیر جو حکم بیان کرتا اگر ان کے فیصلے کے موافق ہوتا تو بشاشت و خوشی کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا اور مخالف ہوتا تو ملال و کبیدگی اور یہ سمجھتے مجھ سے حکم میں لغزش ہوئی ہے۔ مجھے بھی ان دونوں صاحبوں کے کرم کے سبب ان سے کمال بے تکلفی ہر قسم کی بات گذارش کر دیتا تھا۔

موذن اذان اور اقامت گا کر نہ پڑھے

ایک بار موذنوں کے متعلق گفتگو ہوئی کہ یہ جو اذان و اقامۃ و تکبیرات انتقال میں نغمات ایجاد کیے گئے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے فتح القدیر میں مبلغ (یعنی مکبر) کے نغموں کو مفسد نماز لکھا گیا ہے اور یہ کہ اس کی تکبیرات پر جو مقتدی رکوع و سجود وغیرہ

افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی فرمایا حکم وہی ہے مگر ان پر علماء کا بس نہیں یہ جانب سلطنت سے ہیں۔

خطیب مکہ نے خطبہ جمعہ میں حضرت حمزہ' عباس اور ابی طالب کا نام بھی پڑھا جسے اعلیحضرت نے ٹوک دیا

ایک جمعہ میں' میں خطیب کے قریب تھا اس نے خطبہ میں پڑھا وارض عن اعمام نبیک الاطائب حمزۃ والعباس وابی طالب یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی تھی پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی اور یہ بدایۃ حکومت سے تھی اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے بآواز بلند نکلا اللھم ھذا منکر کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رائ منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہٖ فان لم یستطع فبقلبہٖ وذٰلک اضعف الایمان۔ فقیر بتوفیق رب کریم یہ حکم احکم بروجہ اوسط بجالایا اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا رأیت تم نے دیکھا میں نے کہا رأیت ہاں دیکھا کہا لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم اور تشریف لے گئے ان دونوں اکابر علماء نے ہماری مجلس خلوت میں اس کو مبارک باد دی کہ اس رد منکر پر کوئی معترض نہ ہوا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہاں ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں سکوت شایان ہے۔ اسی واقعہ پر مفتی حنفیہ کے وقت میں نے جناب سید مصطفیٰ خلیل برادر حضرت مولانا سید اسمٰعیل سے کہا ھل عندکم شئی من ھنیأ مریتاً جبرئیل ''آپ کے پاس سیدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے'' سید زادے نے فرمایا نعم ہاں اور کٹورے میں زمزم شریف لائے اور اسے ضعف کے سبب بیٹھا ہی بیٹھا پی رہا تھا آنکھیں نیچے تھیں جب نظر اٹھائی دیکھا تو وہ سید جلیل مودب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں یہاں تک کہ کٹورا میں نے انہیں دیا یہ حال ان معظم ومعزز بندگان خدا کے ادب و اجلال کا تھا بایں ہمہ شدت مرض و شوق مدینہ طیبہ میں جب میں نے وہ جملہ کہا کہ روضۂ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر بے شک دم نکل جائے دونوں علماء کرام کا غصہ سے رنگ متغیر ہوگیا اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ تعوذ' ثم تعوذ' ثم تعوذ' ثم یکون تو روضۂ انور پر اب حاضر ہو! پھر

حاضر ہو! پھر حاضر ہو! پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو! مولیٰ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے ان کی اس غائت محبت کی غصہ نے مجھے وہ حالت یاد دلائی جو اس حج سے تیرہ چودہ برس پہلے میں نے خواب میں اپنے حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ العزیز سے دیکھی تھی میں اس زمانے میں بشدت درد کمر اور سینہ میں مبتلا تھا اسے بہت اشتداد و امتداد ہوا۔

مولوی برکات احمد اپنے مرشد کا نام لیتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے

ایک روز دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیر و مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رواں نہ ہوتے۔ جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلامبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ یا رسول اللہ! حضور کہاں تشریف لیے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کی جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمدللہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا اور یہ وہی برکات احمد صلی اللہ علیہ وسلم تھیں کہ محبت پیر و مرشد کے سبب انہیں حاصل ہوئیں ذٰلک فضل اللّٰہ یُوتیہِ من یشآء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم ط

مولانا برکات احمد خواب میں اعلیٰحضرت کے والد کے ساتھ بیمار پرسی کے لیے آئے

ہاں تو اس خواب میں دیکھا کہ مولوی برکات احمد صاحب بھی حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ہمراہ میری عیادت کو تشریف لائے ہیں۔ دونوں حضرات نے مزاج پرسی فرمائی میں شدت مرض سے تنگ آ چکا تھا زبان سے نکلا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اب خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا ابھی باوٗ برس مدینہ شریف میں واللہ اعلم۔ اس ارشاد کے کیا معنی تھے مگر اس کے بعد جو دوبارہ حاضری مدینہ طیبہ ہوئی اس وقت مجھے باونواں سال تھا یعنی اکاون برس پانچ مہینے کی عمر تھی یہ چودہ برس کی پیش گوئی حضرت نے فرمائی اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کفش بردار ہیں علوم غیب دیتا ہے اور وہابیہ کو جناب سرکار سے انکار ہے۔

اعلیٰحضرت کو ان کے والد نے بیماری میں بھی روزہ چھوڑنے سے منع فرمادیا

ابھی چند سال ہوئے ماہ رجب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھے فرمایا اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا میں نے بحمداللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اس کی برکت نے بفضلہٖ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہو صوموا تصحوا روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

علماءِ مدینہ اعلیٰحضرت کے زیادہ دیر تک قیام کے متمنی تھے

وہ حضرات علماء کرام اس بات کے متمنی رہتے تھے کہ کسی طرح میرا قیام وہاں زیادہ سے زیادہ ہو حضرت مولانا سیّد اسمٰعیل نے فرمایا یہاں کی شدت گرمی تمہارے لیے باعث تپ ہے طائف شریف میں موسم معتدل ہے اور وہاں میرا مکان بہت پر فضا ہے چلئے گرمی کا موسم وہاں گذاریں۔ میں نے گذارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکار اعظم ہی کی حاضری میں۔ ہنس کر فرمایا میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینہ وہاں تنہائی میں رہ کر تم سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمد و شد کے ہجوم سے تمہیں فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری شادی کی تجویز کریں۔ میں نے کہا وہ کنیز بارگاہ الٰہی جسے میں اس کے دربار میں لایا اور اس نے مناسک حج ادا کیے کیا اس کا بدلہ یہی ہے کہ میں اسے یوں مغموم کروں۔ فرمایا ہمارا یہ خیال تھا کہ یوں یہاں تمہارے قیام کا سامان ہو جاتا اس طول مرض میں کئی ہفتہ حاضری مسجد اقدس سے محروم رہا کہ میں جس بالا خانہ پر تھا چالیس زینہ کا تھا اور علالت و کمزوری میں اس سے اترنا اور چڑھنا مقدور نہ تھا۔

ایک ناواقف بزرگ کی دعا سے اعلیٰحضرت تندرست ہو گئے

مسجد الحرام شریف میں کوئی ناشناسا بزرگ میرے بھائی مولوی محمد رضا خان کو ملے تو فرمایا کئی دن سے تمہارے بھائی کو نہیں دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا علیل ہیں۔ پانی دم فرما کر

دیا کہ یہ پلاؤ اور اگر بخار باقی رہے تو میں دس بجے دن کے تم کو یہیں ملوں گا۔ دس بجے دن کے نہ بخار رہا نہ وہ ملے اور اب میں مسجد شریف اور کتبخانہ حرم شریف میں حاضر ہونے لگا۔

نماز کے اوقات

شہر مدینہ منورہ میں چوتھی صفر کا وہ واقعہ تھا جو مفتی حنفیہ کے ساتھ پیش آیا نماز صبح کے سوا کہ ہمارے یہاں اس میں اسفار یعنی خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا ہے تینوں مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہو جاتی ہیں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گذر کر ہے اس کے بعد حنفی نماز ہوتی اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرالیا کہ نماز عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اصح و احوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ "**اعلی الاعلام بان الفتوىٰ مطلقا علی قول الامام**" میں ہے

اذا قال الامام فصدقوه فان القول ماقال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی اس بار جماعت عصر میں بہ نیت نفل شریف ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں۔

اعلیٰحضرت کی امامت میں علماء مکہ نماز ادا کیا کرتے تھے

حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسمٰعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی نماز جماعت سے پڑھتے جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے پہلے شیخ عمر صبیحی کا مکان کرایہ پر لیا تھا۔

وحشی کبوتر کے جوڑے سے حسن سلوک

پھر سید عمر رشیدی ابن سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے بالاخانے کے در سلطانی پر میری نشست تھی دروازوں پر جو طاق تھے بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا تھا وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے جو اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے۔ جب علالت میں میرے لیے پلنگ لایا گیا وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا تاکہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ سطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھتے ان پر تنکے گرتے۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل نے فرمایا وحشی کبوتر بھی تیرا لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی صالحناھم فصالحونا ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کرلی۔ اس پر بعض علماء حاضرین نے فرمایا کہ ہم پر کیوں تنکے پھینکتے ہیں ہم نے ان سے کون سی جنگ کی ہے میں نے کہا میں یہاں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ یہ جہاں آکر بیٹھتے ہیں انہیں اڑاتے ہیں' کنکریاں مارتے ہیں' سلامیوں کی توپیں جب چھوٹتی ہیں یہ خوف سے تھرتھرا تھرتھرا کر رہ جاتے ہیں یہ سب میرا مشاہدہ ہے حالانکہ یہ حرم کے محترم وحشی ہیں انہیں اڑانا یا ڈرانا منع ہے۔ پیڑ کے سائے میں حرم کا ہرن بیٹھا ہو آدمی کو جائز نہیں کہ اسے اٹھا کر خود بیٹھے اس عالم نے فرمایا کہ یہ کبوتر ایذا دیتے ہیں' اوپر سے کنکریاں پھینکتے ہیں لیمپ کی چمنی توڑ دیتے ہیں' میں نے کہا کہ ابتدا میں ندا کرتے ہیں؟ کہا ہاں میں نے کہا تو فاسق ہوئے؟ اور کبوتر بالا جماع فاسق نہیں چیل کوے فاسق ہیں اس پر وہ ساکت ہو گئے۔

ایذا رساں جانور فاسق ہوتا ہے

شریعت میں وہ جانور فاسق ہے جو بغیر اپنے نفع کے بالمقصد ابتداً ایذا پہنچائے ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے جیسے چیل' کوا' بندر' چوہا' چیل اور کوے زیور اٹھا کر لے جاتے ہیں' بندر کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں' چوہے کتابیں کترتے ہیں' جس میں ان کا کوئی نفع نہیں محض براہ شرارت ایذا دیتے ہیں لہٰذا فاسق ہیں بخلاف بلی کے کہ اگرچہ مرغی کو پکڑتی ہے کبوتر کے پر توڑتی ہے مگر اپنی غذا کے لیے نہ تمہاری ایذا کے لیے کنکریاں اگر طاق میں ہوں

کبوتر کے چلنے پھرنے سے گریں گی نہ یہ کہ چمنی پر کنکری مارنا انہیں مقصود ہو اس قسم کے وقائع بہت تھے کہ یاد نہیں اگر اسی وقت منضبط کر لیے جاتے‘ محفوظ رہتے‘ مگر ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو اس کا احساس نہیں۔

طواف کے دوران بارش کا لطف

جب اواخر محرم میں بفضلہٖ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہا کر باہر نکلا ہوں کہ ابر دیکھا۔ حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برسنے میں طواف کرے وہ رحمت الٰہی میں تیرتا ہے فوراً سنگ اسود شریف کا بوسہ لے کر بارش میں بھی سات پھیرے طواف کیا۔ بخار پھر عود کر آیا مولانا سید اسمٰعیل صاحب نے فرمایا ایک ضعیف حدیث کے لیے تم نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی میں نے کہا حدیث ضعیف ہے مگر امید بحمداللہ تعالیٰ قوی ہے یہ طواف بحمداللہ تعالیٰ بہت مزے کا تھا بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔

حج کی تیاریاں شروع ہو گئیں

اس سے بھی زیادہ لطف کا طواف بفضلہٖ عزوجل گیارھویں ذی الحجہ کو نصیب ہوا تھا طواف زیارت کے لیے کہ بعد وقوف عرفہ فرض ہے۔ عام حجاج دسویں ہی کو منیٰ سے مکہ معظمہ جاتے ہیں میرے ساتھ مستورات تھیں اور خود بھی بخار اٹھائے ہوئے تھا۔ گیارھویں کو بعد زوال رمی جمار کر کے اونٹوں پر مع مستورات روانہ ہوا حرم شریف میں نماز عصر ادا کی آج تمام حجاج منیٰ میں تھے۔

سنگ اسود چومنے کا نفیس موقع ملا

اس دن حرم شریف میں صرف پچیس تیس آدمی تھے یہ طواف نہایت اطمینان سے ہوا ہر بار جی بھر کر سنگ اسود شریف پر منہ ملنا اور بوسہ لینا نصیب ہوا۔ ایک عربی صاحب جنہیں پہچانتا نہیں تھا مولیٰ تعالیٰ نے بے کہے مہربان فرما دیا کہ پھیرے کے ختم پر چند آدمی جو طواف کر رہے تھے انہیں روک کر کھڑے ہو جاتے کہ بہنوں کو سنگ اسود شریف کا بوسہ لینے دو یوں

ہر پھیرے پر میرے ساتھ کی مستورات بھی مشرف بہ بوسۂ سنگ اقدس ہوئیں والحمدللہ وتقبل۔

دیوار کعبہ کے ساتھ لپٹ کر دعائیں مانگیں

بعد ختم طواف دیوار کعبہ معظمہ سے لپٹا اور غلاف مبارک ہاتھ میں لے کر یہ دعا عرض کرنی شروع کی "یا واحد یاماجد لا تنزل عنی نعمة انعمتها علی" اور بہت پرکیف رقت طاری ہوئی کہ آزادی اور یک سوئی تھی مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب میرے برابر آ کر کھڑے ہوئے اور بآواز چلا کر رونا شروع کیا ان کے چلانے سے کچھ طبیعت بٹی پھر خیال آیا ممکن ہے کہ یہ مقبولان بارگاہ سے ہوں اور ان کے قرب کا فیض مجھ پر تجلی ڈالے اس تصور سے پھر اطمینان ہوگیا مغرب پڑھ کر منیٰ کو واپس آئے اس تقریباً تین مہینہ کے قیام میں میں نے خیال کیا کہ حدیث میں کسی کی سند میری سند سے عالی ہو تو میں ان سے سند لے کر علو حاصل کروں۔ بفضلہ تعالیٰ تمام علماء سے میری سند عالی تھی

علم جفر سیکھنے کی تمنا

یہ بھی خیال کیا کہ یہ شہر مکرم تمام جہان کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے ایک صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ جفر میں مشہور ہیں نام پوچھا معلوم ہوا مولانا عبدالرحمٰن دہان حضرت مولانا احمد دہان مکی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں نام سن کر خوش ہوا کہ یہ اور ان کے بڑے بھائی صاحب مولانا اسعد دہان کہ اب قاضی مکہ معظمہ ہیں مجھ سے سند حدیث لے چکے تھے میں نے مولانا عبدالرحمٰن دہان کو بلایا وہ تشریف لائے کئی گھنٹے خلوت رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاعدہ جو ان کے پاس تھا ناقص تھا قدرے اس کی تکمیل ہوگئی، اسی کے قریب سرکار مدینہ طیبہ میں واقع ہوا وہاں بھی ایک صاحب عبدالرحمٰن نام ہی کے ملے یہ عبدالرحمٰن دہان عربی ہیں اور عبدالرحمٰن آفندی ترکی شامی کئی روز متصل اور مسلسل تشریف لاتے اور نزدیک بیٹھ کر چلے جاتے۔ ہجوم حضرات اہل علم و معززین کے سبب انہیں بات کرنے کا موقع نہ ملتا ایک دن میں نے ان سے غرض پوچھی کہا تنہائی میں کہوں گا دوسرے دن ان کے لیے وقت نکالا کہا میں جفر میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے فرمایا کہ

یہاں نہ اب میرا زیادہ قیام نہ تیرا میں خاص اس کی تحصیل کے لیے تیرے پاس ہندوستان آؤں گا وہ تو نہ آئے مگر مولانا سید حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانے پر قیام فرمایا اور یہ علم اور علم آفاق و تکسیر سیکھے۔ انہیں کے لیے میں نے اپنا رسالہ ''اطائب الاکسیر فی علم التکسیر'' زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے۔ علم جفر میں اتنی دستگاہ ہوگئی تھی کہ پانچ سوالوں میں دو سوال کا جواب صحیح نکال لیتے کہ ان کے لیے میں نے اس علم سے اجازت تعلیم کا سوال پہلے کرلیا تھا اور جواب ملا کہ ضرور بتاؤ کہ یہ اسی کے واسطے اتنی دور سفر کرکے آئے ہیں۔ اگر چند مہینے اور رہتے تو امید تھی کہ سب جواب صحیح نکالنے لگتے۔ میں نے جو جداول کثیرہ اس فن کی تسہیل جلیل کے لیے اپنی طبعزاد ایجاد کی تھیں رخصت کے وقت انہی کے نذر کردیں کہ خود اس فن کے ترک کا قصد کرلیا تھا جس کی وجہ سوالوں کی کثرت سے لوگوں کا پریشان کرنا تھا۔

ایک امیر خاتون کی بیماری اور موت کا حال بتا دیا

بالخصوص یہ عجیب واقعہ کہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جن کا مذہب سنی نہ تھا انہوں نے میرے آقا زادے حضرت سیدنا سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب دامت برکاتھم العالیہ کے ذریعے سے سوال کرایا جواب نکلا ''سنیت اختیار کریں ورنہ شفا نہیں'' اور اس فن کا حکم ہے کہ جو جواب نکلے بلا رو و رعایت صاف کہہ دیا جائے میں نے یہی لکھ بھیجا۔ اس خاتون کو منظور نہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا حضرت ہی کے ذریعے سے یہ سوال آیا کہ موت کب ہوگی؟ اور کہاں ہوگی؟ اپنے شہر میں یا نینی تال پر کہ اس وقت تبدیلی آب و ہوا کے لیے مریضہ کا وہیں قیام تھا۔ یہ سوال ۸ شوال المکرم ۱۳۲۸ھ کو ہوا جواب نکلا محرم یعنی ماہ محرم میں موت ہوگی اور کہاں ہوگی اس کے جواب میں' میں نے ان کے شہر کے نام کا پہلا حرف اور اس کے بعد ق اور اس کے بعد ۲ کا ہندسہ اور آگے لفظ خویش لکھ دیا وہاں جفار بلائے گئے کہ اس معمہ کو حل کریں انہوں نے حرف نام شہر مراد لیا اور ق سے قریب اور ۲ سے حرف ب کہ اول لفظ بیت سے یعنی موت نینی تال میں نہ ہوگی بلکہ اپنے شہر میں مگر نہ اپنے محل میں بلکہ قریب بیت خویش دوسری جگہ میں۔ اور ایسا ہی واقع ہوا کہ ۱۷ محرم کو اپنے شہر کے ایک باغ

میں موت واقع ہوئی جب اس جواب کا شہرہ ہوا اطراف سے جلد بازوں کے خط ذیقعدہ ہی سے آنے لگے کہ تم نے تو موت کی خبر دی تھی اور ابھی نہ ہوئی میں نے کہا بھائیو اگر محرم سے پہلے موت واقع ہو تو جواب غلط ہو جائے گا نہ کہ تم اس کی صحت کے لیے ابھی موت تلاش کرتے ہو اور اس قسم کے طوفان بے تمیزی کے سبب میں نے یہ قصد کرلیا کہ اگر یہ جواب غلط گیا تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ باذنہٖ تعالیٰ پھر غلطی نہ ہو۔ یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود اور اکابر مصنفین کو کمال اخفا مقصود ہوتا ہے جو علوم ظاہر ہیں اور مصنفین اور معلمین ان کا اعلان چاہتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ کتاب کچھ کہتی ہے اور ناظر کچھ سمجھتا ہے تو اس علم میں ناظر کی غلط فہمی کیا تعجب ہے اور وہ بھی مجھ جیسے کے لیے جس نے نہ کسی سے سیکھا نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا۔

احمد نوری میاں کے تعویذات

صرف ایک قاعدہ بدوح یعنی کہ مزدوجات سے ہے والا حضرت عظیم البرکتہ حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۴ھ میں تعلیم فرمایا تھا اس کے بعد جو کتابیں اس فن کے نام سے رائج و مشہور ہیں ان کی نسبت اسی فن سے سوال کیا آپ نے ان پر نہایت تشنیع کی اور کہا کہ یہ سب مہمل و باطل اور جلا دینے کے قابل ہیں صرف دو کتابوں کی تعریف کی جو ان سب رائج کتابوں سے جدا ہیں جن میں ایک حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہے دونوں کتابیں مولیٰ عزوجل نے مجھے بہم کروا دیں مطالعہ کیا۔ جہاں تک بزور مطالعہ انکشاف ہوا اور جہاں مطلب حضرات مصنفین نے ذہن میں رکھا تھا اس کی نسبت جتنا قاعدہ معلوم ہولیا تھا اس سے سوال کیے اس نے مطلب بتایا ایک قاعدہ اور حل ہوا اب جو آگے الجھا اس سے پوچھا اس نے بتایا اور حل ہوا اس طور پر اس فن کی قدرے ابجد معلوم ہوئی۔

اعلیٰ حضرت کی علم جفر پر ایک کتاب

میری کتاب ''سفر السفر عن الجفر بالجفر'' انہیں مباحث میں ہے جس میں ساٹھ سوال و جواب ہیں یعنی جفر سے جفر کو واضح کرنے کی کتاب اس نے ایک دوسرے علم زائرجہ کے

ایک عظیم سر مکتوم کو بھی واضح کیا جس کی نسبت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زائرجہ میں ہے کہ زمانہ سیدنا شیث علیہ الصلوۃ والسلام سے اس راز کے اخفا کا حلفی عہد ہے۔ رسائل فن میں نہایت غامض چیستان کی طرح اس کے بارہ پتے دیے گئے ہیں ازانجملہ یہ کہ خاتم آدم میں ہے میں نے اس کی نسبت اسی پہلے قاعدہ جفر سے سوال کیا اس نے روشن طریقہ پر بتا دیا اب جو ان بارہ سہیلیوں کو دیکھوں تو سب خود بخود منکشف ہوگئیں میرے جی میں آیا کہ کچھ اس فن کی طرف بھی توجہ کروں کہ اس کا راز پنہاں کھل ہی گیا ہے اس اقدام کا ائمہ فن نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ چند روز کچھ اسمائے الٰہیہ تلاوت کیے جاتے ہیں مدت موعود میں خوش نصیب بندہ بکرم اللہ تعالیٰ زیارت جمال جہان آرا سے مشرف ہوتا ہے اگر سرکار اقدس سے اس فن میں اشتغال کا اذن ملے مشغول ہو ورنہ چھوڑ دے۔ میں نے وہ اسمائے طیبہ تلاوت کیے پہلے ہفتہ میں سرکار کا کرم ہوا جسے میں شاید پہلے ذکر کر چکا ہوں اس سے اذن کا استنباط ہوسکتا تھا مگر میں نے ظاہر پر محمول کر کے ترک کر دیا غرض جفر سے جو کچھ جواب نکلے گا ضرور حق ہوگا کہ یہ علم اولیاء کرام کا ہے' اہل بیت عظام کا ہے' امیر المومنین حضرت علی مرتضی کا ہے' رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مگر اپنی غلط فہمی پر کچھ اچنبھا نہیں تو اگر یہ جواب غلط گیا کافی محنت کروں گا اور صحیح اترا تو اس فن کا اشتغال چھوڑ دوں گا کہ آئے دن سوالوں کی محنت اور الٹے اعتراضوں کی دقت کون سہے! جواب بحمد اللہ تعالیٰ پورا صحیح اترا اور میں نے اشتغال چھوڑ دیا وہ طبغراد جد اول کہ تدقیق تمام سے بنائی تھیں اور جنہوں نے اس فن کے بہت اعمال مشکلہ کو حل کر دیا تھا چلتے وقت حضرت سید صاحب موصوف کے نذر کر دیں۔

مولانا عبدالغفار بخاری اعلیٰ حضرت سے فن حاصل کرنے آئے

ان سے پہلے مولانا عبدالغفار بخاری اسی فن کے سیکھنے کو تشریف لائے تھے انہوں نے حیدرآباد سے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام خطوط سے نہیں ہوسکتا خود آیئے۔ وہ مارہرہ شریف لائے اتنے میں حضرت بریلی تشریف لے آئے تھے میرے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان سلمہ کے یہاں رونق افروز ہیں کہ عصر کے وقت مولوی صاحب تشریف لائے۔ ماشاء اللہ کمال متقی و صالح و

عالم تھے وہ جہاں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں خیر و خوبی کے ساتھ رکھے۔ حضرت قدس سرہ نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ سیکھیں ان کو بتاؤ میں ارشاد حضرت کے سبب حسب قاعدہ اس فن سے اجازت طلب نہ کرسکا کہ اگر ممانعت ہوئی تو حکم حضرت کا خلاف کیونکر کروں گا۔ آٹھ مہینے تک انہیں سکھایا ایام سرما میں بعض دفعہ رات کے دو دو بج جاتے وہ عالم پورے تھے قواعد خوب منضبط کر لیتے آٹھ پہر میں ایک سوال نہایت اجلا باضابطہ مرتب فرما لیتے اور جواب تلاش کرنے نکالتے تو مجھے دکھاتے گذارش کرتا دیکھئے یہ جواب رکھا ہے اپنی ران پر ہاتھ مارتے کہ ہمیں کیوں نظر نہیں آیا میں گذارش کرتا کہ جتنی بات تعلیم کے متعلق تھی وہ آپ کو پوری آ گئی رہا جواب وہ القائے ملک ہے اگر القا نہ ہوا اپنا کیا اختیار! یہ اس کا نتیجہ تھا کہ اس علم سے بے اجازت لیے انہیں سکھایا۔ آٹھ مہینے رہے اور چلتے وقت فرما گئے کہ میں جیسا آیا تھا ویسا ہی جاتا ہوں۔ ان کی محبت و صلاح و تقویٰ کے سبب اکثر ان کی یاد آتی ہے جزیرہ سنگاپور سے ایک خط ان کا آیا تھا اس کے بعد کچھ پتا معلوم نہیں۔

سید حسین مدنی کی تعریف

سید حسین مدنی صاحب سا کوئی سیر چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں۔ حضرت سید اسمٰعیل مکی کا تذکرہ اکثر ان کے سامنے کرتا تو فرماتے سعادت ان کی کہ ان کی ایسی یاد تمہارے قلب میں سمائی ہوئی ہے آپ اپنے چلے جانے کے بعد وہ کیونکر دیکھیں کہ ان کی کتنی یاد ہے۔ یہاں سے ملک چین کو تشریف لے گئے تھے پھر ان کا خط بھی نہ آیا نہ مدتوں تک مدینہ طیبہ ان کا کوئی خط گیا ان کے چھوٹے بھائی سید ابراہیم مدنی ان سے پہلے یہاں تشریف لائے تھے وہ اس زمانہ میں قازان کو گئے ہوئے تھے جو ملک روس میں ہے اور یہ تبت کو ان کے بڑے بھائی سید احمد خطیب مدنی کے خطوط آتے کہ والدہ بہت پریشان ہیں سید حسین کہاں ہیں؟ یہاں کے پتا معلوم تھا اب سنا گیا ہے کہ شاید مدینہ طیبہ پہنچ گئے ہیں یہ سید صاحب محمد مدنی کا بیان ہے پار سال تشریف لائے تھے واللہ اعلم خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

اعلیٰحضرت مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے ہیں

(۱) بارگاہِ نبوی پر حاضری کا پہلا دن
(۲) علمائے مدینہ کی اعلیٰحضرت پر نوازشات
(۳) حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر علمائے مدینہ کی تقاریظ
(۴) مسجد قباء اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری
(۵) مدینہ منورہ سے واپسی

مدینہ پاک کو روانگی اور بارگاۂ رسول پر حاضری

صفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم کا مصمم ہوگیا۔ اونٹ کرایہ کر لیے سب اشرفیاں پیشگی دے دیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا۔ وہاں پانی کی جگہ چائے کی تواضع ہے اور انکار سے برا مانتے ہیں۔ ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار تو فنجاں تک پہنچا اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مضر ہے اور میرے گردے ضعیف' رات کو معاذ اللہ بشدت حوالی گردہ کا درد ہوا ساری رات جاگتے کٹی۔ صبح ہی سفر کا قصد تھا کہ مجبورانہ ملتوی رہا۔ اونٹ والوں سے کہہ دیا کہ تاشفا نہیں جاسکتے وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں۔ ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے دو ہفتہ سے زائد تک معالجہ کیے بحمداللہ تعالیٰ شفا ہوئی مگر اب بھی ان میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کیے سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں تکلیف بہت ہوگی اور حال یہ ہے مگر میں نہ مانا اور توکلا علی اللہ تعالیٰ چوبیس صفر ۱۳۲۴ ہجری کو ''کعبہ تن'' سے نکل کر ''کعبہ جان'' کی طرف روانہ ہوا۔ براہ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی سواری سے کیا حال ہوگا ولہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں ہوں گی بلکہ جدہ سے براہ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا مگر ان کے کرم کے صدقے ان سے استعانت عرض کی اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا حال کا ضرر پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ بار ہو جاتی تھی دفعتہً دفع ہوگئی وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ

گذرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علماء مکہ اعلیٰ حضرت کو الوداع کہنے آئے

حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک مکہ سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے۔ مجھ میں بوجہ ضعف مرض پیادہ چلنے کی طاقت نہ تھی پھر بھی ان کی تعظیم کے لیے ہر چند اترنا چاہا مگر ان حضرات نے مجبور کیا۔ پہلی رات جو جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے ''قصیدہ حضور جان نور ۱۳۲۴ھ'' میں کیا جو حاضری دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا ؎

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

جدہ سے کشتی کا سفر

جدہ سے کشتی میں سوار ہوئے کوئی تیس چالیس آدمی اور ہوں گے کشتی بہت بڑی تھی جسے ''ساعیہ'' کہتے ہیں۔ اس میں جہاز کا سا مستول لگا ہوا تھا ہوا کے لیے پردے حسب حاجت مختلف جہات پر بدلے جاتے۔ حبشی ملاح کہ اس کام پر مقرر تھے ان کے کھولنے باندھنے کے وقت اکابر اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام لے لے کر عجیب اچھے لہجے سے ندا کرتے جاتے۔ ایک حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو دوسرا حضرت سیدی احمد کبیر کو تیسرا حضرت سیدی احمد رفاعی کو چوتھا حضرت سیدی احدل کو علی ہذا القیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ رسوں کے ہر کشش پر ان کی آوازیں عجیب دلکش لہجے سے ہوتیں اور بہت خوش آتیں کشتی میں ایک بصری صاحب نے اپنی حاجت سے بہت زیادہ جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا ان سے کہا گیا نہ مانے۔ معلوم ہوا کہ ان پر اثر ان دوسرے بصری شیخ عثمان کا ہے میں نے ان سے کہا یا شیخ انہوں نے کہا الشیخ عبدالقادر الجیلانی شیخ تو حضرت عبدالقادر جیلانی ہیں ان کے اس کہنے کی لذت آج تک میرے قلب میں ہے۔ انہوں نے ان پہلے بزرگ کو سمجھا دیا اس

کے بعد جب ان کو کچھ حالات معلوم ہوئے پھر تو وہ نہایت مخلص بلکہ کمال مطیع تھے تین روز میں کشتی ''رابغ'' پہنچی۔ یہاں کے سردار شیخ حسین خسکی کے مکان قیام کے لیے تھے جب ان میں اترا خدا معلوم لوگوں کو کس نے اطلاع دی ان کے بھائی ابراہیم مع اعزہ کی ایک جماعت کے تشریف لائے اور اپنے بیان کا ایک نزاعی مقدمہ کہ مدت سے نافیصل پڑا تھا پیش کیا میں نے حکم شرع عرض کیا بحمدہ تعالیٰ باتوں ہی باتوں میں باہم فیصلہ ہوگیا۔

اونٹوں کے قافلہ پر مدینہ کو روانگی

ربیع الاول شریف کا ہلال ہم کو یہیں نظر آیا یہاں سے اونٹ کرایہ کیے گئے۔ نماز عصر پڑھ کر سوار ہونا ہوا تمام اسباب قلعہ کے سامنے سڑک پر نکال کر رکھا تھا۔ گنتی کے اونٹوں کا قافلہ تھا ہم لوگ سوار ہوگئے اور یہ خیال کیا کہ حاجی صاحب اسباب بار کرا دیں گے۔ حاجی صاحب بھی سوار ہو گئے اور اسباب وہیں سڑک پر پڑا رہ گیا۔ جب منزل پر پہنچے اب نہ کپڑے ہیں، نہ برتن ہیں، نہ گھی ہے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** یہ پانچ منزلیں ساتھیوں کے برتنوں اور منازل پر وقتاً فوقتاً مزید حوائج سے گذریں۔ چھٹے دن بحمد اللہ تعالیٰ خاک بوس آستان جنت نشان ہوئے والحمدللہ رب العٰلمین راہ میں جب ''پیر شیخ'' پر پہنچے ہیں منزل چند میل باقی تھی اور وقت فجر تھوڑا جمالوں (ساربانوں) نے منزل ہی پر رکنا چاہا اور جب تک وقت ساربان نماز نہ بتائیں اور میرے رفقا اتر پڑے قافلہ چلا گیا کرمچ کا ڈول میرے پاس تھا رسی نہیں تھی۔ اور کنواں گہرا عمامہ باندھ کر پانی بھرا وضو کیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ نماز ہوگئی اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ طول مرض سے ضعف شدید ہے اتنے میل پیادہ کیونکر چلنا ہوگا۔ منہ پھیر کر دیکھا تو ایک جمال (ساربان) محض اجنبی اپنا اونٹ لیے میرے انتظار میں کھڑا ہے۔ حمد الٰہی بجالایا اس پر سوار ہوا اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم یہ اونٹ کیسے لائے کہا ہمیں شیخ حسین نے تاکید کر دی تھی کہ شیخ کی خدمت میں کمی نہ کرنا کچھ دور آگے چلے تھے کہ میرا اپنا جمال (ساربان) اپنا اونٹ لیے کھڑا ہے اس سے پوچھا کہا کہ جب قافلے کے جمال نہ ٹھہرے میں نے کہا شیخ کو تکلیف ہوگی قافلے میں سے اونٹ کھول کر واپس لایا یہ سب میرے سرکار اکرم کی رحمتیں تھیں صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علیہ وعلی عترتہ قدر رافتہ ورحمتہ درنہ

کہاں یہ فقیر اور کہاں سردار رابغ شیخ حسین جن سے جان نہ پہچان اور کہاں وحشی مزاج جمال (ساربان) اور ان کی یہ خارق العادات روشیں۔

بارگاہ رسالت میں حاضری کا پہلا دن

سرکار اعظم میں حاضری کے دن بدن کے کپڑے میلے ہو گئے تھے اور کپڑے رابغ میں چھوٹ گئے تھے اور ایک یا دو منزل پہلے شب کو ایک جوتا کہیں راستے میں نکل گیا تھا یہاں عربی وضع کا لباس اور جوتا خرید کر پہنا اور یوں مواجہہ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی۔ یہ بھی سرکار ہی کی طرف سے تھا کہ اس لباس میں بلانا چاہا دوسرے دن رابغ سے ایک بدوی پہنچا اونٹ پر سوار اور ہمارا تمام اسباب کہ چلتے وقت قلعہ کے سامنے چھوٹ گیا تھا اس پر بار کیے ہوئے آ پہنچا۔ اس نے شیخ حسین کا رقعہ لاکر دیا کہ آپ کا یہ اسباب رہ گیا تھا روانہ کرتا ہوں میں ہر چند اس بدوی صاحب کو آتے جاتے منزلوں کی محنت کا نذرانہ دیتا رہا مگر انہوں نے نہ لیا اور کہا ہمیں شیخ حسین نے تاکید فرمادی ہے کہ شیخ سے کچھ نہ لینا۔

مدینہ منورہ کے علما کرام کی مہربانیاں

یہاں کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا بحمداللہ تعالٰی اکتیس ۳۱ روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارھویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی صبح سے عشاء تک اسی طرح علماء وعظما کا ہجوم رہتا بیرون ''باب مجیدی'' مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الٰہ آبادی رہتے تھے ان کی خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں ''حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ'' پر تقریظوں میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی جزاہ اللہ خیرالخیراء کثیراً۔

یہاں بھی اہل علم نے ''الدولۃ المکیہ'' کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ صاحب نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی میرے چلے آنے کے بعد یہی مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علماء جو موسم میں خاک بوس آستانہ اقدس ہوتے جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے اور تقریظیں لیتے اور بہ صیغۂ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ علماء کرام نے یہاں بھی فقیر سے

سندیں اور اجازتیں لیں۔

شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی

خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی اس فقیر سے خطاب میں ''یا سیدی'' فرماتے۔ میں شرمندہ ہوتا ایک بار میں نے عرض کی حضرت سید تو آپ ہیں فرمایاواللہ تم سید ہو میں نے عرض کی میں سیدوں کا غلام ہوں فرمایا تو یوں بھی سید ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مولی القوم منھم قوم کا آزاد شدہ غلام بھی انہیں میں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل نجات عطا فرمائے آمین۔ یوں ہی حضرت سید عباس رضوان و مولانا سید مامون بری و مولانا سید احمد جزائری و مولانا شیخ ابراہیم خربوطی و مفتی حنفیہ مولانا تاج الدین الیاس و مفتی حنفیہ سابقا مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی وغیرھم حضرات کے کرم بھولنے کے نہیں۔ ان مولانا داغستانی سے قبا شریف میں ملاقات ہوئی تھی کہ وہیں اٹھ گئے تھے مکہ معظمہ کی طرح زیادہ اہم ''حسام الحرمین'' کی تصدیقات تھیں جو بحمداللہ تعالیٰ بہت خیر و خوبی کے ساتھ ہوتیں۔ زیادہ زمانہ قیام انہیں کے پاس گذر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظمہ دیکھتے اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔

''حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ'' پر علمائے مدینہ نے تقاریظ لکھیں

مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے ''حسام الحرمین'' پر چند ورق کی تقریظ لکھی اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کر کے شائع کرنا ایسا ہی کیا گیا ''حسام الحرمین'' کا کام پورا ہونے کے بعد ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظات کا خیال ہوا دونوں حضرات مفتی حنفیہ نے مدینہ طیبہ اور قبا شریف میں تقریظیں فرمائیں۔

اعلیٰحضرت نے اپنی کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' مفتی شافعیہ مدینہ کو خود پڑھ کر سنائی

تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی۔ یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے یہ ٹھہری کہ ان کے داماد سید عبداللہ صاحب کے مکان پر اس کتاب کے سننے کی مجلس ہو۔ عشا کہ وہاں اول

وقت ہوتی ہے۔ پڑھ کر بیٹھے میں نے کتاب سنانی شروع کی بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے میری غلطی کہ میں نے حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے جو مفتی صاحب کو اپنے عظمت شان کے سبب ناگوار ہوئے۔ جابجا میں نے ان کا ذکر الفیوض الملکیہ حاشیہ ''الدولۃ المکیہ'' میں کر دیا ہے بارہ بجے جلسہ ختم ہوا اور مفتی صاحب کے قلب میں ان جوابوں کا غبار رہا مجھے بعد کو معلوم ہوا اس وقت اگر اطلاع ہوتی میں معذرت کر لیتا۔ ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر طرابلسی شلبی کہ درس میں فقیر کے پاس آئے اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے۔ حامد رضا خان نے انہیں جواب دیئے جس کا جواب وہ نہ دے سکے اور وہ بھی سینہ میں غبار لے کر اٹھے۔ ان کا غبار مجھے معلوم ہوگیا تھا جس کی میں نے پروا نہ کی انصاف پسند تو اس کے ممنون ہوتے ہیں جو انہیں صواب کی طرف راہ بتائے نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں اور بتانے سے رنجیدہ ہوں۔

مولانا کریم اللہ کا مدینہ منورہ میں اعلیٰحضرت کو خراجِ تحسین

فقیر کو متواتر ناسازیوں کے بعد مکہ معظمہ میں جو کئی مہینے گزرے واللہ اعلم وہ کیا بات تھی جس نے حضرات کرام مدینہ طیبہ کو اس ذرہ بے مقدار کا مشتاق کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ مولانا کریم اللہ صاحب فرماتے تھے کہ علماء تو علماء بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا اور یہ جملہ فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں واللہ یہ لفظ تھا ''کہ جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا'' اور تمہارے پاس علماء کا یہ ہجوم ہے میں نے عرض کی میرے سرکار کا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کریماں کہ در فضل بالا تراند سگاں پرورند و چناں پرورند

اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں ہموں کو پالتے ہیں اور ایسا پالتے ہیں

مسجد قبا اور روضہ سیدالشہداء پر حاضری

ایام اقامت سرکار اعظم میں صرف ایکبار مسجد قبا شریف کو گیا اور ایکبار زیارت حضرت سیدالشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاضر ہوا باقی وقت سرکار اقدس کی بارگاہ میں ہی کی حاضری رکھی۔ سرکار کریم ہیں اپنے کرم سے قبول فرمائیں اور خیریت ظاہر و باطن کے

ساتھ پھر بلائیں ۔ ہمکو مشکل ہے انہیں آسان ہے!

مدینہ پاک سے جدہ کو واپسی

رخصت کے وقت قافلے کے اونٹ آئے۔ میں پابرکاب ہوں۔ اس وقت علماء کو اجازت نامے لکھ کر دیئے وہ سب تو ''الاجازت المتینہ'' میں طبع ہو گئے اور یہاں آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخواستیں آیا کیں اور اجازت نامے لکھ کر دیئے گئے یہ درج رسالہ نہیں۔ چلتے وقت حضرات مدینہ کریمہ نے بیرون شہر دور تک مشایعت فرمائی اب مجھ میں طاقت نہ تھی ان کی معاودت تک میں بھی پیادہ ہی رہا اونٹ جدہ کے لیے کئے گئے تھے مگر علماء کے ساتھ پیادہ پا چلتا رہا اب موسم سخت گرمی کا آ گیا تھا اور بارہ منزلیں' منزل پر ظاہر کی نماز کہ ٹھیک زوال ہوتے ہی پڑھتا تھا اور مع قافلہ روانہ ہوتا تھا سر پر آفتاب اور پاؤں کے نیچے گرم ریت یا پتھر۔

حاجی کفایت اللہ اور مولوی نذیر احمد کی سفر میں خدمات

اللہ تعالیٰ مولوی نذیر احمد صاحب کا بھلا کرے فرضوں میں تو مجبور تھے کہ خود بھی شریک جماعت ہوتے مگر میں جب سنتوں کی نیت باندھتا چھتری لے کر سایہ کرتے جب پہلی رکعت کے سجدے میں جاتا۔ پاؤں کے نیچے اپنا عمامہ رکھ دیتے کہ باقی رکعتوں میں پاؤں نہ جلیں ابتدا سے یوں فکر مند تھے کہ میں عمامہ رکھنا درکنار نماز میں چھتری لگانے پر بھی راضی نہ ہوتا انہوں نے اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے اس سفر مبارک میں بلاطمع' بلامعاوضہ محض اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جیسے آرام دیئے اللہ تعالیٰ ان کا اجر عظیم دنیا و آخرت میں ان صاحبوں کو عطا فرمائے آمین۔

جدہ سے جہاز پر روانگی

جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا۔ بمبئی کے ٹکٹ بٹ رہے تھے خریدے اور روانہ ہوئے جب عدن پہنچے معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا' دھوکا دیا۔ عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتریں اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں۔

اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا کہ بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہوگا ہم نے کہا اس مصیبت کو کون جھیلے اس سے کراچی ہی بھلی۔ راستہ میں سمندری طوفان آیا ایسا سخت کہ جہاز کا لنگر ٹوٹ گیا سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی۔

اعلیٰحضرت کی کراچی میں آمد

جب کراچی پہنچے تو ہمارے پاس صرف دو روپے باقی تھے اور اس زمانہ تک وہاں کسی سے تعارف بھی نہ تھا۔ جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل پر چنگی کی چوکی جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر، اسباب کشیر، یہاں سے محصول تک دینے کو نہیں ہر چیز کی تعلیم و ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول لگا گیا۔ ہم نے شکر الٰہی ادا کیا اور بارہ آنے دے دیئے چند منٹ بعد پھر وہ واپس آیا اور کہا نہیں نہیں اسباب دکھاؤ سب صندوق وغیرہ دیکھے اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپیہ باقی رہا اس میں منجھلے بھائی مرحوم حسن رضا خان کو تار کر دیا کہ دو سو روپیہ بھیجو یہاں وہ تار مشتبہ ٹھہرا کہ بمبئی سے آتا کراچی سے کیسا آیا؟ تاہم روپے پہنچ گئے بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے۔ وہاں جانا پڑا مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب وغیرہ احباب احمد آباد کو اطلاع ہوئی آدمی بھیجے باصرار احمد آباد لے گئے۔ زنانہ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خان اور حامد رضا خان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا میں کراچی میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا وہاں وہابیوں خذلھم اللہ تعالیٰ کو بفضلہٖ تعالیٰ جب شدید ذلتیں اور ناکامیاں ہوئیں المرجفون فی المدینۃ کی وراثت سے یہاں یہ اڑا رکھی کہ معاذ اللہ فلاں قید ہوگیا ہے بمبئی آکر یہ خبر سنی۔

واپسی پر اعلیٰحضرت نے بمبئی میں تقریر کی

احباب نے ایک مجلس بیان منعقد کی اور چاہا کہ ان لوگوں کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے۔ واحد قہار نے ان کا کذب خود ہی سب پر روشن فرما دیا تھا مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی

ہاں اتنا ہوا کہ آیہ کریمہ انا فتحنالک فتحاً مبینا کا بیان کیا اور اس میں فتح مکہ معظمہ اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کی حدیث ذکر کی۔ اس میں کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا تھا یہاں انہیں دیر لگی کافروں نے اڑا دیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے ہیں میرے آنے سے پہلے ہی لوگوں نے مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو استفسار واقعات کے خطوط لکھے جس کے جواب انہوں نے وہ دیئے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہوگیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ والحمدللّٰہ رب العلمین ان میں سے بعض جوابات میرے دیکھنے میں بھی آئے جن میں فرمایا ہے کہ یہ خبیث کذابوں کا کذب خبیث ہے اس کو تو مکہ معظمہ میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ وہابیہ کی تو کیا شکایت کہ وہ پورے اعدا ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔

وہابیوں کے اعتراضات پر اظہار خیال

ان کے افتراؤں نے بعض جاہل کچے سنیوں کو بھی میرا مخالف کر دیا تھا۔ یہ بہتان لگا کر کہ یہ معاذ اللہ شیخ مجدد کو کافر کہتا ہے اور جب مکہ معظمہ میں علم غیب کا مسئلہ بفضلہٖ تعالیٰ باحسن وجوہ روشن ہوگیا، علم الٰہی و علم نبوی کا غیر متناہی فرق میں نے ظاہر کر دیا تو اب یہ کہانی جوڑی کہ عیاذاً باللہ یہ قدرت نبوی کو قدرت الٰہی کے برابر کہتا ہے کچے ناسمجھ لوگ آیہ کریمہ یآیھاالذین امنوا ان جآء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالة فتصبحوا علی مافعلتم نٰدمین٥ پر عمل کرنے والے ان کے داؤں میں آ گئے۔ مدینہ طیبہ میں ایک ہندی صاحب مولوی شیخ الحرم عثمان پاشا کے یہاں کچھ دخیل تھے۔ ایک مدرسہ کے نام سے ہندوستان سے چندہ منگاتے یہ بھی انہیں کذابوں کی باتوں سے متاثر ہوئے میں ابھی مکہ معظمہ ہی میں تھا یہاں جو فتح و ظفر مولیٰ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور پھر میرے عزم حاضری سرکار اعظم کی خبر مدینہ طیبہ پہنچی ان صاحب نے اپنے زعم پر کہ مجازی حاکم شہر کے یہاں رسائی ہے یہ لفظ فرمائے کہ ''وہاں تو اس نے اپنا سکہ جمالیا آنے تو دو یہاں آتے ہی قید کرا دوں گا۔'' مولیٰ عزوجل کی شان میری سرکار سے ان کو یہ جواب ملا کہ میں ابھی مکہ معظمہ ہی میں ہوں

ان کی نسبت دھوکے سے چندہ منگانے کا دعویٰ ہوا اور جیل خانے بھیج دیئے گئے۔ جب میں حاضر ہوا وہ میعاد کاٹ کر آچکے تھے مسجد کریم میں مجھ سے ملے اور فرمایا میں تنہائی میں ملنا چاہتا ہوں میں نے کہا علماء و عظماء کی تشریف آوری کا ہجوم آپ دیکھتے ہیں مجھے تنہائی نصف شب کو ملتی ہے کہا میں اسی وقت آؤں گا۔ میں نے کہا اس وقت بندش ہوتی ہے کہا میرے لیے بندش نہ ہوگی تشریف لائے اور کلمات ندامت و استغفار فرمائے۔ میں نے معاف کیا اور میرے دل میں بحمدہ تعالیٰ اس کا کچھ غبار بھی نہ تھا پھر ہندوستان تشریف لاکر بھی مجھ سے ملے اظہار نام کی ضرورت نہیں۔ چو باز آمدی ماجرئٰ در گزشت!

یہ تمام وقائع ایسے نہ تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا۔ ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آتے اور جاتے اور ایام قیام ہر دو سرکار کے واقعات روزانہ تاریخ وار قلمبند کرتے تو اللہ اور رسول کی بے شمار نعمتوں کی بحمدہ یادگار ہوتی ان سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہوگیا جو یاد آیا بیان کیا نیت کو اللہ عزوجل جانتا ہے قال تبارک و تعالیٰ **واما بنعمة ربک فحدث** اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ برکات میں ان دعاؤں کی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائیں **والحمدلله رب العٰلمین والصلواۃ والسلام علی الحبیب الکریم و آلہٖ وصحبہٖ اجمعین**

اعلٰحضرت نے پیلی بھیت میں مدرسۃ الحدیث کا سنگ بنیاد رکھا

نبیرہ حضرت محدث سورتی قدس سرہ العزیز جناب مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۳۰۱ھ میں آپ (اعلٰحضرت امام اہلسنّت) پیلی بھیت تشریف لے گئے حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی استدعا پر اپنے ہاتھ سے ''مدرسۃ الحدیث'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس تقریب میں بدایوں' لکھنؤ' رامپور اور پنجاب کے بہت سے علماء شریک تھے۔ سنگ بنیاد سے فارغ ہو کر علماء کرام اور ہزاروں مسلمانوں کے اجتماع میں تقریباً تین گھنٹے صرف حدیث کے موضوع پر تقریر فرماتے رہے۔ اس تقریب کے بعد موقع پر کم و بیش تین سو مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ اپنی حیات میں ۱۹ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور ہمیشہ ''مدرسۃ الحدیث'' کی عمارت میں اپنے مخلص

میزبان حضرت محدث سورتی کے پاس قیام فرمایا۔

مراد آباد میں مولانا شاہ فضل رحمٰن نے اعلیٰحضرت سے اپنی ٹوپی تبدیل کی

انہیں کا بیان ہے کہ ۱۳۰۹ھ آپ گنج مراد آباد تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت محدث سورتی بھی تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی آمد سے مطلع ہو کر قصبہ سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔ خانقاہ رحمانیہ میں شاہ صاحب کے مخصوص حجرہ میں قیام پذیر ہوئے۔ عصر کے بعد ایک صحبت میں شاہ صاحب نے حاضرین سے یہ فرماتے ہوئے کہ ''مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے۔'' اپنی ٹوپی اعلیٰحضرت کو اڑھائی اور حضرت کی ٹوپی خود اوڑھ لی۔

محدث سورتی کے صاحبزادے کی شادی میں اعلیٰحضرت کی شرکت

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰحضرت ۱۳۲۳ھ میں حضرت محدث سورتی کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی شادی میں بارات کے ہمراہ گنج مراد آباد تشریف لے گئے۔ مولانا عبدالاحد صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بارات کی واپسی کے وقت ۳۲ مرد اور ۸ عورتیں ہمراہ تھیں۔ اہل ہونے کی وجہ سے گنج مراد آباد سے اسٹیشن مادھو گنج تک ۱۰ میل کا راستہ بیل گاڑیوں سے طے کرنا پڑتا تھا۔ حضرت نے یہ تمام راستہ پالکی کے ذریعے طے فرمایا۔ اس جنگلی راستے میں عصر و مغرب کے درمیان جب کہ اسٹیشن ۳ میل رہ گیا تھا قریب کے گاؤں سے ایک شخص نے آکر اطلاع کی کہ ڈاکو بارات لوٹنے آرہے ہیں۔ حضرت کو جب اس واقعہ کی خبر کی گئی تو فرمایا آنے دو اللہ اور اس کا محبوب ہماری مدد فرمائے گا۔ ڈاکوؤں کا گروہ جب آتا ہوا معلوم ہوا تو حضرت خود آگے بڑھ کر ان کے قریب تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ ہم تمہارے علاقے کے ایک برگزیدہ بزرگ کے خاندان کی لڑکی بیاہ کر لے جا رہے ہیں کیا ایسی حالت میں بھی تم ہمارا لوٹنا مناسب سمجھتے ہو۔ حضرت کے اس فرمان کے بعد خدا نے ایسی عنایت فرمائی کہ ۱۶ ڈاکوؤں کا مسلح گروہ اپنے خیال سے باز آیا اور حضرت سے معذرت چاہی۔ شب کو آٹھ بجے یہ بارات اسٹیشن پر پہنچی اور رات کو وہیں قیام کیا۔ حضرت کی نورانی شخصیت نے اس واقعہ سے بہت جلد اطراف کے

دیہات میں ایک عام شہرت حاصل کرلی۔ صبح کو ڈاکوؤں کے گروہ کے چند مسلمان بہت سے دیہاتیوں کے ساتھ اسٹیشن پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تائب ہوکر بیعت حاصل کی۔

اعلیٰحضرت سیتاپور میں تشریف فرما ہوئے

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کو مارہرہ شریف بیعت ہونے کی وجہ سے وہاں کے جملہ صاحبزادگان سے ایک خاص خلوص و محبت تھی۔ مارہرہ شریف کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید شاہ محمد صادق صاحب کا قیام سیتاپور میں تھا۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن میاں صاحب سے اعلیٰحضرت کے تعلقات بہت ہی مخلصانہ و محبانہ تھے اس وجہ سے بھی سیتاپور تشریف لانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور ایک دفعہ سفر خاص ایک اثر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادہ سے بھی ہوا۔ وہ سفر آپ نے اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے ساتھ کیا تھا اس واقعہ کو مولوی محمد عبدالشاہد خاں صاحب شیروانی نے اپنے رسالہ ''باغی ہندوستان'' یعنی سوانح و حالات استاذ الاساتذہ مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز میں اس طرح لکھا ہے ص۲۲ مولانا (فضل امام یعنی والد ماجد حضرت مولانا فضل حق صاحب قدس سرہ) روحانیت میں بھی بلند مرتبہ رکھتے ان کے والد شیخ محمد ارشد صاحب فرشتہ سیرت انسان تھے مولانا احمد اللہ ابن حاجی صفت اللہ محدث خیرآبادی سے بیعت تھے آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں فوت ہوگئے۔ بہ تقاضائے نوعمری احکام شرعیہ کے پابند نہ تھے اس لیے مولوی ارشد صاحب کو تشویش رہی تھی۔ پیر و مرشد کی خدمت میں قلبی بے چینی ظاہر کی پیر نے دعا کی۔ شب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ سرور رسالت پکی باغ میں (جہاں مرحوم کی قبر تھی) تشریف لائے اور بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا بعد نماز فجر پیر و مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارکباد دینے روانہ ہوئے راستہ میں دونوں ملاقاتی ہوئے تو ایک دوسرے کو بشارت کا حال بتایا وہیں سے دونوں پکی باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ مقام معہود پر وضو کا اثر یعنی یہ پانی کی تری موجود تھی۔ ایک عرصے تک لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے رہے۔ مولانا تقی علی خان صاحب بھی مع اپنے صاحبزادہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے

۱۳۰۹ھ میں اس مقام کی زیارت کے لیے بریلی سے خیرآباد پہنچے اور مولانا حسن بخش کے مہمان ہوئے۔ افسوس نہ اب وہ درخت باقی نہ اس جگہ کا پتا چل سکتا ہے۔ مفتی فخرالحسن خیرآبادی جو ان معزز مہمانوں کی زیارت میں شریک رہے تھے حظیرہ کے پاس اس بیل کے درخت کی جگہ بتاتے ہیں۔ جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ میں ۱۳۰۹ھ کا سال لکھنے میں غلطی ہوئی اس لیے کہ حضرت مولانا تقی علی خان صاحب کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا تھا تو وصال کے بارہ سال بعد اعلیٰحضرت کے والد ماجد صاحب اس سفر میں کیونکر ساتھ ہو سکتے ہیں اس لیے میں نے تحقیق کے لیے مخلصی جناب مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب خیرآبادی کو خط لکھا انہوں نے اپنے والا نامہ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ میں تحریر فرمایا:

مولانا سید نجم الحسن خیرآبادی کا ایک خط

ذوالمجد والکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مکرمت نامہ پہنچا۔ کاشف احوال ہوا۔ اعلیٰ حضرت کی تشریف کا واقعہ مولف کتاب کو میں نے ہی بتلایا تھا اور خود انہوں نے والد صاحب قبلہ مدظلہ (مولانا فخرالحسن صاحب) سے یہی دریافت کیا تھا۔ اعلیٰحضرت اس سلسلے میں میرے دادا مولانا حسین بخش صاحب مرحوم کے پاس تشریف لائے تھے۔ ساتھ میں مولانا تقی علی خاں صاحب نوراللہ مرقدہ بھی تھے۔ آج آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر محترم والد صاحب نے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے بخوبی یاد ہے اور اتنا یاد ہے کہ میں قسم کھا سکتا ہوں کہ اعلیٰحضرت مع والد بزرگوار تشریف لائے تھے۔ سیتاپور کسی ضرورت سے آنا ہوا ہوگا وہاں سے اونٹ گاڑی پر خیرآباد تشریف فرما ہوئے دادا صاحب نے والد صاحب کے مقام متبرک کی زیارت کے لیے ساتھ کر دیا تھا سنہ کا تعین ممکن ہے غلط ہو گیا ہو۔ خود والد صاحب کو ذاتی طور پر سنہ یاد نہیں ہے۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے خلاف بدعقیدہ مولویوں کی فریاد

مقدمۂ بدایون

(۱) مقدمے کا فیصلہ امام احمد رضا خان کے حق میں ہوا

(۲) علمائے اہلسنّت نے مقدمہ جیتنے پر جشن تشکر منایا

(۳) مولانا حشمت اللہ ایڈووکیٹ نے پچاس وکیلوں کا مقابلہ کیا

(۴) بریلی شہر کی گلیاں پھولوں سے اَٹ گئیں

(۵) علمائے اہلسنّت کے پچاس وفد مبارک دینے کو آئے

بدایوں میں مخالفین نے اعلیٰحضرت پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا

جناب سید ایوب علی صاحب رضوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ "مدرسہ شمس العلوم بدایوں" والوں نے کسی شخص کے نام سے آپ پر دعویٰ ہتک عزت دائر کیا ہے اور مدعا علیھم میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت اور مولانا حامد رضا خان صاحب' مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں' حاجی شاہد علی خان صاحب' مولوی امجد علی صاحب کا نام لکھوایا ہے اور پیروی مقدمہ میں بدایوں کے تمام وکلا سرگرم ہیں جن کی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی۔ اس پر حضور نے اپنی مسجد میں ارشادفرمایا کہ "انہوں نے انگریز کی کچہری میں دعویٰ دائر کیا ہے اور میں اپنی سرکار میں استغاثہ پیش کرتا ہوں" اس طرف سے پچاس نہیں پانچ سو وکیل ہوں میرے لیے **حسبنااللّٰہ ونعم الوکیل** کافی ہے۔

یہ مقدمہ عبدالغفار خان' نامی مجسٹریٹ بدایوں کے سپرد ہوتا ہے۔ وہاں سے مذکورہ مدعا علیھم کے نام سمن جاری ہوتے ہیں تاریخ پیشی پر سب لوگ بدایوں پہنچتے ہیں اور حضور کی طرف سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ داخل ہو جاتا ہے۔ غرض چند بار ایسا ہی ہوا کہ تاریخ پیشی پر اعلیٰحضرت قبلہ کی طرف سے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ داخل کیا گیا۔ اب تو اہل بدایوں حضور کے کچہری میں حاضر ہو جانے ہی کو اپنے مقدمے کی جیت سمجھنے لگے ادھر مجسٹریٹ بھی توجہ دلانے کے درپے ہوگیا۔ ایک بار بابو فرحت علی خان صاحب بریلی کیمپ سے ایک بہت بڑے فوجی

ڈاکٹر کو معائنہ کے لیے آستانہ پر لائے۔ حضور اندر مکان میں تشریف فرما تھے۔ اتفاق سے اس وقت حضور کا سر مبارک کھلا ہوا تھا ڈاکٹر آیا اور پیچھے سرہانے کھڑے ہو کر کچھ دیر تک بغور دماغ کی طرف دیکھتا رہا اور باہر آ کر بابو فرحت علی خان صاحب سے انگریزی میں کہا کہ اس کا دماغ بہت بڑا ہے۔ پھر کہنے لگا ہمارے یہاں کتابوں میں بہتر دماغ کی جو شبیہ دکھائی گئی ہے اس کے مشابہ میں نے اس دماغ کو پایا۔ نبض پر بھی ہاتھ رکھا تھا اور سرٹیفکیٹ میں از خود اپنی رائے کا اظہار کیا کہ انہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنا چاہیے بہت کمزور ہیں۔ اس کے بعد موٹر میں بیٹھا بھی نہ تھا کہ حضور عصر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف تشریف لاتے ہوئے نظر پڑے۔ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ اگر ڈاکٹر دیکھے گا تو کیا کہے گا مگر اس نے اس طرف توجہ بھی نہ کی اور نہ حضور نے اس کی پروا کی کہ مسجد میں آنے میں قدرے توقف فرماتے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ اُن کی جسمانی قوت مجاہدوں اور ریاضتوں کی واقعی نذر ہو چکی تھی۔ لاغری کا یہ عالم تھا کہ شکم مبارک پشت مبارک سے لگ گیا تھا۔ سجدہ کرتے وقت آنتوں کی گڑگڑاہٹ صاف سننے میں آتی تھی۔ عصائے مبارکہ کے سہارے سے نماز پڑھا کرتے۔ کبھی بیٹھ کر پڑھتے نہ دیکھا یہاں تک کہ جس جمعہ کو وصال ہوا ہے اس سے پچھلے جمعہ میں سردار ولی خان صاحب نے نماز میں قیام وقعود کرائے اور جنہوں نے بعد نماز بایمائے اعلیٰ حضرت عوام پر ظاہر کر دیا کہ میں جمعہ دوسری مسجد میں پڑھ آیا تھا پانچوں وقت کی نماز مسجد ہی میں ادا فرماتے خواہ کچھ ہی حال ہو کیسی ہی نقاہت ہو۔ چنانچہ آخر زمانہ میں کرسی پر بٹھا کر مسجد میں لایا جاتا تھا بس ایک روحانی قوت تھی جو سب کام کر رہی تھی ورنہ اعضائے رئیسہ اور قوائے جسمانی اسی کے متقاضی تھے کہ انہیں حرکت نہ دی جائے۔

وہابیوں کے مناظرہ میں ''ظفر الدین الجید'' کے ترجمہ پر فتح کا اعلان

ایک مرتبہ حضرت مہدی میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ عالیہ مارہرہ مطہرہ اہل بدایوں کا پیغام مناظرہ لے کر آتے ہیں۔ حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان سے فرما دیجئے میرے ایک شاگرد کا رسالہ ''ظفر الدین الجید'' ہے اس کی ایک سطر کا کسی جگہ سے جتنے ان کے علما ہیں سب مل کر صحیح ترجمہ کر دیں میں ہار مان لوں گا۔ پھر کچھ دیر اور گفتگو ہوتی رہی

آخر میں حضرت مہدی میاں صاحب قبلہ نے پھر فرمایا کہ مناظرہ کی بابت کیا کہہ دیا جائے حضور نے فرمایا میں نے تو حضور سے عرض کر دیا کہ اس رسالے کا ترجمہ کر دیں آپ یونہی فرمادیں۔

ریاست رامپور کے ڈاکٹر نے اعلیٰحضرت کی بیماری کا سرٹیفکیٹ جاری کیا

ایک تاریخ پیشی میں ریاست رامپور کے ایک بہت بڑے یورپین ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ داخل کیا گیا۔ فریق ثانی نے اس ڈاکٹر سے اس بات کی اجازت حاصل کرنا چاہی کہ اگر وہ بدایوں نہیں آسکتے تو بریلی کچہری میں بسواری پالکی آجائیں۔ ناظرین کرام یہ ایسی تجویز تھی کہ بہت ممکن تھا کہ یورپین ڈاکٹر تسلیم کر لیتا مگر قدرت اور حضور کی زبردست ولایت اس سے کہلواتی ہے کہ وہ بریلی کی کچہری میں بھی نہیں آسکتے بلکہ کروٹ لینے میں جان کا خطرہ ہے یہ بھی سننے میں آیا کہ میرا نام عبدالغفار خان نہیں اگر انہیں کچہری میں نہ بلالوں۔ اس کی اس مجسٹریٹ کو پاداش قدرت سے یہ ملتی ہے کہ ہر تاریخ پیشی پر ان کے کسی عزیز قریب کی اچانک موت واقع ہو جاتی ہے، جس پر ان کے بھائی نے کہا ادبار ہم لوگوں پر اس مقدمے کی وجہ سے ہے لہٰذا اس مقدمے کو اپنے یہاں سے منتقل کردو مگر اس ضدی نے ایک نہ مانی اور جھنجھلا کر وارنٹ جاری کر دیا مگر خدا کی شان یہ وار بھی خالی گیا اور وہ خائب و خاسر رہا۔ بریلی پولیس اسٹیشن کی رپورٹ پہنچتی ہے کہ تاریخ ختم ہو جانے پر وارنٹ کی وصول یابی ہوئی۔ آخر لوگوں نے اس کو سمجھایا کہ تم مولانا احمد رضا خان صاحب کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اگر ایسی ہی ضد رہی تو تمہارے گھر کا صفایا ہو جائے گا۔ آخر کوشش کر کے اپنی عدالت سے عبدالغفار صاحب نے مقدمہ منتقل کرایا اور ایک ہندو مجسٹریٹ کے اجلاس میں گیا۔ مولوی حشمت اللہ صاحب سابق مجسٹریٹ اعلیٰ حضرت قبلہ کی طرف سے ابتدائی مقدمہ سے تنہا وکالت فرما رہے ہیں بخلاف اس کے بدایوں والوں کی طرف سے تمام وکلاء بدایوں و دیگر اعدائے دین و حاسدین و مخالفین کھڑے ہیں۔

مولانا حشمت اللہ ایڈووکیٹ نے اعلیٰحضرت کے مقدمے کی پیروی کی

دور حاضرہ کے دور و نزدیک کے اہل زبان اور ادیب عبدالحلیم شرر وغیرہ کا اجتماع

اور ریشہ دوانیاں دیکھتے ہوئے بعض مخلصین نے حضور کو توجہ دلائی کہ وکلاء کی تعداد بڑھائی جائے صرف مولوی حشمت اللہ صاحب پر اکتفاء نہ فرمایا جائے۔ چنانچہ ایک روز حضور نے مولوی صاحب موصوف سے فرمایا کہ لوگوں کا ایسا خیال ہے لہٰذا اگر امداد کی ضرورت ہو تو بلاتکلف وکلاء کا اضافہ فرما لیجئے اس پر مولوی حشمت اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور نے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا۔ جیسی حضور کی مرضی ہو مگر مجھے بحمداللہ تعالیٰ حضور کی دعا سے مطلق امداد کی ضرورت نہیں مقدمہ کی حالت بہت اچھی ہے اگر ضرورت سمجھوں گا تو خود حضور سے عرض کردوں گا حضور خاموش ہو گئے۔

ایک روز حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو خطوط کی نقل مجھ سے کراتے ہیں جن میں سے ایک میں لکھا تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب پر صرف ایک روپیہ جرمانہ کرا دیا جائے ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کے لیے میں تیار ہوں۔ یہ خط بریلی سے قاضی خلیل نے بذریعہ ڈاک بدایوں بھیجا تھا جو نہ معلوم کس طرح حضور کے پاس پہنچ گیا دوسرا خط بدایوں سے انہیں قاضی خلیل کے نام لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ آپ نے کیسے کلکٹن اور پریسیڈنٹ تیار کرکے بھیجے تھے جنہوں نے بالکل الٹی شہادت دی۔ یہ کسی مقربان خاص ہی سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور کو یہ خطوط کیسے دستیاب ہو گئے۔ فرمایا سرکار کے کرم سے میں تو اس چاردیواری سے باہر کہیں آتا جاتا نہیں ہوں مگر بفضلہٖ تعالیٰ میرے آدمی ہر طرف موجود ہیں۔ غرض وہ خطوط بھی کچہری میں داخل ہو کر شامل مسل ہو گئے۔ غرض مولوی حشمت اللہ ایڈووکیٹ صاحب نے اپنی اعلیٰ قابلیت سے فریق ثانی کے گواہان سے جرح کرکے اور اپنی طرف سے صفائی میں ممتاز علماء کرام وغیرہ پیش کرکے مجسٹریٹ کو اچھی طرح باور کرا دیا کہ جتنے گواہان ثبوت گزرے ہیں سب ساختہ پرداختہ ہیں۔

رسالہ ''سد الفرار'' پر اعتراضات

رسالہ سد الفرار کے کچھ الفاظ بر اعتراض تھا کہ یہ فحش ہیں جن کی صفائی حضرت صدرالافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی و حضرت ملک علماء فاضل بہار' جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی' حضرت سلطان

الواعظین محدث پیلی بھیتی، جناب مولانا مولوی شاہ محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی وغیرہم معززین و مشاہیر علماء کرام کی گواہیوں سے بروجہ کمال ثابت ہوگئی اور مجسٹریٹ نے جان لیا کہ یہ مقدمہ خواہ مخواہ حضرات بریلی کو پریشان کرنے کے لیے دائر کیا گیا ہے اگرچہ جی چاہتا ہے کہ ان حضرات کے بیانات سب اس جگہ لکھ دیئے جائیں تاکہ ناظرین اس سے مستفید ہوں مگر زمانہ کی بات ہے سب یاد بھی نہیں نیز کتاب کی طوالت کا اندیشہ ہے مگر پھر بھی بعض بعض باتیں ان حضرات کے اظہار کی لکھ دینا ضروری جانتا ہوں۔

عدالت میں علماء کرام کے بیانات

حضرت استاذ العلماء مجسٹریٹ کو الفاظ کی صحت و عدم صحت کا امتیاز کرنے کے لیے یوں تمہید اٹھاتے ہیں کہ آپ کے یہاں دودھ تو آتا ہی ہوگا آپ کس طرح تمیز کرتے ہیں کہ یہ خالص ہے یہ پانی ملا ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس آلہ ہے اس سے فوراً پتا چل جاتا ہے حضرت استاذ العلماء فرماتے ہیں جس طرح دودھ کا آلہ ہے اسی طرح الفاظ صحیح و غلط کی تشخیص کا بھی آلہ ہے اور وہ لغات ہیں ان سے پتا چل جائے گا کہ یہ لفظ صحیح ہے یا نہیں۔ چنانچہ لغت کی کتابیں پیش ہوتی ہیں اور الزامات دفع ہوتے ہیں۔ نیز اس پر آپ نے روشنی ڈالی کہ جس رنگ میں یہ کتاب ''سدالفرار'' لکھی گئی ہے اسی طریق سے اسی رنگ میں اکابرین خصوصاً علماء بدایوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں اور ان کی کتابوں سے اس کو ثابت کیا۔

صدرالافاضل کا ایک استدلال

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا ایک جواب اس وقت مجھے یاد آ گیا ''سدالفرار'' میں ایک عبارت تھی یہ ''منہاری روایت'' ہے۔ عبدالواحد جس کے نام سے بدایوں والوں نے کتاب چھاپی تھی وہ ذات کا منھار تھا اس لیے ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور ایک طرح سے طعن فی النسب اور توہین ہے۔ عدالت نے اس لفظ کے متعلق سوال کیا کہ ''منھاری روایت کے کیا کچھ معنی ہیں'' انہوں نے فرمایا دل سے گڑھی ہوئی من کی طرف منسوب۔ اس نے کہا کیا اس قسم کے معنی کا آپ ثبوت دے سکتے ہیں انہوں نے فرمایا پنہاری

پانی لانے والی' پانی بھرنے والی کو کہتے ہیں پسنہاری اس عورت کو کہتے ہیں جو گیہوں وغیرہ پیسے اس بات سے عدالت کی تشفی ہوگئی۔

اعلیٰحضرت کی دنیائے عرب وعجم میں شہرت

اسی طرح مجھ سے چیف میں پوچھا گیا آپ مولانا احمد رضا خان صاحب کو جانتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دنیا کا وہ کون سا سنی عالم ہے جو اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد مائیۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی سے واقف نہ ہو۔ ان کی شہرت علمی و تصنیفی ہندوستان سے تجاوز کرکے غیر ممالک تک پہنچی ہے۔ علماء حرمین نے جس سے سند میں اجازتیں لیں حرمین محترمین میں جن کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ ہو ان سے کون مذہبی شخص ناواقف ہوسکتا ہے۔ اکابر علماء ان کے شاگرد' اعاظم اولیاء ان کے مرید ہیں ایسا مشہور عالم' مصنف' مفتی' واعظ' مناظر' مدرس' ان کا ادنیٰ کفش بردار اور غلام ہے۔

مؤلف کتاب مولانا ظفر الدین رضوی کا علمی مقام

اس پر فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے جرح میں پوچھا کہ آپ نے اپنی تعریف میں جو مشہور عالم مدرس مفتی بیان کیا ہے اس کا کیا ثبوت ہے میں نے جواب میں کہا کہ میں یہ لفافہ اپنے نام کا حاضر کچہری کرتا ہوں جو امریکہ سے میرے نام آیا ہے اور اس میں مجھ سے استفتاء کیا گیا ہے جس کا جواب میں نے ان کو بھیجنا ہے۔ دوم ۱۹۱۱ء میں جب شہنشاہ ہند ملک معظم جارج پنجم دہلی دربار میں آئے تھے تو اس میں مشاہیر و معزز علماء کرام بھی مدعو ہوئے تھے ان شاہی مہمانوں میں میں بھی تھا چنانچہ نواب فتح علی خان صاحب قزلباش لاہوری اور جناب شفاء الملک حکیم محمد اجمل خان صاحب کے دعوتی خطوط جو میرے نام گئے ہیں ان کو میں داخل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ سوم عالم شاہ بادشاہ ہند کے وقت کا مدرسہ "عالیہ خانقاہ لہسرام ناصر الحکام" ہے میں اس کا افسر اعلیٰ ہوں میرے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ کی سند گورنمنٹ کے نزدیک بی اے' ایم اے کے برابر سمجھی جاتی ہے چالیس کتابوں سے زیادہ کا مصنف ہوں کیا اس قدر ثبوت کافی ہے یا اور پیش کروں۔ عدالت مجسٹریٹ نے سن کر کہا بہت کافی ہیں۔

آج تک اعلیٰحضرت سے کوئی مولوی مناظرہ نہیں کرسکا

اس کے بعد دوسرا جرح کا سوال یہ تھا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے کس کس سے مناظرہ کیا اس کا جواب میں نے یہ دیا کسی بے دین بدمذہب مخالف شرع کو اعلیٰحضرت سے مناظرہ کی جرأت نہیں ہوئی مخالفین کے مقابلہ میں سوالات لکھ کر شائع فرما دیئے مگر آج تک کسی میں ہمت جواب کی نہ ہوئی نہ اب کوئی ان کا جواب دے سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو ''فتح خیبر'' ''سوالات حقائق نما'' ''ظفر الدین الجید'' قہرالدیان وغیرہ وغیرہ ''سد الفرار'' میں ایک شعر تھا۔

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے　　کہ عدو کے سینے میں غار ہے

اس کے متعلق سوال کیا کہ آپ کو معلوم ہے یہ کس کا شعر ہے میں نے جواب دیا کہ نہ میں شاعر ہوں نہ شعراء کے دیوان دیکھنے کی فرصت ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس شاعر کا شعر ہے جن کا تخلص ''رضا'' ہے۔ مولانا رضا علی صاحب بنارسی ہوں یا مولوی برکت علی صاحب رضا لکھنوی یا رضا سندیلوی یا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی یا کوئی اور شاعر جس کا تخلص رضا ہو۔

مولانا عبدالاحد محدث پیلی بھیتی کا عدالت میں بیان

حضرت سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب محدث پیلی بھیتی سے بھی بحث و جرح کے سوالات ہوئے اور ان کا تشفی بخش جواب پاکر ایک سوال یہ کیا کہ آپ نے منطق کی سب سے بڑی کتاب جو پڑھی ہے اس کا کیا نام ہے انہوں نے فرمایا ''قاضی مبارک'' اور درس نظامی میں یہی آخر درس منطق ہے۔ اس پر وکیل بدایوں نے پوچھا کہ ''قاضی مبارک'' کی سوانح عمری بیان کیجئے۔ سلطان الواعظین نے فرمایا جناب والا میں نے قاضی مبارک منطق کی حیثیت سے پڑھی ہے نہ کہ مصنف کی تاریخی حیثیت سے۔ اس پر وہ بولے کہ مصنف کی حالت جاننا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کا اصول ہے انظر الی ماقال ولاتنظر الی من قال دیکھو بات کیسی کہی ہے اس کو نہ دیکھو کہ کس نے کہی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے اس پر جب ٹفن کے لیے مجسٹریٹ صاحب چیمبر میں گئے تو اتنی دیر کے

لیے سب لوگ کچہری سے باہر آ گئے۔ مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے نہایت مسرت میں مجھے معانقہ کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی آپ بھی اسی مصنف کے شاگرد ہیں جس کی یہ کتاب تصنیف ہے اور جس کا یہ شعر ہے اس پر خوب ہنسی رہی وہ جس مقصد سے یہ جرح کر رہے تھے بالکل اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

مقدمہ بدایوں سے عوام کی گہری دلچسپی

اس مقدمے سے دلچسپی عوام کو اس قدر تھی کہ ہر پیشی پر بدایوں والوں کے علاوہ بریلی شریف سے سیکڑوں آدمی جایا کرتے تھے۔ کمرۂ عدالت بالکل بھرا ہوا رہتا تھا باہر تک جم غفیر ہو جاتا تھا مختصر یہ ہے کہ مخالفین نے متفقہ طور پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور چاہا کہ کسی طرح کچہری آ جائیں مگر اعلیٰ حضرت کی ذات پر ''قطب از جانی جبد'' کا مضمون بالکل صادق رہا بالآخر عاجز آ کر یہ گوش گذار کرایا کہ بدایوں نہیں شیخ پورہ میں ننھے میاں کے یہاں میلاد شریف میں تشریف لے آئیں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا ذکر حبیب کے قربان مگر یہ کیا ضرور ہے کہ شیخ پورہ جا کر سنوں ۔کیا یہاں مستفیض نہیں ہوسکتا ہوں۔ وہ اپنے اقوال سے توبہ کرلیں فقیر سر بازار کوڑے کی ڈھلیا سر پر رکھ کر بدایون میں ہر ایک سے کہنے کو تیار ہے کہ بھائیو میرا قصور معاف کردو اور یوں تو فقیر اپنی جگہ سے ہلنے والا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ کارروائی مقدمہ کی بالکل ختم ہوچکی صرف فیصلہ سنانا باقی تھا۔

مجسٹریٹ نے اعلیٰحضرت کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا

لہٰذا مجسٹریٹ نے اس ہجوم سے بچنے کے لیے اپنے دورہ کی تاریخ ڈالی اور بمقام کولیھانی فریقین کے وکلاء کو طلب کرکے مقدمہ خارج کر دیا وللہ الحمد۔

اور کیوں نہ ہو کہ عالم شباب میں جب وہابیہ دہلی نے مناظرہ سے عاجز آ کر کچہری میں مقدمہ دائر کر دیا تھا جس صبح کو پیشی تھی شب میں حضور نے مسافرت اور تنہائی کو دیکھتے ہوئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور حضور سے استعانت چاہی۔ شب میں قریب صبح اعلیٰحضرت کو ایسا محسوس ہوا کہ میرے چہرہ پر کسی نے اپنا چہرہ رکھا جس کی ٹھنڈک آپ کو محسوس ہوئی اور یہ ارشاد فرمایا۔

مقدمہ خارج ہونے پر بریلی میں ایک جشن کا سماں تھا

صبح کو مقدمہ خارج ہوگیا الحاصل جس وقت مقدمہ خارج ہونے کی خبر مدعی نے سنی یکہ میں بیٹھ کر منہ چھپائے ہوئے بھاگا اور آناً فاناً یہ خبر بجلی کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی دوپہر ڈھلتے ہی بریلی تار آیا حضور اس وقت مکان میں تشریف فرما تھے اور برادرم قناعت علی حاجی کفایت اللہ صاحب موجود تھے کہ سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی تار کا کاغذ لیے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مقدمہ خارج ہوگیا۔ حضور نے فرمایا الحمدللہ رب العٰلمین اور اپنے جسم اطہر سے جامہ وار کا انگرکھا فوراً اتار کر سید ضمیرالحسن صاحب کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی خوشخبری آکر سنائے تو اپنے جسم کا کپڑا اتار کر اسے دینا چاہیے سید صاحب اس عطیہ بہیہ کو لے کر خوش خوش باہر گئے۔

سب سے پہلے خوشخبری سنانے والے سید ضمیر الحسن کو انگرکھا عطا ہوا

اور تھوڑی دیر میں سید سراج احمد صاحب اپنے ہمراہ سید ضمیر الحسن صاحب کو مع انگرکھے کے واپس لائے اور آکر عرض کیا کہ حضور سب سے پہلے خوشخبری کے الفاظ میری زبان سے نکلے کہ تار کا مضمون میں نے ہی پڑھا تھا مجھ سے سن کر سید ضمیر الحسن صاحب نے حضور کو اطلاع دی۔ حضور نے تبسم فرمایا اور انہیں بھی ایک انگرکھا زنان خانہ سے منگا کر عطا فرمایا۔ اب اس عرصے میں جوق در جوق عوام وخواص کا ہجوم ہونے لگا جسے خبر ملتی دوڑا ہوا چلا آرہا تھا۔ حضور نے اس وقت تازہ مٹھائی کافی مقدار میں منگوائی اور بزرگان دین کی فاتحہ نذر کر کے تقسیم کرائی۔

مقدمہ جیت کر آنے والے وکلا اور دوسرے حضرات کا بریلی میں شاندار استقبال

بدایوں سے ریل چونکہ بعد مغرب آتی تھی لہٰذا ہم لوگوں کا یہ مشورہ ہوا کہ جس وقت مولوی حشمت اللہ و دیگر حضرات ٹرین سے اتریں شاندار استقبال کیا جائے۔ چنانچہ ہار

پھول اور گلدستوں کا انتظام کر کے قبل از وقت ریلوے اسٹیشن بریلی جنکشن پر کثیر اجتماع ہوا کچھ نعت خواں حضرات بھی پہنچ گئے تھے۔ ٹرین آنے پر بڑے جوش و خروش کے ساتھ تمام مجمع نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت و نعرہ غوثیت بلند کیے مولوی حشمت اللہ خان صاحب وغیرہ کو پھولوں کے گجروں سے لاد دیا گیا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ پر کیف نعت خوانی ہوتی ہوئی جلوس اسٹیشن سے باہر آیا اور وہاں سے خراماں خراماں شہر کی جانب روانہ ہوا۔ اور جب سید مجومیاں صاحب علیہ الرحمۃ کی کوٹھی کے نزدیک آیا جس میں حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقیم تھے تو مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے نعت خوانی کو بایں خیال روک دیا کہ آواز سن کر کہیں حضور باہر تشریف نہ لے آئیں اور بعجلت تمام قدمبوسی کے لیے حاضر ہونا چاہا۔

اعلیٰحضرت نے کوٹھی سے باہر آکر اپنے وکیل کو خوش آمدید کہا

پھر بھی اتنا ہوا کہ نہ معلوم کس طرح خبر پا کر کوٹھی سے باہر تشریف لے آئے۔ مولوی حشمت اللہ صاحب نے بڑھ کر قدمبوس ہونا چاہا مگر حضور نے فوراً بغلوں میں دست مبارک بڑھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور ساتھ ساتھ اپنی نشست گاہ پر لے گئے اور کچھ الفاظ شکریہ کے فرمائے۔ مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو اس مقدمہ کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر ہاتھ میں لیا تھا' حضور پر اس خدمت کا کوئی احسان نہیں۔ بس حضور میرے حق میں دعاء خیر فرمادیں۔ اس پر حضور نے دیر تک مولوی صاحب کو بہترین دعاؤں سے نوازا اب صبح کو:

مقدمہ میں فتح پر لوگوں کی خوشیوں کا ایک منظر

دوسرے روز نو دس بجے حافظ سید سعادت علی صاحب عرف حافظ سدن ساکن محلہ ملوک پور عقیدت مندانہ نہایت اہتمام کے ساتھ کچھ خوان شیرینی کے اور ہار پھول لے کر خوش الحانی سے نعت خوانی ہوتی ہوئی سب سے پہلے مبارکباد دی جلوس اٹھاتے ہیں آگے آگے چھڑکاؤ ہوتا جاتا ہے جوں جوں جلوس آگے بڑھتا جاتا ہے اہلسنّت شیدایان ملت کا ہجوم زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ جس وقت جلوس حافظ صاحب کے مکان سے چلا ہے ایک جماعت نعت

شریف پڑھ رہی تھی پھر تو آگے بڑھ کر متعدد گروہ نعت خواں حضرات کے ہو گئے۔ غرض بڑی شان و شوکت سے جلوس کوٹھی پر پہنچتا ہے اس جگہ حضور تشریف فرما تھے۔ جلد جلد ہم خدام نے فرش بچھا دیا دیر تک باری باری سے نعت خواں حضرات حاضرین کو محظوظ فرماتے رہے۔ بعدہ جناب کفیل احمد صاحب بدایونی نے کچھ رباعیات لکھ کر بھیجی تھیں وہ پڑھی گئیں جن میں سے ایک رباعی مجھے اس وقت یاد ہے جو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ؎

مدرسہ میں بچھی صف ماتم کیا کسی کی سنونی آئی ہے
بولا ہاتف کہ مولوی صاحب خرمیوں نے شکست کھائی ہے

ہدایت یار خان قیس نے مقدمہ کی روئیداد شعروں میں سنائی

اس کے بعد جناب منشی ہدایت یار خان صاحب قیس صدر جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے پورے مقدمہ کی روداد منظومہ جو اسی شب میں تحریر فرمائی تھی اور جو کئی سو اشعار پر مشتمل تھی پڑھ کر سنائی۔ پھر تو مبارک بادیوں کا کوئی گروہ نعت خواں حضرات کا ایسا نہ تھا جو یہ مبارکی نہ لایا ہو اور بڑی آن بان کے ساتھ یعنی ہجوم اور شیرینی کا سلسلہ تقریباً نصف نصف میل کشادہ سڑک پر دیکھا گیا۔ ابتدائی دو تین مہینے تک تو بلاتعین وقت مبارکبادیاں آتی رہیں بعدہ دو اڑھائی ماہ تک یہ دستور تھا کہ عصر کے اوّل وقت سے شب کے گیارہ بجے تک یہی دھوم رہتی تھی اور مبارکیاں لانے والے مریدین و معتقدین و متوسلین ہی نہ تھے بلکہ عام اہلسنّت بلکہ ہر پیشہ ور میں روح پھونک دی گئی تھی کہ جسے دیکھو مبارکی لا رہا ہے۔ ایک مبارکی اہل خاندان کی طرف سے اجتماعی صورت سے بڑے پیمانہ پر آئی جس میں پڑھنے والے نہ صرف نعت خواں ہی تھے بلکہ وہ بوڑھے حضرات جنہیں کبھی پڑھتے نہ دیکھا تھا وہ بھی جھوم جھوم کر شارع عام پر نعت شریف پڑھ رہے تھے۔

سارے شہر بریلی میں جشن کا سماں

یونہی شہر کے قصاب عظیم الشان جلوس سے بڑے ذوق شوق سے مبارکی لائے۔ کسی روز خبر ملی کہ آج شہر کے کونجڑوں کی مبارکی آرہی ہے تو کسی روز میوہ فروشوں کی۔ ایک روز بعد مغرب آتش بازوں کی مبارکی میں بہت کچھ پھول ٹٹی اور طرح طرح کے رنگین قمقمے روشن

اور راستہ میں گولے اور آسمانی چھوڑتے ہوئے کوٹھی پر پہنچے اور دیر تک آتش بازی چھوڑی۔ بعض جلوس ایسے بھی دیکھے گئے کہ ماہرین بنوٹ کے اکھاڑے بھی ساتھ تھے جو اپنے جوہر دکھاتے جاتے تھے۔ نعت خواں شارع عام اور خصوصاً ان مقامات پر جہاں وہابیہ دیوبندیہ وغیرہم کے اثرات تھے ان اشعار کی جو رد وہابیہ میں تھے بار بار تکرار کرتے تھے۔ وہابی دیوبندی بھی چھپ چھپ کر جلوس دیکھا کرتے تھے۔

ایک مچھیرے کا اظہارِ مسرت

ایک روز ماہی گیروں کی مبارکی آئی۔ ایک ماہی گیر ایک تانبے کی لگن میں پانی بھرا ہوا اور اس میں دو مچھلیاں زندہ پڑی ہوئی تھیں خوش خوش حضور کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ حضور یہ خاص قسم کی بہترین اور کمیاب مچھلی ہے۔ آج صبح کو جب میں دریا کی طرف چلا تو دل میں اس مچھلی کا خیال آیا کہ اگر مل جائے تو حضور کے لیے لے جاؤں گا چنانچہ حضور کی برکت سے جال ڈالتے ہی پہلی ہی دفعہ میں ایک نہیں بلکہ جوڑا آیا اور وہ یہ ہے۔

سارے ملک کے علماء اہلسنّت مبارک باد کہنے کے لیے بریلی آئے

علاوہ شہر کے پیلی بھیت سے حضرت سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب رساپور سے مولوی عرفان علی صاحب سنبھل سے مولوی اجمل شاہ صاحب مراد آباد سے حضرت استاذ العلماء مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی مبارکیاں لے کر آئے جس کے جلوس ریلوے اسٹیشن بریلی سے ترتیب دیئے گئے اور نعت خوانی کے ساتھ باقاعدہ حاضر ہوئے نیز مقامی عمائدین کی جانب سے بھی مبارکیاں آئیں۔

اعلیٰحضرت آنے والوں کا استقبال فرماتے

قدرت کا انتظام تو ملاحظہ فرمائیے کہ دوران مقدمہ میں اعلیٰحضرت قبلہ کو مع متعلقین سید مجو میاں صاحب کی کوٹھی میں مقیم کیا جاتا ہے جو اس وقت مولوی حشمت اللہ صاحب کے پاس کرایہ میں تھی اور جس کے ظاہری اسباب تو یہ تھے کہ مولوی صاحب کو وقتاً فوقتاً حضور سے صلاح ومشورے میں سہولت رہے گی مگر حقیقتاً وجوہ یہ تھے کہ ان اجتماع کثیرہ کا آستانہ عالیہ پر

کیسے گزر ہوتا۔ جلوس کی آمد پر حضور کو کوٹھی کے بیرونی حصہ میں آنا پڑتا تھا اور بیچ کے در میں تخت پر ایک کرسی رکھ دی جاتی تھی تاکہ حضور عوام کے پیش نظر رہیں مگر باوجودیکہ خود کوٹھی کی بلند کرسی اس پر تخت اور اس پر کرسی پھر بھی بسا اوقات حضور کو کھڑا ہونا پڑتا تھا۔

پھولوں کے گجروں کے انبار لگ گئے

پھولوں کے گجرے اس قدر سے ڈالے جاتے تھے کہ دو تین آدمی کا یہی کام ہوتا تھا کہ ہر ایک دونوں ہاتھوں سے علی الاتصال حضور کے عمامہ مبارکہ سے پیچھے کھڑا ہوا گجرے اتار اتار کر تخت پر انبار کرتا جاتا تھا کہ سر مبارک پر زیادہ بار نہ ہو پھر بھی عمامہ مبارکہ پر گجرے ہی گجرے نظر آتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ جو گروہ حضور کے روبرو نعت خوانی یا منقبت خوانی کرتا جاتا حضور اپنے دست اقدس سے نئے عمامے رنگے ہوئے ہر سر گروہ کو عطا فرماتے جاتے تھے۔ شیرینی وغیرہ کے خوان برداروں کا ایک آنہ فی خوان مقرر تھا۔ اب وہ مبارکی خواہ نزدیکی سے آئی ہو یا دور سے اس طرح خود ہم لوگوں کے ہاتھوں سے پچیس تیس روپے تقسیم ہوتے تھے۔ شیرینی کا مکان کے اندر یہ انتظام تھا کہ ایک وسیع کوٹھری جس میں دو دروازے دو رخ پر تھے اس میں نئی چٹائیوں کا فرش کیا گیا تھا۔ جس وقت خواں آنا شروع ہوئے ایک دروازہ سے لیتے جاتے اور دوسرے دروازہ سے تقسیم ہوتے جاتے۔ ایک روز شب میں حضور مبارکیوں سے فارغ ہو کر اندر اپنی نشست گاہ پر تشریف لے گئے۔ ہم لوگ بھی دست بوسی کے لیے بڑھے دیکھا کہ حضور کا نصف پلنگ گجروں سے بھرا ہوا تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا ان میں سے پھول جتنے چاہو لے لو۔ میں نے اور برادرم قناعت علی نے تھوڑے تھوڑے لے لیے مگر جب ہم لوگ باہر آئے تو مجمع نے وہ سب تبرکاً چھین لیے۔ ہم دونوں پھر اندر گئے اور حضور سے عرض کیا کہ وہ سب پھول تقسیم ہو گئے ارشاد فرمایا سب اٹھا کر لے جایئے۔ غرض اپنے لیے جیبوں میں محفوظ کر کے باقی سب لوگوں پر تقسیم کر دیئے۔

اعلیٰحضرت کی خوابیں اور بشارتیں

(۱) خواب میں اعلیٰحضرت پر سور کا ایک بچہ حملہ آور ہوتا ہے

(۲) جائیداد کے ایک مقدمہ میں اعلیٰحضرت کو فتح کی بشارت ملی

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی سچی خوابیں اور بشارتیں

۱- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الرویا الصالحۃ رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ وزادمالک یراھا الرجل المسلم اَوتری لہ ولاحمد وابن ماجہ و ابن خزیمۃ وابن حبان و صححاہ عن ام کرز ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات وللطبرانی فی الکبیر عن حذیفہ بسند صحیح ذھبت النبوۃ بعدی الاالمبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل اوتری لہ یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں ہاں بشارتیں باقی ہیں اچھا خواب جو مسلمان دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جائے۔

الحمدللہ رسالہ مبارکہ (تجلی الیقین بان نبینا سیدالمرسلین) کے زمانہ تصنیف میں مصنف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں چند وہابی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت مطلقہ میں بحث کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے انہیں ساکت کر دیا کہ خائب و خاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا (یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ ان سے اتر کر سڑک ملتی ہے۔ اس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کا مندر اور ان کا کنواں ہے) مصنف ابھی اس زینہ سے نہ اترا تھا کہ بائیں طرف سے ایک مادہ خوک اور اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ سڑک پر آتا دیکھا۔ جب زینہ

مذکورہ کے قریب آئے تو اس بچے نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا۔ اس کی ماں نے دوڑ کر اسے روکا اور غالباً اس کے منہ پر طمانچہ بھی مارا۔ بہرحال اسے سختی کے ساتھ جھٹکا اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کرکے بولی دیکھتا نہیں یہ تیرے بڑے تو اس سے جیتے نہیں تو اس پر کیا حملہ کرے گا یہ کہہ کر وہ سورنی اور اس کا بچہ دونوں اس ہندو کنوئیں کی طرف بھاگتے چلے گئے والحمدللہ رب العالمین اس خواب سے مصنف نے بعونہ تعالیٰ قبول رسالہ پر استدلال کیا۔ (وللہ الحمد)

۲- اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں اور بہت خوبصورت بلور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے۔ میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں۔ دو شخص دائیں بائیں کھڑے ہیں وہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں۔ اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ واللہ العظیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہوئے کہ معلوم نہیں کہ آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ حضور پر نور ملجائے بیکساں مولائے دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس ملک بارگاہ کے پاس تشریف لائے اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو اور بکمال رحمت ارشاد فرمایا پھونک مار اللہ روشن کردے گا۔ مصنف نے پھونکا وہ عظیم نور پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا والحمدللہ رب العالمین۔

۳- ملفوظات حصہ سوم میں ہے اعلیٰحضرت امام اہلسنت نے فرمایا حضرت جدامجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحمداللہ تعالیٰ میرے ساتھ اس وقت تک وہی محبت ہے جو پہلے تھی میرے جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک حقیقی بھتیجے تھے انہوں نے کوئی دقیقہ میری برائی میں اپنے نزدیک اٹھا نہ رکھا۔ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور وہ صاحب پائنتی میں بیٹھے ہیں

اور ہر چند بات کرنا چاہتے ہیں حضرت جواب نہیں دیتے اور متوجہ نہیں ہوتے اتنے میں میں حاضر ہوا۔ حضرت مجھے دیکھ کر فوراً سرو قد کھڑے ہو گئے اور فرمایا آیئے مولانا تشریف لایئے۔ باوجودیکہ میں ان کی پاؤں کی جوتی کی خاک۔ مگر حضرت نے مجھ کو نہایت تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا اور جب تک میں بیٹھا رہا حضرت برابر میری طرف متوجہ رہے۔ دو روز ہوئے تھے کہ لکھنؤ سے خمیرہ آیا حضرت حقہ ملاحظہ فرمارہے تھے مجھے خواب میں خمیرہ یاد آیا میں اٹھا اور عرض کیا میں لکھنؤ کا خمیرہ بھرتا ہوں سنتے ہی گھبرا گئے اور فوراً کھڑے ہو گئے فرمانے لگے مولانا آپ تکلیف نہ فرمایئے آپ تکلیف نہ فرمایئے اور مجھے بٹھا لیا اور میری محبت کے سبب اپنے حقیقی بھتیجے سے کلام نہ فرمایا۔

اعلیٰحضرت نے بیعت کی بشارت پائی

۴- ایک دن میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا دیکھا حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ایک صندوقچی عطا فرمائی اور فرمایا عنقریب وہ شخص آنے والا ہے جو تمہارے درد کی دوا کرے گا۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے وہاں جاکر شرف بیعت حاصل کیا۔

جائیداد کے مقدمہ میں فتح کی بشارت

۵- ایک مرتبہ جائیداد کا جھگڑا تھا اور وہ بھی ایسا کہ ظاہری رزق بند ہونے کے اسباب تھے۔ اسی دوران میں خواب دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی گھوڑے پر سوار تمام اعضاء نہایت روشن عربی لباس میں تشریف لائے۔ عین اسی پھاٹک میں کھڑا تھا حضرت قریب آکر گھوڑے سے اترے اور فرمایا بشیر الدین وکیل کے یہاں جانا ہے آنکھ کھلی میں نے کہا اب مقدمہ فتح ہوگیا۔ چنانچہ صبح ہی کو

مقدمہ میں فتح یابی ہوگئی۔

۶- آٹھ دس برس ہوئے رجب کے مہینے میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں، احمد رضا اب کی رمضان میں تمہیں بیماری ہوگی اور زیادہ ہوگی روزہ نہ چھوڑنا۔ یہاں بحمداللہ تعالیٰ جب سے روزے فرض ہوئے کبھی نہ سفر میں نہ مرض میں کسی حالت میں روزہ نہیں چھوڑا خیر رمضان شریف میں میں بیمار ہوا اور واقعی بہت بیمار ہوا مگر بحمداللہ تعالیٰ روزے نہ چھوڑے۔

۷- گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی وہ ایک سود خوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے ان سے کہا گیا مگر مخالفت کی وجہ سے انہوں نے نہ مانا۔ والد ماجد صاحب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا مجھے نہیں دیتے سود خوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۸- ایک بار بیمار ہوا اور شدت کا درد ہوا آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضرت والد ماجد اور مولوی برکات احمد صاحب مرحوم جو والد ماجد سے پڑھا کرتے تھے تشریف لائے مولوی برکات احمد نے پوچھا مزاج کیسا ہے۔ میں نے کہا درد کی شدت ہے دعا کیجئے کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے۔ یہ کہا ہی تھا کہ والد ماجد کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا ''ابھی تو باون برس مدینہ طیبہ میں'' اب اس کے دو معنی ہی ہوسکتے ہیں کہ باون برس کی عمر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی چنانچہ دوسری حاضری میں میری عمر باون برس کی تھی یا یہ کہ اس وقت سے باون برس بعد مدینہ طیبہ کی حاضری ہوگی اور خدا سے امید ہے کہ ایسا ہی کرے۔ آمین

۹- ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا کئی روز سے والدین کریمین کو خواب میں دیکھا والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا والد صاحب نے فرمایا تمہارے کھانا نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔

۱۰- ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری بہت نفیس اور اونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔

۱۱- ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے ایک بار حضرت والد ماجد ان سے ناراض ہوگئے فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں بعد میں مجھے فرصت نہیں اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا اور ان سے بڑھ کر اور کون معتمد ہوسکتا تھا۔ مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انہیں کو گاؤں کا کام دے دو چنانچہ صبح ہی کو میں نے انہیں گاؤں کو بھیج دیا۔

ایک تفضیلی کی اصلاح

۱۲- ملفوظات حصہ چہارم میں ہے میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی تھے ایک بنے ہوئے صوفی کے یہاں آمدورفت زیادہ تھی انہوں نے انہیں تفضیلیہ کردیا تھا میرا پندرہ سولہ برس کا سن تھا میں انہیں حدیثیں سناتا اور سمجھاتا کہ اہلسنّت کا مذہب یہ ہے وہ نہ مانتے تفضیل باطل ہے مرتے وقت اپنی بیوی کو بلا کر کہا میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا اب میں سمجھا کہ وہی حق تھا تم شاہد رہو کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو احمد رضا کا ہے۔ میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا کہنے لگے تم نے وہ حدیث مجھ سے نہیں بیان کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے ہیں وہ وہاں روتے ہیں اور جو دنیا میں روتے ہیں وہ وہاں ہنستے ہیں (یعنی وہ بالکل ٹھیک ہے)

۱۳- جب اعلیٰحضرت کے والد ماجد حضرت مولانا محمد نقی علی خان صاحب قدس سرہ کا

وصال ہوا تو اپنے پیر و مرشد برحق اعلیٰ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الاماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا حضور یہاں کہاں او لفظاً هذا معناه فرمایا آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے رحمهما الله تعالیٰ رحمة واسعة

۱۴- اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت سے ۱۳۰۶ھ میں کسی نے دربارہ مصافحہ سوال کیا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں اور غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟ اعلیٰحضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے جواز اور غیر مقلدوں کے دعویٰ کے ابطال میں ایک مستقل رسالہ چالیس صفحوں کا مسمے بنام تاریخی "صفائح اللجين في كون التصافح بكفي اليدين" تحریر فرمایا۔ اسی میں ص ۳ پر فرماتے ہیں یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روز جمعہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز جمعہ پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا اور ازانجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت تھی قصد کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر جواب کی کفیل ہوگی اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۱۴ ماہ مسطور کہ سر بشمال و بقبلہ رو میں سویا اور بخت بیدار تھا خاص صبح کے وقت بحمداللہ تعالیٰ خواب دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام علام مرشد الانام قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن، فخر الملۃ والدین، ابوالمفاخر، حسن ابن امام بدرالدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابن قاسم ابن عبدالعزیز اور جندی فرغانی معروف امام قاضی خان قدس اللہ تعالیٰ سرہ و افاض علینا نورہ (جن کے فتاویٰ کے لیے شرقاً غرباً اعلیٰ درجہ کا اعتبار و اشتہار اور ان کا امام مجتہد فقہ النفس اعظم عمائد سے ہونا عالم میں آشکار ہے) فقیر کے سرہانے

تشریف لائے بلند بالا' متوسط بدن' سفید پوشاک زیب تن' وسیع گھیر نیچے دامن اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے ''مستند ایشان حدیث انس است و اورا مفہوم نیست'' لفظ یہی تھے یا اس کے قریب معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القا ہوا کہ یہ امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے والحمدللہ رب العلمین۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی خوابوں کی تعبیر بتاتے تھے

احادیث صحیحہ سے ثابت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے (خواب کو) امر عظیم جانتے اور اس کے سننے' پوچھنے' بتانے' بیان فرمانے' میں نہایت درجہ کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے ھل رای احد اللیلۃ رویا آج کی رات کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا حضور تعبیر فرماتے۔ احمد و بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ وطبرانی وحکیم ترمذی و ابن جریر و ابن عبدالبر وابن النجار وغیرھم محدثین کبار کے بیان احادیث انس و ابوہریرہ وعبادہ بن صامت و ابوسعید خدری وعبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عمرو وعبداللہ ابن مسعود وعبداللہ ابن عباس و جابر بن عبداللہ وعوف ابن مالک و ابوذر بن عقیلی و عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی خواب نبوۃ کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ (حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں چوبیسواں پچیسواں چھبیسواں چالیسواں چوالیسواں پچاسواں ستر واں چھہتر واں ٹکڑا سب وارد ہیں لہٰذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا ہے اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ) صحیح بخاری ابوہریرہ اور صحیح مسلم وسنن ابوداؤد بن عبداللہ ابن عباس اور احمد و ابناء ماجہ و خذیمہ وحبان کے یہاں بسند صحیح ام کرز کعبیہ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی و ھذا لفظ الطہر انی حضور لامع النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذھبت النبوۃ فلانبوۃ بعدی الاالمبشرات الرویا الصالحہ براھا الرجال اوتری لہٗ نبوت گئی اب میرے بعد

نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں۔ وہ کیا ہے نیک خواب کہ آدمی خود دیکھے یا اس کے لیے دیکھی جائے) اسی طرح احادیث اس بارے میں متواتر اور اس کا عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اس کی تفصیل موجب تطویل اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا سرای احدکم الرویا یحبھا فانما ھی من اللہ فلیحمداللہ علیھا ولیحدث بھا غیرہ۔

جب تم میں کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہوتو وہ اللہ کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ عزوجل کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے)

اچھے خواب کی تعبیر اچھے الفاظ میں لیں

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل' رکن شریعت' ہادی ملت' اس پر اپنا پرتو اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد و ارشاد کے لیے غریب خانے پر بہ نفس نفیس کرم فرمائے اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دیں و ردمخالفین تعلیم کرے کیا وہ غریب' خستہ فقیر دل' شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم و شدید گناہوں کے میرا رؤف و رحیم مولیٰ عزوعلیٰ میرے ساتھ ایک خاص نظر رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل و بے وقعت خوار بے حیثیت کا افتاء بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرا ہے فالحمدللہ الذی بنعمتہٖ وجلالہٗ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسّلام علی کنزالفقرا حرزالضعفا عظیم الرجا عمیم العطیات وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین مع ھذا یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھے گا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پرشاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھا دی صحیحین میں ہے ابوحمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا جس سے قریب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس روز سے انہیں اپنے تخت پر بٹھانا شروع کیا۔ فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اعلیٰحضرت سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے متعلق سوال ہوا اور وہابیہ جو ایک ہاتھ سے مصافحہ پر زور دیتے ہیں اس کے متعلق دریافت حال ہوا تھا اعلیٰحضرت نے اس وقت امام قاضی خان کو خواب میں دیکھا کہ

فرماتے ہیں۔ مستند ایشاں حدیث انس است و اورا مفہوم نیست اس خواب کو رسالہ مبارکہ ''صفائح اللجین'' میں ذکر کر کے تحریر فرمایا فقیر غفر الله تعالیٰ له کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لیے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں نے عام سنی بھائیوں کی توسیع معلومات کے لیے اس کو نقل کر دینا نامناسب جانا ہے۔

اعلیٰحضرت اور ملکی سیاست

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت نے عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ ریاست ڈمراون کی جامع مسجد میں امامت اور حق ادائے نماز بآمین بالجہر ورفع یدین کے متعلق وہاں کے حنفیہ اور غیر مقلدوں میں جھگڑا ہوا اور کچہری میں مقدمہ بازی تک کی نوبت پہنچی اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت و حضرت استاذی مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی مصنف ''التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی'' وحاشیہ طحاوی شریف و حاشیہ سنن نسائی شریف وغیرہ وحضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری و حضرت مولانا ابوالذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ صاحب کانپوری و حضرت مولانا مولوی محمد ظہور الحسین صاحب فاروقی رامپوری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اظہارات بذریعہ بندکمیشن ہوئے تھے۔

تحریک ترک موالات میں اعلیٰحضرت کے فیصلے

تحریک ترک موالات کے دوران ایک سوال کے جواب میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''میں اور میرے آباؤاجداد ہمیشہ حکومت کے معاملات میں بے جا مداخلت سے محترز رہے ہیں۔'' یہ تو میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ جس زمانہ میں ''نان کوآپریشن'' یعنی ''ترک موالات نصاریٰ'' کا بہت زور شور تھا اور مسٹر گاندھی اس کے علمبردار تھے اور مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی، علامہ آزاد دھلوی، علی برادران (مسٹر محمد علی و مسٹر شوکت علی) رامپوری ان کی ہر آواز پر لبیک کہنے والے تھے۔ اس سلسلے میں مسٹر گاندھی مشاہیر علماء و مشائخ سے جاکر ملتے اور سب کو ہموار کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ چنانچہ

خانقاہ مجیبہ پھلواری شریف پٹنہ پہنچے اور جناب سجادہ نشین مولانا شاہ بدرالدین صاحب سے خلوت میں دیر تک گفتگو کی اور اس کی شہرت تمام اخباروں میں دھوما دھامی طریقے پر ہوئی۔

اعلیٰحضرت نے گاندھی سے ملاقات کرنے سے انکار کردیا

اسی زمانہ میں مسٹر گاندھی بریلی شریف پہنچے اور اعلیٰحضرت سے ملنے کے متمنی ہوئے اعلیٰحضرت نے قبول نہ فرمایا اور انکار فرما دیا۔ یہاں تک کہ بعض حضرات اہلسنّت مخلصین اعلیٰحضرت نے بھی سفارش کی اور اسی کو قرین مصلحت سمجھا کہ اعلیٰحضرت ان کی استدعا کو رد نہ فرمائیں اور تھوڑا سا وقت مسٹر گاندھی کو ملاقات کا دیں۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ وہ مجھ سے دینی امور میں گفتگو کریں گے یا دنیوی امور کی بہبود کے متعلق۔ دینی امور میں گفتگو کر نہیں سکتے کہ وہ ہمارے دین سے واقف نہیں ہے۔ رہا دنیوی بہبود کے متعلق تو جب میں نے اپنی دنیوی بہبود کی طرف توجہ نہ کی تو دوسروں کی دنیا سنوارنے کی فکر میں کس طرح اپنا وقت ضائع کرسکتا ہوں۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند عالم کی دی ہوئی نعمت ترکہ آبائی سے میری کافی معیشت ہے مگر کبھی میں نے اس کی طرف توجہ نہ کی حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ انتظام کرتے رہے ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد سے ننھے میاں سلمہ اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

ترکوں کے مصائب میں اعلیٰحضرت کی مالی خدمات

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کو اسلامی حکومتوں کے ساتھ ہمدردی نہ تھی یا وہ مسلمانوں کی بہبود اور بھلائی کے خواہشمند نہ تھے۔ وہ ہزار دل و جان سے مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ ہمیشہ اس کے لیے دعا فرمایا کرتے اور وقت ضرورت مالی امداد سے بھی دریغ نہ فرماتے بلکہ دل کھول کر خود بھی چندہ دیتے اور مریدین و معتقدین کو بھی اس کی طرف متوجہ فرماتے جس وقت جنگ روس و روم کی نمودار ہوئی اعلیٰحضرت کا عنفوانِ شباب تھا صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا ترکوں کے ساتھ تھی اس وقت ترکوں کی اعانت کے لیے جو چندے بریلی میں ہوئے تھے اس میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا بہت بڑا حصہ تھا جو کسی دوسرے

مولوی کا نہ تھا۔ بلکہ دنیا داروں میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی۔

جنگ روم و یونان میں اعلیٰحضرت کے نظریات کی اخبارات میں اشاعت

اسی طرح جب روم و یونان میں جنگ کا اعلان ہوا تو حضرت ابوالوقت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب بوالحسینی رضوی رحمۃ اللہ علیہ جو اعلیٰحضرت کی زبان و قلم تھے یعنی اعلیٰحضرت کے خیالات و اعتقادات و ارشادات کو اپنے مواعظ حسنہ و تحریرات فصیحہ و بلیغہ سے ظاہر فرمایا کرتے تھے انہوں نے بمبئی کے ایک اخبار ''مسلم ہیرالڈ'' میں مسلسل مضمون ترکی کے ''سلطان المعظم'' کی حمایت میں لکھنا شروع کیے اور اپنے وعظوں اور نجی گفتگوؤں میں بھی سلطان المعظم کی مدحت و ثنا فرمایا کرتے۔ یہ سب اعلیٰحضرت ہی کے خیالات تھے جو ان کی زبان و قلم سے ظاہر ہوتے تھے جو ''اخبار وطن'' لاہور میں شیدائے سلطان معظم، مولوی انشاء اللہ مرحوم کے ملاحظہ کرنے والوں سے مخفی نہیں۔

سلطان عبدالحمید خان والی ترکی کی حمایت کا اعلان

جب ۱۳۲۷ھ میں انور بے وغیرہ نے سلطان المعظم عبدالحمید خان کے خلاف سازش کی اور ان کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا اور سلطان المعظم نے دور اندیشی سے کام لیا اور بغیر ایک قطرہ خون بہائے ملک میں اس انقلاب عظیم کو ہونے دیا اگرچہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت انور بے وغیرہ کی اس حرکت کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے (کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ ان ترکی نوجوانوں میں محض یورپ کی نقالی ہے اور امرھم شوریٰ کا ذکر صرف مسلمانوں کو موہنے کے لیے ہی کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت ترکی کو تباہ کیا گیا تو خود بھی تباہ و برباد ہوگیا) مگر سلطان المعظم کی بہت تعریف کرتے تھے کہ مسلمانوں کے خون کی قدر کی اور اپنی سلطنت و اقتدار کی پروا نہ کی اور شاعر کے اس مصرع کو :

نیرزد کہ خونے چکد بر زمین

کو سچا کر کے دکھا دیا۔

طرابلس پر اٹلی کے حملہ پر اعلیٰحضرت کا بیان اور مالی اعانت

اسی طرح جب ۱۳۳۱ھ میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا اس سے ساری دنیائے اسلام میں یورپ کے خلاف رنج وغم کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص بقدر حیثیت اس میں حصہ لینے لگا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بریلی تشریف لائے اور مسلمانان بریلی کو اس کی طرف متوجہ فرمایا ان دنوں ''مسجد بی بی جی'' میں جہاں اعلیٰحضرت کا ''مدرسہ منظر اسلام'' تھا مسلمانان اہلسنّت بریلی کا اجتماع ہوا اور حضرت مولانا نے پرزور تقریر فرمائی تو اعلیٰحضرت امام اہلسنّت نے اپنی طرف سے مبلغ پانچسو روپیہ عطا فرمائے۔ پھر کیا تھا چندوں کی بارش شروع ہو گئی اور موسلادھار بارش کی کیفیت ظاہر ہوئی تیرہ ہزار روپے جمع ہو گئے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسی زمانہ میں حامی دین وملت' ناصر اہلسنّت جناب حاجی محمد لعل خان صاحب قادری رضوی منیجر حاجی عبداللہ علی رضا' زکریا اسٹریٹ' کلکتہ' خلیفہ مجاز اعلیٰحضرت کے ایک سوال کے جواب میں پرزور تحریر حوالہ قلم فرمائی اور مسلمانوں کو ٹرکی کی امداد کی صورتیں بتائیں اور اس میں ایسے ایسے امور ظاہر فرمائے جن کو لے کر لیڈروں نے اپنا بنیادی اصول ''ترک موالات'' قرار دیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے وہم وگمان میں بھی یہ باتیں نہ تھیں۔

اعلیٰحضرت کا مسلمانوں کی فلاح ونجات پر ایک زبردست مراسلہ

اس جگہ اس سوال و جواب مسمّی بہ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' کے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ دیکھیں اور اس سے استفادہ کریں وباللہ التوفیق۔

مسئلہ مسؤلہ جناب حاجی محمد لعل خان صاحب کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶۵-۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ قبلہ و کعبہ حضرت مرشدی و مولائی دام ظلکم العالی' تمنائے قدم بوسی کے بعد مودبانہ گذارش ہے کہ ''المؤید'' کے پرچے برائے ملاحظہ مرسل ہیں ارشاد ہو آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہو؟ فقط۔

الجواب بملاحظہ مکرم حامی سنت ماحی بدعت برادر طریقت حاجی لعل خان صاحب دام مجدھم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ' ''المؤید'' کے چھ پرچے آئے انہیں بالاستیعاب دیکھا۔ گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو مگر اس کے برعکس اس میں رنج و ملال کی خبریں تھیں۔

بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گذر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لیے کیا کم تھے کہ اس سے بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کر دی ان اللہ لایغیر مابقوم حتیٰ یغیروا ما با نفسھم ط بیشک اللہ کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔ اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے' اصلاح قلوب و احوال فرمائے' خطاؤں سے در گذر کرے' غیب سے اپنی امداد اتارے' اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہرہ دے۔ آمین اَلٰہ اَلحَقَ آمین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہِ العلی العظیم۔

مگر بیدلی نہ چاہیے لا تیأسوا من روح اللہ انه لاییاس من روح اللہ الاالقوم لکفرونo اللہ واحد قھار غالب علی کل غالب اسدین کا حافظ و ناصر ہے وکان حقا علینا نصرالمؤمنین وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین حضور سیدنا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں لا تزال طائفة من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولامن خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک غالبًا یہاں امر اللہ وہ وعدہ سابقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی مگر معاذ اللہ وہ وقت آ گیا ہے جب تو چارہ کار نہیں شدنی ہو کر رہے گی مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے۔ اس کے بعد متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا۔ پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اہلسنّت ہوگا۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔ پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ بہرحال بندگی بیچارگی ہے دعا کے سوا کیا چارہ ہے وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے یہی جھٹکے جو پہنچ لیے ہیں انہیں پر زلزلوا زلزالا شدیدا کو ختم فرمادے اور الا اِنَّ نَصرَاللہِ قَرِیب کی بشارت سنادے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آپ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کی جان و مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں ان اللہ اشترٰی من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ مگر ہم ہیں کہ بیچ دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار ہیں برصغیر ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس جائیں اور میدانِ جہاد میں ترکی مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ ہاں مال تو دے سکتے ہیں اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ وہاں مسلمانوں پر یہ گذر رہی ہے یہاں دینی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی تھیٹر، وہی امنگ، وہی تماشے، وہی پارٹیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔

رئیس مسلمان کے مشاغل

ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے ایک عورت نے ایک چنین و چناں جرگہ کو پچاس ہزار دیئے ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے اور ایک انگریزی یونیورسٹی کے لیے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہو گیا۔ ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لیے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا۔ بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف ایک کوٹھی چھبیس ہزار روپے کو خریدی۔ فقط اس لیے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملحق تھی جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں۔

آج جان دینے والے

مظلوم اسلام کی مدد کے لیے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں اور عملی کارروائی ہو رہی ہے زمیں کی تہ میں ہے پھر کس بات کی امید کی جائے بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں۔ اوّل تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں نہ اس پر یہ لوگ اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو اپنائیں گے اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گذر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں ہوتی یہ تو سارا یورپ ہے پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کئی دن بنایا پھر اس سے یورپ کو ضرر

یہی کتنا اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ تو سو ترکیبوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں لہٰذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی۔

مسلمانوں کو اپنی سلامت روی کو اپنانا چاہیے

بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں۔ کسی شریر قوم کی چال میں نہ آئیں اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں پر کیا موقوف ویسے ہی چاہیے تھا کہ مسلمان اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیں۔

مسلمان اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیں

اولاً: باستثنا ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

مسلمان صرف مسلمانوں سے خرید وفروخت کریں

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبہ کچھ صناعی کے گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دی جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

امراء مسلمانوں کے لیے اپنے بنک قائم کریں

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے لیے بنک کھولتے تو بہت مفید ہوتا۔ سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جس کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ ''کفل الفقیہ الفاھم'' میں چھپ چکا ہے ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بر آتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی

جائیدادیں ہندو بنیوں کی نذر ہوتی چلی جاتی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے اگر مدیون کی جائیداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے۔

تمام مسلمان دین متین پر کار بند رہیں

رابعاً سب سے زیادہ اہم سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے سے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا' چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے پر پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا **فانا للہ وانا الیہ راجعونo ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** دین متین علم دین سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا انہی دونوں جہان کی زندگی جانتے وہ انہیں بتا دینا اندھو! جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے۔

مسلمان اگر یہ چار باتیں قبول کرلیں تو ان شاء اللہ العزیز ان کی حالت ابھی سنبھلی جاتی ہے آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ سوال و جواب سے حاصل کیا جب کوئی اس پر عمل کرنے والا نہ ہو عمل کی حالت ملاحظہ ہو۔

مسلمانوں کی بے عملی کے نقصانات

اوّل پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوٰی سے کچھ بھی کمی ہو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند' گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں **فھل انتم منتھون**۔

دوم کی کیفیت یہ ہے کہ اوّل تو خاندانی لوگ حرفت و تجارت کو عیب سمجھتے ہیں ذلت کی نوکریاں کرنے ٹھوکریں کھانے' حرام کام کرنے' حرام مال کھانے کو فخر و عزت جانتے ہیں۔ اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں اگرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کے مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں خریدیں گے۔ ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندوانہ روپیہ نفع لے مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع

رکھے اتنا ہی زیادہ بکتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں ناچار خریدار مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو فھل انتم منتھون۔

سوم کی یہ حالت ہے کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اڑا دیں گے۔ وہ ناموری ہے' ریاست ہے اور اپنے مسلمان بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا گوارا نہ کریں گے۔ اور جنہوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں۔ دین سے کیا کام' اللہ و رسول کے احکام سے کیا' غرض جس ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی اس سے زاید کیا ضرورت ہے' نہ انہیں مرنا ہے' نہ اللہ واحد قھار کے حضور جانا' نہ اعمال کا حساب دینا اناللہ وانا الیہ راجعون o پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے تو مسلمان ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں ناچار حاجت مند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائیدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹرنس پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے وہاں نوکری میں عمر کی شرط' پاس کی شرط' پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے اپنی ابتدائی عمر کہ تحصیل علم کا زمانہ ہے یوں گنوائی پاس ہونے میں جھگڑا ہے تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتا نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی رفتہ رفتہ دنیوی عزت کی بھی پائی تو وہ کہ عندالشرع ہزار ذلت کہئے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک بد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں اپنے باپ دادا کو جنگلی' وحشی' بے تمیز' گنوار' نالائق' بے ہودہ' احمق' بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بفرض غلط اگر یہ ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کئی درجہ بدتر ہوئی۔ کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کرو گے فھل انتم منتھون یہ وجوہ ہیں' یہ اسباب ہیں' مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔ اس نے تمہیں ذلیل کر دیا اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا اس نے جو کچھ کہا وہ اس نے اور آنکھوں کے اندھے اب تک اسی

اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں ہائے قوم! وائے قوم! یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہو گئے تم کیوں قلی بنے ہوئے ہو حالانکہ یہ آزادی ہے سخت ذلت کی قید ہے جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

اہل الرائے خصوصی توجہ فرمائیں

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر ہر قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کرنے سے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھ ہی کو کرنا ہے یوں ان شاء اللہ تعالیٰ سب کرلیں گے چند جگہ جاری تو کیجئے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی وہی آیہ کریمہ کہ ابتداء سخن میں تلاوت ہوئی **ان اللہ لایغیر الایہ** جس طرح برے رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے یونہی نیک روش کی طرف تبدیل پر بشارت ہے کہ اپنی کرتب چھوڑو گے تو ہم تمہاری اس ردی حالت کو بدل دیں گے۔ ذلت کے بدلے عزت دیں گے اے رب ہمارے ہماری آنکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ راستہ پر چلا' صدقہ رسولوں کے سورج' مدینہ کے چاند کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وکرم آمین۔

مسلمانوں کی بے حسی پر اظہارِ افسوس

خیر یہ مرثیہ تو عمر بھر کا ہے۔ مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے مگر ضرورت امداد ترک کے متعلق کہیے مرثیہ ہزاروں پڑھے گئے مگر سوائے بعض غربا کے امرا و رؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیان ملک نے بھی کوئی قابل قدر حصہ نہ لیا جو فوری مدد دے سکتے تھے جو لاکھوں پونڈ بھیج سکتے تھے وہ ہیں اور بے پروا گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں انہیں جانے دیجئے وہ جانیں اور ان کی مصلحت آپ بیتی کہیے کتنا چندہ ہوا ہے جس پر ہمدردی اسلام کا دعویٰ ہے مصارف جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں جتنا چندہ جاچکا ہے ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اڑ جاتا ہے۔

اعلیٰحضرت نے سال میں ایک ماہ کی آمدنی جنگ بلقان میں دینے کا اعلان کیا

اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر' فقیر' غریب' رئیس' اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک ماہ کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینہ گذر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔ یونیورسٹی کے لیے غریبوں کے پیٹ کاٹ کر تیس لاکھ سے زائد جوڑ لیا اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اس کی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے وہ بنی بھی نہیں یہ روپے تو گھر سے دینا نہیں اس کو اللہ واحد قہار کی راہ میں بھیج دیجئے اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بننا ضرور' نہ ہوگا اگر اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوا لے گی بلکہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس وقت بن بھی نہ سکے گی اس وقت جو گت ہوگی اس کا بیان پیش از وقت ہے اور بالفرض تنگ دل اور بخیل ہاتھ پرایا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو تو یہ تمام و کمال روپے سلطنت اسلام کو بقائے اسلام کے لیے بطور قرض حسنہ ہی دیجئے اور زیادہ کیا لکھوں وحسبنا اللہ و نعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اعلیٰحضرت کی تحریر مسلمانوں کی زبوں حالی کا مرثیہ ہے

حضرات ناظرین! اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کے اس جواب کو پڑھیں اور اس کے لفظ لفظ پر غور کریں اسلامی سلطنت کی صرف محبت ہی نہیں بلکہ شغف بلکہ عشق میں ڈوبی ہوئی تجویز ہے لیکن چونکہ یہ محبت محض اللہ کے واسطے من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ کی تعمیل ارشاد کے بموجب ہے اس لیے شریعت کے دائرہ کے اندر ہی محبت کا اظہار ہے غلوئے محبت میں خلاف شرع الفاظ لکھتے حد شرع سے تجاوز کرنے کو کبھی بھی پسند نہ فرمایا۔ جیسا کہ علامہ شبلی نے ترکوں کی جدید زندگی کی غلطی کو سراہا اور یورپ کی تقلید میں پارلیمنٹ کے قیام کو اسلام کا آئینہ قرار دیا اور سلطان المعظم عبدالحمید خان غازی کی بخوشی تفویض سلطنت کو لکھا کہ ''معاویہ کی غلطی کا کفارہ عبدالحمید نے ادا کیا'' ملاحظہ ہو۔

شبلی نعمانی کا ایک خط بنام مہدی

مکتوب شبلی نعمانی بنام مہدی نمبر ۴۹ منقولہ از ''حیات شبلی'' ص ۵۸۸ ''حالانکہ سلطان المعظم عبدالحمید خان غازی' غازی کیسے ہی رتبہ کے ہوں مگر ان کا امیرالمومنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا جوڑ۔ حضرت امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پانچویں خلفہ راشد مانے گئے ہیں ان کے متعلق خلیفہ ہارون رشید نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو فرمایا غیر صحابی کا صحابی سے کیا جوڑ۔ امیر معاویہ تو امیر معاویہ ہیں امیر معاویہ کے گھوڑے کے نتھنے کی خاک جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک تھے ایسے ایسے کتنے عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر ہے۔ اللہ اکبر یہ ہے حب رسول اور جب صحابی رسول نہ کہ ان کی شان میں یہ لکھنا کہ ''معاویہ کی غلطی کا کفارہ عبدالحمید نے ادا کیا۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اعلیٰحضرت نے مسلمانوں کو ترکی کے معصوم مسلمانوں کی امداد پر آمادہ کیا

اسی طرح اعلیٰحضرت نے مسلمانوں کو ترکی کی مدد کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور بہت معقول تجویز ارشاد فرما کر پیش کی ایک مہینہ کی آمدنی ہر شخص ٹرکی کو بھیج دیجئے اور گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینہ بسر کیجئے کہ کسی پر زیادہ جبر بھی نہیں کہ سو روپیہ آمدنی والا اکانوے روپے ساڑھے دس آنے میں مزے میں گزر کرسکتا ہے اور ترکوں کو لاکھوں پونڈ اس ترکیب سے حاصل ہو جاتے مگر اپنے جوش محبت میں ایسا نہ کیا کہ ایک واجب رضحیہ (قربانی) کو اٹھا کر اپنے اجتہاد سے اس کا روپیہ ترکوں کو امداد بھیجنے کی غلطی کی ہو اور اس کے جواز کو ''صاحب ہدایہ'' کے سرمنڈھا اور افضلیت اپنا اجتہاد بتایا ہو جیسا کہ علامہ شبلی نے غلوے محبت میں کیا۔

شبلی نعمانی کا مولانا ظفر علی خان کے نام ایک خط

ملاحظہ ہو مکتوب شبلی بنام ظفر علی خان ''ایڈیٹر زمیندار لاہور'' منقولہ حیات شبلی صفحہ ۸۹۸ ''میں نے جو فتویٰ لکھا اس سے علمائے فرنگی محل بھی متفق ہیں اور مولوی عبدالباری صاحب کا خط بھی شائع ہو چکا ہے ''ہدایہ'' میں اس کا جزئیہ موجود ہے البتہ ''ہدایہ'' میں صرف

جواز ہے اور میں نے افضلیت کا فتویٰ دیا ہے اسقدر میرا اجتہاد ہے' اور جب یہ فتویٰ شائع ہوا تو علمائے کرام نے اس سے اختلاف کیا حیات شبلی ص ۵۹۸ میں ہے بعض علماء نے ان کے اس فتویٰ سے اختلاف بھی کیا۔''

مولانا شبلی نے قربانی کے بجائے ترکوں کی امداد کی تجویز پر اظہار ندامت کیا

اس اختلاف کی وجہ سے علامہ شبلی کو ۱۹۱۲ء ۱۷ اکتوبر کو عام اخباروں میں اپنا یہ خط چھپوانا پڑا ''جناب من بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ ترکوں کی ہمدردی میں اگر قربانی کے بجائے قیمت دی گئی تو اس سے احتمال ہے کہ قربانی خود غیر ضروری ہے۔'' پھر اپنے خیال میں اس کا جواب دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اسی لیے علامہ سید سلیمان صاحب نے بھی استاد کی تائید نہ کی بلکہ ہدایہ میں اس کا جزئیہ موجود ہے پر حاشیہ لکھا مولانا نے اپنی تائید میں ہدایہ کی یہ عبارت پیش کی تھی **والتضحیة بھا افضل من التصدق بثمن الاضحیة** یعنی عیداضحیٰ کی قربانی کے دنوں میں قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے قربانی کرنا بہتر ہے (ہدایہ کتاب الاضحیہ) اس عبارت کا مقصود یہ ہے کہ اگر قربانی کے جانور کی قیمت نقد خیرات کر دی جائے تو گو اس صدقہ کا بھی ثواب ہوگا مگر قربانی کے سنت کے ثواب سے محرومی رہے گی جیسا کہ اس کے آگے کی عبارت میں تفصیل ہے **لانھا تقع واجبة اوسنة والتصدق تطوع محض فتفضل علیه**'' اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید سلیمان ندوی صاحب نے بھی استاد کے اجتہاد کا ساتھ نہ دیا بلکہ وہ اس مسئلہ میں عام علماء کے ہم خیال ہیں اس واسطے آگے کی عبارت کھوج کر نکالا جس سے علامہ شبلی نے چشم پوشی کی تھی اس کو ظاہر کر دیا اور یہی حق ہے درمختار میں ہے (**فتجب**) **ای التضحیة ای اراقة الدم من النعم الاراقة لو تصدق بعین الحیوان لم یجز** یعنی قربانی واجب ہے یعنی جانور کا ذبح کرنا۔

ذبح کے وجوب کی دلیل

یہ ہے کہ اگر کسی نے جانور ذبح نہیں کیا زندہ جانور ہی صدقہ کر دیا تو بھی جائز نہیں اس لیے کہ ''اراقۃ الدم'' جو مفہوم تضحیہ کا ہے نہیں پایا گیا اس سے صاف ثابت ہوا کہ اگر کسی

نے قربانی نہ کی اور جانور کے بدلے اس کی قیمت ہی صدقہ کر دیا یا کسی کار خیر میں لگا دیا تو یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ اس صورت میں بھی اراقہ دم جو مفہوم تضحیہ سے ہے نہیں پایا گیا۔ غرض اعلیحضرت کا اصول شرع کے اندر رہ کر اللہ والوں سے محبت، مبغو ضانِ خدا سے عداوت تھا نہ حب مفرط و بغض از حد کہ احکام شرع سے تغافل کا باعث ہو۔

کانپور کی مچھلی بازار کا واقعہ

(۱) مسجد مچھلی بازار میونسپل کمیٹی نے توڑ دی

(۲) مسلمانوں کا حکومت کے خلاف احتجاج

(۳) کانگریسی مولویوں کا دوغلا کردار

(۴) ملکی اخبارات کے تاثرات

(۵) اعلیحضرت کی دینی بصیرت اور شرعی فیصلہ

(۶) مسجد کے واقعہ پر دیوانی اور فوجداری مقدمات

(۷) وائسرائے کا عام اعلان

مسجد مچھلی بازار کانپور کا واقعۂ فاجعہ

کانپور محلّہ مچھلی بازار میں ایک مسجد برسرراہ تھی اور اسی سڑک پر ایک مندر بھی تھا جو اے بی روڈ کا مندر کہلاتا ہے۔ میونسپلٹی کو اس سڑک کے وسیع کرنے کی ضرورت ہوئی تو ہنود نے چالاکی کرکے یہ صورت نکال لی کہ مندر اپنی جگہ پر اسی حالت میں رہے اور جیسے ایک طرف اس کی سڑک ہے دوسری طرف بھی اس کی سڑک نکال لی جائے اور بیچ میں مندر بدستور رہ جائے۔ اس طرح سڑک بھی وسیع ہو جائے گی اور مندر کو کچھ نقصان بھی نہ پہنچے گا لیکن مسلمانوں کو یہ نہ سوجھی یا شاید اس کا موقع نہ ہو' مسجد کے ٹرسٹیوں سے میونسپلٹی نے یہ طے کرلیا کہ وضو خانہ مسجد کا سڑک کے لیے دے دیا جائے اور وضو کی جگہ دوسری طرف بنا دی جائے چنانچہ اس بات کے طے ہو جانے پر اس قدر حصہ کہ میونسپلٹی نے لیا تھا سڑک کے مصرف میں لانے کے لیے توڑ دیا گیا۔ پہلے تو تمام سیاسی لیڈر حضرات خاموشی سے دیکھتے رہے جب وہ حصہ ٹوٹ گیا تو آزادوں نے (ابوالکلام آزاد کے حلقۂ احباب) اس آگ کو ہوا دینی شروع کی۔ ایک نے بذریعہ تحریر دوسرے نے بذریعہ تقریر۔

مسجد مچھلی بازار کانپور پر مسلمانوں کا دھاوا

جب لوگ کچھ گرما گئے تو ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء مطابق ۱۰ ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۳۱ھ مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی مدرس اوّل ''مدرسہ الٰہیات کانپور'' نے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ کیا اور اپنی دھوما دھامی تقریر سے مسلمانوں میں کافی جوش و خروش پیدا کر کے

یہ قرار دیا کہ سب لوگ یہاں سے چل کر مسجد میں پہنچ کر ٹوٹے ہوئے حصے کو انہیں اینٹوں سے چننا شروع کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پر جوش مسلمانوں نے جن میں بچے بھی، جوان بھی اور بوڑھے بھی تھے سبھوں نے مسجد کا رخ کیا اور وضو خانہ کی منہدم دیوار کو از سر نو چننے لگے۔ مسٹر بٹلر، ڈپٹی کمشنر، کانپور نے یہ دیکھ کر پولیس روکنے کو بھیج دی۔ لیکن یہ مشتعل مجمع نہ رکا اور انہیں اینٹوں سے پولیس پر حملہ کر دیا۔ تب فوج بلوائی گئی اور اس کے سپاہیوں اور سواروں نے دور سے ان پر گولیاں برسائیں اور قریب سے برچھے مارے۔

کانگریس نے مسلمانوں کے جذبات سے فائدہ اٹھایا

اس خونی سانحہ کا اثر تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر ہوا۔ مقرروں نے اپنی تقریروں، مضمون نگاروں نے اپنے جوشیلے مضامین، شاعروں نے اپنے اشعار سے اس واقعہ کو اخباروں کے ذریعے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچایا۔ کانگریس والوں نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور سوچا کہ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے مسلمان، کانگریس سے اس وقت الگ تھلگ رہے مگر اس کو اپنے میں شامل کرنے کا بہت اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ اس کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ جب مسجد کا مقدمہ کانپور میں کھلا تو ان لوگوں نے مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر پٹنہ، کو جو پرانے کانگریسی تھے، اس بات پر آمادہ کیا کہ مقدمہ کی پیروی اور کارروائی اپنے ہاتھ میں لیجئے اور ایسی باتیں کیجیے کہ مسلمان عش عش کریں اور ہوا خاک نہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ بات پیش کی کہ گورنمنٹ سب قیدیوں کو رہا کر دے اور ان کو معافی مانگنے کی بھی ضرورت نہیں اور یہ نہ ثابت ہو کہ وہ مجرم ہیں۔ مسٹر بٹلر ڈپٹی کمشنر کو سزا دی جائے، مسجد اپنی جگہ پر پھر بنوا دی جائے، مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ہر صحیح الدماغ انسان سمجھ سکتا ہے کہ جب اس طرف سے گولی چلائی گئی تو کس طرح ممکن ہے کہ گورنمنٹ اس کا اقرار کرے گی کہ یہ لوگ بے قصور ہیں۔ گورنمنٹ نے جب ان کو مجرم جانا اور مجرم جان کر اس کی دفع کے لیے پولیس اور فوج بلائی گئی اور اس نے ان کو مارا۔ پھر گورنمنٹ ان کا خون بہا کس طرح دے گی۔ لیکن درحقیقت اس میں کارفرما وہ راز تھا کہ مسلمانوں پر مسٹر مظہر الحق بیرسٹر کا اثر ہو اور وہ یہ سمجھ جائیں کہ یہ ہمارے بڑے ہمدرد ہیں

تاکہ آئندہ جو رائے دیں مسلمان علی الراس والعین اس کو قبول کرلیں اور کانگرس میں شریک ہونے کے لیے کہیں تو وہ لوگ بے چون و چرا قبول کرلیں اسی لیے انہوں نے ایسی لایعنی اور ناقابل قبول بات پیش کر کے مسلمانوں کو موہ لیا۔

مسلمانوں کے خلاف کانگریسیوں کی سازش

آخر اس رازِ درونِ سینہ کو مسٹر علی امام صاحب بیرسٹر پٹنہ نے جو اس زمانے میں وائسرائے کونسل کے ممبر تھے سمجھ لیا اور وائسرائے گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ کو اس سے متنبہ کیا وائسرائے نے جان لیا کہ مفت میں مسلمان قید و بند کی سزا بھگت رہے ہیں۔ چنانچہ وائسرائے خود کانپور آئے اور مسجد مچھلی بازار کو ملاحظہ کیا۔ سرعلی امام صاحب نے مسلمانوں پر وائسرائے کی آمد کی غرض ظاہر کی کہ اس وقت مراحم خسروانہ کے خیال سے آئے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے علی برادران کے پیر مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی آگے بڑھے اور وائسرائے نے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا عبدالباری صاحب نے اس حصہ مسجد کو چھوڑنے کا اعلان کیا۔ جس کی وجہ سے یہ آگ لگی یا لگائی گئی تھی اور اتنے مسلمانوں کی شہادت اور زخمی ہونے کی نوبت آئی تھی۔ پھر ان کی گرفتاریاں ہوئیں اور وہ قید و بند میں گرفتار ہوئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس زمانے کے اخبارات جن لوگوں کے پاس محفوظ ہوں وہ آج بھی ''گاہے گاہے باز خواں ایں قصہٗ پارینہ را'' پر عمل کر کے دیکھ سکتے اور حالات واقعی پر مطلع ہو سکتے ہیں۔

اسی دن سے لیڈر اور عالم' دینی و سیاسی علماء کا فرق بھی لوگوں کے ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ لیڈر اور سیاسی علما کی روش کیا ہوتی ہے اور ایک عالم دین خصوصاً اعلیٰحضرت اور ان کے رفقاء کا مسلک کیا ہے لیڈری اور سیاست یہ ہے کہ اس کو اصل حکم خداوند عالم سے کام نہ ہو وہ زمانہ کا رخ دیکھے ابھی آسمان پر ہے اور اسی آن حاکم وقت کا رخ دیکھتے ہی زمین پر ہے۔ بخلاف عالم دین کے کہ اس کے نزدیک زمانہ کا رخ کوئی چیز نہیں نہ کبھی اس کی توجہ اس کی طرف ہوتی ہے نہ اس میں عالم دین کے لیے کوئی کشش ہے جو حکم شرع ہے اس کا لکھنا بتانا چھاپ کر شائع کرنا اس کا فرض مذہبی ہے نہ مصلحت وقتی اس کے آڑے آسکتی ہے نہ حاکم کا

رخ اس کو حق کہنے سے مانع ہو سکتا ہے۔

سیاسی لیڈروں کے بیانات میں تضاد

گورنر جنرل، وائسرائے بہادر کے آنے کے قبل اور بعد کے اخبارات اٹھا کر دیکھیے اور لیڈروں کا گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کو دیکھیے کہ وہی سب باتیں پہلے ناقابل قبول اور باعث ہنگامہ تھیں اور بیک گردش چشم یا جنبش قلم وہی سب عین ایمان و اسلام و موجب مسرت وطمانیت ہو گئیں۔ مرور زمانہ کے باعث اس وقت ۱۹۱۳ء کے اخبار کے فائل میرے پاس نہیں ہیں اور ۱۹۴۷ء میں چونتیس برس بعد اخبار کے پرچوں کا مہیا کرنا کارے دارد لیکن اس وقت میرے پیش نظر ''حیات شبلی'' مصنفہ علامہ سید سلیمان صاحب ندوی اور رسالہ ''ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری'' ہے علامہ شبلی کانپور کے واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اور پرجوش نظمیں لکھیں جو ''الہلال کلکتہ'' ''ہمدرد دہلی'' اور ''زمیندار لاہور'' میں چھپیں۔ انہیں اس کا سخت صدمہ وغم تھا کہ اس وقت وہ بمبئی میں کیوں تھے اگر کانپور رہتے تو ضرور شریک ہوتے۔ ایک نظم میں لکھتے ہیں ؎

عجیب کیا ہے جو نوخیزوں نے سب سے پہلے جانیں دیں
یہ بچے ہیں، سویرے ان کو سو جانے کی عادت ہے
شہیدانِ وفا کی خاک سے آتی ہیں آوازیں
کہ ''شبلی'' بمبئی میں رہ کے محروم سعادت ہے

جب سر علی امام صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب میں مصالحت کی گفتگو ہونے لگی تو گفتگو اس طرح شروع ہوئی کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا، ملزموں سے مقدمہ اٹھالیا جائے گا، مظلوموں کو مالی امداد دی جائے گی، لیکن مسجد کا جو حصہ توڑ دیا گیا ہے وہ اب اسی طرح چھوڑ دیا جائے اور مسلمان اس کو دوبارہ بنوانے پر اصرار نہ کریں گے۔ یہ سن کر مولانا نے یہ قطعہ لکھ کر چھپوایا ؎

لوگ کہتے ہیں کہ حکام ہیں آمادہ صلح
یہ اگر سچ ہے تو جز خوبی تقدیر نہیں
لیکن انعام گران قدر و وظائف کی طمع
یہ حقیقت میں کوئی صلح کی تدبیر نہیں

مایۂ بحث اگر ہے تو فقط مسجد ہے — دیت قتل شہیدانِ جواں میر نہیں
داد خواہِ حق مسجد ہیں اسیران جفا — ورنہ ان کو گلہ سختی تقدیر نہیں
ہم سے خود ذوق اسیری نے یہ کانوں میں کہا — کہ خم طرۂ محبوب ہے زنجیر نہیں
جزو مسجد کو اگر آپ سمجھتے ہیں حقیر — آپ کے ذہن میں اسلام کی تصویر نہیں
آپ کہتے ہیں وضوخانہ تھا مسجد تو نہ تھی — یہ بجا' مسئلہ فقہ کی تعبیر نہیں
آپ اس بحث میں تکلیف نہ فرمائیں کہ آپ — حامل فقہ نہیں' واقف تفسیر نہیں
بند کرتے ہیں جو یہ آپ جرائد کی زبان — یہ بھی کچھ مانع آزادیِ تحریر نہیں
اور بھی برہمی طبع کا سامان ہے یہ — فتنۂ عام کر دینے کی یہ تدبیر نہیں
فتح اس طرح کیا کرتے ہیں اقلیم قلوب — تیر ترکش میں نہیں ہاتھ میں شمشیر نہیں
اور ہی کچھ ہے گرفتاریٔ دل کی تدبیر — سختی طوق و گرانباریٔ زنجیر نہیں
جبر سے برہمی عام کا رکنا ہے محال — یعنی اس خوابِ پریشان کی یہ تعبیر نہیں
درخواہوں سے ہزآمز نے جو ارشاد کیا — کہ یہ حکم ازلی قابل تعبیر نہیں
حسن ظن کے جو گرفتار تھے یہ بول اٹھے — اس مرقع میں بھی اسلام کی تصویر نہیں
ہم اسیرانِ محبت سے یہی ہے جو سلوک — پھر نہ کہیے گا کہ فتراک میں نخچیر نہیں

مسجد مچھلی بازار کا منہدم حصہ دوبارہ نہ بن سکا

ناظرین اس دھوما دھامی اور پرجوش وخروش نظم کو آپ نے دیکھ لیا' سن لیا' لیکن جو وائسرائے بہادر نے کہا تھا انہیں سب باتوں پر گفتگو ختم ہوئی' مسجد کا معاملہ ٹال کھاتے میں ڈال دیا گیا اور اس کو صلح مشہور کر کے عام مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے جابجا خوشی کے جلسے کیے گئے۔ اخباروں میں زور دار مضامین لکھے گئے' اس دن کو زریں دن قرار دیا گیا جب سب سیاسی لیڈر اور بڑے بڑے لوگ خوشی کر رہے تھے تو علامہ شبلی کس طرح چپکے بیٹھے رہتے اس کو مصنف ''حیات شبلی'' ص ۶۰۲ ہی کے الفاظ میں پڑھیے۔ وائسرائے نے اپنی طرف سے اس کا اعلان کیا اس اعلان پر مسلمانوں کے احرار اور وفادار دونوں طبقوں نے شکر گزاری کا اظہار کیا۔ مولانا شبلی نے وائسرائے کو خطاب کر کے حسب ذیل قطعہ میں اپنی شکر گزاری کا

فرض ادا کیا ۔

اے ہمایوں گہر و افسر اورنگ شہی
وہ کیا تو نے جو آئین جہانبانی ہے
تو نے ظاہر میں رعایا سے جو کھائی ہے شکست
یہ حقیقت میں ظفر مندیٔ سلطانی ہے
تو نے سمجھا کہ رعایا کا وہ انبوہ وہ جوش
گرچہ زائد نہ سہی فطرتِ انسانی ہے
تیرے لطف و کرم عام نے دے دی یہ صدا
کوئی مجرم ہے، نہ قیدی ہے، نہ زندانی ہے
تو نے اک آن میں گرتا ہوا گھر تھام لیا
بازوؤں میں یہ تیرے زورِ جہانبانی ہے
بات رکھ لی تری تقریر نے حکام کی بھی
گرچہ لازم انہیں اظہار پشیمانی ہے
گرچہ مدحِ امرا میں نے نہیں کی ہے کبھی
شکر احسان مگر فطرت انسانی ہے
تیرے دربار میں پہنچیں گے جو اوراق سپاس
ان میں یہ پیشکش ''شبلی نعمانی'' ہے

آپ نے دیکھا یہ ہے لیڈری اور ''سیاسی مولویت'' پہلے فرمایا تھا ۔

مایۂ بحث اگر ہے تو فقط مسجد ہے
دیت قتل شہیدانِ جوان میر نہیں

لیکن دیت بھی نہ ملی اور مسجد کی زمین بھی ہاتھ سے گئی مگر جب وائسرائے نے کہہ دیا تو وہی بات قابل تعریف اور پسندیدہ خاطر ہے ۔

وہ کیا تو نے جو آئین جہانبانی ہے......

ابوالکلام آزاد کے نام ایک خط

ابوالکلام صاحب آزاد کو خط لکھا ''برادرم کانپور کا معاملہ جس طرح ہوا۔ فیصل ہو گیا۔ اب سردست اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔'' اب مذہبی مولویت اور اعلیحضرت کی حق گوئی اور دین و دیانت ملاحظہ فرمایئے۔ جب یہ اعلان اخباروں میں شائع ہوا تو قوم مسرت کے گیت گانے لگی۔ جابجا مسرت کے جلسے ہونے لگے۔ مولانا عبداللہ صاحب ٹونکی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ مصنف ''رسالہ عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب'' و دیگر علماء نے مولانا عبدالباری صاحب پر اعتراض کیا کہ یہ غلط فیصلہ ہوا ہے۔ خلاف شرع مصالحت کی گئی ہے۔ تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ایک گول مول استفتاء اعلیحضرت کی خدمت میں بھجوایا اور سمجھا کہ اس کا جواب ضرور اعلیحضرت میرے موافق دیں گے۔ سب مخالفین کو ہم ادھر متوجہ

کر کے آرام کی سانس لیں گے اسی مقصد سے سوال بہت ہی مجمل اور گول مول بھیجا۔

مسجد کانپور کے انہدام کے بعد اعلیٰحضرت سے فتویٰ لیا جاتا ہے

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کے حکام کا بیان ہے کہ جز متنازعہ مسجد کانپور خارج از مسجد ہے اور اس کو بعض ٹرسٹیاں نے ہم کو دے دیا تھا اس بنا پر انہوں نے اس کو منہدم کردیا اس کے چند دنوں کے بعد بغیر اجازت چند لوگوں نے اس زمین پر جس کو میونسپلٹی نے اپنے قبضے میں کرلیا تھا تعمیر کرنا شروع کیا۔ اس وجہ سے پولیس نے ان کو روکا اور دونوں میں لڑائی ہوئی۔ کچھ مسلمان قتل کیے گئے۔ کچھ مسلمان جن میں بے قصور بھی ہیں قید کیے گئے۔ گورنمنٹ نے اپنے طرز عمل سے باور کرا دیا کہ وہ کسی طرح قیدیوں کو نہ چھوڑے گی اور اس زمین کو جس پر میونسپلٹی نے قبضہ کرلیا ہے مسلمانوں کو واپس نہ دے گی۔ بعد چندے اس نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے یا اپنے ملکی فوائد کے اعتبار سے اس امر کی خواہش کی کہ تصفیہ ایسا ہو جائے کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس زمین پر چھتا پاٹ کے مسجد میں شامل کردیا جائے۔ اس کو چند معتبر حضرات کے روبرو پیش کیا۔ ایک عالم نے اس امر کی کوشش کی کہ وہ زمین جس کو اکثر مسلمان جز مسجد کہتے ہیں محفوظ مسجد کے کام میں رہ جائے ایک مخلصی کی صورت یہ نکالی کہ اُدھر ہی مسجد کا دروازہ بنا دیا جائے وہ زمین اس دروازہ مسجد کے کام آئے گی گورنمنٹ کے ممبران متعینہ نے اس امر کو نہیں مانا کہ زمین پر قبضہ مسلمانوں کا ہو بلکہ صاف کہدیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں بعد رد و قدح اس عالم کی رائے سے طے پایا کہ سردست ملک اس زمین پر کسی کی نہ ثابت کی جائے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ وقف ہے قبضہ زمین پر مسلمانوں کو دلا دیا جائے۔ حق آسائش حقیقتاً مسلمانوں کو حاصل ہے اگر ظلماً یا تشدداً گورنمنٹ عام اجازت گزر کی دے تو ہم اس کی وجہ سے قطع مصالحت نہ کریں گے بلکہ صورت بنا اس کی میونسپلٹی کے سپرد کر دی جائے جس میں بہ اغلب آرا قوی امید ہے کہ موافق قوانین اسلامیہ تصفیہ ہو جائے۔ وائسرائے نے بھی تاکید کر دی کہ بننے کے وقت مسلمانوں کی خوشی اور ان کے قواعد وقوانین کا لحاظ کیا جائے سوال طلب یہ امر ہے کہ جس عالم نے بدین تفصیل مصالحت کی ممانعت نہیں کی اور منازعت کو قطع کر دیا وہ

خاطی ہے یا مصیب اور مسلمانوں کو آئین امن عام کے اندر رہ کے استحقاق کے لیے چارہ جوئی کرنی چاہیے جیسا کہ اس عالم کی رائے ہے یا جوش ہنگامہ دکھانا اور خلل اندازی امن عام کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو امر دوم کی کوشش کرے وہ حق پر ہے یا جو امر اوّل کے طرز کو مسلمانوں کے لیے مفید سمجھے بینوا تو جروا۔

مسلمان دیکھیں سوال کیسی ہوشیاری سے ترتیب دیا گیا ہے جیسے کوئی قانون دان ہوشیار وکیل عرضی دعویٰ مرتب کرے یا بیان تحریری لکھے اور اس میں اپنے بچاؤ کے ہر لفظ کا خیال رکھے یہ سوال اگر کسی سیدھے سادے مولوی ناتجربہ کار مفتی کے پاس بھیجا گیا ہوتا تو وہ ضرور دھوکا کھا جاتا اور مولانا عبدالباری صاحب کے فعل کی تصویب کر دیتا مگر اس سے ان کی مقصد برآری نہیں ہوسکتی کہ وہ اعتراضات معترضین کا متکفل ہو جاتا اور مولانا کو اس بار سے سبکدوش کر دیتا۔

اعلیٰحضرت کا جواب

اس مسئلہ پر ان کو اعلیٰحضرت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا اعلیٰحضرت نے بجائے اس کے اس استفتا کا جواب دیں مجمل اور گول باتوں کو صاف کرنے کے لیے سات باتیں دریافت فرمائیں موہوم پر محول بہ ایفائے نزاع ہے نہ قطع و رفع ہاں اگر اس کے یہ معنی تھے کہ عالم نے مسجد سے دستبرداری جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی وغیرہ نے اس کارروائی سے سمجھا اور پسند کیا تو ضرور قطع نزاع ہوئی اگرچہ باز دعویٰ دینا شرعاً مفہوم صلح میں آنا دشوار ہو۔ خیر ایں ہم برعمل مگر بعد کے الفاظ۔ ''کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لیے کوشاں رہیں گے۔'' اس تاویل کو بھی نہیں چلنے دیتے تو اسے مصالحت مشہور کرنا مسلمان اور گورنمنٹ دونوں کو غلط بات باور کرانا ہوا ہے (۵) جب عالم کو اعتراف ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے تو اس پر مصالحت کرنا کیونکر روا ہوسکتا ہے' گورنمنٹ برسر مصالحت و دلجوئی تھی نہ برسر ضد و جبر و تعدی۔ اس وقت کیوں نہیں دکھلایا گیا کہ یہ طریقہ خلاف احکام اسلامیہ ہے اس میں مذہبی دست اندازی ہے جس سے گورنمنٹ ہمیشہ دور رہنا چاہتی ہے۔ طے ہوتا تو اس وقت بسہولت ہوتا نہ ہوتا تو عالم بری الذمہ تھا نہ یہ کہ اس وقت اصل معاملہ پس پشت

ڈال کر بالائی باتوں پر صلح کرلیں اور اصل میں یہ دشواریاں ڈالیں کہ تم لوگ صلح کر کے پھرتے ہو۔تم نائب السلطنت کے فیصلے سے اور ایسے بے بہا فیصلے سے اب سرتابی کرتے ہوتم شکریہ کے جلسے اور روشنیاں کرکے پھر شکایت و منازعت پر اترتے ہو(۶) قیدیوں کے بارے میں تو یہ جبروتی شرائط ہیں۔ کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو۔'' معافی مانگنی کیسی۔ خود یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے۔'' اور خاص حرمت دینی سے یوں اغماض (۷) اس اغماض نے اصل مقصد میں جو پیچیدگیاں و دشواریاں پیدا کیں ان کی شرح طول چاہتی ہے ادنیٰ بات یہ ہے کہ قوم کے قلوب اس پر مطمئن ہو گئے تو سرے سے دعویٰ ہی گیا چارہ جوئی کون کرے۔!

کانپور کی مسجد کا فیصلہ اخبارات کی نظر میں

اخباروں میں بکثرت مضامین اس پر اطمینان کے شائع ہوئے ازانجملہ نواب مشتاق حسین صاحب امروہی کی بسیط تحریر کہ ''روہیل کھنڈ گزٹ بریلی'' یکم نومبر ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی جس میں وہ عالم موصوف ہی کی ایک تحریر کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔'' جناب کی اس تحریر کے بعد اس مسئلہ کے مذہبی پہلو کے تحفظ سے ہم کو بالکل مطمئن ہو جانا چاہیے۔'' اس کی ابتدا میں ہے مسلمان پبلک نے بھی اس فیصلہ کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر کیا۔'' اس پر ایڈیٹر اخبار مذکور نے لکھا ''مولانا قبلہ نے اپنی تحریر میں نہایت اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ مذہبی نقطہ خیال سے شرائط تصفیہ نہایت مناسب ہیں۔'' روزنامہ زمیندار لاہور ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ نے لکھا ''خدا کا شکر لاکھ لاکھ ہے کہ مسجد کے منہدم حصہ کا تصفیہ مسلمانوں کے منشاء کے مطابق ہوگیا۔'' نیز لکھا وہ مسلمانوں کے لیے بالکل قابل اطمینان ہے۔''

روہیلکھنڈ گزٹ'' کے پرچہ مذکور نے سیکرٹری و نائب سیکرٹری مسلم لیگ مراد آباد کی ایک مراسلت میں نقل کیا ''متشرع علمائے اسلام نے فقہ پر کامل غور کرکے یہ فتویٰ دے دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' پھر بالخصوص عالم مذکور کا اطمینان دلانا لکھ کر کہا ''پس علماء کرام کے اطمینان کے بعد مذہبی پہلو سے تصفیہ پر نکتہ چینی اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔'' پھر نواب صاحب موصوف کی اسپیچ سے نقل کیا ''ہمارے تمام اکابر قوم و علمائے

کرام اس پر اظہار مسرت کر رہے ہیں۔"

اس قسم کے مضامین اگر جمع کیے جائیں تو ہزاروں ورقوں میں آئیں، تمام ہند میں شہروں شہروں میں جو جو رزولیوشن اظہار مسرت کے پاس ہوئے، روشنیاں ہوئیں ان کے بیانوں سے اخباروں کے کالم گونج رہے ہیں۔ ان تمام واقعات کو اس سے کس قدر تناقض ہے "کہ مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا موقع موقع اس کے لیے کوشاں رہیں گے" (۸) جب عالم کا قول وہ ہے کہ یہ کارروائی خلاف احکام اسلامیہ ہے "اور اس عالم ہی کے اعتماد پر افراد قوم اسے بالکل مطابق احکام اسلام سمجھ لیے اور وہ الفاظ شائع کر رہے ہیں جن کا خفیف نمونہ گزرا تو عالم کا اس پر سکوت معلوم نہیں کیا معنی رکھتا ہے (۹) اس سے زیادہ تعجب خیز وہ الفاظ ہیں جو خود عالم کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں تقریر مذکور نواب صاحب امرونہی میں ہے۔ ۱۹ اکتوبر کو جو تار جناب ممدوح نے خود میرے نام ارسال کیا ہے اس میں "تصفیہ کانپور" کی بابت حسب ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں "میں معاملات کانپور کے تصفیہ کو پسند کرتا ہوں" تقریر مذکور اراکین مسلم لیگ، مراد آباد میں عالم مذکور کی نسبت ہے "حضرت مولانا قبلہ نے اس فیصلہ سے اطمینان بذریعہ اخبارات پبلک کو دلایا ہے۔" فیصلہ کو خلاف احکام اسلامیہ جاننا اور پھر اسے پسند کرنا۔ اس پر اطمینان دلانا کیونکر مناسب ہوا اور اطمینان دلانا اور وہ بیان کہ "اس پر اطمینان نہ ہوگا" کس قدر متخالف ہیں (۱۰) اور ان کی نقل و نسبت کو نہ دیکھیے خود عالم کی تقریر جس کا عنوان یہ ہے "مسجد کانپور کے فیصلہ پر ایک نظر" جو "ہمدرد" ۱۹ اکتوبر اور "زمیندار" ۲۱ ذیقعدہ میں شائع ہوئی اس میں فرمایا ہے "یہ مجلس سرور ہے ہم کو نہایت مسرت سے یہ عرض کرنا ہے کہ مسلمانانِ ہند کو اطمینان اور دلجمعی نصیب ہوئی۔" اس میں ہے "ان کے تینوں دفعات حسب دلخواہ طے ہو گئے۔" اس میں ہے ہمارے حسب دلخواہ مصالحت کرالی اس میں ہے "کل کا واقعہ نہایت مسرت خیز ہے اور اسلامی تاریخ کے زریں ایام سے کل کا روز ہے۔ اس میں ہے ہر طرح اسلام کا احترام قائم رکھا" للہ انصاف عوام ان لفظوں کو سن کر کیوں نہ اطمینان کریں اور وہ وعدہ بے اطمینانی کہ حسب بیان سائل نفس مصالحت میں تھا کیوں نہ نسیاً منسیا ہو۔

گورنمنٹ نہ تو مسلمان ہے نہ اسلامی شرع کے عالم۔ جب عالم خود ہی خلاف

احکام اسلامیہ کہہ کر پھر اسے حسب دلخواہ و موجب دلجمعی و اطمینان و نہایت مسرت خیز اور اسلامی تاریخ کا زریں دن کہیں تو گورنمنٹ کا کیا قصور اور عوام پر کیا الزام (۱۱) ان تمام صاف الفاظ سے گزر کیجئے تو عالم مذکور کا تار ۱۶ اکتوبر جو ''ہمدرد'' و ''دبدبہ سکندری'' ۲۰ اکتوبر میں شائع ہوا اس میں اولاً فرمایا کہ ''یہ بات اگرچہ قابل تعریف نہیں ہے۔'' اخیر میں یہی فرمایا ہے کہ یہ تصفیہ اصلی مفہوم کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔'' جب ایک عالم کے نزدیک فیصلہ خلاف احکام اسلامیہ ہے تو احکام اسلامیہ سے بڑھ کر اور کون سا اصلی مفہوم ہے جس کے لحاظ سے قابل اطمینان ہے۔

(۱۶) امور مصالحت میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے ''کہ کسی کو قیدیوں سے معافی مانگنے کی حاجت نہ ہو یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ لوگ مجرم تھے'' لیکن اس مصالحت کے بعد جو ایڈریس پیش ہوا اس کے الفاظ یہ ہیں ''ہم ان لوگوں کی کارروائی کو ملامت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں جنہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی۔'' اگر قانون کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم نہیں تو اور کون ہے؟ پھر گورنمنٹ کا جواب روزنامہ ''ہمدرد'' ۱۶ اکتوبر میں یہ ہے اب میں ان لوگوں کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جنہوں نے ۳ اگست کو بلوہ کا ارتکاب کیا'' اس میں ہے ''گورنمنٹ کا فرض تھا کہ قیدیوں پر مقدمہ چلائے اور انہیں سزا دے مگر وہ کافی سزا بھگت چکے ہیں۔'' اسی میں ہے میں ان لوگوں پر بھی رحم کرتا ہوں جنہوں نے بلوے کی اشتعال دلائی اور اس طرح سے اس نقصان رسانی کے مرتکب ہوئے جو اب تک ہو چکا ہے اور اسی لیے کسی خاص [illegible] کے مستحق نہیں رہے'' تو ضرور مجرم و سزا وار سزا ٹھہر کر کافی سزا بھگت کر رحم کیے گئے نہ یہ کہ ان کو مجرم قرار ہی نہ دیا جائے۔

(۱۷) امور مصالحت میں تیسری بات یہ ہے ''گورنمنٹ مقدمات اٹھالے۔ مسلمان اس کے لیے کوشاں رہیں گے البتہ مقدمات دیگر امور کے متعلق کچھ نہ کریں گے۔'' اس کا حاصل طرفین سے ترک مقدمات ہے مگر مسلمانوں کے لیے دعویٰ مسجد کا استثنا۔

کانپور کی مسجد کے لیے دیوانی اور فوجداری مقدمات

یہاں یہ دو قسم کے دعویٰ تھے دعویٰ دیوانی در بارۂ زمین مسجد کہ مسلمان دعویٰ کرتے

اور دعویٰ فوجداری دربارہ بلوہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے دائر تھا۔ مسلمانوں کو دعویٰ دوم میں اپنی ہی جان چھڑانی پڑی تھی نہ کہ وہ اُلٹے اس میں مدعی بنتے۔ ادھر سے نہ تھا مگر دعویٰ مسجد اور مصالحت میں ضرور طرفین سے ترک مقدمات قرار پایا تو حاصل مصالحت صرف اتنا نکلا گورنمنٹ قیدیوں کو چھوڑ دے۔ مسلمان مسجد چھوڑتے ہیں۔ اس سے زیادہ محض الفاظ ہیں کہ یا تو تخیلہ سے باہر ہی نہ آئے یا زبان تک آ کر نامقبول رہے۔ بہرحال ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر مصالحت کی وللہذا بعد کی عملی کارروائیاں اطمینان کے جوش اور خود عالم کی تقریریں جن کا بیان اوپر گذرا سب استثنائی ہیں اور مذکور کی غلطی پر دلیل ہیں اس پر صلح ہوئی ہوتی تو اپنی مجلس ''موئد الاسلام'' کا جلسہ ''خالص مسرت اور نہایت مسرت'' کا جلسہ نہ ہوتا بلکہ ''مسرت ماتم آمیز'' کا ہوتا۔ ایک آنکھ ایک ہنستی تو ایک روتی! یہ نہ کہا جاتا کہ مسلمانان ہند کو دلجمعی نصیب ہوئی بلکہ یوں کہا جاتا کہ مسلمانو! فرع میں تمہاری فتح ہوئی اور اصل ہنوز باقی ہے۔ اٹھو اور اس کے لیے انتہائی جائز کوشش کرو۔

(۱۸) نیز اس کے غلط ہونے کی ایک کافی دلیل وہ ہے جو ہمارے سائل فاضل نے جواب استفسار سوم میں لکھا کہ ''گورنمنٹ نے قیدیوں کو بلا مقابلہ کسی امر کے چھوڑنا نہ چاہا پھر اس کو مشروط کیا کہ مسلمان آئندہ مقدمات نہ چلائیں'' دیکھیے اس میں استثنا نہیں۔

(۱۹) آگے گورنمنٹ کی دوسری شرط بتائی کہ مسلمان مسجد کی زمین پر بعینہٖ اسی طریقہ کی عمارت نہ تعمیر کریں'' یہاں نفی استثنا ہوگئی۔ اگر مسلمانوں کو دعویٰ زمین کی اجازت رہتی اور ضرور ممکن کہ وہ ڈگری پاتے تو بعینہٖ اسی طریقہ کی عمارت بنانے سے کیوں ممنوع ہوتے اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ ایسی عمارت بنالو جس کی چھت سے کام لو اور زمین پر دعویٰ نہ کرو۔

(۲۰) جواب ایڈریس میں ہے ''مجھے پورے طور پر بھروسا ہے کہ مسئلہ مسجد کا جو حل میں نے کیا ہے اس سے ہندوستان کی تمام مسلمان آبادی مطمئن ہو جائے گی۔'' گورنمنٹ کے یہ الفاظ اور صلح میں اس قرار داد کا بیان کہ ''مسلمانوں کو اطمینان نہ ہوگا۔'' دونوں ملا کر دیکھئے صاف کھل جائے گا کہ وہ استثناء نہاں خانۂ خیال ہی میں تھا یا کہاں اور منظور نہ ہوا لاجرم تمام زوائد چھٹ کر اصل بات نکل آئی۔ جتنے پر عالم نے مصالحت ٹھہرائی کہ گورنمنٹ ہمارے آدمی چھوڑے ہم نے مسجد چھوڑی۔ حالانکہ گورنمنٹ دونوں باتوں میں مسلمانوں کے

صاف موافق تھی قیدیوں کی رہائی کے لیے جواب ایڈریس کے وہ لفظ دیکھئے ''میں خاص شملہ سے اس غرض سے آیا ہوں تاکہ پیغام امن آپ کے واسطے لاؤں۔'' اخیر میں مکرر ہے میں کانپور اسی لیے آیا ہوں تاکہ پیغام امن لاؤں اور مسئلہ احترام دینی کے لیے وہ قیمتی الفاظ پڑھئے میرے لیے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ جو یقین میں نے کونسل کے اجلاس میں اس بارے میں دلائے ہیں کہ رعایا کے مذہبی عقائد کے متعلق گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تغیر نہ ہوا اس کو دہراؤں اس لیے کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ ایک واقعی بات ہے یہ لفظ تو عام آزادی مذہبی کے متعلق تھے اور خاص مسئلہ مساجد کے متعلق سنئے ''ممکن ہے کہ سڑکوں، ریل، نہروں کی تعمیر مذہبی عمارتوں کے ساتھ ٹکرائے لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ گورنمنٹ کافی توجہ سے تمام مطالبات پر غور کرے گی اور ہمیشہ کوشش کرے گی کہ مسئلہ متنازعہ اس طور حل کرے جو تمام اشخاص متعلقہ کے لیے قابل اطمینان ہو'' ایسی صورت میں صرف امر اول سے فائدہ لینا اور امر دوم کہ وہی اصل مرام و خاص مسئلہ احترام اسلام تھا یوں چھوڑ دینا کیونکر صواب ہوسکتا ہے یہ سات استفسارات کے جوابوں میں پہلے جواب پر بیس نظیریں ہیں جن میں چار ۱۲-۱۳-۱۴-۱۵ کو بوجہ طوالت اور اس وجہ سے بھی کہ وہ محض علمی اور خالص رد تھے نقل نہ کیا یہ چار نمبر اور باقی چھ استفسارات کے جوابات پر نظیریں اصل کتاب میں ناظرین ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

اعلیٰحضرت ہر مسئلہ کو شرعی نکتہ نظر سے دیکھتے تھے

مجھے دکھانا یہ تھا کہ اعلیٰحضرت جس چیز کو دیکھتے خالص مذہبی نکتہ نظر سے۔ اسی لیے ان کی رائے بالکل ٹھوس ہوتی۔ اس میں تغیر و تبدل کبھی نہ پائیں گے بخلاف لیڈروں اور سیاسی علماء کے کہ ان کی تحقیقات قریب نصف النہار کا سایہ ہے کہ ابھی پچھم ہے ذرا دیر میں ٹھیک اتر ہوگیا اور پھر پورب کی طرف جھکا لائے اور تحقیق کیا ہے حکومت کے اشارے پر ہے ابھی زبان پر یہ شعر تھا ؎

مایۂ بحث اگر ہے تو فقط مسجد ہے
دیت قتل شہیدان جواں میر نہیں

اور وائسرائے نے جو اسی حصۂ مسجد کو سڑک بنا دیا اور صاف کہہ دیا کہ عام پبلک اور نمازی اسے بطور سڑک استعمال کرنے کے مجاز ہوں گے تو یہی خلاف شرع بات نہ صرف جائز و درست بلکہ عین رحم و کرم اور احسان ہے جس کا شکریہ واجب ؎

گرچہ مدح امرا میں نے نہیں کی ہے کبھی
شکر احسان مگر فطرت انسانی ہے
تیرے دربار میں پہنچیں گے جو اوراق سپاس
ان میں یہ پیش کش "شبلی نعمانی" ہے

اعلیٰحضرت کی خوابیں اور بشارتیں

(۱) جنگ آزادی میں علمائے اہلسنّت کا حصہ

(۲) نیشنل کانگرس کا قیام

(۳) نیشنلسٹ علماء کانگریس میں شامل ہو گئے

(۴) سنی مسلمانوں کا علیحدہ حکومت بنانے کا اعلان

(۵) خلافت کمیٹی گاندھی کے مشورے بنائی گئی

(۶) ابوالکلام آزاد عبدالباری۔علی برادران کا کردار

(۷) اعلیٰحضرت بریلوی کا دوقومی نظریہ

مسئلہ خلافت و آزادیٔ ہند

ہندوستان پر جب سے انگریزوں کا تسلط و غلبہ ہوا علمائے اہلسنّت و جماعت نے کبھی بھی اسے پسندیدہ نگاہ سے نہ دیکھا۔ بعض علماء نے ان کی مخالفت کی اور خلاف میں فتویٰ دیے اور استیصال اور انتزاع کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنے اثر اور رفتار زمانہ کا ٹھیک اندازہ نہ کیا اس لیے بجائے نفع کے نقصان اٹھانا پڑا۔ انگریزوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے بلکہ خود ہی قید و بند و جلا وطنی کی آفت و مصیبت میں مبتلا ہوئے۔

مفتی عنایت احمد اور مولانا فضل حق خیرآبادی قید و بند میں رہے تھے

استاذ الاساتذہ مولانا مولوی مفتی عنایت احمد صاحب جو جزائر انڈمان سے رہا ہو کر پھر ہندوستان واپس تشریف لائے واستاذ الاساتذہ مولانا مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی جو پروانۂ آزادی پہنچنے کے قبل ہی جزیرہ انڈمان میں وصال فرما گئے اور بعض دوسرے علماء سیاست میں حصہ لینے سے الگ تھلگ رہے اور اس کو ایک مصیبت سمجھ کر صبر سے کام لیا اور شاعر کے اس مصرع پر عمل کیا۔

مرغ زیرک گر بدام افتد تحمل بایدش!

انہوں نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ اگر کسی شخص کے گلے میں پھندا ڈال دیا گیا ہو اور اس کو اپنی قوت سے توڑ نہیں سکتا تو عقل کا تقاضا یہی ہے کہ تحمل سے کام لے۔ اس مصیبت پر صبر کرے۔ خداوند عالم قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا کرے کہ اس سے نجات

حاصل ہو ورنہ اگر وہ اچکنا شروع کرے گا تو اس سے رہائی ناممکن بلکہ رہائی کے بدلے پھندا اور کستا جائے گا یہاں تک کہ جان جانے کی نوبت آجائے گی اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔

غیر مسلم گورنمنٹ برطانیہ کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں

کچھ غیر مسلموں نے گورنمنٹی کاغذات سے معلوم کیا کہ انگریزوں نے ہندوستان لڑ کر اپنے قبضہ میں نہیں لیا بلکہ بڑی سازشوں سے انتظاماً لیا اور یہ ظاہر کیا کہ چونکہ مسلمانوں میں حکومت کی صلاحیت نہیں ہے اسی لیے ہم اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اور ان کو اپنے اسکولوں کالجوں یونیورسٹی میں تعلیم دے کر اس قابل بناتے ہیں کہ اپنے ملک پر حکومت کرسکیں اس وقت حکومت ان کے سپرد کردیں گے۔

انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کا پس منظر

ان لوگوں نے بی اے، ایم اے، وکیل، بیرسٹر ہونے کے بعد یہ خیال کیا کہ اب ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ ہندوستان کی حکومت سنبھال سکیں گے تو ان لوگوں نے اس کا مطالبہ شروع کیا اور اس کے لیے ایک انجمن بنام ''انڈین نیشنل کانگریس'' قائم کی اور اس کا سال بسال سالانہ جلسہ مختلف شہروں میں کرنے لگے۔ جب تک ان کی آواز کمزور رہی گورنمنٹ نے قابل توجہ نہ جانا لیکن روز روز اس جماعت کو مقبولیت حاصل ہوتی رہی اور شرکاء اور ممبروں کی تعداد میں ترقی ہونے لگی جب قابل قدر تعداد کانگریس میں شریک ہوگئی تو گورنمنٹ کو ان کے رزولیوشن اور عرضداشتوں کے جواب کی طرف توجہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔

انگریز کی حکومت کے خلاف ہندولیڈروں نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کردیا

انگریزوں نے یہ جواب دینا مناسب سمجھا کہ ہم نے تم سے حکومت نہیں لی ہے جو تم کو دیں ہم نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے لی ہے وہ تمہارے ساتھ شریک نہیں وہ حکومت کا مطالبہ نہیں کرتے ہم تم کو کس طرح دیں۔ تب ہنود وغیرہ کو مسلمانوں کو کانگریس میں شریک کرنے کی ضرورت پڑی اور وہ اس کی کوشش کرنے لگے کہ جس طرح ہو مسلمانوں کو کانگریس میں شریک کریں اور اپنا ہم خیال بنائیں۔

سر سیّد احمد خاں کانگریس کے سخت مخالف تھے

سر سیّد احمد خاں، علی گڑھی اس کے سخت مخالف تھے اور مسلمانوں کے لیے کانگریس کی شرکت کو زہر ہلاہل اور زہر قاتل سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی لیکن بمضمون کل جدید لذیذ بعض جدت پسند لوگوں نے اس جدید چیز کو پسند کیا اور لذت اٹھانے کے لیے کانگریس میں شریک ہو گئے۔ سر سیّد نے اس کے خلاف دھواں دھار تقریریں شروع کر دیں اور مخالفت میں پورا زور ختم کر دیا تاکہ مسلمان کانگریس میں نہ شریک ہوں۔ اس کا ایک حد تک اثر ہوا اور مسلمان اس کی شرکت میں سست رفتار ہو گئے تاہم مسٹر حسن امام، مسٹر مظہر الحق جیسے لوگ شریک ہو گئے تو سر سیّد نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہر بات کی تہ تک نہیں پہنچتے اور گہری نگاہ سے تمام پہلو پر نظر نہیں کرتے اور اس کے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے بلکہ ایک مجمع میں گھسنا اور بازی گروں کے تماشا کو دیکھنا اپنی دلچسپی اور مذاق طبعی کے موافق پاتے ہیں ان کے لیے مجمع چاہیے ایک بھیڑ کی ضرورت ہے ایک جلسہ ہونا چاہیے اس کی شرکت ان کے لیے باعث مسرت ہو گی۔

سر سیّد کی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

مذکورہ حالات کے پیش نظر سر سیّد نے "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" نامی ایک جلسہ کی بنیاد ڈالی اور اس کا جلسہ بھی سال بسال سالانہ ایک نہ ایک شہر میں دسمبر کی اخیر تاریخوں جن میں کانگریس کا جلسہ ہوا کرتا انہیں تاریخوں میں کرنے لگے۔ ہاں اس کا ضرور لحاظ کیا کرتے تھے کانگریس کا اگر ڈھاکہ میں جلسہ ہو تو کانفرنس کا لاہور یا بمبئی میں ہو، تاکہ سب مسلمان کانفرنس میں شریک ہوں اور کانگریسی شرکت سے احتراز کریں۔ سر سیّد ہندوؤں کی ذہنیت سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور زمانہ کا رنگ بھی پہچاننے میں کمال تھا۔ سمجھے کہ تیس ہزار انگریز برسر اقتدار ہیں تو ہندو اور مسلمان دونوں کو پار نہیں لگنے دیتے جب تیس کروڑ ہندو برسر اقتدار ہو جائیں گے تو دس کروڑ مسلمان ان سے کیسے مقابلہ کر سکیں گے دوسری بات وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ انگریزوں کے نکالنے کی جو دلیل پیش کرتے ہیں یعنی یہ غیر ملکی ہیں اس لیے ان کو ہندوستان میں رہنے کا اور ہندوستانیوں پر حکومت کا کوئی حق نہیں ہے اس لیے مسلمانوں

سے مل کر اور مسلمانوں کو ملا کر ان کو نکالنا چاہتے ہیں اور اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوگئی تو بعینہ اسی دلیل سے کل مسلمانوں کو نکالنے کے لیے اپنی قوم کو ابھاریں گے اور ان کو نکال باہر کریں گے نیز وہ سمجھتے تھے کہ سینکڑوں برس تک باہر سے آنے والے مسلمانوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے اور ہنود کو زیر نگین رکھا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی علیحدہ حکومت کیوں ضروری ہے؟

انگریزوں کے چلے جانے کے بعد حکومت جمہوری اصول پر قائم ہوگی۔ مسلمان ایک چوتھائی ہیں اور ہندو تین گنا زائد ہیں جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا ووٹنگ کی نوبت آئے گی تعداد ان کی زائد ہے۔ ووٹ انہیں کا زائد ہوگا اور اسی کے مطابق قانون بنے گا تو یہ حکومت ہندوستانیوں کی نہ ہوگی بلکہ ہندوؤں کی ہوگی تو اس کے معنی یہ ہیں مسلمان اہل کتاب انگریزوں کی غلامی سے نکل کر بت پرست ہندوؤں کی غلامی میں آجائیں گے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہندو صرف تعداد ہی میں زائد نہیں ہیں بلکہ علم وفن میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور مالی حیثیت میں بھی مسلمانوں سے بالا تر ہیں اور ان کا بہت بڑا اثر حکومت میں ہوتا ہے نیز وہ یہ جانتے تھے کہ انگریز بے دین ہیں وہ مذہب عیسوی کے پیرو برائے نام ہی ہیں خاص ان کو اس بارے میں غلو نہیں ہے۔ ان کو اپنی حکومت سے کام ہے۔ قوانین سلطنت کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہیے رعایا کا مذہب کچھ بھی ہو اس سے ان کو بحث نہیں بلکہ سب کے مذہب کا استحفاظ ان کی حکومت کا سنگ بنیاد ہے۔ بخلاف ہنود کے کہ جس قدر ان کا مذہب باطل خلاف عقل ونقل ہے اس سے زیادہ وہ اس پر ثابت قدم اور اس کی ترویج میں کوشاں رہتے ہیں۔ تو ہر قدم پر تصادم ممکن ہوگا۔ ایک گائے ہی کو لے لیجئے کہ ان کے نزدیک اس کے ہر عضو پر خدا جانے کتنے دیوتا ہیں۔ دوسری طرف یہ مسلمانوں کی روزانہ کی خوراک ہے اور بقرعید میں قربانی کرنے میں آسانی اور کفایت اور گوشت کی فراوانی ہوتی ہے اور یہ قوم انگریزوں کی طرح وسیع القلب بھی نہیں کہ رواداری برت سکیں خواہ مخواہ مسلمانوں سے نزاع و جدال بلکہ قتل و قتال کی نوبت آئے گی اور مسلمانوں کا آرام اور ان کی عافیت درکنار، زندگی تلخ ہو جائے گی اس وجہ سے سرسیّد برابر مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت سے منع کرتے رہے۔

اس وجہ سے ان کی زندگی میں مسلمانوں کی کانگریس میں شرکت کی رفتار بہت سست رہی۔

سرسیّد کے انتقال کے بعد انگریزوں کا رویہ

جب سرسیّد کا انتقال ہوگیا اور گورنمنٹ نے اس جواب کے علاوہ دوسرا طریقہ اپنایا کہ ؎ دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ!

جس نے کانگریس میں زور شور دکھایا اس کو کوئی معقول جگہ دے کر گورنمنٹ نے اپنالیا مسلمانوں نے دیکھا کہ یہ تو اچھی پالیسی ہے جو سر سہلائے وہی لقمہ تر کھائے اور جو اپنی قوم کی خیر خواہی و اطاعت کرے وہ چولھے میں جائے اس لیے انہوں نے بھی کروٹ بدلی اور اس میں ایک تائید غیبی ہوگئی کہ نواب محسن الملک' وقار الملک' عزیز مرزا' یہ تینوں حیدرآباد میں رہتے تھے۔ انہوں نے ریاست کی خیر خواہی میں بعض ایسی تجویزیں پیش کی تھیں جو انگریزوں کے مفاد کے خلاف تھیں اس لیے ان کے خلاف شکایت کی گئی اور یہ لوگ حیدرآباد سے علیحدہ کردیئے گئے جب یہ لوگ ہندوستان میں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے یہاں کا یہ رنگ دیکھا آخر سب لوگوں نے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی جس کا نام ''مسلم لیگ'' رکھا اور سرسیّد کی طرز پر اس کے بھی جلسے ہر سال ایک ایک شہر میں کرکے اپنے علیحدہ حقوق طلب کرنے لگے۔ چنانچہ ایک تجویز کے مطابق ۲۰۰ مسلمانوں کو ریلوے میں ملازمت ملی پہلے پہلے تو اس انجمن سے ہنود کو قدرے خوشی ہوئی مگر صدمہ اور اندوہ وغم زیادہ ہوا۔ خوشی تو اس بات کی ہوئی کہ مسلمان جمود اور اطاعت گورنمنٹ سے جس کا سبق سرسیّد نے پڑھایا تھا ایک قدم ہے اور رضا بالقضا کے مرتبہ سے اتر کر دعا و طلب کے زینہ پر آئے اب آگے اور بڑھیں گے بڑھتے بڑھتے ہمارے معیار پر اتر آئیں گے۔

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

لیکن ساتھ ساتھ رنج وغم اس امر کا تھا کہ اگر یہ لوگ پہلے ہی کی طرح سکوت و جمود کے عالم میں رہتے تو ایک نہ ایک دن ان کو اپنے میں شامل کردیتے لیکن جب انہوں نے اپنی انجمن (مسلم لیگ) علیحدہ بنالی اور گورنمنٹ سے مطالبات کرنے لگے تو اگر گورنمنٹ' حکومت واپس

کرے گی تو مسلمانوں کو دے گی اس لیے کہ انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت لی تھی۔ آخر اسی اندھیری میں کانگریسیوں کو حصول مقصد کی ایک جھلک نظر آئی کہ ایسی صورت کی جائے کہ جو مسلمان کانگریس میں شریک ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کو شریک کرنے کی کوشش کریں۔ یہ خدا کی شان ہے کہ جو بات ہونے والی ہوتی ہے اس کا کچھ نہ کچھ سامان ظاہری بھی پیدا ہو جاتا ہے اس کے لیے ایک ذریعہ اور سبب تو مسجد مچھلی بازار کانپور کے وضو خانہ کا انہدام تھا جس میں کانگریسیوں نے ظاہری ہمدردی دکھا کر بذریعہ مسٹر مظہرالحق بیرسٹر پٹنہ مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا۔

کانگریس اور مسلم لیگ میں اتفاق ہو گیا

ان معاملات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد جب الیکشن ہوا تو تمام مسلمانوں نے بالاتفاق پاس کیا کہ جنھوں نے مسجد کانپور کے مقدمات میں کام کیا ہے ہم لوگ انہیں کو ووٹ دیں گے یہ واقعہ غالبًا ۱۹۱۵ء کا ہے پھر ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کا جلسہ لکھنؤ میں ہوا اس میں کانگریس اور مسلم لیگ میں اور بھی یارانہ گانٹھا گیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے گائے کی قربانی سے ہندوؤں کی دل آزاری کا عذر لنگ کر کے اس کے چھوڑنے کا رزولیوشن پاس کیا بعض ہندو پرستوں نے مستقل ایک رسالہ "ترک قربانی گاؤ" کے نام سے شائع کیا۔

اعلیٰحضرت نے گائے کی قربانی پر رسالہ لکھ کر ہندوؤں کو للکارا

خداوند عالم جزائے خیر دے اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کو کہ آپ نے اپنے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" کو جو ۱۲۹۸ھ میں ہنود کے ایک مجوبہ سوال کے جواب میں تحریر فرمایا اور اصل معاملہ کی تہ تک پہنچ کر حق واضح کیا ورنہ بعض مشاہیر علماء ہنود کے پیچیدہ سوال اور اس وجہ سے کہ سائل نام کے واسطے کوئی مسلمان ہی صاحب قرار دیئے گئے تھے اس لیے دھوکا کھایا اور تہ تک نہ پہنچ سکے۔ پاؤں تلے کا جواب سیدھا سادہ لکھ کر بھیج دیا لیکن جب مسلمانوں کو اس جواب پر اطلاع ملی انہوں نے دوبارہ استفسار فرما کر گتھی کو سلجھانا چاہا چونکہ طبیعت میں حقانیت تھی فوراً ہی اب اصل معاملہ کو سمجھا اور ٹھیک جواب تحریر فرمایا اس کتاب کے بکثرت ایڈیشن چھپے اور دوسرے علماء اہلسنّت نے بھی جو اپنی تحریرات و فتاویٰ میں اس کی اہمیت

ظاہر کی جس کی وجہ سے مسلمان گرتے گرتے سنبھل گئے اور بھٹکتے بھٹکتے راہ راست پر آ گئے۔

مسلمانوں پر کانگریس کی ریشہ دوانیاں اعلیٰحضرت نے واضح کردیں

غرض اس سبب سے مسلمان جو خال خال کانگریس میں شریک تھے کچھ نمایاں تعداد میں شریک ہو گئے عجیب اتفاق کہ اس کے کچھ دنوں کے بعد جنگ عظیم ختم ہوئی اور مغلوب جماعت کو (جس میں سلطان المعظم بادشاہ ترک بھی تھے) تاوان جنگ دینا پڑا اور اس میں بھی ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہ کیا گیا۔ بلکہ جور و تشدد سے کام لیا گیا۔ جس کی وجہ سے سارے ہندوستانی مسلمانوں میں اس سرے سے اس سرے تک ٹرکی کے ساتھ ہمدردی اور ان کے ستانے والوں سے نفرت کی لہر دوڑ گئی۔

خلافت کمیٹی کی بنیاد گاندھی کے مشورے سے رکھی گئی تھی

اس موقع کو مسٹر گاندھی اور ان کے ہم نواؤں خصوصاً علی برادران نے جو گاندھی کو ''باپو جی'' کہا کرتے تھے بہت غنیمت سمجھا اور ''خلافت کمیٹی'' قائم کر کے ظاہر میں ترکی کی ہمدردی اور درحقیقت ہندوؤں کی غلامی اور ہندوستان میں سوراج قائم کرنے کے لیے مغرب مشرق شمال جنوب کو ایک کر دیا آسمان زمین کے قلابے ملا دیئے علمائے اہلسنّت' حامیان دین وملت خصوصاً اعلیٰحضرت قدس سرہ کو یہ حرکتیں بہت ہی ناگوار اور تکلیف دہ معلوم ہوئیں مگر کچھ زمانہ تک خاموشی سے کام لیا کہ اگرچہ بے قاعدہ چل رہے ہیں لیکن ممکن ہے کہ گورنمنٹ ان کی چیخ چلاہٹ سے متاثر ہو کر تقسیم ملک سے باز رہے جیسے بنگالیوں کے ہنگامہ کے اثر سے تقسیم بنگال کی تنسیخ کر چکی ہے مگر ان لوگوں نے شتر بے مہار اور خاصے بجار بن کر شریعت کو پس پشت ڈال دیا اور جو جی میں آیا کرنے اور کہنے لگے جس میں سے چندے از ہزار اور مشتے از انبار اس جگہ درج کیے جاتے ہیں تب مجبوراً اس مسئلہ کو شرعی حیثیت سے دیکھنا اور شرعی حکم سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضروری جانا۔

مولانا شوکت علی کی جامع مسجد دہلی میں تقریر کے اقتباسات

اخبار مدینہ بجنور ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء تقریر شوکت علی در جامع مسجد دہلی ''زبانی جئے جئے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ تم اگر ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے'' اخبار مذکور نے مزید لکھا بھائیو خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر ہم اس کی رسی کو مضبوط پکڑیں گے تو چاہے دین ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے ہم کو دنیا ضرور ملے گی (۳) ''مہاتما گاندھی کا فیصلہ'' مصنفہ حسن نظامی دہلوی کے ایک خط مولانا عبدالباری صاحب بنام خواجہ حسن نظامی میں یہ بات لکھی گئی۔

گاندھی کے حلقہ کے قوم پرست علماء کے کافرانہ نظریات

مولانا عبدالباری نے کہا کہ فقیر ''نان کو اپریشن'' کے مسئلہ میں بالکل پسرو گاندھی صاحب کا ہے'' (۴) کتاب مذکور ''ان کو (گاندھی کو) اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں'' (۵) کتاب مذکور میں مزید لکھا کہ ''میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت　　رفتی و نثار بت پرستے کردی

(۶) کتاب مذکور میں ہے کہ بوقت ہجرت حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک راہنما لیا تھا جو غیر مسلم مشرک تھا اس وقت میں نے بھی اسی سنت نبویہ کے اتباع کی ہے جب تک یہ راہ طے نہ ہو اسی مشرک کی پیروی مناسب ہے فقط فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ۔

(۷) ''رسالہ ترک گاؤ کشی'' مصنفہ حسن نظامی دہلوی میں لکھا ہے کہ ''ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤ کشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے لہٰذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں چاہے ہندو خلافت کے کام میں ہمارے مددگار رہیں یا نہ رہیں ہم کو اس کی کچھ پروا نہ کرنی چاہیے کیونکہ مسلم قوم احسان کی تجارت نہیں کرتی اور بغیر عوض مطلب وہ پڑوسیوں کی خوشی و راحت کے کام میں حصہ لیتی ہے۔''

(۸) ایک اشتہار منجانب سیکٹریاں کانگریس و خلافت کمیٹی چھپا تھا جس میں لکھا گیا ''خدا کا شکر ہے کہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ہمارے ملک کے لیڈر ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لیے آرہے ہیں جس مہاتما نے سالہا سال سے ہمارے وطن کے لیے قربانی و

خدمات کی ہیں۔"

(۹) سپاسنامہ اراکین انجمن اسلامیہ بریلی بوقت آمد گاندھی در شہر بریلی ۔

چل فخر قوم، حضرت گاندھی کو دیکھ آئیں

انجمن اسلامیہ بریلی نے گاندھی کے آنے پر یہ سپاسنامہ پیش کیا

(۱۰) سپاسنامہ مذکور

فیض قدم سے جن کے بریلی بنی دولہن   اک اک گلی ہے رشک خیابانِ نسترن

(۱۱) سپاسنامہ مذکور ۔

ہر اک مکان قصر بہشتی پہ خندہ زن   ہر ایک باغ روکش صد گلشن عدن

(۱۲) سپاسنامہ مذکور ۔

اک مختصر سا شہر تھا گلزار بن گیا   سج کے نکھر کے مطلع انوار ہو گیا

(۱۳) سپاسنامہ مذکور ۔

اک دھوم مچ گئی کہ مسیحا وہ آ گئے!

(۱۴) سپاسنامہ مذکور ۔

اقلیم دل پہ قوم کے حاکم یہی تو ہیں!

(۱۵) سپاسنامہ مذکور ۔

ڈرتے ہیں اک خدا سے کچھ ایسے دلیر ہیں   مستغنی از ثناہین ستائش سے سیر ہیں

(۱۶) سپاسنامہ مذکور ۔

تعریف ان کی کر سکے کوئی یہ نادر ست   خاموشی از ثنای تو حد ثنائے تست

(۱۷) سپاسنامہ مذکور ۔

شوکت علی، محمد علی، بھی تو ساتھ ہیں   ہے قوم جسم، آپ دماغ اور یہ ہاتھ ہیں

(۱۸) سپاسنامہ مذکور ۔

قوم شکستہ حال کا ہے پاک دل میں درد ہے

(۱۹) سپاسنامہ مذکور

مردہ تھی قوم آپ نے اس کو جلا دیا ہم سب کو آبِ چشمۂ حیواں پلا دیا

(۲۰) سپاسنامہ مذکور ؎

ہے ہر زباں پہ آپ کا ذکر اے مہاتما!

گاندھی کے بارے میں گانگریسی مسلمانوں کے نظریات

(۲۱) اخبار اتفاق دہلی ۲۷ اکتوبر ۲۰ء تقریر ظفر الملک ''رفاہ عام'' لکھنؤ میں کہا گیا ''اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔'' یعنی گاندھی بالقوہ نبی ہے اگرچہ بالفعل نہ سہی۔

(۲۲) اخبار ''فتح'' دہلی جلد ۲ نمبر ۲۴۲ تقریر عبدالماجد بدایونی در جلسہ ''جمیعتہ العلماء دہلی ''خدا نے ان کو (گاندھی کو) تمہارے لیے ''مذکر'' بنا کر بھیجا ہے قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا ''مدبر'' کر کے بھیجا ہے۔''

(۲۳) اشتہار یوسف برادر کھڑکپوری ۲۱ دسمبر ۲۰ء مسٹر ابوالکلام آزاد نے کہا کہ ''کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا جمنا کی مقدس زمین کو آزادانہ کرا لیں۔''

(۲۴) استفتا از بنارس ۶ محرم ۱۳۳۹ھ ''تلک'' کے مرنے کے غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر ننگے پیر جمع ہو کر ''تلک'' کے لیے دعا کی اور فاتحہ اور نماز جنازہ کا ان کی مغفرت کے لیے اشتہار دیا پھر قربانی گاؤ کو بخاطر اہل ہنود منع کر دیا۔''

کانگریسی لیڈروں کی سیاسی حرکات

(۲۵) استفتا از الہ آباد ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ''اتحاد کسی مشرک قوم سے اس طور پر کرنا کہ دوسرے میں عام اہل اسلام شریک ہو کر ناقوس (سنکھ) بجائیں پھول، رام لچھمن پر چڑھائیں، جے کی آواز بلند کریں، گائے کی قربانی بند کریں۔''

(۲۶) فتح اخبار دہلی ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء تقریر شوکت علی در جمیعتہ العلماء دہلی ''اے اللہ ایک ہم سے نیک کام بھی ہو گیا ہے یعنی میں اور مہاتما گاندھی یقینی بھائی بھائی ہو گئے ہیں اور

محبت میں نے جان بوجھ کر بڑھائی ہے۔"

(۲۷) استفتاء لال کرتی میرٹھ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ "ہندوؤں نے مسلمانوں کے جلوس میں قشقہ چندن وغیرہ مسلمانوں کے ماتھے پر لگایا ہے۔ چندن لگوانے اور نہ لگوانے والے مسلمانوں سے ایسا معلوم ہوا کہ ہندوؤں کی طرف سے کوئی جبر نہ تھا چنانچہ جن مسلمانوں نے انکار کیا انہوں نے انکار کرنے والے مسلمان کے ماتھے پر نہ لگایا۔"

(۲۸) کتاب "مہاتما گاندھی" مصنفہ طاہر مراد آبادی ؎

غریب قوم کے مردہ میں جان ڈالی ہے　　لگا کے آپ نے ٹھوکر مہاتما گاندھی

(۲۹) کتاب مذکور ؎

عجب نہیں کہ یہ بے کنڈ میں کریں بسرام　　کہ جپتے رہتے ہیں ہر ہر مہاتما گاندھی

(۳۰) کتاب مذکور ؎

ہمیں امید ہے ہم کامیاب ہوں گے ضرور　　کہ ہیں ہماری مدد پر مہاتما گاندھی

(۳۱) "اخبار ہمدم لکھنؤ" ۸ جون ۱۹۲۰ء رپورٹ جلسہ خلافت کمیٹی الہ آباد منعقدہ ۲۵ جون ۱۹۲۰ء تیار کردہ مسٹر شوکت علی "الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ ترقی دے گا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندوؤں مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگھم کو ایک مقدس علامت بتاتا ہے۔"

(۳۲) "مدینہ اخبار بجنور" یکم فروری ۱۹۲۰ء میرٹھ میں پنڈت سیتارام پریذیڈنٹ جلسہ نے ایک زبردست تقریر کی اور "شوکت علی کو پنڈت اور محمد علی کو لالہ" کے خطاب سے منسوب کیا۔" جس پر دونوں صاحبان نے نہایت مسرت ظاہر کی۔

(۳۳) "ہمدم اخبار لکھنؤ" ۱۴ فروری ۱۹۲۰ء بعض لیڈروں اور اخباروں کی طرف سے گورنمنٹ کی خدمت میں یہ درخواست کی جارہی ہے کہ مجرمین کتارپور کے ساتھ جنہوں نے مسلمانوں کو آگ میں جلایا' زندہ بھونا' مسلمانوں کے گھر جلائے' بے گناہ بچوں کو ان کے والدین کے سامنے نہایت ظلم و بے دردی سے قتل کیا' رسیوں سے کس کر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگادی۔ ترمیم خسروانہ کا برتاؤ کیا جائے۔"

(۳۴) "فتح اخبار دہلی ۲۴ نومبر" ۱۹۲۰ء تقریر شوکت علی در جمیعۃ العلماء دہلی غیر مسلم

میت کو کندھا دینا ممنوع تھا مجھے معلوم نہ تھا اس کی معافی میں چاہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ

بھولے بامن گائے کھائی اب کھاؤں تو رام دوہائی

(۳۵) ''اخبار مشرق گورکھپور'' ۱۳ جنوری ۱۹۲۱ء مولوی ابوالکلام آزاد نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا خطبہ اولیٰ جمعہ میں مسٹر گاندھی کی تعریف کی اور کہا مہاتما گاندھی کی مقدس ذات ستودہ صفات پاکیزہ خیالات ہے۔'' از ''تحقیقات قادریہ'' مصنفہ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب قادری رضوی بریلوی۔

(۳۶) ایڈریس آل انڈیا مسلم لیگ بخدمت مسٹر مانٹیگو۔ اس ایڈریس میں یہ گزارش بھی پر زور الفاظ میں کی گئی تھی کہ ہندوستان سے گائے کا ذبح کرنا موقوف کیا جائے۔

حکیم اجمل خان نے گائے کی قربانی کے خلاف تقریر کی

(۳۷) خطبہ صدارت حکیم حافظ اجمل خان صاحب رئیس دہلی صدر مسلم لیگ امرتسر منعقدہ دسمبر ۱۹۱۹ء ''گاؤ کشی کا ذکر ہم لوگ ایک عرصہ سے اشاروں استعاروں میں کرتے رہے ہیں لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت سے ذکر کیا جائے'' پھر صفحہ ۳۳ میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ ہندوؤں کے عنایت و کرم کا اظہار فرمایا پھر صفحہ ۳۴ مذہبی نقطہ سے یوں ارشاد فرمایا ''ہندوستان کو چھوڑ کر تمام عرب' شام' مصر' طرابلس اور ایشیائی ترکی وغیرہ کے مسلمانوں کو دیکھیے جن میں سے کروڑوں کی تعداد نے انہیں زندگی بھر اس سنت کو غیر گائے کے قربانی کے ادا کیا ہے۔'' پھر اتنی زوردار تقریر کو ناکافی خیال کر کے واراد ان یضحی کے بعد لفظ ''بالشاۃ'' اپنی طرف سے بڑھا دیا اور اس سے نتیجہ نکالا کہ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی ہوتی تھی۔

مولانا عبدالباری نے گاندھی کے کہنے پر گائے کی قربانی ترک کر دی

(۳۷) مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے اظہار تشکر کے ذیل میں بیان کیا کہ ''مسٹر گاندھی صاحب کے اخلاق اور گفتگو سے میں یہاں تک متاثر ہو چکا ہوں کہ گائے کی قربانی میں نے ترک کر دی ہے۔''

(۳۸) خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر اونٹوں کا گشت کرایا گیا جس پر جلی

حرفوں سے لکھا ہوا تھا ''ہم خلافت اور مقامات مقدسہ کے لیے انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے مظالم کا عوض لیتے ہیں ہندو ہمارا ساتھ دیتے ہیں لوگو! تم بیت اللہ وحرم رسول کو بچالو گے اگر گائے کی قربانی موقوف کر دو۔''

از ''رسالہ النور'' مصنفہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب (بہاری مولد ''مدفون بہ علی گڑھ''

(۳۹) فتویٰ مولوی محمود حسن دیوبندی ''ہندوؤں سے موالات جائز ہے۔'' ''ترک موالات و احکام اسلام'' ص ۱۵

(۴۰) مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب' مولوی ابوالکلام آزاد وہ (اسلام) بعض اقسام کے کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوت حق کا اصل الاصول ہے۔'' الہلال آزاد دہلوی ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء''

مولانا ابوالکلام آزاد نے حضرت عیسیٰ کو صرف مجدد مانا تھا

(۴۱) ''مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے۔ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا۔ خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا۔ اس کی مثال مجدد کی سی تھی۔ وہ کوئی شریعت نہ لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا اس نے خود تصریح کر دی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (یوحنا ۱۳:۵)

(۴۲) الہلال جلد ۳ ص ۳۳۸ یہودیوں نے ان کے (مسیح علیہ السلام کے) سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تھا وہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو۔'' (یہ صلیب پر لٹانا بھی عجیب شاید مولانا نے صلیب زمین پر بچھی ہوئی مسہری سمجھی)

(۴۳) الہلال ص ۳۳۸ مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی ص ۳۳۹ ''مظلومانہ قربانی اور خون شہادت''!

(۴۴) مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب طبع دوم ص ۲۰ ''منصب نبوت مختلف اجزائے نظر وعمل سے مرکب ہے ازاں جملہ ایک جز وحی و تنزیل کا مورد ہونا اور شریعت میں تشریع و تاسیس قوانین کا اختیار رکھنا ہے یعنی قانون وضع کرنا اور اس کی وضع و قیام کے معصومانہ وغیرہ

مسؤلانہ قوت'' (پانچ سطر بعد) ''منصب نبوت اس اصلی جز کے ساتھ بہت تبعی اجزاء پر مشتمل تھا۔''

(۴۵) ''مسئلہ خلافت'' ص ۱۹ مسیح مقدس کا ''پہاڑی واعظ'' صرف ایک اخلاقی معلم تھا از ''رسالہ نافع النور علی سوالات جبلفور'' مصنفہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت فاضل بریلوی۔

(۴۶) خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب جلسہ انجمن علمائے صوبہ متحدہ ۱۴ رجب ۳۸ھ بمقام کانپور ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہد موافقت ہوگیا ہے تو ہم کو اس کا پورا کرنا لازمی ہے۔

(۴۷) خطبۂ صدارت مذکور ''اگر شرعی مصلحت ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔''

(۴۸) خطبۂ صدارت مذکور ''ہم کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔''

(۴۹) خطبۂ صدارت مذکور ''ہم ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں۔'' اس کے لیے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے۔''

مسلمانو! ترکوں کی حمایت، اماکن مقدسہ کی حفاظت، سلطنت اسلامی کی اعانت، یہ سب دکھانے کے دانت ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے بڑے لیڈروں علی برادروں سے جو اوپر لکھا گیا ہے۔ اس سے ان کی ہندو دوستی ظاہر ہوتی ہے۔

ابوالکلام آزاد ہندوستان کی حکومت کے لیے اسلامی فوجوں سے لڑنے کے لیے تیار تھے

(۵۰) ''مسئلہ خلافت اب طے کر کے ایک طرف رکھو ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو ہم ہندو قوم پرست ہیں، ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم ان کے خلاف تلوار اٹھائیں۔ ہمارا نصب العین سلطنت خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترک موالات اس کا ذریعہ ہے۔'' ابوالکلام آزاد صاحب سے منقول ہوا لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے اگر خلافت کے خاطر خواہ فیصلہ بھی ہو جائے تاہم ہماری

جدوجہد جاری رہے گی۔ اس وقت تک کہ ہم گنگا جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں۔

کانگریس کے نیشنلسٹ علماء کے نظریات

یہ ہیں ان سیاسی حضرات لیڈران و ایڈیٹران و علماء کے افعال و اقوال جو خلافت کا ڈھونگ رچا کر کر رہے ہیں' کہہ رہے ہیں' لکھ رہے' ہیں چھاپ رہے ہیں اور گاندھی کے نانِ کو آپریشن کو ''ترک موالات'' کا شرعی جامہ پہنا کر اپنے آپ کو لوگوں میں سرخرو کر رہے ہیں۔ اور جوان حرکات ''لغویات'' خرافات میں ان کا ہمنوا نہ ہوا اس کو ''ترک موالات'' کا مخالف اور اس کا دشمن مشہور کرتے ہیں۔

اعلیٰحضرت نے کانگریسی مولویوں کے خلاف قلمی جہاد کیا تھا

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ و تحریرات اور بے شمار رسائل میں اس مسئلہ اور ان کے حرکات و افعال و اقوال پر کافی روشنی ڈالی ہے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا ہے حق و باطل میں آسمان و زمین سا فرق دکھا کر مسلمانوں کی رہبری فرمائی ہے جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرالجزاء رسالہ "مبارکۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ'' میں فرماتے ہیں ص ۱۴ (۴) موالات مطلقاً ہر کافر و مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی رشتہ دار ہو۔ حتیٰ کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا ہے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ یکے از اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں آیۂ کریمہ اتری یآیھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ و قد کفروا بماجآء کم من الحق یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے فیہ زجر شدید للمومنین عن اظہار صورۃ الموالات لھم وان لم تکن موالات حقیقیہ اس آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات نہ کریں۔ جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً بالا کراہ قال تعالی الا ان تتقوا منھم تقۃ قال تعالی الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان اور معاملات مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت ہو ورنہ ایسی

معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائے کافر قال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

اعلیٰحضرت ترک موالات انگریزوں اور ہندوؤں دونوں سے کرتے تھے

(۷) ترک معاملات کو ''ترک موالات'' بنا کر قرآن عظیم کی آیتیں کہ ترک موالات میں ہیں نظر آئیں مگر فتاوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگالی کہ آیتیں اگر چہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں ''ہندو تو ہادیان اسلام ہیں'' آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصاری فقط انگریز اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے اب حالات حاضرہ سے ہوئے ''ایسی ترمیم شریعت وتغیر احکام و تبدیل اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے'' ترک موالات کفار قرآن عظیم نے ایک دو دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیم حق سنائی اور اس پر بھی تنبیہ فرما دی کہ قدبینالکم الایات ان کنتم تعقلونo ہم نے تمہارے لیے آیتیں صاف کھول دی ہیں اگر تمہیں عقل ہو مگر تو بہ کہاں عقل اور کہاں کان تو یہ سب وداد ہنود پر قربان لاجرم ان سب سے ہندوؤں کا استثنا کرنے کے لیے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآن عظیم میں تحریفیں کیں آیات میں پیوند جوڑے پیش خویش و احد قہار کو اصلاحیں دیں ان کی تفصیل گزارش ہو تو دفتر طویل نگارش ہو۔

اعلیٰحضرت نے دوقومی نظریہ کا اعلان کیا

ص ۱۷ ایک آیہ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی آیہ کریمہ ممتحنہ لاینھٰکم اللہ اس میں اکثر تاویلیں جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں۔ (۱) اس سے مراد بنوخزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔ (۲) امام مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ معظمہ سے ابھی تک ہجرت نہ کی تھی رب عزوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔ (۳) بعض مفسرین نے کہا مراد

کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں ظاہر ہے کہ اقوال امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ کسی طرح اب قابل نسخ اور قول سوم یعنی ارادۃ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو۔

ذمی اور حربی کافر کے معاملات

ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ جن سے اتحاد و وداد منا رہے ہیں عورتیں اور بچے نہیں قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کے لیے ہے اور یہی قول اکثر جمہور کا ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیہ **لاینھٰکم** دربارہ اہل ذمہ اور آیہ **انما ینھٰکم اللہ** حربیوں کے بارے میں ہے اس بنا پر ہدایہ درر وغیرہما میں ہے۔ کافر ذمی کے لیے وصیت جائز ہے اور حربی کے لیے باطل وحرام آیۂ **لاینھٰکم اللہ** ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیہ **انما ینھٰکم اللہ** نے حربی کے ساتھ احسان حرام قرار دیا۔ ہدایہ میں ہے **یجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقولہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدّین الایۃ والثانی لانھم بعقد الذِّمہ ساووالمسلمین فی المعاملات ولھذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیات وکذا بعدالممات** جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لیے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لیے اول تو اس دلیل سے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تعالٰی ان سے منع نہیں کرتا ہے جو تم سے دین میں نہ لڑے الخ اور دوم اس لیے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمان کے برابر ہو گئے اس لیے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی طور پر نیک سلوک کرسکتا ہے یوں ہی بعد موت بھی امام اتقانی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں **ارادبالکافر الذمی لان الحربی لاتجوزلہ الوصیۃ علی مانبین** یعنی صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا اس لیے کہ حربی کے لیے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے یہ ہے مسئلہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈر یوں مسخ و نسخ کے دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد و اتحاد ثابت کرتے ہیں **یحرفونہ من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون**(۱) آیۂ کریمہ مر

ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے اخرج ابو داؤد فی تاریخه وابن منذر عن قتادة لاینھٰکم اللہ الایه نسختها اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم۔

قرآن پاک تمام کفار سے ''ترک موالات'' کا حکم دیتا ہے

نسخ پر احادیث و اقوال وصحابہ کرام و تابعین عظام نہ بھی ہوتے تو خود قرآن عظیم شاہد کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے۔ ممتحنہ کا نزول سورہ برأت سے یقیناً پہلے ہے۔ تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ اس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضہ کفار میں تھا اور سورہ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلط تمام دین اسلام ہے سورۂ برأت میں ارشاد فرمایا ''یآیها النبی جاهدالکفار والمنافقین واغلظ علیهم وماوٰهم جهنم وبئس المصیرo یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید نہ تخصیص ہے نہ تقلید اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی اور درشتی باہم متنافی ہیں۔ پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی و سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت سابقہ منسوخ ہو گئی اجماع امت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ جارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کامدافعانہ میں حصہ پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا ہر ادنیٰ خادم فقہ جانتا ہے کہ حربی مقابل ذمی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل تو آیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدر قتال ہوئے ہوں یا نہیں۔ البتہ معاہدین کا استثنا ضروریات دین سے ہے جس پر نصوص قاطعہ ناطق اور وہ اذہان مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلاً محتاج ذکر نہیں۔

بالجملہ آیہ کریمہ میں دو قول ہیں ایک قول اکثر اہل تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہل عہد و پیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان۔ اس تقدیر پر آیہ کریمہ مشرکین ہند کو جن سے اتحاد و داد منایا جا رہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ نہ تو اہل ذمہ ہیں نہ عورتیں بچے نہ مسلمان۔ دوسرا قول کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے اس طور پر وہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔ کیا کوئی

روا رکھے گا کہ شراب پیے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کر لے؟ لیڈر بننے والوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کر لیا قول ثانی سے اور اس کا غیر منسوخ ہونا لیا تو قول اول سے جمع بین المتناقضین کر کے بیچارے جاہلوں کو دھوکے دیتے ہیں اور اگر بفرض باطل ان کی یہ شترگربگی مان بھی لی جائے تو عام مشرکین ہند کو لَم یقاتلو کم فی الدین کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر رکھ لینا ہے۔

اعلیحضرت نے ہندوؤں کے مظالم کی داستان بیان فرمائی

کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے تھے؟ کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے؟ کیا کٹار پور اور آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے؟ بیگناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے' مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے' ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں' قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے' جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں ہیں جن کا نام لیے کلیجہ منوھ کو آتا ہے۔

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو! ہمدردی اسلام کا تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کے گنگا میں ڈوب مرو! اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی ہیں! تمہارے یہی چہیتے تمہارے پیارے! تمہارے سردار! تمہارے پیشوا! تمہارے مددگار! تمہارے غمگسار! مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو' جن کی جے مناتے' ہو جن کی غلامی کی گیت گاتے ہو!

ہندو ہر زمانے میں کسی نہ کسی انداز میں مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہے

بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کیے تھے اس لیے سب تو قاتلو کم فی الدین نہیں ہو گئے عقلمندو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی' کفار زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا فاقتلو لھم حیث ثقفتموھم انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اور حکم ہوا وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافه سب مشرکوں سے لڑو۔ جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں کیا ان کا ہر ہر

فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا۔ لڑائی دیکھی جاتی ہے جو لڑے اگر ان کی کوئی خاص ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ خاص انہیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے اور ناگزیر لڑائی مذہبی ہے تو ان سب اہل مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے اور قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنی مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے۔

ہندوستان کے سارے ہندو گائے کی قربانی کے مسئلہ میں یکجان ہیں

یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی؟ کون سی ہندو زبان ہے جو "گؤ رکھشا کی مالا" نہیں جپتی! ہندوستان کے اندر کون سا شہر ہے جہاں اس کی سبھا اس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں؟ کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون' یہ پاک مساجد کی شہادتیں' یہ قرآن عظیم کی اہانتیں' ناپاک رکھشاؤں' انہی مجموعی سفاک سبھاؤں' کے نتائج نہیں۔

لاؤ نہ قتل نامہ ذرا ہم بھی دیکھ لیں　　کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی!

اب جس شہر میں' جس قصبہ میں' جس گاؤں میں چاہو آزما کر دیکھو۔ اپنی مذہبی قربانی کے لیے گائے پچھاڑو۔ اس وقت بھی تمہاری بائیں پسلی سے نکلے' یہی تمہارے سگے بھائی تمہارے موتھ بولے بزرگ بھی' تمہارے آقا بھی' تمہارے پیشوا' تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں! ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالیے وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں بلکہ تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن کون ہے؟

گاندھی نے گائے کی قربانی کرنے والوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا

تمہارے ہی گاندھی نے صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند' دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انہیں لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی اور اگر یہی ٹھہری کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افرادِ قوم کی رضا سے

ہو مگر قاتلوا کم فی الدین میں صرف وہی داخل ہوں گے جنہوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھ لیجئے کیا ہر انگریز ترکوں کے خلاف میدان جنگ میں گیا تھا؟ ہرگز نہیں لاکھوں یا شاید کروڑوں ہوں جنہوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی خصوصاً ہندوستان میں سول کے انگریز تو یہ سب لم یقاتلو کم فی الدین میں ہوئے اور تمہارا یہ ترک تعاون کا عام مسئلہ تمہارے ہی منہ سخت جھوٹا اور شریعت پر افترا ٹھہرا مقاطعہ کرو تو انہیں معدود سے کرو' جو میدان میں ترکوں سے لڑے تھے۔

نے فروعت محکم آمد نے اصول　　شرم بادت از خدا و از رسول

قوم پرست مسلمان اپنے ہندو دوستوں سے پوچھیں

وائے غربت اسلام و انصاف کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمہیں عداوت کا اقرار' ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور کیا تمہیں وہی نہیں ہو کہ جب وہ محاربین' قاتلین' ظالمین اور کافرین گرفتار ہوئے ان پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے' تمہاری چھاتی دھڑکی' تمہاری ماتا پھڑکی' گھبرائے علماء سٹپٹائے' جیسے اکلوتے کے پھانسی سن کر درد آئے۔ فوراً گرجا' گرم دھواں دھار رزولیشن پاس کیا کہ ہائے ہائے یہ ہمارے پیارے ہیں! یہ ہمارے آنکھوں کے تارے ہیں! انہوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا' جلایا' پھونکا' مسجدیں ڈھائیں' قرآن پھاڑے' یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی ہمیں اس کی مطلق پروا نہیں یہ ہمارے سگے ہیں' کوئی سوتیا دا نہیں ''ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی'' برتن ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے ان کے درد سے ہمیں غش پہ غش آتا ہے۔ ان کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجا پھٹا! ان کو معافی دے دی جائے' فوراً ان سے درگذر کی جائے' یہ ہے آیۂ ممتحنہ پر تمہارا عمل یہ ہے الذین قاتلو کم فی الدین سے تمہاری جنگ و جدل' یہ ہے واحد قہار کو تمہاری پیٹھ دینا' یہ ہے کلام جبار سے تمہارا پھرنا' ان تمہارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے' تم نے اس کے احکام پاؤں تلے ڈالے' انہوں نے مسجدیں ڈھائیں' تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے' قرآن چھوڑا' ایمان چھوڑا' مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مونھ موڑا اور ان کے دشمنوں و اعدا سے رشتہ جوڑا' یہ تمہیں اسلام کا بدلہ ملا۔

اف لکم بئس للظلمین بدلا آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمہیں آیۂ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے' تمہارا پڑھنا یقیناً مصداق رب یتلوا القرآن والقرآن یلعنہ ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں ومن یتولھم فاولئک ھم الظلمون "جو ان سے موالات کرے وہی ظالم ہے" تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی۔ ان صاحبوں سے یہ بھی پوچھ دیکھئے کہ آیۂ کریمہ لاینھٰکم ہر مشرک' غیر محارب' عام ہو کر محکم سہی اور مشرکین ہند میں کوئی نہیں محارب بالفعل نہ سہی۔

کیا قرآن نے تمہیں مشرکین ہندوستان سے دوستی کا حکم دیا ہے؟

اب دیکھو تمہارے ہاتھ میں قرآن ہے کیا ہے خالی ہوا وافئدتھم ھواء ٥ آیۂ کریمہ لاینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ و مالی موالات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ (۱) انہیں اپنا انصار بناؤ (۲) ان کے گہرے یار غار ہو جاؤ (۳) ان کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ (۴) ان کی جے جے پکارو (۵) ان کی حمد کے نعرے مارو (۶) انہیں مساجد مسلمین میں باادب پہنچاو (۷) اور مسند مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جاکر بٹھاؤ (۸) مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر (۹) واعظ و ہادی مسلمین بناؤ (۱۰) ان کا مردار جیفہ اٹھاؤ (۱۱) کندھے پر ٹکٹی (۱۲) زبان پر جے (۱۳) یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ (۱۴) مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ (۱۰) ان کے لیے دعائے مغفرت کرو (۱۶) نماز جنازہ کا اعلان کراؤ (۱۷) ان کی موت پر بازار بند کرو (۱۸) سوگ مناؤ (۱۹) ان سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ (۲۰) ان کی خوشی کے لیے شعار اسلام بند کراؤ (۲۱) گائے کا گوشت کا کھانا گناہ ٹھہراؤ (۲۲) اور کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ (۲۳) اسے مثل سور کے گناؤ (۲۴) خدا کی قسم کی جگہ "رام دھائی گاؤ" (۲۵) واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ (۲۶) اسے معاذ اللہ رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا' ہر شے میں حلول کیا ہوا' ٹھہراؤ (۲۷) قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ رکھ کر ایک ٹولہ میں مندر میں لے جاؤ (۲۸) دونوں کی پوجا کراؤ (۲۹) ان کے سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمہارے پاس "مذکر" بنا کر بھیجا ہے (۳۰) نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے (۳۱) گاندھی کو امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود کہا (۳۲) اس کی مدح میں یہاں تک اونچے اڑے کہ ۔ خاموشی از ثنائے تو

حد ثنائے تست! (۳۳) صاف کہہ دیا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا (۳۴) صاف کہہ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو و مسلم کا امتیاز اٹھادے گا (۳۵) صاف کہہ دیا کہ ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا (۳۶) صاف کہہ دیا کہ ہم نے "قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی" کیا آیہ کریمہ لاینھٰکم میں ان ملعومات و کفریات کی اجازت تھی۔

کانگریسی مسلمان لیڈروں کا خدا و رسولﷺ کے خلاف محاذ

اب تو کھل گیا کہ لیڈروں اور کانگرس پارٹی نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور ان کا کوئی عذر انہیں کام نہ آیا۔ اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں قال اللہ تعالیٰ لا تجدقوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من حآداللہ ورسولہ نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفان خدا و رسول سے وداد کریں دوسری آیت میں فرماتے ہیں تری کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ماقدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خالدونo ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل اللہ ما اتخذوھم اولیاء ولکن کثیرا منھم فٰسقونo تم ان میں بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بے شک کیا ہی بری چیز ہے جو خود انہوں نے اپنے لیے تیار کی کہ ان پر اللہ کا غضب اترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انہیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

فرمایئے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے؟ ہرگز مسلمان نہیں انہیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں۔ یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں۔ ہم تو قوم کے لیڈر و ریفارمر ہیں۔ مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا ومن اصدق من اللہ قیلا غرض ترک موالات افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب۔ بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض۔ بلکہ مدار ایمان فسبحٰن مقلّب القلوب والابصار اول میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیل حرام بلکہ افتراض حرام اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام والحمدللہ الملک العلام وعلی رسول الصلاۃ والسلام وآلہ وصحبہ البررۃ الکرام یہ

تھا حکم شرعی جس کی تحقیق و تنقیح بحمداللہ اس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے علاوہ کہیں نہ ملے گی۔

کانگریسی مسلمانوں نے قرآن کے احکام بدل دیئے

اب کانگریسی لیڈر اپنی تحریفیں دیکھیں۔ احکام دین کو کتنا کتنا بدلا۔ شرعی مسئلہ کیسا کیسا مسلا۔ اولاً ذکر تھا ذمی' کالے' گوے حربی' ثانیاً بروایت امام طحاوی حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد جملہ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا یہ لے دوڑے مشرک۔ ثالثاً جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبولے۔ کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔ رابعاً انہیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر ان کے ہاتھ بک گئے انہیں اپنا امام و پیشوا بنالیا صاف لکھ دیا کہ ہم نے ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے' جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت   رفتی و نثارِ بت پرستی کردی

کانگریسی مسلمان ہندوؤں کو صرف سجدہ نہ کرسکے ورنہ!

ان ہندوؤں کی تعظیم انہیں مسلمانوں پر استعلا دینا حرام قطعی تھا۔ انہوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا۔ باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم و اعلا میں نہ چھوڑا۔ مسلمان کہلانے والوں نے ان کی جے جے پکاریں' بیل بن کر گؤ پتروں کی گاڑیاں کھینچیں۔ ان کی مدح میں غلو و اغراق کیے حتی کہ گاندھی کو کہہ بھاگے ؎

"خاموشی از ثنائے تو حدثنائے تست" ؎

نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے' ایک نے ہزاروں کے مجمع میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (گاندھی کی طرف اشارہ کرکے) تمہارے لیے "مذکر" بنا کر بھیجا ہے۔ دوسرے نے خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے بدلے گاندھی کی مدح "مقدس ذات' ستودہ صفات" سے گایا۔ مشرک کو جامع مسجد دہلی میں مسلمانوں کا واعظ بنایا۔ ہزارہا مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے مسند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمایا۔ مسئلہ استعانت

کا یہ مطلب تھا کہ درمختار میں اس کا جواز تھا اجازت تھی تو استخدام کی وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہولیا ہو تم نے الٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی۔

اعلیٰحضرت ہر قسم کے مشرکوں پر اعتماد کرنا حرام قطعی مانتے تھے

مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی ہے۔ جس کا بیان زیر آیت اولیٰ گذرا۔ انہوں نے اعتماد تو درکنار قطعاً التجا کی۔ استعانت کی تین حالتیں ہیں۔ التجا' اعتماد' استخدام التجا یہ ہے' کہ قلیل گروہ اپنے آپ کو ضعیف و کمزور یا عاجز پاکر کثیر قوم کے طاقتور جتھے کی پناہ لے۔ اپنا کام بنانے کے لیے اس کا دامن پکڑے۔ یہ بداہتہً اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دینا ہوگا اور انہیں خواہی نخواہی ان کے اشارے پر چلنا ان کی پیروی کرنی ہوگی۔ اعتماد یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں' انہیں یار و معین و مددگار بنائیں' ان کی مدد و موافقت سے اپنے لیے غلبہ وعزت و کامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو ان کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر ان کی ہمدردی و خیر خواہی پر اعتماد یقیناً ہے۔ کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین و ناصر نہ بنائے گا۔ استخدام یہ کہ کافر سے دبا ہوا ہو اس کی چوٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو۔ کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو۔ وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست و پا ہے' ہم سے خوف وطمع رکھتا ہے۔ خوف شدید کے باعث اظہار بد خواہی نہ کر سکے گا۔ بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔ اب التجا و اعتماد کے آئینہ میں ان کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۳ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے۔ ہدایت عقل کو ٹھکرایئے تو لیڈران کے گیت سن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کو گائے ہیں۔ ان کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونت حق سے گریزاں تھے۔ ان کا دست اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں۔ برادران وطن کو ان کی ہمدردی کی اجرت دے کر ان کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے۔ نہ ہماری لفظی شکر گذاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں ان کے اخلاق نے گھر کرلیا ہے۔

کانگریسی مسلمانوں نے گاندھی کی محبت میں قرآن کی تکذیب کی ہے

دیکھئے کیسی دل کھول کر قرآن کریم کی تکذیبیں کیں۔ اب یہ سچے یا اللہ واحد قہار جس نے فرمایا لا یالونکم خبالا ان لیڈر حضرات نے ''مسئلہ موالات'' میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی ہے اور وہیں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے۔ اس میں دونوں کی رنگت رچائی افراط وہ کہ نصاریٰ سے نری معاملت بھی حرام قطعی اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض شرعی۔ پھر ان کی اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہٖ دین کو برباد کردیا اور اول پر عمل میں فی نفسہٖ ضرر اسلام تھا۔ مباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑ دے تو اس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب۔ ضلالت ہے تو اس اعتقاد و تحریم میں لیکن حرام قطعی کو فرض بتانا۔ ایمان و عمل دونوں کا تباہ کرنا ہوا...... اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا۔ لہٰذا اول سے بحث ضروری نہ تھی حکم بتا دیا۔ معاندوں کا عناد ان کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں، سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعم خود گہری نگاہ والے، انجام شناس لیڈرانِ قوم نے کچھ سوچ رکھا ہوگا۔

کیا لیڈران قوم اس بات کا جواب دے سکتے ہیں؟

نظر بعادات و حالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ ان کی چیخ پکار سے تمام ہندو سند و بنگال و برہما و افریقہ و جاوا حتیٰ کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں ملازمتیں زمینداریاں تجارتیں یک لخت چھوڑ دیں۔ یہ شورشیں تو دو دن سے ہیں صدہا حرام نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وہ تو چھوڑیں گے نہیں مباح نوکریاں، حلال تجارتیں، زمینداریاں کس طرح چھوڑیں گے۔ ان جلسوں، ہنگاموں، تبلیغوں، تحریکوں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں کا کیا فائدہ! یا انگریزوں کا کیا نقصان! غریب نادار مسلمانوں کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جا رہا ہے اور جائے گا۔ ہاں لیڈروں، مبلغوں کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمہ سیدھے ہو گئے اور ہوں گے۔ اگر یہ فائدہ ہے

ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی ضیاع میں اتنا فائدہ مرتب ہوا اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں' اتنوں نے تجارتیں' اتنوں نے زمینداریاں۔

ملکی اخبارات کا منفی کردار

طرفہ یہ کہ ان کے خون گرم حامی ہمدم و محترم اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے زور لگا رہے ہیں۔ خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے۔ کیا اوروں کے لیے شور و فغاں اور اپنے لیے نوش جان۔ اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں' بڑے بڑے لیڈر بننے والے اس مرض میں گرفتار ہیں ''دیگران رانصیحت خود رافضیحت''

حیرتے دارم' ز دانشمند مجلس بازپرس　　توبہ فرمایاں' چرا خود توبہ کمتری کنند

ہندو لیڈروں نے ہجرت کا صرف مسلمانوں کو حکم دیا

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا جو ابھارنے میں آ گئے ان مصیبت زدوں پر جو گذری' گزری۔ یہ سب اپنی بیوی و بچوں میں چین سے رہے۔ ہرا لگا نہ پھٹکری اور ترک تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں۔ نہ ان کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے۔ کیا واحد قہار نے نہ فرمایا لم تقولون مالا تفعلون٥ کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے۔ کیا تمہارے یہاں سے نہ چھپا کہ اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنان اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً ان کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتدین کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

کیا کسی کانگریسی لیڈر نے اپنے معاملات میں ترک موالات کیا ہے؟

کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اس سے بری ہے۔ کیا اس میں سب سے پیش قدیم '' سلطنت عالیہ دکن'' نہیں۔ کیا اس کے احکام اور چھپے ہوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے'' کیا

آپ کے لیڈروں میں اکثر اس کے وظیفہ خوار نہیں؟ کیا خیرات کی مد میں سے گیارہ گیارہ روپیہ یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرالیا؟ کیا جسے اوروں کے لیے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔ بلا پس ہو ان کے منہ لگا حرام ان سے نہ چھٹا اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا ان پر ان لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گڑھے ہیں وہ کسی طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اور ان کے سر پر پڑے ہیں یہ قانون کے مستثنیات عامہ ہیں اور جب لیڈر خود اپنے کہے پر عامل نہیں تو ان کی چیخ پکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی ۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند!

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں گے جو ان تینوں باتوں سے بری ہیں۔ نہ زمینداری' نہ تجارت' نہ مالگزاری۔ نہ ابواب یا ٹیکس یا چنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمت قطعیہ کا حکم جڑے فرض کرو بعض خود اس سے پاک ہیں۔ نرے محتاج بے نوا ہیں پھر یہاں تو عوام کے ذرائع رزق یہی ہیں۔ کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے۔ اوروں کے سر کھاتے ہوں گے۔ ان کا مال انہیں وجوہ سے ہوگا۔ جو تمہارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے۔ تو حرام ہی کھایا حرام ہی کمایا ہر طرح گرفتار حرام ہی رہے۔ نجات کی صورت بتائیے پھر ترک معاملات کی فرضیت گائیے اور یہ روپیہ ان جلسوں میں صرف کر رہے ہو یہ بھی تو اس حرام کا ہے سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لیے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ۔

مالِ حرام بود بجائے حرام رفت!

اور ریل اور تار ڈاک کیا انگریزوں سے معاونت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہیں اگر کہو انہیں سہولت کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ تو اعلان کر دو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لیے حرام روا ہے۔ اگر کہو کہ زمینداری تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا! تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا' تو جو جواب تمہارا ہے وہی سب کا ہے۔ غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے۔ نہ تم نے خود اس پر عمل کیا نہ کر سکتے ہو۔ اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ۔

وہ کرتے ہیں جو کچھ نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ ۔

''مغز ماخورد و حلق خود بدرید''

کیا کانگریسی لیڈر انگریز سے لی ہوئی زمینداریاں' نوکریاں چھوڑنے کو تیار ہیں؟

بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں' تجارتیں' نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہارے ہی طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے۔ حاشا ہرگز نہیں' زنہار نہیں اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں' مکار نہیں' اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو' منافقانہ میل پر پھولے ہو سچے ہو تو موازنہ کرکے دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری' تجارت' زمینداری چھوڑی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا ۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا!

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال' دولتیں' دنیاوی جمیع اعزاز' جملہ و جاہتیں' صرف ہندوؤں کے ہاتھ رہ جائیں گی اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں گے اور نہ پائیں گے ہندو جو اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچا ہی چبائیں گے۔ یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی! یہ ہے ''حمایت اسلام'' میں جانکاہی **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

اعلیٰحضرت نے گاندھی دوستی کے اثرات بیان کیے

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض اصحاب نے تحریر میں لیا۔ اس کا اعادہ موجب افادہ ہوگا۔ مسلمانوں کا رب جل وعلیٰ فرماتا ہے **یآیھاالذین آمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالُونکم خبالا ودوا ماعنتم قدبدت البغضآء من افواھھم وما تخفی صدور ھم اکبر قدبینا لکم الایٰت ان کنتم تعقلون**o ''اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہمراز نہ بناؤ۔ وہ تمہاری نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے۔ ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا۔ بے شک دشمنی ان کے منہ سے کھل چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے۔ بیشک تمہیں صاف صاف نشانیاں

بتادیں اگر عقل رکھتے ہو' قرآن گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ ہے ومن اصدق من الله قیلا کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے۔ خیر خواہی تو درکنار کبھی بدخواہی میں گئی نہ کریں گے پھر انہیں یار و انصار بنانا ان سے وداد و اتحاد منانا ان کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے۔ اور ضرور ہے ولکن لاتبصرونo

قرآن کی ہدایت سامنے رکھیں

آؤ اب تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور میل کا راز بتائیں۔ دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے۔ اول اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ دوم یہ نہ ہو تو جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔ سوم یہ بھی نہ ہوسکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے ہندوؤں نے یہ تینوں درجے ان پر طے کردیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں اسے خیر خواہی سمجھتے جاتے ہیں۔

ہندوؤں نے کانگریسی مسلمانوں کو کس ڈگر پر لگا دیا!

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا ثانیاً جب یہ نہ بنی تو ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں۔ ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے۔ یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یونہی چھوڑ جائیں۔ بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں ثالثاً جب یہ بھی نہ نبھی تو ''ترک موالات'' کا جھوٹا حیلہ کرکے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو' کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو' مالگذاری ٹیکس کچھ نہ دو' خطابات واپس کردو' امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغہ اور ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں۔ جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گذرتی ہے وہ ظاہر ہے جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے۔ مالگذاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے ہرگز نہیں قرقیاں ہوں گی' مقدمے ہوں گے' جائیدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے نتیجہ یہ ہوگا مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں گے یہ تیسرا درجہ ہے۔

دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اعلیٰحضرت ملکی سیاست کو شرعی نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں

مسلمانوں تم نے تحریرات اعلیٰحضرت کا خلاصہ و اختصار دیکھا کہ سیاست کو بھی شرعی نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں جسے شرع کے موافق دیکھتے ہیں قبول فرماتے ہیں اور مخالف کا رد و انکار فرماتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات نے جن پر حب دنیا غالب تھی اس دنیا طلبی کو مذہبی رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا اور جو علمائے کرام اس سے محترز رہے ان سے مخالفت کی ٹھانی چنانچہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کی خدمت میں دو مرتبہ معترضانہ چند سوالات کیے پہلے سوالات کے جواباب تحقیقی دیئے گئے اور دوسری مرتبہ کے سوالوں کے جوابات انہیں کے اقوال و تحریرات سے الزامی ہیں جن میں سے بعض کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں۔

اعلیٰحضرت سے عالمی سیاست پر منافقین کے استفسارات

سوالات بار اول (۱) اسلامی ترکی سلطنت کو جو اس جنگ میں نقصان پہنچا آپ اس سے خوش ہوئے یا رنجیدہ اگر رنجیدہ ہوئے تو اس کے اظہار کے لیے کیا صورت اختیار کی جواب میں فرمایا (۱) واقعات کہ اشتہار میں لکھے کیسے ہی ہوں اس قدر میں تو شک نہیں کہ اسلام کی بڑی سلطنت کو نقصان شدید پہنچا۔ کیا کوئی مسلمان اس پر خوش ہوسکتا ہے یا کسی اسلامی دماغ میں یہ سوال کرنا گزرتا ہے کہ ''تم خوش ہوئے یا رنجیدہ!'' مگر وہ حضرات کہ مشرکین کو اپنے امام و رہبر دین بنا چکے' آیات و احادیث کی تمام عمر بت پرستی پر لٹا چکے ان سے یہ سوال عجب نہیں۔

(۲) شاہزادۂ مظلوم سیدنا امام حسین و اہل بیت کرام علیہم الرضوان پر جو سخت مظالم کربلا میں گزرے کیا صحابہ و اہل بیت علیہم الرضوان اس وقت ملک میں ایسے بے معنی شور غل مچاتے پھرے۔ کیا کوئی شہادت کمیٹی قائم کی' کیا اس میں گمراہوں اور بے دینوں کو صدر مجالس بنایا کیا کسی دشنام دہندہ خدا و رسول و مکذب خدا کو ''شیخ الہند'' نہیں تو ''شیخ العرب'' ٹھہرایا۔ کیا مکہ و مدینہ یمن و شام وغیرہا یزید کی سلطنت سے ہجرت کر کے کابل چلے آئے۔

کیا اپنی قوت بڑھانے کو مشرکوں کافروں کے دامن میں چھپے۔ ان کی خوشی کے لیے کوئی شعار اسلام بند کیا۔ قشقے کا وہاں رواج نہ تھا مگر زنار تو تھے۔ کتنے جنیو پہنے؟ کون سے کافر کو اپنا امام و رہبر بنایا؟ قرآن و حدیث کی کتنی عمر کفر پر نچھاور کی! کون سے معبد کفار کو مقدس علامت ٹھہرایا؟ مسلم کافر کا امتیاز اٹھانے کو کون سا نیا مذہب بنایا؟ کس کافر کو مساجد طیبہ میں منبر پر چڑھا کر واعظ مسلمین ٹھہرایا؟ کس کافر کی ٹکٹی اٹھائی اس کی نماز جنازہ پڑھی؟ کس کے لیے دعائے مغفرت کی؟ کس کافر کی جے پکاری؟ اس کے خیر مقدم میں ایڈریس دیئے اور اس کی حمد کے غلغلے کیے؟ اس کی گاڑی کھینچی، مسلمانوں سے ۳۵ لاکھ لوٹ گھسوٹ کر یورپ یا شام میں اڑائے وغیرہ وغیرہ۔

اہل بیت وصحابہ نے اس میں سے کچھ نہ کیا اور جو کچھ انہوں نے کیا وہی آج بقدر استطاعت علمائے اہلسنّت نے کیا اور کر رہے ہیں۔ (۳) کیا گرامی حضرات اس ضرب المثل کی اجازت دیں گے یا غلطی پر اطلاع بخشیں گے کہ جاڑا آیا گیدڑ رات بھر چلائے۔ اس جنگل میں کچھ مقبولان خدا مشغول الٰہی تھے گیدڑوں نے کہ ان کی آواز اپنی سی نہ سنی صبح ان سے کسی نے پوچھا کیا آپ لوگ جاڑے سے متاثر نہیں ہوتے فرمایا ہوتے ہیں کہا پھر چلاتے کیوں نہیں فرمایا تمہارے چلانے نے جاڑے کا کیا بگاڑ لیا؟ اگر اس کا جواب صحیح دے سکوتو بخدا تم پر ہماری سکوت اور محض توجہ بخدا کی وجہ کھل جائے گی (۴) دریا طغیانی پر ہے کچھ لوگ ڈوب رہے ہیں ان کو بچانا ضرور فرض ہے مگر کن پر، قوی تیراکوں پر جو پیر نا نہیں جانتے ان پر شرع ہرگز لازم نہیں کرتی کہ انہیں بچانے کو دریا میں کود پڑو کہ وہ تو بچ نہ سکیں اور تم بھی ڈوب جاؤ اس پر غل مچانے والا کہے کہ انہیں ہمدردی نہیں کیا ان ڈوبتوں کا خیر خواہ ہے یا ان بچے ہوؤں کا بدخواہ۔

''ترک موالات'' میں اعلیحضرت کا نظریہ

اہل کتاب سے موالات کا کیا حکم ہے؟

(۵) مسئلہ موالات پر علمائے اہلسنّت ہمیشہ سے روشنی ڈال رہے ہیں۔ دفتر کے دفتر شائع فرما چکے ہیں۔ انہوں نے تو سیاست آج سیکھی وہ بھی آدھی۔ بلکہ اوندھی۔ کہ نصاری سے

موالات تو درکنار معاملات بھی حرام اور مشرکوں کی موالات بالائے طاق۔ غلامی و بندگی فرض۔ اسی پارٹی کے نیچری تھے جنہوں نے ''موالات نصاریٰ'' کو اس حد تک پہنچا دیا کہ اپنے پیروؤں کو دین سے آزاد۔ نیم نصرانی جنٹلمین بنادیا۔ کیا اس وقت علمائے اہلسنّت نے ان کی مخالفت نہ کی؟ کیا انہیں بے دین نہ کہا؟ کیا اس کے خلاف فتویٰ نہ چھاپے؟ کیا ''فتاویٰ الحرمین'' وغیرہ گم ہو جائیں گے پھر اسی پارٹی کے ندوی تھے کہ مرتدوں سے موالات چاہی کیا علمائے اہلسنّت نے ان کی مخالفت نہ کی؟ کیا ان کو گمراہ و بددین نہ کہا؟ کیا پچاس سے زائد کتابیں نہ چھاپیں؟ کیا فتاویٰ السنۃ و فتاوی الندوہ وغیرہا نہ رہے۔

گاندھی کی مخالفت سارے ہندوستان کے علماء اہلسنّت نے کی

اب یہی پس روان گاندھی ہیں کہ مشرکوں سے اتحاد و داد کیا ان کی غلامی و انقیاد فرض کر رہے ہیں۔ اب بھی علمائے اہلسنّت ہی نے اس پر ان کی مخالفت کی اور انہیں جو کہنا تھا کہا۔ پھر مسئلہ موالات کا ان سے سوال کیسا! تجاہل عارفانہ بلکہ دانستہ اپنے کو دیوانہ بنانا ہے پہلے بھول گئے اب سہی اسی اپنی نیچریت و موالات نصاریٰ کی طرف پھر پلٹا لے دیکھیں۔ گاندھی کے بدلے کسی پادری کو اپنے دین کی پیشوائی دے دیکھیں۔ اس وقت علمائے اہلسنّت ان کی مخالفت فرماتے اور یہی فتوے لگاتے ہیں یا نہیں (٦) سب جانتے اور خود واقف ہیں کہ اس بار تو ان کی بہت رعایت کی گئی' مدتوں سکوت برتا کہ اگرچہ بے قاعدہ اٹھے ہیں شاید گورنمنٹ ان کی واویلا سے متاثر ہو کر تقسیم بنگال کی طرح تقسیم ملک سے بھی دست کش ہو جائے مگر جب انہوں نے پانی سر سے گزار دیا اور اسلام اور قرآن سب ہندوؤں پر نچھاور کر دیا اس وقت اگر مسلمان بھائیوں کا دین بچانے کو اس کی شناخت پر اطلاع دی کیا گناہ کیا۔ پارٹی سے دریافت کر دیکھئے۔

اعلیٰحضرت کانگریسی مسلمانوں سے سوال کرتے ہیں

کیا آپ حضرات نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار نہیں کی؟ کیا آپ نے وہ مذہب بنانا نہ چاہا جو مسلم و ہندو کا امتیاز اٹھا دے؟ کیا وہ دین گڑھنا نہ چاہا جو سنگم د پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرا دے؟ کیا صاف نہ کہا کہ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی

ہوتے؟ کیا مشرکوں سے بخوشی قشقے نہ لگوائے؟ کیا مشرکوں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے ان کو واعظ نہ بنایا؟ کیا مشرکوں کی خوشی کے لیے شعار اسلام بند کرنے کی کوششیں نہ کیں؟ کیا جن خونخوار ہندوؤں نے گائے کے پیچھے مسلمانوں کو ذبح کیا' پھونکا' جلایا' اتحاد ہنود منانے کے لیے ان کی معافی کا رزولیوشن پاس نہ کیا؟ ان کی رہائی کے لیے درخواست نہ دی؟ اللہ اکبر دو پیسے کے گائے کا خون اتنا گراں اور بے گناہ مسلمانوں کا خون اتنا ارزاں! کیا اپنے اس دین میں جسے مدار ایمان کہہ رہے ہو مشرک کو اپنا امام و ہادی نہ بنایا! کیا مشرک کی ٹکٹی اٹھانا مشرکوں کی جے بولنا' مرگھٹ تک لے جانا' مساجد کو اس کا ماتم گاہ بنانا اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا' نماز جنازہ کرنا کرانا وغیرہ افعال شنیعہ جن کے استفتا متعدد بلاد سے آئے تیرہ سو برس سے آج تک کبھی ہوئے تھے۔ کیا یہ تمام افعال و اقوال کفر و ضلال اسی اتحاد و وداد کے نتائج نہیں؟ کیا آپ حضرات نے اس پر بھی کبھی نوٹس لیا؟ اپنی ہی لگائی آگ بجھانے کے لیے گرما گرم جلسے کیے دھواں دھار رزولیوشن پاس ہوئے!

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

غرض یہ کانگریسی مولوی اسلام کو کند چھری سے ذبح کریں تو مسلم اور اگر علمائے اہلسنّت ان ضلالتوں سے قوم کو بچانا چاہیں تو نصاریٰ کے طرفدار و مجرم (۸) مشرکوں کے ساتھ مرتدوں کے موالات اور ان کی تعظیم میں مقالات یہی ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ صاحب جنہوں نے ''پرچہ نظام الملک مراد آباد'' میں صاف لکھ دیا کہ ان کا خدا ظالم' جاہل' چور' شرابی سب کچھ ہو سکتا ہے اور ان کے پیر و استاد نے صراحۃً وقوعِ کذب الٰہی مان لیا کہ ہاں خدا جھوٹا ہے کیا کوئی مسلمان ایسوں سے میل رکھ سکتا ہے؟ یہ اس گروہ کے سرتاج و ''شیخ الہند'' ہیں انہیں کے پایہ تخت کے نیچے جو اہالی موالی جمع ہوں گے یا تو ان گالیوں سے ناواقف ہیں جو انہوں نے اور ان کے استاد و پیر نے اللہ و رسول کو دیں یا خود مہتم ہیں۔ علمائے اہلسنّت کو بھی اس میں دعوت دیتے وقت خدا کا خوف نہ تھا ہندوؤں کی تو شرم کرتے (۱۰) کفر و کفار سب بجہنم ہر ایک اپنی قبر میں جائے گا یہ تو فرمایئے کہ اسلام ذبح کر کے دین نچھاور کر کے غریب مسلمانوں کے ۳۵ لاکھ سیر و سیاحت ولہو و عیش و آرام میں لٹا کر اسلام کو یہ نفع

پہنچایا ملک ترک کیا فلاں چپہ چھڑا لیا۔ ایسا ہو تو بتائیں اور دوسروں کے مونھ نہ آئیں کہ ہم نے تو چیخ چلا کر دین گنوا کر انگلی بھر چھڑا بھی لیا ہے۔ تم نے کیا کیا؟

قرآن تو مشرکین کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیتا ہے

(۱۱) قرآن کریم کا یہ ارشاد لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حآد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباء ھم و ابنآء ھم (ا) و اخوانھم او عشیرتھم الایہ یعنی جسے اللہ اور قیامت پر ایمان ہے وہ اللہ و رسول کے کسی مخالف سے دوستی نہ کرے گا اگرچہ اس کا باپ ہو یا بیٹا یا بھائی یا عزیز۔ کیا یہ آیہ کریمہ خاص نصاریٰ کے بارے میں ہے۔ کیا ہنود وہابیہ دیوبندیہ اللہ و رسول کے مخالف نہیں یا آیت میں ان کا استثنا ہے اور جب کچھ نہیں تو ان تینوں فرقوں سے جو آج کل گہرا وداد اور گاڑھا اتحاد منا رہے ہیں قرآن سچا ہے کہ انہیں اللہ قیامت پر ایمان نہیں یا یہ سچے ہیں کہ ہم دودھ دھوئے مسلمان ہیں بینوا تو جروا۔

ترک موالات پر اعلیٰحضرت کا نظریہ

(سوال سوم) کالجوں مدرسوں کی امداد جو گورنمنٹ سے ہوتی ہے اس کو چھوڑ دینا ٹھیک ہے یا نہیں (۱۴) کالجوں اور مدرسوں کی امدادیں چھڑائی جاتی ہیں۔ ریل تار ڈاک وغیرہ نہیں چھوڑتے۔ یہ کیا گورنمنٹ سے معاملت نہیں جس کے سبب لاکھوں روپے سرکاری خزانہ میں داخل ہوتے ہیں اس پر یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں سبحان اللہ۔ ہم پوچھتے ہیں کہ محکمہ تعلیم کو جو امداد ملتی ہے وہ پیسہ کیا انگلستان سے آتا ہے؟ وہ بھی اسی ملک کا ہے اور ہمارا ہے۔ تو گھرے خیر خواہ نے یہ الٹی پٹی پڑھائی کہ جس سے بائیکاٹ کرو اپنے روپے سے اسے نفع پہنچانا حلال اور اپنے روپے سے خود نفع لینا حرام۔ (۱۵) یہ تو بتائیں کہ تعلیمی اداروں کی امداد نہ لینے سے انگریزوں کو کیا نقصان پہنچائیں گے؟ اپنا ہی نقصان کریں گے پھر ایں ہم بر علم، وہ بتائیں کہ ترکوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ انگریزوں سے زمین لے سکتے تھے ان کا دین نہ لے سکتے تھے وہ انہوں نے اپنے ہاتھوں ہندوؤں پر تصدق کیا۔ رہی دنیا اس کی خرابی کے یہ لچھن ہیں غرض خسر الدنیا و الاخرہ ذلک ھو الخسران المبین دیکھی تم نے خیر خواہی۔

اعلیٰحضرت کبھی کسی سرکاری دربار میں نہیں گئے

(۱۷) سب جانتے ہیں اور خود واقف ہیں کہ فقیر کو ہمیشہ تمام حکام و امراء والیان ملک سے کنارہ کشی رہی ہے۔ والیانِ ملک نے کئی بار ملاقات کی کوششیں کیں مگر منظور نہ کیں اللہ و رسول جانتے ہیں۔ جل و علا صلی اللہ علیہ وسلم اور انہیں کا جاننا کافی ہے کہ حامد رضا خان کا ایک سرکاری ادارہ میں جانا نہ اپنی طرف سے تھا نہ میری اطلاع سے بلکہ بلانے پر جانا ہوا وہاں بھی ایک فتویٰ جو جلوس گاندھی کے بابت لکھا گیا تھا صرف اس کا ذکر آیا ان کا بیان اسی قدر تھا کہ ''ہاں لکھا گیا ہے'' مرے حضرت والد ماجد نے لکھا ہے ہمیں کچھ اندیشہ نہیں یہاں کی تحریریں کسی طمع یا اندیشہ پر نہیں ہوتیں بلکہ صرف مسلمان بھائیوں کو مذہبی حکم بتانے کے لیے۔ بس یہ ماحصل تھا آگے آپ کا حسن ظن جو کچھ سیکھا ہے اللہ و رسول کے حضور اس کے جوابدہ ہوں گے (۱۸) ملاقات کا دوستانہ و دشمنانہ کے سوال میں عجیب منطق ہے خصوصاً یہ کہ اپنی طرف سے ملاقات ہی نہ تھی صرف بلانے پر جانا تھا (۱۹) آپ کو اگر گورنمنٹ یا بادشاہ ہند بلائے تو آپ باغیانہ جائیں گے یا خیر خواہانہ۔ یا بلانا نہ سہی یونہی آپ کے خیالات باغیانہ ہیں یا خیر خواہانہ۔ بر تقدیر اول انہیں لفظوں سے اعلان کر دیجئے اور ذرا کچھ عملی ثبوت بھی دے دیجئے بر تقدیر ثانی اپنی پارٹی سے خود اپنے اوپر فتویٰ لیجئے (۲۰) مسلمانو! یہ کچھ اقوال و افعال صریح بے دینی و ضلال ہیں جن میں شرکت نہ کرنے کو یہ اڑایا جاتا ہے کہ انہیں اسلام کی ہمدردی نہیں اس کا انصاف دینا تمہارے ہاتھ ہے اگر ذبح اسلام ہمدردی اسلام ہے تو ایسی ہمدردی کو مسلمانوں کا سلام ہے پھر ۱۱ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ روز یکشنبہ کو ہزاروں مسلمانوں کا مجمع ہوا جس میں اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت کا یہ فرمان ''واجب الاذعان'' پڑھ کر سنایا گیا۔

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا ایک خصوصی خطاب

''حضرات اہلسنت السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! فقیر بوجہ علالت خود حاضر نہ ہوسکا۔ اس سلسلے میں مری تین تحریریں شائع ہوچکی ہیں اور ان میں دو کی اشاعت کو آٹھ آٹھ برس ہوچکے ہیں دوبارہ حاضر کی جاتی ہیں وہ آپ حضرات کے سامنے پڑھی جائیں گی ان کو بنظر

غور استماع فرمائیے۔ وہی میری رائے کی ترجمان ہیں۔ میں حضرات مقررین سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ ان کے تمام بیان میری انہیں تحریرات کے دائرہ میں رہیں۔ اگر انہیں اس کا لحاظ رہا تو بہتر ورنہ ان تحریروں کے دائرہ سے باہر جو کچھ وہ فرمائیں وہ ان کی ذاتی رائے ہوگی۔ وہ فقیر کی آواز نہیں۔ میں اعلان کے ساتھ کہہ چکا اور کہتا ہوں کہ سلطنت اسلام نہ سلطنت بلکہ ہر جماعت اسلام نہ جماعت بلکہ ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے کون سا مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہے گا مگر دونوں باتوں کا لحاظ ضروری ہے اور ان کا ترک عقل ونقل دونوں سے خروج ہے۔ اول یہ کہ ہر فرض ہمیشہ بقدر قدرت و مشروط بہ استطاعت ہے قرآن عظیم جابجا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ وسعت سے زائد کسی کو حکم نہیں دیتا ایسی تحریکیں جو قدرت سے باہر ہیں اور ان کا نتیجہ یہاں کے مسلمانوں کی تباہی ہے۔ اسلام و مسلمین کی خیر خواہی نہیں صریح بدخواہی ہے۔ دوم اسلام کی تائید کبھی اللہ و قرآن و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹھ دے کر نہیں ہوسکتی۔ مشرکین سے اتحاد' ان سے وداد' ان سے استعانت و استمداد' ان سے موافقت و انقیاد' جس کی ہوا چل رہی ہے قطعی حرام و مخالفت اسلام ہے اور اس کے سبب دین پر سخت آفت آئے گی۔

وہابیہ دیوبندیہ کی تحریکیں اسلام کے لیے ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوئیں

آج وہابیہ دیوبندیہ کی ملکی سیاست میں مداخلت ہے انہوں نے جوش بے معنی دیکھ کر' موقع پایا اس میں اپنے مطلب کو شریک ہو لیے کل تک جو ان کو کافر یا بددین جانتے تھے ان سے مل کر متحد ہو گئے ان کی رنگینیں' ان کی صدارتیں' ان کی تعظیمیں ہونے لگیں۔ اس سے سلطنت اسلامی یا اماکن مقدسہ کو فائدہ پہنچنا تو معلوم' وہابیہ کو اس سے کیا غرض۔ وہ تمام اہلسنت کو مشرک جانتے ہیں سلطان عثمانیہ اور عام ترکوں کو کیا مسلمان جانیں گے وہ اماکن مقدسہ کو شرکستان سمجھتے ہیں کیا ان کی حفاظت چاہیں گے؟ یہ تو زعم باطل ہے۔ وہاں وہابیت کے پنجے جمتے جا رہے ہیں اور یہ دین کی سخت بربادی ہے آنکھیں کھولو اور دوست دشمن کی تمیز کرو۔ دنیاوی معاملات اگر مطابق احکام شریعت ہوں تو ہر کافر غیر مرتد سے جائز ہیں اور موالات اصلاً کسی سے جائز نہیں۔ یہاں اس کے برعکس ہو رہا ہے آٹھ برس ہوئے جب اس

جنگ کا نام و نشان بھی نہ تھا فقیر نے ''فلاح مسلمین کی چار تدبیریں'' شائع کی تھیں امید ہے۔ کہ ان پر غور فرما کر ان کے اجراء میں سعی فرمائیں گے وباللہ التوفیق والسلام۔

اعلیحضرت نے مسلمانوں کی فلاح کے لیے چار اصول مرتب کیے

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ یہ رسالہ مسمی ''بہ تدبیر فلاح ونجات و اصلاح'' چھپا ہے جس کی نقل سابقہ صفحات میں آچکی ہے اس کو ناظرین پھر بغور ملاحظہ فرمائیں اور ان پر عمل کریں اور عمل کرائیں۔ گاندھیوں کے مقابل مسلمانی چٹھی۔ بدایونی تہذیب۔ اسلامی پیغام۔ اسلامی خط شائع ہوئے ہیں۔ مگر آج تک کسی کا جواب پوری پارٹی کے لوگوں سے نہ ہوسکا۔ ناچار عاجزوں کی چال'' سوال علی السوال اختیار کی۔ عقلا جانتے ہیں کہ اس طرح گفتگو ختم ہو ہی نہیں ہوسکتی۔ کسی کی زبان کوئی روک نہیں سکتا بعینہ یہی حالت ان کرم فرماؤں کی ہے۔ مسلمانی چٹھی کے سوالات باقی' بدایونی تہذیب کے اعتراضات باقی' اسلامی مطالبات باقی' اسلامی خط کا قرض باقی' حق کی خنجر کے قاہر ایرادات باقی انصاف فرماتے تو پہلے ان مطالبات سے سبکدوشی فرمالیتے پھر دوسرے سوالات کی گنجائش رکھتے ناچار مجبوراً وہی عاجزوں کی چال اختیار فرمائی۔

کانگریسی علماء ''شریعت سوراجیہ'' پر عمل پیرا ہیں

ہندوستان کے علماء نے ''تمیں سوالات بعنوان ضروری گذارش'' چھاپے۔ علمائے اہلسنت خصوصاً اعلیحضرت کی تحریرات مطبوعہ سے ان کے جوابات ظاہر ہیں۔ مگر ان حضرات کے نزدیک شریعت مطہرہ تقویم پارینہ ہوچکی ہے اس لیے ''شریعت جدیدہ سوراجیہ'' سے ان کے جوابات دیئے۔ جانا ان کے لیے زیادہ مفید جان کر ان کے جوابات انہیں کے مقررات انہیں کی زبان سے حاضر صفت ہیں کہ ادھر اپنے یہاں کے احکام جان کر انہیں تسکین بھی ہو اور ادھر شریعت کے غلام بھی دیکھ لیں ان حضرات کے دلی منصوبے کیا ہیں اور برائے مغالطہ شرعی' احکام شرعی کو کیسی ٹٹی بنانی چاہتے ہیں۔

گاندھوی سوالات اور خلافت کمیٹی کے اراکین کے مہمل جوابات

س (۱) ترکوں کی خلافت ترک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ترکوں کی خلافت ہم پلہ رسالت ہے۔ ابوبکر صدیق و عمر فاروق کی خلافت کی طرح ہے۔ بلکہ ان کے اسلام کے منکر جگری بھائی اور ترکی خلافت کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے (دیکھو تحریر ابوالکلام آزاد' اخبار مدینہ' بجنور ے جلد ۹ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ صفحہ ا کالم ۳ ص ۱۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد کیا کہ ہاں اگر کوئی شخص نماز کا پابند ہو اور روزے رکھا کرتا ہو لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر اس سے انحراف کر کے مسلمان' مسلمان نہیں رہ سکتا (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س (۲) خلیفۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والے کا کیا حکم ہے اس سے قتال واجب ہے یا نہیں؟

ج: ہم جواب دیتے ہیں باغی سے وجوب قتال کیا معنی! یہ تو صدیق و فاروق کو بھی حاصل تھا یہاں تو خلافت میں نفس کلام سے ایمان جاتا ہے پھر مرتد کو قتل نہ کیا جائے تو اور کیا ہو! یہ ''خلافت'' ہم پلۂ رسالت ہے (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۳) بادشاہ اسلام سے کوئی غیر مسلم حکومت جنگ کر کے ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر جس طرح ممکن ہو بادشاہ اسلام کی اعانت کرنا اور اس حکومت کو نقصان پہنچانا فرض ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ ضرور فرض ہے۔ اگر مسٹر گاندھی حکم دیں اور ان کے حکم سے قبل بادشاہ اسلام کے مقابل کو مدد و رسد دینا لشکر اسلام کاٹنے کے لیے آدمی بھیجنا چاہیے۔ بادشاہ اسلام کا ملک نکلنے پر نصاریٰ کو مبارکباد دی جائے تو وہ ایمان و اسلام ہے کیونکہ اس وقت مسٹر گاندھی کا حکم اس کے خلاف نہ تھا (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۴) اہل اسلام کو یہ جائز ہے یا نہیں کہ خلیفہ کے مقابل میں کفار نصاری کی مدد کریں؟

ج: بطور کمیٹی صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ طبی وفد کا سامان جو جنگ بلقان کے موقع پر مسلمانوں نے ترک مجروحین کے لیے خریدا تھا گورنمنٹ کو دے دیا گیا جو بمقابلہ ترک استعمال میں آیا۔ دیکھو انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڑھ جلد ۲۰ نمبر ۵۵ مورخہ دسمبر ۱۹۲۰ص ۱ کالم اول (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۵) مسلمانوں کو یہ حرام ہے یا نہیں کہ حکومت نصاریٰ کی فوج میں ملازم ہو کر اپنے برادرانِ اسلام سے مقابلہ و مقاتلہ کریں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ گاندھی کے حکم کے بعد حرام بھی ہے اور ہندوستان پر اگر ترک بھی چڑھ آئیں تو ان کا قتل کرنا بھی فرض ہے۔ دیکھو الفاظ علی برادران (شوکت علی محمد علی) (مندرجہ اخبار مشرق گورکھپور نمبر۲ جلد ۱۵ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۲۱) ''ہم ہندی قوم پرست ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم ان کے خلاف تلوار اٹھائیں (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۶) شرعاً ان لوگوں کے واسطے کیا سزا مقرر ہے جو مخالف اسلام لشکر کے ساتھ شریک ہو کر عموماً مسلمانوں کو قصداً قتل کریں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ ان لوگوں کے واسطے کچھ سزا مقرر نہیں اگر مسلمان ہندو پر چڑھ کر آئیں بلکہ ان کے لیے اجر عظیم ہے ''علی برادران'' کہہ چکے ہیں ہمارا فرض ہے کہ

اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو اس کے خلاف تلوار اٹھائیں (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س (۷-۸) نصاری کی وہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑتے ہیں مثلاً ڈپٹی کلکٹری وغیرہ جائز ہیں یا نہیں ارشاد باری عزاسمہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکفرون o ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون o ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون o کے کیا معنی ہیں (۸) یونہی آنریری مجسٹریٹی جن میں قانون کی پابندی لازم ہے اگر چہ وہ خلاف شرع ہو جائز ہے یا حرام اور بموجب قرآن وفرمان الٰہی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان o مسلمانوں پر اس کا ترک واجب ہے یا نہیں۔

گاندھی کے حکم سے تمام قرآنی احکام منسوخ ہوچکے ہیں

ج:۷-۸ جواب بطور کمیٹی۔ نصاری کی تمام ملازمتیں اگر چہ شرعاً جائز بھی ہوں چند روز سے حرام مطلق ہوگئی ہیں۔ جب سے امام گاندھی نے ''نان کوآپریشن'' پاس کیا اس سے پہلے وہ ملازمتیں حتیٰ کہ جو شرعاً ناجائز تھیں وہ بھی اور ان کے درباروں کے استغاثے اور ان کے قانون کے مطابق فیصلے چاہتے تھے۔ سب شیر مادر تھے بلکہ ان کے یہاں دینی و مذہبی معاملہ لے جانا کمال اعزاز اسلام تھا آیات کریمہ میں اگر ماانزل اللّٰہ سے وہ احکام مراد ہوں جو قرآن مجید میں اترے تو بحکم گاندھی منسوخ ہو گئے کہ مشرکین سے اتحاد اور ان کی خوشی کے لیے شعار اسلام کا انسداد اور ان کی نصرت و یاری پر اعتماد اور ان کی نصیحت و خیر خواہی کا اعتقاد وغیرہ وغیرہ صدہا شرور و فساد کہ پھیل رہے ہیں بحکم قرآن حرام تھے اور اب بحکم گاندھی جائز اگر ماانزل اللہ سے وہ خیالات مراد ہیں جو گاندھی کے دل میں اترے اور اس سے لیڈر صاحبان پر فائز ہوئے تو بیشک یہ آیتیں محکم و غیر منسوخ ہیں اور اس شرط کے ساتھ اس مذہب میں کہ سنگھم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا ان کا انکار و خلاف کفر وظلم وفسق (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۹) نصاریٰ سے موالات جائز ہے یا نہیں؟ یونہی ان کی تعظیم درست ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ نصاریٰ سے موالات اور ان کی تعظیم کل تک ضروری تھی مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ جوتا اتارنا چاہیں تو منع کرنا' مسجد میں جوتیاں پہنے لانا' دینی مدرسے کے جلسے میں انہیں صدر بنانا' ان کی شان میں کہنا ''اللہ نے حضور کو ہمارے حق میں فرشتہ رحمت بنا کر بھیجا ہے'' انہیں علماء سے اونچا بٹھانا' ان کے ہاتھ سے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھنا' ان کے ناموں پر گھنٹا گھر اور لائبریری بنانا ''ہیپ ہیپ ہرے'' پکارنا یہ سب کچھ کمال سعادت مدعیان علم وتقویٰ تھا۔ جب سے گاندھی نے وہ دین منسوخ کیا تو نصاریٰ نہ کل نصاریٰ' صرف انگریز نہ سب انگریزوں بلکہ صرف گورنمنٹ سے موالات ناجائز ہو گئی ہے اور مشرکین سے فرض بلکہ مدار ایمان (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۰) یہاں مذہبی منافرت میں نصاریٰ کا حکم ہنود سے سخت ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ سائل سے کہو کہ توبہ کرے۔ عورت رکھتا ہو تو تجدید نکاح کرے۔ ہنود اور منافرت' ان کی رضا تو خدا کی رضا ہے۔ ہاں نصاریٰ اور نہ نصاریٰ بلکہ صرف انگریز اور نہ تمام انگریز بلکہ صرف گورنمنٹ سے منافرت ہونی چاہیے جب سے باغ جلیانوالہ امرتسر میں ہندوؤں پر واقعہ ہوا بحکم گاندھی فرض قطعی ہے۔ ورنہ نصرانی انگریز جس نے خود جلسے میں قتل اتراک کا اقرار کیا اس سے ہاتھ ملانا جائز جیسا محمد علی نے کیا ان کے ساتھ چائے نوشی ثواب' جیسا کہ شوکت علی نے کیا۔ غرض نصاریٰ کے ساتھ جو ہر موالات یا کوئی بھی بات مسٹر گاندھی جائز کر دیں تو جائز اور وہ حرام کر دیں تو حرام خود لیڈر اعظم مولوی عبدالباری صاحب فرماتے ہیں ''فقیر ''نان کواپریشن'' کے مسئلے میں بالکل پس روِ گاندھی صاحب کا ہے۔ ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں مرا حال تو سردست ان شعر کے موافق ہے ۔

عمر یکہ بآیات و احادیث گذشت رفتی و نثار بت پرستے کر دی!

(وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۱) بڑے دن میں نصاریٰ کو ڈالی دینا حرام ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ آج سے پہلے دن میں نصاریٰ کو ڈالی دینا فرض تھا اور اب بحکم گاندھی گالی دینا فرض ہے۔ ڈالی کیا چیز ہے پہلے فتح بغداد شریف پر نصاریٰ کو مبارکبادی کا تار دینے کا حکم تھا اور اب انگریزوں کو تخت ہندوستان سے اتار دینے کا حکم ہے (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۲) کسی نصرانی حاکم یا شہزادہ کے جلوس میں شرکت کیسی ہے ایسے شخص کو لزوم کفر و تجدید نکاح و تجدید اسلام کا حکم ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ گاندھی کے جلوس میں شرکت اور مشرک کی تعظیم و عزت اور حد سے متجاوز اور اس کی حمد و مدحت یہ سب فرض بنی اور کل تک نصاری کے لیے بھی جائز تھا لیکن اب باشارہ گاندھی حرام اور حکم تجدید نکاح و تجدید اسلام ہاں جلوس حضرت گاندھی میں شرکت اور نبوت بلکہ الوہیت کی حد تک اشارہ کرتی ہوئی ان کی تعظیم و مدحت سب فرض قطعی و شرط ایمان کمیٹی ہے کیونکہ شریعت نے تعظیم کفار سے منع فرمایا ہے اور حضرت گاندھی تو امام ائمہ مسلمین کمیٹی ہیں (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۳) نصاری سے ترک معاملت بیع و شرا جائز ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ جائز کیا فرض قطعی ہے جب سے کہ حکم گاندھی ہے (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۴) مشرکین سے اس طور پر مدد لینا کہ کوئی بات خلاف شرع لازم نہ آتی ہو جائز ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ خلاف شرع کی قید جہالت ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیہ تو ایسے مشرکین سے ایسی استعانت کو مطلق حرام فرماتے تھے اس میں کسی امر خلاف شرع کا لازم آنا نہ آنا کیا معنی مگر اب اتحادی شریعت جدیدہ نے بوحی گاندھی وحکم لیڈران اسے منسوخ کردیا ہے۔ اور حضرات مشرکین سے استعانت و استمداد نہ استمداد بلکہ وداد اور نہ وداد بلکہ اتحاد اور نہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد ـــ

فرض کر دیا اور عمل احکام جدیدہ پر ہے نہ منسوخ پر (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۵-۱۶-۱۷) مسلمانوں کو علیگڑھ کالج کی امداد حرام ہے یا نہیں (۱۶) لڑکوں کو اس میں پڑھوانا درست ہے یا نہیں (۱۷) اس کی ملازمت کیسی ہے؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ علیگڑھ کالج کی امداد اور اس میں تعلیم و تعلم اور اس کی ملازمتیں کل تک فرض قطعی تھیں اکثر حضرات لیڈران اسی کے یا اس کے امثال کے پرورش یافتہ ہیں وہیں سے لیڈر بننے کی لیاقت پائی اگرچہ وہاں کی تعلیم کتنی ہی مخالف دین تھی اس کی پروا ناجائز تھی لیکن اب کہ خلاف حکم گاندھی ہے اس سے اجتناب فرض قطعی ہے (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۱۸-۱۹) جزیرۃ العرب خصوصاً مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بالخصوص حرم شریف کے اندر مشرکین و نصاریٰ و یہود کے داخل ہونے کی ممانعت ہے یا نہیں۔ جو شخص قصداً ان کو حرمین محترمین میں اندر داخل کرے اور اس کا باعث ہو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ نصاریٰ کی قطعی ممانعت اور یہود کے بارے میں معلوم نہیں کہ شریعت اتحادیہ کا کیا حکم ہے۔ رہے مشرکین ان کے بارے میں ممانعت کیا معنی انہیں مساجد میں لے جانا، واعظ مسلمین بنانا، مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند پر جمانا عین بہی خواہی اسلام جدید ہے (وفینا الگاندھی اعلم۔)

س(۲۰) بلاد اسلامیہ و مقامات مقدسہ اور مساجد خصوصاً مسجد اقصیٰ پر نصاریٰ کے قبضہ ہو جانے یا بےحرمتی ہونے کی حالت میں مسلمانوں پر جلسے کرنا روزولیوشن پاس کرنا وغیرہ وغیرہ فرض ہے یا نہیں؟

ج: جواب بطور کمیٹی۔ جب تک حکم گاندھی نہ تھا اس میں کچھ فرض نہ تھا بلکہ امداد نصاریٰ اور ان کی اعانت عین سعادت تھی اب بھی بلاد اسلامیہ یا مسجد اقصیٰ پر قبضے کے لیے حقیقۃً ضروری نہیں بلکہ سوراج کے لیے کہ اکابر لیڈروں نے تصریح فرمادی ہے کہ اگر معاملہ ترک و اماکن مقدسہ کا خاطر خواہ فیصلہ بھی ہو جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی جس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ

کرالیں بہرحال نتیجہ کچھ ہو صورۃ سلطنت اسلامیہ و اماکن مقدسہ کا نام لے کر چیخنا پکارنا، جلسے کرنا، رزولیوشن پاس کرنا، فرض قطعی ہے۔ ہندوؤں سے سوراج کے لیے بآسانی چندہ وصول کرنے کی صورت ہے اور وہ فرض ہے اور فرض کا وسیلہ بھی فرض ہے (وفینا الگاندھی اعلم'')

جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ ان سوالات کے جوابات جو بطور کمیٹی دیئے گئے ان کو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔

ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی میں گاندھی کا جلسہ

اور آخری ترکیب یہ نکالی کہ بریلی شریف میں گاندھیوں نے جلسہ قائم کیا اور مسٹر ابوالکلام آزاد کی صدارت کا اعلان کیا اس میں لکھا تھا کہ مخالفین پر اتمام حجت کیا جائے گا یہ موقع اہلسنّت کے لیے بہت غنیمت معلوم ہوا۔

کانگریسی لیڈروں کے نام ستر سوالات ''اتمام حجت تامہ''

فوراً ہی ستر سوالات بنام تاریخی ''اتمام حجت تامہ'' بطور اشتہار شائع کیا جس کی نقل مطابق اصل حسب ذیل ہے:

جناب مولوی عبدالباری فرنگی محلی و عبدالماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابوالکلام آزاد صاحب آزاد۔ الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی۔

کانگریسی علماء سے دینی سوالات کا جواب

حفاظت اماکن مقدسہ و حمایت سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے کس مسلمان کو بقدر قدرت اس کی فرضیت سے خلاف ہوسکتا ہے مگر شرع مطہر نام نہیں دیکھتی، کام دیکھتی ہے۔ ہم غرباء غریب اسلام کے فدائیوں کو ان کارروائیوں پر جو یہ اچھا نام دکھا کر کی جارہی ہیں شبہات ہیں۔ اگر وہ دفع ہو جائیں اور ثابت ہو کہ کارروائیاں قرآن عظیم و حدیث کریم و اسلاف قدیم کے موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں اور عوام مسلمین کو اس میں مبتلا کریں۔ ادھر سے سوالات متعدد تحریروں میں بار بار

معروض ہو چکے ہیں مگر اب تک جواب نہ ملے بلکہ سوال علی السوال کے نقاب کھلے۔ نیرنگ زمانہ آرائی بتقلید طرز نصرانی جس کا ہر نیچری یہاں موجد اور ندوہ پس رو مقلد گمان دلاتا تھا کہ تحقیق حق سے کنارہ کشی و خاموشی بھی انہیں کی تقلید ہوگی مگر کمیٹی کے تازہ دو اشتہاروں نے بتایا کہ طالبان تحقیق کو موقع دیا جائے گا لہٰذا ابتداء بعض سوالات بطلب کشف حالات معروض خدمات اگر کشف میں ابہام رہا اصلاح دین و تفہیم مسلمین کے لیے پھر تکلیف فرمانی ہوگی یہاں تک کہ حق کا مالک حق واضح کردے۔ سچ سچ اسلامی گذارش ہے مقصود ہار جیت نہیں بلکہ صرف اس قدر ہے کہ جس فریق کا قدم حق سے جدا ہے ہدایت پائے ورنہ کم از کم عام مسلمان تو دیکھ لیں کہ حق کس طرف تھا اور کس نے اس کے قبول سے اعراض کیا؟ جواب نمبر وار عطا ہوں جس تشقیق سے شق اول مختار ہو جواب میں صرف اس کا قبول بس ہے ورنہ دلیل بھی لازم و حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔

کانگریسی علماء کی کارروائیاں دینی ہیں یا محض سیاسی؟

(۱) یہ کارروائیاں جو آپ حضرات کر رہے ہیں دینی ہیں یا محض دنیوی۔

(۲) مسلمانوں کی سیاست دین ہے یا جدا۔

(۳) مشرکین ہند حربی ہیں یا ذمی۔

(۴) سب مشرکین و کفار بلا استثنا دشمنان خدا و رسول ہیں یا نہیں۔

(۵) بر و موالات میں فرق ہے یا نہیں ہے تو کیا۔

(۶) ائمہ حنفیہ کے نزدیک آیہ **لاینھکم اللّٰہ** ذمیوں کے لیے اور آیہ **انما ینھکم** سب حربیوں کے لیے ہے یا نہیں۔

(۷) اس میں ائمہ حنفیہ حق پر ہیں یا باطل پر۔

(۸) اس میں جمہور مفسرین کا مسلک مؤید حنفیہ ہے یا نہیں۔

(۹) جو اکثر اہل تاویل کے خلاف آیہ **لاینھکم** کو ہر حربی غیر محارب بالفعل کے لیے عام مانتے تھے اور اس کی نسخ کے قائل ہوئے یا نہیں۔

(۱۰) امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابو حنیفہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے

عمر فاروق اعظم وقتادہ تلمیذ حضرت انس و مقاتل وغیرھم نے اس کو منسوخ بتایا یا نہیں۔

(۱۱) جلالین میں اسی پر اقتصار فرما کر حسب التزام مصرح خطبہ اس کے منسوخ ہونے ہی کو راجح تر کہا یا نہیں۔

(۱۲) اتحاد مع خلوص و اخلاص موالات ہے یا نہیں؟

(۱۳) بلکہ اتحاد نفس موالات سے بھی زائد ہے یا نہیں؟ دوستی سو سے ہوتی ہے مگر اتحاد کہ یکجان دو قالب ہو جائیں دو ہی ایک سے یا خلوص و اخلاص کا اتحاد بے دوستی ہوتا ہے۔

(۱۴) قرآن عظیم نے مطلقا سب کفار سے موالات کفر و حرام بتائی ہے یا اس میں سے مشرکین ہند کو خارج کر دیا گیا ہے؟

(۱۵) مشرکین و کفار سے ظاہری و صوری موالات بھی قرآن عظیم نے حرام گمراہی بتائی ہے یا صرف دلی حقیقی۔

(۱۶) اصحاب بدر علیہم الرضوان سے کفار کی دلی موالات نامتصور ہے یا نہیں؟

(۱۷) یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ انہیں کفار و مشرکین سے قتال کرو جو تم سے لڑیں یا اخیر حکم مستقر مستمر سب حربیوں کو عام ہوگیا کہ ان سے لڑو ان پر سختی کرو اگرچہ وہ ہم سے کبھی نہ لڑے ہوں یا وہی تخصیص اب بھی باقی ہے؟

قرآن پاک میں تمام کفار اور مشرکین مسلمانوں کے قطعی دشمن ہیں

(۱۸) قتل و غلظت بر وسلوک نیک کی ضد ہیں یا نہیں؟

(۱۹) قرآن عظیم نے عموماً تمام کفار و مشرکین کو ہمارا قطعی دشمن و بدخواہ بتایا ہے یا نہیں یا اس میں مشرکین ہند کا استثنا ہے؟

(۲۰) ان میں کسی کو راز دار بنانے سے عموماً منع فرمایا ہے یا مشرکین ہند کو الگ فرمالیا ہے؟

(۲۱) معدودے چند مشرکوں سے استعانت کا جواز صرف بشرط حاجت اس حالت میں

ہے کہ وہ ذلیل و مقہور، دبے لچے ہوں کتابوں سے اس مسئلہ میں فقط ''ذمی'' کا ذکر کیا ہے ائمہ نے اس کی یہ مثال دی ہے جیسے کتے سے کام لے لینا یا مسئلہ مطلق ہے؟

(۲۲) آپ جو اپنے سہ چند خود سر حربی مشرکوں سے استعانت کر رہے ہیں یا ان کی مددوں پر بھروسا ان کی خیر خواہی پر اعتماد، ان سے عزت چاہنا، ان کی تعظیم و تکریم کر کے اپنا کام بنانے کے لیے ان کی طرف التجا ہے یا وہ حسب صورت جائز شرعیہ ذلیل و قلیل آپ سے دبے لچے ہیں؟ کیا آپ انہیں کتا بنا کر مدد لے رہے ہیں؟

(۲۳) مشرکین سے وقتی معاہدہ بضرورت صرف چند مدت تک ترک قتال کے لیے ہے؟

(۲۴) اور وہی کر سکتے ہیں جن سے انہیں قتل کا خوف ہو؟

(۲۵) اور اس مدت میں بھی ان سے قتال کر کے اسباب مہیا کرتے رہنا فرض ہے۔ فقہا کرام نے ان شرطوں کی تصریح فرمائی ہے یا نہیں؟

(۲۶) آپ کے معاہدہ میں یہ شرطیں مفقود ہیں یا موجود؟

(۲۷) علمائے کرام نے کافر کی تعظیم کو کفر اور مجوسی کو تعظیماً اے استاد کہنے والے کو کافر لکھا ہے یا نہیں؟

(۲۸) گاندھی کو مہاتما کہنا استاد کہنے سے بڑھ کر ہے یا نہیں؟

(۲۹) مشرک کو کہنا کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس ''مذکر'' بنا کر بھیجا ہے اللہ پر افترا اور کافر کی تعظیم اور موجب غضب شدید رب العزت اور ''مذکر مبعوث من اللہ'' کا ہم پہلو ہے یا نہیں؟

(۳۰) مشرک کو کہنا کہ قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مدبر کر کے بھیجا ہے اور سبق بھی کا ہے فرض دینی کا اسے دین میں مسلمانوں کا استاد کہنا ہوا یا نہیں؟ مجوسی کو یا استاد! کہنے کا حکم اس پر آیا یا نہیں؟

(۳۱) خطبہ جمعہ میں مشرک کا نام مشرک کی مدح مقدس ذات پاکیزہ خیالات ستودہ صفات کہہ کر داخل کرنا تعظیم کافر و توہین اسلام و موجب غضب رب و ضلالت شدیدہ ہے یا کیا؟

(۳۲) مرتکب نے اسے حلال سمجھا تھا یا حرام جان کر خطبہ جمعہ میں حرام داخل کر کے اللہ واحد قہار پر جرأت کی حرام کو حلال ٹھہرانے والے کا کیا حکم ہے؟

(۳۳) امر دینی میں مشرک کا پس رو بننا شریعت کو الٹ دینا ہے یا کیا؟

(۳۴) امر دین میں مشرک کو رہنما بنانا توہین اسلام ہے یا کیا؟

(۳۵) حرام کاموں میں بزور زبان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند لینا اور انہیں سنت بتانا حضور کی توہین اور حضور پر افترا ہے یا نہیں؟

(۳۶) حمایت دین کے کام میں مشرک کی اطاعت کرنا جو وہ کہے وہی ماننا تخریب دین اور بحکم قرآن منحصر بکفر و ارتداد ہے یا نہیں؟

(۳۷) مساجد میں کفار کو لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا اسلام و مسلمین و مساجد کی توہین ہے یا کیا؟

(۳۸) اسے جائز بنانے کی کوشش اور اس میں رسالہ کی نگارش تحلیل حرام قطعی ہے یا نہیں؟

(۳۹) مشرک کے دخول مسجد کا اختلافی مسئلہ ذمی یا مستامن کے لیے ہے یا ہر کافر کو عام ہے؟

(۴۰) کفر کے عمل اور خود سر کثیر التعداد کافروں کے وطن میں ایسی آواز اٹھانا اور اسے حکم شرعی بتانا مساجد کو توہین و پامالی کفار کے لیے بخوشی پیش کرنا ہے یا نہیں؟

(۴۱) مشرکین کی مدح کہ تحریراً و تقریراً کمیٹی کے خواص و عوام کر رہے ہیں بارشاد حدیث موجب غضب الٰہی ولرزۂ عرش ہے یا نہیں؟

(۴۲) کمیٹی والوں کے ''فتاویٰ دہلی'' میں یہاں کے مسلمانوں پر انگریزوں سے قتال واجب ہے۔ آپ کے مولوی عبدالباری صاحب کے خطبۂ صدارت میں ہے کہ ''قیامت تک ہمارے لیے غیر مسلم کی تسلط کے عدم جواز پر حکم ناطق صادر ہو چکا ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔'' مگر اب سوال یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ہمنوا و غیر ہم انگریزوں سے قتال پر قادر نہیں تو قتال واجب بتانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بربادی چاہنا ہوا یا نہیں؟ اور قادر ہیں تو آپ صاحب اپنے منہ تارک فرض اعظم و راضی بہ تسلط کفر ہوئے یا نہیں؟ حضرت امام عرش مقام کے واقعہ کربلا

کو آپ حضرات نظیر میں پیش کرتے ہیں وہ بھی ملحوظ رہے کیا جب تک ۲۲ کروڑ ہندو آپ کے ساتھ نہ ہو لیں آپ بہتر مسلمان نہیں؟

(۴۳) سوراج کہ اصل مقصود ہے اور غصہ نہ کیجئے۔تو شاید خلافت وغیرہ کا نام اس کا حیلہ ہو بہرحال اس کی دو صورتیں ہیں۔

خلافت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

(۱) سلطنت انگریزوں کی رہے اور آپ حضرات کونسلوں میں دخیل ہوں یہ اس ترک موالات کا صریح رد ہے جس کی آپ کو کد ہے آپ حامی موالات نصاریٰ اور اپنے منہ دشمن اسلام ہوئے یا نہیں (۲) نصاریٰ کی سلطنت ہی نہ رہے اب پانچ صورتیں ہیں (۱) کسی کی سلطنت نہ ہو ملک بالکل خودسر ہو یہ بداہتہً ناممکن اور چوروں' ڈاکوؤں' زانیوں' قاتلوں کے لیے چوپٹ دروازے کھول دینا ہے (۲) ہنود کی سلطنت ہو اور آپ ان کے غلام یہ آپ سے تعجب نہیں جس کے لچھن ابھی سے نظر آرہے ہیں جب دین میں ان کی امامت مان لی دنیا میں ماننے سے کون روکتا ہے (۳) آپ کی سلطنت ہو اور ہنود آپ کے غلام اس پر قطعاً ہنود راضی نہ ہوں گے اور اتحاد کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے گی (۴) ہندوؤں اور مسلمانوں کی سلطنت مشترکہ ہو کر تمام احکام و انتظام آپ اور ہنود کی رائے سے نافذ ہوں گے اور اختلاف کے وقت کثرت رائے معتبر ہوگی جو یقیناً ہنود کے لیے ہوگی۔

(۴۴) سلطنت صرف آپ کی ہو یا مشترکہ یا منقسمہ بہرحال وہابیوں' دیوبندیوں کا بھی کوئی حصہ اس میں تجویز ہوا ہے یا نہیں؟ دوم نامعقول وہابیہ دیوبندیہ آپ اور ترکوں اور سلطان اسلام ایدہ المولیٰ تبارک و تعالیٰ سب کو مشرک کہتے ہیں۔ اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہیں یہ لوگ مفت تو اس سرگرمی سے آپ کے ساتھ نہ ہوئے اور برتقدیر اول انہیں مسلمانوں پر تسلط دینا اسلام کو ذبح کرنا ہے یا نہیں؟

کیا گاندھی کو ''شیخ الہند'' بنانا درست ہے؟

(۴۵) یہ سچ ہے یا نہیں جو ابھی معروض ہوا کہ وہابیہ دیوبندیہ آپ اور ترکوں اور سلطان سب کو مشرک اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہیں پھر انہیں رکن مجالس اسلامیہ

صدر مجالس دینیہ و شیخ الہند بنانا کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے یا نہیں؟ صاف بولیے یہ سوال شاید مولوی عبدالباری و عبدالماجد صاحبان سے خاص کرنا پڑے (ابوالکلام آزاد) آزاد صاحب تو آزاد ہیں؟

(۴۷) کمیٹی کے جلسوں وغیرہ میں وہابیہ دیوبندیہ کی علانیہ دھوم دھامی تقریریں ہو رہی ہیں وہ اگر بالفرض مرتد نہ ہوں تو کل تک آپ دونوں کے نزدیک یہ بدمذہب بددین تو تھے بد مذہب کی توقیر بحکم حدیث دین اسلام کے ڈھانے پر اعانت ہے یا نہیں؟

(۴۸) جو اللہ عزوجل کو رام اور قسم الٰہی کی جگہ ''رام دوہائی'' کہنا جائز بتائے گمراہ بد دین ہے یا کیا؟

(۴۹) زمینوں کو مقدس کہنا باعتبار عظمت دینی ہوتا ہے ہر دین والا اپنے دین کے اعتبار سے کہتا ہے جیسے اماکن مقدسہ، مقامات مقدسہ یا تری نجاست سے طہارت دینے پر بھی کہتے ہیں جو ایک پاخانہ کو دھل جانے پر بھی حاصل ہے؟

(۵۰) عبادتگاہ مشرکین کی زمین کو مقدس زمین مشرک کہے گا یا مسلمان ایسا کہنا کیسا ہے؟

(۵۱) جو ایسے نئے دین نکالنے کے فکر میں ہوں کہ مسلم ہندو کا امتیاز اٹھائے جس میں سنگم یا پریاگ مقدس علامت قرار پائیں وہ کافر ہیں یا کیا؟

(۵۲) مشرکین سے مواخات حرام ہے یا نہیں؟

(۵۳) مشرک کے یقینی بھائی بن جانے کو نیک کام بتانے والا تحسین حرام سے کفر کو پہنچایا کیا؟

(۵۴) جو خلافت صدیق و فاروق کے منکروں کو کافر نہ جانے لیکن خلافت ترک کے منکر کو کافر و خارج از اسلام کہے اس نے اللہ و رسول پر افترا اور صدیق و فاروق کی سخت توہین کی یا کیا؟

(۵۵) کٹارپور کے سنگین اور ناپاک واقعات میں جن مشرکین ہند نے مسلمانوں کو ناحق قتل کیا جلایا قرآن مجید پھاڑے، مسجدیں ڈھائیں، ان کی رہائی کے لیے روزولیوشن پاس کرنا، دشمنان اہل اسلام کا کام ہے یا مسلمانوں کا۔

(۵۶) ایسے ہی اور شدید ناپاک افعال کہ اتحاد ہنود منوانے کے لیے صادر کرائے بن کا

بیان متعدد اشتہارات و رسائل میں ہولیا۔ ان کا وبال انہیں اتحاد منوانے والوں پر ہے یا نہیں کہ انما علیک اثم الاریسین۔

مشرکین ہند کی مشرکانہ حرکات پر نوٹس کیوں نہیں لیا گیا؟

سوال نمبر ۴۸ تا ۵۷ سے یہاں تک اور اسی طرح اور افعال خاصہ پر آپ صاحبوں نے خرابی و بربادی اسلام و دین دیکھ کر بے چینی سے دھواں دھار صاف مشرح بالاعلان بار بار نوٹس نہ لیے اور محض سکوت اور مجمل بات ایک آدھ بار مثلاً نشاید کہنے پر اکتفا کی ہے جس سے ان کو شہ ملتی رہی ان کا وبال انتہا بھی آپ کے سر پر آتا رہا یا واقعہ اس کے خلاف ہے۔

(۵۸) جس کے دشمنوں سے اتحاد و اخلاص منایا جائے اس میں اس کی محبت ملحوظ رہنے کا ادعا اس کے ساتھ استہزا ہے یا کیا؟

(۵۹) جن کو قرآن عظیم فرمائے کہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے ان کو اپنا خیر خواہ جاننا قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں۔ کافروں کو مددگار بنانا قرآن عظیم نے صاف حرام فرمایا یا نہیں؟ دیکھئے صراحتہً اس بارے میں کوئی آیہ کریمہ ہے یا نہیں۔

کیا سادات اور علماء کرام اور ہندوستان کے کفار میں کوئی فرق ہے؟

(۶۱) اکابر سادات و علماء و جملہ مسلمین زمانہ کا اسلام برائے نام بتانا اور ان میں اور کفار میں امتیاز نہ ٹھہرانا کفر ہے یا کیا؟

(۶۲) یونہی اپنے آپ کو برائے نام مسلمان کہنا اقراری کفر ہے یا کیا۔

(۶۳) سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت جدیدہ تھے یا نہیں۔ قرآن کریم نے ان کو بعض احکام شریعت موسویہ کا ناسخ اور توریت و انجیل و قرآن کو مستقل شریعتیں بتایا ہے یا نہیں؟ جو ان کے صاحب شریعت ہونے کا منکر ہو وہ قرآن مجید کا مکذب اور کافر ہے یا کیا؟

(۶۴) جو حضرت مسیح کو کہے کہ ''پلاطوس'' کے بے رحم سپاہیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تھا وہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے وہ پورا ہو اس مجاہد (مسیح)

نے اپنی عظیم قربانی کر کے تکمیل کر دی اور کہے ناصرہ کے واعظ (مسیح) کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنی خون شہادت کی تلاش ہو اس نے مسیح کو مصلوب و مقتول کہہ کر قرآن کی تکذیب کی اور کافر ہوا یا کیا؟

(۶۵) جو ہمارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام کو کہے کہ خدا نے یہی اس کا سب سے بڑا وصف بتایا کہ وہ اس کی آیتیں پڑھتا اور اس کی طرف سے اس کے بندوں کو تعلیم دیتا ہے۔'' اس نے حضور کے تمام خصائص جلیلہ کا انکار کیا حضور کو ہر نبی بلکہ ہر تالی القرآن معلم خیر کا مساوی کر دیا اور کافر ہوا یا کیا؟

کیا ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے گائے کی قربانی بند کر دینا چاہیے؟

(۶۶) گاؤ کی قربانی خصوصاً یہاں ایک عظیم شعار اسلام اور اسے اتحاد ہنود کے خاطر یا ان کی مروت سے بند کرنا بدخواہی اسلام ہے یا کیا؟

(۶۷) مسلمانوں پر بدگمانی کہ خوشنودی نصاریٰ و خلل اندازی کار خلافت کے لیے اپنے مذہبی شعار پر مصر ہیں اور اس پر یقین کرنا اور اس بنائے فاسد پر یہ زعم کہ ان کی قربانی بھی حرام اور اس کا گوشت بھی مردار اور یہ قربانی مذکور نہ چھوڑیں تو کافر ہیں یہ قلب پر حکم اور مسلمانوں پر اشد بدگمانی اور حلال کی تحریم اور اللہ پر افترا اور مسلمانوں کی ناحق تکفیر ہے یا نہیں؟

بریلی کی ایک انجمن نے مشرک کو مسیحا قرار دیا

(۶۸) آپ حضرات بریلی شریف تشریف لاتے ہیں یہاں کی ایک انجمن جو آپ کی تابع ہے نے گاندھی کی آمد پر ایک سپاسنامہ چھپایا جس میں مشرک کو مسیحا اور دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جلانے والا' آب حیوان پلانے والا' بیکسوں کا حامی و یار و گمراہوں کا رہبر' رحمت و پاک دل وغیرہ وغیرہ کیا کیا کہا حتیٰ کہ لکھ دیا۔

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست!

اور یہ کہ اس کے فیض قدم سے شہر دلہن بن گیا' مطلع انوار ہو گیا ایک ایک کوچہ رشک گلشن' ہر مکان قصور بہشتی پر طعن زن۔ آیا ان لوگوں پر اعلان کے ساتھ توبہ

چھاپنا تجدید اسلام کرنا فرض و تجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں کیا آپ اس فرض نہی عن المنکر کو ادا کریں گے؟

قرآن پاک نے مشرکین کو بدترین خلق قرار دیا ہے

(۶۹) قرآن عظیم نے مطلقاً کفار و مشرکین کو بدترین خلق اور ہر ذلیل سے ذلیل تروں میں داخل فرمایا ہے یا نہیں؟ ان کے لیے عزت ماننا تکذیب قرآن ہے یا نہیں؟

(۷۰) بلا اکراہ و خوف صحیح مشرکین کی عظمت کرنا' ان کی لمبی چوڑی تعریفیں کرنا' مخالفت قرآن عظیم ہے یا نہیں۔ (نوٹ) بہت کچھ لکھنا ہے کاش پہلے اسی قدر صاف ہو جائے جواب آپ حضرات کی تحریری دستخطی ہوں زبانی لفظ ہوا میں اڑ جاتے ہیں جن سوالوں میں دوسری شق (یا کیا) ان میں فقط (نہیں) اور اس کی دلیل بس نہ ہوگی بلکہ حکم کی تعیین فرمائی جائے جس سے کم و بیش نہ ہو اور اس پر دلیل دی جائے۔

ہمارے معاملات سے مقصد صرف تحقیق حق ہے

اخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہمارا مقصود صرف تحقیق حق ہے اور آپ ہی کے طرف کے اشتہارات جواب ملنے کی امید دلاتے ہیں تمام امور مذکورہ صاف ہونے کے بعد بریلی سے تشریف لے جائیں ورنہ خدارا انصاف وہ کچھ کفریات و ضلالت دو بالا ہوتے جائیں اور ان پر جو غریب مسلمان مخالفت کریں ان پر جھوٹ کے طومار' تہمتوں کے انبار' باندھے جائیں یہ کیا اسلام اور کون سا انصاف ہے! کیا قیامت نہ آئے گی؟ حساب نہ ہوگا واحد قہار کے حضور سوال جواب نہ ہوگا؟ اے میرے رب ہدایت فرما آمیں و صلاۃ ربنا و تسلیماتہ علی سیدنا و مولانا و ناصرنا و ماوٰی نا و آلہٖ و صحبہٖ و حزبہ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اسلام میں مجدد کا مقام اور اہمیت

(۱) سو سال بعد مجدد کا آنا ضروری ہے

(۲) مجدد کے خصوصی اوصاف کیا ہیں؟

(۳) مجدد کی پہچان

(۴) اہلسنّت کے نزدیک مدد کی علامات

(۵) امام احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد ہیں

(۶) مجدد مائیہ حاضرہ کی خصوصیات

(۷) مجدد مائیہ حاضرہ تسلیم کرنے والے مشاہیر

اعلیٰحضرت کی مجددیت کے شواہد

سوسال کے بعد امت رسول میں مجدد کے آنے پر دلائل

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالیٰ یبعث لهذہ الامة علی راس کل مأیة سنة من یجدد لها دینها بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی پر ایک ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو ازسرنو نیا کردے گا، رواہ ابو داؤد، و الحاکم فی المستدرک، والبیہقی فی المعرفۃ والمدخل، و حسن ابن سفیان فی مسانیدھم والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل، و ابو نعیم فی الحلیۃ علامہ حنفی حاشیہ سراج المنیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابوالفضل عراقی، علامہ ابن حجر، متاخرین علماء میں سے اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل، متقدمین محدثین سے ہیں امام جلال الدین سیوطی ''مرقاۃ الصعود'' حاشیہ ابو داؤد میں فرماتے ہیں اتفق الحفاظ علی تصحیحه حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے۔

پہلی صدی کے مجدد سیدنا عمر بن عبدالعزیز تھے

علامہ شیخ علی بن احمد عزیزی ''سراج منیر شرح جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں کہ لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے اس لیے کہ اول صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد

خامس (پنجم) الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں جن کی ولادت ۵۹ھ اور وفات ۱۰۱ھ میں ہے اور تجدید دین کے یہ معنی ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ کو دینی فائدہ ہو جیسے تدریس وعظ' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' لوگوں سے مکروہات کا دافع اہل حق کی امداد۔

مجدد کے خصوصی اوصاف

مجدد کے لیے خاص اہل بیت سے ہونے کی ضرورت نہیں نہ مجتہد ہونا لازم ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ' عالم' فاضل علوم وفنون کا جامع' اشہر مشاہیر زمانہ' بے لوث حامی دین' بے خوف قامع مبتدعین ہو۔ حق کہنے میں نہ خوف لومتہ لائم ہو۔ نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع' متقی' پرہیزگار' شریعت وطریقت کے زیور سے آراستہ' رذائل وخلاف شرع سے دل برداشتہ ہو لیکن حسب تصریح علامہ حنفی مجدد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہوا اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں وہ مشہور معروف مشار الیہ بالبناں ہو۔ مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ علماء عصر قرائن احوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں اسی لیے مجدد کو ''علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم'' ''حامی السنۃ قامع البدعۃ'' ہونا چاہیے۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ مجدد ہر صدی پر ایک ہی ہو۔ بلکہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدد ہوسکتے ہیں۔ کماقاله المناوی رجلا کان او اکثر علامہ محمد طاہر فتنی ''مجمع الانوار'' میں فرماتے ہیں فی یجددلها دینها کے مصداق میں علماء نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اس کو اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہا کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اس لیے کہ امت کو اولی الامر یعنی خلفاء اور محدثین قراء واعظین زہاد سے بھی بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ''راس کل مایۃ'' سے مراد یہ ہے کہ صدی گزرے اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے جو ہر سو برس کے سر پر ہوئے ہیں۔ مجدد مایۃ اولی حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور فقہا ومحدثین وغیرہم سے بے شمار ہیں۔

دوسری صدی کے مجدد مامون الرشید، امام شافعی اور حضرت معروف کرخی تھے

اور مجدد مائیۃ ثانیہ، خلیفہ مامون الرشید، حضرت امام شافعی، امام حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرت معروف کرخی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تیسری صدی کے مجدد

مجدد مائیۃ ثالثہ خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابوجعفر، طحاوی حنفی، امام ابوالحسن اشعری، امام نسائی۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

چوتھی صدی کے مجدد

مجدد مائیۃ رابعہ خلیفہ قادر باللہ، امام ابو حامد السفر ائینی ابنی، ابوبکر محمد خوارزمی حنفی۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

پانچویں صدی کے مجدد

مجدد مائیۃ خامسہ خلیفہ مستظہر باللہ، امام غزالی، قاضی فخر الدین حنفی وغیرہم (رحمۃ اللہ علیہم)

مجدد کی پہچان

شیخ الاسلام بدرالدین ابدال، رسالہ ''مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ'' میں فرماتے ہیں کہ مجدد معاصرین کے غلبہ ظن سے پہچانا جاتا ہے اس کے قرائن احوال اور اس کے علم کے انتفاع کے سبب سے اور نہیں ہوتا ہے۔ مجدد مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا جو ناصر سنت اور قامع بدعت ہو۔ پھر کبھی مجدد سارے جہان میں فقط ایک ہی ہوتا ہے۔ جیسے خلیفہ راشد عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں۔ اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی ہیں۔ اس لیے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانے میں تمام علماء سے اعلم و افضل تھے اور کبھی ایک ہی صدی میں مجدد دو یا پوری جماعت ہوتی ہے اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہو۔ کا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو مجدد سے افضل

ہو لیکن مجدد جب ہوگا تو سو سال بعد ''راس المائۃ'' پر ہوگا کیونکہ عموماً ایسا ہی ہے کہ صدی ختم ہوتے ہوتے علمائے امت بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دین کی باتیں مٹنے لگتی ہیں۔ بدمذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے۔ اس وقت دین کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کرتا ہے اور علی الاعلان ان برائیوں کو سب کے سامنے بیان کر کے دین کو ازسرنو تیار کر دیتا ہے وہ سلف صالحین کا بہتر عوض خیرالخلف اور نعم البدل ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی ''مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد'' میں فرماتے ہیں علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علمائے حدیث ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھادینھا کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانے میں اختلاف کیا ہے اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سر پر دین کی تجدید میں لگا ہو۔ ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ''من یجدد لھا دینھا'' کا اقتضا نہیں کہ صدی کے سر پر مجدد فقط ایک ہی شخص ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد اس لیے کہ امت کا اصل انتفاع امور دین میں ہے لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بھی انتفاع بہت ہوتا ہے مثلاً اولوالامر' اہل حدیث' قراء' واعظین' عابد' زاہد' لوگ اپنے فتووں سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اصل دین میں حفظ قانون سیاست ہے اور اشاعت عدل و انصاف ہے جس کی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے اور زہاد اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے ہیں اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے اور دین میں زہد کرنا سکھاتے ہیں تو بہتر وعمدہ یہ بات ہے کہ من یجدد سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر حدوث وظہور کی طرف اشارہ ہو جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں بے دینیوں بدمذہبوں کو بتا کر دین کی تجدید کریں گے لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدد وہی شخص ہوگا جو صدی کے شروع میں عالم مشہور معروف مشارالیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے کئی علماء ہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں لیکن

مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو اور دوسری صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم معروف مشہور زندہ اور مشار الیہ ہو۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی مجدد کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں

ماہ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلہٹ سے مولوی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتا کیا تھا۔ جن میں چند باتیں دریافت کی تھیں۔ جو ''مجموعہ فتاویٰ'' جلد دوم ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے۔ اس جگہ مختصراً اس کو نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں حدیث ان اللہ یبعث بھذہ الامت الخ میں راس آخری صدی مراد ہے یا راس آغاز صدی اور مجدد کے شرائط و علامات کیا ہیں اور پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون مجدد ہوئے ہیں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی مجدد ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ علامہ لکھنوی نے ان سوالات کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں ''راس مایۃ سے مراد باتفاق محدثین آخر صدی ہے اور مجدد کی شرائط اور علامات یہ ہیں کہ علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو اور اس کے درس و تدریس تالیف و تصنیف' وعظ و تذکیر سے نفع شائع و ذائع ہو اور احیائے سنت و اماتت بدعت میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف و مشہور ہو پس اگر آخری صدی نہیں پائی ہے یا اس سے اس زمانہ میں انتفاع احیائے شریعت حاصل نہ ہوا تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا جائے گا اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا۔

سیّد احمد بریلوی یا اسمٰعیل دہلوی کا مجدد ہونا بے معنٰی بات ہے

اس کے بعد شیخ الاسلام بدرالدین اور مرقاۃ الصعود امام جلال الدینؒ کی ایک عبارت نقل کرکے فرماتے ہیں ان عبارات سے واضح ہوا کہ سیّد احمد بریلوی کہ جن کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال ۱۲۴۶ھ میں ہوا تو سید احمد صاحب نے کوئی آخری صدی نہیں پائی اور مولوی اسمٰعیل آخر صدی میں فقط سات سال

کے بچے تھے) اس لیے کہ مجدد کے لیے ضرور ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدی کے اول میں اس صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور اس کا اشتہار تام اور ان دونوں کی تیرھویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی۔

مجددین اسلام کے اسمائے گرامی

اتنا زمانہ گذرا علماء کرام نے تعیین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے جس کی تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے رسالہ مسمّٰی "به **الفوائد الحجه فی من یبعثه الله لهذه الامة**" میں ملتی ہے۔ اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسمّٰی "به **متنبیه بمن یبعثه الله علی راس الماته**" وغیرہ میں بھی تفصیل کے ساتھ ہے اور ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مجدد مایۃ اولیٰ بالا تفاق خلیفہ راشد' حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور مجدد مایۃ ثانیہ اتفاقاً امام شافعی تھے اور مجدد مایۃ ثالثہ قاضی ابو العباس ابن شریح شافعی' امام ابو الحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری تھے اور مجدد مایۃ رابعہ امام ابوبکر بن الباقلانی اور ابو الطیب صعلوکی وغیرہ تھے اور مجدد مایۃ خامسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجدد ماتہ سابعہ امام تقی الدین ابن دقیق العید تھے اور مجدد مایۃ ثامنہ زین الدین عراقی علامہ شمس الدین جزری سراج الدین بلقینی تھے اور مجدد مایۃ تاسعہ امام جلال الدین سیوطی' علامہ شمس الدین سخاوی تھے اور مجدد مایۃ عاشرہ شہاب الدین رملی' ملا علی قاری تھے اور مجدد مایۃ حادی عشر صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی متولد ۹۵۸ھ متوفی ۱۰۵۲ھ و اسی زمانہ میں امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجدد الف ثانی متولد ۹۷۱ھ متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ تھے پھر میر عبدالواحد بلگرامی صاحب "سبع سنابل شریف۔" رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

محمد اورنگ زیب عالمگیر بارھویں صدی کے مجدد تھے

بارھویں صدی کے مجدد' سلطان دین پرور' مالک بحر و بر' ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی متولد ۱۰۲۸ھ متوفی ۱۱۱۷ھ اور حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی متوفی ۱۱۴۳ھ و حضرت شیخ غلام نقشبند لکھنوی متوفی ۱۱۲۶ھ قاضی محب اللہ بہاری متوفی

۱۱۱۹ھ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اگر چہ بعض خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصریحات علمائے کرام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجددوں کے احاطہ سے خارج ہیں اس شمار میں داخل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت ۱۱۱۴ھ اور وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی تو ان کے علم وفضل و بزرگی و کمال میں کلام نہیں مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ''ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افاضہ و افادہ کا شہرہ ہو'' حمایت دین و نکایت مفسدین میں مشہور ہو کہ ان کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی نہ کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز شہرت تو چیزے دیگر است۔

مجدد کی ایک خصوصی صفت

مجدد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور قلم حق گو، حق نویس ہو۔ زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو۔ قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو۔ حق کہنے میں زبان اس کی سیف قاطع اور قلم تیغ براں ہو۔ جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو جو لکھے شریعت کی حد میں ہو۔ ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے لے اور اس کے عمل کے لیے کافی ہو ہر لفظ اس کا جچا تلا ہو۔ جو کہے بے لوث کہے، جو لکھے بے خوف لکھے، حق کے کہنے یا کرنے میں کسی کی پروا نہ کرے ۔

''گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی ہے پیالی میں''

کا مصداق نہ ہو۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے نہ کسی صدی کے اوّل میں رہے پھر ان کی شہرت دو صدیوں میں اور ان کے علوم و معارف سے انتفاع کیا۔

شاہ ولی اللہ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' سنیوں اور وہابیوں دونوں کا مرقع ہے

آپ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' عجیب و غریب کتاب لکھی اگر چہ کچھ حصے سنیوں کے بکار آمد ہیں تو ایک حصہ وہابیہ لیے ہوئے اکڑ رہے ہیں۔

مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہری نے ''تراجم علمائے حدیث'' انہیں کے نام نامی سے

شروع کی ہے اور ان کو پورا اہل حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث ثابت کیا ہے۔ کہ اہل حدیث کا باوا آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں۔ ص ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے فھمنی ربی انا جعلنک امام ھذہ الطریقة وسدد ناطرق الوصول الی حقیقة القرب کلھا الیوم غیر طریقة واحدة وھو محبتک والانقیاد ذلک والسماء لیس لمن عاداک بسماء ولیست الارض علیه بارض فاھل الشرق والغرب کلھم رعیتک وانت سلطانھم' علموا اولم یعلموا' فان علموا فازوا وان جھلوا خابوا یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب کے رسائی کے سبب رستوں کو بند کر دیا۔ سوائے ایک طریقہ کے وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری کا ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لیے نہ آسمان' آسمان ہے اور نہ زمین' زمین ہے۔ تمام روئے زمین کے لوگ پوربی ہوں یا پچھمی' سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے چاہے وہ جانیں یا نہ' پچھمی جانیں اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اگر نہ جانیں گے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث کی سرخی قائم کرکے لکھا جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات' شروح' احادیث' مسوی و المصفی اور دوسری تصنیفات مثلاً ''عقد الجید'' ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع بالحدیث کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں پھیلایا نہایت پرلطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے پھر ص ۲۰ پر لکھا ''ذرا اور آگے بڑھ کر (ص ۱۲۲ پر) بضمن باب حکایة الناس قبل الماية الرابعه وبعدھا اس ذکر کو بھی اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا اور بضمن من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنة میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا۔ فرماتے ہیں واقول الفرقة الناجیة ھم الاخذون فی العقیدة والعمل جمیعا بما ظھر من الکتاب والسنة الخ یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب و سنت اور صحابہ اور تابعین سے بظاہر النص فتویٰ جاری کرے اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لیے انہیں نص نہ ملی ہو باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔ پھر ص ۲۳ پر لکھا اسی کے ساتھ

حدیث اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملئکة غفرله من تقدم من ذنبه نقل کرتے ہوئے باشارۃ النص ''آمین بالجہر'' کی تاکید فرماتے ہیں۔

شاہ محمد فاخر الہٰ آبادی کی شہادت

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابل ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی تشریف لائے۔ جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں بآواز آمین کہہ ڈالی۔ دہلی میں یہ پہلا حادثہ تھا۔ عوام برداشت نہ کر سکے۔ جب آپ کو گھیر لیا۔ تو فرمایا جھگڑنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے مسئلہ دریافت کرو۔ لوگ آپ کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے۔ دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا حدیث سے تو بآواز آمین کہنا ثابت ہے۔ مجمع یہ سن کے چھٹ گیا۔ اب صرف مولانا محمد فاخر اور حضرت شاہ صاحب بصورت ''قران السعدین'' باقی تھے۔ شاہ محمد فاخر نے عرض کیا آپ کھلیں گے کب؟ فرمایا اگر کھل گیا ہوتا تو آج آپ کو کیسے بچا لیتا'' اور رفع یدین کے باب میں فرماتے ہیں والذی یرفع احب الی ممن لایرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۸۰ یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے کہ اثبات رفع یدین کی حدیثیں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں۔''

شاہ ولی اللہ دہلوی ترک تقلید کے حامی تھے

ترک تقلید پر مزید ارشاد ''عقد الجید'' ہی میں ہے تقلید کی دو قسمیں واجب و حرام قرار دے کر فرماتے ہیں (۱) تقلید واجب وامارۃ هذا التقلید ان یکون عمله بقول المجتهد کالمشروط لکونه موافقا للسنة فلایزال متفحصا عن السنة۔ حجة الله البالغه جلد ۲ ص ۸۴ یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قول مجتہد کے موافق سہی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو۔ مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے پس جب بھی اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کر لے۔ اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے'' (۲) تقلید حرام فان بلغهٗ حدیث و استیقن

بصحته لایقبلهٔ لکون ذمته مشغولة بالتقلید فهذا اعتقاد فاسد و قول کاسدلیس له شاهد من النقل والعقل وما کان احدمن القرون السابقه یفعل ذلک۔ حجة اللّٰه البالغه جلد ۲ ص ۸۵ یعنی پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اسی مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی وہ (مقلد) اس حدیث کو قبول نہ کرے اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے' وہ اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے کیونکہ نہ عقل و نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ قرون سابق نے ایسا کیا'' نیز عقدالجید میں فرماتے ہیں فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللّٰه علینا طاعته بسند صالح یدل علی خلاف مذهبه و ترکنا حدیثه واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم مناوما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین (عقد الجید ص ۴۰) یعنی پھر جب ہمیں رسول معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے سند صحیح کے ساتھ ملجائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتایئے کہ (رسول معصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العلمین کو کیا دیں گے؟'' اس عنوان (تقلید) ''کوتفہیمات الٰہیہ'' میں یوں رقم فرمایا اصول الشرع اثنان آیة محکمة اوسنة قائمة لایزید علیها وبالجمله فالرائے فی الدین تحریف و فی القضاء حسنة ترجمہ شریعت (اسلام) کے اصول دو ہیں (۱) آیات محکمہ اور سنت' ان دونوں کے سوا کوئی اور شے دین میں مسلم نہیں۔ ان غیر مسلم امور میں رائے (قیاس) دین میں تحریف ہے اور قضا میں مستحسن پھر اخیر ص ۲۸ پر لکھا اور یہی ترک تقلید و اتباع سنت کی آپ کے وصایا سے مستفاد ہے...... ودر فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و دائما تفریعات فقیہ رابر کتاب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بدبہ ریش خاوندزدن' المقالة الوضیه فی النصیحة والوصیة۔

جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ان حوالوں کو کہاں تک نقل کیا جائے۔ آپ کی تمام تصانیف مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے پس اہل علم اور اصحاب دانش کے لیے یہی کافی ہے۔ مزید طمانیت کے لیے دو حوالے اور نقل کیے جاتے ہیں۔ وخود را مقلد محض

بودن ہرگز راست نمی آمد و کارے نمی کشاید اکثر مفاسد در عالم از ہمیں جہت ناشی شد'' ازالۃ الخفا'' ص ۲۵۷ اس سے زیادہ اور تبرا عن التقلید کیا ہوسکتا ہے ''جمعیکہ کہ سرمایہ علم ایشاں شرح وقایہ و ہدایہ باشد کجا ادراک سر ایں تواند کرد'' ازالۃ الخفا ص ۸۴ قاعد کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب ہو اور آسمان سے اتار کر دے دیں جب بھی وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ رہے ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کرسکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ ''آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد'' لیکن جو شخص باوجود دعویٰ حنفیت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے ان کی تصانیف سے بحوالہ صفحہ گذرے وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا اور اگر بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا۔

اس لیے ''میری بے لوث رائے میں ایسے شخص کو مجددوں میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی اور کچھ نہیں ہے

پیر من خس است' اعتقاد من بس است!

کا کوئی جواب نہیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی تیرھویں صدی کے مجدد تھے

البتہ مجدد ملتہ ثالث عشر ان کے فرزند دلبند و شاگرد رشید و مرید و مستفید و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب متولد ۱۱۵۹ھ متوفی ۱۲۳۹ھ اس لیے کہ بارھویں صدی کے اخیر میں صاحب علم و فضل و زہد و تقوی مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرھویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دین کی خدمت درس و تدریس افتاء و تصنیف' وعظ و پند و حمایت دین و نکایت مفسدین میں اوقات صرف فرماتے رہے جزاہ اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء اگر حمایت دینی کے جملہ کاموں سے قطع نظر بھی کرلیا جائے تو شیعوں کے رد میں ایک کتاب ان کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' ہی کافی ہے۔

''تحفہ اثنا عشریہ'' کے رد میں شیعوں نے تین سو کتابیں لکھیں مگر رد نہ کر سکے

روز تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی اور اسی طرح

یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ اس سے قبل بھی شیعوں کے رد میں کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی۔ مجھ سے ایک سفر میں جونپور کے ایک شیعہ عالم نے فخریہ بیان کیا کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کا رد فلاں شیعی عالم صاحب نے دس جلدوں میں لکھا ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے صاحبزادہ فلاں صاحب قبلہ نے بارہ جلدوں میں رد لکھا ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ فلاں صاحب پانچ جلد لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ کتنی جلدوں تک جاری رہے گا اس کو نہیں کہہ سکتا۔ ان مولوی صاحب کی غرض' دھونس جمانا اور اپنے علماء کی تعریف کرنا اور ''تحفہ اثنا عشریہ'' کی بے قدری تھی کہ اس کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہیں اور اڑائے جا رہے ہیں مگر میرے ایک ہی جملہ نے اسے بالکل مبہوت کر دیا میں نے کہا کہ ''تحفہ اثنا عشریہ'' کی قدر درحقیقت علمائے شیعہ ہی نے کی۔ ''تین پشت اس کے رد کرنے میں مشغول رہے۔ مگر ابھی تک اس کا رد نہ ہوسکا جب تو ابھی اور جلدوں کی ضرورت ہے۔''

شاہ عبدالعزیز نے اسمٰعیل کی ''تقویت الایمان'' کی عبارتیں سن کر مصنف کو بے دین کہا

اس طرح زبانی اجلہ ثقات سے میں نے سنا کہ حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویت الایمان'' لکھی اور سارے جہاں کو مشرک اور کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہوگیا ہوں آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسدہ کا بھی تحفہ اثنا عشریہ کی طرح رد لکھتا اور لوگ دیکھتے یہ دلیل ان کی مجدد مائیۃ ثالث عشر ہونے کی ہے کہ حمایت دین میں عزیز' مرتبہ اور رشتہ دار کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے پھر جو شخص حضرت شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا۔ جانے گا کہ بیشک وہ تیرھویں صدی کے مجدد تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ نقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر کامل پینسٹھ سال حمایت دین و نکایت مفسدین میں صرف فرمایا اور اسی ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی علمی خدمات

درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ و متعلقات فقہ کا تو الزام تھا مگر خاص چند درس حدیث اور فتویٰ نویسی تھی جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم' شام' مکہ معظمہ' مدینہ طیبہ اور بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ قسطنطنیہ سے ملا رشیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:

''شاہ صاحب آپ کا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے اور وہ فتویٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لیے بہت فخر کی بات ہے اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔''

شاہ عبدالعزیز کے چند بلند پایہ شاگرد

اسی طرح آپ کے درس وتدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں بطور نمونہ یکے از ہزار مولانا شاہ رفیع الدین صاحب' آپ کے برادر خرد' شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب حضرت کے نواسے' مفتی صدر الدین خان صاحب دہلوی' حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی' مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب' آپ کے برادر زادے حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی' حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی' حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری مصنف رسالہ ''اشباع الکلام فی المولد و القیام'' استاذ حضرت مولانا عادل صاحب کانپوری' شمس العلماء مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی' حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مراد آبادی' بیہقی وقت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی' حضرت ملحق الاصاغر بالاکابر وارث العلم والفضل والمجد صاحب اکابراعن اکابر مولانا سید شاہ آل رسول صاحب احمدی مارہروی پیر و مرشد اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی' حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب نبیرہ خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی' حضرت شاہ

احمد سعید صاحب مجددی، حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواروی، بانی ''خانقاہ عمادیہ'' منگل تالاب پٹنہ سٹی، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب ابوالعلائی منعمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

درس و تدریس کے علاوہ وعظ و پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چیلان دہلی میں تقریر فرماتے۔ وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہہ ہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تشفی کر لے معترضین اپنے اعتراض تیار کر کے آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے۔

شاہ عبدالعزیز کی تقاریر کے اثرات

وعظ و تذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا۔ مرض الموت میں مبتلا ہیں۔ خود سے اٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہیں۔ اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے کاندھے پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گو لب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسے ہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔ ایک دن وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفت الٰہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والے کے جسم میں بھی سنسنی پیدا ہوگئی اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ (حیات ولی ص ۴۴۳) آپ نے بروز یکشنبہ بتاریخ ۷ شوال ۱۳۳۹ھ وفات پائی اور ''قبرستان مہندیان عقب جیل خانہ'' (جواب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

چودھویں صدی کے بلاشرکت غیرے مجدد اعلیٰحضرت امام احمد رضا ہیں!

چودھویں صدی کے مجدد، مجدد مائۃ حاضرہ، موید ملت طاہرہ، اعلیٰحضرت عظیم البرکت صاحب تصانیف قاہرہ و تالیف باھرہ جناب مستطاب، معلی القاب، مولانا مولوی حاجی حافظ قاری محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی متعنا اللہ ببرکاتہ و حشرنا یوم القیٰمۃ

تحت رایاتہ ہیں اس لیے کہ حضور پرنور کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ اور انتقال پر ملال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ ہے۔ تو تیرھویں صدی کا آپ نے ۲۸ سال دو مہینہ ۲۰ دن پایا اور علوم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر، میں مشہور دیار و امصار، ادانی و اقاصی ہوئے اور چودھویں کا ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین و نکایت مفسدین احقاق حق ازہاق باطل، اعانت سنت، و اماتت بدعت میں جان و مال علم و فضل صرف فرمایا جس طرح بناہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور خلاف دین متین کا رد و طرد فرمایا اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائیم کی پروا کی نہ کسی بڑی سی بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا۔ نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی نہ کسی طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔ آپ کی یہ رباعی بالکل حسب حال ہے فرمایا ؎

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن — نہ مرا ہوش بہ مدحے، نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے — جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مجدد مائۃ حاضر کی علمی خصوصیات

خداداد ذہن و حافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ تیرہ سال ۱۰ مہینے کی عمر میں تمام مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی۔ میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابر علماء کی سوانح عمریاں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے، پڑھنے میں جی نہیں لگاتے بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں سب خوبیاں بطور خرق عادت جمع تھیں۔ یہ محض عطیہ الٰہی و موہبت رسالت پناہی ہے جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد، خدائے بخشندہ!

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں مگر اعلیٰحضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں آئے گا، آپ جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتاویٰ دینا شروع کر دیا۔ پہلا فتاویٰ جو لکھا ایسا صحیح و درست مکمل و مدلل تھا کہ آپ کے والد

ماجد صاحب عش عش کر اٹھے اور یہ سلسلہ یوم وصال تک جاری رہا۔

اعلیٰحضرت نے بارہ ضخیم جلدوں میں فتاویٰ لکھا تھا اور چھ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں

افسوس کہ بے شمار فتووں کی کوئی نقل نہ لی جاسکی پھر بھی جو نقل ہوسکا بڑی تقطیع ۲۶x۲۰/۸ پر بارہ جلدوں پر مشتمل ''فتاویٰ رضویہ'' ہے جس کی ہر جلد نو سو اور ہزار صفحہ کے درمیان ہے۔ ہماری نظر میں اب تک جو رسائل و مستقل تصنیفات گذریں ہیں چھ سو سے زیادہ ہیں۔ جو پچاس فنون پر مشتمل ہیں۔

آج ہمارے سامنے علمائے متقدمین و متاخرین کے فتاویٰ موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰحضرت اپنی آپ نظیر ہیں۔ اتنا مفصل و مدلل اور ضخیم فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا۔ تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز امام جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ عاشرہ کے بعد کسی کی دیکھی، نہ سنی گئیں۔ اگلے علماء محرر المذہب امام محمد شمس الائمہ سرخسی صاحب مبسوط، علامہ بیہقی، علامہ ذہبی علامہ ابن حجر عسقلانی، امام بدرالدین محمود عینی صاحب عمدۃ القاری شرح بخاری و غیرہم قدست اسرارھم، کو نہیں کہہ سکتا، ورنہ دیگر علماء کی تصانیف کو اعلیٰحضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔ درس و تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کرکے نہیں کیا لیکن ایک زمانہ تک مرجع طلباء رہے دور دور سے طلبہ آکر استفادہ فرماتے۔

فارغ التحصیل علماء کرام، بریلی آکر علم حاصل کرتے تھے

سہارنپور اور دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے کئی طلبہ بھی دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر ''درس حدیث و فقہ'' کے لیے بریلی شریف اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو یہاں کے طلبہ کو خود تعجب ہوتا تھا اور ان لوگوں نے آنے والے طلبہ سے پوچھا کہ طلبہ کو ''تم خیرا'' کا مرض ہوتا ہے ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیئے وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے کہ دوسری جگہ کی تعریف وہاں ہوتی ہو آپ لوگ دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر بریلی کس طرح

پہنچے۔ وہابی مدرسوں میں اس کی تو توقع ہی نہیں کہ کسی اہلسنت عالم کی تعریف کریں اور وہ بھی اعلیٰحضرت جیسے راد وہابیہ کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات وہ کہنے پر مجبور ہوتے تھے اگر کبھی تذکرہ ہوا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکار کی ہمت کی یہی صفت کشش کی باعث ہوئی۔

کئی ہزار طلباء دیوبند، گنگوہ اور سہارنپور چھوڑ کر بریلی پہنچے

ہزاروں طلباء دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کو چھوڑ کر بریلی پہنچے۔ الغرض ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۳۹ھ تک چون سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم و فیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزارہا ہزار سے بالا ہو کر کہاں تک پہنچا ہے۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء و اللّٰہ ذو الفضل العظیمط

اعلیٰحضرت کا وعظ و تقاریر کا انداز

وعظ اور پند کا سلسلہ وطریقہ ابتدا زمانہ میں تو بہت زوروں پر رہا۔ بریلی شہر میں کوئی محلہ، بلکہ سنیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا کہ جو حضور کے پند و نصائح سے محروم رہا ہو۔ اگرچہ اخیر زمانہ میں جبکہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کرنی پڑی اس سلسلہ میں کچھ کمی ہوگئی پھر بھی ہر سال چار جلسے وعظ کے مستقل طریقے پر سال وصال تک قائم رہے۔ دو جلسے میلاد شریف کے اپنے مکان پر ۱۲ ربیع الاوّل شریف کے روز پھر شروع میں یہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلائق تھا کہ اس جلسہ میں شرکت اور اعلیٰحضرت کے وعظ سے بہرہ یاب و فیضیاب ہونے کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑتا تھا اور اس تاریخ میں کوئی بڑی مجلس میلاد شہر میں نہیں ہوتی تھی تیسرا جلسہ وعظ شعبان میں طلبہ ''مدرسہ منظر اسلام'' کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر ۱۸ ماہ ذی الحجہ الحرام کو ان دونوں وعظوں سے نہ صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و

اکناف ہند سے روسا و علما و مشاہیر شائقین جلسہ دستار بندی و عرس کے شرکت کے لیے آتے اور وعظ سے فیضیاب ہوتے۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی کے حامی اور مخالفین پر ایک نظر

اب آیئے حمایت دین و نکایت مفسدین' معاندین دین متین کو دیکھئے تو آپ کا مولد و مسکن وہ صوبہ و شہر ہیں جہاں ہنود کی اکثریت ہے۔ مسلمان فقط تیرہ فیصدی ہیں۔ آپ کا مکان بھی ایسے محلّہ میں ہے جس محلّہ کو ''دارالکفر'' کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہیں۔ محلّہ سوداگران بجز آپ کے اور آپ کے عزیزوں کے چند مکانوں کے اور ایک سید مصاحب علی صاحب اور ایک میاں منیر بہشتی کے مکان کے پورا محلّہ ''ہنود و برہمنوں'' کا ہے۔

ہندوؤں کے گھروں کے درمیان رہ کر انہیں مشرک کہنا اور علم اسلام بلند کرنا اعلیحضرت کا کارنامہ ہے

ایسے ماحول میں آپ نے ہنود کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں جس کا ایک نمونہ دیکھنا ہو تو ''انفس الفکر فی قربان البقر'' ملاحظہ فرمائیں ہنود میں تعلیم یافتہ ایک جماعت ہے جس نے دیکھا کہ بہت سے ہنود برابر مسلمان ہو رہے ہیں یا عیسائیت کے چنگل میں پھنستے ہیں ان کی تعداد روز بروز گھٹتی جاتی ہے ''سناتنی دھرم'' تبلیغی مذہب نہیں کہ اگر کچھ جائیں تو کچھ باہر سے آئیں اسی طرح داخل خارج برابر رہا کرے بلکہ خارج ہوتے جاتے ہیں داخلہ ممکن نہیں اس لیے پنڈت دیانند سرسوتی نے ''آریہ سماج'' کے نام سے ایک مذہب جاری کیا اور اس میں دوسرے مذہب والوں کو داخل کرنے لگے۔ اعلیحضرت نے اس کا بھی رد فرمایا نمونہ کے لیے ''کیفر کردار آریہ'' ملاحظہ ہو۔

انگریز کے اقتدار کے باوجود اعلیحضرت نے نصاریٰ سے مناظرے کیے تھے

آپ کے زمانہ سے پہلے ہی اسلامی سلطنت ہندوستان سے رخصت ہو چکی تھی نصاریٰ کی علمبرداری تھی نصاریٰ اگرچہ ''اعتقاداً اور عملاً'' نرے بے دین ہیں۔ پھر بھی رومن کیتھولک مذہب کے نام لیوا ہیں اور اس کی ترویج و اشاعت میں طرح طرح کی کوششیں

کرتے ہیں۔ لاکھوں روپے تبلیغ میں صرف کر کے لوگوں کو نصرانی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حالات میں اعلیٰحضرت نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں یہ تین فرقے غیر مسلم ہیں جو نہ مسلمان ہیں نہ اپنے کو مسلمان کہلوانا چاہتے ہیں۔

مسلمان کہلانے والے اعلیٰحضرت کے دشمن بن گئے

اب آیئے گھر کے فتنوں کو دیکھئے کتنے فرقے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلامی باتوں کی قطع و برید میں لگے ہوئے ہیں ۔

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے　　　کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا
حق سے بد بن کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے　　　ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

نیچری مسلمانوں نے انگریز کی چھتری کے نیچے بیٹھ کر اعلیٰحضرت کی مخالفت کی

ان میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور زمانے کے مطابق چلنے اور سلطنت برطانیہ کی ہم نوائی کی وجہ سے دنیوی حیثیت میں بڑھے چڑھتے' پھر اسی وجہ ''مرجع العوام'' نیچری حضرات تھے۔ اعلیٰحضرت نے ان کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں جب ''شش مثل'' کا فتنہ وہابیہ نے اٹھایا اور ہر طبقہ زمین میں آدم' نوح' ابراہیم و اسمٰعیل دوسرے انبیاء کرام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل مانا اور اس پر زور دیا تو اعلیٰحضرت نے ان کے رد میں رسالہ مبارکہ ''تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال'' لکھا۔ اور ''جوا بہائے تر کی بترکی'' ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس کی وجہ سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے راہی ملک عدم ہو گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جہاد

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے آپ کو مثل مہدی' پھر امام مہدی' پھر مثیل مسیح' پھر مسیح' پھر بہتراز مسیح' کہا ۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

پھر دعویٰ نبوت کیا۔ انبیاء علیہم الصلاۃ کی توہین و تنقیص کی تو اعلیٰحضرت نے اس کے رد میں

چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہوار رسالہ بنام ''قہر الزمان علی مرتد بقادیان'' جاری فرمایا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کفریہ جملوں کے رد میں بھرپور قلم اٹھایا

جب مولوی اسمٰعیل دہلوی کے اذناب و ذریات باوجود اشتراک فی الوہابیت ہر ایک نے ایک نئی نئی اوپج نکالی کسی نے ختم نبوت کا انکار کیا' کسی نے وقوع کذب باری' کو درست بتایا۔ کسی نے مولد شریف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنھیا کا جنم کہا' کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا علم ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے لکھا۔ کسی نے تقلید ائمہ کو شرک و کفر ٹھہرایا تو اعلیٰحضرت نے وہابیہ و غیر مقلدوں کے رد میں سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

تفضیلیوں کے خلاف اعلیٰحضرت کی یلغار

جب تفضیلیوں نے شور وغوغا مچایا اور جمع ہو کر مناظرے کے لیے بریلی شریف آئے اور مناظرہ چھیڑا اور دریافت کرنے پر کہ آپ لوگ سوالات کریں گے یا میں سوال کروں! اعلیٰحضرت ہی کو ابتداء سوال کرنے کے لیے کہا گیا تو وہ سوالات کے دیکھتے ہی بدحواس اور پریشان ہو کر بریلی سے بھاگ نکلے اور آبرو بچائی۔ جس کا مفصل حال ''فتح خیبر' تزک مرتضوی'' میں چھپ چکا ہے الغرض ان کے رد میں بھی سات کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اسی طرح جب روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا اعلیٰحضرت نے وہیں سرکوبی فرمائی اور ان کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب ۱۰-۱۳۱۱ھ میں ''ندوہ'' کا فتنہ کھڑا ہوا جس نے سنیوں کے ساتھ تمام بد مذہبوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ تو اعلیٰحضرت نے ان کا بھی تعاقب کیا۔

اعلیٰحضرت کے ہم نوا علمائے کرام

اس وقت بھی اعلیٰحضرت حمایت دین کے لیے کھڑے ہو گئے خداوند عالم جزائے خیر دے حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری معینی عثمانی بدایونی قدس سرہ اور حامی سنن' ندوی شکن' جناب غلام صدیق قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ محلہ لودیکٹرہ کو کہ اول الذکر نے اپنے علم و اثر اور موخر الذکر نے اپنے مال و دولت سے اعلیٰحضرت

کا ہاتھ بٹایا جس سے یہ فتنہ ۱۳۲۱ھ میں مدراس جا کر ختم ہو گیا ؎

ندویان کہتے ہیں کہ دو ہی تو ہیں　　　اسدؔ احمد رضا' ومحب رسول

اسی طرح جاہل صوفیائے مفسقہ متصوفہ باطلہ جس بدمذہب نے سر اٹھایا وہیں اعلیٰحضرت نے اپنی تصنیفات سے اس کا سر کچل کر رکھ دیا۔ اس کے رد میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں مطبع اہلسنت و جماعت محلہ سوداگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر و مشائخ و علماء و روؤسا کے پاس ٹکٹ چسپاں روانہ کردیا۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرالجزاء۔ اخیر زمانہ میں ۳۸-۱۳۳۹ھ کو ''فتنہ علی برادران'' اٹھا اور نہایت زور شور سے اٹھا جس نے سب بد مذہبوں' منافقوں' مرتدوں کو کھلے بند کافروں کو اپنے میں سمالیا ؎

وکل الصید فی خوف الفراء

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند دنیادار' دنیا طلب' دنیا طلبی اور ہندوستان کے بادشاہ بننے کی تمنا و طمع میں اٹھے لیکن عام مسلمانوں کا رجحان اس طرف نہ دیکھ کر اس میں مذہبی رنگ ''خلافت'' کا بھرا۔ اب عام مسلمان اس کی طرف جھکے۔ یہاں تک کہ پڑھے لکھے لوگ بھی دھوکے میں آ کر اس کے شکار ہوئے بعض بعض علماء بھی اس میں مبتلا ہو گئے۔ اس وقت حق پر قائم رہنے والی نہایت ہی قوت و استحکام کے ساتھ فقط ایک ذات مجدد مایۃ حاضرہ کی تھی جو ایک آن کے لیے بھی اس دھوکے میں نہ آئی۔

دیوبندیوں کی سرکوبی کی مہم

پھر دیوبندیوں میں سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھی ابتدائے کار میں اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر اعلیٰحضرت کے ہم خیال ہوئے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے ایک فتویٰ لکھ کر جو اسی زمانہ میں ''اخبار وطن لاہور'' میں چھپا تھا آپ کی ہمنوائی کی۔ لیکن اعلیٰحضرت امام اہلسنت نے اشتہارات پر اشتہارات ان کے رد و طرد میں لکھے اور ان کی خلاف شرعی باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچایا۔ یہاں تک کہ اخیر میں رسالہ مبارکہ ''الحجۃ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنہ'' لکھ کر شائع فرمایا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا اور آفتاب نیمروز اور ماہ نیم ماہ کی طرح حق کو واضح کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا

عبدالباری صاحب لکھنوی جنہوں نے ایک مشرک اور غیر مسلم کو اپنا پیشوا اور امام بنالیا تھا جس کے بارے میں صاف لکھا کہ ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمر یکہ بآیات و احادیث گذشت   رفتی و نثارِ بت پرستے کردی!

اعلیٰحضرت کی کوششوں سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے اپنے خیالات سے توبہ کرلی

الحمدللہ مولانا عبدالباری نے یہ کہنے کے باوجود اور اپنے اقوال سے رجوع کیا۔ جس سے ان لوگوں کی قوت و شوکت علمی بالکل جاتی رہی البتہ دنیا کے لالچ میں بہت سے مسلمان اس تحریک خلافت سے لپٹے رہے مگر حق واضح ہو کر رہا۔ یہ سب اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کی مجدد مائیۃ حاضرہ ہونے کا بین ثبوت ہے جنہوں نے پوری عمر بلکہ تن، من، دھن، مال، دولت سب حمایت دین متین میں صرف کر دیا اگرچہ بعض مخالفین اصل حقیقت کو نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا ورنہ وہ جس قابلیت و جامعیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدمبوسی کرتا اور پیشوا مانتا۔

اعلیٰحضرت کے مخالفین ہندوستان میں مشرکین عرب کا کردار ادا کرتے رہے

ان لوگوں کا خیال اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکین عرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کہتے تھے کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں تو ہم سب لوگ اپنا سردار آپ کو ماننے کے لیے تیار ہیں اور ہر ایک شخص اپنی دولت سے ایک حصہ آپ کی نذر کردے گا جس کی وجہ سے سب سے زیادہ مالدار آپ ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا ان کو ٹھکرا دیا اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت کو مجدد مائیۃ حاضرۂ حمایت دین و نکایت مفسدین کے لیے بنایا تھا نہ اس لیے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں اس قدر تحریر و تقریر رسائل و اشتہارات کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتاب عالم تاب کا انکار کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے لان یھدی اللہ بک رجلا خیر مما طلعت علیہ الشمس البتہ اللہ تیری وجہ

سے ایک شخص کو ہدایت کرے تو روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات وتحریرات سے فائدہ اٹھایا اور بے شمار گمراہ' دیندار ہوئے' مذبذب مستقیم ہوئے' سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہونے کے بعد بدمذہبیت کا جھونکا تو کجا آندھی بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ و ثابت قدم ہیں۔ نماز کی پنج وقتہ دعا اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم و لاالضآلین بالکل مقبول ہوئی ہر شخص جادہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی اور بدمذہبوں سے علیحدہ ہے اور دعا قنوت میں روزانہ خداء عزوجل کے سامنے جو کہتے ہیں ونخلع و نترک من یفجرک اس میں پورے اترے الحمدلله علی ذلک۔

اعلیحضرت نے انبیاء کرام کی سنت پر عمل کیا

انبیاء کرام جو خاص تبلیغ و ارشاد خلائق کے لیے مبعوث ہوتے ہیں ان کو ارشاد ہوتا ہے بلغ ما انزل الیک ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الہی آپ ان تک پہنچائیں ان کو ان کا مصدق بنائیں۔ عامل کر دیں بلکہ صاف فرما دیا گیا انما علی رسولنا البلاغ المبین o سورہ نور و عنکبوت ونحل' خود انہوں نے بھی کھول کر فرما دیا وما علینا الاالبلاغ المبین سورہ یٰسین کا اخیر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی مدت تبلیغ فلبث فیهم الف سنة الاخمسین عاما ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں رب انی دعوت قومی لیلا و نهارا ط فلم یزدهم دعآئی الافرارا ط میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن مری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ تنگ آ کر بارگاہ الہی میں التجا کرنی پڑی رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا خداوندا روئے زمین پر کسی کافر کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی آسمان سے پانی برسا۔ زمین سے پانی ابلا۔ کشتی پر جو گنتی کے چند نفوس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی بھی نہ بچا اعوذ بالله من غضب الله و رسوله

سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں اور

ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا اذھبا الی فرعون انه طغٰی تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی ہے۔ یہ دونوں اس حکم الٰہی کی تعمیل میں چلے۔ تو وحی ہوئی مگر اے موسیٰ وہ ایسے ہی ایمان نہ لائے گا انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا پھر ہمارے جانے اور پریشان ہونے کا کیا فائدہ؟ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے گا اور اس پر حجت الٰہی قائم ہو گی۔ قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے ماجاء نامن بشیر و لانذیر ہمارے پاس کوئی مبلغ خوش خبری دینے والا ڈر سنانے والا نہ آیا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایومنونo بیشک جن کی قسمت میں کفر ہے ان پر برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سنایئے یا نہ ڈر سنایئے وہ ایمان لانے کے نہیں۔ اس جگہ بھی سواء علیھم فرمایا اور نہ ان کے لیے برابر ہے یہ نہیں فرمایا سواء علیک ءانذرتھم ام لم تنذرھم یعنی ڈر سنانا اور نہ ڈر سنانا آپ کے لیے برابر ہے اس لیے کہ حضور کو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملے گا وہ بدبخت مانیں یا نہ مانیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ذمہ داری ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء الٰی صراط مستقیمo بیشک آپ ایصال المطلوب نہیں کر سکتے ہیں جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے تک پہنچاتا ہے صدق اللہ ورسولہ۔ پھر کسی عالم کے ذمہ یہ کیونکر کام ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر ضرور سیدھے راہ پر کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیاء کے نائب ہی ہیں پھر اعلیٰحضرت کے کارنامہ کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسی نوے فیصد کامیابی ہوئی۔ بڑے سے بڑا مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہا۔ اکثر کو تو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے حالانکہ دین و ایمان کا تقاضا یہ ہے بلا خوف لومتہ لائم حق گوئی، حق جوئی، حق طلبی ہے ذلک فضل اللہ یوتیه من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اعلیٰحضرت کے ہم عصر مشاہیر علماء کرام نے آپ کو مجدد مائۃ حاضرہ مانا

اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانے کے علماء و مشاہیر نے آپ کے علوم سے

انقاع دیکھ کر آپ کو ''مجدد مائیۃ حاضرہ'' مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اگر ان تمام حضرات کے نام ہی لکھے جائیں جنہوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے ۔

دفترے دیگر مگر انشا کنم !

اس لیے صرف چند اشہر مشاہیر علمائے اہلسنّت کے نام پر اکتفا کرتا ہوں:

(۱) حضرت ندوۃ الواصلین' زبدۃ العارفین' مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب وارث سجادہ قادریہ برکاتیہ خانقاہ کلاں مارہرہ شریف

(۲) حضرت زبدۃ السالکین' مرجع الطالبین' سیدنا شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ صادقیہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

(۳) حضرت عارف باللہ مقبول بارگاہ' سید شاہ مہدی حسین میاں صاحب' سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نوریہ سرکار مارہرہ شریف۔

(۴) حضرت تاج الفحول' محب الرسول' مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری برکاتی' سجادہ نشین خانقاہ قادریہ معینیہ' بدایوں شریف۔

(۵) حضرت مطیع الرسول' مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب' سجادہ نشین خانقاہ معینیہ قادریہ' بدایوں جنہوں نے ۱۳۱۸ھ کے جلسہ پٹنہ میں خطاب کیا تھا۔ اور اس میں حضور پر نور مدظلھم الاقدس کو ان الفاظ سے یاد کیا ''جناب عالم اہلسنّت مجدد المائیۃ الحاضرہ مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب'' یہ خطاب اسی زمانہ میں ''دربار حق ۱۳۱۸ھ حق و ہدایت'' میں طبع ہوگیا۔

(۶) واعظ خوش بیان' شیریں زبان' شہید فی نصرۃ الدین' حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب عثمانی' قادری' بدایونی۔

(۷) حضرت الاسد الاسد الارشد الارشد' مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب' محدث سورتی پیلی بھیتی۔

(۸) حامی سنت' جناب مولانا مولوی حکیم خلیل الرحمٰن خان صاحب' پیلی بھیتی۔

(۹) حضرت سلطان الواعظین' مولانا مولوی ابوالفضل' شاہ عبدالاحد صاحب قادری' پیلی

بھیتی۔

(۱۰) حضرت ضیاء الاسلام والحق والدین' مولانا ابوالمساکین' محمد ضیاء الدین صاحب قادری ضیائی' پیلی بھیتی۔

(۱۱) حضرت مولانا سراج الدین' ابوالذکاء شاہ محمد سلامت اللہ صاحب اعظمی' رامپوری۔

(۱۲) حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب فاروقی' رامپوری۔

(۱۳) حضرت شیر اہلسنّت' ابوالوقت' مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب سورتی' نوری' لکھنوی' رامپوری۔

(۱۴) حضرت عیدالسلام' مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری' جبلپوری۔

(۱۵) حضرت حامی دین و ملت مولانا شاہ محمد بشیر صاحب' قادری' جبلپوری۔

(۱۶) حضرت مولانا برہان الحق شاہ محمد عبدالباقی صاحب' قادری' جبلپوری۔

(۱۷) حضرت حامی سنت' ماحی بدعت' جناب حاجی منشی محمد لعل خان صاحب' قادری' مدراسی

(۱۸) حضرت استاذ زمن' ماحی فتن' مولانا شاہ محمد احمد حسن صاحب کانپوری۔

(۱۹) حضرت استاذی' مولانا شاہ عبیداللہ صاحب الہ آبادی' کانپوری۔

(۲۰) حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب الرحمٰن صاحب' کانپوری

(۲۱) جناب حامی سنت و ماحی بدعت' مولانا شاہ محمد مشتاق احمد صاحب امداد اللہی' کانپوری

(۲۲) حضرت مولانا مولوی قاضی عبدالغفار صاحب' بنگلوری۔

(۲۳) عمدۃ الواعظین' شبیہ غوث پاک' حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی' سجادہ نشین' کچھوچھا شریف۔

(۲۴) جامع علوم عقلی و نقلی' واعظ شیریں بیان' مولانا سید احمد اشرف صاحب' کچھوچھا شریف۔

(۲۵) عمدۃ المتکلمین حامی دین متین' مولانا شاہ محمد فاخر صاحب بیخود' الہ آبادی۔

(۲۶) حضرت مولانا مولوی' شاہ عمر الدین صاحب قادری' ہزاروی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مولانا قاضی عبدالوحید رئیس اعظم، عظیم آباد نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا

(۴۷) جناب مستطاب ندوۃ شکن، ندوی فگن، مولانا مولوی قاضی عبدالوحید صاحب رئیس عظیم آباد جنہوں نے مجلس علمائے اہلسنّت پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں ایک پر زور قصیدہ پڑھا اور اس میں علمائے کرام حاضرین جلسہ کی تعریف و توصیف کی۔ اسی میں اعلیٰحضرت کے متعلق لکھا ہے۔

"عالم اہلسنّت مصطفانا مجدد عصرۃ الفرد الفرید"

جس کو سینکڑوں علمائے کرام نے سنا اور بخوشی قبول کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع علمائے اہلسنّت و جماعت کا ہوا۔ اسی وجہ سے اعلیٰحضرت کے نام پر باہر سے جتنے خطوط آیا کرتے جن کی مجموعی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے ان سب میں نام نامی کے ساتھ "اعلیٰحضرت، امام اہلسنّت، مجدد مائۃ حاضرۃ، موید ملت طاہرہ" یہ چار صفتیں ضرور لکھا ہوا کرتیں اور یہ کچھ علمائے ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علمائے حرمین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ نے حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے۔

"الدولۃ المکیہ" و "حسام الحرمین" پر علمائے حرمین کے تاثرات

تقریظات حسام الحرمین والدولۃ المکیہ شریف و اخبار البیان دمشق وغیرہ ملاحظہ ہوں حضرت غیظ المنافقین وفوز الموافقین حامی السنة واھلھا ماحی البدعة وحھا زینة الزمان وحسنة الاوان منشد خطب الکرم حافظ کتب الحرم، العلّامه الجلیل والفھامة النبیل، حضرت مولانا السید اسمٰعیل خلیل، ادامھما اللہ بالفرو والتبجیل اپنی تقریظ "برحسام الحرمین" میں فرماتے ہیں واحمد اللہ تعالیٰ علی ان قمیض ھذاالعالم العامل الفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظھر کم ترک الاول والاخر، فریدالدھر وحیدالعصر، مولانا الشیخ احمد رضا خان سلمه اللہ الرب المنان لابطال حججھم الداحضه بالاٰیآت والاحادیث القاطعه کیف لا وقد شھدله عالموں مکة بذالک ولولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذلک بل اقول لوقیل فی حقه انه مجدّد ھذا القرن لکان حقا و صدقا

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

فجزاہ اللہ خیرالجزاء عن الدین واھلہ ومنحہ الفضل والرضوان بمنہٖ وکرمہٖ یعنی اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے منقبتوں اور فخروں والا ہے اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے' یکتائے زمانہ' اپنے وقت کا یگانہ' مولانا احمد رضا خان' اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے! ان کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لیے اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لیے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ "وہ اس صدی کا مجدد ہے" تو البتہ حق و صحیح ہو ۔

خدا سے تو اس کا اچنبھا نہ جان کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہاں

تو اللہ اسے دین اور اہل دین کی طرف سے سب میں بہتر جزا عطا کرے اور اسے اپنے احسان اور اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

اعلیحضرت کا اپنی صفات میں دوسرے علماء اور مشائخ سے مماثلت

مولوی سید ابوالحسن علی ندوی "صاحب سیرت سید احمد صاحب" باب اول میں حضرت سید شاہ علم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں (ص ۵۴) شاہ صاحب کمالات باطنی اور مراتب روحانی کے علاوہ سرتاپا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے اتباع سنت و عمل باشریعت میں یگانہ روزگار تھے اٹھتے' بیٹھتے' سوتے جاگتے' سلام کلام اکل و شرب' معاشرت و معمولات میں کوئی حرکت اور کوئی فعل خلاف سنت نہ ہوتا تھا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ سنتوں کا خیال رہتا۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے۔ حد درجہ کے متواضع اور سادہ تھے۔ خرد و کلاں حتیٰ کہ نوکر چاکر کو تعظیم سے خطاب کرتے۔ شیخ وقت اور مخدوم خلائق ہونے کے باوجود مشیخیت اور مخدومیت کی بو بھی نہ پائی جاتی تھی۔ "حب للہ اور بغض للہ" پر پورا عمل تھا کسی سے کوئی ناحق کام یا خلاف شریعت امر دیکھ لیتے تو اس کی صورت سے بیزار ہو جاتے اور جب

تک توبہ نہ کر لیتا اس سے کوئی تعلق نہ رکھتے۔ مبتدع کو سلام اور اس کے سلام کا جواب نہ دیتے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر سختی سے عمل تھا اور اس میں کسی کی رسوخ و وجاہت و ریاست و امارت یا علم و فضیلت کا ذرا لحاظ نہ کرتے۔

اعلیٰحضرت کی شاہ علم اللہ کے شب و روز سے مشابہت

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے کہ شاہ صاحب سے لے کر کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے یہ حالات ایسے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت کو دیکھ کر کسی نے انہیں کا نقشہ کھینچا ہے بجز چند باتوں کے جن کو میں نے نہیں لکھا اور اس جگہ نقطے لگا دیئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ''اپنے ہاتھ سے کام کرتے' جھاڑو دیتے' پانی بھرتے' کھانا پکانے میں نوکروں کے ساتھ شریک ہوتے' کبھی کبھی خود مع خاندان کے مزدوری کرتے' ہر کام میں دوسرے کا ہاتھ بٹاتے اور کسی سے خدمت نہ لیتے۔ یہ جناب شاہ صاحب کی خاص صفات ہیں ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

پھر ص ۵۴ پر لکھا ہے شیخ عبدالحمید ابدال فرماتے ہیں کہ اتباع سنت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں سید علم اللہ صاحب کی مثال اس زمانہ میں نہیں ہے اور سلف میں بھی خاص خاص لوگ اس درجہ کے ہیں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی...... محبوبیت بھی حاصل ہے۔ یہ عبارت بھی بالکل اعلیٰحضرت کی صفات کی مظہر ہے سوائے اس جملہ کے جس پر نقطے لگا دیئے گئے ہیں ''آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرزندی کے علاوہ۔''

دیوبندی ایک مذہب ہے مگر بریلویت کوئی مذہب نہیں یہ اہلسنّت ہیں

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ایک وقت ان کی ایک دیوبندی مولوی سے کچھ باتیں ہو رہی تھیں انہوں نے اثنائے گفتگو میں کہا یہ ''بریلوی مذہب'' ہے میں نے کہا کہ بریلوی مذہب تو کوئی ہے ہی نہیں تو انہوں نے جواباً کہا تو پھر دیوبندی مذہب بھی کوئی نہیں ہے میں نے کہا کہ ہے اور ضرور ہے اس لیے کہ دیوبندی حضرات بہت سے مسائل و اقوال کے موجد ہیں۔ جن میں کوئی بھی ان کا پیشوا علمائے اہلسنّت میں نہیں بخلاف اعلیٰحضرت کے کہ وہ مقلد محض ہیں۔ کسی قول و اعتقاد کے موجد نہیں ان کا کوئی قول ایسا نہیں پیش کر سکتے

ہیں جس کے اہلسنت و سلف و اکابر خلف قائل نہ ہوں اور بذات خاص اس کے مخترع ہوں انہوں نے کہا کیوں نہیں وہ علم غیب کے قائل ہیں رسول اللہ کو ''عالم ما کان و ما یکون'' مانتے ہیں اس کا کون قائل ہے میں نے کہا کہ علمائے سلف وصوفیائے کرام کے اقوال تو اس سے بہت زیادہ ثابت کر رہے ہیں یہ دو حدوں میں محدود علم مانتے ہیں اور اکابر اہلسنت کی تصریحات اس سے بہت عام ہیں جس کے سیکڑوں ثبوت کتاب مستطاب ''مالی الجیب بعلوم الغیب'' میں ہے ابھی کل کی بات ہے میں ''تذکرۃ الاولیاء'' حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ دیکھ رہا تھا حضرت نے خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں لکھا ہے سخن اویس است کہ ''من عرف اللہ تعالیٰ لایخفی علیه شئی'' ہر کہ خدائے را بشاخت ہیچ چیز بروے پوشیدہ نماند یعنی خدائے رابخدا تو ان شناخت ''و عرفت ربی بربی'' ہر کہ ''خدائے رابخدائے براند ہمہ چیز بداند'' آپ خود ہی انصاف فرمایئے لایخفیٰ علیه شی ہیچ چیز بروئے پوشیدہ نماند وسیع تر ہے یا عالم ما کان وما یکون ہاں اگر معاذ اللہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عارف باللہ بھی نہ مانیں تو دوسری بات ہے۔

نیز ''اخبار الاخیار شریف'' میں حضرت خواجہ معین الحق والدین قدس سرہ کے احوال میں ہے ''فرمود عارفاں را مرتبہ ایست چون بدان مرتبہ رسند' جملگی عالم و آنچہ در عالم است میان دو انگشت خود بینند' نیز اس میں حضرت سید محمد بن یوسف الحسنی الدہلوی خلیفہ حضرت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی نے مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے اصحاب کے حالات کے متعلق پوچھا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا کس کے بارے میں پوچھتے ہیں انہوں نے کہا عمار' فرمایا یومن ملی ایمانا حتی مشاشه پھر لوگوں نے حضرت سلمان فارسی کے متعلق پوچھا فرمایا عنده علم الاولین والآخرین جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا تو ان کے آقا و مولیٰ سردار دو عالم کو ایسے علم ملنے میں کیا موقع شبہہ ہے نیز جب عارف کے سامنے عالم و مافیہا ہوتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہونے سے کسے انکار کی مجال ہے اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

اعلیٰحضرت کی مجالس کی خصوصی باتیں

اعلیٰحضرت کی مجالس میں عموماً چار باتیں ہوا کرتی تھیں اول قرآن مجید یا حدیث شریف کا ترجمہ اور اس کے متعلق علمی باتیں۔ دوم مسائل فقہیہ جزئیہ کا بیان سوم بزرگان دین کے حالات و واقعات و کرامات کا ذکر چہارم بدمذہبوں کا رد و تردید' آخری بات لوگوں کو گراں گزرتی اور خیال کرتے ہیں کہ اعلیٰحضرت صرف ظاہری عالم نہیں بلکہ عالم دین ہونے کے ساتھ صوفی المشرب بزرگ ہیں اور بزرگوں کی شان سے بعید ہے کہ کسی کی غیبت کریں مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ ''مداہنت'' جس کا آج لوگوں نے غلط نام ''اخلاق'' رکھا ہے نیچریوں اور ندویوں کی ایجاد ہے ورنہ اعلیٰ درجہ کے صوفی حضرت امام حسن بصری ہیں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پروردہ اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا یافتہ۔ وہ فرماتے ہیں سہ کس را غیبت نیست صاحب ہوا و فاسق را وامام ظالم را حدیث شریف میں بھی ہے اترعون عن ذکر الفاجر متٰی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بمافیه یحذره الناس۔ کیا ورع سمجھتے ہو فاجر کی برائی بیان کرنے کو کب اسے لوگ پہچانیں گے فاجر کو اس وصف کے ساتھ ذکر کرو جو اس میں ہے تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

مسلمان اور بدمذہب سے یکساں سلوک کرنے والے شیطان کے دھوکے میں ہیں

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علماء وصوفیہ کو تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا چاہیے اس لیے کہ اگر کوئی برا ہے تو اپنے لیے اور بعض مشائخ اور صوفیوں کا اس زمانہ میں دستور ہے کہ ہر شخص سے نہایت ہی مسرت و انبساط اور خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور اس کو ''حسن اخلاق'' سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ یہ محض طمع نذرانہ ہے کہ اگر اس کی بے دینی یا فسق و فجور کو ظاہر کریں یا شریعت کا جو حکم ایسے لوگوں کے لیے ہے ویسا برتاؤ کریں گے۔ تو ابھی ناخوش ہو کر مجھ سے دوسری خانقاہ کا رخ کریں گے۔ میرا نذرانہ بند ہو جائے گا۔ حضرت فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے ''ہر کہ در روئے فاسق خود بخندد د درویران کردن مسلمانی سعی کردہ باشد' اعوذ باللہ منہ۔''

اعلیٰحضرت دوسری بار حرمین شریفین میں حاضر ہوئے

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز ۱۲۹۶ھ میں اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کی معیت میں سفر حج و زیارت مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو چکے تھے مگر یہ ضمنی زیارت مدینہ طیبہ کی حضور کے لیے طمانیت بخش نہ تھی۔ اس لیے ہمیشہ اس کا خیال رہا کہ ایک مرتبہ خاص مدینہ طیبہ ہی کے قصد سے سفر ہو۔ چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں مولیٰ تعالیٰ نے یہ موقع عنایت فرما دیا۔ پہلے سے قصد نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دفعتہً یہ خیال اور اس کا سامان مہیا فرما دیا چنانچہ ''قصیدۂ جان نور'' میں اسی سفر کے موقع پر حضور نے لکھا ہے ارشاد فرماتے ہیں ؂

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے ۔۔۔ کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا

یہ بعینہ وہ بات ہے کہ حضرت شیخ حسام الدین ملتانی خلیفہ حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی نے کیا ''اخبار الاخیار شریف'' میں ہے نقل است کہ اندر انچہ او از زیارت خانہ کعبہ برگشت و دریں دیار رسید بخدمت شیخ خود آمد شیخ فرمود اگر کسے خواہد بشرف زیارت خانہ کعبہ مشرف شود باید کہ بجہت زیارت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ نیت کند و بروونا مستوجب زیارت خاص آنسرور گردد و بطفیل زیارت نکردہ باشد۔ مولانا حسام الدین چون ایں حرف راشنید' ہماں ساعت عزیمت زیارت مدینہ' مصمم ساخت و روز دیگر متوجہ شد رحمۃ اللہ علیہ''

اعلیٰحضرت کی حضرت مجدد الف ثانی کے معمولات سے مماثلت

اعلیٰحضرت کے حالات اقوال و اعمال اور اد و معمولات حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ اعلیٰحضرت کا اصول یہ تھا کہ جس طرح امر بالمعروف کے تحت بزرگان دین کی خدمت میں مریدوں' معتقدوں اور عام مسلمانوں کی حاضری کی تاکید فرماتے اسی طرح اعلیٰحضرت بدمذہبوں بے دینوں کی صحبت سے باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ اس کو صلح کلی حضرات اور نیچری ندوی بہت استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے اور کہتے کہ اسلام نے عام رواداری اور محبت کی تعلیم دی ہے حالانکہ یہ بھی محض برائے گفتن ہی

ہے ذرا ان کے منشاء کے خلاف کسی بات میں کر کے دیکھئے پھر وہ رواداری اور عام محبت کہاں چلی جاتی ہے درپے آزار بلکہ جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

''مسالک السالکین'' دفتر اول طبع ثانی (ص ۴۲۱) حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات و نصائح میں ہے فرمایا ''صحبت ناجنس و مخالف سے دور رہ اور مجالس مبتدعہ سے بھاگ'' حضرت یحیٰی معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں اجتنب من صحبة ثلثة اصناف العلماء الغافلين والفقراء المداهنين والمتصوفة الجاهلين جو شیخ کہ حلہ شریعت سے متحلّی نہ ہو اور اس کا عمل مطابق سنت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ پایا جائے اس سے دور رہ بلکہ جس شہر میں وہ ہو اس میں بھی قیام نہ کر شاید بمرور ایام اس کی طرف میلان پیدا ہو اور خلل عظیم تیرے کارخانۂ عظیم میں واقع ہو ایسا شیخ دزد پنہاں اور ''شیطان کا گھوڑا'' ہے اگرچہ اس سے خرق عادات ظاہر ہوں اور بظاہر دنیا سے بے تعلق معلوم ہو۔

اعلیٰحضرت نماز جنازہ کے بعد بہت سی دعائیں پڑھتے تھے

اعلیٰحضرت قدس سرہ جس خوش قسمت کی نماز جنازہ پڑھاتے' تو حاضرین کو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ اپنی پرزور شفاعت سے اس کی مغفرت کرا رہے ہیں اور بہت دیر تک جنازہ کی نماز پڑھتے ظاہری سبب اس دیر کا یہ ہوتا کہ وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہوئیں اور جس کو حضور نے اپنے رسالہ مبارکہ ''المنة الممتازه فی دعوات الجنازه'' میں تحریر فرمایا ہے اور اس کے متعلق حضرت حافظ' قاری' حاجی' زائر' سید صالح صاحب قادری' برکاتی کو وصیت فرمائی اور تحریر فرمایا کہ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ اگر مرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خشوع و خضوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں۔''

ایک سید زادے نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ اعلیٰحضرت پڑھائیں

میں نے ایک سید صاحب کو فرماتے سنا کہ ہر انسان کو اپنی زندگی بہت پیاری ہوتی ہے اور مجھے بھی اپنی زندگی بہت پیاری ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ اعلیٰحضرت مری نماز جنازہ

پڑھا کر مجھے بخشوائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا انتقال اعلیٰحضرت کی زندگی میں ہو اور اعلیٰحضرت میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ جو سبب میری مغفرت اور بخشش کا ہو۔ مسالک السالکین جلد اول ص ۳۹۲ بعض فضائل و خصائص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں ہے آپ کو اس بات کی بشارت دی گئی تھی کہ "تو جس جنازہ میں حاضر ہوگا وہ میت مغفور ہے" اور آپ جس مقبرہ پر جا کر اہل قبور کی آمرزش طلب کرتے تھے فوراً الہام ہوتا تھا کہ عذاب ان سے اٹھا لیا" دیکھیں دیوبندی حضرات اس قول مجدد سے سبق لیتے ہیں اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کرتے ہیں یا اب بھی وہی کہے جاتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہ تھا۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے طریقہ میں از قسم رجال و نساء کے واسطہ یا بغیر واسطہ داخل ہوئے یا تا قیامت داخل ہوں گے سب مجھے دکھا دیئے گئے ہیں اور سب کا نام نسب مولد و مسکن مجھے بتا دیا گیا ہے اگر میں چاہوں تو سب کو ایک ایک کر کے بیان کر دوں۔

دیکھیں کیا دیوبندی صاحبان حضرت مجدد الف ثانی کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے عقیدہ فاسدہ سے توبہ کرتے ہیں یا اب بھی وہی بول بولتے ہیں کہ "آپ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" نعوذ باللہ منہ۔ "مسالک السالکین" دفتر اول ص ۳۵۰ پر حضرت غوث پاک کے عادات و صفات تحریر فرماتے ہیں ان میں بہت سی باتوں میں اعلیٰحضرت، قدم بقدم، حضرت غوث پاک کے ہیں مثلاً آپ اپنے علم و کشف کو چھپاتے، آپ کی زبان سے کبھی بد کلمہ نہ نکلا، آپ نے اپنے نفس کے لیے کبھی غصہ نہیں کیا مگر جب کوئی محارم الٰہی کی بے حرمتی کرتا تو آپ سختی سے گرفت کرتے تھے۔ آپ کو اہل علم اور طالبان حق سے نہایت انس اور اہل ہوا اور اہل بدعت سے سخت نفرت تھی، آپ لوگوں کو نیک بات بتاتے اور برائیوں سے روکتے اور خود قدم بقدم شریعت پر چلتے اور دوسروں کو بھی چلاتے تھے، آپ کا ہر ایک کام مطابق حکم خدا و رسول کے تھا۔ آپ کے مزاج میں حد درجہ کی حیا تھی اور آپ بڑے زاہد متقی اور وسیع الصدر اور کریم النفس اور رحیم القلب اور راست گو اور اپنے عہد و پیمان کے نگاہ رکھنے والے تھے۔ آپ اپنے طلبہ کے ساتھ بیٹھتے اور

ان سے ہم کلام رہتے تھے اور ان کی بدخوئی اور لغزشوں سے درگذر فرماتے اور جب کوئی فرد یا بزرگ آپ کی زیارت کو آتا آپ اس کی تکریم کرتے اور تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے۔ آپ کی چھوٹے و بڑے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آپ نے کسی صاحب حشمت، اہل دولت کی کبھی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی امراء کے گھر گئے آپ کا جود و کرم ایسا تھا کہ آپ نے کسی سائل کا سوال کبھی رد نہیں کیا اپنا کپڑا تک دے دیتے مگر دولت سرائے سے کسی سائل کو محروم نہ جانے دیتے۔

اعلیٰحضرت کے موسومہ مکتوبات پر ایک نظر

چند روز ہوئے کہ میرے پاس حیدرآباد سے ایک کتاب آئی جس کا نام تھا ''میرے موسومہ خطوط'' میں نے اس کتاب کو شروع سے اخیر تک بہت دلچسپی سے دیکھا اور اس جدت کی داد دی۔ مشائخ کرام' علمائے عظام' مشاہیر اسلام' ادبائے انام' کے مکتوبات کی اشاعت کا سلسلہ تو زمانۂ دراز سے جاری ہے۔ کون شخص ہے جو حضرت مخدوم الملک شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے ''مکتوبات صدی و مکتوب دو صدی و مکتوب بست و ہشت'' سے واقف نہیں یا حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کو نہ جانتا ہو۔ اسی طرح آج کل کے مشاہیر اور ادیبوں کے مکاتیب کی اشاعت عام طور پر ہو رہی ہے لیکن کسی ایک شخص کے نام جو مختلف و متعدد طبقہ کے حضرات نے جو خطوط لکھے ہیں اس کی اشاعت کی میرے علم میں سب سے پہلی مثال یہ کتاب ہے اور بعض نکتہ نگاہ سے بہت مفید اور بہت سے فوائد کے جامع اور مکتوب الیہ کی شخصیت اس سے بہت زیادہ نمایاں ہوتی ہے کہ اشہر مشاہیر زمانہ' مکتوب الیہ کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کن کن اوصاف سے یاد کرتے ہیں۔

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

اسی بنا پر اس جگہ میں چند خطوط اہل علم و علمائے کرام و مشائخ عظام کے نقل کرنے کی عزت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ جو ان حضرات نے اعلیٰحضرت امام اہلسنت کے نام نامی سے تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ مجھے اس کا افسوس ہے کہ اس مضمون کے لکھتے وقت میں بریلی شریف میں نہ تھا۔ کاش اس وقت میں بریلی شریف میں ہوتا اور ۱۲۸۶ھ ابتدائے زمانہ افتاء و

تدریس اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز سے ۱۳۴۰ھ یوم وصال اعلیٰحضرت قدس سرہ تک کے خطوط میرے پیش نظر ہوتے اور ان ہزارہا خطوط میں میں کچھ خطوط منتخب کرکے لکھتا تو بہت بہتر ہوتا مگر مالا یدرک کلہ لایترک کلہ۔

اعلیٰحضرت کے نام پر آنے والے مکتوبات

اس وقت میرے پیش نظر رسالہ ''مکتوبات علماء و کلام اہل صفا'' (۱۳۱۴ھ) مرتبہ جناب حافظ سید محمد عبدالکریم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ یعنی مجموعہ تحریرات علما و صلحا' مشعر تسلیم و فسادات ندوۃ العلماء و تحسین و ردمنجانب علماء اہلسنّت ارباب صفا ہے۔ اسی رسالہ سے چند خطوط ''موسومہ اعلیٰحضرت'' اس جگہ لکھنا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اشہر مشاہیر زمانہ اعلیٰحضرت کو کس نگاہ سے دیکھتے اور ان کی علمی خدمات کی کیسی قدر کرتے ہیں اور اعلیٰحضرت بھی جان و مال کو کس طرح دینی خدمات کے لیے وقف فرمائے ہوئے تھے۔

(۱) صحیفہ اعلیٰحضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ احمدیہ مارہرہ مطہرہ

بملاحظہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب مدعنایۃ بعد سلام و دعا واضح ہو رسائل مع خط پہنچے۔ سال گذشتہ میں احقر خود بہ تحریک برادر عزیز الدین حسن کے لکھنؤ واسطے دیکھنے کیفیت اس جلسہ کے گیا تھا۔ جب جاکر پہلے دن یہ حال دیکھا کہ اہل حق و باطل سب شریک جلسہ ہیں نہایت ناگوار گزرا اگرچہ اس وقت وہاں سے نہ اٹھا اس خیال سے کہ اخیر تک کیفیت جلسہ سمجھ لوں مگر پھر باوجود یکہ چار پانچ روز مقیم رہا' شریک جلسہ نہ ہوا الخ ابوالحسین

از بڑودہ ۲۴ ذیقعدہ یوم جمعہ ۱۳۱۳ھ۔

(۲) نامہ نامی جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری برکاتی یعنی صاحبزادہ سرکار مارہرہ مطہرہ

بملاحظہ عالیہ جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب خصصہم اللہ تعالیٰ بالمواہب تسلیم

عرض رسائل مجموعہ فضائل رد ندوۃ العلماء پہنچے۔

شکر احسان ہائے تو چند انکہ احسانہائے تو — محمد ابراہیم قادری عفی عنہ

(۵) نامہ جناب منشی محمد احمد صاحب سابق دوستدار ندوہ از جالندھر

مخدومی مکرمی مولانا احمد رضا خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ حضور کے رسائل دیکھ کر بندہ اس ''ندوۃ العلماء'' کی محبت سے پاک ہوگیا ورنہ پہلے اس کو اچھا جانتا تھا۔ پورا پورا حال معلوم نہ تھا کہ یہ نیچریوں وغیرہ کی ندوۃ العلماء ہے۔

(۸) نامہ جناب منشی احمد حسین صاحب از اترشنبہ بڑودہ

جامع معقول و منقول، واقف فروع و اصول، قامع اہل فضول، جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب سلمہ الرحمٰن! بعد ہدیہ سلام مسنون اسلام واضح ہو کہ جناب کے مرسلہ پانچ رسالے نذیر الندوہ، فتویٰ علماء اہلسنّت، مراسلات سنت و ندوہ، فتاویٰ القدوہ لکشف دفین ندوہ، سطوہ لرد ہفوات ارباب الندوہ اور دو اشتہار ملے بندہ ان کے مطالعہ سے بہت ہی خوش ہوا دینداری کی یہی بات ہے۔ لکل فرعون موسیٰ۔ خداوند عالم آپ صاحبوں کو ہم کم علموں کے سروں پر قائم رکھے اور رد وقدح بد دینوں میں بہت ترقی عنایت کرے کہ لوگ بد دینوں کی جعلسازی سے محفوظ رہیں۔ ۸ محرم ۱۳۱۴ھ

(۹) نامہ جناب مولوی احمد میاں صاحب جانشین مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی

رفیع المکان حاجی مولوی احمد رضا خان صاحب زاد اللہ قدرہ۔ السلام علیکم آپ کی تحریر دربارہ ندوہ بنام حکیم عظمت حسین صاحب پہنچی۔ حکیم صاحب آپ کی لیاقت اور ذہانت کے قائل ہوئے اور آپ کی مدح کی۔ عجب نہیں کہ حکیم صاحب خود بھی کوئی خط آپ کی خدمت میں لکھیں۔ آپ کی قابلیت تو مجھے پہلے سے معلوم ہے حکیم صاحب کو اب معلوم ہوئی اور آپ کے انداز تحریر سے بہت محظوظ ہوئے والسلام رقیمہ احمد میاں ۱۲ شوال از مرادآباد۔

(۳۶) نامہ جناب مولوی محمد ادریس صاحب نگرامی

فخر العلماء صدر الحکماء نیراوج فضائل' مولانا الحاج' مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ رسائل مرسلہ کے وصول سے اعزاز و ابتہاج ہوا۔ افسوس کہ سدالصوص' نذیر الندوہ' سطوہ اشتہار یازدہ رکنی' وغیرہ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ امید ہے کہ اس باب خاص میں بقیہ رسائل و اشتہارات بھی مرحمت فرمایئے گا اور نیز تالیفات مفیدہ بشرط انطباع ایک ایک جلد مجھ خاکسار کے لیے عطا ہوں۔ آپ کا خادم سچا خیر طلب محمد ادریس۔

(۳۷) نامہ جناب مولانا مولوی خلیل الرحمٰن خان صاحب پیلی بھیت

حضرت مولانا مخدومنا' مطاع خادمان' جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم۔ ندوہ کے دفتر سے ایک رسالہ ''اتمام الحجۃ علی مخالفی الندوہ'' آیا ہے۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کی طرف سے شائع ہوا ہے تہذیب کا دعویٰ کیا گیا ہے مگر معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے۔

(۳۸) نامہ جناب مولانا الحاج مولوی حکیم محمد سراج الحق صاحب قادری

جناب مولانا المعظم والمفخم المکرّم مولانا احمد رضا خان صاحب زادکم اللہ علما و عملا السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ۔ امروز از عنایت فرما محمد عبدالواجد علی خان صاحب رئیس بڈھانسی ضلع بلندشہر تذکرہ ندوہ و مجلس اہلسنّت درمیان آمد۔ اوشان مبلغ دہ روپیہ ماہوار برائے مجلس اہلسنّت رادِ ندوہ مقرر فرمودند نام شان درزمرہ معاون اہلسنّت درج نمودہ ہموارہ کتب مطبوعہ فرستادہ آمد۔

(۳۹) نامہ جناب نواب سید سردار علی خان صاحب بہادر بن نواب سید دلیرالملک بہادر مرحوم و مغفور از سکندر آباد

حامی اسلام' ماحی کفر و ظلام' فخر دوران' مولوی احمد رضا خان صاحب دامت فیوضکم

العلیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ میں اپنی اس خوشی کا اظہار نہیں کرسکتا جو دستور العمل مجلس اہلسنّت کے مشاہدہ سے مجھ کو حاصل ہوئی اس وقت میں آپ حضرات کی توجہ کا اس طرف مبذول ہونا ضرور غیبی تحریک ہے۔ سنی بھائیوں پر آپ حضرات کا یہ ایسا احسان نہیں جس کو وہ کسی وقت فراموش کرسکیں۔ میں متبرک مجلس کی خدمت کو اپنا فخر سمجھتا ہوں اور نہایت خوشی کے ساتھ دس روپیہ ماہوار اور پچاس روپیہ یکمشت سے مجلس مبارک کی خدمت کو حاضر ہوں۔

(۴۰) نامہ نواب سید سرفراز علی خان صاحب فرزند اکبر نواب سید دلیر الملک بہادر مرحوم

حامی سنت، قامع بدعت، جناب مولانا احمد رضا خان صاحب دامت فیوضہم پس از سلام مسنون واضح رائے سامی ہو آپ حضرات نے مذہب کا ساتھ دیا ہے خدا آپ کا ساتھ دے گا۔ مولانا اس میں آپ کو تکلیف بھی سہنا پڑے گی لیکن تھوڑی سی استقامت آپ کو بہت کچھ فائدہ پہنچانے والی ہے ''مجلس علماء اہلسنّت'' کی تائید کو میں مذہبی تائید یقین کرتا ہوں اس کی خدمت کو باعث افتخار جانتا ہوں دس روپیہ ماہانہ اور پچاس روپیہ یکمشت بطور امداد نذر مجلس ہیں۔

(۴۵) نامہ جناب مولوی شریف خان صاحب افغانی نزیل مزار جناب شیخ مجدد الف ثانی

از طرف کمترین انام گمنام جہان محمد شریف خان نامؔ بخدمت حضرت مکرمی مخدومی قدوۃ العلماء والفقرا مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب زاد عنایتکم بعد السلام علیکم وعلی من لدیکم ارسال رسائل ندوہ واشتہار مضامین مختلف سے احقر کو معزز فرمایا۔ فرقہ ہائے باطلہ غیر مقلد و نیچریہ وہمہ مخالف اہل حق سنت و جماعت پر وقوف ہوا (الی قولہ) تمام اہل علم این جوانب منتظر اصدار تصنیف جناب معلی القاب درحق ندوہ و گمراہ قادیانی تھے۔ یکم محرم الحرام ۱۳ھ۔

(۴۶) نامہ جناب مولوی شاہ محمد شفیع صاحب ناصر چشتی صابری از رامپور

نخست موعظہ پیر طریقتم این است　　که از معاشر ناجنس احتراز کنید

مولانا بالفضل اولینا' حامی سنت' ماحی بدعت' الفاضل الکامل مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجدکم پس از سلام مسنون واضح رائے گرامی باذ سوالات حقائق نمابروس ندوۃ العلماء و ہر دو رسالہ دیگر بغور تمام فی اولہ الی آخرہ دیدم۔ انچہ کہ بہ نسبت ندوۃ العلما ارقام فرمودند درمیزان عدل و انصاف ہموزن است۔ گروہے ناحق پژوہ کہ رہ نورد کوچہ ضلالت و سراسیمہ بیدائے بطالت باشد و شعارش اتباع ہوائے نفسانی و فسادات قلبی است درین بزم مقدس اوراچہ کارو از مشاورت و مجالست مجمع اہلسنّت و جماعت آنرا چہ سروکا۔ الوحدۃ خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدۃ ۔

دور شو از اختلاطِ یار بد　　یار بد بدتر بود از مار بد

لاریب اجتناب ورزیدن ازیں جلسہ احسن ثم احسن است وہم کاسہ و ہم نوالہ شدن آمدن در تلبیس اہرمن است ۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

الخ

(۴۷) نامہ جناب مولوی سید شفیع احمد صاحب سہسوانی

حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم! بعد صد تسلیمات مکلف خدمت ہوں تمامی کتب حضرت کے یہاں کے حضرات جو شریک ندوہ تھے دکھائیں بہت سکوت کیا اور کوئی ثبوت کافی ان بیچاروں کو کیا ان کے پیشواؤں کو آج تک دستیاب نہ ہوا عبدہ المذنب شفیع احمد عفا اللہ عنہ من مقام سہسوان ضلع بدایوں یکم محرم الحرام ۱۳۱۴ھ۔

(۴۸) نامہ جناب سید شمس الدین علی خان بہادر حسنی حسینی قادری ڈپٹی کمشنر صوبہ برار

ناصر سنت' قامع بدعت' وحید دوران' حضرت جناب مولانا احمد رضا خان صاحب

دامت فیوضھم! پس از سلام مسنون واضح رائے سامی ہو یوں تو ہندوستان میں کچھ دنوں سے متعدد انجمنیں مختلف بلاد و امصار میں قائم ہیں اور اسلامی ہمدردی قومی ترقی کا سب ہی کو بہت کچھ دعویٰ ہے لیکن صرف ''ندوۃ العلماء'' کے دم سے یہ امید پیدا ہوئی تھی کہ یہ مجلس ضرور اسلام اور اہل اسلام کے حق میں مفید ہوگی اور اس کے اراکین جو کچھ کہتے ہیں وہ کرکے دکھائیں گے افسوس کہ حریفوں کا اس پر وار چل گیا اغیار کی شرکت نے اس کو کایا پلٹ کر دیا اور اس کے بڑھتے ہوئے اثر کو جلد نہ روکا تو میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کا بڑا حصہ نیچری ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ایسے پر خطر وقت میں ایسے سخت ہنگامی ہیں آپ حضرات کا مذہبی حمایت پر نہایت مستعدی کے ساتھ کھڑا ہو جانا ضرور ایک قابل کارنامہ ہے میں نہایت خوشی کے ساتھ ابتدائے ماہ ربیع الاول شریف سے پانچ روپے ماہوار ''مجلس اہلسنّت'' کے واسطے نذر کرتا ہوں اور ایک سال کا پیشگی ۶۰ روپیہ اور ۱۵ روپے یکمشت علاوہ ماہواری جملہ چھہتر روپے مرسل خدمت ہیں۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ۔

(۵۸) نامہ جناب مولوی سید ظہور اللہ صاحب از ٹونک

بخدمت اقدس و حضرت مقدس سیف دین سید المرسلین مولانا احمد رضا خان صاحب دام ظلہ بعد سلام مسنون گزارش ہے میں حضور کا نہایت درجہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے رسالہ ''سوالات حقائق نما برؤس ندوۃ العلماء'' خوب ہی ارقام فرمایا اس کا جواب دینا محال ہے جملہ سوالات حق ہیں ندوہ کو سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہ ہوگا اگر وہ تسلیم نہ کرے گا تو سوائے رسوائی کے اس کو کوئی چارہ نہ ہوگا یکم محرم الحرام ۱۳۱۴ھ سید ظہور اللہ از ٹونک۔

(۵۹) نامہ جناب مولوی محمد عبدالحمید صاحب پانی پتی از بنارس

جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تینوں رسالوں کے مطالعہ سے نہایت تازگی حاصل ہوئی۔ جناب تعقب ندوہ میں رسالے تو تینوں اچھے ہیں لیکن جیسا کہ حامی شر ماحی خیر یہ ندوہ تھا ویسا آپ کے سوالات حق نما نے خوب اس کے ناک میں دم کیا والحمدللہ علی ذلک۔ عبدالحمید پانی پتی از بنارس ۱۳۳۵ھ۔

(٦١) نامہ جناب محمد عبدالحیٔ صاحب از کانپور قریب مطبع نظامی

جامع الفضائل والکمالات' واقف الاحادیث والآیات' حضرت اقدس سیدنا و مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی بعد تسلیم بصد تعظیم عرض ہے کہ ندوہ سے جو طوفان بے تمیزی اٹھا تھا الحمدللہ کہ حضرت والا کی سعی سے وہ طوفان فرو ہوتا معلوم ہوتا ہے اکثر لوگ جو شریک ندوہ ہیں وہ اس کی حماقتوں پر مطلع ہو گئے ہیں مگر افسوس بعض ہٹ اور ضد پر جمے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو راہِ راست پر لائے اور آپ کی سعی و کوشش کا پورا پورا اثر ظاہر ہو ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ۔

(٦٦) نامہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالسمیع صاحب رامپوری مصنف انوار ساطعہ وغیرہ

جناب محقق' مدقق' موید عقائد سلف ذی شرف' جناب مولانا احمد رضا خان صاحب دامت افادتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مولوی حقانی صاحب و ناظم و مولوی شاہ سلیمان صاحب وغیرہم میرے پاس تشریف لائے اور پھر میں بھی بطور مکافات ان کے پاس حاضر ہوا سب مجھ سے کہتے ہیں کہ ہمارے فریق سے اگر کسی نے کچھ خطا کی ہو تو ہم توبہ کرتے ہیں۔ آپ کے رسائل بندہ زادہ میاں محمد صاحب سلمہ نے دیکھے ہیں ان کا خط رامپور سے آیا ہے کہ اہل ندوہ کا قول ظاہر میں چکنا چپڑا معلوم ہوتا ہے درحقیقت نتیجہ بد رکھتا ہے۔ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ان کے رگ و ریشہ سے واقف ہیں۔ عبدالسمیع ۱۳ شوال ۱۳۱۳ھ۔

(٧٠) والا نامہ حضرت مولانا مولوی حاجی سید شاہ محمد عبدالصمد صاحب مودودی چشتی نظامی فخری

حضرت معین الاسلام والمسلمین' قامع اساس الملحدین' مولانا احمد رضا خان صاحب ادام اللہ برکاتکم! فقیر بعد سلام خیر اسلام مکلف ہے میں آج ۲۸ ماہ مبارک کو جھانسی میں ہوں جناب کا والا نامہ مع فتاویٰ مطبوعہ و مکتوبہ کے پہنچا غایت مرتبہ کا ممنون ہوا۔ میں نے جو کچھ

ناظم ندوہ کی خدمت میں لکھا ہے اور انہوں نے اس کا جواب عنایت فرمایا ہے۔ سب پھپھوند میں ہے۔ آج میں کارڈ پھپھوند کو لکھتا ہوں حکیم صاحب وہاں سے روانہ کر دیں گے استفتا دستخط کر کے واپس کرتا ہوں۔ الخ والسلام خیر ختام۔

(۷۷) صحیفہ حضرت مولانا تاج الفحول محبّ الرسول مولوی حافظ حاج محمد عبدالقادر صاحب بدایونی مدظلہ

بخدمت مولانا الانجل الاجل الاکرم' مولانا احمد رضا خان صاحب زاد مجدہم از فقیر عبدالقادر عفی عنہ! بعد سلام مسنون نیاز مشحون واضح ہو کہ احقر چند روز ہوئے وارد سکندر آباد ہوا جناب مولانا لطف اللہ صاحب کی خدمت میں فوراً حاضر ہوا۔ بعد قدرے مکالمہ کے اقرار فرمایا کہ فی الواقع ناظم صاحب سے غلطی اور خلاف مصلحت کا ظہور ہوا۔ بیانات روئداد مشتمل برخدشات ہیں ان کو لکھا جائے گا کہ وہ ان کی اصلاح فرمائیں گے۔

(۸۱) نامہ جناب مولانا مولوی حکیم عبدالقیوم صاحب قادری بدایونی

جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ آداب۔ آج بتاریخ ۲۵ ماہ مبارک تحریر سامی مع نقل مراسلات و اخبار صادر ہوئے بروز جمعہ مولوی لطف اللہ صاحب کے پاس میں حاضر ہوا تھا حضرت کا پیام پہنچایا کہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے جو فتویٰ آپ کی تصدیق و تصویب کے واسطے بھیجا ہے اس پر آپ اپنی مہر فرما دیجئے اور ازان بعد میرے پاس بھیج دیجئے کہ میں بھی مہر کردوں۔ مولوی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ جوابات صحیح ہیں لیکن مقتضائے وقت کے خلاف ہے۔ رقیمہ نیاز عبدالقیوم قادری (از سکندر آباد)۔

(۸۷) نامہ جناب مولوی عبداللہ صاحب قادری از جونپور

جناب مولانا و بالفضل اولینا۔ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی دام مجدکم السلام علیکم وعلی من لدیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تائید حنفیہ میں دو رسالے حضور کے مولانا ہدایت اللہ خان صاحب مدظلہ کے ملاحظہ سے گزرے بہت پسند فرمائے اور جس قدر اور

رسالے حضور کی طرف سے ندوہ کی رد میں چھپے ہیں زودتر مولانا صاحب موصوف کی خدمت میں روانہ فرمایئے۔ فقیر عبداللہ قادری عفی عنہ۔

(۹۴) نامہ جناب مولانا قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی عظیم آبادی

ناصر ملت مصطفویہ، حامی مذہب حنفیہ، جناب مولانا الاجل مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی! تسلیم محض غائبانہ اخوت اسلامی و حمایت مذہب حنفیہ کے جہت سے یہ خط لکھ رہا ہوں اور مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی کو بھی لکھ رہا ہوں۔ جلسہ ندوہ سے میں سخت بیزار ہوں اور شاید حضور بھی اس کے مخالف ہیں لہٰذا موافقت فی المخالفۃ و حمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں۔ ایک اخبار تردید مذاہب باطلہ و مخالفت ندوہ میں نکالنے والا ہوں آپ سرپرستی کریں مذہب حنفیہ کو حق سمجھتا ہوں اور اس ندوہ کو باطل۔ اگر آپ لوگ آمادہ ہوں تو ''ندوہ حنفیہ'' پٹنہ میں بفضلہٖ قائم کردوں گا خادم عبدالوحید غلام صدیق حنفی ۹ ذیقعدہ ۱۳ھ۔

جناب قاضی صاحب مرحوم کے ۱۵ خط نمبر ۹۴ سے نمبر ۱۰۸ تک اعلیٰحضرت کے نام نامی کے ہیں اختصار کی وجہ سے صرف ایک کی نقل پر اکتفا کیا۔ سب خط قابل ملاحظہ و مطالعہ ہیں جن میں سنیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ظفر الدین قادری غفرلہ۔

(۱۱۳) نامہ جناب مولانا مولوی عبیداللہ صاحب شاگرد رشید مولانا احمد حسین صاحب کانپوری

جامع الکمالات العلمیہ، حاوی الفنون النقلیہ والعقلیہ، حامی الملۃ الحنفیہ، مخدوم و معظم والا شان جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ توجہ ارسال گرامی نامہ مع فتاویٰ کا شکریہ غیر ممکن جزاکم اللہ خیرالحمدللہ کہ جناب والا بھی اس طرف متوجہ ہوئے الخ نمقہ عبیداللہ عفی عنہ از الہ آباد ۱۴ رمضان المبارک ۳۰ھ۔

حضرت استاذی مولانا عبیداللہ صاحب الہ آبادی کے چھ والا نامے اعلیٰحضرت کے نام نمبر ۱۱۳ سے نمبر ۱۱۸ تک بہت مفصل و مبسوط ہیں اختصاراً صرف پہلے خط کی چند سطریں نقل

کی گئیں۔ ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ۔

(۱۹۲)والا نامہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی مقیم پیلی بھیت

امام الدہر ہمام العصرؑ عالم ربانیؒ فاضل حقانی بحر العلوم مولانا و سیدنا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! مطالعہ استفتاء دربارہ ندوہ سے مستفیض ہوا کیا لاجواب جواب آپ نے افادہ فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ عنی وعن سائر اہل السنّت خیرالجزاء
وصی احمد ۲ شعبان ۱۳۱۴ھ از پیلی بھیت (حضرت استاذی محدث سورتی قدس سرہ کے آٹھ والا نامے نمبر ۱۹۲ سے نمبر ۱۹۹ تک مفصل و مبسوط قابل مطالعہ ہیں۔ ظفر غفرلہ۔)

(۱۹۳)نامہ والا جناب مولانا مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بانکی پوری

امام المتکلمین، ہمام الفقہا والمحدثینؒ خیراللحقۃ بالمہرۃ السابقہؒ بحر العلوم مولانا وبالفضل اولینا مولوی احمد رضا خان صاحب عمت فیوضاتہم اہل المشارق والمغارب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے سابق عریضہ میں نظر فیض اثر سے گزرانا تھا کہ جناب ناظم صاحب پر میری تحریر کا کوئی اثر نہیں پڑے گا مگر ان کو متنبہ کروں گا چنانچہ میں نے ایک عریضہ ان کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے یہ عنایت کی کہ فوراً جواب دیا الفاظ اس کے بعینہ مرقوم ذیل ہیں۔

عزیزی وصی احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

''محبت نامہ نے پہنچ کر مسرور کیا آپ کا غصہ یا خفگی چونکہ خلوص کی وجہ سے ہے اس لیے مجھے مسرت ہوتی ہے۔ بریلی کی انجمن اسلامیہ نے دعوت جلسہ کی اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے خلاف ذکر کیا اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب وغیرہ نے بھی حالت دریافت کی اراکین اب تک اسی بات پر ہیں کہ بریلی میں جلسہ ہونا چاہیے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ انتہائے کلام بقدر الحاجۃ'' اصل حال یہ ہے کہ ناظم صاحب برائے نام ہیں قابو اور ہی لوگوں کا ہے اراکین موجودین میں کوئی خوش عقیدہ نہیں جو خوش عقیدہ تھے مانند شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی وغیرہ یہ لوگ ندوہ کی حرکتوں سے متنفر ہو کر اب کی سال علیحدہ ہوگئے ہیں۔ اب باقی ماندہ اراکین میں سب سے اول درجہ کے دخیل شبلی معتزلی ہیں اور دوسرے درجہ کے مولوی

خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری۔ مولوی شبلی نے ان کو لکھا ہے کہ جس طرح ہو ندوہ کا جلسہ بریلی ہی میں ہونا چاہیے۔ وصی احمد حنفی از پیلی بھیت۔ ۱۱ شعبان ۱۳۱۳ھ۔

(۱۹۴) مولانا حکیم محمد یوسف بانکی پوری

امام المتکلمین، ہمام المدققین، فقیہ الدہر، محدث العصر، بحر العلوم، مولانا المکرم، و مقتدا المعظم، مولوی احمد رضا خان صاحب عم فیوضہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کل ایک رکن رکین ندوہ تشریف فرمائے پیلی بھیت ہوئے۔ حضور کی اور امام المحققین مولانا عبدالقادر صاحب کی شان میں سخت ناجائز گستاخیاں کرتے رہے۔ میں نے سبب پوچھا کہ وہ ندوہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آخر کیوں مخالفت کرتے ہیں کوئی وجہ وجیہ تو ضرور ہوگی کہنے لگے کہ صرف نفسانیت کی وجہ سے تاکہ ہم مقتدا بنیں میں نے کہا کہ یہ تو ایسے مولویوں کو منظور ہونا چاہیے جو مولویت کے ذریعہ اوقات بسر کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بندوں سے مستغنی کیا ان کو ایسی نفسانیت کی کیا ضرورت؟ اور یہ دونوں صاحب اللہ کی عنایت سے خلق اللہ سے مستغنی ہیں ان دونوں کا منشاء یہ ہے کہ امور ناجائز سے جلسہ پاک ہو۔ اللہ کی قدرت کہ اسی گفتگو میں ان کا مکنون خاطر انہیں کی زبان خطا بنیان سے ظاہر ہوگیا۔ کہنے لگے کہ ان کا منشا یہ ہے کہ غیر مقلد جلسہ سے الگ کر دیئے جائیں سو یہ نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے کہ آج تو غیر مقلدوں کو نکلوائیں گے اور کل ہم لوگ جلسہ میں بدعت کا رد کریں گے تو اس وقت کہیں گے کہ ان کو بھی جلسہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اس کے کب مجاز ہیں کہ برسر جلسہ بدعت کا رد کریں ندوہ کا نور ایمان یہی ہے کہ کوئی کسی کا رد نہ کرے جب آپ کو یہ حق نہیں کہ رد بدعت کریں تو آپ لوگ کیوں نکالے جائیں گے آپ مطمئن رہیں آپ جلسوں کے لطف سے ضرور محظوظ ہوں گے اس پر وہ مبہوت ہوئے اور بحمد اللہ کچھ جواب نہ دے سکے۔ وصی احمد حنفی ۶ رمضان ۱۳۱۳ھ۔

(۱۹۵) وصی احمد سورتی کے اعلیٰحضرت کے نام ندویوں کے متعلق چند خطوط

ناصر سنت و قامع بدعت امام المتکلمین، و ہمام المحدثین، البحر المطمطم، والتحریر المقدم مولانا و بالفضل اولینا مولوی احمد رضا خان صاحب عم فیوضہم الواہب۔ السلام علیکم گزشتہ جمعہ

میں شاہ سلیمٰی صاحب بغرض اشاعت ندوہ مع چند ندویوں کے وارد پیلی بھیت ہوئے۔ پیشتر امام و دیگر خوش عقیدہ لوگوں نے مثل حکیم خلیل الرحمٰن خان صاحب وغیرہ نے قبل از خطبہ ان کو فہمائش کی کہ ندوہ کے بارے میں آپ کچھ نہ فرمائیں۔ بندہ نے بھی اتنا کہا کہ مجھ کو ندوہ والوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے انہوں نے فرمایا میں کچھ نہ کہوں گا مگر بطور تدبیر ماتقدم میں حضور کے افادات اور ان کا خط مطبوع اپنے ہمراہ لیتا گیا تھا کہ ان کا کچھ اعتبار نہیں اگر کچھ گفتگو خلاف کی تو فوراً مواخذہ کروں گا۔ مگر بحمداللہ صراحۃً تو کیا اشارۃً بھی انہوں نے ندوہ کا کوئی ذکر نہ کیا۔ شاہ محمد شیر صاحب سے ملے انہوں نے بھی چٹکیاں لیں چنانچہ شاہ صاحب سے ناخوش بھی ہوئے۔ وصی احمد از پیلی بھیت ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ۔

(۱۹۶) شاہ ہدایت رسول نوری پیلی بھیت میں آمد پر ندوی دم بخود ہوگئے

حامی سنت قامع بدعت مجدد دہرنا مجدد عصرنا حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب عم فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ حضرت شیر بیشہ اہلسنّت سیف اللہ المسلول شاہ ہدایت رسول صاحب نوری رضوی قدس سرہ العزیز لکھنو تشریف لائے تھے۔ مولوی پشاوری نے میرے بعض اعزہ سے کہا کہ ہم ندوہ کی طرف سے مامور ہیں کہ مولانا لکھنوی کو بیان نہ کرنے دیں۔ ایک بجے جس وقت ہم جامع مسجد پہنچے اسی وقت دوسرے دروازہ سے مولوی پشاوری مع بعض ندویوں کے پہنچے۔ عبداللہ خان نے کہا بہتر جو آپ کی رائے میں آئے کیجئے مگر پھر مجھ سے بھی شکایت نہ کیجئے۔ تب مولوی پشاوری کے ہوش ہوئے خجل ہو کر مولانا لکھنوی سے کہنے لگے ندوہ میرا پیر ہے میں ندوہ کا مرید ہوں اس کو کوئی برا کہے گا تو میں اپنی جان دے دوں گا۔ عبداللہ خان صاحب نے کہا کہ آپ نہیں سن سکتے ہوں تو آپ کیوں شریک بیان ہوں۔ نماز پڑھ کر چلے جایئے بعد نماز کے مولانا لکھنوی منبر پر بیٹھے اور کوئی دقیقہ باقی نہ رہا مولوی پشاوری وغیرہ صحن میں ٹہل رہے تھے بعد بیان کے مولوی پشاوری نے خود ہی کہا کہ دو تین روز قیام فرمایئے تاکہ بقیہ لوگوں کے شبہے رفع ہو جائیں اور ندوہ کیا ہے صرف پلاؤ، قورمہ کی فکریں ہو رہی ہیں۔ وصی احمد از پیلی بھیت۔

(۱۹۷) دیگر: حامی سنت واسلام ہادی خواص وعوام، اعلم العلما، افہم الفضلا، فقیہ بے

مثل، محدث بے عدیل، مجدد دین متین، ناصر سنت، قامع بدعت، حضرت مولانا وہادینا مولوی احمد رضا خان صاحب اعز اللہ الاسلام و اہلہ بنصرتہ واعلی کلمتہ بسعیہ وحمایتہ بارک فی ارشادہم و شکر مساعیہم پس از اہدائے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ التماس آنکہ ندوہ نے صرف ایک مختصر کیفیت طبع کرائی ہے اور اس کے دو حصے کرکے ایک حصہ کو جس میں بڑی بے تہذیبی سے شنیع کلمات لکھے ہیں محمد احسن بہاری کی طرف منسوب کیا ہے جو خاص ناظم صاحب کے ملازم ہیں اور ''تحفہ محمدیہ'' کا جو ناظم صاحب نے اپنے زر نقد سے اس کو جاری کیا ہے اہتمام و حساب و کتاب ان کے متعلق کیا ہے حقیقت میں اس حصہ اول کے محرر میری رائے میں ناظم ہی صاحب معلوم ہوتے ہیں اور یہ محمد احسن وہی ہیں جو ایام ندوہ بریلی میں حاضر خدمت ہوئے تھے جب حضور نے فرمایا کہ روداد کی عبارت ناظم نے نہیں لکھی بلکہ کسی اور نے لکھی ہے۔ ناظم کی نظر غالباً اس پر نہیں پڑی۔ تو انہوں نے کہا نہیں وہ ناظم صاحب ہی کی تحریر ہے فقط۔ اور دوسرا خط منشی نہال احمد کے نام لکھا ہے جو خاص دفتر ندوہ کے محرر ہیں اپنے یہاں کی تصنیف اس کیفیت کے اکاذیب کا رد ملحق کرنا مناسب ہے۔ ۴ صفر ۱۳۱۴ھ وصی احمد از پیلی بھیت۔

(۱۹۸) عالم سنت و امام اہلسنّت حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب عم فیضہ پس از ہدیہ تسلیم التماس آنکہ ''رغم الجہلہ مع غزوہ'' رسائل پہنچے سب رسائل بحمد اللہ اعلیٰ درجہ کی قبولیت پر فائض ہیں رغم الجہلہ مع اور سطوہ اور غزوہ کی تحریر عام طبائع کے نہایت پسند ہوئی عبارتیں ایسی سلیس اور روزمرہ حال کے موافق ہیں کہ ہرقسم کا ناظر ان کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہے اور بے اختیار واہ وا کہہ اٹھتا ہے آئندہ کو بھی اسی عنوان کی تحریر اگر ہوں گی تو نہایت موثر ہوں گی ندوہ کی سب ہفوات کا بحمد اللہ قلع قمع ہوگیا اس کی بھی خبر لینا بہتر ضرور ہے خادم وصی احمد ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ۔

مقدمہ آرہ کے متعلقات اور دیوبندیوں کے نظریات

میں نے خطبہ کتاب میں حمد الٰہی میں آیہ کریمہ الرحمٰن oعلم القرآنoولا تخسروا المیزانo تک لکھ کر اپنے دوسرے بھائیوں خصوصاً اپنے آپ کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جس طرح چیزوں کے ناپ تول میں کمی بیشی ناجائز اور اقیموا الوزن کا حکم ہے بلاشبہہ کسی کی تعریف و تنقیص میں بھی کمی بیشی ناجائز و گناہ ہے اور دین و دیانت کے خلاف ہے۔ میں اس کو سخت بددیانتی جانتا ہوں کہ اگر استاد یا پیر کی تعریف پر آئے تو خلاف واقع اس میں خوبیاں ثابت کر دیں اور جو کسی مخالف کی برائی پر اترے تو اس کی واقعی خوبیوں سے چشم پوشی کر لے۔ میں اس کا قائل نہیں کہ۔

؎ پیر من خس است اعتقاد من بس است!

کہ یہ عقائد اہلسنت ''حقائق الاشیاء ثابۃ والعلم بھا متحقق'' کے بالکل خلاف عندیہ کا مذہب ہے کہ حقیقت اشیاء کوئی چیز نہیں جیسا ہم اعتقاد کریں ویسا ہی ہے۔

مولوی اسمٰعیل کی صراط مستقیم کی عجیب وغریب عبارتیں

اسی لیے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی ان خوش گپیوں کو میں نہیں مانتا جو انہوں نے اپنے ان پڑھ شیخ کے لیے ''صراط مستقیم'' میں لکھا اور ان کی بے علمی پر ان لفظوں سے پردہ ڈالا ''از بسکہ نفس عالی حضرت ایشان برکمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل

الصلوات والتسلیمات در بدو فطرت مخلوق شدہ۔ بناء علیہ لوح فطرت ایشان از نقوش علوم رسمیہ وراہ دانشمندان کلام وتحریر وتقریر مصفی ماند" ملاحظہ ہو صراط مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص ۴ نہ اس بلند پردازی کی کچھ اصلیت جانتا ہوں جو اسی کتاب کے ۱۷۵ ص پر لکھا "تا آں کہ روزے حضرت جل علادست ایشان را بدست قدرت خاص گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روی حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر خواہم داد" ص ۱۴۳ "مکالمہ و مسامرہ بدست می آمد" ص ۱۵۴ "گاہے کلام حقیقی ہم می شود۔" اسی طرح اسی کتاب کے ص ۳۸ پر تصریح کی کہ بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ وکلیہ بے وساطت انبیاء اپنے نور قلب سے بھی پہنچتے ہیں خاص احکام شرعیہ میں انہیں وحی آتی ہے ایک طرح وہ انبیاء کے مقلد ہیں اور ایک طرح تقلید انبیاء سے آزاد۔ احکام شرعیہ میں خود محقق وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہم استاد بھی۔ تحقیقی علم وہی ہے جو انہیں بے توسط انبیاء خود اپنی قلبی وحی سے حاصل ہوتا ہے جو انبیاء کے ذریعہ سے ملتا ہے وہ تقلیدی بات ہے وہ علم میں انبیاء کے برابر و ہمسر ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے اور انہیں باطنی۔ وہ انبیاء کے مانند معصوم ہوتے ہیں اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے پھر ص ۴۱ پر لکھا "لامد اور انجافظتے مثل محافظت انبیا کہ مسمی بہ عصمت است فائز می کنند" پھر ص ۴۲ پر لکھا "ندانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت و وجاہت وعصمت مرغیر انبیاء را مخالف سنت و از جنس اختراع بدعت است۔ و ندانی کہ ارباب این کمال از عالم منقطع شدہ اند" یہ سب اپنے پیر سید احمد صاحب رائے بریلوی کو کہ نواب امیر خان ٹونک کے یہاں سواروں میں نوکر اور بیچارے نرے جاہل سادہ لوح تھے نبی بنانا تھا اس کی یہ تمہیدیں اٹھائی گئی تھیں کہ بعض اولیاء اس طرح کے بھی ہوتے ہیں ادھر یہ وحی وعصمت وغیرہ سب ذکر کر کے نبوت کا پورا خاکہ اتارا اخیر میں یہ بھی جمادی کہ اس مرتبہ کے لوگوں کو دنیا سے معدوم نہ جانے والے قیامت تک ہوتے رہیں گے پھر یہاں تو یہ بتایا کہ اس مرتبہ کو حکمت کہتے ہیں اور ختم کتاب میں اپنے پیر کا خدا سے مکالمہ و مصافحہ اور بے تکلفی کی گفتگوئیں لکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ "امثال این وقائع و اشباہ این معاملات صدہا در پیش آمد تا اینکہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیائے خود رسید والہام و کشف بعلوم حکمت انجامید۔"

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے جاہل پیر کا تعارف کراتا ہے

بس کھل گیا کہ اس زمانہ کے وہ وحی والے معصوم انبیاء کے ہم استاد تقلید انبیاء سے آزاد بے واسطہ انبیاء احکام شریعت خدا سے پانے والے یہ پیر صاحب ہیں حالانکہ پیر صاحب جیسے تھے ان کے دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھا اور بعد کے آنے والوں نے ان کے حالات معلوم کیے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی یہ ساری خوش گپی بس وہی ''پیر من خس ست اعتقاد من بس ست'' کے تحت نہیں تھی۔

عاشق الٰہی میرٹھی کی نظر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی حیثیت

اسی قبیل سے مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کا مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق یہ لکھنا معقول ہے کہ ''وہ ہر فن میں پوری دستگاہ پا کر لاثانی اور منقول کے ہر علم میں کامل رسوخ حاصل فرما کر بے نظیر عالم بنے'' نیز تذکرۃ الرشید ص ۱۶۳ پر لکھا ''حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علمائے ہند کے امام و سرتاج و مقتدیان اسلام کے مرجع و پیشوا تھے اسی لیے حق تعالیٰ نے آپ کو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی جس سے ان مالاینحل مسائل کا حل ہوتا تھا جن میں اذکیا کے عقول متحیر اور فقہائے عصر کے افہام عاجز ہو جاتے تھے۔'' انسان کے اس دنیا سے انتقال کے بعد اس کے فضائل و کمالات کا آئینہ اس کی تصنیفات ہوتی ہیں جن سے ہر پڑھا لکھا آدمی اس کے رتبہ سے واقف ہو سکتا ہے۔ آج ہم میں امام غزالی و امام رازی نہیں ہیں لیکن جب تک ان کی ''احیاء العلوم'' وغیرہ اور ان کی ''تفسیر کبیر'' وغیرہ تصنیفات دنیا میں موجود ہیں ان کے کمالات کے آئینہ میں سید احمد صاحب تو بالکل ہی ان پڑھ اور بے علم آدمی تھے۔ ان کی تصنیفات کہاں سے آتیں لیکن گنگوہی صاحب کی علمی لیاقت فنی قابلیت کی آئینہ دار ہیں ان کی ''فتاویٰ رشیدیہ'' ہے جس کے دیکھنے سے ہر شخص کو علم الیقین ہو جاتا ہے کہ جس طرح سید صاحب کی تعریفیں بالکل خلاف واقع محض مولوی اسمٰعیل صاحب کی خوش اعتقادی یا صاف لفظوں میں خوش گپی کہیے اسی طرح گنگوہی صاحب کی تعریف میں عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی رطب اللسانی خوش گپی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اصلی مقدار و معیار علم وہی ہے جو ان کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے جس کا تھوڑا سا نمونہ اس کتاب کی دوسری

جلد میں ہدیہ ناظرین کرچکا ہوں۔ اسی لیے اعلیٰحضرت کی تعریف میں میں کچھ اپنی زبان وقلم سے کہنا لکھنا نہیں چاہتا جو کچھ مجھے لکھنا ہے ان کی تصنیفات ہی کو پیش کر دینا ہے۔ اعلیٰحضرت کی تصنیفات کے کچھ نمونے حصہ دوم میں پیش کیے جاچکے ہیں جہاں ان منقول کے بے نظیر اور معقول کے لاثانی عالم کو یہی کہتے بنی کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا یا اس کا فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ ان مسائل کا ایسا مکمل و مدلل جواب تحریر فرمایا کہ نہ کسی مخالف کو اس پر اعتراض کی گنجائش ملی نہ موافق کو اس پر افزائش کی حاجت پڑی۔ اس جگہ میں دو مقدموں میں بند کمیشن کے فی البدیہہ جوابات اور ایک نمونہ مقدمہ رامپور میں موجبات اپیل کی نقل پیش کرنا مناسب جانتا ہوں تاکہ ''حیات اعلیٰحضرت'' کے دیکھنے والوں کو اعلیٰحضرت کی جامعیت اور ہر علم وفن میں اعلیٰ قابلیت کا پتا چلے۔

مقدمۂ رامپور کی روئیداد

۱۳۲۵ھ میں ریاست ڈمراوں کی جامع مسجد میں امامت کے متعلق حنفیہ اور غیر مقلدوں میں جھگڑا ہوگیا جس میں مقدمہ بازی تک نوبت آگئی۔ اسی مقدمہ میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت اور حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اور حضرت مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی و مولانا شاہ ابوالذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری و مولانا شاہ محمد ظہور الحسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اظہارات شہادتیں بذریعہ ''بند کمیشن'' ہوئے تھے۔ اعلیٰحضرت کے جوابات بحث و جرح کی نقل مسمی بنام ''تاریخی اظہار الحق الجلی'' (۱۳۲۰ھ) ہدیہ ناظرین ہے جس سے مسائل کی واقفیت کے علاوہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کی وسعت معلومات اور حافظہ اور فی البدیہہ حاضر جوابی معلوم ہوگی۔

اعلیٰحضرت کا ذاتی حالات اور اعتقادی نظریات پر ایک انٹرویو

س (۱) نام۔ عمر۔ سکونت۔ پیشہ؟

ج: مظہر کا نام (مولوی حاجی) احمد رضا خان (صاحب) ولد حضرت مولانا نقی علی خان صاحب عمر ۴۳ سال پیشہ زمینداری معافیداری۔

س(۲) آپ تمام علوم دینیات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں؟

ج: میں آباؤ اجداد سے دینی علوم کا خادم ہوں ۴۷ سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہے تمام ہندوستان اور کشمیر اور برہما سے مسائل کے سوالات آتے ہیں ابھی چین سے چودہ مسئلے دریافت کے لیے آئے ہیں چنانچہ لفافہ آمدہ اور اس کا جواب مرسلہ چین داخل کرتا ہوں۔

س(۳) آپ کا مذہب کیا ہے؟

ج: مسلمان سنی مقلد۔

س(۴) ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا کیا مذہب ہے؟

ج: یہی مذہب ہے جو میرا مذہب ہے۔

س(۵) غیر مقلدین جو اپنے آپ کو ''اہلحدیث'' کہتے ہیں ہندوستان میں کب سے ظاہر ہوئے؟

ج: ان کو پیدا ہوئے ابھی سو برس نہیں گزرے ۱۲۳۳ھ میں دہلی کے ایک شخص اسمٰعیل نے یہ نیا مذہب نکالا اور ہندوستان کو ''دارالحرب'' بتا کر جہاد کا جھنڈا قائم کیا۔

س(۶) اس سے پہلے سنیوں میں ہندوستان کے تمام مسلمان کس مذہب پر تھے اور سلاطین کس مذہب پر تھے؟

ج: تمام سنی مسلمان رعایا و سلاطین سب مقلد حنفی تھے اسی لیے گورنمنٹ نے حنفی مذہب کو اس ملک کے سنی مسلمانوں کا مذہب جان کر اسی مذہب کی کتابیں ہدایہ' قاضی خان' عالمگیری' درمختار' انگریزی میں ترجمہ کرائیں اور انہیں کتابوں پر مقدمات فیصل ہوتے ہیں غیر مقلد کی کوئی کتاب نہ ترجمہ ہوئی نہ فیصلہ ہوا۔ نہ وہ اس قابل تھیں۔

س(۷) سلطنت کی حالت قوت میں یہ فرقہ غیر مقلد پیدا ہوا یا کب اور نکل کر اپنا نام کیا رکھا؟

ج: یہ فرقہ مسلمانوں کی ضعف سلطنت میں پیدا ہوا اپنا نام ''موحد'' اور ''محمدی'' و ''عامل بالحدیث'' رکھا اور اہلسنّت نے عرب و عجم میں ''وہابی'' اور ''غیر مقلد و لامذہب'' رکھا ہے انہوں نے اہلسنّت ہونے کا دعویٰ کیا مگر عرب و عجم کے اہلسنّت نے ان کو ''اہل

بدعت'' جانا۔

س(۸) اس فرقہ کے ظاہر ہونے پر ہندوستان کے علمائے اہلسنّت نے ان کی تردید کی یا نہیں اور علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ اس مذہب کے بطلان میں آئے کہ نہیں؟

ج: ہاں۔

س(۹) اس فرقہ جدیدہ کا فتنہ ہندوستان میں دفعتہً پھیلایا آہستہ آہستہ ہر جگہ ہر مقام میں ان کی کثرت ہوئی ہے یا کیا؟

ج: ان کا فتنہ بتدریج پھیلا بعض جگہ ان کا ابھی تک نام و نشاں نہیں ہے اور بعض چند سال سے گنتی کے لوگ اس مذہب کے ہوئے ہیں۔

س(۱۰) غیر مقلدین اہلسنّت میں داخل ہیں یا مبتدع ہیں اور مبتدع ہیں تو کس دلیل سے؟

ج: غیر مقلدین مبتدع گمراہ ہیں۔ علمائے عرب و عجم کا اس پر اتفاق ہے دیکھو عرب شریف کا فتاویٰ ''فتاویٰ الحرمین'' جس پر علماء مکہ و مدینہ کی مہریں ہیں اور کتاب ''فتح المبین'' اور ''جامع الشواہد'' جن پر عرب و ہند کے بہت علماء کی مہریں ہیں اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں ان کے بدعتی ہونے کی تصریح ہے۔

س(۱۱) فرقہ غیر مقلد کیونکر مذاہب اربعہ اہلسنّت و جماعت سے خارج ہے جو بدعتی و ناری ہوئے بلکہ وہ بلاتعین چاروں امام کی تقلید کرتے ہیں؟

ج: یہ غیر مقلدین کا دھوکا ہے ان کے یہاں تقلید شرک ہے ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ اسے لکھ گئے ہیں۔ چاروں اماموں کو حدیث کا مخالف بتاتے ہیں ان کی کتاب ''ظفر المبین'' اسی بیان میں ہے یہ کوئی مسئلہ کسی امام کی تقلید سے نہیں مانتے اتفاقیہ کوئی بموافقت ہو جائے تو دوسری بات ہے اسے اتباع نہ کہیں گے دیکھو ''توضیح تلویح''۔

س(۱۲) یہ بیان کیجئے کہ غیر مقلدین کے مسائل ایسے بھی ہیں جو مذاہب اربعہ اہلسنّت میں سے کسی کے نزدیک جائز نہ ہوں؟

ج: بہت مسائل ہیں ایک جلسہ میں تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑنا' وضو میں سر کی جگہ پگڑی کا مسح۔ ان کی کتاب ''تحفۃ المومنین'' میں جو ان کے پیشوا نذیر حسین کے

شاگرد نے بعد نظر ثانی کے مطبع نولکشور میں دوبارہ چھپوائی ہے۔ اس کے ص ۱۷ پر صاف لکھا ہے کہ ''پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے'' نیز ان کے یہاں خون و شراب اور سوئر کی چربی ناپاک نہیں ہے جیسا کہ ان کی کتاب ''روضہ ندیہ'' ص ۱۲ وغیرہ سے ثابت ہے۔

س(۱۳) قیاس ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلاف و باطل کہنے والے کو کیا لکھا ہے؟

ج: فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے جو شخص امام ابو حنیفہ کے قیاس کو حق نہ مانے وہ کافر ہے۔

س(۱۴) غیر مقلدوں کے پیشواؤں نے بزرگان و فقہاء کرام و مقلدین ائمہ اربعہ کے نسبت اور نیز قبہ پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا لکھا ہے؟

ج: ان کے پیشوا صدیق حسن وغیرہ نے مسلمانوں کے اعمال کو شرک و بدعت کہا ہے اور انہیں مشرک لکھا ہے۔

س(۱۵) نواب صدیق حسن خان نے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شان میں کیا بے ادبی کے کلمات لکھے ہیں؟

ج: اپنی کتاب انتقاد الرجیح کے غالباً ص ۱۲ پر صریح گمراہ بتایا ہے کہ انہوں نے جماعت تراویح کو رواج دیا اور خود اسے بدعت کہہ کر اچھا بتایا حالانکہ کوئی بدعت قابل قبول نہیں سب گمراہی ہے۔

س(۱۶) شیخین کو جو گالی دینے والا ہے اس کے بارے میں اکابر علمائے اہلسنّت کی کیا رائے ہے؟

ج: جو شخص ابوبکر صدیق یا عمر فاروق کو برا کہے بہت ائمہ نے اسے کافر کہا ہے اور اس قدر پر تو اجماع ہے کہ ایسا شخص بددین ہے دیکھو تنویر الابصار درمختار فتاویٰ عالمگیری فتاویٰ خلاصہ فتح القدیر' اشباہ بحرالرائق' غنیۃ الطالبین عقود الدریہ وغیرہا۔

س(۱۷) ایسے کہنے والوں کو اگر احتیاطاً کافر نہ کہیں تو مبتدع کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: ضرور مبتدع و گمراہ ہے۔

س(۱۸) حنفیوں کی نماز شافعیوں کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

ج: اس میں بہت اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر شافعی المذہب نے اگر فرائض و شرائط حنفی کی نہ لحاظ کی تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز جائز نہیں دیکھو بحرالرائق' ردالمحتار اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ قید بھی لگائی کہ حنفی کے ساتھ تعصب نہ رکھتا ہو ورنہ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

س(۱۹) حنفیوں کی نماز غیر مقلدوں کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں؟

ج: نہیں' اس لیے کہ غیر مقلدین اہل ہوا سے ہیں جس کا بیان ابھی گذرا اور اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے کہ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسف سے روایت فرماتے ہیں کہ اہل ہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور ان کے مذہبی مسائل بھی اس قدر مخالف ہیں کہ ہمارے مذہب میں نہ ان کی طہارت ٹھیک ہوتی ہے اور نہ نماز کہ یہ مردار اور سور کی چربی تک کو ناپاک نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا مذہب ہے کہ جب تک اتنی نجاست نہ پڑے کہ پانی کا رنگ' مزہ' بو بدل جائے جب تک پانی پاک رہے گا دیکھو غیر مقلدوں کی کتاب ''فتح المغیث'' ص ۵ اور ''طریقہ محمدیہ'' ص۴۰۶۔

س(۲۰) کیا حرمین شریفین میں چاروں مذہب کے اہلسنّت و جماعت غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں؟

ج: یہ محض غلط ہے۔

س(۲۱) مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی پیشوائے غیر مقلدین جب مکہ معظمہ گئے تھے حاکم مکہ نے ان کے ساتھ کیا کیا معاملہ کیا تھا؟

ج: نذیر حسین دہلوی ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ میں مکہ معظمہ گئے وہاں مخبری ہوئی کہ یہ اور ان کا ایک ساتھی جوناگڑھی غیر مقلد ہیں اور مسجد الحرام میں غیر مقلدوں کے مسائل بیان کرتے ہیں اس پر دوڑ آئی اور چھاپہ پڑا اور یہ دونوں غیر مقلد اور ان کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ تین دن حوالات میں رہے پھر دولت عثمان نوری پاشا گورنر ملک حجاز کے حضور ان کی پیشی ہوئی وہاں انہوں نے توبہ کی اور حنفی بنے حاکم نے ان سے توبہ نامہ لکھوا لیا اس وقت رہائی ہوئی یہ خبر میں نے مکہ کے معتبر علماء سے سنی ہوا س

موقع پر موجود تھے۔ پھر مکہ معظمہ کے چھپے ہوئے اشتہار دیکھے جو وہاں کے ''مطبع امیری'' میں چھپے تھے وہ اشتہار پیش کرتا ہوں پھر دوسرا اشتہار مع ترجمہ وہیں مکہ معظّمہ میں چھپا وہ بھی پیش کرتا ہوں اور اس کے علاوہ ۱۲۹۰ھ میں جب مظہر حج کو گیا تھا قافلہ کی داخلی مکہ معظّمہ میں تھی کعبہ معظّمہ کا دروازہ بہت بلند ہے خادم اوپر بیٹھے لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر داخلی کے لیے کھینچ رہے تھے ایک شخص کی وضع قطع پر افسر کو بدمذہبی کا شبہہ ہوا جب وہ داخلی کے لیے گیا خادم نے اسے دھکا دیا اس کے ساتھ کا ایک غیر مقلد وہابی سفارش کو بڑھا افسر کے حکم سے اس وہابی کے سر پر خادم نے اس زور سے چپت لگائی کہ تمام مسجد میں آواز پہنچی یہ میری آنکھ کا دیکھا ہوا واقعہ ہے یہ لوگ جب مکہ مکرمہ میں جاتے ہیں۔ اپنا مذہب چھپائے رہتے ہیں ورنہ سزا پاتے ہیں۔

س(۲۲) غیر مقلدین کے بارے میں ''فتاوی الحرمین'' آپ کے پاس ہیں؟

ج: اس وقت دو فتویٰ پیش کرتا ہوں- و نیز ایک کتاب مطبوعہ بمبئی پیش کرتا ہوں۔

س(۲۳) آپ تصدیق کرتے ہیں کہ یہ مہریں وہیں کے علماء کی ہیں؟

ج: میں تصدیق کرتا ہوں کہ جو مہریں ان فتووں میں ہیں وہ وہیں کی ہیں۔

س(۲۴) کیونکر اور کس وجہ سے آپ تصدیق کرتے ہیں؟

علمائے حرمین کی تصدیقات

ج: مظہر نے یہ بڑا فتویٰ مکہ معظّمہ بھیجا تھا اور یہ دوسرا فتویٰ میرے دوست مولوی نذیر احمد خان صاحب مرحوم نے احمد آباد گجرات سے مدینہ طیبہ کو بھجوایا تھا وہاں کی مہریں ثبت ہو کر بذریعہ مولوی عبدالحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر و مجاور مکہ کے ان کے پاس آیا اور انہوں نے مجھے بھیج دیا جدہ کا لفافہ موجود ہے اور اس میں سلطانی ٹکٹ لگے ہیں پیش کرتا ہوں۔ بڑا فتویٰ مکہ شریف کی مہریں ہو کر بذریعہ مولانا حاجی عبدالرزاق صاحب مکی مطوف مکہ معظّمہ کے بمبئی مولوی عمر الدین صاحب کے واسطے سے مجھے پہنچا۔ جدہ کا لفافہ پیش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ مولانا حاجی

عبدالرزاق صاحب کا یہ خط پیش کرتا ہوں جو میرے نام آیا اور دوسرا خط اور پیش کرتا ہوں یہ سردار علمائے مکہ معظمہ مولانا محمد سعید بابصیل نے میرے نام اپنے مہر کے ساتھ مع اس فتوئی کے بھیجا اس کی چند سطروں کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ یہ خط حضرت اجل و افضل میرے سردار اور میرے بھائی اور میرے معزز حضرت احمد رضا قادری محمدی حنفی کو کہ ان کی سعادت و جلالت ہمیشہ رہے وہ آداب جو آپ کے مرتبہ کے لائق ہیں ہدیہ بھیج کر التماس ہے کہ آپ کا عجالہ جو آپ نے رافضیوں' نیچریوں' وہابیوں' غیر مقلدوں' گمراہ فرقوں کے رد میں تالیف کیا مجھے پہنچا۔ مجھے نہایت پسند آیا اور میں نے اس کے اخیر میں وہ لکھ دیا جو مجھے لکھنا لازم تھا تحریر ۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۷ھ محمد سعید بابصیل مفتی شافعیہ سردار علمائے مکہ معظمہ۔

غیر مقلدین کے کفریہ نظریات

س(۲۵) غیر مقلدین کی بدعت لزوم کفر تک پہنچی ہے یا نہیں؟

ج: بہت وجہ سے پہنچی ہے تین وجہ سے یہ ہیں (۱) غیر مقلدین اجماع اور قیاس اور تقلید کے منکر ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور ان کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے لکھا ہے:

قیاس باطل و اجماع بے اثر آمد

اور ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ اجماع و قیاس وتقلید ضروریات دین سے ہیں دیکھو ''کشف الاسرار'' امام عبدالعزیز بخاری مطبع قسطنطنیہ اور ''فصول البدائع'' مطبع استنبول اور مواقف اور شرح مواقف اور فواتح وغیرہ ضروریات دین کا منکر مسلمان نہیں رہتا دیکھو ''تنویرالابصار'' وغیرہ وغیرہ۔ چوتھی یہ کہ ان کے امام اسمٰعیل دہلوی نے ''ایضاح الحق'' میں اللہ تعالیٰ کے مکان جہت سے پاک ہونے کے عقیدہ دینی کو بدعت حقیقی بتایا اور یہ کلمہ کفر ہے دیکھو ''فتاویٰ قاضی خان'' و ''فتاویٰ عالمگیری'' وغیرہ۔ پانچویں ان کے امام مذکور نے ''تقویت الایمان'' میں انبیا علیہم السلام کی شان میں سخت گستاخی کے کلمے لکھے ہیں اور یہ کفر ہے دیکھو'' شفا شریف'' امام

قاضی عیاض اور ''السیف المسلول'' امام سبکی وغیرہ۔ چھٹے اسی تقویت الایمان میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت مر کر مٹی میں مل جانا لکھا اور اماموں نے تصریح فرمائی کہ یہ کفر ہے دیکھو شرح ''مواہب اللدنیہ'' علامہ زرقانی مطبع مصر۔ یہ سارا فرقہ تقلید کو شرک کہتا ہے اور مسلمان مقلدوں کو مشرک اور یہ کلمہ کفر ہے دیکھو ''در مختار'' و ''درر غرر'' و ''مجمع الانہر'' و ''عالمگیری'' و ''شرح فقہ اکبر'' وغیرہ۔

س(۲۶) ایسے مبتدع کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟

ج: محض ظاہر ہے دیکھو ''شرح فقہ اکبر'' و ''فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت'' و ''فتح القدیر'' وغیرہ۔

س(۲۷) مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے کہ نہیں اور مسلمانوں کو گالی دینے والا فاسق ہے کہ نہیں؟

ج: فاسق ہے صحیح بخاری میں اس پیر کی حدیث ہے۔

س(۲۸) بدعتی اور فاسق کی امامت مکروہ وممنوع ہے یا کیا اس کی کیا سندیں ہیں؟

ج: ہاں مکرو وممنوع ہے دیکھو طحطاوی در مختار اور طحطاوی مراقی الفلاح اور تبیین الحقائق امام زیلعی اور ردالمحتار اور غنیۃ الطالبین اور صغیری اور فتح القدیر۔

س(۲۹) لامذہبی فسق ہے یا نہیں؟

ج: لامذہبی ہر فسق سے بدتر فسق ہے کہ یہ بدمذہبی ہے دیکھو غنیۃ مطبع قسطنطنیہ۔

س(۳۰) امام بنانا دینی تعظیم ہے کہ نہیں اور مبتدع کی دینی تعظیم حرام ہے یا کیا؟

ج: ہاں دیکھو ردالمحتار، فتح القدیر، طحطاوی، زیلعی وغیرہ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے جو کسی بدعت والے کی تعظیم کرے بیشک اس نے اسلام ڈھانے میں مدد دی۔

س(۳۱) کوئی حدیث صحیح پیش کرسکتے ہیں جس سے ظاہر ہو کہ مبتدع فاسق کی امامت مکروہ و نادرست ہے؟

ج: ایک حدیث صحیح یہ ہے جو ابھی گذری جو صحاح ستہ سے سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا لایوم فاجر مومنا الا ان یقھرہ سلطان یخاف سیفه سوطه کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر اس

حالت میں کہ وہ اپنی سلطنت کے زور سے دبائے کہ یہ اس کی تلوار اور تازیانے کا خوف رکھتا ہو۔

س(۳۲) جس طرح نماز حنفی کی شافعی کے پیچھے جائز ہے تو اسی طرح غیر مقلدوں کے پیچھے کیوں نہیں جائز ہے اگر وہ بھی رعایت مذہب مقتدی کی کرلیں؟

شافعی حضرات غیر مقلد نہیں تھے

ج: شافعیہ اہلسنّت ہیں ان پر غیر مقلدوں کا قیاس نہیں ہوسکتا ہے دیکھئے کہ مولانا محمد سعید بابصیل سردار علمائے مکہ معظمہ شافعی المذھب ہیں انہوں نے اور دیگر مذاہب اہلسنّت کے مفتیان عرب نے ان غیر مقلدوں کو باتفاق گمراہ لکھا ہے۔ ابھی میں شافعی المذہب کے متعلق بھی فتاوی عالمگیریہ سے حوالہ دے چکا ہوں کہ حنفی سے تعصب برتیں تو ان کے پیچھے بھی نماز منع ہے نہ کہ غیر مقلدین کہ یہ لوگ بد مذہب ہیں اور بد مذہب بھی ایسے ہیں جن میں بہت کفریہ بدعت ہیں اور حنفیہ سے تعصب اتنا کہ ان کو مشرک کہتے ہیں۔

س(۳۳) بعض عبارت فقہا مثل شامی وغیرہ میں مذکور ہے کہ نماز میں ہر برو فاجر کی اقتدا جائز ہے؟ علی ھذا حدیث شریف **صلوا خلف کل بروفاجر** اس جواز سے کیا مراد ہے؟

ج: جواز اس معنی پر ہے کہ فرض اتر جائے گا نہ یہ کہ کوئی کراہت نہیں ابھی خود شامی کے اقوال سے بیان کرچکا ہوں کہ فاسق و مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ و منع ہے اصل بات یہ ہے کہ نماز عام کی امامت سلاطین خود کرتے ہیں یا جسے وہ مقرر کریں اور بعض وقت حکام بد مذہب یا فاسق بھی ہوتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی وہی اندیشہ تلوار اور تازیانہ کا جو حدیث میں گزرا اسی بنا پر یہ حدیث آئی ہے کہ ضرورت کے وقت ان کے پیچھے پڑھ لو۔ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق حد کفر تک نہ پہنچا ہو اور کوئی مرد صالح موجود نہ ہو دیکھو ''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ'' علاوہ بریں اس حدیث کے صحت میں بھی علمائے محدثین مثل دارقطنی

وغیرہ کو کلام ہے اور اس حدیث کے شروع کا ٹکڑا یہ ہے جاھدوا مع کل امیر براکان اوفاجرا یعنی ہر سلطان کے ساتھ مل کر جہاد کرو چاہے وہ نیک ہو یا بد ہو۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ یہاں بادشاہوں کا ذکر ہے مگر غیر مقلدین اس حدیث پر اپنی خاص غرضوں کے لیے زور دیتے ہیں کہ اگرچہ مبتدع و فاسق ہیں مگر ان کے پیچھے نماز پڑھنی واجب ٹھہرے اور ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے بھی ان لوگوں کو وعظ میں سنا کر جہاد پر ابھارا تھا۔

س(۳۴) جواز کا اطلاق مکروہ تحریمی پر آتا ہے یا نہیں؟

ج: آتا ہے دیکھو ردالمحتار۔

س(۳۵) مسجد جو اہلسنّت بنائیں وہ خاص اپنے فرقے کے لیے بناتے ہیں یا عام کلمہ گویوں کے لیے؟

ج: خاص اپنے فرقہ کے لیے کہ ان کے مذہبی مسئلے میں مبتدعوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے دیکھو عرب شریف کا فتویٰ ''فتاویٰ الحرمین'' ص ۸۰ جو میں نے داخل کیا ہے۔

س(۳۶) مبتدعین کے ساتھ میل جول کرنے سے منع ہونے کی ازروئے شرع کیا دلائل ہیں؟

ج: قرآن مجید میں ہے واما ینسینک فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین اگر تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے تفسیر احمدی میں ہے ظالموں سے مراد مبتدع اور فاسق سب ہیں والقعود مع کلھم ممتنع اور ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

س(۳۷) کوئی روایت ایسی بھی ہے کہ جس سے مبتدعین کے جنازے کی نماز اور ان کے ساتھ نماز پڑھنی منع ہو؟

ج: ''فتاویٰ الحرمین'' کے ص ۸۰ پر یہ حدیث ہے ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم اور یہ حدیث ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتناکحوھم اور یہ حدیث ولا تصلّوا علیھم ولا تصلّوا معھم یعنی مبتدع لوگ بیمار پڑیں تو ان کے پوچھنے کو نہ جاؤ اور اگر مرجائیں تو ان کے

جنازے پر نہ جاؤ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ کھانا پینا شادی بیاہ نہ کرو ان کی جنازے کی نماز نہ پڑھو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

س(۳۸) کیا مسجد میں سب مسلمانوں کا حق ہوتا ہے اور مسلمان کسے کہتے ہیں؟

ج: مسلمان وہ ہے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہو امت کے دو معنی ہیں ایک امت دعوت جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی طرف بلایا یوں تمام عالم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور امت اجابت وہ جنہوں نے بلانا قبول کیا اور حق کو پورا مانا جب امت مطلق بولتے ہیں یہی دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں اس معنی پر جو مسلمان ہے اس کے لیے مسجد میں حق ہے مگر مبتدع اس میں داخل نہیں دیکھو توضیح امام صدر الشریعۃ اور تلویح امام تفتازانی۔

س(۳۹) کیا سب مسلمان جو امت اجابت ہوں یعنی اہلسنّت ہوں ان سب کا حق مسجد میں برابر ہے؟

ج: ان سب کا حق برابر نہیں بلکہ جو مسجد جس قبیلہ کے لیے بنے ان کا حق اس میں مقدم ہے وہ بہ وقت حاجت اوروں کو اس میں نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں دیکھو درمختار باب ما یکرہ فیھا الصلاۃ۔

س(۴۰) کسی فتنہ اور کسی مصلحت سے مسلمان کو جس کا حق مسجد تھا نکال دینا جائز ہے یا نہیں اور روکنے والا بموجب آیت شریف **ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ** کے کہلائے گا یا نہیں؟

ج: بہت سی صورتوں میں مسلمان کو مسجد سے روکنا اور ان کا نکال دینا شریعت میں جائز رکھا ہے بلکہ حکم دیا ہے ازانجملہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھانے والا اور حدیث میں ہے **من وجد سعۃ ولم یضح فلایقربن مصلانا** جو گنجائش پاکر اور قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلے کے پاس نہ آئے دیکھو ابن ماجہ۔ نیز حکم ہے کہ موذی شخص کو مسجد سے نکال دیا جائے جس کے آنے سے برہمی پیدا ہوتی ہو دیکھو اشباہ والنظائر اور ''درمختار'' اور ''عمدۃ القاری شرح بخاری''۔ اور آیت شریف ناحق بلاوجہ شرعی مسجدوں سے لوگوں کو باز رکھ کر انہیں ویران کر دینے کی برائی کا بیان ہے ورنہ خود اسی آیت

میں مفسدوں کی نسبت فرمایا کہ انہیں مسجد میں آنے کا حق نہیں مگر ڈرتے ہوئے۔

س(۴۱) غیر مقلدین اگر سنیوں کی نماز میں آکر شریک ہوں تو سنیوں کا کوئی مذہبی حرج ہے؟

ج: کئی حرج ہیں ایک تو یہ کہ سنیوں کے مذہبی مسئلے میں ان کے ساتھ نماز منع ہے دیکھو ''فتاویٰ الحرمین'' ص ۸۰ دوسرے یہ کہ سنیوں کو مشرک اور ان کے اماموں کو برا کہتے ہیں تو نماز میں ان کا پاس ہونا انہیں غیظ ہونے کا باعث ہوتا ہے اور اصل مقصود نماز کہ ذکر الٰہی ہے اس میں خلل پڑتا ہے۔ تیسری غیر مقلدین جب اپنے طریقے کے وضو اور نماز پر ہوں تو ہمارے مذہب پر وہ نماز سے باہر ہیں کیونکہ ان کی نماز اور وضو ٹھیک نہیں۔

س(۴۲) کیا حنفیوں کو اپنے مذہبی مسئلے کے رو سے اس کا استحقاق ہے کہ غیر مقلدوں کو اپنی مسجدوں میں آنے سے روکیں؟

وہابیوں کا سنیوں کی مساجد میں آنے سے روکنے کی وجوہات

ج: ہاں کئی وجہ سے استحقاق ہے اول ان کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے جس کے سبب ملک میں بکثرت فوجداری کے مقدمہ ہوئے ہیں مچلکوں وغیرہ تک نوبت پہنچی اور فتنہ کا بند کرنا شرع و عقل و قانون سب میں واجب ہے۔ دوم ان کے آنے سے نمازیوں کو نفرت ہوتی ہے اور جو وجہ نفرت ہو اس کو مسجد سے روکا جائے گا جیسے جذامی یا وہ جس کا بدن سفید ہوگیا ہو حالانکہ اس میں ان کا اپنا کوئی قصور بھی نہیں تو بدمذہب بدرجہ اولیٰ روکا جائے گا۔ سوم ان کے فتنہ کے خوف سے نمازی مسجد کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ اور مسجدیں ویران ہو جائیں گی اور نہ چھوڑا اور فتنے اٹھے جیل آباد ہوئے مسجد یوں بھی ویران ہوئی اور غم اور غصہ کھایا تو نماز خراب ہوئی۔

س(۴۳) نصاریٰ نجران کا بخدمت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں آنا کس حیثیت سے تھا اور حضور نے منع کیوں نہ فرمایا؟

ج: نصاریٰ نجران امان لے کر حاضر ہوئے تھے اور جو امان لے کر آئے اس سے تعرض

جائز نہیں۔ اس لیے باوجود اس کے کہ صحابہ کرام نے ان کو روکنا چاہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا دیکھو زرقانی شرح مواہب۔

س(۴۴) مسجد حرام خواہ اور مساجد میں کفار کا آنا نزدیک امام شافعی و امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جائز ہے یا نہیں؟

ج: امام مالک تو مطلقاً اجازت نہیں دیتے اور امام شافعی اور امام احمد مسجد الحرام میں منع کرتے ہیں اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے اور یہ اختلاف ذمیوں کے بارے میں ہے جو سلطان اسلام کے مطیع الاسلام ہوکر رہیں دیکھو جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درمختار۔

س(۴۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفار کا مسجد میں حقدار بن کر آنا جائز ہے یا نہیں؟

ج: جائز نہیں ہے دیکھو "ہدایہ"۔

س(۴۶) کفار مستامن پر مدعیان اسلام کا قیاس صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج: ہرگز نہیں ابھی حدیثوں سے گزرا کہ مستامن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آنے سے نہ روکا اور نماز پڑھنے دی اور کچا لہسن اور پیاز کھانے والے مسلمان کو مسجد سے منع فرمایا اور قربانی چھوڑنے والے کو حکم ہوا کہ ہمارے مصلے کے پاس نہ آوے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کلمہ گو مدعیان کو خاص جمعہ کے مجمع میں ایک ایک کا نام لے کر مسجد اقدس سے نکلوا دیا کہ اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق نکل جا اے فلاں تو منافق ہے نکل جا اے فلاں تو منافق ہے۔

س(۴۷) کسی شخص کا دعویٰ استحقاق امامت کا بانی مسجد یا اولاد بانی مسجد کے ہوتے ہوئے قابل اعتبار ہے یا باطل اور اولاد بانی کو حق امام و موذن وغیرہ کا حاصل ہے یا اوروں کو؟

ج: اوروں کا دعویٰ بانی مسجد یا اس کے اولاد کے آگے خلاف فقہ ہے دیکھو عالمگیری و قاضی خان اور امام مسجد قائم کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے اور وہ نہ ہو تو اس کی اولاد

کو دیکھو حموی شرح اشباہ۔

س(۴۸) تقرر امامت میں بحالت اختلاف قلت رائے کا اعتبار ہے یا کثرت رائے کا؟

ج: کثرت رائے کا اعتبار ہے یہاں تک کہ جماعت کثیر جسے چاہے اس سے وہ افضل ہوئے جماعت قلیل چاہے تو وہی مقرر ہوگا جسے جماعت کثیر نے چاہا دیکھو عالمگیری وغیرہ۔

س(۴۹) جامع مسجد میں امام و خطیب رہتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت و خطابت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

ج: نہیں بلکہ اس کے بغیر اجازت کے خطبہ پڑھے یا امامت کرے تو نماز ہی نہیں ہوگی دیکھو عالمگیری ردالمحتار فتاویٰ سراجیہ وغیرہ۔

س(۵۰) قولہ تعالیٰ یآیھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول سے اجماع و قیاس کا ثبوت ہے یا اس کا رد ہے؟

ج: ثبوت دیکھو تفسیر کبیر امام رازی وغیرہ۔

س(۵۱) اس آیت میں اولی الامر سے کیا مراد ہے اور تنازعتم کے مخاطب کون لوگ ہیں؟

ج: مجتہدین دیکھو تفسیر کبیر۔

س(۵۲) اولی الامر کے اندر وہ مفسرین و محدثین جو رتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچے ہیں وہ بھی داخل ہیں یا نہیں ان کی بھی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟

ج: نہیں دیکھو تفسیر کبیر۔

س(۵۳) پھر ایسے حضرات کس حکم میں داخل ہیں؟

ج: ان پر بھی تقلید واجب ہے دیکھو تفسیر کبیر اور مسلم الثبوت اور فصول البدائع وغیرہ۔

س(۵۴) غیر مقلدوں سے نزاع صرف آمین بالجہر و رفع یدین پر ہے یا کیا؟

ج: غیر مقلدوں سے اصل نزاع اس پر ہے کہ وہ تقلید کے منکر ہیں' اجماع کے منکر ہیں' قیاس کے منکر ہیں' مقلدین کو مشرک کہتے ہیں' انبیاء و اولیاء کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں' آمین بالجہر ورفع یدین بھی ان کا کسی امام کی تقلید سے نہیں کہ یہ تو

تقلید کے قائل نہیں۔

س(۵۵) کیا شیعہ کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟

شیعوں کی امامت میں نماز جائز نہیں ہے

ج: شیعہ میں سے جو تفضیلی ہں کہ بہت صحابہ کو اچھا جانتا ہے اہلسنت سے فقط اتنی مخالفت رکھتا ہے کہ مولیٰ علی کو شیخین سے افضل مانتا ہے اس کے پیچھے بھی نماز سخت مکروہ ہے دیکھو ارکان اربعہ اور جو تبرائی ہے اس کے پیچھے نماز بحکم فقہائے کرام محض باطل ہے دیکھو خلاصہ اور عالمگیریہ وغیرہ اور جو ضروریات دین سے کسی بات کا منکر ہے وہ کسی کے نزدیک مسلمان نہیں اور اس کے پیچھے نماز بالیقین سب کے نزدیک باطل ہے۔

س(۵۶) اور ہر شیعہ کے پیچھے جائز ہے کہ تفریق ہے اور جائز ہے تو بلا کراہت ہے یا بکراہت تحریمی؟

ج: اوپر اس کا جواب آ گیا۔

س(۵۷) قابل عمل مسئلہ مفتی بہ ہوتا ہے کہ غیر مفتی بہا؟

ج: مفتی بہا دیکھو درمختار۔

اعلیٰحضرت پر سوالات اور ان کے جوابات پر جرح

س(۱) علوم دینی میں کون کون کتابیں ہیں؟

ج: ہزارہا کتابیں ہیں۔

س(۲) آپ نے علوم دینی میں کون کون کتابیں درس کی ہیں؟

ج: تمام درس نظامی۔

س(۳) قرآن مجید و حدیث شریف علوم دینی کی کتابوں میں ہیں یا نہیں؟

ج: نہیں۔

س(۴) حدیث شریف میں کون کون کتابیں ہیں؟

ج: بیشمار کتابیں ہیں۔

س(۵) آپ نے قرآن درس کیا ہے یا نہیں؟

ج: ہاں کیا ہے والحمدللہ۔

س(۶) آپ نے حدیث شریف کی کتابوں میں کون کون کتابیں درس کی ہیں؟

احادیث کی مستند اور معتبر کتابیں

ج: مسند امام اعظم و موطاء امام محمد و کتاب الآثار امام محمد و کتاب الخراج' امام ابو یوسف و کتاب الحج' امام محمد و شرح معانی الآثار امام طحاوی و موطائے امام مالک' مسند امام شافعی و مسند امام احمد و سنن دارمی و بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ خصائص نسائی منتقی ابن جارود و علل متناہیہ و مشکوٰۃ و جامع صغیر و جامع کبیر و ذیل جامع صغیر و منتقی ابن تیمیہ و بلوغ المرام و عمل الیوم واللیلہ' ابن سنی و کتاب الترغیب و خصائص کبری و کتاب الفرح بعد الشدہ و کتاب الاسما و صفات وغیرہ پچاس سے زیادہ کتب حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہتی ہیں۔

س(۷) آپ قرآن مجید و حدیث شریف سے پورے طور سے واقفیت رکھتے یا نہیں ان کو پوری طور سے سمجھتے ہیں یا نہیں۔

ج: لفظی ترجمہ' بالائی مطلب' غیر اجتہادی احکام ہر خادم علم اپنی استعداد کے موافق سمجھتا ہے احکام اجتہاد یہ سمجھنے پر مجتہد کے علاوہ کوئی قادر نہیں۔

س(۸) مسلمانوں کے یہاں قرآن مجید اول درجہ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے۔

س(۹) مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے علاوہ دینی کتابوں میں سب سے اوّل درجہ کی کتاب حدیث کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: تبرک کے اعتبار سے ایسا ہی ہے اور تحصیل علم کی نظر سے اول درجہ کی کتب عقائد ہیں پھر کتب فِقہ ولہٰذا علما نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کو فقہ کے بعد حدیث کی حاجت نہیں دیکھو "حدیقہ ندیہ" علامہ عبدالغنی نابلسی جلد اول۔

س(۱۰) مسلمانوں کے یہاں حدیث کی کتابوں میں درجہ کی ترتیب یعنی یہ کہ حدیث کی

کتابوں میں کون اول درجہ کی کتاب ہے اور کون دوم درجہ کی اور کون سوم درجہ کی علی هذا القیاس ہے کہ نہیں؟

ج: کوئی ترتیب صحابہ تابعین کے یہاں نہ تھی نہ اس وقت تک یہ کتابیں تصنیف ہوئی تھیں۔ تصنیف کے بعد بعض لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق ترتیبیں ٹھہرالیں جو محقق کو تسلیم نہیں۔ دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ۔

س(۱۱) مسلمانوں کے یہاں حدیث کی کتابوں میں سب سے اول درجہ کی کون پھر کون پھر کون ہے؟

ج: جواب اوپر بیان ہو چکا۔

س(۱۲) مسلمانوں کے یہاں اول درجہ کی کتاب صحیح بخاری پھر صحیح مسلم ہے یا نہیں؟

ج: بخاری اور مسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھائی سو برس کے بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت سے فرقے انہیں مانتے ہی نہیں اور وہ اس کے سبب اسلام سے باہر نہ ہوئے۔ ماننے والوں میں بہت لوگ کسی خاص کتاب کو اول درجہ کی کتاب نہیں کہتے بلکہ مدار صحت سند پر رکھتے ہیں بعض جو ترتیب رکھتے ہیں خود مختلف ہیں۔ مشرقی ممالک صحیح بخاری کو ترجیح دیتے ہیں اور مغربی ممالک صحیح مسلم کو اور حق یہ ہے کہ جو کچھ بخاری و مسلم اپنی تصنیف میں لکھ گئے ہیں سب کو بے تحقیق مان لینا ان کی نری تقلید ہے جس پر غیر مقلدین جمے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ تقلید کو شرک و حرام کہتے ہیں یہاں انہیں خدا و رسول یاد نہیں آتے خدا و رسول نے کہاں فرمایا ہے کہ جو کچھ بخاری و مسلم میں ہے سب صحیح ہے۔

س(۱۳) آپ نے اپنا مذہب جو بیان کیا ہے اس مذہب کی ابتدا کب سے ہے؟

ج: جب سے احکام اترے اور اسلام آیا۔

س(۱۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ مذہب تھا یا نہیں؟

ج: تھا۔

س(۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مذہب تھا یا نہیں؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مذہب حق کا مبدأ اور ماخذ ہیں ان کا مذہب پوچھنا علما

کے نزدیک کمال حماقت ہے دیکھو ''تحفہ اثنا عشریہ'' صفحہ ۸۵ نیز وہیں لکھا ہے کہ فقہا وصحابہ بھی مآخذ مذہب ہیں۔ غرض یہ کہ مذہب ان کے ہیں نہ کہ وہ مذہبوں کے ہیں نہریں' دریا کی ہیں نہ کہ دریا نہروں سے ہیں۔

س(۱۶) آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد؟

ج: مقلد۔

س(۱۷) آپ تقلید کیوں کرتے ہیں یعنی کسی مجبوری سے آپ کو تقلید کرنا پڑی؟

ج: جس مجبوری سے ایک لاکھ سے زائد مقلد ہوئے اور ہر زمانہ میں عام مسلمان مقلد ہوئے یعنی منصب اجتہاد نہ رکھنا دیکھو فتح القدیر و فتاوی خیریہ۔

س(۱۸) چاروں امام یعنی امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جو چاروں مذہب حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' کے پیشوا سمجھے جاتے ہیں کب پیدا ہوئے اور کب انتقال کیا۔

ج: امام شافعی و امام احمد زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور زمانہ تبع تابعین میں انتقال فرمایا۔ امام ابو حنیفہ و امام مالک زمانہ صحابہ میں پیدا ہوئے اور زمانہ تابعین میں انتقال فرمایا۔

س(۱۹) مجتہد کس کو کہتے ہیں؟

ج: جو آیات احکام و احادیث احکام و طرق حدیث و شذوذ و نکات و نقد رجال و اسباب جرح و تعدیل و علل غامضہ و وجوہ نظم و ضعف و جمیع مبادی ادبیہ و اصولیہ و ناسخ و منسوخ و مناہج ترجیح و تطبیق و مناشی حکم و مقاصد شرح و مصالح امن و عوائد امم و مظان و حکم اقاویل صحابہ و مواضع اجماع و مشارع خلاف و علل موثرہ و جوامع معتبرہ و منازع تعدیہ و موارد قصر وغیرہ جمیع مواد و درود صدر کی معرفت میں دریائے زخار ناپیدا کنار ہو کہ جملہ مالہ و ماعلیہ کے لحاظ سے منصوص و مسکوت کا حکم اپنی رائے سے قائم کر سکے۔

س(۲۰) چاروں امام مذکورہ بالا مجتہد تھے یا نہیں؟

ج: تھے۔

س(۲۱) مجتہد کو تقلید جائز ہے یا نہیں؟

ج: اس میں مجتہدین کا اختلاف ہے۔

س(۲۲) مجتہدین کو تقلید کیوں جائز نہیں؟

ج: اپنا حال مجتہد جانیں ہمیں اس سے کیا بحث۔

س(۲۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام مسلمانوں کا کیا مذہب تھا؟

ج: دین اسلام تھا عقائد سنت و اعمال میں گنتی کے صحابہ مجتہد تھے باقی سب مقلد تھے۔

س(۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام مسلمانوں کا مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، تھا یا نہیں مع سند بیان فرمایئے؟

ج: ان چاروں مذہبوں کے مآخذ وہی مذہب ہیں جو زمانہ رسالت وصحابہ میں تھے اگرچہ اصطلاحی نام بعد کو رکھے گئے عقائد میں ''اشعری ماتریدی'' تھے غیر مقلدین اپنے آپ کو ''اہلحدیث'' کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی مذہب صحابہ کے زمانہ میں تھا حالانکہ اس وقت کوئی مذہب اس نام سے نہ پکارا جاتا تھا۔

س(۲۵) کتاب شرح مسلم الثبوت کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: مسلم الثبوت کی کئی شرحیں ہیں اور ان میں کوئی ہماری تصنیف نہیں اور اگر یہ مراد کہ ان میں جو لکھا ہے سب تمہیں تسلیم ہے یا نہیں تو اس کا یہ حال ہے کہ ہم اپنے امام کے مقلد ہیں ان مصنفوں کے مقلد نہیں۔ ہم ہمیشہ جمہور سواد اعظم کے پیرو ہیں۔ جو بات جس مصنف خصوصاً حال کے لوگوں اور خصوصاً دیو بندی مولویوں کی جمہور کے خلاف ہوگی ہمیں تسلیم نہیں۔

س(۲۶) شرح مسلم الثبوت میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **لاواجب الاما اوجبه الله تعالیٰ والحکم له ولم یوجب علیٰ احد ان یذهب برجل من الائمة فایجابه تشریع شرع جدید** یعنی واجب وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے اور حکم اسی کو سزاوار ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی پر واجب نہیں فرمایا کہ اماموں سے کسی ایک امام کا مذہب پکڑنے کو تو اس کو واجب کہنا یہ ایک نئی شرع قائم کرنا ہے۔

ج: شرح مسلم الثبوت میں یہ قول ''قیل'' کر کے لکھا ہے یعنی بعض لوگوں نے یوں کہا اور در مختار و فتاویٰ خلاصہ و بحرالرائق و فتاویٰ خیریہ وعقود الدریہ و احیاء العلوم وغیرہ بکثرت کتب معتمدہ سے ثابت ہے کہ جمہور علما اس کے خلاف ہیں بلکہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' کی نویں کتاب کے تیسری باب میں تصریح فرمائی کہ تمام علمائے کاملین میں کوئی اس قول کی طرف نہیں گیا۔

س(۲۷) اور شرح مسلم الثبوت میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں لیس لا اتباع بمذھب واحد موجب شرعی یعنی کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ ایک مذہب کا پیرو ہونا واجب ہے؟

ج: یہ بھی بعض کے قول میں یوں لکھا ہے کہ مقلد جہاں قول امام کی تقلید کر چکا اس سے نہیں پھر سکتا ورنہ جس کی چاہے تقلید کرے۔ سائل نے ناقص عبارت نقل کی ہے پوری بات یہ تھی اور اس میں ہر طرح غیر مقلدوں کا رد تھا بعد تقلید نہیں پھر سکتا یہ تو صاف غیر مقلدوں کا رد ہے اور اس کے قبل جس کی چاہے تقلید کرے یہ اور زیادہ تر غیر مقلدوں کا رد ہے کیونکہ ہر مسئلہ میں اللہ و رسول تضاد کا حکم نہ فرمائیں گے کہ ایک ہی چیز کو جائز بھی فرمائیں اور ناجائز بھی یا واجب بھی فرمائیں اور حرام بھی مگر مجتہدین اس میں مختلف ہیں تو جن بعض نے اختیار دیا کہ جس کے قول پر چاہے عمل کرے ان کا صاف مطلب غیر مقلدوں کے طور پر یہ ہوا کہ جائز ہے چاہے خدا و رسول کے موافق ہو چاہے مخالف تو ان بعض نے غیر مقلدوں کے طور پر مجتہد کو اللہ و رسول کے سوا اصلی حاکم بنالیا کہ کسی مجتہد کا قول دیکھو اور عمل کرلو چاہے خدا و رسول کے مطابق ہو یا مخالف ہو تو یہ ''بعض'' جو غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین امام واحد سے بھی بڑھ کر مشرک ہیں ان کے قول سے سند لانا محض دھوکا ہے۔ تو یقینی مخالف خدا و رسول کے نہ ہوئی ممکن ہے کہ اس کے سب قول مطابق حکم خدا و رسول ہوں لیکن جب اختیار دیا گیا کہ ہر بات میں جس کے قول پر چاہو عمل کرلو اور ان میں مطابق حکم خدا و رسول ایک ہی ہوگا باقی ضرور مخالف ہیں تو یہ دیدہ و دانستہ قصداً خدا و رسول کی مخالفت کی اجازت ہے۔

س(۲۸) کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ اہلسنت و جماعت کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: جواب سابقہ سطروں میں آچکا ہے۔

س(۲۹) حجۃ اللہ البالغہ میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں اعلم ان الناس کانی قبل الماۃ الرابعہ غیر مجتمعین علی التقلید الخاص لمذھب واحد بعینہ یعنی لوگ چوتھی صدی کے قبل تک کسی ایک خاص مذہب کے تقلید پر متفق نہ تھے۔

ج: یہ عبارت ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے اکثر نسخوں میں نہیں صرف ایک میں ہے وہ کہ تتمہ بنا کر الحاق کی گئی ہے چھاپنے والے نے حاشیہ پر اسے ظاہر کر دیا ہے اور یہ عبارت خود انہیں مصنف کی کتاب مسمی بہ ''انصاف'' کے خلاف ہے کہ دو صدی کے بعد ایک امام معین کا مذہب لینا عام مسلمانوں میں شائع ہوا کم کوئی تھا جو ایسا نہ کرتا اور اس وقت بھی واجب تھا اور اتنا تو اس عبارت ''حجۃ اللہ البالغہ'' سے ظاہر ہے کہ تیسری صدی تک بھی تقلید شخصی خالص تھی گو اس پر اجماع نہ تھا پھر اس پر سب کا اجماع ہوگیا۔

س(۳۰) اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں عبارت ذیل بھی درج ہے یا نہیں ثم بعد ھذہ القرون کان الناس آخرون ذھبوا یمینا و یساراً وحدث فیھم امور پھر ان زمانوں کے بعد اور لوگ ہوئے جو داہنے اور بائیں چل نکلے اور ان میں کئی نئی باتیں پیدا ہوگئیں۔

ج: یہ بھی اسی تتمہ میں ہے جس سے اکثر نسخے خالی ہیں۔

س(۳۱) اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں منھا انھم اطمأ نوا بالتقلید و داب التقلید فی صدورھم دبیب النمل وھم لایشعرون یعنی ان میں جو کئی نئی باتیں پیدا ہوگئیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ تقلید پر لوگ مطمئن ہو بیٹھے اور جس طرح چیونٹی چلے اسی طرح تقلید ان کے دلوں پر چل نکلی اور وہ بے خبر تھے۔

ج: یہ بھی اسی نسخہ میں ہے یہ عبارت بھی سائل نے ناقص نقل کی ہے اس کے بعد جو

وجوہ مصنف نے ذکر کیے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاص تقلید شخصی میں وہ دینی ضرورتیں جانتے تھے اور یہ کہ اس کے بغیر نزاعوں کا تصفیہ اور مقدمات میں انصاف کے فیصلے اور ظلم کا انسداد نہیں ہوسکتا تھا اور خود اسی مصنف نے ''رسالہ انصاف'' میں تصریح کی ہے کہ ایک راز ہے خدا کا کہ ان سے علما کے دل میں ڈالا اور علما کو اس کا پیرو کر دیا اور اپنے دوسرے ''رسالہ عقد الجید'' میں ایک باب اسی لیے لکھا کہ پیروی مذہب اربعہ پر تاکید اور ان سے باہر ہونے پر سخت مخالفت اور لکھا ہے کہ ان چاروں مذہب سے روگردانی میں بڑا فساد ہے تو اِسی مصنف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مقلدین بڑے مفسد ہیں۔

س(۴۲) جن لوگوں کا مذہب ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث ہے یعنی جن لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ قرآن یا حدیث شریف سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ اسی کو مانتے ہیں اور اسی کو لائق پابندی جانتے ہیں اور کسی رسم و رواج کو یا کسی کے قول یا فعل کو جس کی سند قرآن یا حدیث شریف سے نہ ہو نہیں مانتے اور نہ لائق پابندی جانتے ہیں ان کے اس مذہب کی ابتدا کب سے ہے۔

ج: یہ مذہب کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر قرآن و حدیث سے مسئلہ لے کسی امام کے قول کی سند نہ مانے یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ یہ مذہب نہ زمانہ رسالت میں تھا نہ زمانہ صحابہؓ نہ زمانہ تابعین میں بلکہ نئے متکبر جاہلوں کے کان میں شیطان نے یہ پھونکا کہ تم کیا کسی سے کم ہو کہ جو صحابہ و ائمہ کی پیروی کرو۔ قرآن و حدیث سمجھنے کو علم درکار نہیں ہر جاہل اپنی من گھڑت پر چلے۔

س(۴۳) ایسے لوگ جن کا مذہب نمبر ۴۲ میں بیان کیا گیا مسلمان و اہلسنّت و جماعت ہیں یا نہیں؟

ج: ایسے لوگ ہرگز مسلمان نہیں وہ اہلسنّت و جماعت کب ہوسکتے ہیں۔

س(۴۴) اس سلسلے میں اسلام میں اصلی قانون کیا ہے؟

ج: فقط قرآن شریف۔

س(۴۵) اسلام میں اصلی قانون قرآن مجید و حدیث شریف ہے یا نہیں؟

ج: حدیث بھی اصلی قانون نہیں بلکہ کلام مجید کے تابع ہے۔ کلام مجید ہی نے حکم فرمایا کہ حدیث و اجماع و ائمہ کی اطاعت کرو اس لیے چار اصول ٹھہرے۔

س(۳۶) جب باخود ہا مسلمان میں کسی امر میں نزاع و اختلاف واقع ہو تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصلی قانون کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟

ج: قانون اصلی و قانون تابع دونوں کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے اور وہ بھی حقیقۃ قانون اصلی ہی کی طرف رجوع ہے کہ قانون تابع خود قانون اصلی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا **ولور دوہ الی الرسول والی اولی الامرمنھم لعلمہ الذین یستنبطونہٗ منھم** دیکھو اس آیت نے قانون تابع یعنی مجتہدین کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور قیاس ائمہ کو ثابت کیا دیکھو ''معالم التنزیل'' وغیرہ غیر مقلدین اس قانون تابع کے طرف رجوع کے منکر ہو کر خاص حکم قانون اصلی کے منکر ہو بیٹھے ہیں۔

س(۳۷) مسلمان کی کیا تعریف ہے یعنی مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

ج: جو تمام ضروریات دین کو مانتا ہو اور کوئی علامت تکذیب کی نہ رکھتا ہو دیکھو ''مواقف'' و ''شرح مواقف'' وغیرہ۔

س(۳۸) یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے اور صدق دل سے اس پر اعتقاد رکھے وہ مسلمان ہے؟

ج: ہاں جو صدق دل سے مانے وہ ضرور مسلمان ہے اور وہ یوں ہوگا کہ ضروریات دین سے کسی چیز کا انکار نہ کرے ورنہ نری زبانی کلمہ گوئی کافی نہیں۔

س(۳۹) مسئلہ نمبر ۳۸ حدیث کا ہے یا نہیں؟

ج: حدیث شریف میں سارا کلمہ اور فقط لا الٰہ الا اللہ دونوں آئے ہیں اور مراد وہی ہے جو ہم نے سابقہ جواب میں بیان کیا ہے۔

س(۴۰) حدیث ذیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث ہے یا نہیں ''مامن احد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الاحرمہ اللہ علی النار

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے اور صدق دل سے اس پر اعتقاد رکھے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کرے گا۔

ج: ہے اور صدق من قلبہ اسی لیے فرمایا کہ نری کلمہ گوئی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں۔

س(۴۱) جو شخص مسئلہ نمبر ۳۸ پر ثابت قدم رہے چاہے اس کے دیگر افعال کیسے ہی ہوں وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

ج: جواب اوپر کی سطروں میں ابھی گزرا ہے۔

س(۴۲) ابو داوٗد صحاح ستہ میں ہے یا نہیں؟

ج: ہے۔

س(۴۳) صحاح ستہ اہلسنّت و جماعت کی کتابوں سے ہے یا نہیں؟

ج: اہلسنّت کی کتب حدیث میں سے "صحاح ستہ" بھی ہے۔

س(۴۴) حدیث ذیل سنن ابو داوٗد میں ہے یا نہیں **ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لانکفرہ بذنب ولانخرجہ من الاسلام بعمل** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں جن میں ایک بات یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے تو اس کے بارے میں زبان کو روک لو نہ تو اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہو نہ کسی فعل کی وجہ سے اسلام سے خارج کرو۔

ج: یہ انہیں حدیثوں میں ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا یہاں فقط لا الٰہ الا اللہ ہے محمد رسول اللہ کا بھی ذکر نہیں اور مراد وہی تصدیق جمیع ضروریات دین ہے۔

س(۴۵) دین اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مکمل ہو چکا تھا یا نہیں؟

ج: بیشک اور یونہی ہوا کہ کچھ احکام قرآن و حدیث میں مذکور ہوئے باقی میں حق تعالیٰ نے راہ اجتہاد کھولی اور مجتہدین پیدا کیے گئے اور ان کا اتباع فرض کیا گیا اگر یہ نہ ہوتا تو لاکھوں احکام سے قرآن و حدیث خالی رہتے اور دین ناکمل رہتا۔

س(۴۶) آیہ کریمہ **الیوم اکملت لکم دینکم** سب کے پیچھے نازل ہوئی یا نہیں یعنی اس آیت کے بعد کوئی نیا حکم نازل ہوا یا نہیں؟

ج: یہ آیت سب کے بعد نازل نہیں ہوئی اس کے بعد اور احکام بھی نازل ہوئے ہیں جیسے آیت ربواء' آیت دین' آیت میراث اور شاید اور بھی کوئی ہو کہ اس وقت مجھے یاد نہیں دیکھو ''تفسیر اتقان'' وصحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

س(۴۷) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبری ختم ہوگئی یا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیین فرمایا ہے یا نہیں؟

ج: بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قطعی قرآن نبوت ختم ہوگئی اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا ولہٰذا ضروری ہوا کہ ان کے دین میں مجتہدین ہوں اور مسلمان ہوں اور مسلمانوں پر مجتہدین کی پیروی فرض ہے کہ وہ وقائع جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں اپنی رائے سے اس میں حکم شرع قائم کریں ورنہ یہ احکام مہمل رہ جاتے کہ قرآن و حدیث میں ذکر نہیں اور کوئی نبی تازہ ہوسکتا نہیں تو مجتہدین اگر نہ ہوتے یا ان کا حکم' حکم شرع نہ ٹھہرتا تو احکام کیونکر معلوم ہو سکتے۔

س(۴۸) اہلسنّت و جماعت کی کیا تعریف ہے؟

ج: جو سواد اعظم مسلمین کے پیرو ہیں جن کے اتباع کا متواتر حدیثوں میں حکم ہے اور حدیث نے مذہب حق کی پہچان یہی بتائی ہے **اتبعوا السواد الاعظم فمن شذشذفی النار** مسلمانوں کے بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اس سے جدا ہوا وہ جہنم میں گیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ مقلد ہیں غیر مقلدین بہت قلیل ہیں خود ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی اس عبارت میں کہ جس کے چند ناقص ٹکڑے سائل نے نقل کیے صاف لکھا ہے کہ ان چار مذہبوں کی تقلید درست ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اگر کوئی اس کا مخالف بھی ہو تو ان کے مقابل وہ کسی گنتی و شمار میں نہیں۔

س(۴۹) ''شرح عقائد نسفی'' کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہاں ہے اور اصل کلی مطابق نمبر ۲۵۔

س(۵۰) ''شرح عقائد نسفی'' میں اہلسنّت و جماعت کی تعریف ذیل دیکھی ہے یا نہیں۔

اثبات ماوردبه السنة ومعنى عليه الجماعة فسموا اهل السنة والجماعة یعنی اہلسنّت و جماعت کا نام اس وجہ کرکے ہوا کہ انہوں نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جماعت صحابہ کی پیروی اختیار کی۔

ج: پوری عبارت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ لفظ رہ گئے ہیں اور یہ وجہ تسمیہ ہے تعریف نہیں اور جماعت کے ترجمہ میں صحابہ کی قید سائل نے اپنی طرف سے لگا دی ہے پھر غیر مقلدین تو صحابہ کی بھی تقلید نہیں کرتے نہ اجماع کو مانتے ہیں تو یہ بھی اہلسنّت کے خلاف ہوئے۔

س(۵۱) ''توضیح وتلویح'' کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے بدستور سابقہ بیان کے۔

س(۵۲) ''توضیح وتلویح'' میں اہلسنّت و جماعت کی تعریف ذیل لکھی ہے یا نہیں **اهل السنة والجماعة وهم الذين طريقهم طريق الرسول** یعنی اہلسنّت و جماعت وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ رسول اللہ کا ہے۔

ج: یہ عبارت اس طرح توضیح تلویح میں نہیں ہے جہاں تک مجھے یاد ہے یہ کلام بحث اجماع میں لکھا ہے اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنھم بھی ہے جسے سائل نے ساقط کر دیا ہے تو اس عبارت کی رو سے بھی غیر مقلدین جو طریقہ صحابہ کو حجت نہیں مانتے اہلسنّت سے خارج ہوئے۔

س(۵۳) کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' جس کا بیان نمبر ۲۸ میں ہو چکا ہے اس کتاب میں اہلسنّت و جماعت کی تعریف ذیل لکھی ہے یا نہیں **لماظهر اعجاب كل رائے برائه و تشعبت به السبل اختار قوم ظاهر الكتاب والسنّة وعضوا بنواجذهم على عقائد السلف وهم اهل السنة** یعنی جب لوگوں کے طریقے مختلف ہو گئے اور ہر اہل رائے کا اپنی رائے پر خوش ہونا ظاہر ہوگیا تو ایک قوم نے صاف صاف قرآن و حدیث کو اختیار کیا اور سلف کے عقائد کو مضبوط پکڑا یہی لوگ اہلسنّت و جماعت

ہیں۔

ج: یہ عبارت اس وقت میرے خیال میں نہیں۔ معلوم نہیں سائل نے اس میں کچھ قطع و برید کی ہو پھر بھی اس سے غیر مقلدوں کا اہلسنّت سے خارج ہونا ثابت ہے کہ سلف کے عقائد سے تسلیم اجماع و قیاس و تقلید بھی تھی غیر مقلدین نے انہیں نہ پکڑا بلکہ یکلخت چھوڑ دیا۔

س(۵۴) ''غنیۃ الطالبین'' کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ کتاب پیران پیر یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے یا نہیں؟

ج: اس کتاب کی تصنیف حضور پرنور عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہونے میں اختلاف ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں کہ یہ ہرگز ثابت نہیں۔

س(۵۵) ''غنیۃ الطالبین'' میں اہلسنّت و جماعت کی تعریف ذیل لکھی ہے یا نہیں فعلی المومن اتباع السنة والجماعة فالسنة ماسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اہلسنّت و جماعت کی پیروی کرے سنت سے مراد طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت سے مراد طریقہ جس پر کل صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متفق ہوں۔

ج یہ عبارت بھی اس وقت مظہر کو یاد نہیں اور اس قدر سے بھی غیر مقلدوں کا اہلسنّت سے نہ ہونا ثابت ہے کہ اس میں تقلید جماعت لازم اجماع صحابہ حجت ماننا ہے۔ غیر مقلدین تو ان دونوں باتوں کے منکر ہیں کیونکہ وہ تو قرآن و حدیث کے سوا کسی کو سند مانتے ہی نہیں۔

س(۵۶) مذہب کے حق ہونے کی کوئی شناخت ہے یا نہیں؟

ج: ہے۔

س(۵۷) اگر مذہب کے حق ہونے کی شناخت ہے تو کیا ہے؟

ج: سواد اعظم مسلمین کی مطابقت جس کا بیان اوپر گذرا۔

س(۵۸) مذہب کے حق ہونے کی یہ شناخت ہے یا نہیں کہ ایک زمانہ میں ایک ملک کے باشندگان اور اس ملک کی سلطنت کا وہ مذہب ہو یا وہ مذہب رہا ہو؟

ج: جس ملک کے لوگ اہلسنّت ہوں اور قدیم سے ان میں ایک عقیدہ رہا ہو اور اب نئے لوگ اس کی مخالفت کریں اور خصوصاً جبکہ وہ مخالفت سلطنت اسلام جانے کے بعد ہو تو یہ ضرور دلیل ہے کہ یہ نئی مخالفت باطل ہے اور مذہب حق وہی تھا جو قدیم سے چلا آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں باطل مذہب والوں کی یہی پہچان بتائی ہے۔ کہ یا تونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا آباؤ کم وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جو تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے اور فرما دیا فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم ان سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ دیکھو صحیح مسلم یہ حدیث بھی حکم فرما رہی ہے کہ اہلسنّت غیر مقلدین سے دور رہیں ان کے مجمع میں خود نہ جائیں مسجدوں میں انہیں نہ آنے دیں کہ فتنہ اٹھے عوام خراب نہ ہوں۔

س(۵۹) مشکوٰۃ شریف کو آپ جانتے ہیں یا نہیں یہ اہلسنّت و جماعت کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے۔

س(۶۰) مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے مذہب حق کی شناخت کے بیان میں یہ ہے یا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماانا علیہ واصحابی یعنی حق مذہب وہ طریقہ ہے جو میرا اور میرے کل اصحاب کا طریقہ ہے۔

ج: ہے اور اس پہچان کی رو سے غیر مقلدین اہل حق سے نہیں کہ اجماع و قیاس وتقلید کا اثبات جو طریقہ صحابہ تھا یہ ان سے منکر ہیں۔

س(۶۱) طحطاوی کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے مطابق نمبر ۲۵۔

س(۶۲) طحطاوی میں یہ عبارت دربارہ شناخت حقیقت مذہب کے درج ہے یا نہیں فانقلت ماوقوفک علی انک علی صراط مستقیم وکل واحد من ھذہ الفرق یدعی انہ علیہ قلت لیس ذلک بالا دعاء بل بالنقل عن السلف وعلماء اھل الحدیث الذین جمعوا صحاح الاحادیث فی امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحوالہ وافعالہ وحرکاتہ وسکناتہ واحوال الصحابۃ

الاخيار والذين اتبعوهم باحسان مثل الامام البخاری و مسلم وغیرهما من الثقات المشهورین الذین اتفق اهل المشرق والمغرب علی صحة ماروا ه فی کتبهم من امور النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه ثم بعد النقل نظر الی الذی تمسک بهدیهم واقتفی اثرهم واهتدی فی سیرهم فی الاصول والفروع لیحکم بالله من الذین وهذا هوالفرق بین الحق والباطل یعنی یہ اگر سوال کرے کہ راہ راست پر تو یہی ہے یہ کیونکر جان سکتا ہے حالانکہ ہر ایک فرقہ اپنے کو راہ راست پر ہونے کا مدعی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی فرقے کے مجرد ایسے دعویٰ کرنے سے اس فرقہ کا راست پر ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ راہ راست پر ہونا ایسے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے وہ صحیح صحیح حدیثیں جن کو امام بخاری و مسلم و غیرہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے خلافت کے حالات میں اپنی کتابوں میں جمع کیں پیش کی جائیں پھر دیکھا جائے گا کہ ان احادیث کے مطابق اصول وفروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کون پیرو ہے اور کون نہیں جو پیرو ہے وہ حق پر ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہی باطل ہے۔

ج: یہ عبارت تو یقیناً یوں نہیں اس میں سائل نے بڑی قطع و برید کی ہے اس کے متصل بلا فاصلہ اس کے قبل کتاب میں یہ ہے کہ آج اہلسنّت ان چار مذاہب حنفی شافعی مالکی حنبلی میں مجتمع ہیں جو ان چار سے خارج ہے بدمذہب جہنمی ہے اور خود اتنے ٹکڑے میں بھی جو سائل نے ذکر کیا تقلید صحابہ کا ذکر موجود ہے نیز صحیح حدیثیں اور سیرت صحابہ اجماع و قیاس وتقلید کے مثبت ہیں اور غیر مقلدین ان کے منکریوں بھی اہلسنّت سے خارج ہوئے۔

س (۶۳) مسجد مسلمانوں کے واسطے ہے یا نہیں؟

ج: نہیں کہ بچے اور مجنوں اور مجذوم اور ابرص اور بدبو زخم والے اور کچا لہسن اور پیاز کھانے والے اور مفسد اور موذی یہ سب بھی مسلمانوں میں داخل ہیں اور شرع نے انہیں مسجد میں آنے کا حق نہیں دیا بلکہ مسجد سے دور کرنے کا حکم دیا۔

س(٦٤) مسجد میں عام مسلمان نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ج: اس کا جواب ابھی بیان ہو چکا؟

س (٦٥) مسجد واسطے عبادت عام کے ہے یا نہیں؟

ج: بشرح صدر۔

س(٦٦) ازروئے قرآن و حدیث ایسی کوئی مسجد ہے یا نہیں جس میں صرف ایک ہی فرقے کے مسلمان نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ج: اہلسنت کی سب مسجدیں ایسی ہی ہیں۔ ان کے غیروں، مفسدوں، موذیوں اور ایسے لوگوں کو جن کے آنے سے مسجد کے نمازیوں کو نفرت ہو یا فساد اٹھے آنے تک کی اجازت نہیں نماز پڑھنا تو بڑی بات ہے۔

س(٦٧) از روئے قرآن و حدیث ایسی کوئی مسجد ہے یا نہیں جس میں کسی کو نماز پڑھنے اور عبادت الٰہی بجالانے سے روک سکتے ہیں؟

ج: جواب بارہا گذر چکا ہے۔

س(٦٨) عبارت ذیل قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں "ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیها اسمه" یعنی اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے یعنی اس بات سے کہ اس میں خدا کا ذکر کیا جائے منع کرے۔

ج: سائل نے پوری آیت نقل نہ کی اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے آیت میں اس کے بعد فرمایا ہے وسعٰی فی خرابها اولئک ماکان لهم ان یدخلوها الاخائفین٥ اور آیت کا ترجمہ یوں ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں خدا کا نام لیے جانے سے روک دے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ مسجد میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ سائل نے یہ ترجمہ کیا کہ مسجدوں سے روکے حالانکہ آیت میں ارشاد ہوا ہے مسجدوں کو روکے کسی شخص کو روکنا اور بات ہے اور مسجدوں کو یاد خدا سے روک دینا اور بات ہے۔ اگر بعض اشخاص کسی وجہ شرعی کے سبب سے روکے گئے اور صدہا نمازی اس میں نماز پڑھ رہے ہیں تو یہاں ان سبھوں کا روکنا ہوا مسجد کا روکنا نہ ہوا جس کا اس آیت میں

ذکر ہے کہ مسجدوں میں تو یاد خدا ہو رہی ہے مسجدوں کا روکنا اس وقت ہوگا کہ کسی کو اس میں عبادت کرنے نہ دیں۔ مسجدوں کی ویرانی میں کوشش کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی مسجدوں کے ہوتے ہوئے دوسروں کی مسجدوں پر قبضہ کریں اور فتنہ اٹھائیں کہ اس کا انجام جس فریق کی قید تک پہنچے گا اس کی مسجد ویران ہوگا مگر ہر فریق اپنی اپنی مسجد میں پڑھا کرتا تو سب مسجدیں امن و امان سے آباد رہتیں۔

س(۶۹) ہدایہ کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے۔

س(۷۰) ہدایہ میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **لان المسجد مالایکون لاحد فیه حق المنع** یعنی مسجد ایک ایسی جگہ ہے جس میں کسی کو عبادت الٰہی سے روکنے کا حق نہیں؟

ج: یہاں بھی سائل نے پوری بات کو ذکر نہ کیا یہاں اس کا ذکر ہے کہ کوئی آدمی اپنے گھر کے وسط کو مسجد کرے اور چاروں طرف اپنی ملک رکھے جس کے سبب اسے عام ممانعت کا اختیار ہو کہ اصلاً کسی کو آنے نہ دے تو وہ مسجد نہ ہوگی۔

س(۷۱) فتح القدیر اور شامی کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور آپ کی یہ کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے بہ بدستور نمبر ۲۵۔

س(۷۲) فتح القدیر اور شامی میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **لانه یشبه المنع من الصلاة وهو حرام قال الله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسٰجد الله ان یذکر فیها اسمه** یعنی مسجد کے دروازے کو قفل لگانا اس لیے مکروہ ہے کہ قفل لگانا گویا مسجد میں نماز سے روکنا ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اپنی مسجدوں سے یعنی اس بات سے کہ ان میں خدا کا نام ذکر کیا جائے منع کرے۔

ج: یہ بھی منع کلی کا ذکر ہے کہ جب قفل پڑا کوئی نہ آسکے گا دراصل بات یہ ہے کہ نماز سے روکنے کی نیت اور بات ہے اور فتنہ اور فساد و ایذاء و نفرت دہانی سے روکنے کی نیت اور ہے وہ منع ہے اور اس کا حکم ہے۔

س(۷۳) مقلدین وغیر مقلدین میں باخود ہا شادی بیاہ ہوتا ہے یا نہیں؟

ج: جو کلمہ گو ہو کر ضروریات دین کا منکر ہو اس سے شادی بیاہ کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی جاہل کر بیٹھا تو اس کی سند نہیں کہ لوگ تو زنا تک کرتے ہیں۔

س(۷۴) غیر مقلد باپ کا ترکہ مقلد بیٹے کو ملتا ہے یا نہیں؟

ج: ہاں مل سکتا ہے خواہ بطریق ارث خواہ بروجہ فئے جبکہ فئے میں اس کا حق ہو گا جیسے فقیر عالم وغیرہ۔

س(۷۵) مسلمان اور کافر میں باخود ہا شادی بیاہ ہوتا ہے یا نہیں؟

ج: ہاں ہوتا ہے جب عورت صاحب کتاب ہو۔

س(۷۶) کافر کا ترکہ مسلمان کو ملتا ہے یا نہیں؟

ج: ملتا ہے جبکہ وہ کافر مرتد ہو کہ اس کا کسب اور ترکہ مسلمان وارثوں کو پہنچے گا اور کسب ردت فقراء مسلمین۔

س(۷۷) مسلمانوں کا ترکہ کافر کو ملتا ہے؟

ج: نہ۔

س(۷۸) چاروں اماموں کی تقلید کا مذہب کس سے جاری ہوا؟

ج: اصل مذہب صحابہ کے ہیں اور ان کی اصل حدیث اور اس کی اصل قرآن۔ اماموں کی تقلید یعنی انہیں کا اتباع ہے جو زمانہ رسالت سے جاری ہے اسی قسم کا اعتراض رافضیوں نے اہلسنّت پر کیا تھا اور ''تحفہ اثناعشریہ'' میں اہلسنّت کی طرف سے بھی یہی جواب دیا دیکھو کید ۸۵۔

س(۷۹) خود چاروں امام اور ان کے شاگردوں نے تقلید کے بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں؟

ج: غیر مجتہد کو ہمیشہ تقلید کا حکم دیا عبارت مذکور ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں جس کے ناقص ٹکڑے سائل نے نقل کیے ہیں اس کی تصریح ہے نیز ائمہ کا لاکھوں مسائل نکالنا اور مدون کرنا جن کی خود انہیں کبھی حاجت نہ پڑی اور دوسروں کے عمل کو نہ تھا تو کیا معاذ اللہ لغو حرکت تھی جس میں انہوں نے اپنی تمام عمر گرامی صرف فرمائی۔

س(۸۰) خود چاروں اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا ہے یا نہیں؟

ج: ہرگز نہیں۔ ہاں اپنے شاگردوں میں جو منصب اجتہاد تک پہنچے انہیں اجتہاد کا حکم دیا ہے۔

س(۸۱) ''تفسیر مظہری'' کو آپ جانتے ہیں یا نہیں؟

ج: یہ کتاب میرے پاس نہیں یہ پانی پت کے حال کے ایک عالم کی ہے۔

س(۸۲) تفسیر مظہری میں امام ابوحنیفہ کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں اترکوا قولی بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقول الصحابہ یعنی میرے قول کو بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقول صحابہ کے چھوڑ دو!

ج: یہ قول بے سند ہے اور اس کے مخاطب وہی طلبہ تھے جو منصب اجتہاد تک پہنچے جیسے امام ابو یوسف و امام محمد و زفر و عبداللہ بن مبارک وغیرھم۔

س(۸۳) اور ''تفسیر مظہری'' میں امام ابو حنیفہ کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی مرا مذہب ہے؟

ج: صحت سے مراد صحت فقہی ہے جس کے رو سے بربناء حدیث اسے فتویٰ دینے کا اختیار ہو ''حجۃ اللہ البالغہ'' کی اسی عبارت میں ہے کہ جو چار لاکھ حدیثیں بھی جمع کر چکا ہو وہ بھی حدیث سے فتویٰ دینے کے لائق نہیں اور پانچ لاکھ میں بھی لیاقت کی صرف امید ہے یقین نہیں۔ غیر مقلدین کس حدیث سے فتویٰ دینا چاہتے ہیں اگر ہندوستان بھر کے سارے غیر مقلد جمع ہو جائیں تو یاد رکھنا درکنار اپنے پاس کی تمام کتابیں اکٹھی کرنے پر بھی ایک لاکھ حدیث نہیں گنا سکتے۔ پانچ لاکھ تو بہت ہیں پھر فتویٰ کے لیے کتاب کے ورقوں میں لکھا ہونا کافی نہیں اپنے پیش نظر ہونا ضرور ہے اس کا حال امتحان سے کھل سکتا ہے کہ سب کتابیں درکنار فقط صحاح ستہ بلکہ ان میں سے ایک ہی کتاب کی سب حدیثیں بھی ایک وقت میں پیش نظر ہونا دشوار ہے اگلے علما کو بارہا دھوکے ہوئے کہ سب سے مشہور کتاب بخاری میں حدیث موجود تھی ان کی نظر نہ پہنچی تو آج کل کے ناقصوں کی کیا ٹھیک ہے۔

س(۸۴) ''حجۃ اللہ البالغہ'' جس کا بیان نمبر ۲۸ میں ہو چکا ہے اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں "لاینبغی لمن لایعرف دلیلی ان یفتی

بکلامی" یعنی جو شخص میری دلیل کو نہ جانے اس کو لائق نہیں کہ میرے قول کے مطابق فتویٰ دے؟

ج: یہ عبارت بھی اسی تتمہ کی ہے جو صرف ایک نسخہ میں تھا اور میں اپنی یقینی یاد سے کہتا ہوں کہ اس میں سائل نے بہت قطع برید کی ہے یہاں یہ بیان ہے کہ مجتہد مطلق خود استنباط کرے گا یعنی خود حکم نکالے گا اور مخرج کہ وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے مجتہد کے نکالے ہوئے مسائل میں ترجیح پر نظر کرے گا اس کے سوا تمام لوگ صرف تقلید کریں گے۔ ائمہ نے اسی کی وصیت کی ہے اس کے بعد امام ابوحنیفہ کا یہ قول اور اس کے سوا امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور شاید امام ابی یوسف وغیرہ ہمارے امام کے بعض شاگردوں کے اقوال بھی اسی معنی میں نقل کیے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اقوال مجتہد کے لیے ہیں نہ عام لوگوں کے لیے جنہیں خود لکھا کہ تمام ائمہ ان کی تقلید کی وصیت فرماتے رہے اور خصوصاً اس قول میں تو لفظ افتاء موجود ہے اس زمانہ میں مفتی کہتے ہی مجتہد کو تھے۔ دیکھو مسلم الثبوت و فتح القدیر و ردالمحتار۔

س(۸۵)"حجۃ اللہ البالغہ" میں امام مالک کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں مامن احد الاوماخوذ من کلامه و مردود علیه الارسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی ساری باتیں قابل قبول یا ساری باتیں قابل تردید ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہیں جن کی باتیں قابل قبول ہیں دوسرا کوئی ایسا نہیں۔

ج: یہ امام کا وہی قول ہے جس کا ذکر ابھی ہوا اور یہ ضرور صحیح ہے اس لیے مفتیٰ بہ قول پر عمل ہوتا ہے۔

س(۸۶) حجۃ اللہ البالغہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں اذا صح الحدیث فهو مذهبی واذا رائیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا کلامی الحائط ولا تقلدنی فی کل مااقول وانظر فی ذلک لنفسک فانه دینی ولاحجة فی قول احددون رسول الله صلی الله علیه وسلم وان کثروا ولا فی قیاس ولا فی شئی ومالمه الا طاعة الله و

رسول بالتسلیم یعنی جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف دیکھو تو حدیث پر عمل کرو۔ اور میرے کلام کو دیوار پر مار دو اور ہر بات میں میری تقلید نہ کرو تم خود بھی اپنے لیے اس میں غور کرو اس لیے کہ یہ دین ہے اور بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا قول حجت نہیں اگرچہ اس قول کے قائل بہت ہوں اور نہ کسی کا قیاس حجت ہے اور نہ کوئی اور چیز حجت ہے یہاں تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہی بس ہے۔

ج: یہ امام شافعی کا وہی قول ہے جس کا ذکر اگلے نمبر میں گزرا اور اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو اس میں سائل نے ایک کارروائی اور کی ہے مجھے یاد ہے کہ یہاں لاتقلدنی سے پہلے یا ابراھیم کا لفظ تھا جسے سائل نے اڑا دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب اپنے شاگرد مجتہد امام مزنی سے ہے نہ کہ زید و عمرو سے اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حجت ہے اسی لیے اجماع و قیاس حجت ہوئے کہ انہیں کے ارشاد سے ثابت ہیں اور اسی لیے قول صحابہ و قول ائمہ حجت ہوا کہ انہیں نے ان کے اتباع کا حکم پہنچایا اور فرمایا اور یہ قیاس جس کی اس قول امام شافعی میں نفی ہے قیاس غیر شرعی ہے جو غیر مجتہد کا قیاس ہے اور خود امام شافعی قیاس فرماتے تھے جس کی اسی عبارت ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں تصریح ہے علاوہ بریں جب یہاں کلام مجتہد میں ہے تو ضرور مجتہد کا قیاس دوسرے مجتہد پر حجت نہیں۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی اطاعت نہیں۔ انہیں کے حکم سے صحابہ و ائمہ و حکام کی اطاعت واجب ہوئی۔ غیر مقلدین ایسے اقوال سے یہ چاہتے ہیں کہ نہ اماموں کے مطیع رہیں نہ حاکموں کے مطیع مگر یہ خود اطاعت خدا و رسول کے خلاف ہے۔

س(۸۷) اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں لیس لاحد مع اللہ ورسولہ کلام لاتقلدنی ولاتقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولاالنخعی ولاغیرھم وخذالاحکام من حیث اخذوا من الکتاب

والسنۃ یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی کا کوئی قول معتبر نہیں اور نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی اور احکام کو وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔

ج: یہ امام احمد کا وہی قول ہے جس کا ذکر دو تین نمبر پیشتر کر چکا ہوں اور تو بھی وہاں سے احکام لے جہاں سے مجتہدین نے لیے ہیں صاف صاف دلیل ہے کہ خطاب مجتہد سے ہے۔

س(۸۸) ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام زفر و غیرھما کا قول ذیل مذکور ہے یا نہیں **لایحل لاحد ان یفتیٰ بقولنا مالم یعلم من این قلنا** یعنی کسی کو حلال نہیں ہے کہ ہمارے قول کے مطابق فتویٰ دے جب تک نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے یعنی کس دلیل سے کیا ہے؟

ج: اس کا بیان اسی نمبر میں گزرا۔

س(۸۹) چاروں اماموں سے پہلے بھی کوئی تقلیدی مذہب جاری تھا یا نہیں اگر جاری تھا تو کس امام کی تقلید کا مذہب جاری تھا اور اس کے مقلد کس نام سے پکارے جاتے تھے اور اب اس امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں اگر نہیں جائز ہے تو کس نے منع کیا اور کب منع کیا اور کیوں منع کیا؟

ج: چاروں اماموں سے پہلے اور بعد ہمیشہ تقلید ہوا کرتی تھی اور ہوتی ہے چاروں مذہب کا اتباع بعینہ اتباع صحابہ ہے کہ یہ مذہب انہیں سے ماخوذ ہیں اور ان کی اتباع سے نہ ممانعت تھی اور نہ ہے اسی عبارت حجۃ اللہ البالغہ میں تصریح ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ کی اصل حضرت عبداللہ ابن مسعود کے فتویٰ اور حضرت مولیٰ علی اور ان کے اصحاب کے فیصلے ہیں اور یہ کہ وہ اس راہ سے جدا نہ ہوئے چاروں اماموں میں سے پہلے اہل حق کسی خاص نام سے نہ پکارے جاتے تھے نہ وہ محمدی نہ اہلحدیث کہلاتے بلکہ اہلسنّت و جماعت کے نام سے مشہور نہ تھے یہ نام بھی کئی صدی کے بعد غالبًا امام ابوالحسن اشعری کے زمانہ سے شائع ہوا دیکھو شرح عقائد نسفی وغیرہ تو حنفی شافعی ناموں کا حدوث ایسا ہی ہے جیسے اشعری ماتریدی حالانکہ

عقیدے یقیناً وہی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ سے ماخوذ ہیں۔

س(۹۰) تقلید کے بارے میں اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا ہے یا نہیں؟

ج: ہاں بہت آیتوں اور حدیثوں میں حکم دیا ہے آیت اول یآیہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اے ایمان والوحکم مانو اللہ کا اور فرمانے پر چلو رسول اور اپنے علماء کے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت میں ''اولی الامر'' سے مراد علماء ہیں دیکھو زرقانی شرح مواہب۔ آیت دوم ولوردذوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم الذین یستنبطونہ منھم جو معاملہ پیش آتا اگر اسے رسول اور اپنے عالموں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور وہ اپنی فکر سے باریک حکم لگاتے ہیں اس میں خدا کا حکم جان لیتے اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ استنباط پر مجتہدین ہی قادر ہیں اور مسلمانوں کو ان کی طرف رجوع کا حکم ہے اور نیز یہ کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں کہ اس آیت کے بڑے مصداق ابوبکر وعمر ہیں اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاکم نہ تھے آیت سوم وماکان المومنون لینفروا کافۃ فلو لانفرمن کل فرقۃ طآئفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون مسلمان سب کے سب تو علم حاصل کرنے کے لیے سفر سے رہے تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقیہ بنتے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سناتے اور اس امید پر کہ وہ خلاف حکم کرنے سے بچیں۔ آیت چہارم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون علما سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو ہمیشہ علما اس آیت سے استدلال کرتے رہے ہیں دیکھو مسلم الثبوت وغیرہ اور حدیثیں تو اتنی کثیر ہیں جنہیں میں اس وقت یاد پر لکھا بھی نہیں سکتا۔

س(۹۱) اگر فرمایا ہے تو عبارت ذیل قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیبقول احسنہ اولٓئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوالالباب یعنی پس تو میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دے جو ہر طرح کی باتیں سنتے ہیں تو ان میں احسن کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے

راستہ دکھایا ہے اور یہی عقلمند ہیں؟

ج: ہے اور اس میں مجتہد کو بشارت اور یہ کہ احکام خود پہچاننے کی ہدایت انہیں کو ملی ہے اور یہ کہ کامل عقل وہی رکھتے ہیں تو اس سے بھی تقلید کا ثبوت ہے۔

س(۹۲) عبارت ذیل قرآن مجید کی عبارت ہے یا نہیں **ولاتقف مالیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسؤلا** یعنی جس بات کا تم کو علم نہ ہو اس کی پیروی مت کرو اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ کان اور آنکھ اور دل سب کی باز پرس ہوگی۔

ج: ہے مگر نقل میں دو جگہ غلطی ہوئی ہے اور اسی لیے غیر مجتہد پر تقلید فرض ہوئی کہ اسے بے اتباع مجتہد حکم الٰہی معلوم نہ ہوگا اور بے معلوم کیے عمل کی ممانعت فرمائی دیکھو مسلم الثبوت وفصول البدائع وفواتح الرحموت وغیرہ۔

س(۹۳) عبارت ذیل قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں **والله اخرجکم من بطون امهاتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدة لعلکم تشکرون** یعنی اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا تم کچھ جانتے نہ تھے اور تم کو کان دیئے اور آنکھیں دیں اور دل تاکہ تم شکرگزاری کرتے رہو۔

ج: ہے اور اسے تقلید سے کچھ علاقہ نہیں۔

س(۹۴) آیہ کریمہ **فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون** یعنی اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ میں الفاظ ذیل سوال اہل ذکر سے کیا مراد ہے بلحاظ سیاق و سباق جواب دیجیے؟

ج: سوال دریافت کرنا اہل اصحاب ذکر قرآن و وحی اہل الذکر علماء کہ نہ جاننے کا علاج جاننے والوں ہی سے پوچھ کر ہوسکتا ہے خصوصی سبب کا اعتبار نہیں عموم لفظ کا ہے۔

س(۹۵) اس آیت میں نہ جاننے سے کس چیز کا نہ جاننا مراد ہے؟

ج: ہر شے کہ دین میں جس کی حاجت ہو دیکھو مسلم الثبوت

س(۹۶) امامت کے بارے میں کیا ترتیب وارد ہوئی ہے یعنی حدیث شریف کی رو سے اول نمبر کا مستحق امام کون ہے اور دوم نمبر کا کون اور سوم نمبر کا کون؟

ج: مختلف ترتیبیں آئی ہیں دیکھو فتح القدیر ونصب الرایہ وغیرہا۔

س(۹۷) حدیث ذیل صحیح مسلم میں ہے یانہیں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرئھم الکتاب اللہ فان کانوا فی القرأۃ سواء فاعلمھم بالسنۃ فان کانوا فی السنۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاقدمھم سنا یعنی امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ قرآن دان ہو اور اگر قرآن دانی میں سب برابر ہوں تو امامت کرے وہ شخص جو سب سے زیادہ حدیث دان ہو اور اگر حدیث دانی میں سب برابر ہوں تو امامت وہ شخص کرے جو ہجرت میں سب سے پہلے ہو اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو امامت وہ شخص کرے جو عمر میں سب سے زیادہ ہو۔

ج: یہ حدیث بھی مختلف الفاظ سے آئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اخیر سے منسوخ ہوچکی ہے۔ دیکھو فتح القدیر وصحیحین بخاری ومسلم۔

س(۹۸) اس بارے میں کوئی آیت یا حدیث ہے یانہیں کہ حق امامت بانی مسجد یا اولاد بانی مسجد کو ہے ان کے ہوتے ہوئے اور کسی کو حق نہیں اگر ہو تو فرمایئے؟

ج: یہ حکم فقہ کا ہے اور کسی آیت اور حدیث میں کہیں اس کا رد نہیں۔

س(۹۹) اس بارے میں کوئی آیت یا حدیث ہے یانہیں کہ ایسا مسئلہ جو مذاہب اربعہ سے خارج ہو اگرچہ آیت و حدیث کے مطابق ہو وہ مسئلہ باطل ہے اور اس پر عمل کرنے والا ناری ہے اگر ہو تو بیان فرمایئے۔

ج: اوپر حدیث بیان کرچکا ہوں کہ سواداعظم سے جدا ہونے والا ناری ہے اور یہ بھی ثبوت گزر چکا ہے۔ کہ ہزار برس سے مسلمانوں کا سواداعظم انہیں چار مذاہب میں محصور ہے نیز یہ خود سائل کی پیش کردہ عبارت سے بتا دیا کہ ان چار مذہبوں سے روگردانی میں بڑا فساد ہے اور فساد چھوٹا بھی باطل بڑا فساد تو بدرجہ اولیٰ باطل اور جو زمین میں فساد پھیلائیں وہ بحکم قرآن و حدیث ناری ہیں۔

س(۱۰۰) اس بارے میں ائمہ اربعہ کا یا ائمہ میں سے کسی کا قول ہے یانہیں کہ ایسا مسئلہ جو مذاہب اربعہ سے خارج ہو اگرچہ آیت و حدیث کے مطابق ہو وہ مسئلہ باطل ہے

اور اس پر عمل کرنے والا بدعتی و ناری ہے اگر ہو تو بیان کیجئے؟

ج: اس کا حدیث سے ثبوت ہو چکا اور ائمہ اربعہ میں امام مالک سے صراحۃً منقول ہے کہ اپنے علماء کے عمل کو حدیث پر ترجیح دی جائے دیکھو مدخل امام ابن الحاج مکی مالکی۔

س(۱۰۱) شرح مسلم الثبوت جس کا بیان نمبر ۲۵ میں ہو چکا اس میں عبارت ذیل ہے یا نہیں

الحق انما منع من منع من تقليد غيرهم لانه لم يبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لووجد رواية صحيحة من مجتهداخريجوز العمل بها الا ترى ان المتاخرين افتوابتحليف الشهود اقامة له موقع التزكية على مذهب ابن ابى ليلىٰ یعنی حق بات یہ ہے کہ جس شخص نے غیرائمہ اربعہ کی تقلید سے منع کیا صرف اس وجہ سے منع کیا کہ اور مجتہدین کے مذہب کی روایت محفوظ نہ رہی حتیٰ کہ اگر کسی دوسرے مجتہد کے مذہب کی کوئی صحیح روایت مل جائے تو اس پر بھی عمل جائز ہے چنانچہ متاخرین حنفیہ نے بجائے تزکیہ گواہان کے تحلیف گواہان کا فتویٰ دیا ہے ابن ابی لیلیٰ کے مذہب پر جو مذاہب اربعہ سے خارج ہے۔

ج: عملی طور پر اس میں بھی تسلیم ہے کہ بنظر واقع مذاہب اربعہ کی مخالفت ممنوع ہے کہ اب کوئی روایت غیر مذاہب اربعہ کی محفوظ نہ رہی فرضی صورت غیر واقعہ میں فرضی اجازت عمل کے بکار آمد نہیں۔ تحلیف گواہان کا مسئلہ اسی صورت میں ہے کہ جب قاضی مجتہد ہو دیکھو ردالمحتار کتاب القضاء ورنہ اگر بادشاہ اسلام بھی تحلیف کا حکم دے تو علماء پر واجب ہے کہ اسے نصیحت کریں کہ وہ ایسا حکم نہ کریں جسے ہم نہ مانیں تو تیرا غضب ہو اور اگر مانیں تو خدا کا غضب ہو دیکھو درمختار وغیرہ۔

س(۱۰۲) ائمہ حدیث جیسے امام بخاری و امام ترمذی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ائمہ اربعہ کے علاوہ اور بہترین مجتہدین جیسے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحٰق ابن راہویہ اور امام عبداللہ ابن مبارک کی صحیح صحیح روایتیں بھی مع سند بیان کی ہیں یا نہیں؟

ج: یہ غلط ہے۔ ہرگز صحیح بخاری کا یہ طریقہ نہیں کہ ان صاحبوں کے اقوال باسانید صحیحہ

لائے اور جامع ترمذی میں بھی غالبًا ان کے اقوال بے سند مذکور ہیں اور عبداللہ بن مبارک حنفی المذہب ہیں دیکھو درمختار۔

س(۱۰۳) مکہ معظّمہ میں چار مصلے کس لیے قائم کیے اور کب قائم کیے اور کیوں قائم کیے مع سند بیان فرمائیے؟

ج: جس قوم یعنی مسلمین نے جس غرض یعنی نفع مسلمین کے لیے مدرسے قائم کیے اور انہیں دینی کام سمجھا اور غیر مقلدین بھی برابر ان کی تقلید کر رہے ہیں حالانکہ وہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے۔ اسی قوم نے اسی غرض کے لیے یہ مصلے قائم کیے جسے صدہا برس گزرے دیکھو ''حدیقہ ندیہ'' شرح طریقہ محمدیہ علامہ عبدالغنی نابلسی مجھے شروع تاریخ نہ مدرسوں کی یاد ہے نہ ان مصلوں کی۔

س(۱۰۴) جب مکہ معظّمہ میں چاروں مصلے قائم کیے جانے لگے تو اس وقت علماء نے ان کے قائم کرنے سے منع فرمایا تھا یا نہیں مع سند بیان فرمائیے؟

ج: کسی سند صحیح سے ثابت نہیں ہے کہ مصلی جس وقت قائم ہونا شروع ہوا تو اس وقت کے علماء نے انہیں منع فرمایا ہاں بعض کا خیال خلاف پڑ گیا ہو جس پر عمل نہ کیا گیا۔

س(۱۰۵) مکہ معظّمہ میں چاروں مصلے اماموں نے قائم کیے تھے یا نہیں مع سند بیان فرمائیے؟

ج: چاروں مذاہب' چار اماموں نے صحابہ سے اخذ فرما کر شائع کیے کہ جو ان مصلوں کی اصل ہیں اور ان مصلوں کو نہ منع فرمایا نہ کوئی خاص حکم دیا یہی حال مدارس کا ہے۔

س(۱۰۶) مکہ معظّمہ میں چاروں مصلے قائم کرنے کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث ہے یا نہیں اگر ہے تو بیان فرمائیے؟

ج: قرآن و حدیث میں جماعت کا حکم ہے مسجد الحرام میں مصلی قائم کرنے کا حکم ہے خاص گنتی کا نہ ذکر ہے نہ ممانعت۔

س(۱۰۷) شامی میں جس کا بیان نمبر ا۷ میں ہو چکا ہے عبارت ذیل ہے یا نہیں وان مایفعله اهل الحرمین من الصلاة بائمة متعددة و جماعات مترتبة مکروه اتفاقا یعنی اہل حرمین جو متعدد اماموں اور متعدد جماعتوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے نماز پڑھتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

ج: سائل نے قطع برید کی عادت کرلی ہے شامی تو روزانہ میرے مطالعہ میں رہتی ہے شامی نے اسے نقل کر کے صریح رد کر دیا کہ تمام علما کے اجماع کے خلاف یہ بیان ہے۔

س(۱۰۸) اور شامی میں عبارت ذیل ہے یا نہیں نقل عن بعض مشائخنا انکاره صریحا حین حضر الموسم منهم الشریف الغزنوی و ذکرانه افتی بعض المالکیه بعدم جواز ذلک ایضاً عن جماعة الحنفیة والشافعیة والمالکیه الذین حضرو الموسم یعنی نقل کیا ہمارے بعض مشائخ نے جن میں سے شریف غزنوی بھی ہیں اور یہی ایک جماعت علمائے حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ ہے تو اس مذکورہ بالا فعل کے ناجائز ہونے کا چاروں اماموں کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے؟

ج: یہ اسی عبارت کا تتمہ ہے جس کے بعد شامی نے علما کے اجماع سے اس کا رد کیا ہے اور خود اسی شامی وطحطاوی وغیرہ نے ان جماعتوں کی نسبت لکھا کہ عام مسلمانوں نے انہیں بہتر سمجھا اور جمہور اہل ایمان نے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و بیت المقدس و مصر و شام میں ان پر عمل کیا اور یہ کہ شاذ نادر خلاف کیا وہ اعتبار کے قابل نہیں۔

س(۱۰۹) تفسیر عزیزی کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ اہلسنّت کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: دہلی کے ایک عالم زمانہ حال کے تھے یہ تفسیر ان کی تصنیف ہے جسے وہ آدھی چہارم بھی نہ لکھنے پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ نظر ثانی تو دوسرا درجہ ہے اور اصل کلی مطابق نمبر ۲۵۔

س(۱۱۰) تفسیر عزیزی میں عبارت ذیل ہے یا نہیں ''وخدائے تعالیٰ بے خبر نیست از انچہ در زمان آئندہ عمل خواہند کرد و از راہ بدعت یک یک جہت را از جہت کعبہ تقسیم خواہند کرد۔

ج: جہاں تک مجھے یاد ہے تفسیر عزیزی میں یہ عبارت اس طرح نہیں بلکہ ایک احتمالی بات کرکے لکھی ہے اور اس کی سند بھی کسی سے نہ دی اور خود صاحب عزیزی نے تقریر ذبیحہ میں تصریح کی ہے کہ جو کسی بات کو یوں کہے کہ ظاہر یہ ہے وہ بھی اس میں شک رکھتا ہے اور خود اس کا قائل نہیں ہے دیکھو زبدۃ النصائح جونرا احتمال بتائے

وہ کیونکر اس بات کا قائل ٹھہر سکتا ہے پھر تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک حصہ میں دوسرے کا کچھ حق نہ رہے دیکھو ہدایہ باب صفۃ الصلاۃ اور جہت کعبہ کا یوں حصہ بانٹنا بیشک ناجائز ہے۔ عزیزی میں اس کے بعد یہ ہے کہ اپنے اپنے جہت کو افضل بتاؤ گے اور بیشک شرعاً یہ بھی پسند نہیں تو اعتراض ان جاہلوں پر ہے جو تقسیم و تفصیل کے قائل ہوں نہ کہ اصل مصلوں پر۔

س(۱۱۱) سب سے پہلے یہ رائے کس نے قائم کی کہ چار اماموں کے علاوہ اور کسی کی تقلید جائز نہیں؟

ج: اشباہ و تحریر الاصول وغیرہ کتب معتمدہ میں اس پر اجماع نقل کیا اور اجماع میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ پہلے یہ رائے کس نے نکالی کیوں نکالی نہ اس کی ہمیں تحقیق نہ اس کی ہمیں حاجت۔

س(۱۱۲) جس شخص نے یہ رائے قائم کی کس بنیاد پر قائم کی؟

ج: جواب ابھی گزارش ہوا۔

س(۱۱۳) اس شخص نے جس بنیاد پر یہ رائے قائم کی وہ بنیاد صحیح ہے یا نہیں؟

ج: جواب ابھی گزرا۔

س(۱۱۴) یہ رائے چاروں اماموں کے زمانہ میں قائم ہوئی یا بعد میں قائم ہوئی تو کس قدر بعد میں؟

ج: اس کی تاریخ میں نے معلوم نہ کی اجماع میں دریافت تاریخ کی حاجت نہیں ہوتی۔

س(۱۱۵) جس شخص نے یہ رائے قائم کی اس شخص کی تقلید جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کی تقلید کرنے والے کس نام سے پکارے جاتے ہیں اور خود وہ شخص کیا تھا کس کا مقلد تھا یا مجتہد؟

ج: اجماع کی تقلید جائز بلکہ واجب ہے اس کے پیرو اہلسنت کہلاتے ہیں اجماع کسی خاص شخص کا نام نہیں کہ اسے بتایا جائے کہ کس کا مقلد تھا یا مجتہد۔

س(۱۱۶) ایسی کوئی آیت یا حدیث صحیح کسی معتبر کتاب حدیث کے حوالہ سے بیان کیجئے جس میں یہ مسئلہ ہو کہ غیر مقلدین کے پیچھے حنفیوں کی نماز جائز نہیں ہے؟

ج: اس کی بحث حدیث وغیرہ سے میں اوپر لکھوا چکا ہوں۔

س(۱۱۷) آپ مسئلہ ذیل جانتے ہیں یا نہیں مگر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة یعنی فاسق مبتدع کے پیچھے بھی نماز پڑھنے سے ثواب جماعت ملتا ہے۔

ج: ہاں بعض کتابوں میں ایسا لکھا ہے مگر کراہت سب مانتے ہیں یہاں تک کہ انہیں علما نے صاف یہ بتا دیا ہے کہ جہاں فاسق امام ہو اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جماعت ادا کرے یعنی جبکہ اسے روکنے پر قدرت نہ ہو حتیٰ کہ جمعہ میں بھی کہ صحیح مذہب میں جمعہ بھی ایک شہر میں کئی جگہ ہوسکتا ہے یہ تو اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جاسکتا ہے دیکھو فتح القدیر، ردالمحتار۔ تو غیر مقلدین ان اقوال سے مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ اہلسنّت کی مسجدیں چھین لیں ان میں خود امامت کریں اور اہلسنّت بحکم علماء اپنے ان مساجد کو چھوڑیں اور دوسری مسجد میں نماز کے لیے جگہ ڈھونڈتے پھریں یہ مساجد کو اچھا عام عبادت کے لیے مانا کہ اصل جن کی بنائی ہوئی ہیں انہیں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم ہوا۔ اس قول میں بھی کہ اصل جماعت کا ثواب ملے گا وہ فاسق مبتدع مراد ہے جس کی بدعت لزوم کفر تک نہ ہو ورنہ نماز محض باطل ہوگی جیسے غیر مقلدین کے پیچھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

س (۱۱۸) کتاب درمختار کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں اور آپ اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

ج: ہے اور عمل مفتیٰ بہ پر ہوتا ہے۔

س(۱۱۹) جو مسئلہ نمبر ۱۱۷ میں بیان کیا گیا ہے وہ اس کتاب میں ہے یا نہیں؟

ج: اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو میں نے ذکر کیا ہے۔

س(۱۲۰) مکروہ یا حرام فعل کے ترک کرنے سے بھی تھوڑا بہت ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

ج: فعل اگر اپنے حد ذات میں ایک ہو اور حرمت اور کراہت کسی عارضی بیرونی بات کے باعث ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر نماز یا قرآن شریف کی تلاوت بدعتی یا فاسق کی اقتدا بھی اسی قبیل سے ہے کہ اصل فعل نماز بھی نیک اور نفس فعل جماعت بھی نیک مگر یہ عارضی بات کہ امام بدعتی یا فاسق ہے۔ مکروہ و ممنوع تو اس عارض کو

ضرور منع کیا جائے گا کہ اس کا عقاب و عذاب کیا تھوڑا ہے اگر چہ نفس فعل کا ثواب الگ ہو پھر بھی یہ اس حالت میں ہے کہ فاسق و بدعت لزوم کفر تک نہ پہنچے ہوں ورنہ نفس فعل بھی باطل ہو جائے گا اور اب خالص عذاب رہ جائے گا۔ جیسے ہمارے مذہب میں غیر مقلدوں کے پیچھے نماز پڑھنا۔

س(۱۲۱) حدیث ذیل صلوا خلف کل بر وفاجر یعنی ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو امر ہے یا نہیں؟

ج: صیغہ ضرور امر کا ہے اور معنی وجوب یہاں کسی کے نزدیک نہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا خواہ مخواہ لازم کوئی نہیں کہتا۔ حدیث میں لفظ کل کا ہے جس کے معنی یہ ٹھہرے کہ تمام نیک و بد کے پیچھے نماز ادا کرنا ہر شخص پر واجب ہے یہ واجب نہ کسی سے ادا ہوا نہ ہو سکے گا آدمی کی عمر اس کے لیے کفایت نہ کرے گی کہ دنیا میں جتنے نیک و بد ہیں کم از کم ایک ایک بار سب کے پیچھے نماز پڑھے البتہ اگر کلام سلطان و نائبان سلطان میں خاص کیا جائے جیسا میں اوپر بیان کر چکا ہوں تو دفع ضرر کے لیے وجوب ہو سکتا ہے یعنی تم پر نیک و بد کیسے ہی حکام آئیں سب کے پیچھے نماز پڑھو اور ان کے فسق کے سبب پرہیز کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ علماء اس حدیث سے یہ مطلب ثابت کرتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یعنی فرض اتر جاتا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ ہماری کتب فقہ میں یہ استدلال امام مالک کے مقابل ہے کہ ان کے مذہب میں فاسق کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے دیکھو غنیۃ شرح منیۃ المصلی و مرقات شرح مشکوٰۃ اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور کتب عقائد میں یہ استدلال روافض و خوارج کے مقابل ہے کہ رافضیوں کے نزدیک امام کا معصوم ہونا شرط ہے اور خوارج کے یہاں ہر فاسق کافر ہے اور یہ استدلال ضرور صحیح ہے غیر مقلدین ان مقاصد علماء کو پس پشت ڈال کر یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین اگر چہ فاسق و بدعتی ہیں مگر تم پر لازم ہے کہ خواہی نخواہی ان کے پیچھے نماز پڑھو یہ مطلب ہرگز نہ حدیث کا ہے نہ علماء کا بلکہ ان کی تصریحات کے خلاف

ہے۔

س(۱۲۲) امر کے حقیقی معنی وجوب ہے یا نہیں یعنی جب افسر و حاکم اپنے ماتحتوں کو کسی بات کا حکم دے تو اس حکم دینے سے اسی بات کا واجب و ضروری ہونا سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟

ج: ہاں ہمارے نزدیک حقیقت وجوب ہے اور محل اور موقع سے مختلف معنی سمجھے جاتے ہیں۔

س(۱۲۳) نورالانوار کو آپ جانتے ہیں یا نہیں یہ کتاب آپ کی ہے یا نہیں؟

ج: ہے بدستور نمبر ۲۵

س(۱۲۴) نورالانوار میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **وعندنا الوجوب حقیقة الامر ولایکون الامر الا للوجوب** یعنی ہمارے یہاں یعنی حنفی مذہب میں وجوب ہی امر کے حقیقی معنی ہیں اور امر وجوب ہی کے لیے ہوتا ہے۔

ج: نیچے کی کتابیں دیکھنے کا مظہر کو کم اتفاق ہوتا ہے۔ یہ عبارت اس میں ہو یا نہ ہو مگر مسئلہ وہی ہے جو ابھی میں نے بیان کیا اور اس کی تصریح تمام کتب اصول میں ہے۔

س(۱۲۵) لفظ کے جو معنی حقیقی ہوں اس حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی لینا کس حالت میں جائز ہے اور کس حالت میں نہیں؟

ج: جب حقیقت متعدد یا مہجور ہو تو بالاتفاق اور مغلوب ہو تو صاحبین کے نزدیک معنی مجازی لیں گے ورنہ نہیں۔

س(۱۲۶) نورالانوار جس کا بیان نمبر ۱۲۴ میں ہو چکا ہے اس کتاب میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **مادام امکن العمل بالمعنی الحقیقی سقط المجازی** جب تک حقیقی معنی پر عمل ہو سکتا ہے تو مجازی معنی ساقط الاعتبار ہیں؟

ج: یہ مسئلہ تمام کتب اصول میں ہے اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو میں نے بیان کی اور نورالانوار میں بھی ضرور اسی تفصیل سے ہوگا۔

س(۱۲۷) آیہ کریمہ **و ارکعوا مع الراکعین** یعنی رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ

یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ امر ہے یا نہیں اور اس آیت میں نیک و بد کی قید ہے یا نہیں؟

ج: امر ہے اور راکعین سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ ہیں دیکھو جلالین وغیرہ اور صحابہ سب نیک تھے اور آیت سے جماعت مراد ہونے میں کلام ہے دیکھو معالم التنزیل وغیرہ۔

س(۱۲۸) اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کبھی ایسی بات کا بھی امر ہوتا ہے یا نہیں جو مکروہ و حرام ہو اگر ہوتا ہے تو اس کی کوئی مثال بیان فرمایئے وہ ایسی مثال ہو جو واقعی امر ہو نہ صرف صورت امر۔

ج: جو بات اصل میں حرام و مکروہ ہو اور بحال ضرورت اس کے لیے رخصت فرمایا جائے تو کبھی وہ رخصت بصیغہ امر بھی آتی ہے جیسے حدیث فان عادوا فعد اور کبھی وجوب تک بھی پہنچتی ہے جیسے مخمصہ میں حرام چیز سے سدرمق یہاں تک کہ نہ کھائے اور مرجائے تو حرام موت ہو دیکھو درمختار وغیرہ۔

س(۱۲۹) شرح عقائد نسفی جس کا بیان نمبر ۴۹ میں ہو چکا ہے اس میں عبارت ذیل درج ہے یا نہیں **ولان علماء الامۃ کانوا یصلون خلف الفسقۃ واھل الاھواء والبدع من غیر نکیر** یعنی علمائے امت ہمارے فاسقوں اور بدعتیوں کے پیچھے بلا انکار نماز پڑھتے تھے؟

ج: شرح عقائد میں یہ عبارت اس طرح نہیں بلکہ مجھے یقیناً یاد ہے کہ اس کے ساتھ ہی فرما دیا ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور فسق اور بدعت حد کفر تک پہنچے ہوں تو نماز بالاجماع باطل ہوگی۔

س(۱۳۰) ان کا یہ فعل مکروہ یا حرام تھا یا نہیں جو فاسقون اور بدعتیوں کے پیچھے بلاانکار نماز پڑھتے تھے؟

ج: میں ابھی شرح عقائد نسفی سے نقل کر چکا ہوں کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں تو یقیناً یہ علماء بھی اسے مکروہ جانتے تھے مگر سلطنت کی مجبوری سے پڑھتے ہوں گے مجبوری میں ممنوع بات کی رخصت مل جاتی ہے اسی

تفصیل پر کہ ہدایہ اور درر میں ہے۔

س(۱۳۱) شرح عقائد کے حاشیہ جلال میں عبارت ذیل ہے یا نہیں قولہ خلف کل برو فاجر اشارة الی انهما سواء فی الامامة یعنی جو فرمایا کہ نیک و بد کے پیچھے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نیک و بد دونوں امام ہونے میں مساوی ہیں۔

ج: شرح عقائد جلالی میری دیکھی ہوئی ہے اس میں یہ عبارت کہیں نہیں اور شرح عقائد نسفی کی ساٹھ ستر شروح جو حواشی میں نے دیکھا سنا ان میں کوئی حاشیہ جلالی نہیں ہاں ہندی چھاپوں میں زید و عمر کتاب پر حاشیہ چڑھا دیتے ہیں ان میں کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں نہ قابل التفات نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل ہے کہ امامت کے لیے نیک و بد سب برابر ہیں ہاں فرض اتر جانے میں کہو تو ایک بات ہے جبکہ بدی حد کفر تک نہ ہو۔

س(۱۳۲) عبارت ذیل صحیح بخاری میں ہے یا نہیں قال الحسن صل وعلیه بدعته یعنی حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ تو مبتدع کے پیچھے نماز پڑھ لے اور مبتدی کی بدعت کا وبال خود اس پر ہے؟

ج: یہ قول بے سند ہے صحیح بخاری میں ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہاں بخاری نے جو حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مع سند بیان کی اس سے صاف وہی مطلب کھلتا ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی فاسق مبتدع بادشاہ ہو یا اس کی طرف سے ایسا ہی حاکم ہوا ہو بخاری نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایسا سخت ضرورت میں ہوسکتا ہے۔

س(۱۳۳) اور عبارت ذیل صحیح بخاری میں ہے یا نہیں عن عبداللہ بن عدی بن خیار انه دخل علیٰ عثمان ابن عفان وهو محصورها فقال انک امام عامة و نزل بک مانزل ویصلی لنا امام فتنة ونتحرج فقال الصلاة احسن مایعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساؤ فاجتنب اسا ئتهم یعنی عبداللہ بن عدی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اس حالت میں گئے جبکہ وہ گھرے ہوئے تھے یعنی جبکہ حضرت عثمان کو بلوائیوں نے گھیر رکھا تھا تو عبداللہ بن عدی نے حضرت عثمان سے کہا کہ آپ تمام مسلمانوں کے امام ہیں اور

آپ پر یہ مصیبت نازل ہوگئی ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم کو امام فتنہ باز نماز پڑھاتا ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس کی وجہ سے گناہ میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا لوگ جو کام کرتے ہیں اس میں سے نماز سب سے اچھا کام ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے اچھے کام میں شریک ہو جاؤ اور جب وہ برا کام کریں اس برے کام میں تم ان کا ساتھ نہ دو۔

س(۱۳۴) یہ امر کہ کوئی کسی طور سے امام بن جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا اور یہ امر کہ کسی کو اپنے اختیار سے امام بنائیں ان دونوں امروں کا ایک حکم ہے دونوں امر غیر مکروہ یا ایک ان میں سے مکروہ ہے دوسرا غیر مکروہ اور کون مکروہ ہے اور کون غیر مکروہ؟

ج: جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اسے امام بنانا دوہرا گناہ ہے وہ کسی اور طرح امام بن گیا ہو تو مجبوری ہے اس کے پیچھے پڑھ لینا ایک گناہ۔

س(۱۳۵) کتاب تفسیر احمدی کو آپ جانتے ہیں یا نہیں اور یہ آپ کی کتاب ہے یا نہیں؟

ج: ہے مطابق نمبر ۲۵۔

س(۱۳۶) تفسیر احمدی میں جو اہلسنّت و جماعت ہونے کے لیے دس باتیں ضروری لکھی ہیں ان میں سے ذیل کی دو باتیں یہ بھی ہیں الصلاۃ علی الجنازتین والصلوٰۃ خلف الامتین یعنی صالح اور فاسق دونوں کی جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اور صالح اور فاسق دونوں کے پیچھے نماز پڑھے؟

ج: یہ مری یاد میں بے سند حکایت ہے اور اس سے مراد وہی رافضیوں اور خارجیوں کا رد ہے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔

☆............☆

جامع حالات فقیر قادری غفرلہ کہتا ہے کاش اور سب علماء کے جوابات بھی موجود ہوتے تو وسعت معلومات کے علاوہ موازنہ جوابات کا بھی فائدہ ہوتا۔ سنا ہے کہ حضرت اساتذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات بھی لوگوں نے چھپوائے ہیں مگر پتا نہیں کہ کہاں چھپا ہے اور کس نے چھپوایا؟ اثنائے تحریر حالات میں حضرت استاذ

الاساتذہ جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کے فتاویٰ میں یہی مقلدین وغیر مقلدین آرہ کے مقدمہ میں ان کا اظہار درج ہے جس میں چیف کے سوالات غیر مقلدوں کی طرف سے ہیں اور جرح احناف کی طرف سے ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا پاؤں تلے کے جوابات دیئے گئے ہیں تفریح طبع ناظرین کے لیے اس جگہ ان کا درج کرنا فائدہ سے خالی نہیں ان دونوں جوابات کے دیکھنے سے ان دونوں علماء کی علمی حیثیت بھی پیش نظر ہو جائے گی جرح کے سوالات جو اہلحدیث حضرات کی مجموعی کوشش اور سر جوڑ کر محنت کرنے کے بعد مرتب کیے گئے ہیں۔ کہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس طرح گھیرا ڈال کر اپنے موافق کہلوانا چاہتے ہیں مگر آفریں ہے اعلیٰحضرت کے علم وفہم پر کہ مدلل جوابات دیتے ہوئے جس طرح حق کی حمایت فرمائی اور ان پیچیدہ سوالات کے جوابات سے خود انہیں کا رد فرمایا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیمo

مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے جوابات

اب میں مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ صاحب جلد اول ص ۳۸۴ سے اس کو نقل کرتا ہوں۔ استفتا سوالات و جوابات متعلق مقدمہ آرہ کہ بذریعہ وکیل عدالت بند سوالات بتاریخ ۲۱ جنوری ۱۸۸۰ء آمدہ بود وحضرت مولانا و استاذنا الحافظ الحاج ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ صاحب قبلہ جوابش ارقام فرمودہ بودند۔

سوال اول مسلمان ہونے کے لیے ایک مذہب حنفی شافعی وغیرہ ہونا خدا و رسول نے شرط کیا ہے یا نہیں اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں اور اماموں نے اپنی اپنی تقلید کرنے کو کہا ہے یا نہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے بعد سو برس تک مسلمان لوگ تقلید ایک امام خاص کی نہیں کرتے تھے اور وہ مسلمان غیر مقلد اصحاب اور تابعین اچھے سچے مسلمان تھے یا ان کے بعد کے مقلدین حنفی شافعی کہلانے والے۔ حدیث و قرآن کے عامل سے ناراض ہونے والے اچھے ہیں اور پیغمبر صاحب نے صحابہ اور تابعین غیر مقلد کے زمانہ کو اچھا کہا ہے یا نہیں اور اس کے بعد کے زمانہ میں جھوٹ پھیلنے کی خبر دی ہے یا نہیں قوی دلیل سے بیان کیجئے فقط۔

جواب نمبر ۱ میرا نام مولوی عبدالحیٔ ابن مولوی عبدالحلیم صاحب ساکن فرنگی محل عمر تخمیناً بتیس سال بقول صالح بیان کرتا ہوں کہ حنفی وغیرہ ہونا مسلمانی میں شرط نہیں کیا گیا ہے اور پیغمبر علیہ السلام اور اصحاب اور امام کے وقت میں حنفی شافعی سے مسلمان موسوم نہ تھے اماموں نے اپنے قول کی تقلید کی اجازت دی ہے اس حالت میں جبکہ خلاف قرآن و حدیث نہ ہو۔ مسلمان زمانہ اصحاب و تابعین کے اچھے تھے ان لوگوں سے جو عامل متدین قرآن و حدیث سے ناراض ہیں اور پیغمبر علیہ السلام نے زمانہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو اچھا کہا ہے اور پچھلے زمانہ میں جھوٹ اور گناہ پھیلنے کی خبر دی ہے العبد محمد عبدالحیٔ عفی عنہ۔

سوال نمبر ۲ اگر کسی امام کا مقلد بادشاہ ہو یا اور کوئی مسجد بنائے تو وہ مسجد بنانے والے کی ملکیت میں باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اور ہر مسجد میں ہر مسلمان اپنے طور مشروع پر مستحق نماز پڑھنے کا بیک وقت و بیک جماعت ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۲ مسجد بنانے والے کی ملکیت میں مسجد نہیں رہتی اور اس میں سب مسلمان بطور شرع نماز ادا کر سکتے ہیں الا ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں دو جماعت نہیں پڑھ سکتے۔

سوال نمبر ۳ جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرے اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کو برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے وہ مسلمان سنت و جماعت ہے یا نہیں۔

جواب نمبر ۳ ایسا شخص مندرجہ سوال سوم مسلمان سنت و جماعت ہے بشرطیکہ قابلیت قرآن و حدیث کے سمجھنے کی رکھتا ہو اور تخریب دین اس کو منظور نہ ہو۔ فقط

سوال نمبر ۴ آمین بالجہر کہنا نماز میں پیغمبر علیہ السلام کا قول اور فعل ہے یا نہیں اور یہ اسلام کی بات ہے یا کفر کی اور حنفی کی کسی کتابوں سے اور صحیح صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں اور مسلمانوں کا فعل قدیم ہے یا نہیں فقط۔

جواب نمبر ۴ آمین بالجہر کہنا پیغمبر صاحب کا فعل ہے اور اسلام کی بات ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اور حنفی بھی اس مضمون کو لکھتے ہیں اور بہت سے قدیم مسلمانوں کا یہ فعل ہے فقط۔

سوال نمبر ۵ حنفیوں کی کسی کتاب میں ''آمین بالجہر'' کہنے والے یا اس کے ساتھ کے

نماز والوں کی نماز کا ٹوٹنا یا اور کسی قسم کا حرج اور نقصان ہونا اس کے امام نے لکھا ہے یا نہیں۔

جواب نمبر ۵ آمین بالجہر سے کہنے والے یا اس کے ساتھیوں کے نماز کا ٹوٹنا یا نقصان ہونا اور پہنچنا کسی کتاب معتبر حنفی میں نہیں لکھا ہے۔

سوال نمبر ۶ آمین بالجہر سے ناراض ہونا مسلمان کا فعل ہے یا یہودیوں کا حدیث سے کیا ثابت ہے اور کسی امام یا عالم کے قول سے قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے والا اور جو شخص پیغمبر صاحب کے حکم کو معیوب سمجھ کر خود عمل نہ کرے اور عمل کرنے والے کو برا جانے وہ از روئے قرآن و حدیث کے کون ہے؟

جواب ۶ باوصف علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے اس سے ناراض ہونا کام مسلمان کا نہیں ہے اور حدیث کا حال اوپر بیان ہو چکا اور جو قول امام کا یا کسی عالم کا یقیناً خلاف قرآن و حدیث کے ہو اس پر عمل کرنا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ دینا مسلمان کا فعل نہیں ہے اور جو شخص پیغمبر علیہ السلام کے حکم کو باوجود جاننے اس بات کے کہ یہ حکم نبوی ہے معیوب سمجھے وہ شخص مسلمان نہیں ہے اور عالموں کو برا جاننا درست نہیں ہے فقط۔

سوال نمبر ۷ امور مذہبی میں رسم و رواج کو دخل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو زور سے آمین کہنے والا آہستہ آمین کہنے والے حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں فقط۔

جواب نمبر ۷ امور و احکام مذہبی میں رسم و رواج کو دخل نہیں اور زور سے آمین کہنے والا اگر منظور اس کو اتباع شریعت ہو اور فساد منظور نہ ہو تو حنفیوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے فقط۔

سوال نمبر ۸ اگر کسی کو کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے سے یا اور کسی طرح سے یاد الٰہی سے روکے تو روکنے والے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بڑا ظالم اور اس کے واسطے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب سخت کا حکم کیا ہے یا نہیں۔

جواب نمبر ۸ جو شخص کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے یا یاد الٰہی سے بغیر وجہ شرعی کے روکے اس کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا ہے اور عذاب سخت کا موعود کہا ہے فقط۔

سوال نمبر ۹ کسی حاکم کا یہ حکم کہ مسلمان لوگ مسجد میں اندر نماز کے آمین بالجہر نہ کہیں دست اندازی امور مذہبی میں ہے یا نہیں اور آمین بالجہر کہنے والوں کو اس حکم امتناعی

سے نقصان دینی ہے یا نہیں۔

جواب نمبر ۹ آمین بالجہر کو منع کرنا امور مذہبی میں دست اندازی ہے اور آمین بالجہر کہنے والوں کا نقصان دینی ہے اور مسجد میں ہر مسلمان کے واسطے بطور شرعی نماز پڑھنے کی اجازت ہے فقط محمد عبدالحئیؒ عفی عنہ۔

مولانا عبدالحئیؒ کے سوالات پر جرح

جرح و جواب آن مرقومہ جناب مولانا الحافظ الحاج ابوالحسنات محمد عبدالحئیؒ صاحب قبلہ نور اللہ تربتہ۔

سوال نمبر ۱ آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد وتقیہ کرنا جائز سمجھتے ہیں یا نہیں۔

جواب نمبر ۱ ہم مقلد ہیں اور تقیہ کرنا جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

سوال نمبر ۲ اگر کوئی شخص بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اور اس کے فعل و حرکات سب خلاف طریقہ مسلمانوں کے و تفرقہ انداز جماعت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوتے ہوں اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے والا پایا جاتا ہو اس کے فتنہ و فریب سے بچنے کے لیے اس کو اپنی جماعت سے باہر کر دینا چاہیے یا نہیں۔

جواب نمبر ۲ جس شخص کا فعل تمام مسلمانوں کے خلاف ہو اس کو جماعت سے باہر کرنا درست ہے اور جس کا فعل بعض مسلمانوں کے موافق ہو اور بعض کے خلاف ہو اور وہ فعل موافق شریعت ہو اس کو جماعت سے باہر کرنا درست نہیں ہے اور جو شخص گمراہ کرنے والا معلوم ہوتا ہو اس کو بطور شرعی تفہیم کی جائے کہ وہ گمراہ کرنے سے باز رہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر ۳ عام مسلمانوں کو ضرور ہے یا نہیں کہ حفاظت اس بات کی کریں کہ مسجد میں فساد و فتنہ نہ ہو اور کوئی بات ایک مفسد کا جس کا مقصود یہ ہو کہ عام نمازیوں کو متحیر و منغض کر دیں کوئی فعل خلاف طریقہ نمازیوں کرنے نہ دیں فقط۔

جواب نمبر ۳ عام مسلمانوں کو ضرور ہے کہ فتنہ و فساد سے مسجد کو محفوظ رکھیں اور جس شخص کا فعل موافق شرع کے ہو اگر چہ طریقہ عام نمازیوں کے مخالف ہو اس سے منغض یعنی

آزردہ نہ ہوں اور کسی شخص سے ابتدا فساد کی نہ کریں اور جو مفسد کہ بدنیتی سے فساد پر آمادہ ہو اس کے فساد کو بذریعہ حاکم وقت کی دفع کریں۔

سوال نمبر۴ مجتہدین نے مسائل کو قرآن و حدیث سے نکالا ہے یا اپنے دل سے لکھا ہے۔

جواب نمبر۴ مجتہدین نے مسائل قرآن و حدیث سے نکالے ہیں صرف اپنی رائے سے حکم نہیں دیا۔

سوال نمبر۵ حنفیہ چپکے سے آمین کہنے کو نماز میں سنت کہتے ہیں اور امین بالجہر کو بھی جائز کہتے ہیں۔

سوال نمبر۶ اگر آمین بالجہر نہ کہے اور آہستہ کہے تو گنہگار ہوگا یا نہیں اور امین بالجہر کہنے کا ثواب زیادہ ہے یا فتنہ یا فساد و خونریزی و سے مسلمانوں کے بچنے کا ثواب زیادہ ہے۔

جواب نمبر۶ آمین آہستہ کہنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ اور فتنہ و فساد و خونریزی سے بچنے کا ثواب زیادہ ہے آمین بالجہر کہنے سے اس وجہ سے کہ آمین بالجہر کا سنت ہونا یا آہستہ کہنے کا سنت ہونا صحابہ و مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور فتنہ و فساد کی حرمت اتفاقی ہے فقط۔

سوال نمبر۷ باعتبار دینداری مسلمانوں کے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اسلام کا دیس ہے یا نہیں اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں تقلید کرنا جاری ہے یا نہیں۔

جواب نمبر۷ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اسلام کے دیس ہیں اور تقلید وہاں جاری ہے فقط تحریر ۲۷ جنوری ۱۸۸۰ء۔

ان دونوں جوابوں کو ایک جگہ رکھ کر دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم دینی ایک موہبت الٰہی ہے اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کو اس سے نوازے اور دین کی حمایت محض عطیہ خداوندی ہے جس بندہ کے سر پر یہ تاج رکھ کر اسے سرفراز فرمائے درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے اور حاشیہ اور شرح لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

والحمدللہ علیٰ ذٰلک

مقدمہ میرٹھ میں بند کمیشن کے سامنے جوابات

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

بند سوالات بمقدمہ مسماۃ محمود جہاں بنام محمد ابراہیم نمبر ۲۳۱ '۱۹۱۴ء عدالت سب جج بہادر میرٹھ۔

س (الف) آپ صاحب فتویٰ ہیں اور ہیں تو کب سے۔

ج: الحمدللہ میں صاحب فتویٰ ہوں چھیالیس سال چار ماہ اور انیس یوم سے صاحب فتویٰ ہوں۔

(ب) غلام احمد قادیانی کے عقائد حسب ذیل تھے اب ان کو بغور دیکھئے اور فرمایئے کہ وہ مسلمان تھا یا دائرہ اسلام سے خارج کافر اور مرتد تھا اگر کافر و مرتد تھا تو اس طبقہ کفار میں سے تھا جن کی عورت سے نکاح مسلمان اہلسنت مرد سے ہوسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوسکتا ہے اور اتفاقیہ مرد کی لاعلمی میں ہو گیا ہو تو اب نکاح باطل و فاسد کالعدم بجائے خود ہوتا ہے جس کے فسخ میں عدالت کی ضرورت نہیں یا کوئی ایسا تعاقد جانبین ہوا جن میں فسخ کی ضرورت ہو یا امکان فسخ ہو اگر قابل فسخ نہیں تو کیا فریقین بجائے خود قادر علی الافتراق ہیں اور ان میں کوئی ذمہ داری یا حق جو نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو یا نہیں کیا اس کے تابعین بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

غلام احمد قادیانی کے بارے میں علماء حرمین شریفین کا فتویٰ

جواب (ب) غلام احمد قادیانی کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق فتویٰ دیا ہے کہ وہ مرتد تھا اور اس قسم کے کافروں میں تھا کہ جو مرد یا عورت اس عقیدہ پر ہو تمام جہاں میں کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا دانستہ ہو خواہ نادانستہ ایسا نکاح محض باطل ہوگا فسخ کی حاجت تو جب ہو کہ وہ سرے سے ہوا اور جب ہوا ہی نہیں تو معدوم محض ہے۔ معدوم کو فسخ کرنے کے کیا معنی اس نکاح سے فریقین کے ذمہ کوئی حق زناشوئی عائد نہیں ہوتا نہ مہر نہ نان ونفقہ نہ کچھ یہاں تک کہ اگر خلوت بھی واقع ہو بلکہ بوس وکنار تک نوبت پہنچی ہو جب بھی مہر واجب نہ ہوگا۔ دونوں بجائے خود اجنبی محض واجنبیہ سے بھی زیادہ علی الافتراق ہیں اجنبی واجنبیہ کا باھم فی الحال نکاح ہوسکتا ہے لیکن ان کا نکاح نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ تائب ہوکر مسلمان نہ ہو جائیں اور اس کے تابعین کا بھی بعینہ یہی حکم ہے بلکہ جو اس کا تابع بھی نہ ہو لیکن اس کے عقائد پر مطلع ہوکر اس کے کفر میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی ویسا ہی مرتد ہے اور اس کے لیے بھی وہی احکام ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر اعلیحضرت کا تعاقب

۱- مرزا کے عجیب وغریب دعوے۔

۲- میں کرشن ہوں۔

۳- میرا محمدی بیگم سے نکاح ہوگا۔

۴- میں ابن مریم ہوں' موسیٰ ہوں' یوسف ہوں' میں ابراہیم ہوں اور میں آدم ہوں۔

۵- مرزا کے عقائد پر گرفت

مرزائیوں کے سوالات و جوابات کی روئیداد

مرزا قادیانی نے ہندوؤں کے اوتار کرشن کو پیغمبر مانا تھا

س(۱) صفحہ ۹۰ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھتا ہے "یہ امر صرف اسرائیلی نبیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کل دنیا میں جو نبی گزرے ہیں ان کی مثالیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں اور ہندوؤں میں جو ایک نبی گزرا ہے جس کا نام کرشن تھا وہ بھی اس میں داخل ہے اور یہ کہنا درست ہے کہ آریہ ورت کا داؤد کرشن ہی تھا اور اسرائیلی نبیوں کا کرشن داؤد ہی تھا اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم کہیں کہ داود کرشن تھا یا کرشن داود تھا اور اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک وراست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشین گوئی موجود ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کی ان آیتوں کی نسبت جو سورہ کہف میں ذوالقرنین کے بارہ میں ہیں میری ہی پیشین گوئی کی؟

ج: بے ثبوت نبوت کسی کو نبی ماننا ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون میں داخل ہوتا ہے قطع نظر اس سے وہ جو بات کہف کی نسبت ہے اور خدا نے مجھ کو یوں کرنا چاہا انہیں اس نے اللہ وعزوجل پر افترا کیے نیز اللہ کے سچے نبی داود علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین کی اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یفتری الکذب

الذین لایومنون ایسے جھوٹے افترا وہی اٹھاتے ہیں جو کافر ہیں۔

س(۲) صفحہ ۹۵ کتاب براہین احمدیہ میں وہ لکھتا ہے انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون٥ یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو ہی جاتی ہے یا خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میری زبان پر نازل ہوئی؟

اس میں ایک تو اللہ تعالیٰ پر افترا کیا کہ اس نے مجھے ایسا فرمایا دوسری اپنے اوپر کلام الٰہی اترنے کا ادعا ہے اور یہ دونوں کفر ہیں اور اس کا جھوٹ اسی جھوٹی وحی سے ظاہر ہے اگر اللہ نے اس سے یہ فرمایا ہوتا کہ تری شان کن فیکون ہے تو لازم تھا کہ جو کچھ وہ کہتا فوراً ہو جاتا اور اس کا خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا جیسے ارادہ الٰہیہ کی شان ہے۔

محمدی بیگم کے نکاح کی بشارت پر وحی جھوٹی نکلی

ج: لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنی بھانجی اپنے چچا زاد بہن کی بیٹی محمدی کو اپنی زوجہ بنانے کے لیے برسوں کوشش کی اور کارگر نہ ہوئی یہاں تک کہ دعویٰ کر دیا کہ مجھے خدا نے وحی بھیجی ہے کہ زوجنکھا یعنی ہم نے محمدی بیگم سے تیرا نکاح کر دیا ہے پھر بھی اس کو نہ ملی اور سلطان محمد سے اس کا نکاح ہو گیا اور وہ اب تک سلطان محمد کے پاس موجود ہے اور کہا جاتا ہے ایک دفعہ اپنی بی بی کے حمل کی نسبت شائع کیا کہ اس کے پیٹ میں انبیاء کا چاند ہے' بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے لیکن لڑکی پیدا ہوئی اس وقت کن فیکون کی طاقت کدھر گئی تھی خود اسی کی ساختہ وحی گواہی دے رہی ہے کہ اس نے اللہ پر افترا کیا اور اس کا جھوٹا کلام بنالیا اور یہ کفر ہے۔

س(۳) یہ بھی مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ''ایک غلطی کا ازالہ'' ہے اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے میں احمد ہوں جو آیت ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' میں مراد میں ہی ہوں؟

ج: یہ بھی اللہ پر افترا اور کفر ہے اور وہ پیشینگوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

تھی اس نے اپنے اوپر ڈھالا ہے نیز قرآن مجید کی تحریف ہے اس میں احمد نام فرمایا ہے نہ غلام احمد۔

س(۴) توضیح مرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے؟

ج: یہ دعویٰ نبوت ہے اور اس میں آیہ کریمہ ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' کی تکذیب ہے اور یہ کفر ہے؟

س(۵) دافع البلا مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا؟

ج: یہ دعویٰ رسالت ہے اور ویسا ہی کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاتی بعدی ثلاثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ رسول اللہ وانا خاتم النبیین لانبی بعدی میرے بعد تیس دجال کذاب آئیں گے کہ ہر ایک اپنے کو رسول کہے گا کہ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

س(۶) مجیب پنجم نے نقل کیا ہے خدا تعالیٰ نے ''براہین احمدیہ'' میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی؟

ج: اس میں دو کفر ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا اور نبوت کا ادعا۔

س(۷) دافع البلا صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے؟

ج: مسیح علیہ الصلاۃ والسلام تو اولوالعزم مرسلین میں ہیں جو کوئی کسی نبی سے اپنے آپ یا اور کسی غیر نبی کو افضل بتائے۔ کافر ہے دیکھو ''ارشاد الساری'' شرح صحیح البخاری و فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو!

س(۸) اسی رسالہ کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے ۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

ج: اس میں دو کفر ہیں ایک مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین دوسرے ان پر اپنی

تفصیل۔

س(۹) اشتہار''معیار الاخیار'' میں لکھا ہے کہ میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں؟

ج: اس میں بھی وہی کفر ہے کہ انبیاء پر اپنے کو فضیلت دینا۔

س(۱۰) ''ازالہ'' صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خدائے تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا مسمریزم کہتا ہے اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم تر تھا؟

ج: اس میں متعدد کفر ہیں مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزے کی توہین' ایک کفر انہیں مکروہ سمجھنا۔ دوسرا کفر مسمریزم کہنا۔ تیسرا کفر اللہ عزوجل نے ان معجزات کی مدح کی اور انہیں اپنی نشانیاں بتایا ان کی مذمت کرنا ہے۔ یہ چوتھا کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ جئتھم بالبیّنات فقال الذِینَ کَفَروا مِنھم اِن ھذا الا سحر مبین٥ اے عیسیٰ جب تم روشن نشانیاں ان کے پاس لائے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو' جادو کہا یا مسمریزم کہا بات ایک ہی ہے یعنی انسانی حیلہ ہے خدا کی طرف سے نہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کہنے والے کافر ہیں۔

س(۱۱) ''ازالہ'' صفحہ ۱۶۱ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت لکھتا ہے کہ بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کی تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجہ پر بلکہ قریب ناکام رہا؟

ج: اللہ عزوجل کے معزز رسول کو مسمریزم کی طرف نسبت کرنا کفر ہے انہیں نور باطن میں ناقص بلکہ ناکام کہنا دوسرا کفر ہے انہیں استقامت دینی میں ناقص بلکہ ناکام یعنی گمراہ و فاسق کہنا تیسرا کفر ہے انہیں توحید الٰہی میں ناتمام و ناکام کہنا یعنی معاذ اللہ کافر و مشرک کہنا چوتھا کفر خبیث تر کفر ہے۔

س(۱۲) ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے کہ ایک زمانہ میں چار سو نبیوں کی پیشینگوئی غلط ہوئی۔

ج: اس میں چار سو کفر ہیں کہ ہر نبی کی تکذیب الگ کفر ہے اور اگر وہ واقع میں نبی نہ تھے بلکہ کاہن جھوٹے تھے جیسا کہ بائبل سے ظاہر ہے تو انہیں نبی کہنا پھر نبی کہہ کر جھوٹا بتانا آٹھ سو کفر ہوئے۔

قادیانی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتاتا ہے

س(۱۳) ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۲۲۷ پر لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام طبعی موت مرے ان کا واپس آنا ناممکن وغلط ہے اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔

ج: یہ بھی نبی پر افترا ہے اور کشمیر کے کسی غیر نبی مدفون کو نبی کہنا کفر ہے۔

س(۱۴) ''براہین احمدیہ'' کو کتاب منزل من اللہ کہتا ہے؟

س(۱۵) اس کو دعویٰ تھا کہ مجھ پر الہام اور وحی انگریزی' فارسی زبان میں آتی ہے؟

مرزا نے خودنوشتہ کتاب کو وحی قرار دیا

ج(۱۴'۱۵) اپنی خود ساختہ کتاب کو کلام منزل من اللہ کہنا کفر ہے۔ رہا وحی کا دعویٰ وہ اس میں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے اور سچا بھی اور دونوں طرح کافر ہے اور وحی سے وحی الٰہی مراد لیتا ہے تو جھوٹا ہے اور وحی الٰہی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا کافر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا اوقال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی ومن قال سا نزل مثل ما انزل اللہ ولو تری اذا الظلمون فی غمرات الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیرالحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون٥ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹا افترا باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ وحی نہیں ہوئی اور اس سے جو کہے میں اب ایسا کلام اتارتا ہوں جیسا اللہ نے اتارا اور کیسی ہوائے سننے والے تو دیکھے جب یہ ظالم موت کی بیہوشیوں میں ہیں اور عذاب کے فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہہ رہے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا بدلا اس کا کہ اللہ پر جھوٹ تہمت رکھتے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

یہ آیت کریمہ قادیانی کے اقوال و احوال کی پوری تصویر ہے کہ اس نے اللہ پر جھوٹے افترا باندھے' اس نے وحی کے جھوٹے دعویٰ کیے' اس نے اپنے کلام کو اللہ کا کلام منزل بتایا' اس نے اللہ کی آیتوں سے تکبر کیا اگر میں اس کو مکروہ نہ سمجھتا تو

کسی سے کم نہ رہتا غرض وہ بحکم قرآن مجید سرتاپا کفر ہیں اور اگر وحی سے مراد وحی شیطانی مراد لیتا ہے تو ضرور سچا ہے بیشک شیطان اس پر وحی بھیجتا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھل انبئکم علی من تنزل الشیطین تنزل علی کل افاک اثیمo کیا میں تمہیں بتادوں شیطان کس پر اترتے ہیں ہر بڑے بہتانی فاسق پر اترتے ہیں اب وہ یوں کافر ہے کہ شیطان وحی نہیں اتارتا مگر شیطان پر اور ہر شیطان جن ہو یا آدمی کافر ہے کہ وہ انبیاء کے دشمن ہوتے ہیں اور انبیاء کا دشمن کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الجن والانس یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ایسے ہی مقرر کیے ہر نبی کے دشمن شیطان' جن اور آدمی کہ ان کا ایک دوسرے پر بناوٹ کی بات دھوکے فریب کے لیے وحی کرتا ہے۔

قادیانی نبی کا دعویٰ کہ مجھے آدم علیہ السلام سے حضور سرور کائنات تک تمام صفات دی گئی تھیں

س(۱۶) وہ کہتا تھا کہ سب انبیاء کے صفات از حضرت آدم علیہ السلام تا حضور سرور کائنات مجھ کو دیئے گئے؟

ج: یہ صدہا کفر کا خمیرہ ہے اس میں معراج کا بھی دعویٰ ہوا اور اللہ سے ہمکلامی کا بھی اور خاتم النبیین ہونے کا بھی اور اس میں تمام خصائص حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار ہے کہ جب حضور کی سب صفتیں اس کو ملیں تو کوئی صفت حضور کی خاصہ نہیں۔

س(۱۷) اپنے آپ کو اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی بتاتا ہے بلکہ افضل بتاتا ہے؟

ج: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین ہونے کا دعویٰ کفر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کی شدید توہین ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتول زہرا کے باپ ہیں' حسنین کے نانا ہیں' ام المومنین صدیقہ کے شوہر ہیں' ملعون جو ادعاء غیبت کرے جو عین کے اوصاف مدعی کے لیے ثابت کرے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

اپنے آپ کو افضل کہنا صریح کفر ہے۔

س(۱۸) ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم ص۸۴ پر وہ اپنے آپ کو حضرت مریم بتاتا ہے؟

ج: مجنونانہ تخیلات اس سے بھی عجیب تر ہوتے ہیں مجنونانہ خیال خلاف اصول شرع شریف ہے۔

س(۱۹) ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم صفحہ ۸۵ پر لکھتا ہے اس جگہ پر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے کہ میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتدا سے انتہا تک جتنے انبیائے کرام علیہم السلام کے نام تھے وہ سب مرے نام رکھ دیئے چنانچہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام آدم رکھا ہے جیسا وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم دیکھو ''براہین احمدیہ'' حصص سابقہ ۴۹۲ پھر دوسری جگہ فرمایا تھا ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا ''خلق آدم فاکرمہ'' دیکھو براہین احمدیہ حصص سابقہ صفحہ ۵۰۴ دونوں فقروں کے معنی یہ ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو پھر فرمایا پاک ہے وہ ذات جسے وہ اپنے بندہ کو ایک ہی رات میں تمام سیر کرا دیا؟

ج: اس میں بھی اللہ تعالیٰ پر متعدد افترا ہیں اور دعویٰ معراج ہے اور آیت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں ہے اسے اپنے اوپر ڈھالتا ہے اور یہ سب کفر ہیں۔

س(۲۰) وہ کہتا ہے کہ مجھ کو معراج ہوئی اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرتا ہے اور تحریف قرآن بھی کرتا ہے؟

س(۲۱) قرآن شریف کی آیات کے خطابات اپنی طرف منسوب کرتا ہے خطابات اور امتیازات جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے ان کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے؟

ج(۲۰،۲۱) اوپر گزر چکا کہ یہ سب کفر ہیں۔

س(۲۲) وہ کہتا ہے کہ وحی کی تبلیغ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطائے اجتہادی کی جیسا کہ اور نبی نے؟

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب ہے

اور تمام شریعتوں سے اطمینان اٹھا دینا کہ جب تبلیغ وحی میں معاذ اللہ غلطی ہوتی تھی تو کسی وحی پر اطمینان نہ رہا ممکن ہے کہ اس میں بھی غلطی ہو اس سے بڑھ کر اور کیا شدید کفر ہوسکتا ہے۔

س(۲۳) ''براہین احمدیہ'' ''نصرت الحق'' صفحہ ۴۴ پر لکھتا ہے کہ امام مالک کا بھی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے تھے؟

ج: جو اللہ و رسول پر افترا کرتا ہے اسے امام مالک پر افترا کرتے کیا ڈر لگتا ہے۔

س(۲۴) براہین احمدیہ نصرت الحق صفحہ ۴۵ پر لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایک تہمت تھی کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے؟

ج: یہ اکابر ائمہ کا مذہب ہے دیکھو معالم و ابن جریر و تفسیر کبیر و تفسیر جلالین و فتوحات الٰہیہ وغیرہ وغیرہ کتب کثیرہ اسے تہمت کہنا ایسے سے کیا عجیب ہے جو اللہ و رسول پر تہمت رکھتا ہے۔

س(۲۵) ''براہین احمدیہ نصرت الحق'' صفحہ ۵۱ پر لکھتا ہے کہ مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ خفیف سی غنودگی ہو کر یہ وحی ہوئی یا احمد بارک اللہ فیک و مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمٰی الرّحمٰن علّم القرآن لتنذر قوماً انذرآباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین۔

ج: اس میں متعدد کفر ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا ایک کفر اس کی وحی کا ادعا دوسرا کفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و اشاعت سے انکار تیسرا کفر کہ کہتا ہے کہ لتنذر قوماً انذر آباؤھم یعنی موجود مسلمانوں کے ماں باپ دادا کے ہیں آج تک ڈر سنانے والا کوئی نہیں آیا تھا اب یہ آیا ہے حالانکہ عزوجل تعالیٰ فرماتا ہے تبرک الذی نزّل الفرقان علی عبدہٖ لَیکونَ لِلعٰلمین نذیرا بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو پھر اپنے آپ کو اول المومنین کہنا چوتھا کفر یعنی آج تک تمام مسلمان کافر گذرے پہلا مسلمان یہ ہے۔

س(۲۶) براہین احمدیہ نصرت الحق صفحہ ۵۳ پر لکھتا ہے کہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا کہ اس کی نسبت میری

گھبراہٹ ظاہر کرنے کے لیے یہ الہام ہوا تھا فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیامنسیا مخاض۔ دردزہ سے مراد اس جگہ وہ امور ہیں جن سے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں اور جذع النخلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی اولاد مگر صرف نام کے مسلمان ہیں؟

کبھی عیسیٰ کبھی موسیٰ کبھی مریم کبھی آدم!

ج: اس میں دو قدیم کفر تو موجود ہی تھے یعنی رسالت و وحی کا دعویٰ مگر خود اس کی ساختہ وحی اس کی فتنہ پردازی و بے دینی بتا رہی ہے وہ یہاں مریم بنا ہے اور اسے دردزہ ہوا ہے اور اس درد میں اس نے جذع النخلہ کی پناہ لی اور اس سے مدد چاہی کہ جاء ھاالمخاض الی جذع النخلۃ کا یہی مطلب ہے اور بتاتا ہے کہ دردزہ سے مراد خوفناک نتیجے ہیں۔ ''غیر فرحناک''۔ اس کے دردزہ میں خوفناک نتیجے پیدا ہوئے تو کیا اس سے ظاہر نہ ہوا کہ وہ فتنہ زا ہے اور جذع النخلہ بتایا ان بے دینوں کو جو نام کے مسلمان ہیں اور انہیں کی پناہ لی اور ان سے مدد چاہی تو کیا اس کی وحی کا حاصل یہ نہ ہوا کہ تجھ سے فتنے پیدا ہوں گے اور تو بے دینوں کی پناہ اور مدد لے گا اگر یہ وحی نہیں تو جھوٹی وحی بنانے والا ضرور کافر ہوتا ہے اور اگر وحی ہے تو جسے وحی فتنہ زا بے دین بتائے وہ کون ہوتا ہے۔

س(۲۷) براہین احمدیہ نصرت الحق صفحہ ۵۵ پر لکھتا ہے کہ کون سا انسان ایسی پیشینگوئیاں کرسکتا ہے جو براہین احمدیہ میں آج سے ۲۵ برس پہلے شائع ہوچکی ہیں جن میں بطور نمونہ ذیل میں لکھتے ہیں اذا جاء نصرالله والفتح و'انتھی امرالزمان الینا' الیس ھذا بالحق' ولاتیئس من روح الله' الا ان روح الله قریب' الا ان نصرالله قریب' یاتیک من کل فج عمیق' ینصرک الله من عندہ ینصرک رجال' نوحیھم الیھم من السماء' انک باعیننا یرفع الله ذکرک' ویتم نعمته علیک فی الدنیا والآخرة' انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی' فحان ان تعان و تعرف بین الناس' ھل اتی علی الانسان حین من الدھر' لم یکن

شینا مذکورا وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق عندربھم، واتل علیھم ماأوحی الیک من ربک، ولا تصعر لخلق اللہ ولاتسئم من الناس، اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفہ، تریٰ اعینھم تفیض من الدمع، یصلون الی ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان۔

ج: یہ وہی معمولی کفر ادعائے وحی ہیں۔

س(۲۸) صفحہ ۶۲ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھتا ہے وحی الٰہی میں میرا نام آدم رکھا گیا کیونکہ انسانی نسل کے خراب ہو جانے کے زمانہ میں پیدا کیا گیا صفحہ ۶۳ اب میری کامل انسانیت کے سلسلہ کا خاتمہ ہے اور میرا نام آدم رکھتے ہیں ایک اشارہ تھا جو اس دوسرے الہام میں یعنی اس وحی الٰہی میں جو قرآنی عبارت میں مجھ کو ہوئی اس کی تفصیل ہے اور وہ وحی یہ ہے قال انی جاعل فی الارض خلیفہ قالوا اتجعل فیھا من یفسدفیھا...... قال انی اعلم مالا تعلمون ۝ یعنی میری نسبت خدا نے میرے ہی ذریعہ سے براہین احمدیہ میں خبر دی کہ میں آدم کے رنگ پر ایک خلیفہ پیدا کرتا ہوں اس خبر کو سن کر بعض مخالفوں نے میرے حالات کو کچھ اپنے عقائد کے برخلاف پا کر اپنے دلوں میں کہا کہ یا الٰہی کیا تو ایسے انسان کو اپنا خلیفہ بنائے گا جو ایک مفسد آدمی ہے جو ناحق قوم میں پھوٹ ڈالتا ہے اور علماء کے مسلمات سے باہر جاتا ہے تب خدا نے جواب دیا کہ جو مجھ کو معلوم ہے وہ تم کو معلوم نہیں یہ خدا کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے؟

ج: یہ وحی دعویٰ وحی و دعویٰ نزول کلام الٰہی و افتراعلی اللہ ہے اور یہ سب کفر ہیں۔

س(۲۹) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے پھر فرمایا اے میرے احمد! تو میری مراد ہے اور تو میرے ساتھ ہے؟

ج: یہ بھی وہی کفر ہے۔

براہین احمدیہ میں مرزا ایک وحی کا اعلان کرتا ہے

س(۳۰) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۸ میں اپنے لیے ایک وحی نقل کرتا ہے" انا فتحنا لک فتحا

مبینا لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر۔"

ج: یہ بھی وہی اس کے معمولی کفر ہیں۔

س(۳۱) براہین احمدیہ یہ حصہ پنجم ۷۳ میں لکھتا ہے پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں ہولناک اور مہلک نشان ملک میں بھیج کر اپنے نامور اور مرسل کی مدد کروں گا اسی صفحہ میں اس وحی کو نقل کرتا ہے یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمہ اس وحی الہٰی میں عیسیٰ سے مراد میں ہوں اور تابعین میری پیرو سے مراد میری جماعت ہے (یعنی سوائے قادیانی کے سب کو کافر بتایا ہے)؟

ج: اس میں بھی متعدد کفر ہیں وحی کا دعویٰ ایک کفر' مرسل ہونے کا دعویٰ دوسرا کفر' اپنے پیرووں کے سوا سب مسلمانوں کو کافر کہنا تیسرا کفر اپنے پیرووٗں کو مسلمان کہنا چوتھا کفر۔

میں یوسف ہوں

س(۳۲) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۷۸ پر لکھتا ہے اس جگہ مجھ کو یوسف قرار دیئے جانے سے ایک اور مقصد بھی مدنظر ہے اسی صفحہ میں لکھتا ہے میرے لیے آسمان پر سلطنت ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی۔

ج: یہ بھی وہی اس کی جھوٹی خیال بندیاں ہیں شاید اسے اپنے غلبہ تخیلات میں شیطنت کی سلطنت کا سوجھا ہوگا۔

مرزا قادیانی پر انگریزی میں وحی آتی تھی

س(۳۳) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۰ پر لکھتا ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ہے جو اس زبان میں یعنی انگریزی میں وحی نازل ہوئی I Love you. I shall give you larger party of Islam.(ترجمہ انگریزی) میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تم کو بڑی جماعت اسلام کی دوں گا۔

ج: وہ نرا کافر یا صرف خیالی پلاؤ پکانے والا ہوتا تو اس سے ہلکا ہوتا مگر مشکل یہ کہ وہ

دونوں ہے۔

اللہ نے مجھے مریم کہہ کر پکارا تھا؟

س(۳۴) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ۸۴ پر لکھتا ہے میرا نام خدا تعالیٰ نے مریم رکھا ہے اور یہ فرماتا ہے یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یا مریم نفخت فیک من لدنی روح الصدق یہ پھونکنا گویا روحانی حمل تھا پھر آگے چل کر اخیر کتاب میں مجھ کو عیسیٰ کر کے پکارا ہے کیونکہ بعد نفخ ربانی میری حالت عیسیٰ بننے کے لیے مستعد ہوئی پھر اس مریمی حالت سے عیسیٰ پیدا ہوگیا؟

ج: اللہ تعالیٰ پر افترا اور وحی کا ادعا یہ تو وہ برابر کر رہا ہے مگر اس کے وحی بھیجنے والے کو یہ یاد نہ رہا کہ مریم صدیقہ کے کوئی شوہر نہ تھا۔ مریم کذابہ کے لیے شوہر درکار ہے اور وہ آدمیوں سے ہو نہیں سکتا کہ آدمی ہوگا تو لوگ دیکھیں گے۔ کواری بتول بننا کیسے صادق آئے گا فرشتہ ہو نہیں سکتا کہ وہ نہ مرد ہیں نہ عورت ضرور مریم کذابہ کا شوہر جن ہوگا اور اس کی وحی میں اسکن انت وزوجک الجنۃ بکسرالجیم ہو نہ بالفتح یعنی اس کا وحی کرنے والا کہتا ہے کہ اے مریم کذابہ تو کہاں۔ آدمیوں سے آئی ہے جو تجھے کافر کہتے ہیں تو اور تیرا شیطان شوہر ہیں چلی جا جہاں تیری قدر ہو نیز اس کے وحی کرنے والے کو یہ کھلا عقلی مسئلہ یاد نہ رہا کہ خود ہی حاملہ ہو اور اس حمل سے خود ہی پیدا ہو یہ تقدیم الشی علی نفسہ ہے اور یہ محال ہے۔

اللہ نے میرا نام عیسیٰ رکھا

س(۳۵) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۵ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیات پیشینگوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیات میری طرف منسوب کردیں اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے مگر یہ بھی متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ میں اپنی رائے کے طور پر وہی غلط عقیدہ لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں

گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بند رہیں جب تک کہ خدا تعالیٰ نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا اور واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے؟

ج: اس میں تین کفر تو وہی معمولی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر افترا اور وحی کا ادعا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے برابری مگر اس بیان میں ایک فائدہ ہے کہ ان سے اپنی وحیوں کے شیطانی ہونے کا خود ثبوت دے دیا۔ وحی الٰہی میں سچے نبی کو کبھی اس کے صدق میں کوئی شک نہیں گزرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے امن الرسول بما انزل الیه من ربه رسول پر جو کچھ اس کے رب کی طرف سے اترتا ہے وہ اس پر ایمان لاتا ہے لیکن اس نے اپنے وحی دینے والی کی بات سچی نہ جانی اور بار بار کی تنبیہ پر بھی اس کے خلاف ہی لکھ دیا یہ بات ضرور وحی شیطانی میں ہوتی ہے کہ وہ بناوٹ کی بات دھوکے فریب کی ہوتی ہے جیسا کہ پہلے قرآن مجید سے گزرا اور بناوٹ کی بات دل پر بمشکل جمتی ہے۔

س (۳۶) براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۶ پر لکھتا ہے خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح رکھا اور میری نسبت فرمایا ہے ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون٥

ج: یہ بھی اس کے وہی معمولی کفر ہیں۔

میرا نام ابراهیم بھی ہے

س (۳۷) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۷ پر لکھتا ہے میرا نام ابراهیم بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ فرمایا سلام علیک یا ابراهیم پھر آگے لکھتا ہے میرا نام احمد بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے بورکت یا احمد؟

ج: یہ بھی اس کے وہی معمولی کفر ہیں۔

س (۳۸) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۹ میں لکھتا ہے میرا نام داؤد بھی رکھا میرا نام سلیمان بھی رکھا اور احمد اور محمد بھی رکھا اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم نبوت ہیں ویسے ہی یہ عاجز خاتم ولایت ہے۔ اس وحی الٰہی کا یہ

مطلب ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر انبیاء خدا کی طرف سے دنیا میں آئے ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے کچھ حصہ اس عاجز کو دیا گیا ہے؟

ج: یہ بھی اس کے وہی کفر ہیں۔

س(۳۹) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰ پر لکھتا ہے اس امت کے لیے ذوالقرنین میں ہوں اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیشینگوئی موجود ہے۔

ج: یہ بھی اس کا ہذیان اور اللہ پر افترا ہے۔

س(۴۰) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے کہ میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون یہ دعویٰ خدائی کا ہے پڑھو سورہ یٰسین انما امرہ اذا ارادشیئا ان یقول له کن فیکونo

مرزا حضور نبی کریم کے فیصلے کے خلاف بات کرتا ہے

ج: اس کے اس قول کے جواب کا پورا رد اوپر کے نمبروں میں گزرا۔

س(۴۱) براہین احمدیہ صفحہ ۸۹ آنحضرت نے صرف اجتہاد کی بنا پر اس سفر کی تکلیف اٹھائی اور وہ اجتہاد صحیح نہیں نکلا اور مکہ میں داخل نہیں ہو سکے تو اس جگہ پیشینگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اسی صفحہ پر لکھا آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسٰی کی غلط فہمی تھی اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر بھی بشر ہی ہوتا ہے اور یہ اس کے لیے نقص کی بات نہیں کہ اپنے اجتہاد میں غلطی کھاوے۔

ج: یہ اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے صحیح بخاری و مسلم کی حدیثیں شاہد ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھ کر تشریف نہ لائے تھے کہ اس سال مکہ معظمہ میں داخل ہوں گے جب امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم کو تو یہ فرمایا گیا ہے تم ضرور مسجدالحرام میں داخل ہو گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ فرمایا گیا تھا کہ اسی سال داخل ہو گے عرض کی یہ تو نہیں تھا فرمایا تم ضرور داخل ہو گے اسی طرح عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام پر اس کا افترا ہے

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام وحی الٰہی کے معنی سمجھنے میں غلطی نہیں کرتے۔

س(۴۲) ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۲۶ میں لکھتا ہے کہ ایک ہی انسان کو یہ خصوصیت دی ہے کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری چلا گیا اور کسی زمانہ میں مع جسم واپس آئے گا یہ عقیدہ حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کی پہلی اینٹ ہے کیونکہ ایک خصوصیت دی گئی جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں خدا جلد یہ داغ اسلام کے چہرہ سے دور کرے؟

ج: کسی محبوب خدا کو کوئی خاص فضل ملنا اسے خدا کر دیتا ہے نہ ایسا ماننا اسے خدا بنانے کی اینٹ ہوتا ہے فقط اتنی بات کہ آدمی میں ایک وصف ایسا ہو جس میں دوسرا شریک نہ ہو اگر خدا کی اینٹ ہوتا تو قادیان میں لاکھوں خدائی کے مکان تیار ہو چکے ہوں گے زید عمرو بکر ہر ایک شخص کا تشخص اس کے ساتھ ایسا ہی خاص ہے کہ دوسرا اس میں شریک نہیں ہوسکتا پھر اس نے جو اپنے لیے دعویٰ کیا کہ خدا نے چاہا کہ ایک شخص ایسا ہو جس میں تمام انبیاء کے صفات جمع کر دیئے جائیں یہ ضرور اس کے نزدیک اس کا وصف خاص ہے جس میں دوسرا اس کا شریک نہیں یہ اپنے آپ خدا بننے کی کونسی اینٹ ہے۔

س(۴۳) براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ پر لکھتا ہے کہ اس کے بعد یہ الہام ہوا یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ ثلۃ من الاوّلین وثلۃ من الاخرین یعنی جو لوگ تیرے تابع ہیں فائق رہیں گے ان پر جو کافر ہوئے یعنی تجھ پر ایمان نہ لائے (سب مسلمانوں کو کافر بتلاتا ہے)؟

ج: اس کے اس کفر کا بیان اوپر گزرا۔

س(۴۴) براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵ پر لکھتا ہے وکذالک مننا علی یوسف لنصرف عنہ السوٓء والفحشاء ولتنذر قوما انذر آباؤھم فھم غافلون۝ اس جگہ یوسف سے مراد بھی عاجز ہے لتنذر قوما ما انذر آباؤھم سے وہ مسلمان اور دیگر فرقے مقصود ہیں جو اس کے قائل نہیں اور یہ خطاب ان کفار سے کلام مجید میں متعلق ہے جو فطرت کے کافر تھے۔

ج: یہ بھی اِس کے وہی ہذیان اور اللہ پر افترا ہے اور ولتنذر قوما کے متعلق کلام اوپر گذرا کہ بوجوہ کفر ہے۔

مرزا اپنے آپ کو عالمین پر فضیلت دیتا ہے

س(۴۵) براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹ میں وہ اپنی بابت الہام لکھتا ہے اذکر نعمتی التی انعمت علیک وانی فضلتک علی العلمین٥ یعنی غلام احمد میں نے تجھ کو سب عالموں پر تفضیل دی ہے اس میں سب انبیاء اور سب رسول مع جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگئے ہیں؟

ج: وہ جبکہ دعویٰ کر چکا کہ وہ بعض نبیوں سے افضل ہے اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے بہتر ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ادعاء افضلیت کر چکا جیسا کہ بیان سائل میں گزرا تو اسے یہاں کوئی تاویل کی گنجائش نہیں اور یہ بھی اس کا کفر ہے۔

س(۴۶) براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۷ پر لکھتا ہے اپنے الہام و وحی کی بابت انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر' وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک' انک علی صراط مستقیم٥ وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین یہ سب وہ خطابات ہیں جو رسول خدا احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید میں آئے ہیں اور ان کے لیے امتیازات خاص میں سے ہیں اس میں دوسرا شریک نہیں ہوتا؟

ج: اس قسم کے کفریات و ہذیانات بکثرت اوپر گزر چکے اور وہیں ان کا رد گزرا۔

س(۴۷) غلام احمد کا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم الخلفاء ہے اور جو ان پر ایمان نہ لائے وہ کافر اس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہے؟

ج: یہ بھی ادعاء رسالت اور مسلمانوں کی تکفیر اور خود بوجوہ کفر ہے۔

س(۴۸) کتاب کشتی نوح صفحہ ۶ ایسی پیشینگوئیاں پوری ہوگئیں ان کی نظیر اگر گزشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جگہ مثل نہیں ملے گی (یعنی

اور انبیاء سے وہ افضل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر)؟

ج: اس کے یہ کفر بھی اوپر صراحتہً گزرے استنباط کی حاجت نہیں۔

س(۴۹) مسیح موسوی یعنی حضرت عیسیٰ سے مسیح محمدی یعنی غلام احمد افضل ہے؟

ج: یہ بھی اس کا وہی کھلا کفر ہے۔

س(۵۰) کتاب کشتی نوح صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہیں کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھا نہ سکتا اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا؟

ج: اس کا پچھلا فقرہ تو وہی کفر ہے اور اوپر کے الفاظ سچ ہوسکتے ہیں شیطانی کام انبیاء سے نہیں ہو سکتے اور دجالی نشان دکھانا ان کا کام نہیں۔

عبداللطیف مرزائی کو سلطنت کابل نے سنگسار کیا تھا

س(۵۱) وہ اپنے آپ کو مسیح موعود اور مہدی آخرالزمان بتاتا ہے؟

ج: براہین احمدیہ ضمیمہ صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے عبداللطیف کو بوجہ قادیانی ہونے کے اور توبہ نہ کرنے سے اور جہاد سے انکار کرنے سے سلطنت کابل نے سنگسار کیا۔ کیا مرتدوں کی شریعت میں بھی سزا ہے (د) کتاب البریہ ص ۷۸-۷۹ میں وہ یہ بھی لکھتا ہے میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی اور اس حالت میں میں یوں ہی کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے آسمان و زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا پھر میں نے منشاء حق کے مطابق اس کی ترتیب تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم ان انسانوں کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا

کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا اردت ان استخلف فخلقت آدم انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم

مرزا قادیانی کے عقائد ونظریات پر ایک اجمالی نظر

اوپر کے عقائد کو پڑھ کر یہ بھی بتایا ہے کہ آیا (۱) غلام احمد قادیانی نے خدائی و نبوت و رسالت اولوالعزم اور مرسل بہ کتاب الوحی من اللہ کا دعویٰ بعد آنحضرت کے کیا یا نہیں اور یہ دعویٰ مخالفت اس آیت کے ہے یا نہیں جس میں آنحضرت کو کلام پاک میں رسول اللہ اور خاتم النبیین کہا گیا ہے (۲) اور اس نے آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد اپنی طرف منسوب کر کے مخالفت اور تحریف آیات قرآنی کی نہیں (۳) اس نے یہ کہہ کر میری پیشینگوئیوں کی مثال صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں ملے گی اور کہیں نہیں اس میں آنحضرت سے برابری چاہی یا نہیں (۴) اس نے آیت فَضلنک علی العٰلمین کو اپنی طرف منسوب کر کے جمیع ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام مع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی تفضیل کا دعویٰ کیا یا نہیں (۵) اس نے انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون کہہ کر "فعال لما یرید" ہونے کا دعویٰ کیا یا نہیں جو خاص صفت جناب باری تعالیٰ کی ہے اور اس میں کوئی ملائکہ یا نبی یا رسول شریک نہیں۔ پڑھیے سورہ یٰسین انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون ایسے دعویٰ میں مطلقا صفات خاصہ کاملہ باری تعالیٰ میں شرکت تامہ کا ادعا ہے یا نہیں۔ ان عقائد سے جو اور محذورات شرعی اور نقص ضروریات دین التزاماً و لزوماً لازم آتے ہوں مفصل بیان کیجئے اور اپنی رائے کی تائید میں کتابوں سے مشورہ کر کے سندوں کا حوالہ دیجئے (۶) اور جو لوگ ان کے ان اقوال اور اعتقادات پر مطلع ہو کر اس کی تکفیر میں شک و تردد کریں وہ خود کافر و مرتد ہیں یا نہیں؟

ج: یہ بھی اس کا ہذیان و افترا ہے (ج) شریعت میں سزائے موت چار جرموں پر مقرر فرمائی ہے۔ قتل ناحق اور قطاع طریق اور زنائے محصن اور ارتداد۔ ظاہر ہے کہ عبداللطیف پر پہلے تین جرموں کا الزام نہ تھا تو بالضرورۃ اسے مرتد ہی ٹھہرا کر سزائے موت دی کہ وہ قادیانی تھا (د) اس کے مدارج کفر میں ایک ہی درجہ باقی تھا۔ اس کی اینٹ بھی پہلے رکھ چکا تھا اب خدا بن گیا' خالق ارض و سما بن گیا' خالق انسان بن گیا' اس سے بڑھ کر اور شدید کفر کیا ہوگا اللہ عزوجل فرماتا ہے **هل من خالق غیر الله** کیا اللہ کے سوا اور بھی خالق ہے اور مخلوقات زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا بیان کر کے فرماتا ہے **هذا خلق الله فارونی ماذا خلق الذین من دونه** یہ سب تو اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے وہ مجھے دکھاؤ جو اللہ کے سوا کسی اور نے پیدا کیا اور فرماتا ہے **ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرک فی السمٰوٰت** مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین سے کون سا حصہ بنایا یا بنانے میں ان کا کوئی ساجھا ہے مگر سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ مرزا جی نے آسمان اور زمین تو بنائے اور آدمی کے پیدا کرنے کا بھی ارادہ کیا مگر اپنی زوجہ کے پیٹ میں اپنی پیشینگوئی کا بیٹا نہ بنا سکے وہ مادہ ہی برآمد ہوا۔

(۱) میں اوپر کے بیانوں میں کہہ آیا ہوں کہ اس نے یہ سب دعوی کیے اور وہ ضرور اس آیت کریمہ کا منکر ہے اور نہ اس آیت کا بلکہ تمام قرآن مجید کا (۲) ضرور اس نے قرآن مجید کی تحریف کی اور اللہ عزوجل پر افترا کیا اور کھلا کافر ہوا (۳) اس کا بھی جواب میں اوپر دے چکا ہوں (۴) اس کا بھی جواب ہو چکا (۵) اس کا بھی مفصل جواب پہلے دے چکا ہوں اور اس کے بیان میں جو کچھ نقائص و کفریات آتے گئے وہ ہر نمبر کے مقابل بیان کر چکا ہوں (۶) اس کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں جو ادنیٰ شک کرے تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق فتویٰ دیا ہے کہ وہ بھی اسی کی طرح کافر و مرتد ہے۔

اعلیٰحضرت مختلف اعتقادی سوالات کے جوابات دیتے ہیں

۱- ایک خاندان میں مختلف مذاہب کے افراد

۲- صحابہ کو گالیاں دینے والے رافضی مسلمانوں سے علیحدہ ہیں

۳- علی گڑھ اور دیوبند کے فارغ التحصیل علماء

۴- اسلام کے اراکین پر ایک نظر

۵- اعلیٰحضرت کا ذریعہ معاش کیا تھا؟

۶- ہندوستان ''دارالحرب'' نہیں ہے

اعلیٰحضرت کے سوالات و جوابات پر جرح

ایک خاندان میں مختلف مذاہب کے لوگ ہو سکتے ہیں؟

س(۱) کیا یہ ممکن ہے کہ اہل اسلام مختلف فرقوں میں سے باپ کسی ایک فرقہ میں ہو اور اس کی اولاد کسی دوسرے فرقہ میں مثلاً باپ حنفی اور بیٹا شافعی یا اہل حدیث یا مالکی یا احمدی یا اس کے برعکس؟

ج: اس کی دو صورتیں ہیں جو لوگ اسلامی فرقے کہلاتے ہیں ان میں بعض تو حقیقتاً مسلم ہیں یعنی تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں اور کوئی قول و فعل علامت تکذیب کا ان میں نہیں۔ دوسرے وہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن حقیقتاً مسلمان نہیں اگر باپ اور اولاد حقیقتاً مسلم ہیں تو اسلام کے اندر جو فروعی فرقے ہیں جیسے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی باپ اور اولاد ان میں مختلف ہو سکتے ہیں اور اگر ان میں کوئی دوسری قسم کا ہے یعنی حقیقتاً مسلم نہیں اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور دوسرا اس کے فرقے سے جدا ہے مثلاً باپ قادیانی ہے جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں اور اولاد قادیانی نہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ اولاد میں قادیانیت کے علاوہ اور کوئی وجہ ارتداد ہے مثلاً اسی قدر کہ آپ تو قادیانی نہیں لیکن قادیانی باپ کو کافر و مرتد نجانے تو اس صورت میں شرعاً ان میں اختلاف دین نہ ہوا کہ دونوں یکساں مرتد ہیں باپ بوجہ قادیانی ہونے کے اور اولاد بوجہ اسے کافر نہ جاننے کی بنا پر

بزازیہ و مجمع الانہر۔ و بحرالرائق و در مختار وغیرہ میں ہے ''ومن شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر'' ہدایہ وغیرہ میں ہے ''الکفر ملۃ واحدۃ'' اور اگر ایسا نہیں بلکہ صورت مذکورہ میں اولاد حقیقتاً مسلم ہے اور اپنے باپ کو بوجہ قادیانیت کافر کہتی ہے تو اب ضرور ان میں اختلاف دین ہوا مگر اب وہ شرعاً باپ کی اولاد نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''لیس من اھلک انه عمل غیر صالح''

حنفی المذہب لڑکے یا لڑکیاں ولی کی اجازت کے بغیر کس طرح نکاح کرسکتی ہیں!

س(۲) کیا سنی حنفی المذہب لڑکا لڑکی شرعاً اپنا نکاح بلا توسط اپنے ولی کے کرسکتا ہے؟

ج: اس میں تین صورتیں ہیں اگر لڑکا اور لڑکی دونوں حقیقتاً مسلم اور حنفی المذہب اور عاقل اور بالغ ہیں تو وہ اپنا نکاح خود کرسکتے ہیں۔ ولی کے محتاج نہیں جبکہ لڑکا اولیائے زن کا کفو ہے یا ولی زن نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر اس سے نکاح کی صراحتہً اجازت دے دی اور جو عاقل بالغ نہیں وہ اذن ولی کا محتاج ہے اور اگر وہ دونوں یا ان میں ایک حقیقۃً مسلم نہیں بلکہ مرتد ہے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اگرچہ اس میں اسی قدر وجہ ارتداد ہو ایک مرتد کو مرتد نہیں کہتا تو اس صورت میں ان میں نکاح باطل محض ہے اصالۃً ہو خواہ ولایۃً در مختار میں ہے ''لایصلح ان ینکح مرتد ولامرتدۃ احدا مطلقا'' ردالمحتار میں ہے ''ای لامسلما ولا کافرا ولامرتدا'' اسی طرح عالمگیری کتاب النکاح و کتاب السیر باب المرتدین میں ہے۔

کیا رافضی شیعہ اہلسنّت کے نزدیک کافر ہیں

س(۳) کیا علمائے اہلسنّت و جماعت شیعہ کو کافر کہتے ہیں برعکس اس کے اہل تشیع اہلسنّت و جماعت کو؟

ج: شیعہ تین قسم کے ہیں ایک محض ''تفضیلیہ'' وہ بالاتفاق مسلمان ہیں۔ اگرچہ اس مسئلہ

میں گمراہ ہیں دوسرے ''تبرائیہ'' کہ تبرا سے زیادہ ضروریات دین سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے ان میں علمائے اہلسنّت و جماعت کو اختلاف ہے متکلمین کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے مگر کافر نہ کہا جائے گا اور یہی ہمارے نزدیک صحیح ہے تیسرے وہ جو بعض ضروریات دین کے منکر ہیں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید سے کوئی سورت یا آیت یا حرف کا گھٹ جانا یا بدل جانا مانیں یا احتمال مانیں یا مولی علی یا ائمہ اطہار رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو کسی نبی سے افضل جانیں تو یہ بالا جماع مرتد ہیں ایسے کو جو انہیں مرتد نہ کہے وہ بھی کافر مرتد ہے۔ علمائے اہلسنّت کا یہ مذہب ہے عالمگیری اور خلاصہ اور فتح القدیر اور فتاویٰ ظہیریہ اور حدیقہ ندیہ وغیرہا کتب کثیرہ میں اس کا بیان ہے اور علمائے حرمین شریفین نے ''فتاویٰ الحرمین'' میں اس کی تصریح فرمائی اور میرے رسالہ ''رد الرفضہ'' میں جو بارہ سال سے کئی بار طبع ہو چکا ہے اس کا نہایت مشرح بیان ہے رہا یہ کہ اہل تشیع کا علمائے اہلسنّت کی نسبت مسلک کیا ہے اس کو اہل تشیع جانیں۔

کافر کسے کہتے ہیں؟

س(۴) کیا نصاریٰ و یہودی کو مسلمان کافر کہتے ہیں آپ شیعہ اور اہلحدیث کو کافر جانتے ہیں یا مسلم؟

ج: کافر کہنا دو طرح ہوتا ہے ایک محاورۂ بعض عوام کہ محض بطور دشنام کہتے ہیں محتاط مسلمان کسی کو بلاوجہ گالی دینا پسند نہیں کرتے دوسرے اصطلاحاً علماء کہ محاورہ قرآن مجید ہے جس سے مقصود صرف اس کی حالت مذہبی ظاہر کرتا ہے یعنی وہ دین اسلام نہیں رکھتا بایں معنی نصاریٰ و یہود کافر ہیں یعنی دین اسلام نہیں رکھتے اور شیعہ کی تفصیل اوپر کر چکا ہوں یہی حال ان لوگوں کا ہے اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں ان میں جو ضروریات دین کے منکر ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں نہ کسی ایسے کو کافر کہتے ہیں تردد کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔

اعلیحضرت کے نزدیک ''ندوۃ العلماء'' کے علماء کافر نہیں تھے

س(۵) جن علماء نے ندوۃ العلماء قائم کیا اور ندوہ میں شریک ہیں آپ کافر جانتے ہیں یا مسلمان؟

ج: جن علماء نے میرے علم میں ندوہ قائم کیا جیسے مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی اور مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری اور مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور اور اسی طرح اکثر شرکا ہرگز معاذ اللہ نہ کافر تھے نہ انہیں کافر کہا گیا۔ ان سے اس بات پر نزاع تھی کہ بدمذہبوں کو اپنی مجلس کا رکن نہ کرو نہ ان سے وعظ کہلاؤ۔

عیسائی' یہودی اور رافضی عورت جس نے کفر نہ کیا ہو مسلمان سے شادی جائز ہے

س(۶) کیا ایک مسلمان کا کسی نصاری یا یہودی یا شیعہ عورت سے نکاح شرعا جائز ہے اگر ناجائز ہے تو سند پیش کرو؟

ج: یہود یا نصرانیہ یا اسی قسم کی شیعہ عورت جن کی تکفیر نہیں کی گئی ان سے مسلمان کا نکاح ہوسکتا ہے اگرچہ نامناسب ہے اور بعض صورتوں میں ممنوع و گناہ ہے دیکھو فتح القدیر' بحرالرائق لیکن اس قسم کی شیعہ عورت جن کی تکفیر کی گئی ہے اس سے نکاح ناممکن ہے۔ نہ سنی کا نہ شیعہ' نہ مسلمان کا نہ کافر کا' جس کی سندیں درمختار و ردالمحتار و فتاویٰ عالمگیریہ سے پہلے بیان کرچکا ہوں۔

س(۷) آپ کے نزدیک مولانا محمد قاسم' مولانا رشید احمد' اور مولانا اشرف علی اور دیگر علماء کو جن کی شہرت مدرسہ عربی دیوبند کے ساتھ ہے اور سید احمد خان صاحب رفقا اور طلباء علیگڑھ کالج کو جو عام طور نیچری کہے جاتے ہیں کافروں میں ہیں یا مسلم؟

دیوبند اور علی گڑھی کالج میں پڑھنے والے اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں

ج: مدرسہ دیوبند یا علی گڑھ کالج میں پڑھنے سے کچھ ضروری نہیں کہ آدمی خواہ مخواہ کافر ہو جائے جب تک اپنا دین نہ بدلے البتہ مضر صحبت سے بچنا فرض ہے اور اس کے نتائج عام طور پر برے ہوتے ہیں۔ رہے چار اشخاص نام بردہ اور پانچواں قادیانی

ان کی نسبت ''فتاویٰ الحرمین'' اور ''حسام الحرمین'' میں بالاتفاق علمائے حرمین شریفین کے فتویٰ سالہاسال سے شائع ہو چکے ہیں اور تمام اہلسنت عقائد میں علمائے حرمین شریفین کے موافق ہیں بیشک جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم ماننے کو شرک کہے لیکن شیطان کی علم نص سے ثابت مانے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کو ختم نبوت میں مخل نہ جانے اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخرالنبیین کو خیال عوام اور اہل عقل کے نزدیک فضیلت سے خالی بتائے اور جو اللہ و عزوجل کے کاذب بالفعل کہنے والے کو کافر تو کافر گمراہ و فاسق نجانے اور اسے کوئی لفظ سخت کہنے سے منع کرے اور اس اختلاف کو حنفی شافعی کا سا اختلاف سمجھے اور جو کہے کہ جیسا علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے اور جو وحی نبوت ملک و جن و شیطان و معجزات و جنت نار وغیرہ ضروریات دین کے معنی بدلے اور ان کے ساتھ استہزاء کرے ایسے کہنے والے کا فرو مرتد ہیں ان کفری باتوں کے مقابل ایسوں کے ظاہری اعمال و اقوال و وعظ و افتاء و تدریس و مشیخت و ہمدردی اسلام وغیرہ پیش کرنا نہ صرف شرع مطہر بلکہ تمام جہان کے اجماعی قانون کے خلاف ہے۔ فرض کیجئے کہ کچھ لوگ کسی بادشاہ کے رعایا سے بڑے بڑے دعویٰ خیر خواہی سلطنت کرتے اور روزانہ بادشاہ اور اس کے گورنمنٹ کی مدح و ستائش میں قصیدے پڑھتے اور اپنے آپ کو اعلیٰ درجہ کا وفادار بادشاہ بتاتے ہیں اور اس کے ساتھ اندرونی حالت یہ ہو کہ بادشاہ اور اراکین سلطنت کی سخت سخت توہین کریں ملک میں باغیانہ خیال پھیلائیں، رعایا کو مخالفت بادشاہ پر ابھاریں اور وہ ان جرائم میں ماخوذ ہوں تو کیا ان کے ثبوت کے بعد ان کی وہ خیر خواہی و وفاداری کے زبانی دعویٰ وہ مدح بادشاہ و گورنمنٹ کی طولانی قصیدے صفائی میں لیے جاسکتے ہیں۔ کوئی ذی عقل ان کی بنا پر اس جرم ثابت سے ان کو بری سمجھ سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ بلا شبہہ وہ سرکار سے باغی سمجھے جائیں گے اور جو ان کی حمایت کرے گا پناہ دے گا وہ بھی باغیوں میں شمار ہوگا یہ دونوں باتیں یعنی ثبوت جرائم مذکورہ کے مقابل وہ صفائی

نہ سننا اور قانون شکنوں باغیوں نقض امن کرنے والوں کے حامی اور طرفدار کو بھی قانون شکن و باغی سمجھنا تمام عقلائے عالم کے مسلمہ قوانین میں ہیں یہ دنیوی بادشاہوں کا معاملہ تھا۔ حقیقی بادشاہ ملک الملوک نے اپنی یا اپنے انبیاء یا اپنے کلام کی توہین کو بغاوت قرار دیا ہے اور اپنی سرکاز کے باغی کا نام کافر رکھا ہے تو جن پر وہ کلمات وہ استہزا ثابت ہیں ہرگز ان کے ظاہری کارنامے مسموع نہیں ہو سکتے اور جو اس حالت میں ان کا طرفدار ہے ضرور انہیں کے حکم میں ہے۔ یہی دونوں قانون آیہ کریمہ **قل ابا لله وآیاتہٖ ورسوله کنتم تستهزء ونo لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکمo** اور آیہ کریمہ **ومن یتولهم منکم فانه منهم** میں ہیں اور یہی وہ قانون ہے جو درمختار وغیرہ میں ہے "**من شک فی عذابه وکفره فقد کفر.**"

س(۸) جو شخص توحید باری تعالیٰ و رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے منزل من اللہ اور یوم قیامت کا قائل نہ ہو اور اپنے آپ کو حنفی المذہب کہتا ہو تو ایسے شخص کو آپ کافر خیال کریں گے یا مسلم اگر مسلم سمجھتے ہیں تو اسناد کا حوالہ دیجئے؟

توحید و رسات کے اقرار کے ساتھ ضروریات دین پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا

ج: توحید و رسالت و قرآن مجید و قیامت کا قائل ہونا حقیقی طور پر یہ ہے کہ جملہ ضروریات دین پر ایمان رکھے کوئی قول وفعل منافی ایمان اس سے صادر نہ ہو ایسا شخص ضرور مسلمان ہے اور اگر ضروریات دین سے کسی بات کا منکر ہے یا اس میں شک کرتا یا تاویل سے اس کا معنی بدلتا ہے یا اور کوئی قول یا فعل منافی ایمان کرتا ہے مثلاً اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی یا ملک یا قرآن عظیم کی توہین کرتا ہے یا بت یا چاند یا سورج کو سجدہ کرتا ہے تو وہ کافر مرتد ہے اگرچہ توحید و رسالت و قرآن مجید و قیامت کی حقانیت بڑے زور شور سے ماننے اور خالص سنی

حنفی ہونے کا مدعی ہو۔ دیکھو شرح مواقف شرح مقاصد بحث ایمان وکفر و شرح فقہ اکبر ملا علی قاری اور خود قرآن مجید قل اباللہ و آیاتہٖ ورسولہ کنتم تستھزء ون ○لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم اور فرمایا یحلفون باللہ ماقالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم اور فرمایا اذا جاء ک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون○ یہ سب آیتیں ان کے بارے میں ہیں جو بڑے گرم جوشیوں سے توحید و رسالت و قرآن عظیم و قیامت کا اقرار کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں پڑھتے اور قسمیں کھا کھا کر کلمہ اسلام کی شہادتیں دیتے تھے مگر مثلاً اتنی بات کہنے پر ''مایدری محمد بالغیب'' محمد غیب کیا جانیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہانے نہ بناؤ تم اسلام لا کر کافر ہو چکے دیکھو تفسیر ابن جریر و تفسیر درمنثور۔

اسلام کے اراکین پر ایک نظر

س(۹) اسلام کے ارکان ضروری کیا ہیں بحوالہ سند جواب دیجئے؟

ج: مرتبہ تفصیل میں اسلام کے ضروری رکن ہزارہا ہیں جن میں ایک میں بھی فرق ہو تو مسلمان نہیں رہ سکتا اگرچہ باقی ہزارہا کا قائل ہو اور مرتبہ اجمال میں اس کا صرف ایک رکن ہے جو ان سب پر حاوی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ہیں ان تمام باتوں پر سچا صحیح ایمان کہ کوئی قول و فعل خلاف تصدیق اس سے صادر نہ ہو جیسا کہ اوپر بیان کر چکا اور وہیں اس کی سندیں بھی بتادیں۔

س(۱۰) اگر کوئی شخص ارکان اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو تو وہ کیا کہا جاسکتا ہے بحوالہ سند جواب دیجئے۔

ج: اس کا جواب اور سندیں وہی ہیں جو ابھی میں بیان کر چکا اگر جملہ ارکان اسلام پر صحیح اعتقاد ہے کہ اس کے منافی کوئی قول و فعل نہیں تو ضرور اسے مسلمان کہا جائے گا ورنہ مرتد اگرچہ کیسے ہی قوی اسلام کا ادعا کرے جیسے قادیانی جس کے کچھ اقوال

بند سوال میں شمار ہوئے۔

س(۱۱) اگر کوئی شرعاً خاص عقیدہ مثلاً حنفی، اہل حدیث، قادیانی نہ رکھتا ہو اور ان کے محض والدین حنفی المذہب ابتداء تھے مگر باپ بعد کو احمدی ہو گیا تو ایسے شخص کی نسبت کیا فتویٰ دیں گے بحوالہ سند جواب دیجئے؟

حنفی المذہب کا بیٹا قادیانی ہو جائے تو وہ کافر کہلائے گا

ج: جو شخص مسلمان کے سوا کسی خاص فرقہ سے اپنے آپ کو مسمیٰ نہ کرے لیکن تمام اسلامی عقائد کا قائل ہے قادیانی وغیرہ مرتدوں کو مرتد جانتا ہے حتیٰ کہ مثلاً اس کا باپ قادیانی ہو جائے تو اسے کافر مرتد کہے ایسی حالت میں ضرور اس کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا ورنہ کفر کی سندیں وہی ہیں جو میں ابھی اوپر بیان کر چکا ہوں۔

مولانا مہر علی گولڑوی، مولوی ظفر الدین بہاری مولوی انوار اللہ سے اعلیٰحضرت کا ابتدائی تعارف

س(۱۲) مولوی مہر علی گولڑوی و مولوی ظفر الدین و مولوی انوار اللہ حیدر آبادی اور آپ سے کسی قسم کا رشتہ داری یا تعارف حاصل ہے یا نہیں؟

ج مولوی مہر علی صاحب گولڑوی سے مجھے اصلاً تعارف نہیں صرف نام سنا ہے مولانا انوار اللہ صاحب کو صرف ایکبار دیکھا ہے محض ناشناسا طور پر مولوی ظفر الدین سے پورا تعارف ہے رشتہ داری ان میں کسی صاحب سے نہیں۔

اعلیٰحضرت کا ذریعہ معاش ان کی موروثی زمین کی آمدنی تھی

س(۱۳) آپ کی کیا معاش ہے اور کیا مذہب ہے اور کس کے شاگرد ہیں اور کہاں تحصیل علم کیا؟

ج: میری وجہ معاش موروثی جائیداد زمینداری معافیداری ہے میں سنی حنفی ہوں تحصیل علم اپنے گھر پر کی۔ میری جائیداد بھی موروثی ہے اور میرا علم بھی آبائی میں نے اپنے

والد ماجد سے پڑھا انہوں نے اپنے والد ماجد سے۔

س(۱۴) اہل شیعہ کو آپ کیا کہیں گے اگر مسلمان نہیں سمجھتے تو اسناد بیان کیجئے؟

ج: اس کی پوری تفصیل میں اوپر بیان کر چکا۔

س(۱۵) سلطنت انگلشیہ کے قلم رو کے اندر ہندوستان میں آپ کی رائے میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص قلم رو مذکورہ بالا میں جہاد ناجائز جانتا ہے تو اس کو آپ کافر جانتے ہیں؟

ہندوستان انگریزی اقتدار کے باوجود دارالحرب نہیں ہوسکتا

ج: میں اور میرے آباؤ اجداد ہمیشہ سلطنت کے سیاسی معاملات میں دخل دینے سے جدا اور گوشہ نشین رہے ہیں اور نہ میں آئندہ مداخلت چاہتا ہوں نہ اس سوال کو مقدمہ سے تعلق ہے۔ معلوم نہیں کس بنا پر اسے داخل سوالات کیا گیا ہے اگر جواب نہ دیا جائے جس کا مجھے بحیثیت گواہ حق ہے کہ جہاں تک میں جانتا ہوں بیرون مقدمہ کسی بالائی بات کا جواب دینا شاہد پر لازم نہیں جب تو ممکن کہ ترک جواب سے کوئی غلط خیال قائم کیا جائے اور اگر جواب دوں تو سن لیں میرے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں جیسا کہ میرا قدیم سے یہی فتوی ہے کہ میرے نزدیک ہندوستان دارالحرب نہیں تو ممکن ہے کہ اس پر یہ وہم کیا جائے کہ اصل خیال اس کے خلاف ہے۔ فی الحال مصلحت وقت پر نظر رکھ کر ایسا کہہ دیا ہے لہٰذا آج مجھ سے چھبیس سال پہلے اپنے ایک فتویٰ کا حوالہ دینا مناسب ہے ۱۳۰۶ھ میں ہندوستان کے بہ نسبت مجھ سے استفتاء ہوا تھا میں نے جواب میں ایک نہایت مختصر مگر مدلل رسالہ لکھا تھا۔ جس کا تاریخی نام ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' ہے میں نے اس میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ ہندوستان اب بھی ویسا ہی ''دارالاسلام'' ہے جیسا کہ زمانہ سلطنت اسلام میں تھا اور وہ ہرگز کسی طرح دارالحرب نہیں پانچ چھ برس ہوئے۔

۱۳۲۸ھ میں اعلیٰحضرت کی تین سو سے زیادہ تصانیف کی فہرست ''تحفہ حنفیہ پٹنہ'' نے شائع کی تھی

۱۳۲۷ھ میں میرے ساڑھے تین سو مصنفات کی مفصل فہرست ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ عظیم آباد نے چھاپی تھی اس میں ۱۳۰۶ھ کے رسائل ہیں اور اس رسالہ کا تذکرہ بھی موجود ہے نیز اب کوئی ڈیڑھ برس ہوا جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ میں لکھنؤ سے ایک فتویٰ آیا تھا کہ زید کہتا ہے کہ غیر اسلامی سلطنت میں رہنا حرام ہے یہاں سے اس کا رد کیا گیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ زید کا یہ خیال صرف غلط ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔ یہ فتویٰ میرے مجموعہ فتاویٰ جلد پنجم ''کتاب السیر'' کے صفحہ ۶۱۸ و ۶۱۹ پر ہے یہ میری علمی تحقیقات ہیں۔ رہی عملی کارروائی جس پر آج تک عامل ہوں وہ یہ ہے کہ میں مع اہل وعیال ہندوستان میں متوطن ہوں، جمعہ پڑھتا ہوں، عیدین پڑھتا ہوں، اگر اسے ''دارالحرب'' سمجھتا تو دارالحرب میں یہ سب امور حرام ہوتے ہیں حالانکہ ضرور حلال ہیں اور یہاں کے تمام مسلمان اسی پر قائم ہیں اور جبکہ میرا خود یہ خیال ہے تو جو مسلمان یہاں کے مسلمان کو حکم جہاد کا قائل نہ ہو اسے کیونکر کافر کہہ سکتا ہوں نہ ہرگز اس کہنے سے کوئی کافر ہو سکے۔

اعلیٰحضرت اپنے معاندین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں

علم کے مختلف شعبوں اور شاخوں میں اہم اعتراض اور اس کے جوابات دینا ضروری ہوتا ہے اعتراض کی خوبی یہ نہیں ہے کہ کسی تقریر یا تحریر پر انسان منہ کھول دے' کچھ بول دے' بلکہ ایسی دکھتی ہوئی رگ پکڑنا جس سے عہدہ برا ہونا مشکل ہو اور جواب کے معنی یہ ہیں کہ شبہات کی رگ اس طرح قطع کر دینا کہ تسمیہ بھی لگا نہ رہے اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد مائیۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز ان دونوں باتوں میں جو ید طولی رکھتے تھے اس میں اپنی' آپ نظیر تھے بدمذہبوں پر جو اعتراضات فرماتے ہیں وہ سب کتابی شکل میں بنام الاسئلۃ الفاصلہ علی الطوائف الباطلہ مطبوع ہوں گے جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ اعتراضات ایسے قاہر ہیں کہ جن لوگوں پر یہ اعتراضات ہیں ممکن نہیں کہ اپنے مذہب وعقیدہ پر قائم رہتے ہوئے ان کا جواب دے سکیں۔ اسی طرح بطور نمونہ چند اعتراضات جو علمائے ندوہ کی تحریرات ومواعظ پر اعلیٰحضرت نے فرمائے ہیں ناظرین کے ازدیادعلم کے لیے لکھے جاتے ہیں۔

ندوۃ العلماء کا تیسرا سالانہ جلسہ بریلی شریف میں ہوا تھا ندوی علماء نے اس جلسہ

میں جو تقریریں کی تھیں روداد میں ان کا خلاصہ درج کیا تھا مولانا عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی نے اپنے وعظ میں موجودہ علماء کو خوار و ذلیل بتاتے ہوئے کہا تھا ''ایک عالم صاحب نے کہا کہ بخت نصر اور حضرت زکریا کا ایک وقت تھا'' اس پر اعلیٰحضرت نے اعتراض فرمایا کیا یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے جو ''ندوہ'' کے بڑے چیدہ امام و ممبر عالم معتبر شاہ سلیمان صاحب نے اپنے لکچر مندرج مضامین اربعہ ص ۲۹ میں فرمایا کہ آئس لینڈ میں جہاں چھ مہینہ تک آفتاب نہیں دکھائی دیتا ہے وہاں کے صوم وصلوٰۃ کے مسائل قلم بند کرنا چاہیے۔'' میں کہتا ہوں علاوہ کشف و کرامات درعلم ہیئت و جغرافیہ ہم کمالے دارند' اولاً روئے زمین پر کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں چھ مہینہ کی رات ہو ثانیاً عرض تسعین کہ منتہائے عرض و تفاوت لیل و نہار ہے جہاں برف کا سمندر ہے جس میں انسان کا اصلا گزر نہیں وہاں بھی کامل چھ مہینے آفتاب نہ دکھائی دینا محض غلط اور اس کا ادعا علم ہیئت سے جہل و ناواقفیت ہے ہاں نصف خطی میں ساڑھے پانچ ماہ آفتاب نظر نہیں آتا اور نصف اوجی میں تخمیناً ساڑھے چھ مہینے غائب نہیں ہوتا ہیئات دان اس تفاوت مقدار کی وجہ جانتا ہے کہ دن اور رات برابر کیوں نہ ہوئے ہم اجمالاً اس کی طرف اشارہ کریں۔ اس کے دو سبب ہیں اوج شمس کا برج شمالی میں ہونا اور عالم انسیم کے باعث افقی انکسار ثالثاً) اٹلیس ملاحظہ ہوں۔ آئس لینڈ کا عرض شمالی صرف سنہ یعنی ۶۵ درجے ہے جو تمام میل کلی تک بھی بالغ نہیں تو وہاں از روئے قواعد علم رات کی مقدار چوبیں گھنٹے بھی نہیں ہوسکتی نہ کہ دو تین روز نہ کہ مہینوں نہ کہ چھ مہینے جو کہیں کی مقدار نہیں لوگ تو مثل میں کہتے ہیں سیر میں پنسری کا دھوکا یہاں تو سیر میں ساڑھے چار من پختہ کا دھوکا ہے کہ مقدار ایک شبانہ روز بھی نہیں اور آپ چھ مہینے کہتے ہیں۔

ندوہ کے دانشوروں کا سورج کا زمین کے قریب آنے پر استدلال اور اس کا جواب

(۲) کیا آپ کے امام الندوہ ابراہیم آروی کے قول سے بھی عجیب تر جو اپنے ''رسالہ اتفاق'' میں مندرجہ مضامین اربعہ ص ۵ پر فرماتے ہیں زمین کا سورج کے قریب ہوتے جانا جو فلسفہ حال سے ثابت ہوا ہے اس نے اسلام کے اس سچے مسئلہ کو کہ کیا قیامت میں

سورج زمین سے نہایت ہی قریب ہو جائے گا کیسا کھول دیا ہے ماشاء اللہ! معاذ اللہ اسلام کے مسائل اسی کے محتاج ہیں کہ خرافات بے معنی و جزافات لایعنی فلسفہ سے ان کی وضاحت ہو آر دی صاحب کے ایمان میں قیامت کو نہ آسمان شق ہوں گے نہ ستارے گر پڑیں گے یہی نظام جو آج ہے حشر تک باقی رہے گا۔ زمین سورج سے قریب ہو رہی ہے یونہی رفتہ رفتہ کمال قرب پر پہنچ جائے گی وہی قیامت ہے یہ بعض نصاری حال کا خیال ضرور ہے مگر اسلامی عقائد سے منزلوں دور ہے۔ حضرات فلسفہ جدیدہ پر مٹنے کے یہی نتائج ہیں۔ اصول عقائد سے منہ پھیر کر وساوس مخذولہ کو مثبت عقائد بنائے انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ اور زمین وشمس کا تفاوت کم ہوتے جانا بھی کچھ فلسفہ حال کا نیا خیال نہیں۔

قدیم فلاسفر ارضیات وفلکیات کے سلسلہ میں غلط بیں رہے ہیں

قدیم سے اکثر ارصاد اس پر شہادت دے رہے ہیں کہ بطلیموس کے زمانے میں مابین المرکز میں تقریباً ڈھائی درجہ تھا سال کما ذکرہ فی المجسطی ملخص الہیات دو درجے ساڑھے اکیس دقیقے لکھا۔ رصد ماموتی، و نبی موسیٰ میں دو درجے پانچ دقیقے ثابت ہوا ''رصد سمرقند'' میں دو درجے ایک دقیقہ بیس ثانیے، رصد جدید میں دو درجے ایک دقیقہ سے بھی کم یعنی تقریباً ۵۸ ثانیہ۔ ہاں اوائل میں اختلاف کو خلل صاد پر محمول کرتے رہے جب بمرورِ مان وتکرر تجربہ ایسا ہی نظر آیا کیا ذہن تقارب واقعی کی طرف گیا اسی طرح میل کلی میں ارصاد کا فرق زمانہ اقلیدس میں چوبیس درجے معلوم ہوا ابرخس نے رومۃ الکبریٰ میں سات دقیقے کم پایا۔ بطلیموس نے اسکندریہ میں ۲/۳ کم، رصد ماموں رشید و نبی موسیٰ میں ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے پھر بعض دیگر ارصاد اسلامیہ میں ۲۳ درجہ ۲۳ دقیقے، رصد مراغہ وسمرقند میں ۳۰/۲۳، ہندوستان میں ''رصد محمد شاہی'' سے ۲۸/۲۳، رصد جدید سے ۲۷/۲۳ اسے بھی خطائے ارصاد پر حمل کیا جاتا تھا مگر حجۃ الاسلام امام غزالی نے تصریح فرمائی کہ معدل النہار و منطقۃ البروج قریب ہو رہے ہیں جس وقت دونوں منطقے منطبق ہو جائیں گے نفخ صور ہوگا آسمان و زمین فنا ہوں گے۔ وحسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

واعظوں کی ضعیف روایات پر تنقید کرنے والے خود ضعیف اور سنی سنائی روایات بیان کرتے رہتے ہیں

(۳) شاہ سلیمٰن صاحب پھلواروی نے کہا واعظین کے لیے اصول بنوایا جائے کہ ضعیف اور غلط روایات نہ بیان کیا کریں اور یہ امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا اپنے قاتل شقی اشقی کو شربت پلانا' اس کے حال پر لطف و رحمت فرمانا' اس کے ساتھ ہمدردی برتنا' جو آپ کے ہر لکچر اتحاد و اتفاق کا نقل مجلس ہوتا ہے یہ کون سی صحیح روایت ہے؟ دیگران را نصیحت

(۴) مولوی عبدالحق دہلوی کھڑے ہوئے اور محامد و برکات اسلام پر تقریر شروع کی اسلام ایک ابدی حیات ہے خدا کیا ہے اور اس کی ذات و صفات کہ کلمہ گویوں میں کسی کو بدعتی کہنا روا نہیں۔ بدعتی تو بدعتی فاسق معلن تک کہنا اندھیر ہے۔ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے۔ ندوے کا خدا برٹش گورنمنٹ کی پالیسی پر ہے۔ وہ اپنی سب رعایا سے اگرچہ وہ کیسا ہی اختلاف مذہب و ملت رکھتے ہوں یکساں راضی ہے۔ سب کو ایک نظر دیکھتا ہے سنیوں کو یہ مہلک بیماری لگی ہوئی ہے کہ وہ اوروں کو گمراہ جانتے ہیں۔ اپنے ہی مذہب کو ہر طرح خطا و غلط سے پاک مانتے ہیں یہ ان کی رعونت ہے۔ موجب ہلاکت ہے۔ ملا صاحب دھرم سے کہنا ایسا ہی میل جول کو آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کون سا محذور شرعی لازم آتا ہے ملا صاحب یہ اگر کھلی دہریت صریح زندقہ نہیں تو کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۸) ملا صاحب کیا آپ کا یہ دھرم ہے کہ رافضی تبرائی قاتلهم اللہ جو حضرات علیہ خلفائے ثلاثہ و امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ کافر کہتے' تبرا بکتے ہیں خوارج و نواصب لعنهم اللہ کہ حضرات علیہ مولیٰ علی و امام حسن امام حسین و بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عیاذ باللہ مرتد کہتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں یہ سب لوگ اپنی سمجھ پر مکلف ہیں ان کے حق میں یہی حکم خدا ہے ہمارے غلط جاننے سے ان کا کیا ضرر ہے اس پر ان سے رنج رکھنا حرام و ناروا ہے ہم ان سے اتحاد و وداد نہ رکھیں تو ایمان ندارد جنت سے سروکار کیا ہے یہی مذہب اہل بدی ہے۔

اعلیٰحضرت کا ۱۷۰ اشعار پر مشتمل ایک تاریخی عربی قصیدہ

(۹) ۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا سالانہ جلسہ پٹنہ سٹی میں ہبن صاحب کے مکان پر ہوا تھا اسی زمانہ میں اہلسنّت کا جلسہ بھی محلہ لودیکٹرہ میں ہوا تھا ندوہ کے جلسہ میں مولوی عبدالحمید صاحب نے ایک قصیدہ عربیہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا ۔

لکم بشری و جاء کم الوفود　　　اتم متالکم الدھر العنود

اس کے جواب میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد مایۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز نے اسی وزن، اسی بحر، میں ایک بلیغ و فصیح قصیدہ ایک سو ستر شعروں کا کئی گھنٹوں میں لکھ کر بنام تاریخی ''امال الابرار ارو الام بہ الآ شرار'' (۱۳۱۸ھ) تیار فرما دیا جس کا مطلع ۔

ھی الدنیا تبیدر ولا تفید　　　فاف لمن یرید ومن یرود

اور مقطع یہ تھا ۔

غلیمک الوحید رَجَا رضاکا　　　اذ انت العدل والقاضی الوحید

اور بحمد اللہ کہیں قافیہ مکرر نہیں، چند جگہ بظاہر تکرار معلوم ہوتی ہے وہ صنعت تجنیس کے باب سے ہے کہ لفظ متفق اور معنی مختلف عہود منازل، عہود دینہا۔ عہود امانہا۔ عہود مانہا۔ جدید نو، جدید بختیار، جدید روئے زمین۔

مولانا حسن رضا کی ''مثنوی صمصام حسن'' ندوہ کے خلاف لکھی

اسی طرح عربی قصیدہ کے علاوہ جناب حکیم صاحب موصوف نے ایک مثنوی فارسی میں بھی تحریر فرمائی تھی جس میں ''محامد و فضائل ندوہ'' بیان کیا حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب برادر اوسط اعلیٰحضرت قدست اسرار ہمانے اس کا جواب فارسی مثنوی میں دیا جس کا تاریخی نام ''صمصام حسن بردابر فتن'' تحریر فرمایا۔

اعلیٰحضرت نے ندویوں کے جواب میں ''کاکل پریشان ندوہ'' لکھ کر سو اغلاط ظاہر فرمائیں

اعلیٰحضرت نے ان دونوں کی شرعی و شعری سو غلطیاں بنام تاریخی سکین دنورہ بردو

''کاکل پریشان ندوہ'' ایک مستقل رسالہ میں ظاہر فرمائیں از انجا کہ قصیدہ عربیہ کے مطلع تحریر فرمایا (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے یوذینی ابن ادم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار آدمی مجھے ایذا دیتا ہے دہر کو برا کہتا ہے اور جسے برا کہتا ہے وہ حقیقتاً میں ہوں کام سب میرے ہاتھ میں ہیں' میں رات دن کو پلٹتا ہوں رواہ البخاری ومسلم۔ اصحاب ندوہ اگر دہر کو عنود کہہ کر اللہ عزوجل کو ایذا دیں جائے شکایت نہیں ابھی ندوہ پٹنہ میں ایک عالم ندوہ نے وعظ میں کہا ندوہ کے تین خادم ہیں علماء اور رسول اور خدا انا للہ وانا الیہ راجعون o

صدر ندوہ مولانا احمد حسین کانپوری ندوہ سے علیحدہ ہو گئے

پھر خادم کو سبھی کچھ کہہ لیتے ہیں ایسے ہی وجوہ سے خود صدر چہارم ندوہ جناب مولانا مولوی احمد حسین صاحب کانپوری دام بالقابہ نے اسی جلسہ میں ناظم ندوہ سے صاف فرما دیا یہ سارا ''طائفہ ندوہ'' جہنم میں جائے گا اور سب کے آگے میں اور تم ہوں گے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم تم میں پہلے کون جائے گا اب مجھے کبھی ندوہ میں آنے کی تکلیف نہ دینا یہ خبر خود عظیم آباد میں زبان ثقات پر مشتہر تھی۔

ہم کیا ہیں آخرت کیا ہے؟ ان سب کا پورا سبق ہم کو اسلام ہی نے پڑھایا کیوں جناب حقانی صاحب یہ یا اللہ ماذاتہ کا سوال کہ خدا کیا ہے؟ اس کی ذات کیا ہے؟ اسلام نے کس دن سکھایا اور ذاتِ الٰہی کی حقیقت و ماہیت کا پورا نہیں آدھا ہی سبق کس روز پڑھایا؟ بلکہ اسلام نے تو ذات الٰہی میں خوض وفکر سے صراحۃً منع فرمایا اور اسے ہلاک ہو جانے کا سبب بتایا ابو الشیخ نے کتاب العظمہ اور ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تفکروا فی کل شئی ولا تفکروا فی ذات اللہ ہر چیز میں غور وفکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو۔ نیز ابو الشیخ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ فتھلکوا مخلوقات خدا میں فکر کرو اور ذات الٰہی میں فکر نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ مشرکین جو شرک وکفر کے ساتھ نری جہالت و بے علمی و

غفلت و نافہمی کا بھی تمغہ رکھتے تھے انہوں نے بھی ماالرحمٰن پوچھا ما اللہ نہ پوچھا' فرعون جیسے کافر معاند نے بھی باوصف عناد شدید و قصد بعید ما اللہ نہ کہا مارب العلمین کہا کیا ان کافروں جاہلوں معاندوں کے یہ سوال اور ندوے کے مسلم عالم پیشوا ما اللہ گڑھتے اور ماذات اللہ کا سبق پڑھتے ہیں کبرت کلمة تخرج من افواھھم۔

ہندو' مسلم' سکھ' عیسائی آپس میں بھائی بھائی ہیں!

(۵) منشی نہال احمد خان صاحب نے اپنی تقریر میں کہا جن کے دلوں میں اسلامی شان کی عظمت ہے ان سے اس مجلس کی قدر و عظمت پوچھئے جس کے متعلق اوپر لکھا تمام عالم ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں کوئی امتیاز نہیں ہاں ایک حمام میں سب...... یہی علما کا تخت دینی اعزاز مذہبی تعظیم کا سامان و رخت اسی پر مولوی لطف اللہ صاحب سنی عالم بھی ہیں' اسی پر شبلی نعمانی صاحب نیچری ہیں' اسی پر ابراہیم صاحب وہابی ہیں' اسی پر کنتوری صاحب رافضی ہیں' اسی پر ولسیکاٹ پادری ہیں' سب اس پر سب شیر و شکر ہیں سب دینی برادر ہیں سب ایک برابر ہیں کوئی امتیاز ہی نہیں اس سے بڑھ کر کیا نفع دینی متصور نہیں ہوسکتا ہے۔ سیدنا ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا ۔

اردنا کم صرفا فاوقد مزجتم　　　فبعدا و سحقا لانقیم لکم وزنا

یعنی ہم نے تمہیں خالص چاہا تھا اب کہ تم میل کر بیٹھے تو دور ہو دفع ہو ہمارے یہاں تمہاری کچھ قدر نہیں اسے سنتے ہی غش آ گیا اسلامی عظمت جاننے والوں کے نزدیک میل کرنے والوں کی یہ قدر و قیمت ہے۔

ہر کلمہ گو کو مسلمان ماننے والوں سے ایک سوال

(۶) اے مولویو! اے ندویو! ندوے کی اونچے فدویو! آپ سب حضرات کو آپ کے دھرم کی قسم خدا و رسول پر ایمان ہے تو ہم انہیں کے لیے ایسے ایک دن کی بات پوچھتے ہیں جب آپ کے نزدیک سب کلمہ گویوں سے اتحاد فرض اور وہ نہ ہو تو ایمان ندارد اور ان کی اہانت خدا و رسول کی اہانت تو ذرا مہربانی کر کے بتایئے کہ آپ کے نزدیک صدیق اکبر و فاروق اعظم و ام المومنین صدیقہ و امام اعظم و غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلمہ گو مسلمان تھے

یا نہیں اگر تھے تو روافض و وہابیہ کی ان سے محبت درکنار سخت عداوت رکھتے اہانت کرتے' اور گالیاں دیتے ہیں ان کا ایمان ندارد ہوا یا نہیں؟ خدا و رسول کی اہانت کرنے والے کافر ہیں یا نہیں؟ اور جب وہ خود ندوے کے اقرار سے کافر ہیں تو آپ حضرات ندوہ کافروں سے اتحاد فرض کرنے والے ہوئے اب آپ بحکم قرآن عظیم کہ **من یتولھم منکم فانہ منھم** تم میں جو ان سے دوستی رکھے بیشک وہ انہیں میں سے ہے منہم ٹھہر کر ''کان من الکافرین'' ہوئے یا نہیں؟ یا ندوہ کے یہ سب احکام انہیں کے لیے خاص ہیں جو رافضیوں' وہابیوں سے اتحاد و محبت نہ رکھیں صدیق و فاروق سے نہ محبت فرض نہ عداوت میں حرج نہ ان کی اہانت میں کوئی نقصان ہاں رافضیوں وہابیوں سے محبت و اتحاد میں کمی آئی اور آدمی کافر ہوا انہیں کچھ برا لفظ کہا اور خدا و رسول کو برا کہنا ٹھہرا اگر اسی کا نام ایمان ہے تو ''بسما یا مرکم بہ ایمانکم ان کنتم مومنین بینوا'' تو جروا۔

ملا عبدالقیوم صحابہ کو اور صحابہ کو گالیاں دینے والے دونوں کو مسلمان جانتے ہیں

(۷) ملا عبدالقیوم صاحب آپ کو معلوم ہے کہ ندوہ اس قدر پر بھی قانع نہ رہی بلکہ ان سے حق و باطل و ہدایت و ضلالت کی تفریق ہی ایک قلم اٹھا دی اس نے صاف کہہ دیا پھر آخر شعبان ۱۳۱۸ھ میں جناب موصوف صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے اور حضرت عالم اہلسنّت مدظلہٗ العالی سے ملاقی ہوئے وہاں بوقت طعام علی رؤس الاشہاد یہ حکایت نقل کی اور فرما دیا کہ اب میں تائب ہو کر آیا ہوں کبھی نہ جاؤں گا (۲) دہر کو عنود کہہ کر اپنی مرادیں پوری کرنے والا ماننے کی کیا شکایت کہ نون ندوہ نون نیچریت کا نون ہے اور دال ندوہ دال دہریت پر دال ہے۔ دہریے دہر ہی کو ماننا چاہیں (۳) جملہ شبہ بہا بے فصل حرف مستعمل ہوتا ہے **قال اللہ تعالیٰ یبشری ھذا غلام** یا محرف فا حدیث میں ہے **ابشروا فانی قد بارکت علی صاعکم ومدکم و وارلانا داب فضحا** نہیں **یا بشری ھذا غلام وابشروا وانی بارکت**۔

(۱۰) **یشیع البغض بین المومنین ففر الجمع وانھزم الجنود**

ندوی دانشوروں نے علمائے اہلسنّت میں پھوٹ ڈالی تھی

(ا) سچ اور بھرپور سچ یہ ہے کہ آپ کے احزاب ندویہ نے مسلمانوں میں جو تفرقہ ڈالا عالم پر آشکار ہے۔ اتفاق و اتحاد کے دعوے و دعوت نامے اور خاص علمائے اہلسنّت سے عداوت اخباروں' اشتہاروں' نثروں' اشعاروں میں ان کی اہانت و مذمت پہلے رافضیوں' وہابیوں' نیچریوں سے مخالفت تھی اب جو اپنے آپ کو اہلسنّت کہتے ہیں انہیں میں ندوے کی بدولت پھوٹ پڑ گئی ایک سچا سنی اور دوسرا اس کا مخالف ندوی ہے اور جماعت ندوہ کا بھاگ جانا واقعہ بریلی و پٹنہ و بہار و ''ملاحظہ سرگزشت و ماجرائے ندوہ وفک فتنہ'' از بہار و پٹنہ وغیرہا سے ظاہر ہے (۲) ترک اطلاق مخل وزن (۳) قافیہ مکرر بلکہ محاورہ عوام میں سہ کرز۔

(اا) ''و کان القوم غضبانا عبوسا فصار کانہٗ خل ودود'' (ا) غضب تغاضب کی جگہ (۲) توادد کی جگہ مودت کا ذکر ندوے کی ناتمامی ہے مقصود یہ تھا کہ لوگ باہم ایک دوسرے پر غضبناک تھے اب آپس میں دوست ہو گئے اور کہا یہ کہ قوم پہلے کسی سے خفا تھی اور اب اس کی دوست ہو گئی معلوم نہیں وہ کون ہے؟ ہاں مراد ہی شاید وہ ہو جو صاف صاف کہنے کی نہیں یعنی نیچریہ وغیرہم اہل کفر و ضلال پر پہلے لوگ غضبناک تھے اب ان کے گہرے یار بلکہ غلام ہو گئے ہیں ان کے یہاں بھیک مانگنے گئے جیسا کہ ندوہ پٹنہ کے نیچری رکن بہادروں نے صاف صاف ان ملانوں کے منہ پر چوائی پہلی خفگی میں انہیں کی خطا ٹھہرائی اور ان اہل خطا نے گردن جھکالی۔ یہ بیشک حق ہے اور یوں نہ مانیے تو ایک لطیف تاویل اور ہے ہم تو حتی الامکان آپ کے افکار پریشان کی دلجمعی کرتے ہیں خل و دودھ بالفتح خا ہوگا اور واوعاطفہ اور ندوہ گھال میل کا نام ہی ہے جب ہدایت و ضلالت شیر وشکر ہو گئی تو عربی و ہندی کا میل کیا مشکل ہے دودھ بمعنی بمعنی شیر اور خل سرکہ یعنی ناظم کی قوم کہ حضرت وہابی ہیں پہلے صرف سرکہ صفت ترشرو تھی اب سرکہ و شیر کا ندوہ ہے یعنی کچھ نام کے سنی بھی آ ملے مگر افسوس کہ دودھ و سرکہ مل کر بالکل ہی گئے گزرے ضرر محض ہو گئے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۳) اور کانہٗ کیا موقع سے ہے مقام مدح اسی کا مقتضی۔

اعلیٰحضرت کی اکثر تصانیف بدعقیدہ مولویوں کے نظریات کے رد پر مشتمل ہیں

(۱۲) و برفل فی ثیاب المجد مرحا کغض الباں تھتزالقدود ذرا تقطیع کرائیے، وزن بتائیے، فعلتن، مفاعلتن کی کون سی فرع ہے (۲) بفرض غلط ہو بھی تو وافر کے عروض میں سوا سالم و مقطوف یعنی فعاعلتن و فعولن کے کچھ مستعمل نہیں بلکہ وافر وافی کا عروض ہمیشہ مقطوف ہی آتا ہے۔ صرح بہ علماء الفن (۳ ت یہ مسلم کہ علم کو بشر راخل مرح قرار دیا اور ارشاد الٰہی ولا تمش فی الارض مرحا کا لحاظ نہ کیا مگر ایک شخص کے کتنے قد ہوتے ہیں کہ قدود کر لیا۔ ہاں شاید اسپر قیاس فرمایا کہ ہندی لوگ غدہ گوشت کو غدود کہتے ہیں

اعتراضات کے نمونے بہت زیادہ پیش کرنے کی اصلاً ضرورت نہیں اس لیے کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد مایۃ حاضرہ قدس سرہ العزیز کی تصنیفات اکثر و بیشتر رد گمراہاں بددین میں ہیں اور ہر ایک قاہر اعتراضات و باہر ایرادات سے مملو ہیں۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والا اعتراضات کی اہمیت سے پوری طور پر واقفیت حاصل کرسکتا ہے اور ایرارت کی قوت و شوکت کو سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو بدمذہبیت سے کنارہ کشی کرسکتا ہے۔ والحمدلله رب العٰلمین ط

وہ "رضا" کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے سے پار ہے

اعلیٰحضرت اپنے مخالفین کا تعاقب کرتے ہیں

۱- اعلیٰحضرت نے چالیس سال کی عمر میں دوسو کتابیں لکھیں

۲- اعلیٰحضرت نے چار زبانوں میں فتاوے اور نعتیہ اشعار لکھے

۳- 'مشرقستانِ اقدس "اقدس" میں اعلیٰحضرت کے تین سو علمی کمالات

۴- ملک العلما نے اعلیٰحضرت کا دندان شکن جواب لکھا

اعلیٰحضرت پر مخالفین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات

۱۳۰۰ھ میں فرقہ تفضیلیہ کو جو شدید زک پہنچی ان کے پندرہ فاضل بلاد مختلفہ سے اس شیر بیشہ اہلسنّت کے مقابل جمع ہو کر آئے اور پہلے ہی نعرۂ شیرانہ سوالات سی گانہ کے حضور عارفرار اختیار کر کے ''ففروا'' کے جلوے دکھائے اس کی کیفیت ''رسالہ سوالات تفضیل'' رسالہ ''فتح خیبر'' (۱۳۰۰ھ) کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ یہ رسائل اسی زمانہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکے تھے۔ جو آج تک لاجواب ہیں۔ یہ زخم شدید' مفصلہ خصوصاً ''تفضیلیہ بدایون'' سے تادم مرگ زائل و مندمل نہ ہوگا ادھر جب ضلالت ندوہ اچھلی اس نے بفضلہٖ تعالیٰ حضرت ممدوح کے دست حق پر سب سے جو منہ کی کھائی اس کی خبر کسی نے نہ پائی۔ ندوہ سب مذاہب باطلہ کا مجموعہ آپ ہی ہے اس علت سے بھی تفضیلیہ مذکورین کو اس میں بھرتی ہونا ضروری تھا اور دوسری علت اعلیٰحضرت امام اہلسنّت سے عداوت سولہ برس سے وہ حضرات اور اب تین سال سے سب اخوان و ذریات اسی فکر میں غلطان و پیچان تھے کہ کسی طرح اعلیٰحضرت پر کوئی اعتراض نکالیں۔ جیسے بنے اپنے غیظ کی آگ بجھائیں ویابی الله الا ان یتم نورہ۔ علوم کثیرہ خصوصاً دینیہ خصوصاً ردِ بدمذہبان میں تصنیفات قاہرہ اس کثرت وفور پر ہیں اور ان میں متعدد کتب و رسائل مطبوع و مشہور بعونہ تعالیٰ کسی جگہ ان حضرات کو گنجائش نہ ملی۔ یہاں تک کہ

سوالات تفضیل و سوالات حقائق نما و مراسلات اہلسنّت و ندوہ و فتاویٰ القدوہ کو یہ تو خود حضرات تفضیلیہ و ندویہ پر بالخصوص برق قہر تھے ان کی طرف سے بھی چپ سادھ لی مگر دلوں کا بخار نکلا تو کہاں۔

اعلیٰحضرت نے چوالیس سال کی عمر میں دو سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمادی تھیں

اعلیٰحضرت کے ایک اردو قصیدہ منقبت مسمی بنام تاریخی ''مشرقستان اقدس'' (۱۳۱۵ھ) پر واہ رے مردی انصافاً وہ بندۂ خدا جس نے اس پونے چوالیس کی عمر میں دو سو کے قریب تصانیف فرمائیں اور پھر اس پر اقطار و امصار بعیدہ سے کارِ افتاء کی وہ کثرت جس کا مجموعہ فتاویٰ بفضلہٖ تعالیٰ گیارہ سال میں چھ مجلدات کو پہنچا ہر مجلد پچاس جزو سے زیادہ اور بھی یوں نہیں کہ دوسروں کی طرح آئے گئے سب کے فتاویٰ اکٹھے کر دیئے یا جو سوال دس بار آیا دسوں دفعہ کے جواب میں درج کیے بلکہ صرف اپنے فتویٰ اور صرف غیر مکرر بعونہ تعالیٰ ان مجلدات کو پہنچے۔ اس بندہ خدا کو کہاں فرصت کہ شعر و شاعری کی طرف توجہ فرمائے نہ کہ معاذ اللہ اسے ذریعۂ تفاخر بنائے بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ۔

آنچہ فخرتست آں ننگ منست!

سب اصحاب و احباب جانتے ہیں کہ یہ فن نہ کبھی کسی سے نہ سیکھا نہ کسی سے اصلاح لی۔ خود فرماتے ہیں۔

نظم ''رضا'' ز گرد تلمذ منزہ است ۔۔۔ آئینہ تا صفا اسَت بصیقل نیاز چیست

محض بنظر اکتساب ثواب گاہ گاہ نعت و منقبت میں عربیٰ فارسی اردو تینوں زبانوں میں فرما لیا تھا اس کے بھی جمع کرنے کی کبھی فکر نہ فرمائی نہ پاس نہ لحاظ ضوابط شرعیہ کے سوا کسی تحسین و تقبیح سے کچھ غرض رکھی جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن ۔۔۔ نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے

منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے ۔۔۔ جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اعلیٰحضرت نے چار زبانوں میں نعت' قصائد اور فتاویٰ لکھے

ایسی صورت میں اگر کلام شریعت نظام طرز تحاور شعرا سے جدا رہتا تو کچھ محل استبعاد نہ تھا بایں ہمہ کہ یہ بے توجہی' یہ کم فرصتی' یہ بے پرواہی' نہ کسی سے سیکھا نہ کسی کی رہنمائی حاصل کی تینوں زبانوں میں کلام بلاغت نظام اشعارِ فصاحت آثار جس اعلیٰ پایہ حسن مبانی و خوبی معانی پر واقع ہوتا ہے اہل انصاف سے اس کی شہادت لیجئے حق تو یوں ہے کہ ایسے موانع کے ساتھ اگر کرامت وخرق عادت نہ کہئے تو کیا تصور کیجئے۔ ایک شاہد حاضر یہی قصیدہ مبارکہ ہے جسے بہت قلیل مہلت میں بکمال عجلت نظم فرمایا پھر بحکم حضرت ممدوح ۴ محرم ۱۳۱۶ھ کو طبع ہو کر شائع ہوا۔

اعلیٰحضرت کے قصیدہ پر تفضیلیہ اور ندویہ سر جوڑ کر بیٹھے مگر قصیدہ کے ایک شعر کا بھی جواب نہ لکھ سکے

جب سے حضرات تفضیلیہ و ندویہ مذکورین کی ساری کمیٹی سر جوڑ کر بیٹھی مدتوں خبریں آیا کیں کہ اعتراض ہوں گے اعتراض ہوئے ہیں بارے چھ مہینے کامل میں تمام یارانِ جلسہ علماء گشتی وشعرا دشتی وعرفائے تشتی نے یہ نتیجہ دیا با ایں ہمہ عرق ریزی و جانفشانی قصیدے کے ایک مصرعہ' ایک لفظ' ایک حرف کا بھی بال بیکا نہ ہوسکا اور اول تا آخر ہزار ہزار طرح اپنی ہی جہالتوں' بطالتوں' ضلالتوں کو ظاہر کیا۔ کمیٹی تشیع و وہابیت وتفضیل و ندویت نے اپنا چہرہ پردہ وحجاب میں رکھنے کے لیے پرچہ اعتراضیہ کا مصنف کسی صاحب مجہول العین کو بنایا۔

انوارالحق کاکوروی نے "لسان الغیب" کے نام سے اعلیٰحضرت کا جواب لکھا

اس مجہول العین مسمیٰ انوارالحق ساکن کاکوری کو سامنے لایا گیا۔ اور اس لیے پرچہ کا نام "لسان الغیب" رکھا یعنی پردے میں کی زبان اور ان حضرت کو "فاضل اجل شاعر نازک خیال صوفی باکمال" لکھا اور حضرت حاجی محمد بشیر صاحب پیلی بھیتی کا مرید اور منشی منیر کا شاعری میں شاگرد بتایا۔ حضرت حاجی صاحب نے بعد دریافت فرمایا کہ اس نام کا کوئی شخص ہمارا مرید نہیں پھر بغرض زیادت تخصیص ارشاد فرمایا ننھے میاں سے پوچھو ان سے دریافت کیا

گیا انہوں نے بھی انکار فرمایا غالباً منشی منیر کی طرف نسبت تلمذ بھی ایسی ہی ہوگی جس پر خود اس پرچہ اعتراضیہ کی حالت شاہد عدل ہے۔ منشی منیر کی شاعری تو ایک بلند پایہ کی گنی جاتی ہے جسے کچھ بھی کوچہ شعر و زبان سے علاقہ ہوگا اس کا سیکھا ہوا اتنا بے معنی کیا ہوگا لاجرم براہِ الزام اکثر اشعار منشی منیر دفع اوہام میں پیش کیے گئے۔

اعلیٰحضرت نے مخالفین کے رد میں مشرقستانِ اقدس مرتب کیا گیا

اس سے مقصود ان اشعار پر اعتراض نہیں بلکہ ان مدعی تلمذ پر اتمام حجت ہے پرچہ اعتراضیہ کا جواب اسی زمانہ میں مستقل رسالہ کے شکل میں ''مشرقستاں اقدس'' (۱۳۱۶ھ) شائع ہو چکا ہے جس میں ان صاحبوں کے پونے تین سو کمالات علمی ظاہر کیے گئے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ۱۹ نافہمی ۲۰ مکابرہ ۹ صرف دانی ۷ نحودانی ۳ لغت دانی ۳ عروض دانی ۱ فارسی دانی ۱۲ اردو دانی ۹ ادب دانی ۱۶ املا دانی ۱۰ تصوف دانی ۴ بدمذہبی ۱۴ فصاحت ۲۷ استادکشی ۴۸ پیرکشی ۱۵ پدرکشی ۱ اندوہ کشی ۱ خودکشی ۲۳ جملہ ۲۷۵۔

ملک العلماء (مؤلف کتاب) نے اعلیٰحضرت کا دفاع کیا

فقیر غفرالمولی القدیر ان میں سے چند اعتراضات اور ان کے جوابات ہدیہ ناظرین کرتا ہے جس سے اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کے جوابات اعتراضات کی اہمیت و قوت عالم آشکارا ہے وباللہ التوفیق۔

(۱) اپنے بزرگ کی مدح کے ساتھ دوسروں کی ہجو ممدوح کو مقدوح بناتا ہے۔ قصیدہ مبارکہ میں کسی بزرگ دینی کی معاذ اللہ ہجو نہیں ہاں گمراہان بد مذاق بد مذہبان فساق کی مذمت ہے اور یہ قرآن عظیم کی سنت ہے جہاں اپنے محبوبوں کی مدح فرماتا ہے دو مردودوں کی مذمت بھی فرماتا ہے ان الابرار لفی نعیمo وان الفجّار لفی جحیمo

(۲) با تولا بے تبرا ناممکن۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اَحبَّ لِلّٰہ وابغض للّٰہ واعطی لِلّٰہ ومنع لِلّٰہ فقد استکمل الایمان خود رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اباء ھم او ابناء ھم اواخوانھم وعشیرتھم اولٰئکَ کتب فی قلوبھم الایمان

وایدھم بروح منه ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا رضی الله عنھم ورضوا عنه اولئک حزب الله الا اِنّ حزب الله ھم المفلحون o نہ تو پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں سنتا ہے اللہ ہی والے مراد کو پہنچے۔

(۳) مشرق ظرف مکان ہے اس کے ساتھ ستان۔ اولاً یہ آپ کی صرف ذاتی ہے مشرق بکسر را اسم ظرف ہے اور بفتح را مصدر شافیہ میں فرمایا ویجی المصدر من الثلاثی المجرد ایضا علی مفعل قیاسا مطود اکمقتل و مصرب تو مشرقستان بفتح را بمعنی شرقستان ہے اور اس میں کلام نہ کرے گا مگر جاہل آپ کے استاد منیر کا مصرع ہے ؎

مہر شرقستان عزت ہے مہ بیدار بخت

ثانیاً بالکسر میں بھی کسی عاقل کو کیا مجال سخن ستان کی وضع ظرفیت محضہ کے لیے نہیں بلکہ افادہ مجمع و محل کثرت ہے ایک نیز وگل ہوں نیستان و گلستان نہ ہوگا فی البرہان ستان جا ہے انبوہے و بسیارے چیز ہاباشد ہچو گلستان و نیستان و ہندوستان و امثال آن تو مشرقستان بمعنی ''مجمع المشارق'' ہے یہ معنی لفظ مشرق سے کیونکر حاصل ہوسکے اس پر اعتراض تو جہالت فاحشہ ہے ہاں ان کلمات کی کہیے حضرت خواجہ حافظ شیراز قدس سرہ ؎

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجا است ایں قدر ہست کہ بانگے جرسے می آید

حکیم اوحد الدین انوری رحمۃ اللہ علیہ ؎

بہ نعمت تو کہ گردد مصاف گاہ اجل قضا بزور تمام ازیں بجنباند

صائب نے کہا ہے ؎

تا مبادا آگاہ از ذوق گرفتاری شوند میکنم آزاد طفلاں راز مکتب خانہ ہا

ایک لغوی بحث

لغات فارسی والے اپنی فہم کے قابل ان کی توجیہ وغیرہ کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہاں وہ تحقیق انیق ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ الفاظ اسی طرح درکار ہیں آپ کی فہم ولیاقت اگرچہ اس القائے جلیل کی متحمل نہیں مگر ہم ذکر کرتے ہیں کہ اور اہل عقل و انصاف نفع پائیں۔

ظرف دو قسم ہے قریب و بعید جیسے در کے لیے درج و دار کہ ظرف الظرف ہے ظرف قریب ایک ہی علامت ظرفیت سے بنائی جاتی ہے اور بعید بھی جبکہ مقصود صرف افادہ ظرفیہ مطلقہ ہو اور خاص ظرفیت بعیدہ بنائیں تو آپ ہی ظرف الظرف بنانا درکار منزل وہ محل خاص جہاں اتریں یا مثلاً خیمہ قائم کریں اور منزل گاہ وہ میدان ہے جس میں یہ منزل واقع ہو۔ مکتب عرفاً وہ بیت جس میں اطفال کو درس دیں اور مکتب خانہ وہ مکان جس میں بیت مذکور واقع ہو۔ مشرق دائرہ افق کا ہر وہ نقطہ جس پر آ کر ستارہ حجاب زمین سے نکلے اور ''مشرقستان'' وہ پارۂ فلک جس میں یہ سب مشارق واقع ہیں حضرت حافظ فرماتے ہیں ''منزل در کنار منزل گاہ'' بھی کسی کو معلوم نہ ہوئی بچے دوپہر کی چھٹی میں احاطہ مدرسہ میں رہتے ہیں یہ مکتب سے آزادی ہے مگر آزادی مطلق نہیں پوری آزادی وہ ہے۔ جب مکتب خانہ سے چھوڑ دیئے جائیں۔ یونہی قصیدہ مبارکہ مشرق نہیں بلکہ ''مشرقستان'' ہے اب قوت و لطافت ہر سہ کلام ملاحظہ ہو۔

ثالثاً صفائی طغیانی جولانی زیادتی میں کیا کیا کہیے گا ظرف الظرف تو معقول و ظاہر ہے یہ مصدر المصدر یہ چہ آپ کے استاد منیر نے کہا ؎

عشق مژگاں میں صفائی کا مزہ لیتے ہیں
چشمۂ سوزن عیسیٰ میں نہا لیتے ہیں

....

کہوں کیا سایہ پر نور کی معدوم ہونے میں
سمھوں کے توسن فکرت نے کی ہے اس میں جولانی

اور یہاں ایک لطف اور ہے سب بمعنی کل ہے کہ مفید احاطہ و استغراق ہوتا ہے اب اس میں کیا دقیقہ رہ گیا جس کے لیے جمع کی جائے اور جمع میں یہ ہائے مخلوط کہاں سے آئی ولہ

ے کہ ہر اک قطرۂ باراں میں ہے دریا کی طغیانی

مجھ پر زیادتی ہوئی برنا و پیر کی　　حد ہو گئی گناہ صغیر و کبیر کی

اور خود اپنے ص ۶ پر کہا یہ فقرہ زیادتی کے موقع پر بولتے ہیں'' ہمیں ہر جگہ اعتراض مقصود نہیں مگر آپ اپنی شعر دانی کی تھا وہ دکھاتے جائیے مطلع ۵

نور سینہ ہے احمد نوری　　طور سینا ہے احمد نوری

(۴) نور سینہ نہیں بولا جاتا سرور سینہ' نور نظر' نور دل' نور عین' نور چشم' بولتے ہیں نور نظر' نور عین' نور چشم' ہوتم' جس معنی پر سمجھے اس پر نور دل بھی نہیں بولا جاتا اور جب سرور سینہ جائز حالانکہ سرور کو سینہ سے حقیقتاً علاقہ نہیں صرف مجازاً بوجہ ظرفیت دل اس کی طرف نسبت کرتے ہیں تو نورِ سینہ کی سینہ حقیقتاً اس سے متصف ہوتا ہے کیا محل تامل ہے حضرت مولوی معنوی قدس سرہ ے

تن ریاضت گرچہ لاغر میکند　　صدر را چون بدر انور میکند

یا یہ ہے کہ آپ کو دو مختلف معنی میں امتیاز نہ ہوا یہ سب الفاظ ایک وادی سے خیال کیے حالانکہ نور نظر' نور عین' نور چشم' استعارہ ہیں اور نور دل' نور سینہ' سرور سینہ' میں نور و سرور بمعنی نور بخش و سرورده۔ اور اس میں سر یہ ہے کہ تشبیہ کے لیے مشبہ بہ کا معلوم و مشہود ہو جانا چاہیے آنکھ کا نور ظاہر ہے اور سینہ کو سرور لازم نہیں نہ عام طور پر دل میں نور و لہٰذا محل استعارہ میں نور سینۂ عارفان' یا ضیائے دل مکاشفان کہیں گے نہ مطلق اور نور بمعنی نور بخش خود قرآن عظیم میں موجود اللہ نور السمٰوات والارض ای منور هما علی قول عامة المفسرین اور نور بخش سینہ کوئی نئی بات نہیں تجلی گوید ے

پشت دستش نور بخش سینہا ست　　آب ازو در چشمۂ آئینہا ست

(۵) طور سینا ہونا کسی انسان کی تعریف نہیں ہاں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفت میں ہے ''ذاک طور منیف'' وہ کوہ بلند ہیں۔ فی مجمع البحار اے جبل عالی' حضرت ضیا

صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی کے مرثیہ میں فرماتی ہے ۔

وان صخر التائم الهداة به كانّه عَلَم في راسه نار

علم بفتحین پہاڑ کو کہتے ہیں ترمذی و ابن ماجہ و حاکم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن میت یموت فیقول باکیھم فیقول واجبلاہ واسیداہ جب انسان کی تعریف میں پہاڑ کہا جاتا ہے طور سینہ کہ اعظم عند اللہ قدر او منزلا ہے کیوں نہ کہا جائے گا ''سلسلۃ الذہب'' میں حضرت جامی قدس سرہ السامی بمدح خواجہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں ۔

لیک خواجہ کہ کوہ آئین بود بلکہ کوہِ و قار و تمکین بود

استاذ البلغا شیخ ابراہیم ذوق فرماتے ہیں ۔

عقل میں شمس ہے تو علم میں کان گوہر فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت

کوہِ رحمت دراصل جبل عرفات ہے سب جانتے دو آپ کے استاد منیر نے کہا ۔

اعلیٰ ہے وقار حضرت حمزہ کا کوہِ احد فضائل بیحد ہیں

بات ہے کہ خیر سے اب ابھی تشبیہ و استعارہ کے معنی ہی نہ سمجھے کیا اس کے لیے ضرور ہے کہ وہ لفظ حقیقتاً مشبہ و مستعار لہ پر صادق ہو یا تشبیہ کا دروازہ بند ہے رائج و مشہور تشبیہات و استعارات مبتذل گنے جاتے ہیں اور حسن کلام و قوت طبع جدت میں ہے آپ نے منیر کی اچھی شاگردی کی ۔

اشرف المخلوقات کے لفظ کا استعمال

(۶) کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے ۔ ج ۔ اب کھلا کہ آپ ضرور ملک الشعراء بھی ہیں اور ندوہ کے امام الفضلا بھی ۔ روز اول سے آج تک جو تمام جہاں کے فصحا نظم و نثر میں حسین کو گل گلبن سرو شمشاد مہر ماہ شمع شجاع کو شیر و باز و عقاب و ہژبر سخی کو بحر باران محیط ابر عالم وغنی و جنگ آزما کو مشرقی عطارد مریخ و غیرہا صدہا ہزارہا الفاظ سے محل مدح میں تعبیر کرتے آئے ہیں آپ کے نزدیک سب نافہم غلط کار اور بزعم مدح ہجو و قدح میں گرفتار رہے ہیں کہ اشرف المخلوقات کو جانوروں بیجانوں سے ملایا کیے کاش آپ نے پہلے اپنے پدر شعری

منیر اور جد سخنی رشک اور فرجد عالی ناسخ کے دیوانوں کو دریا برد فرما دیا ان کا نام دیوانوں میں لکھا دیا ہوتا اس کے بعد یہ نفیس افادہ زیب دیتا ان کے بعد حضرت مذاق کس حساب وسباق میں ہیں ''ہاں شتران را بسحرہ می گیرند'' کے خیال سے ان کے کلام بلاغت نظام کو بتی بتاتے یا تمسخر و مذاق ٹھہرا کر بے اعتبار بتاتے تو اولی تھا شعرا کی کیا گنتی خود قرآن عظیم نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''نجم ثاقب'' و ''سراج منیر'' فرمایا حضور تو ''افضل العلمین'' ہیں اسے کیا کہیے گا؟

رافضی اور ندوی مقتدر صحابہ کرام کا احترام نہیں کرتے

ہم جانتے ہیں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کہنا درکنار۔ تم تو امیرالمومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بھی شیر خدا کہنا حرام کرائے بغیر نہ رہو گے اور انصاف سے آپ ہی فرمائیں آپ کی جہالت فاحشہ کی کوئی حد ہے اور سنیے آپ کے استاد منیر نے ایک شعر امیر کی مدح میں لکھا ؎

بہار باغ فتوت سحاب گوہر بار　　در محیط کرم بحر پر دلی کے نہنگ

تو اشرف المخلوقات کی بڑی مدح ہوئی کہ آدمی سے ناکا بنا دیا یعنی دریا کی مچھلی خیر یہاں تک حیوانیت تو باقی تھی موتی کہہ کر بے جان بنا دیا پھر یہی ترکیب معدنی کامل تھی سحاب کہہ کر بھاپ بھی ٹھہرا دیا یہاں تک بھی جو ہریت کی منیر تھی بہار کہہ کر تو جنس جواہر ہی سے خارج کر کے اعراض میں ملا دیا۔

افسوس کہ اپنی شاگردی کی آپ کو تو منیر کا استاد ہونا تھا مطلع ۷ ؎

عہد اوفی ہے احمد نوری　　شہد اصفی ہے احمد نوری

(۷) سوائے اس خوبی کے کہ ہم وزن الفاظ جمع ہیں اور تو کوئی بات معلوم نہیں ہوتی عہد و شہد انسان کی تعریف سے تعلق نہیں رکھتے۔ ج۔ اس جہالت کی صغرا شکنی طور سینا کی تقریر میں گزری۔

حضرت عبداللہ ابن عباس اھدنا الصراط کی وضاحت فرماتے ہیں

قال اللہ تعالیٰ اھدنا الصراط المستقیم عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں سیدھی راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رواہ الحاکم و صححہ و قال تعالیٰ صراط الذین انعمت علیھم حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے آل و اصحاب حکاہ السمر قندی۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ثرید سے تشبیہ فرمائی رواہ الشیخان۔ دوسری حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نمک سے تشبیہ ارشاد فرمائی رواہ ابو یعلی۔ امام حسن بصری اس حدیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں ذھب ملحافکیف نصلح ہمارے نمک جاتے رہے اب ہم کیونکر ٹھیک ہوں جب سیدھا راستہ کہہ سکتے ہیں تو عہد بھی اور جب انسان کو ثرید و نمک کہنا ٹھیک ہوا تو شہد بھی بات وہی ہے کہ ابھی بیچارے عالم شاعر صوفی ماہر صاحب استعارہ و تشبیہ کے معنی ہی نہیں سمجھتے ہیں اور انہیں علم علوم بالائے شعور کی بھی ہوا نہ لگی استاذ البلغا شیخ ابراہیم ذوق مدح بادشاہ میں فرماتے ہیں ۔

توبہ ریاست توبہ فراست توبہ مقالت توبہ سیاست
فطرت لحیان فکر جماعت حسن بیاض و غصہ حمرا
احسن ادامیں نکتہ موزوں طرز بجا میں گوہر مکنوں
شغل و عمل میں نظم مسجع حرف سخن میں نثر مقفی

اپنے استاد منیر کی بینے مدحیہ امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کہا ۔

فروغ عرش مجسم رضائے رب کریم　　　خدا کے نور ریاض رسول حق کے شمیم

مدحیہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ میں ۔

دولت گنج حکیم قدرت رب کریم　　　نازش خلق عظیم عالم سر وعلن

میلاد امیر المومنین مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم میں ۔

جس نے سائل کو انگوٹھی بخش دی وقت رکوع
خاتم بخشش کا وہ نقش نگیں پیدا ہوا
خاکساری سے ملا جن کو خطاب بوتراب
آج وہ گلگونہ روئے زمیں پیدا ہوا
مقدم حیدر سے یہ کعبہ معنبر ہو گیا
غل ہے آہوئے حرم سے مشک چیں پیدا ہوا

رحلت ارسطو جاہ میں کہتے ہیں۔

فیض میں ابر بہاری خلق میں عطر بہشت

کہیے کیا آدمی فطرت وفکر وغصہ ونکتہ ہے او. یہ نظم مسجع ونثر مقفیٰ کس قطع کا انسان ہوتا ہے کیا آدمی دولت یا نازش ہوتا یا مہر پر کھودا یا ریں کے منہ پر بٹنے کی طرح ملا جاتا ہے کیا یہ باتیں بشر کی تعریف ہوسکتی ہیں خدارا انصاف جب انسان کی مدح میں عود وعطر ومشک چیں کہہ سکتے ہیں تو شہد میں کیا زہر ہے اپنے استاد منیر کی سنئے ۔

وہ شہد ہوں کہ ذائقہ دوست سے ہوں دور
وہ زہر ہوں کہ تلخی کام عدو نہیں

کچھ سمجھے مطلع ۔

جلب تقویٰ ہے احمد نوری سلب طغویٰ ہے احمد نوری

جلب وسلب پر ایک لطیف انشائیہ

(۸) جلب وسلب فاعل کے معنی دیں تو کچھ مطلب پیدا ہوسکتا ہے مگر یہ غیر ممکن ہے مصدر مفعول کے معنی دے سکتا ہے۔

ج: آپ کی اس جہالت فاحشہ کی پوری خدمت گزاری زیر مطلع ششم معروض ہوئی مصدر جابجا اسم فاعل کے معنی دیتا ہے دس نظائر مذکورہ کے علاوہ تسلی شدن کے معنی تو کہیے جس کے لیے مفعول ہی نہیں صائب گوید ۔

زحسن شوخ تسلی شو بدیدن خشک گلے کہ میرود از دست از وگلاب مگیر

حزنی راست ۔

حزنی سادہ دل امروز دگر چون ہر روز بہ سخن ہائے دروغ تو تسلی شد ورفت

سودا کا شعر سنئے ۔

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم اور ان کی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ وفات ان کی کہی باروے درد سودا نے کہا ہائے جان جاناں مظلوم'

غالب کا مشہور شعر ملاحظہ ہو ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اور خود آپ کے استاد منیر نے کیا کہہ دیا ۔

یا رب ہزار سال سلامت رہیں حضور ہر سال کے لیے ہوں مقرر ہزار چاند

مضمون تو شعر غالب سے اڑایا ہے اور وہ بھی یہ کمی کہ بیس ہزار دن کم ہو گئے تو فرمایئے کہ مصدر بمعنی اسم فاعل تو ناممکن تھا یہ سلامت بمعنی سالم کہاں سے آیا اور سنیئے منیر ۔

آداب کریں قبول میرا تا ہو مطلب حصول میرا

کیا یہ حصول بمعنی حاصل نہیں اور سرکار کمال بخود ذاتی یہ کہ فاعل و مفعول و اسم فاعل و اسم مفعول میں تمیز نہیں مصدر بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول آتا ہے نہ بمعنی فاعل و مفعول یہ لیاقت اور مقابلہ علمائے فحول ۔

بیت ۱۵ ۔ رشد و ارشاد کا تیرے سر پر آج طرہ ہے احمد نوری

(۹) طرہ سر پر نہیں ہوتا دستار و کلاہ پر ہوتا ہے سر پر سہرا ہوتا ہے یہ مضمون غلط ہے؟

ج: آج تک جناب کے علم شعر کا فضل و کمال ظاہر ہوا تھا اب کھلا کہ بحکم ادعاء تصوف ۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند

کا بیچ کا جملہ سرکار کو ایسا چڑھ گیا ہے کہ ۔

خیرہ ام در چشم بندی خدا

گوشہ خزی و معتزلی کا وہ جوش کہ آج تک جناب نے آدمیوں کی صورت نہ دیکھی طرہ سر پر نہیں ہوتا' دستار و کلاہ پر ہوتا ہے" بہت بجا اور دستار و کلاہ کہاں ہوتے ہیں شاید پاؤں پر اور ساتھ ہی طرفہ تناقض یہ کہ سر پر سہرا ہوتا ہے کیا خوب کیا سہرا ننگے سر پر ہوتا ہے جب وہ بھی دستار و کلاہ پر ہوتا ہے تو آپ کے طور پر طرہ کی طرح وہ بھی سر پر نہ ہوا بلکہ قصور معاف دستار بالائے طاق سرکاری ٹوپی بھی سرکار کے سر پر نہیں ہو سکتی' سر کے بالوں پر ہے اور اگر بالفرض ایسا گھٹا ہو کہ کیل نہ رہے جب بھی سر پر نہ ہوئی سر کے کھال پر ہوئی آپ جیسے صوفی کامل کو ایسے استغراق میں مصنف بنتا کیا ضرور تھا خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق فرماتے ہیں ۔

سر پر طرہ ہے مزین تو گلے میں بدھی کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

لطف یہ کہ شیخ صاحب آپ کے دوسرے فقرہ کا بھی علاج کر گئے فرماتے ہیں ؎

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش سر پر دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اور اپنے استاد منیر کی تو سنئے ؎

کہیں اس گل کو چڑھائیں نہ کسی کے سر پر طرہ کے فکر میں ہیں پھول پرونے والے

ہاں مجھی کو سہو ہوا آپ کے نزدیک کلاہ و دستار پاؤں پر ہوں تو عجب نہیں آپ کے استاد منیر نے بھی لنگ و بوریا کے سر پر ہونے کا اشعار کیا ہے اوپر ہی الٹی ہوئی آئی ہے دیکھئے کیا کہا ہے ؎

فضل خدا سے گوشۂ عزلت ہے سلطنت میرے لیے ہے ظل ہما، لنگ و بوریا

ظاہر ہے کہ ظل ہما سر پر کہا جاتا ہے ان کے لیے لنگ و بوریا ظل ہما ہے۔

بیت ۱۶ ؎ قادریت ہے، چشتیت سے بہم نگ دو پلکا ہے احمد نوری

(۱۰) یا وتا علامت مصدر ہے معنی قادر ہونا چشت ہونا اگر یہی غرض ہے تو اول سے شرک فی القدرت لازم دوسرا اہمال سے مالا مال اور اگر قادری و چشتی میں یا وتا لگائے ہیں تو یائے مشدد چاہیے؟

ج: بالبداہت شق ثانی مراد ہے تردید محض جہل و عناد ہے اور تشدید یا کی اس شق سے تخصیص اپنے کمال صرف ذاتی پر تنصیص۔ عربی میں بائے مصدر یہ خود مشددہ ہے نہ کہ بایں یائے مجہول منہ میں مدغم ہو کر اور یوں ہوتا تو قادری و چشتی سے بنانے میں ادغام کا کیا محل و محصل تھا عربی میں یائے نسبت کب مخففہ ہے یہ تشدید تو اس کے حصہ کی ہوئی یائے مصدر یہ کدھر جاتی یہ دوسری صرف ذاتی ہے اور بات حقیقتہ یہ ہے کہ یائے نسبت جب کسی منسوب مثل قادری و چشتی و حنفی و شافعی سے لاحق ہو تو بائے سابقہ واجب الحذف ہوتی ہے اور منسوب بعینہ اسی طرح بنتا ہے جیسے بے یا کے کما نصوا علیه فی کتب الفن و نبه علیه الامام ابن الهمام فی فتح القدیر فی لفظ الشافعیه یائے مصدری کہ اسی قبیل سے ہے بعینہ یہی حکم رکھتی ہے سنت سے بنایئے تو سنیت ہوگا اور سنی سے بناتے ہیں یہی تو وہ بھی سنیت ہوگا کہ سنیت کہ آخر منسوب میں اس کے لحوق سے پہلی یا کا نشان نہیں رہتا اور مجہول

ایسا ہی بنتا ہے جیسا بے یا سے تو قادر و قادری یا چشت و چشتی سے الحاق میں تفرقہ تیسری جہالت وصرف ذاتی ہے یہ یا کہ نظر آتی ہے وہی یائے مصدری ہے یائے قادری و چشتی حذف ہو چکی اور ایسی یا کی تخفیف کلام عجم میں شائع و ذائع ہے خصوصاً جبکہ مستلزم توالی سہ حرکت نہ ہو حضرت شیخ شیراز قدس سرہ ۔

سنگے و گیا ہے کہ در و خاصیتے نیست ۔ بہ ز آدمی داں کہ از و منفعتے نیست!

کلیم ہمدانی ۔

برعکس بود خاصیت زعفرانِ عشق ۔ تاروئے خود در آئینہ دیدم گریستم

کمال اسمٰعیل ۔

شرے بدار تاکنمت نام آدمی ۔ کز آدمی شریف ترین خاصیت حیاست

آپ کے استاد منیر نے کہا ۔

دہن مار میں ہیں زہر کے چھالے انگور ۔ اس قدر کیفیت آب و ہوا کا ہے عمل

پھر کہا ۔

خیریت ہے خط تیرا جب تک لفافہ میں ہے بند ۔ نکلے جب باہر تو بن جائے مصیبت کی کتاب

استاذ الفصحا داغ دہلوی ۔

ہے کہیں تذکرہ عنیت ذات و صفات ۔ ہے کہیں مشغلہ ذکر شہود و توحید

بھلا یہ تو یائے زوائد ہیں یائے اصلیہ جو اس صورت کی ہو اکابر فصحا اسے بھی مخفف لاتے ہیں حضرت خسرو اقلیم معانی ''ہشت بہشت'' میں فرماتے ہیں ۔

چوں بداں گو نہ روضہ دریافت ۔ تازہ کرد ایں نیت کہ در سر یافت

اور اپنے استاد منیر کی کفریات تو سنیے ۔

بعد نبی اللہ علی سب سے سوا ہیں ۔ اللہ کے بندے ہیں نصیری کے خدا ہیں

نہ یائے نسبت نہ اس کی صورت اور خاص عربی ترکیب اور نبی اللہ بہ تخفیف غریب ایسے کے زلہ خواروں کو چشتیت پر اعتراض عجیب ۔ یہ تو جانب تخفیف تھی اپنے استاد منیر کی جانب تشدید لیجئے ۔ رباعی

بڑھتی ہی گئیں صفات حیوانیہ
حاصل نہ ہوئیں خصال انسانیہ
سیدھا ہو خاک نفس امارۂ منیر
العادۃ کا طبیعۃ الثانیہ

یہ ثانیہ باتشدید کیا جانور ہے اور کا الطبیعۃ میں کاف تشبیہ کیسا طبیعت ثانیہ کوئی چیز ہے جس سے عادت کو تشبیہ دی گئی بلکہ خود عادت کو طبیعت ثانیہ کہتے ہیں۔

(۱۱) چشت عجمی ہے اور یاد تا علامت عربی یہ صحیح نہیں؟

ج: تم ضرور پکے صوفی ہو تم نے آج تک سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا ہے کو سنا ہوگا کیا یہ (ہ) مثل قادریہ عربی کی نہیں فارسی میں نسبت کے لیے صرف یائے مخففہ ہے اور تذکیر و تانیث کا اصلا تفرقہ نہیں ہاں یہ کہیے کہ اعتراضات محض براہِ تعصب ہیں خود صفحہ ۱۱ پر فرمائیں گے جن سے سلسلہ عالیہ چشتیہ جاری ہے شرم شرم اور سنیے تو آپ کے استاد منیر نے جو کہا ؎

وارد رامپور ہے مسکین ساکن کڑہ جلال الدین

یہ کڑہ دو طرفہ فارسی بندش میں جکڑا ہوا ہے اس میں (ٹ) کیونکر حلال رکھی گئی کترہ کہا ہوتا انصاف سے کہنا یہ ترکیب ایسی ہی ہے یا جیسے کوئی کہے ؎

''سائس گھوڑۂ کمال الدین''

یا

''خادمِ بچھڑہ جمال الدین''

(۱۲) تنگ دو ہلکا فصیح نہیں اردو میں صفت موصوف سے پہلے لاتے ہیں یہاں الٹی ترکیب ہے؟

ج: ذرا اپنے الٹے استاد کو سیدھیاں سنائیے ؎

کھیت دھانوں کے لہلہے شاداب کر رہے ہیں نظر کی دلداری
چوڑیاں کوٹ کے کھا جانے کو فقرہ سمجھے جوڑ سچا بھی مجھے آپ نے چلنے نہ دیا

آتش ؎

اثر اکسیر کا یمن قدم سے تیرے پایا ہے جذامی خاک رہ مل کر بناتے ہیں بدن بگڑا

اس شعر اور منیر کے شعر اول میں تقدیم موصوف کے علاوہ مضاف الیہ پر مضاف کی بھی تقدیم ہے تو آپ کے طور پر آپ کے استاد کا ڈبل الٹا پن ہوا خود اسی لفظ میں تقدیم کی مثال لیجئے؟ بحر گوید ؎

اے جان جہاں کم سخنی ختم ہے تم پر　　　لب بستہ دہن ہے کہ نگینہ ہے دو پل کا

(۱۳) بالمعنی بھی مضمون غلط ہے دو پل کا نگینہ مصنوعی ہوتا ہے اور مصنوعیت تعریف نہیں؟

ج: بیشک آپ منیر کے استاد اکبر ہیں گرمی طبع جب تک تمام شاعری کو آگ نہ لگا دے چین نہ لے گی۔ آپ کے نزدیک تشبیہ میں صرف وجہ شبہ پر اقتصار نہیں سب اوصاف میں اشتراک ضروری ہے بجا ہے آپ نیستان شعر کے شیر ہیں یعنی آپ کے دم بھی ہے آپ چار پاؤں سے چلتے بھی ہیں گندہ دہن بھی رکھتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

بیت ۱۸ ؎ ذاکر ایسا کہ کلمے کی انگلی　　　خود سراپا ہے احمد نوری

(۱۴) ذکر خفی قلب سے ذکر جلی زبان سے ہوتا ہے انگلی سے ذکر نہیں سنا گیا انگلی ناطق نہیں؟

ج: آپ تو صوفی عالم شاعر سب کچھ ہیں معلوم نہیں کس فن پر کلام فرما رہے ہیں ارباب حقیقت کا کہنا ہی کیا ہے کہ اوروں کے معلومات ان کے مشہودات ہیں۔ اصحاب تحقیق کا بھی اعتقاد ہے کہ ہر ذرہ عالم باری تعالیٰ کی تسبیح مقالی میں ہے قال اللہ تعالیٰ **وان من شی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم**o ''فتوحات مکیہ'' و مثنوی شریف'' و ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' وغیرہا میں اس کی تحقیق ہے۔

(۱۵) اور کلمے کی لام ساکن کو کیا کہتے ہو غلط ہے یا صحیح؟

ج: اپنے استاد منیر سے پوچھو ؎

''اے بت جو شب ہجر میں دل تھام نہ لیتے　　　کلمے میں بھی ہوتا تو ترا نام نہ لیتے''

ولہ ؎

پڑھا کفر نے خوف کے مارے کلمہ　　　کہا ڈر کے باطل نے الحق غالب

(ولہ)

باغ عالم میں میرے سروسہی کی جانب کلمے کی انگلی اٹھائے ہوئے شمشاد آیا

باقی تحقیق علمی کا آپ کے سامنے ذکر وضع العلم فی غیر اہلہ ہے ۔

بیت ۳۰ ۔ لاولد رہتے ہیں تمام ابدال فرد تنہا ہے احمد نوری

(۱۶) کیا ثبوت کہ ممدوح ابدال ہیں؟

ج: یہ اسرار الٰہیہ ہیں ان کے لیے مخاطب اہل درکار سرکار خفا نہ ہوں تو آپ کے استاد منیر کا ایک مصرع پڑھ دیں:

اندھوں میں ہمیں آئینہ داری نہیں آتی

(۱۷) ابدال کا لاولد رہنا کہاں سے پیدا ؟

ج: چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا آدمی کو بہت رسوا کرتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے فلم تُحاجُونَ فیما لَیس لَکَ بِہٖ علم امام شمس الدین سخاوی ''مقاصد حسنہ'' میں فرماتے ہیں علامۃ الابدال ان لایولدلھم کذا فی المواھب اللدنیہ و التیسیر۔

(۱۸) خواجہ ابواحمد ابدال کے صاحبزادے خواجہ ابو احمد چشتی تھے؟

ج: ابدال اصطلاح اولیا میں لفظ مشترک ہے ایک وہ فرقہ خاصہ اولیا جن کا ایک عدد معین ہے جو ان میں انتقال فرماتا ہے دوسرا اس کے بدلے قائم کیا جاتا ہے یہ علامت خاص اس فرقہ کے لیے ہے۔ دوسرا ہر ولی کامل بندہ صالح جس کی صفات نفسانیہ مبتدل بکمالات روحانیہ ہوگئیں عام ازیں کہ اس فرقہ خاصہ سے اکمل ہو جیسے قطب وامامین واوتا دیا انہیں میں ہو کما فی الزرقانی' شرح المواھب' عن بحر الحقیقۃ' امام الطریقۃ سیدنا الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں اطلاقوں کا پتا حدیث میں بھی ہے تو کسی بندۂ خدا کو ابدال کہنا مستلزم نہیں کہ وہ اس فرقہ خاصہ سے ہو جس کی علامت ''لاولدی'' ہے علاوہ بریں یہ علامت وصف ہے نہ علامت ذات شخص جسے ابدال سے کریں گے جب سے یہ مرتبہ ملے گا اولاد نہ ہوگی اس سے اولاد ہونا اس کے منافی نہیں بیت ۳ ۔

یاں نہیں کفر یہ چہر توحید خاص بندہ ہے احمد نوری

(۱۹) چہر توحید کے کیا معنی ہیں؟

ج: توحید اختراعی ذلیل و ابتدائی توحیدیں پانچ ہیں۔ اول توحید ایمانی لا الہ الا اللہ

کہ مدار ایمان ہے دوم توحید احسانی لاموجود الا اللہ کہ صوفیائے کرام قدست اسرارھم کا مسلک ہے یہ دونوں حق ہیں۔ سوم توحید اعتزالی جس کے سبب معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں یعنی اللہ حق ہے اور اس کے صفات باطل کہ قدیم میں تعدد نہ ہو۔ چہارم توحید نجدی کہ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان جس کی تصریح ''تقویت الایمان'' میں ہے اس کے سبب وہابیہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں۔ پنجم توحید کفری جس کے مدعی متصوفہ ملاحدہ ہیں۔ میں بھی خدا' تو بھی خدا ان خبیثوں نے وحدت و اتحاد میں فرق نہ کیا۔ وحدت وجود حق ہے اور اتحاد ماننا کفر۔ یہ تینوں ذلیل ناپاک توحیدیں ہیں یہی چمر توحید ہیں اور ان میں کفریہ چمر توحید خاص پچھلی کہ باقی دونوں صرف ضلال ہیں کفر صریح نہیں۔

(۲۰) یہ اصطلاح کن لوگوں کی ہے؟

ج: ''حضرت مذاق'' مثنوی رد وہابیہ میں لکھتے ہیں۔

چڑ گئی ہے انہیں چمر توحید　　یہ مشرک نجس خبیث پلید

اور یہ تو آپ سے کیا کہا جائے کہ ارباب بلاغت مقام تلمیح میں متعلق تلمیح اگر کسی کا محض غلط لفظ ہوتا ہے تو اسے بعینہ لاتے ہیں کہ لطف تلمیح اسی میں ہے آپ کی پارٹی کے پیرو بزرگ طائفہ مذاق صاحب نے کہا۔

وجودی شہودی میں وحدت ہیں حیران　　کہ اللہ موجود ہے یا محمد

یہاں اس اس الحادی اتحاد سے بھی نمبر بڑھ گیا خود حضرت عزت جل جلالہ کے وجود میں شک و تردد ہے معلوم نہیں کہ خدا موجود ہے یا نبی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o ایمان سے کہنا کہ وجود یہ شہود یہ درکنار کسی ملحد اتحادیے کا بھی یہ مسلک ہے آپ نے دیکھا کفریہ چمر توحید اسے کہتے ہیں اب سمجھے تلمیحی الفاظ اسی لیے لائے جاتے ہیں۔

ان اعتراضوں کے جوابات بطور نمونہ و مثال درج کئے گئے ورنہ پوری کتاب ''مشرقستان اقدس'' قابل مطالعہ ہے سبحن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ اجمعین۔

اعلیٰحضرت کا طریقۂ بیعت و خلافت

۱- شجرہ شریف کی اشاعت

۲- مستورات سے بیعت کا طریقہ

۳- مریدوں کے لیے ضروری ہدایات

۴- الوظیفۃ الکریمہ

۵- ایک مسلسل درود شریف

۶- قصائد و شجرات

اعلیٰحضرت کا طریقۂ بیعت و خلافت:

ان دنوں بیعت بس غرض سے کی جاتی ہے اور اس کی جو شرعی حیثیت ہے اس کے بیان کی نہ یہاں ضرورت اور نہ اس کی حاجت۔ وہ اپنی جگہ پر مدلل ہے' اور زمانۂ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الیٰ یومنا ھذا نیکوکاروں کا تعامل رہا ہے۔ بلاشبہہ خلیفۂ مجاز سے بیعت کرنے والے آیہ کریمہ

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة وان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم

کی رو سے اپنی جان اور مال کو اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض بیچ کرتے ہیں' اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں وہ لوگ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت میں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے اور یہ مضمون:

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبانعم نک تحت الشجرة

وہ لوگ رضائے الٰہی کی بشارت پائے ہوئے ہیں۔

اس آیۂ کریمہ کے بموجب اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز دربار مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

اللہ اکبر! پیر و مرشد کی نظر کیسی کیمیا اثر تھی' اور کس درجہ قدر صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسے میں پیر و مرشد برحق نے تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت عطا فرما کر خلیفۂ مجاز بنا دیا۔ تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ بھی عطا فرمائی۔

اعلٰیحضرت نے ایک زمانہ تک کسی کو بیعت نہ کیا:

اگرچہ اعلٰیحضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہ تواضع و انکسار کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن جب حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی تشریف لاتے تو اعلٰیحضرت سب لوگوں کو انہیں سے بیعت ہونے کے متعلق ہدایت کرتے۔ اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے ہی حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ انہوں نے اپنے عزیز و اقارب حتیٰ کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ ہی سے بیعت کرا دیا۔ ہاں جب لوگوں کا شوق غالب ہوا اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سے اعتقاد ہے' میں تو حضور ہی کا مرید ہوں گا' اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبور کیا کہ جب حضرت پیر و مرشد نے اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلے کو پھیلائیں اور لوگوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔ اس وقت سے اعلٰیحضرت نے مجبوراً بیعت لینی شروع کی۔

اعلٰیحضرت سفر سے اجتناب فرماتے تھے:

اعلٰیحضرت برابر مکان ہی پر قیام فرما رہتے۔ عام مشائخ کی طرح سفر میں زندگی بسر کرنا کیا معنیٰ' کسی جگہ سفر کرنا اس درجہ شاذ و نادر تھا گویا عدم کے حکم میں تھا۔ بلکہ خود ارشاد فرماتے کہ مجھے سفر سے اس درجہ کوفت ہوتی ہے کہ کسی جگہ سفر کا خیال ہوتا ہے تو دو تین دن قبل سے اس کی پریشانی رہتی ہے اور سفر سے واپسی پر بھی دو تین دن تک اس کا اثر طبیعت پر رہتا ہے۔

اعلٰیحضرت کا سفر سے گریز:

اعلٰیحضرت کا سفر ایک خاص اہتمام چاہتا۔ اس لیے کبھی بے ضرورت شدید تشریف

نہ لے گئے۔ جب کبھی کہیں جانے کی دینی ضرورت پیش آتی یا مریدین کا اصرار ہوتا یا کسی دینی مدرسۂ اہلسنّت میں دستار بندی کا جلسہ ہوتا' اور وہاں کے لوگوں اور مدرسہ کے اراکین کی خواہش ہوتی کہ اعلیٰحضرت ہی کے دست مبارک سے دستار بندی ہو تو البتہ سفر کا ارادہ فرماتے تھے۔

اعلیٰحضرت چلتی ریل گاڑی میں نماز کو جائز نہیں سمجھتے تھے:

اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ تھی کہ چلتی ریل میں نماز درست نہیں۔ نماز کے لیے ''استقرار علی الارض'' حتی الامکان ضروری ہے، اسی لیے روانگی سے قبل جس گاڑی سے سفر کرنا ہوتا اور جس گاڑی سے واپسی کا قصد ہوتا' پانچوں نمازوں کا وقت جس اسٹیشن پر شروع ہوتا اور جس جس اسٹیشن تک رہتا' ان جگہوں پر نشان اوقات دے دیا جاتا اور وقتوں کے نام لکھ دیئے جاتے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ٹائم ٹیبل منگوا کر گاڑیوں کے رکنے کے اوقات و مقامات معلوم کیے جاتے پھر بہ قواعد علم ہیئت ان جگہوں کا طول و عرض معلوم کر کے اوقات صلوٰۃ نکالے جاتے۔ جب اس طرح پورا اطمینان ہو جاتا کہ اس سفر میں سب نمازیں باجماعت ذھاباً و ایاباً ادا ہو سکیں گی تب مصمم قصد فرماتے اور تشریف آوری کے لیے وعدہ کرتے۔سب لوگ اسی مقررہ نقشے کے مطابق ایک دو اسٹیشن پہلے سے وضو کر کے تیار رہتے اور جب وہ اسٹیشن آتا' جہاں نماز کا وقت لکھا ہے جماعت کھڑی ہو جاتی۔

سفر و حضر میں نماز باجماعت کا اہتمام:

اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز حضر و سفر' صحت' علالت ہر حال میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری خیال فرماتے تھے۔ خود ارشاد فرمایا کرتے کہ:

'' مردوں کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ہونی چاہیے اورعورتوں کی نماز علیحدہ گھر میں۔''

سفر میں مسجد جا کر سب نمازوں کو ادا کرنا دشوار کیا، ناممکن تھا۔ خصوصاً لمبے سفروں میں' تاہم آپ جماعت سے نماز ادا کرنے کو ضروری خیال فرماتے اور اس پر سختی سے عامل تھے۔ اگر کسی گاڑی سے سفر کرنے میں اوقات نماز اسٹیشن پر نہیں ملتا تو اس گاڑی سے سفر نہیں

کرتے‘ دوسری گاڑی اختیار فرماتے یا نماز باجماعت کے لیے اسٹیشن پر اتر جاتے اور اس گاڑی کو چھوڑ دیتے‘ اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جو گاڑی ملتی بقیہ سفر اس سے پورا فرماتے۔ اسی لیے آخری سفر حج و زیارت ۱۳۲۳ھ میں آگرہ اسٹیشن پر گاڑی بدلنے میں نماز کا وقت چلا جاتا اور نماز نہیں ملتی۔ لیکن گاڑی ریزرو کرا لینے کی صورت میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ سیکنڈ کلاس کا وہ ڈبہ ہی کاٹ کر بمبئی والی گاڑی میں جوڑ دیا جاتا اور نماز باجماعت مل جاتی۔ باوجودیکہ حضور تن تنہا تھے اور گھر کے لوگوں میں کوئی بھی ساتھ نہ تھا کہ وہ سب پہلے ہی بمبئی روانہ ہو چکے تھے‘ صرف ایک خادم حاجی کفایت اللہ صاحب اور ایک شاگرد مولوی نذیر احمد صاحب جو اس زمانہ میں علم تکسیر و جفر سیکھ رہے تھے آپ کے ساتھ تھے لیکن آپ نے دو سو پینتیس روپے تیرہ آنے میں سیکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ ریزرو کرا لیا تھا۔ اس کے باوجود کہ جناب ننھے میاں صاحب نے اس کی مخالفت بھی کی۔ حضور اپنے دونوں بھائیوں کی بات حد سے زیادہ مانتے تھے اور ان کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے مگر نماز کے معاملے میں ان کے مخالفت کی بھی انہوں نے پروا نہیں کی اور ایک کثیر رقم صرف کرکے صرف نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے لیے سیکنڈ کلاس کا ایک ڈبہ بریلی شریف سے بمبئی تک ریزرو کرکے سفر اختیار فرمایا۔ جب گاڑی آگرہ پہنچی اور حضور نے نماز باجماعت ادا فرمائی تو اسٹیشن ہی سے خط تحریر فرمایا کہ

”الحمدللہ نماز باجماعت ادا ہو گئی میرے روپے وصول ہو گئے۔ آگے مفت میں جا رہا ہوں۔“

اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اعلیٰحضرت آگرہ میں سفر قطع فرما دیتے اور نماز کے لیے اس گاڑی کو چھوڑ دیتے‘ پھر کسی دوسری گاڑی میں سوار ہو کر بمبئی پہنچتے۔ لیکن اس صورت میں جس جہاز سے صاحبزادہ صاحب اور گھر کے لوگ جا رہے تھے وہ جہاز نہیں ملتا اور اس طرح گاڑی ریزرو کر لینے میں نماز باجماعت بھی ادا ہو گئی اور بمبئی سے سب عزیزوں کا جہاز میں ساتھ ہو گیا۔ غرض ان ہی مسائل کی وجہ سے اعلیٰحضرت سفر بہت کم کرتے گویا نہیں کرتے تھے۔ اگر عام مشائخ کی طرح سیر و سیاحت میں وقت گرامی صرف فرماتے تو مریدین کی

تعداد شائد حد احصا و شمار سے باہر ہوتی۔ علاوہ بریں حضور اس قدر سادہ وضع میں رہتے کہ کوئی شخص یہ بھی خیال نہیں کرسکتا تھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کی شہرت شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک ہے' یہی ہیں۔

سادہ زندگی کی مثال:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب کاٹھیاواڑ سے حضور کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے۔ ظہر کا وقت تھا اعلیٰحضرت مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ سادہ وضع تھی چوڑی مہری کا پائجامہ' ململ کا چھوٹا کرتہ' معمولی ٹوپی' مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے مٹی کے لوٹوں سے وضو فرما رہے تھے کہ وہ صاحب مسجد میں تشریف لائے اور انہوں نے السلام علیکم کہا۔ اعلیٰحضرت نے جواب دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اعلیٰحضرت ہی سے دریافت فرمایا:

"میں مولانا احمد رضا خان صاحب کی زیارت کو آیا ہوں۔"

اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ:

احمد رضا میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو نہیں میں اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے ملنے آیا ہوں۔

اس لیے کہ آپ کبھی شہرت کا لباس قیمتی عبا قیمتی عمامہ وغیرہ استعمال نہیں فرماتے نہ خاص مشائخانہ انداز اختیار کیا مثلاً خانقاہ' چلہ' حلقہ وغیرہ نہ خدام کا مجمع آگے، پیچھے، ہٹو، بڑھو کا انداز رکھا کہ اس کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ داخل سلسلہ علیہ ہوتے' پھر بھی مریدوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کرکے قریب ایک لاکھ کے پہنچ گئی تھی۔ اسی طرح باوجویکہ تبرکات شریفہ و آثار منیفہ میں بہت سی نایاب چیزیں حضور کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائیں مگر ہر مہینہ ان کی زیارت کرانے کا بھی دستور نہ تھا کہ اسی ذریعہ سے لوگ خواہ مخواہ رجوع ہوتے۔ نہ پیروں کی طرح "اللہ بھلا کرے بابا" آپ کا طریقہ رہا جس میں ہر شخص خوش رہے' نہ مذہب سے بحث نہ ملت سے غرض۔ جو آیا سلام میاں کہا فرمایا اللہ بھلا کرے بلکہ آپ ہمیشہ مرابط فی سبیل اللہ رہے۔ غازی' جہاد بالسیف والسنان کرتا ہے آپ ہمیشہ ترقی اسلام و دین کے لیے جہاد بالقلم واللسان میں مشغول رہے اور دین کے خلاف جس

نے کوئی آواز بلند کی یا تحریر لکھی فوراً اس کی سرکوبی کے لیے مستعد ہو گئے۔

دین کی حمایت اور مفسدین سے مقابلہ کے لیے زندگی وقف کر دی:

حمایت دین و نکایت مفسدین اصل میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام ہے جس کے لیے وہ مبعوث ہوتے ہیں۔ متبع رسول عالم دین کا سب سے اہم و اقدم یہی کام ہے لیکن اس دور آزادی بلکہ بے دینی میں سب سے زیادہ یہی معیوب ہے۔ جو شخص حمایت دین کے لیے کھڑا ہو سکا، اس کی مخالفت پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

الہ آباد کے امرودوں کا تحفہ:

ایک مرتبہ الہ آباد کے ایک صاحب تشریف لائے وہاں کے امرود مشہور ہیں۔ چند امرود جن پر پتے لگے ہوئے تھے ایک چھوٹے سے طشت میں رکھ کر حاضر کیا اس وقت اعلیٰحضرت ظہر کی نماز پڑھ کر زنانہ مکان تشریف لے جا رہے تھے جب اعلیٰحضرت سیڑھی کے قریب پہنچے اور سیڑھی پر چڑھنے کو ہوئے تو یہ صاحب حاضر ہوئے اور وہ طشت پیش کرتے ہوئے عرض کیا ۔

برگ سبز ست تحفۂ درویش

اعلیٰحضرت نے امرود میں سے پتا ذرا زور دے کر اٹھا لیا اور فرمایا ''کچھ برگ سبز میں نے قبول کر لیے'' اور مسکراتے ہوئے حویلی تشریف لے گئے۔ وہ بیچارے سخت پشیمان ہوئے اور خاموش وہاں سے واپس ہوئے اور بولے:

> اب کیا کریں ہم اعلیٰحضرت کے لیے یہ امرود الہٰ آباد سے لائے تھے اور میں نے یہ مصرع انکساراً پڑھا تھا لیکن اعلیٰحضرت نے امرود کے پتے لے لیے اور امرود قبول نہیں کیا۔

ہم نے کہا:

> آپ پریشان خاطر نہ ہوں یہ اعلیٰحضرت نے بطور طیبت کیا آپ کسی دائی کے ہاتھ ان کو اندر بھجوا دیجئے اعلیٰحضرت قبول کرلیں گے انہوں نے بھیج

دیا۔

اعلیٰحضرت نے قبول فرمالیا یہ بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائے خیر دینے لگے جزاک اللہ تعالیٰ۔

اعلیٰحضرت کے والد گرامی نے مارہرہ شریف میں بیعت کرایا:

حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز نے فقیر سے بیان فرمایا کہ مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی بیعت کے ارادے کا اظہار فرمایا۔ اس سے پہلے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہ خیال بیعت مولانا فضل رحمٰن صاحب، گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاچکے تھے' اور وہاں سے کسی وجہ سے بغیر بیعت واپس آچکے تھے۔ مولانا بدایونی نے مولانا نقی علی خان صاحب کو یہ جواب دیا کہ:

> ''آپ امر بیعت میں مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں تو جس جگہ مناسب جان کر میں آپ کو بیعت کرا دوں وہاں منظور کر لیجئے۔''

مولانا بریلوی کی طرف سے اس پر رضامندی ہونے پر مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب' مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر مارہرہ تشریف لائے۔ چونکہ مولانا نقی علی خاں صاحب نے فرمایا کہ میں بغیر تجدید غسل کیے ہوئے خانقاہ برکاتیہ میں حاضر نہ ہوں گا لہٰذا سب حضرات پہلے مارہرہ میں ایک سرائے میں جاکر فروکش ہوئے' مگر سرائے کے راستے میں سواری کا یکہ الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہا دھو کر کپڑے پہنے اور سب حضرات خانقاہ برکاتیہ میں تشریف لائے اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ ''مدرسہ'' پر جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے دروازے کے سامنے تھا' اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے' فروکش ہوئے۔ فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب و برادر مکرم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں

صاحب قدس سرہما بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر حضرت خاتم الاکابر، سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے فقیر اور فقیر کے والد ماجد اور میاں صاحب بھائی مرحوم بھی ہمراہ گئے۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے والد کے ساتھ شاہ آل رسول مارہرہ شریف سے بیعت ہوئے:

حضرت خاتم الاکابر نے پہلے مولانا نقی علی خاں صاحب، پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب، پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل ''سلسلہ علیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ'' فرمایا۔ پھر حضور کی جانب سے ایسا معلوم ہونے پر کہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو خلافت بھی دے دی جائے، حضرت میاں صاحب کے بھائی نے اپنے جد امجد حضرت خاتم الاکابر کی خدمت میں اس کے لیے بھی عرض کیا، اور جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان علیہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد بھی کچھ عرصے تک ان سب حضرات نے فقیر کے مکان پر قیام فرمایا۔ اسی دوران مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ:

> ''مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت صاحب سے بیعت ہو جانا ان کے لیے بھی اچھا ہوا اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔''

علم توقیت کے لیے سید ایوب علی کی ملازمت:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے قبل بیعت، فقیر ''مدرسۂ اسلامیہ بریلی'' میں ملازم تھا۔ وہیں مکرمی سید محمود جان صاحب قادری نوری ساکن محلہ گڑھی نے (جو حضور پر نور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدیم حاضر باش تھے) ایک دن فرمایا کہ:

''سید صاحب! اعلیٰحضرت قبلہ کو علم توقیت میں ایک محاسب کی ضرورت ہے اور میں نے آپ کو منتخب کیا ہے۔''

اسی روز عصر کے وقت بہ معیت جناب سید صاحب موصوف حاضر خدمت ہوا۔ حضور نے اظہار مسرت فرمایا اور مجھے کچھ ہدایت فرمائی۔ میں نے بلاعذر سر تسلیم خم کیا۔ اس پر حضور نے کھڑے ہو کر مجھے اپنے سینۂ مبارکہ سے لگالیا اور مسہری پر پاس بٹھایا اور کچھ کام عطا فرمایا جسے میں نے بہ کوشش تمام انجام دیا۔

مولانا سید ایوب رضوی کو اعلیٰحضرت کا انعام:

اعلیٰحضرت نے بطور انعام مبلغ پندرہ روپے عطا فرمایا اس کے بعد انگریزی کی کتاب ٹیبلس آف لوگارتھمس Tables of Logarethems سے عدد اٹھانے اور اعشاریہ وغیرہ لگانے کے قاعدے تعلیم فرمائے۔ فقیر اس کام کو شب میں کیا کرتا تھا اور دن میں ملازمت کا کام انجام دیتا۔ ایک روز اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا:

''سید صاحب! جو معاوضہ مدرسے سے ملتا ہے وہ میں دوں گا یا جو آپ فرمائیں۔''

میں نے عرض کیا: حضور اس کی کیا ضرورت ہے جو کام حضور عطا فرمائیں گے میں بہ دل و جان شب میں بلامعاوضہ کام انجام دینے کے لیے حاضر ہوں۔' اس پر ارشاد فرمایا: ''یک سوئی اچھی ہوتی ہے۔'' میں نے عرض کیا:

''اگر حضور کی یہی منشا ہے تو میں مدرسہ نہیں جاؤں گا۔''

چنانچہ فوراً استعفا لکھ کر بھیج دیا اور دوسرے روز حاضری کے لیے آستانہ آ گیا تھا کہ راستے میں مدرسہ کے چپراسی نے استعفا نامہ واپس دیا۔ جس پر لکھا تھا:

''تاوقتیکہ مدرسہ جدید انتظام نہ کرے آپ کو کام نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

میں اس چپراسی کو لیے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا وہ استعفا نامہ لے لیا فرمایا: ''کیا ارادہ ہے'' میں نے عرض کیا:

''تقرری کے وقت مجھ سے اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا لہٰذا مدرسہ

جو چاہے انتظام کرے یہی جواب لکھے دیتا ہوں۔''

فرمایا:

''بہتر ہے'' میں نے یہی مضمون لکھ کر چپراسی کو استعفا نامہ دے دیا اور اعلیٰحضرت کی خدمت میں مستقل طور پر فرائض منصبی انجام دینے میں مصروف ہوگیا۔

سید ایوب علی رضوی کی اعلیٰحضرت سے بیعت:

سید صاحب لکھتے ہیں: یہ غالباً شوال المکرّم ۱۳۳۳ھ کا زمانہ تھا۔ آستانے میں حاضری سے پہلے اگر کسی نے مرید ہونے کی ترغیب دی تو وسوسہ یہ ہوتا تھا کہ مرید ہونا تو آسان ہے مگر پابندی مشکل ہے۔ مگر جب حاضر آستانہ ہوا تو دل ہی دل میں افسوس کرتا کہ کاش اس سے پہلے حاضر خدمت اقدس ہو گیا ہوتا۔ بالآخر بارہ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت عصر مسجد میں شرف بیعت حاصل کیا اور نذر پیش کی فرمایا:

''اس کی کیوں تکلیف کی۔''

میں نے عرض کیا:

''حضور میری خوشی اسی میں ہے کہ حضور اسے قبول فرمالیں۔''

الحمدللہ کہ حضور نے ہدیۂ محقر قبول فرمالیا اور ارشاد فرمایا کہ:

''میں پہلے نذر نہیں لیا کرتا تھا مگر جب سے یہ حدیث شریف میری نظر سے گذری کہ کوئی شخص دے تو لے لے ورنہ ایک روز ایسا آئے گا کہ تو مانگے گا اور کچھ نہ ملے گا۔''

بعد میں مقربانِ خاص سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے جو مرید ہونے کے لیے عرض کرتا تھا تو اسے سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز یا حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عالم رویا میں اپنے شیخ کامل خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''آپ سلسلہ کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں مرید کیوں نہیں کرتے۔''

اس بشارت کے بعد آپ نے سلسلۂ بیعت شروع فرما دیا۔ طریقۂ بیعت میں نے یہ دیکھا کہ جو شخص مرید ہونا چاہتا کچھ مٹھائی اگرچہ ایک بتاشہ ہی سہی لاتا اگر باوضو نہ ہوتا اسے وضو کرایا جاتا پھر آپ دو زانو ہو کر اپنے روبرو اسے اتنا قریب فرما لیتے کہ آپ کے زانوے مبارک اس کے زانو سے مل جاتے۔ اس کے بعد چشمان مبارک بند کر کے کچھ پڑھتے پھر بصورت مصافحہ اس کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر یہ الفاظ تلقین فرماتے:

> لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم مجھے توبہ دے پچھلے گناہوں سے اور شریعت مطہرہ پر آئندہ قائم رکھ۔ میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا اور شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا اور سنیوں کے مذہب پر ہمیشہ قائم رہوں گا میں نے اپنا ہاتھ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست میں دیا۔ الٰہی! تو مجھے ان کے غلاموں میں (یا باندیوں میں) قبول فرما اور قیامت کے دن مجھے ان کے گروہ میں اٹھا۔ آمین

اس کے بعد دعا کے لیے دست مبارک اٹھاتے اور شیرینی میں سے تھوڑا سا خود دست مبارک سے مرید کو عطا فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے کہ یہ خود کھائیں بقیہ شیرینی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ حاضرین کو تقسیم کر دیجئے۔

پھر فرماتے

> کہو یا اللہ مجھے توبہ دے پچھلے گناہوں سے اور آئندہ شریعت مطہرہ پر قائم رکھ۔ میں شریعت کے حلال کو حلال جانوں گا اور شریعت کے حرام کو حرام جانوں گا اور تیری توفیق سے مذہب اہلسنّت والجماعت پر قائم رہوں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ حضور پیر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پر پرست میں دیا۔ خداوندا تو مجھے ان کے غلاموں میں قبول فرما اور میرا حشر ان کے غلاموں کے زمرے میں فرما۔

اس کے بعد اگر شیرینی لایا ہوتا تو اس پر مشائخ کرام کی فاتحہ پڑھ کر پہلے دست

مبارک سے تھوڑی مٹھائی اس کو دیتے اور فرماتے کہ ''تم خود ہی کھانا اس میں سے کسی کو نہ دینا'' باقی شیرینی تمام حاضرین پر تقسیم کر دی جاتی اور اگر کوئی شخص غربت و ناداری یا کم وقت ہونے کی وجہ سے مٹھائی نہیں لاتا تو اس کو ضروری بھی نہیں جانتے۔ مرید کرنے کے بعد فاتحہ پڑھ کر بزرگان سلسلہ کو ایصال ثواب فرما دیتے۔ اعلیٰحضرت قبلہ کے یہاں پہلے نذرانے کا بالکل دستور نہ تھا۔ کبھی کسی شخص کی نذر قبول نہ فرماتے تھے کوئی شخص کتنا ہی اصرار کرتا مگر حضور برابر انکار فرماتے اور فرماتے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دیا ہے۔''

قاضی عبدالوحید مدیر ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کی اہلیہ کی اعلیٰحضرت سے بیعت:

جس زمانے میں جناب قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم مدیر رسالہ ''مخزن تحقیق'' معروف بہ ''تحفۂ حنفیہ'' و رئیس محلہ لودی کڑہ پٹنہ کی اہلیۂ محترمہ مرید ہوئیں تو ان کے والد جناب شاہ بھگو صاحب کاکوروی نے مبلغ ساٹھ روپے نذر کے حاضر کیے۔ اعلیٰحضرت نے حسب دستور ہاتھ رکھ کر فرمایا: ''اللہ برکت دے'' اور واپس فرما دیا تو شاہ بھگو صاحب نے خیال کیا کہ مولانا کو شاید معلوم نہیں کہ کتنے روپے ہیں تھوڑی رقم سمجھ کر واپس فرمایا (اس لیے کہ کچھ روپے تھے اور کچھ روپوں کے نوٹ تھے) اسی لیے کہا ''حضور ساٹھ روپے ہیں'' اعلیٰحضرت نے فرمایا:

یہ تو ساٹھ روپے ہیں اگر ساٹھ ہزار بھی ہوں تو مجھے خدا کے فضل سے ان کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دیا ہے اور احباب و مخلصین کی نذر قبول کرنے سے غنی و مستغنی کر دیا ہے۔

البتہ کبھی کوئی شخص کوئی معمولی چیز تحفہ دیتا تو اسے قبول فرما لیتے، انکار نہ فرماتے، تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ محض معمولی چیز سمجھ کر واپس کیا ہے۔

مریدین کی تعداد بڑھانا مقصود نہ تھا بلکہ مریدین کی اصلاح عقائد و اعمال و تزکیہ نفس۔ اسی لیے مرید ہونے کے بعد اصلاح عقائد و اعمال کی چند نصیحتیں ضرور فرماتے اور چند اعمال کی ترغیب دیتے اور شجرۂ مبارکہ ایک مرتبہ روزانہ پڑھنے اور بزرگان سلسلہ کو فاتحہ بخشنے کی

ضرور تاکید فرماتے اور اس کا اسقدر خیال رکھتے کہ شجرۂ شریفہ کے آخر میں اس کو چھاپ کر شائع فرما دیا تھا تاکہ ہر مرید کے پیش نظر ہر وقت وہ سب باتیں رہیں۔ پھر مختصری روزمرے کی ضروری و مفید دعائیں ماقلّ وکفٰی من ادعیة المصطفٰے بنام تاریخی "الوظیفة الکریمه" مرید کے روز مرہ پڑھنے کے لیے بھی چھاپ دیا تھا۔(الوظیفۃ الکریم مکتبہ نبویہ لاہور نے بڑے خوبصورت انداز میں چھاپا ہے)

شجرہ شریف کی پہلی بار اشاعت:

نقل شجرۂ طیبه

بسم الله الرحمن الرحیم

شجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السمآء

۱- اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و آله الکرام اجمعین

۲- اللهم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولی السید الکریم علی المرتضٰے کرم الله تعالٰی وجهه

۳- اللهم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید الامام حسین الشهید رضی الله تعالیٰ عنه

۴- اللهم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید الامام علی بن الحسین زین العابدین رضی الله تعالیٰ عنه

۵- اللهم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید الامام محمد بن علی الباقر رضی الله تعالیٰ عنهما

۶- اللهم صل وسلم وبارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید الامام جعفر بن محمد الصادق رضی الله تعالیٰ عنه

۷- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید الامام موسی

بن جعفر الکاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۸- اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ السید الامام علی بن موسی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما

۹- اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ معروف الکرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰- اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ سری السقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۱- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ جنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ ابی بکر الشبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ ابی الفضل عبدالواحد التمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ ابی الفرح الطرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۵- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ ابی الحسن علی القرشی الھکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۶- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ الشیخ ابی سعید المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۷- اللھم صل وسلم و بارک علیہ وعلیھم وعلی المولیٰ السید الکریم غوث الثقلین وغیث الکونین الامام ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی صلی اللہ تعالی علیہ جدہٖ الکریم وعلیہ وعلی مشائخہ العظام واصولہٖ الکرام و فروعہٖ الفخام ومریدیہ و محبیہ والمنتمین الیہ الی یوم

القیام وبارک و سلم ابدا

۱۸- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید ابی بکر تاج الملة والدین عبدالرزاق رضی الله تعالیٰ عنه

۱۹- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید ابی صالح نصر رضی الله تعالیٰ عنه

۲۰- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید محی الدین ابی نصر رضی الله تعالیٰ عنه

۲۱- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید علی رضی الله تعالیٰ عنه

۲۲- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید موسی رضی الله تعالیٰ عنه

۲۳- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید حسن رضی الله تعالیٰ عنه

۲۴- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید احمد الجیلانی رضی الله تعالیٰ عنه

۲۵- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی الشیخ بهاء الدین رضی الله تعالیٰ عنه

۲۶- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی السید ابراهیم الایرجی رضی الله تعالیٰ عنه

۲۷- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی الشیخ محمد بهکاری رضی الله تعالیٰ عنه

۲۸- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولٰی القاضی ضیاء الدین المعروف بالشیخ جیاد رضی الله تعالیٰ عنه

۲۹- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ الشیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۲- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۳- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید الشاہ برکة اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۴- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید الشاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۵- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید الشاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۶- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید الشاہ ابی الفضل شمس الملة والدین آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ

۳۷- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ السید الکریم الشاہ آل الرسول الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۸- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم وعلی المولیٰ الهمام امام اهل السنة مجدد المائة الحاضرہ مؤید الملة الطاهرة حضرة الشیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۹- اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم جمیعاً وعلی عبدک الفقیر محمد ظفر الدین القادری غفرلہ

۴۰۔ اللهم صل وسلم و بارک علیه وعلیهم جمیعا وعلی سائر اولیائک وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم یا ارحم الراحمین آمین

الٰہی بحرمت این مشائخ عاقبت محمد ظفر الدین بن عبدالرزاق ساکن میجرا ضلع پٹنہ بخیر گردانی!

دستخط فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

تاریخ یکم ماہ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

مستورات سے بیعت کا طریق کار:

انہی کا بیان ہے کہ مستورات کی بیعت کے وقت تحقیق ہوا کہ کاشانۂ اقدس کے شمال رویہ دالان کے درمیانی محراب میں ایک ڈوری بندھی رہتی تھی جس پر پردہ پڑا رہتا تھا جب کوئی عورت بیعت کے لیے آتی، پردہ کے اس پار انہیں بٹھاتے اور اپنا رومال مبارک بجائے ہاتھ میں ہاتھ لینے کے بڑھا دیتے اس کا ایک سرا وہ عورت پکڑتی اور دوسرا حضور کے دست مبارک میں ہوتا اور کلمات توبہ تلقین فرماتے۔

شیخ سے بیعت کا مقصد کیا ہوتا ہے:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ بیعت سے مقصود صرف معتوب ہے اس وجہ سے اس کام کے لیے مستعد ہونا بلکہ اپنے کو وقف کر دینا اس دل گردہ والے کا کام ہے جس میں رضائے الٰہی کے سوا نفس کا شائبہ بھی نہ ہو۔ ورنہ نفس یہی چاہتا ہے کہ ہر شخص میرا مداح ہو۔ جہاں جائیں میری آؤ بھگت ہو۔ ہر شخص لمبی چوڑی تعریفوں کا پل باندھا کرے۔

اعلیٰحضرت موجودہ زمانہ کی پیری و مریدی پر عمل پیرا نہ تھے:

غرض اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے پیری مریدی کے جو ذرائع اس زمانۂ میں مروج ہیں، کبھی کسی کی طرف اصلاً توجہ نہ فرمائی۔ نہ کبھی ان طریقوں سے کام لیا نہ کبھی اس کا پروپگنڈا کیا۔ نہ ہر شہر میں بھارجی ایجنٹ ہی مقرر کیے۔ مگر پھر بھی جن کی قسمت میں قسام ازل نے داخل سلسلۂ علیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرما دیا تھا، اطراف و اکناف عالم سے آ آ کر

داخل سلسلۂ علیہ ہوتے رہے۔

اعلیٰحضرت کے مریدوں کا حلقہ ہندوستان کے علاوہ عرب میں پھیلا ہوا تھا:

یہ صرف صوبہ ممالک مغربی و شمالی آگرہ اودھ ہی تک نہ محدود رہا بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں، اسلامی ریاستوں اور رعایائے راجگان راجپوتانہ وغیرہ سے تجاوز کر کے بیرون ہند کابل، ایران، ترکی سے بھی بڑھ کر عرب اور شام حتیٰ کہ حرمین محترمین تک آپ کے مریدوں کا سلسلہ و حلقہ پہنچا ہوا ہے۔ اعلیٰحضرت قبلہ کو اپنے پیر و مرشد برحق قدس سرہ سے اجازت و خلافت جملہ طرق کی حاصل تھی اور سب طریقوں میں بیعت کے مجاز تھے مگر حضور کو سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ سلسلۂ علیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ عام طور پر اسی میں بیعت کرتے البتہ اگر کوئی شخص خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ کسی خاص طریقہ میں بیعت کی تمنا کرتا تو اس کو اسی طریقے میں بیعت فرماتے یا بعض موقع پر کسی شخص کو اسی مناسبت کسی خاص طریقہ سے ملاحظہ فرماتے تو اسے اسی طریقہ میں مرید فرماتے ورنہ عام طور پر سبوں کو سلسلۂ قادریہ میں داخل فرماتے۔

اعلیٰحضرت سے بیعت کا طریقہ:

بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اکثر بعد نماز مسجد ہی اور کبھی کبھی دولت کدے پر بھی حاضر ہو جاتے تھے غیر وقت صلوٰۃ میں بیعت ہونے والے کو فرماتے کہ وضو کر لیجئے اور اگر وقت مکروہ نہ ہوتا تو دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کو فرماتے اس کے بعد اس کا دہنا ہاتھ اپنے دائیں دست مبارک اور بایاں ہاتھ بائیں دست مبارک میں لے کر دو زانو خود بھی بیٹھتے اور مرید ہونے والے کو بھی اسی طرح بیٹھنے کے لیے ارشاد فرماتے پھر آیۂ کریمہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ سے اجراً عظیماً تک تلاوت فرماتے اس کے بعد مرید ہونے والے کو کلمہ طیبہ پڑھاتے۔

فاتحہ سلسلہ

یہ شجرہ مبارکہ ہر روز بعد نماز صبح ایک بار پڑھ لیا کریں۔ بعدہٗ درود غوثیہ سات بار

الحمدللہ شریف ایک بار۔ آیہ الکرسی ایک بار۔ سات بار قل ھو اللہ شریف پھر تین بار درود غوثیہ پڑھ کر ان کا ثواب ان تمام مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کی نذر کریں جس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس کے لیے دعائے عافیت و سلامت کریں ورنہ ان کا نام بھی شامل فاتحہ کرلیا کریں۔ درود غوثیہ یہ ہے۔

"درود غوثیہ":

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم وآلہ وبارک وسلم

پنج گنج قادریہ:

☆ بعد نماز صبح: یا عزیز یا اللہ

☆ بعد نماز ظہر: یا کریم یا اللہ

☆ بعد نماز عصر: یا جبار یا اللہ

☆ بعد نماز مغرب: یا ستار یا اللہ

☆ بعد نماز عشاء: یا غفار یا اللہ

سب سو سو بار، اول آخر تین تین بار درود شریف۔

اس کی مداومت سے بے شمار برکات دین و دنیا ظاہر ہوں گے۔

"عمل برائے قضائے حاجات، حصول ظفر و مغلوبی دشمن"

(۱) اللہ ربی لاشریک لہ آٹھ سو چوہتر بار اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اس قدر عدد معین باوضو قبلہ رخ دو زانو بیٹھ کر روزانہ تا حصول مراد پڑھیں اور اسی کلمہ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بے وضو ہر حال میں بے گنتی بے شمار زبان سے جاری رکھیں۔

(۲) حسبنا اللہ ونعم الوکیل ساڑھے چار سو بار روزانہ تا حصول مراد اوّل آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار۔ جس وقت گھبراہٹ ہو اسی کلمے کی بیشمار تکثیر کریں۔

(۳) بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ بار ''طفیل حضرت دستگیر' دشمن ہوئے زیر''۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف تا حصول مراد۔

یہ تینوں عمل امور مذکورہ کے لیے نہایت مجرب وسہل الحصول ہیں' ان سے غفلت نہ کی جائے۔ جب کوئی حاجت پیش آئے ہر ایک اتنی اتنی اعداد پر پڑھا جائے پہلے اور دوسرے عمل کے لیے کوئی وقت معین نہیں' جس وقت چاہیں پڑھیں اور تیسرے کا وقت بعد نماز عشاء ہے۔ جب تک حصول مراد نہ ہو تینوں اسی ترکیب سے پڑھی جائیں' اور جس زمانے میں کوئی حاجت درپیش نہ ہو تو پہلے اور دوسرے کو سو سو بار روز پڑھ لیا کریں اور آخر میں درود شریف تین تین بار۔

مریدوں کے لیے ضروری ہدایات

(۱) مذہب اہلسنّت والجماعت پر قائم رہیں، جس پر علماء حرمین شریفین ہیں۔ سنیوں کے جتنے مخالف مثلاً وہابی، رافضی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم ہیں، سب سے جدا رہے اور سب کو اپنا دشمن و مخالف جانیں۔ ان کی بات نہ سنے' ان کے پاس نہ بیٹھے' ان کی کوئی تحریر نہ دیکھے کہ شیطان کو معاذ اللہ دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کا اندیشہ ہو' ہرگز نہ جائے گا۔ دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت دنیا کی زندگی دنیا ہی تک ہیں۔ دین و ایمان سے ہمیشگی کے گھر میں کام پڑتا ہے ان کی فکر سب سے زیادہ لازم ہے۔

(۲) نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے، مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام بھی واجب ہے۔ بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہر صورت انسان کی مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ بے نماز وہی نہیں جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً کھوئے بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی حاجت کے سبب نماز قضا کر دینی سخت ناشکری' پرلے سرے کی نادانی ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا کوئی نوکر ہو اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا ہے۔ اور اگر منع

کرے تو ایسی نوکری ہی حرام قطعی ہے اور کوئی وسیلہ رزق نماز کھو کر برکت نہیں لاسکتا۔ رزق تو اس کے ہاتھ میں ہے جس نے نماز فرض کی اور اس کے ترک پر سخت غضب فرماتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) جتنی نمازیں قضا ہو گئی ہوں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں۔ اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ نہایت جلد ادا کر دیں، کاہلی سستی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ جب تک فرض ذمہ باقی ہوتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ قضا نمازیں جب متعدد ہوں مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر بار یوں نیت کریں کہ:

''سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی۔''

ہر دفعہ یوں ہی کہیں۔

''سب میں پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی۔''

یعنی جب ایک ادا ہوتی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ کی نماز میں نیت کریں۔ قضا میں فقط فرض اور وتر یعنی ہر رات دن کی بیس رکعت ادا کی جاتی ہے۔

(۴) جتنے روزے کبھی قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے پورے کر لیے جائیں کہ حدیث شریف میں ہے جب تک پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا نہ کر لی جائے اگلے قبول نہیں ہوئے۔

(۵) جو صاحب مال ہیں، زکوٰۃ بھی دیں، جتنے برسوں کی نہ دی ہو، فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔ سال تمام ہونے کے بعد دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا شروع سال سے رفتہ رفتہ دیتے رہیں سال تمام پر حساب کریں۔ اگر پوری ادا ہوگئی بہتر ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ نکل گیا ہے وہ آئندہ سال میں مجرا کرلیں اللہ عزوجل کسی کا نیک کام ضائع نہیں کرتا۔

(۶) صاحب استطاعت پر حج فرض اعظم ہے اللہ عزوجل نے اس کی فرضیت بیان

کر کے فرمایا:

ومن کفرفان اللہ غنیٌّ عن العلمین اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تارکِ حج کو فرمایا کہ:

''چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔''

والعیاذ باللہ۔ قرنطینہ وغیرہ کے مہمل اندیشوں کے باعث باز نہ رہے کہ دس بارہ دن کا روکا جانا، عذاب عظیم جہنم کے برابر نہیں ہو سکتا جو حج نہ کرنے والے کے لیے ہے۔

(۷) کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی کتروانا، فاسقوں کی وضع پہننا، ہر بری خصلت سے بچیں۔ جو ان سات باتوں کا عامل رہے گا اللہ و رسول کے وعدے سے اس کے لیے جنت ہے۔ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ آمین!

سنی مسلمانوں کے دین و دنیا کے معاملات میں برکات کے لیے عمل:

سنی مسلمانوں کے دین و دنیا کا بھلا لازوال دولت اور بہت آسان عمل یہ ہے کہ بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینۂ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار

صلّ اللہ علیٰ الامی وآلہٖ وصلّ اللہ علیہ وسلم صلاۃً وسلاماً علَیکَ یا رسول اللہ پڑھیں:

جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں۔ جو کہیں اکیلا ہو تنہا پڑھے۔ یونہی عورتیں اپنے گھروں میں پڑھیں، اس کے چالیس فائدے ہیں، جو صحیح معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں، یہاں مشتے از نمونہ چند، ذکر کیے جاتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھے گا، جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا، جو ان کے شان گھٹانے والوں، ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دور رہے گا، دل سے بیزار ہوگا، ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا، اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں، جن میں

سے بعض درج کیے جاتے ہیں:

۱- پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔
۲- اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔
۳- پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا۔
۴- اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔
۵- اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔
۶- اس کے ماتھے پر لکھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔
۷- اس کے ماتھے پر تحریر فرمائے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد۔
۸- اللہ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔
۹- اس کے مال میں ترقی دے گا۔
۱۰- اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھے گا۔
۱۱- دشمنوں پر غلبہ دے گا۔
۱۲- دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔
۱۳- کسی دن خواب میں برکت زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔
۱۴- ایمان پر خاتمہ ہوگا۔
۱۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہوگی۔
۱۶- قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔
۱۷- اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درود شریف کی تمام سنیوں کے لیے اجازت عطا فرمائی ہے بشرطیکہ بدمذہبوں سے بچیں۔

ایک مسلسل درود شریف کی خصوصی برکات:

اس مسلسل، مفصل، مطول، شجرہ صلاتیہ کے علاوہ اعلیٰحضرت نے ایک درود شریف بھی حسب فرمائش حضرت سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب مارہروی تصنیف فرمایا جو مشعر شجرہ طیبہ

قادریہ برکاتیہ ہے اس درود شریف کا پڑھنا شجرہ شریف کا بھی پڑھنا ہے۔

اللهم صلّ وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ رفیع المکانo المرتضی علیّ الشانo الذی رجیل من امته خیر من رجال السابقینo وحسین من زمرته احسن من کذاوکذا من السابقین o السید السجاد زین العابدینo باقر علوم الانبیاء والمرسلینo ساقی کوثرo مالک تسنیم و جعفرo الذی یطلب موسی الکلیم رضا ربهo الصلوٰة علیهo وبذهب ابراهیم الخلیل الطلب معروف و جوده الیهo السری الساری سّره فی ذرات الاکوانo الغالب جنید من جنوده علی جیوش الجور والعدوانo اصل المرادo من عالم الایجاد الذی له ان یقول لادم ومن دونه نجلیo ولکل اسد من اسد الله شبلیo الاحد الماجدo عبدالواحدo اخوالاحزان فی عشقهo ابوالفرح من لطفه و رفقهo الایمان حسنo وهوابوالحسنo ازمن منه نشاربه ظهرo والمومن سعید وهوابوسعیدo اذهوالذی ربی وهداه قبرo وافرالایدی قادرالیدینo عبدالقادر غوث الثقلینo عبدالرزاق قاسم الارزاقo ابوصالح المومنینo نصرالاسلام محی الدین علی المرتقی والمدارجo موسی طور المعارجo حسن الخلقo احمد الخلقo بهاء الدّین الکریمo من الشریعة ابراهیمo الامی القاریo نظام دین الباری العرب والفرس والهند کلهم له سائل وگدا و بهکاریo ضیاء الانبیاءo جمال الانبیاءo محمد الذاتo احمد الصفاتo فضل الله و برکة الله علی ال محمد الاعاظمo العارفین نص الشرح المطهر ورمزهo الضیا عم المتحملین شدة الجهاد والاکبر وحمزةo هم ال احمد العظیم الکریمo ال الرسول الرؤف الرحیمo حضرت سیدنا حمزه رضی الله تعالی عنه کے بعد دوسری شاخ کے اسماء طیبہ اس طرح لیے جائیں کل منهم ال برکات الرسالهo وامیر عالم الفضل والنبالهo اللهم وعلی اصحابه العظامo ومشائخنا الکرامo وعلینا معهم یاذا الجلال والاکرامo مارهره اقمار الیقین فی مهمهٖ صدور العارفینo آمین آمین! یا ارحم الراحمینo اللهم ومن انشاء هذه الصیغة المبارکة فاغفرله یاعظیمo ارض عنه حبیبک احمد رضا المولی

العفو الکریم آمین!

کتبہ الفقر احمد رضا القادری غفرلہ فی مارھرہ المطھرہ۔ ۲۱محرم الحرام سنہ ۱۳۰۵ھ

شجرۂ مبارکہ مسدس میں:

اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے شجرۂ مبارکہ کو مسدس بھی فرمایا ہے۔ جس کا چھٹا مصراع درود شریف ہے اس کا پڑھنا بھی موجب حسنات و باعث برکات ہو۔

آلِ رسول و آلِ احمد — سید حمزہ آل محمد
شہ برکات اکرم و امجد — شہ فضل اللہ، احمد و ارشد
ھم شفعائی عندالاحید
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ محمد، عین عنایت — ماہِ جمال، اہل ولایت
قاضیٔ شرع، ضیاء ملت — شاہِ بھکاری کانِ سخاوت
آئینہ ھائے ماہ رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم

سید ابراہیم مکرم — شاہِ بہاء الدین معظم
احمد جیلاں، شاہ حسن ہم — موسیٰ پاک و علی معظم
ھم برکات نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ محی الدین معلّیٰ — سید ابوصالح شہ والا
عبدالرزاق حسن الا لا — غوث الاعظم از ہمہ بالا
ابنِ رسول اللہ تعالیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ مبارک، اصل سعادت بوالحسن ہنکار اقامت
بوالفرح طرطوسی نسبت عبدالواحد فانی وحدت
نوابان شاہ نبوت
صلی اللہ علیہ وسلم

شبلی شافع بندہ مخطی شاہ جنید و سری سقطی
شہ معروف رضائے منطی کاظم و جعفر باقر معطی
رحمۃ ذخری کنزی فرطی
صلی اللہ علیہ وسلم

عابد، ساجد، ابن اماجد شاہ شہیدان شاہد، واحد
حیدر صفدر شیر مشاہد سید عالم عبد مشاہد
بدر مکارم ختم محامد
صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پر نور قدس سرہ العزیز نے اپنا نام نامی اس شجرہ میں منظوم نہ فرمایا تھا۔ اس لیے رضوی بھائیوں کے لیے حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری برکاتی نوری رضوی خلف اصغر دامت فیوضہ نے ایک بند بڑھا دیا وھو ھذا۔

زین ضیائے دین وملت ناصر سنت کا سرِ بدعت
شیخ طریقت اعلیحضرت محوِ رضائے حضرت عزت
پر تو عکسِ مہر نبوت
صلی اللہ علیہ وسلم

فارسی میں ایک زبردست قصیدہ:

اعلیحضرت قدس سرہ العزیز نے ۱۳۰۳ھ میں فارسی زبان میں نہایت زبردست قصیدہ مسمی بنام تاریخی "سلسلۃ الذھب نافیۃ الارب" مشائخ سلسلہ کے مختصر اوصاف و فضائل پر مشتمل تحریر فرمایا' اور اسے ۱۳۰۴ھ میں مطبع، مطلع، درخشان بریلی میں طبع فرمایا۔ باعتبار سن

طباعت اس کا تاریخی نام ۱۳۰۴ھ "سلسلہ قدیمہ قادریہ برکاتیہ" رکھا۔ اس مطول قصیدے سے صرف مشائخ کرام کے اسمائے طیبہ والے اشعار بطور اختصار اس جگہ درج کرتا ہوں تاکہ فارسی سے مذاق رکھنے والے حضرات روزانہ اس کو بھی پڑھ کر برکت حاصل کریں اور دوسرے حضرات بھی اس کو بطور دعا پڑھا کریں۔ اس لیے کہ اس شجرے میں بوسیلۂ تمام بزرگانِ سلسلہ خداوند عالم سے امداد کی درخواست و دعا ہے اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے:

یا خدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن

مرتضیٰ، شیر خدا، مرحب کشا، خیبر کشا
سرورا لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

یا شہید کربلا، یا دافع کرب و بلا
گلرخا! شہزادۂ گلگون قبا! امداد کن

باقی اسیاد یا سجاد یا شاہ جواد
خضر ارشاد آدم آل عبا امداد کن

باقرا یا عالم ساداتِ یا بحر العلوم
از علوم خود بہ دفع جہل ما امداد کن

جعفر صادق بحق ناطق بحق واثق توئی
بہر حق مارا طریق حق نما امداد کن

شان حلما، کان علما، جان سلما السلام
موسیٰ کاظم، جہاں ناظم مرا امداد کن

ضامن ثامن رضا برمن نگاہے از رضا
خشم را شایانم و گویم رضا امداد کن

یا شہ معروف مارا رہ سوے معروف دہ
یا سری از سقیط دوسرا امداد کن

یا جنید اے بادشاہ جند عرفان المدد

شبلیا اے شبل شیر کبریا امداد کن
شیخ عبدالواحدا راہم سوئے واحد نما
بے فرح را بالفرح' طرطوسیا امداد کن
بوالحسن ہنکار یا حالم حسن کن بے ریا
اے علی اے شاہ عالی مرتضیٰ امداد کن
سرورِ مخزوم سیف اللہ اے خالد بقرب
بوسعیدا اسعدا سعد الوریٰ امداد کن
یا ولی الاولیا' ابن نبی الانبیاء
ایکہ پایت بر رقاب اولیا امداد کن
یا ہذا المرتجٰی یا عبدرزاق الوریٰ
تاکہ باشد رزق ما عشق شما امداد کن
یا ابا صالح صلاح دین و اصلاح قلوب
فاسدم مکذار در جوش ہوا امداد کن
جان نصری یا محی الدین فانصر وانتصر
اے علی، اے شہر یار مرتقی، امداد کن
سید موسیٰ کلیم طورِ عرفان، المدد
اے حسن اے تاجدار مجتبیٰ امداد کن
منتقی جوہر ز جیلانِ سید احمد الامان
بے بہا گوہر بھاء الدین بہا امداد کن
بندہ را نمرود نفس انداخت در نارِ ہوا
یا براہیم ابر آتش گل کنان امداد کن
اے محمدؐ اے بھکاری' اے گدائے مصطفٰے
ماگدایانِ درت، اے باسخا امداد کن
التجا اے زندہ جاوید اے قاضی جیا

اے جمال الاولیا یوسف لقا امداد کن
یا محمد یا علم و اخر ز دست غفلتم
اے کہ ہر موئے تو در ذکر خدا امداد کن
اے بنامت شیرۂ جان شد نبات کالپی
احمدا، نوشین لبا، شیریں ادا، امداد کن
شاہ فضل اللہ یا ذاالفضل اے فضل آلہ
چشم در فضل تو بست ایں بینوا امداد کن
شاہ برکات، اے ابوالبرکات اے سلطان جود
بارک اللہ اے مبارک، بادشا امداد کن
بیخود او باخدا آل محمد مصطفٰے
سیدا حق واجدا یا مقتدا امداد کن
اے حریم طیبہ توحید را کوہ احد
یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن
یا ابا الفضل آل احمد حضرتِ اچھے میاں
شاہ شمس الدین ضیاء الاصفیاء امداد کن
تاجدار حضرتِ مارہرہ یا آل رسول
اے خدا خواہ و خدا از ما عدا امداد کن
بے وسائل آمدن سوئے تو منظورِ تو نیست
زاں بہر محبوب تو گوید ''رضا'' امداد کن
مظہر عون اند و ایں جا مغز حرفی بیش نیست
یعنی اے رب نبی و اولیا امداد کن
نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود ہیچ نیست
یا الہ الحق الیک المنتہٰی امداد کن

اردو میں ایک جامع قصیدہ:

اس فارسی قصیدے کے علاوہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے شجرۂ مبارکہ کو اردو میں بھی نظم فرمایا ہے جس میں شجرۂ مبارکہ ناموں کی مناسبت سے ایسے ایسے پُرمغز الفاظ لائے ہیں جس کی وجہ سے شجرہ منظوم ہونے کے علاوہ خاص طور پر شانِ شاعری اور فن بدیع کا عمدہ نمونہ ہے:

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقہ میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری
جند حق میں گو جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق، دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعید سعد زا کے واسطے

''قادری کر' قادری رکھ' قادریوں میں اٹھا''
قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

احسن اللہ لھم رزقا سے دے رزق حسن
بندۂ رزاق تاج الاصفیا کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیات دیں محی جانفزا کے واسطے

طور عرفان و علو و حمد و حسنٰی و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے

خانۂ دل کو ضیا دے، روئے ایمان کو جمال
شہ ضیا مولی جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لیے روزی کر احمد کے لیے
خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حب اہل بیت دے آل محمد کے لیے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پرنور کر
اچھے پیارے شمس دین بدرالعلےٰ کے واسطے

دو جہان میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

صدقہ ان ''اعیان'' کا دے چھ عین عزعلم و عمل
عفو و عرفان عافیت احمد رضا کے واسطے

حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز بلکہ ان کے والد ماجد حضرت معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ کو بیعت مارہرہ شریف میں ہے' اس لیے مریدان حضرت تاج الفحول کی فرمائش پر اعلیٰحضرت نے ایک شعر بڑھا دیا جو حضرت اچھے میاں شاہ شمس الملۃ والدین قدس سرہ کے بعد نام نامی کے بعد پڑھا جاتا ہے' بڑھایا جائے۔ اس لیے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت اچھے میاں قدس سرہ العزیز سے بیعت و خلافت حاصل تھی وہ شعر یہ ہے۔

یا معین یا عین یا عین و معین کے نور عین
عبد قادر میرے مرشد، رہنما کے واسطے

ہم لوگ متوسلین بارگاہ رضویہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی حیات میں تو اسی طرح پڑھا کرتے تھے جیسے اعلیٰحضرت نے نظم فرمایا اور اس کتاب میں درج ہے اور مقطع کا یہ مطلب لیتے تھے کہ خداوندا ببرکت پیر و مرشد برحق حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ہم لوگوں کو چھ عین عز، علم، عمل' عفو' عرفان' عافیت عطا فرما۔

اعلیٰحضرت کی وفات پر مولانا شاہ حامد رضا خاں کا ایک شعر:

جب پچیس صفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰحضرت کا وصال ہوا اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر اعلیٰحضرت کی جانشینی ہوئی تو ایک شعر لکھ کر انہوں نے اعلیٰحضرت کے نام نامی کا اضافہ فرمایا۔

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

اور مقطع میں بجائے احمد رضا اس بے نوا بنا دیا اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے۔

صدقہ ان اعیاں کا دے چھ عین عز' علم و عمل
عفو' عرفان' عافیت اس بے نوا کے واسطے

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کو اپنے مشائخ کرام قدست اسرارھم کے ساتھ جو شغف تھا

بیان سے باہر ہے اسی لیے جب ذرا بھی موقع ملتا رہے مشائخ کرام کا ذکر فرما دیتے تھے۔

مدح شاہ عبدالقادر بدایونی میں ایک قصیدہ:

۱۳۱۵ھ میں اردو میں دو قصیدے تحریر فرمائے ایک تاج الفحول محب الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی مدح میں جس کا نام تاریخی ''چراغ انس'' ۱۳۱۵ھ رکھا اس کا مطلع یہ ہے ۔

اے امام الھدیٰ محبِّ رسول　　　دین کے مقتدیٰ محبِّ رسول

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری کی شان میں ایک قصیدہ:

دوسرا قصیدہ حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کی مدح و ثنا میں ہے۔ اس کا تاریخی نام ''مشرقستان قدس'' ۱۳۱۵ھ رکھا اس کا مطلع یہ ہے ۔

ماہ سیما ہے احمد نوری　　　مہر جلوہ ہے احمد نوری

اور مقطع یہ ہے ۔

کیوں ''رضا'' تم ملول ہوتے ہو　　　ہاں تمہارا ہے احمد نوری

حضرت احمد نوری نے اعلیٰحضرت کو معطر عمامہ پہنایا:

اس قصیدے کو استماع فرما کر حضرت ممدوح نے اعلیٰحضرت قدست اسرارھا کو ایک نہایت ہی نفیس معطر و معنبر عمامہ عطا فرمایا اور اپنے دست اقدس سے اعلیٰحضرت کے سر پر باندھا۔

مولانا محمد عبدالمقتدر مطیع الرسول کا اعلیٰحضرت کے لیے ایک شجرہ:

حاضرین جلسہ سے حضرت مولانا محمد عبدالمقتدر مطیع الرسول صاحب قادری برکاتی عثمانی بدایونی نے فی البدیہہ اس عطیہ بہیہ کی تاریخ ۱۳۱۵ھ ''تاج الفخر'' سے نکالی۔ اس قصیدے مبارکہ میں بھی نہایت خوبی یہ ہے کہ حضرت ممدوح کی تعریف میں پورا شجرہ نظم فرمایا ہے ۔

سید　الانبیاء　رسول　اللہ　تیرا　بابا　ہے　احمد　نوری

مرجع اولیا علی ولی — تیرا دادا ہے احمد نوری
وہ حسینی رچی ہوئی رنگت — گل سے زیبا ہے احمد نوری
زینت زین عابدین سے تیرا — حسن نکھرا ہے احمد نوری
عم اعظم ہیں حضرت باقر — تو بھتیجا ہے احمد نوری
صادق رفض سوز کا پرتو — تجھ پہ سچا ہے احمد نوری
شان کاظم دکھا کہ معدن حلم — تیرا منشا ہے احمد نوری
اے رضا کے رضیٰ رضی کا رضا — تجھ سے جویا ہے احمد نوری
فضل معروف سے ترا معروف — شہر شہرہ ہے احمد نوری
سر میں ساری ہے پیر پاک سری — سر پہ سارا ہے احمد نوری
سید الطائفہ کا طائف ہے — ہم کو کعبہ ہے احمد نوری
شبل شبلی سے قوم شرزا پر — شیر شرزہ ہے احمد نوری
عبد واحد کے بحر وحدت سے — دُرِ یکتا ہے احمد نوری
بوالفرح کے لیے فرح دیدے — غم نے گھیرا ہے احمد نوری
حسن بوالحسن یہ تیرا حسن — کیا نرالا ہے احمد نوری
بو سعیدی سعید کتنا سعد — تیرا تارا ہے احمد نوری
غوث کونین کی غلامی ہے — جگت آقا ہے احمد نوری
عبد رزاق میں وسیلۂ رزق — تو سہارا ہے احمد نوری
نصر و بو نصر اس کے نصر و نصیر — ناصر اپنا ہے احمد نوری
تازی کونپل علی کی ڈالی میں — تیرا بالا ہے احمد نوری
شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا — ید بیضا ہے احمد نوری
حسنی احمدی حسین و حمید — خوش ستودہ ہے احمد نوری
دیکھ لو جلوۂ بہاء الدین — آئینہ سا ہے احمد نوری
گل خنداں باغ ابراہیم — تیرا چہرہ ہے احمد نوری
خود بھکاری کے در کا سائل ہے — ہم کو داتا ہے احمد نوری

نور قاضی ضیا کے پرتو سے
نور اضوا ہے احمد نوری

اے جمالی جمیل شان جمال
تجھ میں جملہ ہے احمد نوری

حمد کے دونوں پاک ناموں کا
فیض و لمعہ ہے احمد نوری

شان انوار فضل، فضل اللہ
تجھ سے پیدا ہے احمد نوری

برکاتی چمن کا بوٹا ہے
برکت زا ہے احمد نوری

باغ آل محمدی ہے نہال
ستھرا پودا ہے احمد نوری

رہے حمزہ کا میکدہ جس کی
مدھ کا ماتا ہے احمد نوری

آل احمد ہیں مصطفےٰ کے چاند
ماہ پارہ ہے احمد نوری

خسرو اولیا ہیں آل رسول
شاہزادہ ہے احمد نوری

اعلیٰحضرت کی مناجات مقبول:

اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے ایک مناجات مقبول تصنیف فرمائی جس کے ہر شعر کے ابتدا ''یا الٰہی'' سے ہے اور ردیف ''ساتھ ہو'' ہے :

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدار حسن مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دارو گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر

سید بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جرم میں
ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بے جا رلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجٰی کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پلِ صراط
آفتابِ ہاشمی نور الھدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
''ربِ سلّم'' کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے ''آمیں ربنا'' کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب ''رضا'' خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

شجرۂ قادریہ برکاتیہ:

برادران سلسلہ میں سے کسی بھائی نے اسی بحر و ردیف میں شجرۂ قادریہ برکاتیہ کو نظم کیا ہے۔ اس دعا کے ساتھ ساتھ بطور دعا اس کو بھی پڑھ لیا جائے تو بہت عمدہ ہے اور اسی خیال سے میں اس منظوم شجرے کو بھی اس جگہ نقل کر دینا مناسب جانتا ہوں۔

دین میں دنیا میں یا رب مصطفیٰ کا ساتھ ہو
بوالحسن مولیٰ علیؑ مشکل کشا کا ساتھ ہو
ہر مصیبت میں معاون ہوں میرے مولیٰ حسین
بے کسی میں حضرت زین العبا کا ساتھ ہو
بہر باقر، بہر جعفر، بہر موسیٰ و رضا
میرا معروف و سری باخدا کا ساتھ ہو
میرے شافع ہوں جنید و شبلی والا صفات
روز محشر عبد واحد پارسا کا ساتھ ہو
بہر حضرت بو الفرح و بوالحسن بہر سعید
دو جہاں میں غوث محبوب خدا کا ساتھ ہو
واسطہ موسیٰ کا دیدار الٰہی ہو نصیب
حشر میں بہر حسن آل عبا کا ساتھ ہو
احمد جیلانی کا مولانا بہاء الدین کا
سید ابراہیم جان فاطمہ کا ساتھ ہو
ازپئے شیخ بھکاری و زپئے قاضی جیا
وقت جاں کندن جمالِ اولیا کا ساتھ ہو
ہو محمد اور احمد کا کرم مجھ پر مدام
بہر فضل اللہ ابوالبرکات شا کا ساتھ ہو
ازپئے آلِ محمد بہر حمزہ ہر گھڑی
آل احمد شمس دین شمس الضحیٰ کا ساتھ ہو
ہاتھ میں ہو روز محشر دامن آلِ رسول
پیر و مرشد ''حضرت احمد رضا'' کا ساتھ ہو
استجب ھذ الدعا یا قاضی حاجات خلق
وقت مشکل میرا اور ان اولیا کا ساتھ ہو

عرض کرتا ہے فقیر قادری تیرا "ظفر"
شر سے میں ایمن رہوں خیرالوریٰ کا ساتھ ہو

اعلیٰحضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز اگرچہ عام طور پر سب لوگوں کو طریقۂ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے لیکن حضور کو اجازت و خلافت تیرہ طریقوں کی تھی اس جگہ اسمائے طیبہ جملہ سلاسل علیہ کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ معلوم ہو کہ اعلیٰحضرت کو کیا کیا سلسلہ کس کس طریقہ سے پہنچا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ دوسرے مشائخ کرام کا سلسلہ کس جگہ اعلیٰحضرت کے سلسلہ میں آ کر ملتا ہے ۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذھب:

(۱) اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ۔

(۲) اعلیٰحضرت ملحق الاصاغر بالاکابر، وارث العلم والفضل، کابرعن اکابر مولانا شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ۔

(۳) حضرت سیدنا شاہ آلِ احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ۔

(۴) حضرت سید شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ۔

(۵) حضرت سید شاہ آلِ محمد مارہروی قدس سرہ۔

(۶) حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ۔

(۷) حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی قدس سرہ۔

(۸) حضرت سید شاہ احمد کالپوی قدس سرہ۔

(۹) حضرت سید شاہ محمد کالپوی قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت سید شاہ جمال اولیاء کوڑا جہان آبادی قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت سید ابراہیم ایرجی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت سید احمد الجیلانی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت سید حسن قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت سید موسیٰ قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت سید علی قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت سید محی الدین ابو نصر قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت سید ابو صالح قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت سید السادات، قطب الاقطاب، حضور پر نور غوث الاعظم سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدس سرہ۔

(۲۱) حضرت شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ۔

(۲۲) حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری قدس سرہ۔

(۲۳) حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ۔

(۲۴) حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی قدس سرہ۔

(۲۵) حضرت شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہ۔

(۲۶) حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ۔

(۲۷) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ۔

(۲۸) حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ۔

(۲۹) حضرت امام علی رضا قدس سرہ۔

(۳۰) حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ۔

(۳۱) حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ۔

(۳۲) حضرت امام محمد باقر قدس سرہ۔

(۳۳) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ۔

(۳۴) حضرت شید الشہدا امام حسین قدس سرہ۔

(۳۵) حضرت امیرالمومنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و خلفاءہٖ و علماءہٖ و امتہٖ اجمعین

آمین!

۲۔ سلسلہ عالیہ قادریہ ابایہ قدیمہ مثل اولی تا سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ:

(۱) حضرت سید شاہ اویس قدس سرہ۔

(۲) حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ۔

(۳) حضرت سید شاہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ۔

(۴) حضرت سید شاہ مخدوم حسین قدس سرہ۔

(۵) حضرت سید شاہ مخدوم صفی قدس سرہ۔

(۶) حضرت شیخ سعد بڈھن قدس سرہ۔

(۷) حضرت شیخ مینا لکھنوی قدس سرہ۔

(۸) حضرت شیخ سارنگ قدس سرہ۔

(۹) حضرت سید راجو قتال قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت سید مخدوم جہانیاں قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت شیخ نور الدین علی طواشی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت شیخ صالح مجذوب بربدی قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت شیخ کمال الدین کوفی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت شیخ سعد الدین بن المفتوح قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت شیخ ممشاد علی دینوری قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہ۔

(۲۱) حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ۔

(۲۲) حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ۔

(۲۳) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ۔

(۲۴) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ۔

(۲۵) حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ۔

(۲۶) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ۔

(۲۷) حضرت امیرالمومنین علی المرتضے کرم اللہ وجہہ۔ حضرت سیدالمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ اسمٰعیلہ مثل اولیٰ تا حضرت حمزہ:

(۱) حضرت سید اسمٰعیل مولوی قدس سرہ۔

(۲) حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ۔

(۳) حضرت سید عبدالصمد خدانما، احمد آبادی قدس سرہ۔

(۴) حضرت سید ہدایت اللہ خدانما قدس سرہ۔

(۵) حضرت شیخ حسین خدا نما قدس سرہ۔

(۶) حضرت شیخ امان اللہ امانی قدس سرہ۔

(۷) حضرت شیخ ابراہیم بھکری قدس سرہ۔

(۸) حضرت شیخ ابراہیم ملتانی قدس سرہ۔

(۹) حضرت شیخ میراں بخش سید فرید بھکری قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت شیخ جلال الدین قادری قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت سید محمد قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت شیخ بھاء الدین قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت شیخ ابوالعباس قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت سید حسن قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت شیخ موسیٰ قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت سید علی قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت سید احمد برادر سید محمد بغدادی قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت سید محمد بن ابی صالح قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر قدس سرہ۔ الیٰ آخر السلسلۃ الاولی۔

۴۔ سلسلۂ علیہ قادریہ رزاقیہ انواریہ:

(۱) اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد ماۂ حاضرہ قدس سرہ۔

(۲) اعلیٰحضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ۔

(۳) حضرت شیخ نورالحق معروف بہ مولانا نور قدس سرہ۔

(۴) حضرت شیخ انوارالحق معروف بہ مولانا انوار قدس سرہ۔

(۵) حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ۔

(۶) حضرت شیخ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ۔ الی آخر السلسلۃ الثالثہ۔

۵۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ:

(۱) اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ حاضرہ قدس سرہ۔

(۲) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ۔

(۳) حضرت حافظ عارف علی حسین مراد آبادی قدس سرہ۔

(۴) حضرت شیخ محمد محمود شاہ قدس سرہ۔

(۵) حضرت شاہ غلام حسین قدس سرہ۔

(۶) حضرت شیخ ملا دریا خان قدس سرہ۔

(۷) حضرت شیخ عبدالکریم قدس سرہ۔

(۸) حضرت شیخ شاہ منور قدس سرہ۔

(۹) حضرت شیخ شاہ دولہ قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت شیخ شبلی قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت شیخ جنید البغدادی قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت امام علی نقی قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت امام محمد تقی قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت علی رضا قدس سرہ ا[illegible] آخر۔

سلسلۃ الاولی وھذہٖ اقرب السلا[illegible]یا:

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب [illegible] قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ یہ سلسلہ قریب ترین سلاسل عالیہ ہے اس لیے کہ [illegible] ولہٗ" قدس سرہ العزیز نے پانچ سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی اور حضرت غوث پاک [illegible] تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اس سلسلہ میں اعلیحضرت سے لے کر حضور [illegible]س صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کل پچیس واسطے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دس ائمہ اطہار ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتھم الی یوم الدین۔

۲- سلسلۂ عالیہ چشتیہ قدیمہ مثل سلسلہ دوم تا مخدوم جہانیاں:

(۱) حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ۔

(۲) حضرت سید نظام الحق والدین بدایونی قدس سرہ

(۳) حضرت سید فرید الدین گنج شکر قدس سرہ۔

(۴) حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ۔

(۵) حضرت سید سلطان الہند غریب نواز حبیب اللہ، وارث النبی، معین الحق والدین حسن

چشتی سجزی یا جمیری قدس سرہ العزیز۔

(۶) حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی قدس سرہ۔

(۷) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہ۔

(۸) حضرت سید مودود چشتی قدس سرہ۔

(۹) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت خواجہ محمد بن ابو احمد چشتی قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت خواجہ شمشاد علو دینوری قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت خواجہ ھبیرہ بصری قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

۷۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ جدیدہ، مثل سلسلۂ اولیٰ تا شاہ جمال الاولیاء:

(۱) حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں قدس سرہ۔

(۲) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ۔

(۳) حضرت شیخ سالار بدھ قدس سرہ۔

(۴) حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری قدس سرہ۔

(۵) حضرت شیخ محمد عیسیٰ قدس سرہ۔

(۶) حضرت شیخ فتح اللہ بدایونی قدس سرہ۔

(۷) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ۔

(۸) حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ۔

(۹) حضرت محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت قطب الاولیاء قطب الدین قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی قدس سرہ۔

۸۔ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ قدیمہ، مثل سلسلہ چشتیہ قدیمہ تا مخدوم جہانیاں:

(۱) حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ۔

(۲) حضرت شیخ صدر الدین قدس سرہ۔

(۳) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ۔

(۴) حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ۔

(۵) حضرت شیخ ضیاء الدین عبد القاہر قدس سرہ۔

(۶) حضرت وجیہہ الدین ابو حفص عمر قدس سرہ۔

(۷) حضرت خواجہ محمد معروف خواجہ عمویہ قدس سرہ۔

(۸) حضرت خواجہ ابو احمد اسود دینوری قدس سرہ۔

(۹) حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت شیخ سری سقطی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت خواجہ شیخ حبیب عجمی قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

(۱۷) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

۹۔سلسلۂ عالیہ سہروردیہ جدیدہ، مثل سلسلہ چشتیہ جدیدہ تا حضرت جمال الاولیاء:

(۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ۔

(۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ۔

(۳) حضرت شیخ ادھن جونپوری قدس سرہ۔

(۴) حضرت شیخ بہاء الدین قدس سرہ۔

(۵) حضرت شیخ علاء الدین قدس سرہ۔

(۶) حضرت سید راجو قتال قدس سرہ۔

(۷) حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں، الی اخر السلسلۃ العالیہ السہروردیۃ القدیمہ۔

۱۰۔سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ، مثل قادریہ جدیدہ تا سید محمد کانپوری:

(۱) حضرت ابوالعلا اکبرآبادی قدس سرہ۔

(۲) حضرت سید عبداللہ قدس سرہ۔

(۳) حضرت سید محمد یحییٰ قدس سرہ۔

(۴) حضرت خواجہ محمد عبدالحق قدس سرہ۔

(۵) حضرت خواجہ عبداللہ احرار قدس سرہ۔

(۶) حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ۔

(۷) حضرت خواجہ برہان الاصفیا بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ۔

(۸) حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرہ۔

(۹) حضرت بابا محمد سماسی قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ۔

(۱۱) حضرت خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی قدس سرہ۔

(۱۲) حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ۔

(۱۳) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ۔

(۱۵) حضرت شیخ ابوعلی طوسی فارمدی قدس سرہ۔

(۱۶) حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ۔

(۱۷) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ۔

(۱۸) حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ۔

(۱۹) حضرت سیدنا امام جعفر صادق قدس سرہ۔

(۲۰) حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق قدس سرہ۔

(۲۱) حضرت سیدنا سلمان فارسی قدس سرہ۔

(۲۲) حضرت افضل اولیاء العالمین، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۲۳) حضرت سیدالمرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

۱۱۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ علویہ مثل نقشبندیہ صدیقہ تا امام جعفر صادق:

(۱) حضرت امام سیدنا محمد باقر قدس سرہ۔

(۲) حضرت امام زین العابدین قدس سرہ۔

(۳) حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ۔

(۴) حضرت امیرالمومنین علی المرتضی کرم اللہ وجہہ۔

(۵) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔

۱۲۔ سلسلۂ عالیہ بدیعیہ مداریہ مثل قادریہ جدیدہ تا جمال الاولیاء:

(۱) حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ۔

(۲) حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ۔

(۳) حضرت سید جلال عبدالقادر قدس سرہ۔

(۴) حضرت سید مبارک قدس سرہ۔

(۵) حضرت سید اجمل قدس سرہ۔

(٦) حضرت عارف اجل بدیع الدین مدار مکنپوری قدس سرہ۔

(۷) حضرت شیخ عبداللہ شامی قدس سرہ۔

(۸) حضرت شیخ عبدالاول قدس سرہ۔

(۹) حضرت شیخ امین الدین قدس سرہ۔

(۱۰) حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

۱۳۔ سلسلۂ علیہ عالیہ علویہ منامیہ اقرب الطرق:

(۱) اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ۔

(۲) اعلیٰحضرت ملحق الاصاغر بالا کابر سید شاہ آلِ رسول قدس سرہ۔

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ۔

(۴) حضرت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

(۵) حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی حضرت علی المرتضیٰ سے بیعت:

حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری معروف بہ میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز خواب میں زیارت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مشرف ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا جائے۔ مولائے کائنات نے دست مبارک پھیلایا اور ان کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس واقعہ کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مستقل رسالہ میں بہت ہی مفصل تحریر فرمایا ہے۔ فقیر جامع حالات غفرلہ کہتا ہے کہ یہ طریقہ منامیہ سب طریقوں سے قریب سے قریب تر ہے اس لیے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

خدام ومریدین کی تربیت

اعلیٰحضرت کسی کو اپنے قدم نہ چومنے دیتے تھے:

سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ تھے کہ پیچھے سے حاجی نصرت یار خان صاحب قادری رضوی نے آ کر قدم چوم لیے۔ اعلیٰحضرت کو اس سے بہت رنج ہوا اور چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا ا

ور فرمایا:

نصرت یار خان اس سے بہتر تھا کہ میرے سینے میں تلوار کی نوک پیوست کر کے پیٹھ کی طرف نکال لیتے۔ مجھے سخت اذیت اس سے ہوئی۔ ان قدموں میں کیا رکھا ہے؟ خوب یاد رکھو اب کبھی ایسا نہ کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

سید ایوب علی قادری کا اعلیٰحضرت کے مزار پر حاضری کا انداز:

سید ایوب علی کہتے ہیں کہ جب مزار انور پر حاضری ہوتی ہے فوراً نصرت یار خاں کا واقعہ یاد آ جاتا ہے اور اسی وجہ سے پائنتی کی جانب قبر شریف کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتا' کہ حضور کی روح پاک کو ایذا پہنچے گی۔ میں زائرین کرام سے یہی استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی بوقت حاضری مزار پر انوار پر اس بات کا لحاظ رکھیں۔

جماعت کے وقت صف اوّل میں کھڑے ہونے کا درجہ:

انہی کا بیان ہے کہ نماز مغرب کی جماعت قائم ہوتی ہے۔ حاجی محمد شاہ خان صاحب قادری رضوی عرف تھن خان صاحب نے صف اوّل میں شامل ہونے کی غرض سے شمالی فصیل پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ سلام کے بعد حضور نے دیکھ کر فرمایا ''خان صاحب اس طرح صف اوّل کا ثواب نہیں ملے گا کہ یہ جگہ خارج مسجد ہے پھر فرمایا کہ:

اگر لوگوں کو صف اوّل کے ثواب کا علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کرنا پڑ جائے۔

پینے کے پانی میں انگلیاں مس نہ ہوں:

انہیں کا بیان ہے ایک روز حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب سے پینے کے لیے پانی طلب فرمایا۔ ممدوح نے برکف چپ کٹورہ رکھ کر دائیں ہاتھ سے پانی گھڑے سے نکالا اور بھرا ہوا کٹورہ دائیں ہاتھ میں لیتے وقت انگوٹھا کٹورہ کے کنارے پر باقی انگلیاں کٹورے کے نیچے رہیں۔ اگرچہ انگوٹھا بھی معاً ہٹا لیا تھا مگر حضور نے اس گرفت کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب حاجی صاحب نے پانی پیش کیا تو حضور نے دائیں ہاتھ میں کٹورہ لیا اور بائیں ہاتھ سے فوراً حاجی صاحب کا انگوٹھا پکڑ کر ملاحظہ فرمایا تو اسے پانی سے مس پایا' لہٰذا کٹورہ واپس فرما دیا اور دوسرا پانی منگوا کر نوش فرمایا۔

وقت پر کام مکمل کرنے کی ہدایت:

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حاجی کفایت اللہ صاحب' حضور کے خادم خاص' حضور کے حقے کی چلم لیے ہوئے آستانہ عالیہ پر دیر سے رحیمن ملازمہ کو آوازیں دے رہے تھے مگر شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ حضور نے یہ محسوس فرماتے ہوئے کہ حاجی صاحب بہت دیر سے دروازے پر کھڑے ہیں' فرمایا حاجی صاحب چلے آیئے۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ایک دولت مند کا معمول تھا کہ جب صبح کی نماز پڑھ کر مسند پر آ کر بیٹھتے تو خادم کو حکم فرماتے ''شمع لاؤ'' اس پر ایک صاحب نے ان سے کہا کہ ''حضرت ابھی سے شمع منگا کر کیا کیجئے گا ابھی تو شام بہت دور ہے۔'' دولت مند صاحب نے فرمایا کہ ''اب سے طلب کروں گا تو

وقت پر تو آجائے گی۔'' پھر فرمایا ایک صاحب نے اپنی صاحبزادی کی شادی کے لیے بھرت کے پلنگ کے پائے کسی کو نقش کرنے کے لیے دیئے اور کہا کہ ابھی تو خیر دن کافی ہیں' ذرا خوبصورت کر کے بنایئے اور وقت پر دے دیجئے کہ شادی کا معاملہ ہے۔ کاریگر صاحب نے اطمینان دلایا وہ مطمئن ہو گئے' اور دیگر سامان کی تیاری میں منہمک ہو گئے۔ تقاضا بھی نہیں کیا کہ معمولی کام ہے وقت پر مل جائے گا۔ مگر جب شادی کی تاریخ قریب آ گئی تو تقاضا کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ صرف ایک روز ہی باقی رہ گیا۔ بالآخر اس بے چارے نے دوسرے پائے خرید کر پلنگ تیار کر کے لڑکی کو جہیز میں دیا۔ اب چونکہ شادی ہو چکی تھی اور اس کی وعدہ خلافیوں پر غصہ بھی تھا دل میں تہیہ کر لیا کہ اب تقاضا نہ کروں گا۔ دیکھوں کب تک نہیں دے گا۔ مختصر یہ کہ اس لڑکی کی لڑکی پیدا ہوئی' جوان ہو کر شادی کے قابل ہو گئی اور شادی کا وقت قریب آ گیا تو ایک روز اس بے چارے نے جا کر کہا کہ بھائی اب تو وہ پائے دے دے کہ اس لڑکی کی لڑکی کو جہیز میں دے دوں۔ اتفاق سے اس وقت اس کاریگر کا باپ بھی موجود تھا اس نے پوچھا کیا قصہ ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اس پر ان بابا جان نے بیٹے کو زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ میں نے تجھے بارہا سمجھایا مگر تیری سمجھ میں آج تک نہ آیا اے ایسا جلدی کا کام لے ہی کیوں لیتا ہے!''

اپنے بیٹے کے خلاف فیصلہ:

انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور کے برادر اوسط کے صاحبزادۂ اوسط مولانا مولوی حسنین رضا خان صاحب قادری برکاتی نوری اور مداح الحبیب مولانا مولوی جمیل الرحمٰن خان صاحب قادری برکاتی رضوی نے اپنے کسی معاملہ میں حضور سے تصفیہ چاہا فرمایا:

> کیا تم دونوں اس پر راضی ہو کہ میں جو فیصلہ کر دوں گا اسے بخوشی مان لو گے کسی قسم کی ناگواری تو نہ ہو گی۔

فریقین نے متفق اللفظ ہو کر عرض کیا کہ ہمیں حضور کا فیصلہ بہ سر و چشم منظور ہو گا اس کے بعد ہر فریق کے بیانات کی سماعت فرمائی اور اپنے برادر زادہ کے خلاف فیصلہ کیا اور فرمایا تم جمیل الرحمٰن خان صاحب سے معافی مانگو۔ چنانچہ حسنین رضا خان صاحب نے بلاتاخیر و

تساہل تعمیل ارشاد کیا۔

ایک گز لمبے اور پون گز چوڑے تعویذ کی تیاری:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ نے برادرم قناعت علی سے ارشاد فرمایا کہ مجھے چھ تعویذات باہر بھیجنا ہیں' سوا سال کے بعد ان کا تقاضا آیا ہے لہٰذا انہیں تیار کر دیا جائے اور بھرنے کا طریقہ تفہیم فرما دیا۔ اس زمانے میں ایک حکیم صاحب مولوی عبدالسبحان نامی بمبئی بارادۂ تحصیل علم جفر عرصے سے آستانۂ عالیہ پر مقیم تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور اجازت ہو تو میں بھی تیار کروں۔ حضور نے ان کو بھی اجازت عطا فرمائی۔ غرض دونوں نے لکھنا شروع کیا اور دن بھر میں قناعت علی نے تین تعویذ لکھے اور حکیم صاحب نے چار مگر وہ غلط بھرے تھے اور قناعت علی نے صحیح۔ چنانچہ حکیم صاحب کو دوبارہ محنت کرنا پڑی۔ ہر تعویذ ایک گز طول اور پون گز عرض میں تھا۔ بعد تکمیل چھ باہر روانہ فرما دیئے اور ایک تعویذ پر کچھ پڑھتے ہوئے اور لپیٹتے ہوئے لائے اور برادرم قناعت علی کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ اسے موم جامہ کر کے گلے میں ڈال لیجئے مگر ڈورا اتنا رکھا جائے کہ تعویذ سینہ پر اس جگہ رہے جہاں گڑھا ہوتا ہے' یہ تعویذ آپ کی ہر قسم کی تکالیف کو رفع فرمائے گا۔

اعلیٰحضرت کے ارشاد کی تعمیل میں مریدین کو خوشی:

انہوں نے حسب الارشاد تعمیل کی اور تعویذ باقاعدہ سلوا کر گلے میں ڈال لیا۔ ابھی کچھ دن گذرے تھے کہ حضور نے قناعت علی سے فرمایا میں نے اس تعویذ کا جو آپ کے پاس ہے ایک صاحب سے وعدہ کیا ہے' انہوں نے بلاتاخیر گلے سے اتار کر پیش کر دیا فرمایا یہ تعویذ آپ کے ہاتھ کا تھا میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں گا مگر یاد دلاتے رہنا۔ پھر اسی روز بعد عشاء برادرم قناعت علی سے فرمایا آپ کو تعویذ کی تکلیف ہوئی ہوگی انہوں نے دست بستہ عرض کیا:

حضور مجھے مطلقاً تکلیف نہیں ہوئی وہ یوں کہ اگر میں نہ دیتا تو حضور کو تکلیف ہوتی لہٰذا اس تعویذ سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوتا بخلاف اس کے

دے دیا تو حضور خوش ہو جائیں گے اس لیے اسی کو ترجیح دی اور بلا تکلف پیش کر دیا اب میرے پاس ہو یا نہ ہو مجھے حضور کی دعا کی برکت سے وہی سب فائدے حاصل ہوں گے جو اس تعویذ کے ہیں۔

یہ سن کر حضور نے کچھ پڑھا اور آسمان کی طرف دیکھا اور برادرم قناعت علی کو سینہ سے لگا لیا۔

بادل گرجنے پر یا رحمٰن یا رحیم پڑھنے کی تلقین:

انہیں کا بیان ہے کہ عصر و مغرب کے درمیان بارش ہو رہی تھی حضور مسجد میں تھے۔ اور لوگ بھی بارش کی وجہ سے رک گئے تھے کہ دفعتۃً بڑے زور سے بجلی کڑکی۔ اس وقت حضرت ننھے میاں صاحب (برادر خرد اعلیٰحضرت) کی زبان سے بے ساختہ اللہ اکبر نکل گیا۔ حضور تکبیر سنتے ہی سہم سے گئے اور فرمایا یہ کیا وقت اسم جلالت کا ہے یا رحمٰن یا رحیم کہنا چاہیے۔

بیعت کس ہاتھ میں کی جائے:

ملفوظات شریف حصہ دوم میں ہے کسی نے طلب اور بیعت میں فرق دریافت کیا ارشاد فرمایا:

طالب ہونے میں صرف طلب فیض ہے اور بیعت کے معنی پورے طور سے بکنا۔

بیعت اس شخص سے کرنا چاہیے جس میں یہ چار باتیں ہوں، ورنہ بیعت ناجائز ہوگی۔

۱- اولاً سنی صحیح العقیدہ ہو۔

۲- ثانیاً کم از کم اتنا علم ضروری ہو کہ بلا کسی کی امداد کے اپنے ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

۳- ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔

۴- رابعاً فاسق معلن نہ ہو۔

بیعت کی اصل حقیقت

(اس سلسلۂ بیاں میں ارشاد ہوا) کہ لوگ بطور رسم بیعت ہوتے ہیں۔ بیعت کے معنی نہیں جانتے۔ بیعت اسے کہتے ہیں کہ حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں' اس مرید نے عرض کی یہ ہاتھ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں' اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

حضور نبی کریم تجدید بیعت فرمایا کرتے تھے:

کسی نے عرض کیا کہ حضور کے وقت میں بھی تجدید بیعت ہوتی تھی۔ ارشاد فرمایا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمہؓ بن اکوع سے ایک جلسے میں تین بار بیعت لی۔ وہ جہاد کو جا رہے تھے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھوڑی دیر بعد فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرو گے عرض کی حضور ابھی تو بیعت کر چکا ہوں فرمایا (ایضاً) پھر بھی۔ انہوں نے پھر بیعت کی۔ آخر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے پھر ارشاد فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے عرض کی یا رسول اللہ دوبار بیعت کر چکا ہوں فرمایا (ایضاً) پھر بھی غرض ایک جلسے میں سلمہ سے تین بار بیعت لی ان پر تاکید بیعت میں، یہ راز تھا کہ وہ جہاد ہمیشہ پاپیادہ کرتے تھے اور مجمع کفار کا تنہا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک کچھ مشکل نہ تھا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے چار سو کفار کے لشکر کو بھگا دیا:

ایک بار عبدالرحمٰن قاری جو کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا' چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ (اسے قراءت سے قاری نہ سمجھیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا) سلمہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی پہاڑ پر جا کر ایک آواز تو دی یاصباحاہ یعنی دشمن ہے مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ کسی نے سنی یا نہیں' کوئی آتا ہے یا

نہیں۔ تنہا ان کافروں کا انہوں نے تعاقب کیا وہ چار سو تھے اور یہ اکیلے۔ وہ سوار تھے یہ پیادہ' مگر نبوی مدد ان کے ساتھ تھی۔ آخر اس محمدی شیر کے سامنے سے انہیں بھاگتے ہی بنی۔ اب یہ تعاقب میں ہیں اپنا رجز پڑھتے جاتے ہیں

انا سلمة بن الاكوع واليوم يوم الرضع میں سلمہٰ بن اکوع ہوں اور

آج تمہاری ذلت وخواری کا دن ہے۔

ایک ہاتھ گھوڑوں کے کونچوں پر مارتے وہ گرتا ہے سوار زمین پر آتا ہے دوسرا وار اس پر پڑتا ہے وہ جہنم میں جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کافروں کو بھاگنا دشوار ہوگیا۔ گھوڑے پر سے اپنے اسباب پھینکنے لگے کہ ہلکے ہو کر زیادہ تیز بھاگیں۔ آپ اسباب سب ایک جگہ جمع فرماتے اور پھر وہی رجز پڑھتے ہوئے ان کا تعاقب کرتے' اور انہیں جہنم میں پہنچاتے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی کافر ایک پہاڑی پر ٹھہرے۔ اس کے قریب ہی دوسری پہاڑی پر انہوں نے آرام فرمایا۔ دن ہونے پر کفار پہاڑی سے اتر کر چلے وہ اسی طرح ان کے پیچھے ہو لیے۔ اور وہ رجز اور وہی قتل یہاں تک کہ گرد اٹھی یہ قتل کرتے و تعاقب کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ اندیشہ ہوا کہ مبادا کفار کی مدد آئی ہو۔

ابو قتادہ کو فارس رسول کہا جاتا تھا:

جب دامن گرد پھٹا۔ تکبیروں کی آوازیں آئیں اور دیکھا کہ ابو قتادہ مع بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پر تشریف لا رہے ہیں۔ اب کیا تھا کفار کو گھیر لیا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا یعنی حضور کے لشکر کے سوار جس طرح سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راجل رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جاتا یعنی حضور کے لشکر کے پیادے۔ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بارگاہ رسالت میں اسدمن اسد اللہ و رسولہ فرمایا ''اللہ و رسول کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں۔''

جہاد میں ابو قتادہ کا کارنامہ:

اس جہاد کی خبر ان کے گھوڑے نے دی جو تھان پر بندھا ہوا تھا کہ چمکا۔ انہوں نے چمکارا وہ پھر چمکا فرمایا واللہ کہیں جہاد ہے۔ گھوڑا کس کر سوار ہوئے۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ

کدھر جائیں باگ چھوڑ دی اور کہا جدھر تو جاتا ہے چل۔ گھوڑا اُڑا اور یہاں لے آیا۔ اس عبدالرحمٰن قاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدۂ جنگ ہو لیا تھا۔ یہ وقت اس کے پورا ہونے کا آیا وہ پہلوان تھا اس نے کشتی مانگی۔ انہوں نے قبول فرمائی۔ اس محمدی شیر نے اس شیطانی خوک کو مارتیں پر دے مارا، خنجر لے کر اس کے سینے پر سوار ہوئے۔ اس نے کہا میری بیٹی کے لیے کون ہوگا۔ فرمایا نار اور اس کا گلا کاٹ دیا۔ سرکاری اونٹ اور تمام غنیمتیں اور وہ اسباب کہ جابجا کفار پھینکتے گئے تھے اور سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں جمع فرماتے گئے تھے، سب لاکر حاضر بارگاہ انور کیا۔

سماع میں مزامیر کا استعمال نہ ہو:

کسی نے عرض کیا اگر سماع جائز ہو یعنی مزامیر نہ ہوں تو وجد والوں کا وجد جائز ہے یا نہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا:

اگر وجد صادق ہے اور حال غالب اور عقل مستور اور اس عالم سے دور تو اس پر حکم ہی جاری نہیں ؎

کہ سلطان نگیر دخراج از خراب!

اور اگر بہ تکلف وجد کرتا ہے تو تثنی و تکسیر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ حرام ہے اور بغیر اس کے اگر ریا و اظہار کے لیے ہے تو جہنم کا مستحق ہے اور اگر صادقین کے ساتھ تشبہ بہ نیت خالصہ مقصود ہے کہ بنتے بنتے بھی حقیقت بن جاتی ہے تو حسن و محمود ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبه بقوم فهو منهم (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔)

ان لم تكونوا مثلهم فتشبهوا ۔۔۔ ان التشبه بالكرام فلاح

فنا فی الشیخ کا تصور:

کسی نے عرض کیا کہ فنا فی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے ارشاد ہوا یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کرے اور

طرح سمجھے کہ سرکار رسالت سے فیوض و انوار قلب شیخ پر فائض ہوتے اور چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال میں اپنے ساتھ پاؤ گے۔

حافظ الحدیث سید احمد سجاد کاسی کہیں تشریف لے جاتے تھے راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت خوبصورت عورت پر پڑ گئی یہ نظر اوّل تھی بلا قصد تھی۔ دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی اب دیکھا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب ہی تشریف فرما ہیں۔ سید احمد سجاد کاسی کی دو بیویاں تھیں۔ سید عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری بیوی سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوئی تھی فرمایا سوئی نہ تھی سوتے میں جاگ رہی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا۔ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا۔ یاد رکھو کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے۔

کسی نے بچوں کی بیعت کی عمر دریافت کی۔ ارشاد ہوا اگر ایک دن کا بچہ ہو ولی کے اجازت سے اس کی بیعت ہو سکتی ہے۔ کسی نے سوال کیا جب نبی کے واسطہ بغیر وصول نہیں ہو سکتا تو اہل فترت کو واسطہ کہاں نصیب ہوا؟ ارشاد فرمایا انہیں وصول بھی تو نہیں ہوا ہے نبی کے واسطے کو وصول ممکن نہیں یہ دوسری بات ہے کہ عذاب ہو یا نہ ہو یہ مختلف فیہ ہے۔

قس بن ساعدہ واصلین اور اہل فترت سے ہیں لیکن یہ بھی بلا ذریعہ نہیں نصرانیت محو ہو چکی تھی اور اسلام ابھی آیا نہ تھا۔ وہ مشرکین کے سامنے وعظ کہتے اور توحید بیان کرتے اور حشر وغیرہ بیان کر کے آخر میں کہتے اگر تم میری نہیں مانتے تو عنقریب حضور خاتم النبیین تشریف لاتے ہیں جو لا الہ الا اللہ روشن فرمائیں گے۔ تو بے واسطہ اللہ تک پہنچنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ روز قیامت تمام انبیاء و اولیا و علما علیہم الصلوٰۃ والثنا کہ شفاعت فرمائیں گے، ان کی شفاعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوگی۔ بارگاہ عزت میں شفاعت فرمانے والے صرف حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم۔

''جامع ترمذی'' کی حدیث میں ارشاد ہوا۔

"انا صاحب شفاعتهم ولا فخر" (شفاعت انبیاء کا صاحب میں ہوں اور یہ کچھ براہ فخر نہیں ۔)

اسی طرف آیہ کریمہ اشارہ فرماتی ہے: ''ویهدیک صراطاً مستقیما'' ہمیں بھی حکم ہوا کہ عرض کروں اهدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھی راہ چلا)۔ اور حضور کو فرمایا ویهدیک صراطاً مستقیماً (اے محبوب ہم نے تمہارے لیے فتح مبین اس لیے کی ہے کہ تمہیں سیدھی راہ بتائیں۔)

صراط مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے۔

۱- ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی ہے اس میں پیچ وخم نہیں مگر واسطہ کی ضرورت ہے کہ بغیر واسطہ کوئی نہیں پہنچ سکتا اور دوسری یہ کہ اٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا۔ پہلی راہ تمام انبیا کے لیے ہے۔

۲- اور دوسری صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ۔ تمہیں کسی توسل کی حاجت نہیں سب کے لیے وسیلہ تم ہو تمہارے لیے کون وسیلہ ہو!

فلهذا حضور اقدس کے اسمائے طیبہ سے ایک ہے صاحب وسیلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واسطہ اگر حضور کے لیے بھی مانا جائے تو دور لازم آئے گا اس لیے کہ جو واسطہ ہوگا' کامل ہوگا ناقص نہ ہوگا اور جب کامل ہوگا تو کمال وجود پر متفرع ہے اور وجود عالم حضور اقدس کے وجود پر موقوف۔ تو خلاصہ اعتقاد شان رسالت میں یہ ہے کہ مرتبۂ وجود میں صرف اللہ عزوجل ہے باقی سب ظلال اور مرتبہ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پرتو۔ (آپ نے فرمایا) توحیدیں دو ہیں:

۱- ایک توحید الٰہی کہ اللہ ایک ہے اس کی ذات و صفات و اسما و افعال و احکام و سلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں لا اله الا الله. لیس کمثله شیء.

هل تعلم له سمیاً. هل من خالق غیر الله. ولایشرک فی ذاتہ احداً. ولم یکن له شریک فی الملک۔

۲- اور دوسری توحید رسول کہ حضور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے منفرد ہیں۔

منزہ عن شریک فی محاسنه فجوھر الحسن فیه غیر منقسم

خلاصہ ایمان یہ ہے جو شیخ محقق دہلوی فرماتے ہیں ؎

مخوان او را خدا از بہر حفظ شرع وپاس دین دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املاکن

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوصیری قدس اللہ سرہ الشریف فرما گئے ؎

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیھم واحکم بماشئت مدحاً فیه واحتکم

فانسب الی ذاته ماشئت من شرفٍ وانسب الی قدره ماشئت من عظم

فان فضل رسول الله لیس له حد فیعرب عنه ناطق بفم

ترجمہ: اتنی بات تو چھوڑ دے نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو ادعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا)۔ ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر۔ اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثبت کر۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی انتہا ہی نہیں۔

بیان کرنے والا کیسا ہی گویا ہو اس کو بیان کرسکے۔ بفرض محال اگر عالم ناسوت میں کوئی صورت الوہیت فرض کی جاتی تو وہ نہ ہوتی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بیعت کے معنی کیا ہیں:

کسی نے بیعت کے معنی دریافت کیے اعلیٰحضرت نے فرمایا بیعت کے معنی ہیں ''بک جانا۔'' ''سبع سنابل'' شریف میں ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم دیا۔ جلاد نے تلوار کھینچی۔ یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کرکے کھڑے ہو گئے۔ جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں۔ فرمایا تو اپنا کام کر میں نے اپنے قبلہ کو منہ کرلیا ہے۔ ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اس کا نام ارادت ہے۔ اگر

اسی طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔ اگر اس کا شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا اور اگر بالفرض نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدن فیض و منبع انوار ہیں' ان سے فیض آئے گا سلسلہ صحیح و متصل ہونا چاہیے۔

ایک مجذوب فقیر کی بڑھک:

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے۔ وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تری ساری دکان الٹ دوں گا۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا جلد اسے روپیہ دے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی۔ اس نے کہا یہ بے شرع جاہل کیا کرسکتا ہے۔ فرمایا:

> ''میں نے اس وقت فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے' پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا' اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا' انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں اس کی دکان کو الٹ دوں۔''

دراصل تو بات یہ تھی شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔

حضرت غوث اعظم کے دفتر میں تمام مریدوں کے نام درج ہیں:

ائمہ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں۔ جس قدر غلامی میں ہیں' یا آنے والے ہیں۔ حضور پر نور رضی اللہ فرماتے ہیں: رب عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدین کے نام تھے اور مجھے فرمایا وھبتھم لک میں نے یہ سب تمہیں بخش دیئے۔ اس پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یہ تو جبراً روپیہ وصول کرنا ہوا اور ان ولی اللہ نے اگر اس کی دکان بچانے کو دینے کی تاکید فرمائی۔ ممکن تھا جیسے دفع ظلم کے لیے رشوت دینا مگر اس فقیر کے دادا پیر نے کہ اہل اللہ سے تھے اس ظلم کی تائید کیونکر روا رکھی۔

اس پر ارشاد فرمایا: شریعت مطہرہ کے دو حکم ہیں ظاہر و باطن' خاصی و عامۂ ناس' ان کی رسائی ظاہر احوال ہی تک ہے۔ ان پر اس کی پابندی لازم اگرچہ واقف حقیقت حال کے نزدیک حکم بالعکس ہو۔

حضرت داؤد کے پاس گائے کا ایک مقدمہ آیا:

شریعت مطہرہ کے مذکورہ بالا دو حکموں کی نظیر زمانۂ سیدنا داؤد علیہ السلام میں ہو چکی۔ ایک فقیر مفلس بے نوانان شبینہ کو محتاج شب کو دعا کیا کرتا تھا کہ الٰہی رزق حلال عطا فرما۔ اتفاقاً کسی شب ایک گائے اس کے گھر گھس آئی۔ یہ سمجھا میری دعا مقبول ہوئی' یہ رزق حلال غیب سے مجھے عطا ہوا ہے۔ گائے پچھاڑ کر ذبح کی' اس کا گوشت پکایا کھایا۔ غریبوں کو کھلایا صبح مالک کو خبر ہوئی وہ سرکار نبوت میں نالشی ہوا۔ سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

''جانے دے تو مالدار ہے اس محتاج نے ایک گائے ذبح کر لی مساکین کے ساتھ مل کر کھالی تو کیا ہوا۔''

وہ بگڑا اور کہا: ''یا نبی اللہ! میں حق چاہتا ہوں'' فرمایا:

''اگر حق چاہتا ہے تو گائے اس کی تھی۔''

وہ اور برہم ہوا۔ فرمایا:

''نہ صرف گائے بلکہ جتنا مال تیرے پاس ہے سب اسی کا ہے وہ اور زیادہ فریادی ہوا۔''

فرمایا: ''تو بھی اسی کی ملک ہے اور اس کا غلام ہے۔ اب تو اس کی بیتابی کی حد نہ تھی۔ فرمایا۔

''اگر تصدیق چاہتا ہے ابھی ہمارے ساتھ چل''

اس فقیر اور گائے والے کو ہمراہ رکاب لے کر جنگل کو تشریف لے گئے۔ واقعہ عجیب تھا خلق کا ہجوم بھی ساتھ ہو لیا۔ ایک درخت کے نیچے حکم دیا کہ ''یہاں کھود'' کھودنے سے انسان کا سر اور ایک خنجر جس پر مقتول کا نام کندہ تھا برآمد ہوا۔ نبی اللہ نے اس درخت سے

فرمایا ''شہادت ادا کر'' تو نے کیا دیکھا ہے پیڑ نے عرض کی:

''یا نبی اللہ! یہ اس فقیر کے باپ کا سر ہے۔ یہ گائے والا اس کا غلام تھا اس نے موقع پاکر میرے نیچے اپنے آقا کو اس کے خنجر سے ذبح کیا اور زمین میں مع خنجر دبا دیا اور اس کے تمام اموال پر قابض ہوگیا۔ اس کا یہ بیٹا بہت چھوٹا تھا۔ اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے کو بیکس و بے زر ہی پایا۔ اور یہ بھی نہ جانا کہ اس کا باپ کون تھا اور اس کا مال بھی تھا یا نہیں۔''

حکم باطن کا ثابت ہوا۔ غلام کی گردن ماری گئی اور وہ تمام اموال وراثۃً فقیر کو ملے۔
وہی یہاں بھی ممکن ہے کہ دکاندار اس فقیر کے مورث کا مدیون ہو۔ اگرچہ وہ فقیر بھی واقف نہ ہو۔ نہ یہ دکاندار اسے پہچانتا ہو تو جبراً دلانا جبر نہیں بلکہ ''حق بحق دار رسانیدن'' ہے۔

ایک شیخ سے بیعت کے بعد دوسرے شیخ سے بیعت کرنا:

کسی نے عرض کیا کسی شیخ سے بیعت کرکے دوسرے سے رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد ہوا:

''اگر پہلے میں کچھ نقصان ہو تو دوسری بیعت ہوسکتی ہے ورنہ نہیں البتہ تجدید کرسکتا ہے۔''

عدی ابن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کوئی کسی سلسلہ کا آئے اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامان قادری کے کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔

قبروں پر پاؤں نہیں رکھنا چاہیے:

کسی نے قبرستان میں جوتا پہن کر چلنے کا حکم پوچھا ارشاد ہوا: حدیث میں ارشاد ہوا تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کے قبر پر پاؤں رکھوں۔ دوسری حدیث میں فرمایا اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے پاؤں تک پہنچ جائے' یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ یہ وہ فرماتے ہیں کہ واللہ اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھوں پر قدم اقدس رکھ

دیں تو اسے دونوں جہان کا چین بخش دیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ فتح القدیر اور طحاوی اور ردالمحتار میں ہے۔

المرور فی سکة حادثة فی المقبرة حرام (قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس میں چلنا حرام ہے) کہ وہ ضرور قبروں پر ہوگا۔ بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب قبرستان میں جوتا پہنے نکلے فرمایا۔

یا صاحب السبتتین الق سبتتیک لا توذ صاحب القبر ولا یوذیک (اے بال صاف کیے ہوئے جوتے والے اپنے جوتے کو پھینک نہ تو صاحب قبر کو ستا نہ وہ تجھے ستائے)۔

ایک شخص کو دفن کر کے لوگ چلے گئے منکر نکیر نے سوال شروع کیا۔ ایک شخص جوتا پہنے اس طرف سے نکلا۔ اس کے جوتے کی آواز سن کر مردہ اس طرف متوجہ ہوا اور قریب تھا کہ جو سوال منکر نکیر کر رہے تھے ان کے جواب سے قاصر رہتا۔ مرنے کے بعد زندگی سے کہیں زیادہ ادراک ہو جاتا ہے۔

میدانِ بدر میں مشرکین کی نعشوں سے خطاب

غزوۂ بدر شریف میں مسلمانوں نے کفار کی نعشیں جمع کر کے ایک کنوئیں میں پاٹ دیں۔ حضور کی عادت کریمہ تھی جب کسی مقام کو فتح فرماتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے تھے۔ بدر سے تشریف لے جاتے وقت اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کافروں کی لاشیں پڑی تھیں انہیں نام بنام آواز دے کر فرمایا:

''ہم نے تو پالیا جو ہم سے ہمارے رب نے سچا وعدہ (یعنی نصرت کا) فرمایا تھا کیوں تم نے پایا جو سچا وعدہ (یعنی نار کا) تم سے تمہارے رب نے کیا تھا۔''

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

یا رسول اللہ اتکلم اجساداً لا ارواح فیھا (یا رسول اللہ کیا حضور

بے جان جسموں سے کلام فرماتے ہیں)۔

فرمایا

ما انتم باسمع منھم (تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر انہیں طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔)

تو کافر تک سنتے ہیں مومن تو مومن ہے اور پھر اولیا کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔

(پھر فرمایا) روح ایک پرند ہے اور جسم پنجرہ۔ پرند جس وقت پنجرے میں ہے اس کی پرواز اسی قدر ہے، جب پنجرہ سے نکل جائے اس وقت اس کی قوت پرواز دیکھئے (فرمایا) ''اپنے مردوں کو بزرگوں کے پاس دفن کرو کہ ان کی برکت کے سبب ان پر عذاب نہیں کیا جاتا'' **هم القوم لا يشقى لهم جليسهم** وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سبب ان کا ہمنشیں بھی بدبخت نہیں ہوتا۔ ولہٰذا حدیث میں فرمایا **ادفنوا موتاكم وسط قوم صالحين** اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو۔

ولی اللہ کے مزار کے ساتھ قبر کی برکت:

(پھر ارشاد فرمایا) میں نے حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو فرماتے سنا۔ ایک جگہ کوئی قبر کھل گئی اور مردہ نظر آنے لگا دیکھا گیا کہ گلاب کی دو شاخیں اس کے بدن سے لپٹی ہیں اور گلاب کے دو پھول اس کے نتھنوں پر رکھے ہیں۔ اس کے عزیزوں نے اس خیال سے کہ یہاں قبر پانی کے صدمہ سے کھل گئی دوسری جگہ قبر کھود کر اس میں رکھیں۔ اب جو دیکھیں تو اس میں دو اژدھا اس کے بدن سے لپٹے اپنے پھنوں سے اس کا منہ بھنموڑ رہے ہیں۔ حیران ہونے پر کسی صاحب دل سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا وہاں بھی یہ اژدھا ہی تھے مگر ایک ولی اللہ کے مزار کا قرب تھا اس کی برکت سے وہ عذاب رحمت ہو گیا تھا وہ اژدھا درخت گل کی شکل ہو گئے تھے اور ان کے پھن گلاب کے پھول۔ اس کی خیریت چاہو تو وہیں لے جا کر دفن کرو وہیں لے جا کر رکھا پھر وہی درخت گل تھے اور وہی گلاب کے پھول۔

سیدا اسمٰعیل حضرمی مریدوں سے باتیں کرتے تھے:

ایک بار حضرت سیدی اسمٰعیل حضرمی قدس سرہ العزیز کہ اجلۂ اولیائے کرام سے ہیں، ایک قبرستان سے گزرے۔ امام محب الدین طبری کہ اکابر محدثین سے ہیں، ہمراہ رکاب تھے۔ حضرت سیدی اسمٰعیل نے ان سے فرمایا اتؤمن بکلام الموتٰی (کیا اس پر ایمان لاتے ہو کہ مردے زندوں سے کلام کرتے ہیں۔) عرض کی ''ہاں'' فرمایا:

''یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے انا من حشب الجنۃ میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں۔''

آگے چلے وہاں چالیس قبریں تھیں۔ آپ بہت دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا ''تو بھی انہیں میں سے ہے'' لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی ''حضرت یہ کیا راز ہے ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا'' فرمایا:

''ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عزت میں ان کی شفاعت کی مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اور ان سے عذاب اٹھالیا۔ ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں سے آواز آئی یا سیدی انا منھم انا فلانۃ المُغنیۃ اے میرے آقا میں بھی تو انہیں میں سے ہوں، میں فلاں ڈومنی ہوں، مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی اور میں نے کہا انت منھم تو بھی۔ انہی میں سے ہے۔ اس پر سے بھی عذاب اٹھالیا گیا۔''

تو یہ حضرات سراپا رحمت ہیں۔ جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے۔

کسی نے عرض کی: ''جنت کی بھرتی کے کیا معنیٰ'' ارشاد ہوا:

''جنت بہت وسیع جگہ ہے عرضھا السمٰوات والارض ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اس کی چوڑان میں آجائیں۔ اس کی وسعت اللہ و رسول ہی جانتے ہیں۔ اس میں پہلے ارباب استحقاق بھیجے جائیں گے جنہوں نے اعمال صالحہ کیے، اور اپنے حسنات کے سبب جنت کے مستحق

ہوئے، یعنی استحقاق تفضیلی نہ وجودی کہ کسی کو نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے بندوں کو اعمال صالحہ کی توفیق دیتا ہے، پھر ان میں اعمال صالحہ پیدا فرماتا ہے، پھر اپنے کرم سے انہیں قبول فرماتا ہے، پھر اپنی رحمت سے ان کے عوض جنت دے گا۔ یہ سب اس کا فضل ہی فضل ہے۔ جب یہ لوگ اپنے اپنے محلوں میں آرام کرلیں گے، جنت بہت زیادہ خالی رہے گی تو بے استحقاق والوں کو محض اپنے کرم سے اس میں بھرے گا، یہ جنت کی بھرتی ہے۔ اور اب بھی بہت جگہ خالی رہے گی تو رب عزوجل ان روحوں کو کہ دنیا میں نہ بھیجی گئیں جسم عطا فرما کر ان مکانوں میں بسائے گا۔ یہ بہت آرام سے رہے۔ نہ دنیا کی صورت دیکھی۔ نہ کوئی تکلیف سہی۔ نہ موت چکھی۔ نہ کوئی عمل کیا۔ فقط اللہ و رسول پر ایمان اور ہمیشہ کے لیے دارالجنان فسبحن واسع الرحمة۔

مجذوب کی کیا پہچان ہے؟

کسی نے عرض کی کہ ''حضور مجذوب کی کیا پہچان ہے'' ارشاد ہوا: ''سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔'' حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے۔ احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زنانہ وضع رکھتے تھے۔ ایک بار قحط شدید پڑا۔ بادشاہ و قاضی و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی التجا و زاری حد سے گذری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب ''منہ اٹھا کر فرمایا ''مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے'' یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اُمڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔

ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے، انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے۔ اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا، چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار کر مسجد کو ساتھ

ہو لیے۔ خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر ان کی حالت بدلی فرمایا: ''اللہ اکبر میرا خاوند حی و لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔'' اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔ اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں' کڑے' جوشن پہنتے ہیں۔ یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔

سچے وجد کی کیا پہچان ہے؟

کسی نے عرض کی سچے وجد کی کیا پہچان ہے؟ ارشاد فرمایا ''یہ کہ فرائض و واجبات میں مخل نہ ہو۔ سیدی ابوالحسین احمد نوری پر وجد طاری ہوا تین شبانہ روز گزر گئے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمعصر تھے کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی۔ فرمایا ''نماز کا کیا حال ہے''عرض کی ''نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے'' فرمایا ''الحمدللہ ان کا وجد سچا ہے (اس کے بعد فرمایا) ''نماز جب تک عقل باقی ہے کسی وقت میں معاف نہیں۔'' رمضان شریف کے روزے حالت سفر میں یا مرض میں کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں' اجازت ہے کہ قضا کر دے۔ اسی طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر اور حج صاحب استطاعت پر فرض ہے' لیکن نماز سب پر بہرحال فرض ہے۔ یہاں تک کہ کسی حاملہ کے نصف بچہ پیدا ہوا ہے (بطن سے یعنی آدھا بچہ باہر آیا ہے) اور نماز کا وقت آ گیا ہے تو ابھی نفاس شروع نہیں ہوا تھا۔ حکم ہے کہ گڑھا کھودے یا دیگ پر بیٹھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ بچے کو تکلیف نہ ہو۔ یا بیمار ہے کھڑی ہونے کی طاقت نہیں تو دیوار یا عصا یا کسی شخص کے سہارے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔ اور اگر اتنی دیر کھڑا نہیں رہ سکتا تو جتنی دیر ممکن ہو قیام فرض ہے۔ اگرچہ اس قدر کہ تکبیر تحریمہ کھڑی ہو کر کہے اور بیٹھ جائے اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹے لیٹے اشاروں سے پڑھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز:

حضور نماز کی کثرت فرماتے یہاں تک کہ پائے مبارک سوج جاتے۔ صحابۂ کرام

عرض کرتے: ''حضور اس قدر کیوں تکلیف گوارا فرماتے ہیں مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح کی معافی فرما دی ہے'' فرماتے ''أفلا أكون عبدشكوراً تو کیا میں کامل شکر گزار بندہ نہ ہوں'' یہاں تک کہ خود ہی رب عزوجل نے بکمال محبت ارشاد فرمایا طٰهٰ ○ ما انزلنا علیک القران لتشقٰی ○ اے چودھویں رات کے چاند! ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ غرض نماز مرتے وقت تک معاف نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے واعبد ربک حتٰی یاتیک الیقین ''اے بندے اپنے رب کی عبادت کیے جا یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔''

ایک صاحب صالحین سے تھے' بہت ضعیف ہوئے پنجگانہ مسجد کی حاضری نہ چھوڑتے تھے۔ ایک شب عشاء کی حاضری میں گر پڑے چوٹ آئی۔ بعد نماز عرض کی:

''الٰہی! اب میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں۔ بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں مجھے آزاد فرما۔''

ان کی دعا قبول ہوئی مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنون تھے یعنی جب تک عقل تکلیفی باقی ہے نماز معاف نہیں۔ سچے مجاذیب بھی نماز نہیں چھوڑتے اگرچہ لوگ انہیں پڑھتے نہ دیکھیں۔ کسی نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سیدی قضیب البان موصلی قدس سرہ کی شکایت کی کہ آپ کو کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ ارشاد فرمایا: ''اس سے کچھ نہ کہو اس کا سر ہر وقت خانۂ کعبہ میں سجود میں ہے۔''

نماز کے متعلق اعلیٰحضرت کا نظریہ:

جامع حالات فقیر ظفر الدین کہتا ہے کہ نماز کے متعلق اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ نماز کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے عوام بیچارے کس گنتی میں ہیں' بعض بڑے بڑے جو عالم کہلاتے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (اسی ضمن میں فرمایا کہ) عبادت محض لوجہ اللہ ہونی چاہیے۔ کبھی اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو کہ کسی کے عمر بھر کے اعمال حسنہ اس کی کسی ایک نعمت کا جو اس نے اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہیں بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اگلی امتوں میں ایک بندۂ خدا بیچ سمندر میں ایک پہاڑ پر جہاں انسان کا گزر نہ تھا' رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ رب عزوجل

نے اس پہاڑ پر ان کے لیے انار کا ایک درخت اگایا اور ایک شیریں چشمہ نکالا۔ انار کھاتے اور وہ پانی پیتے اور عبادت کرتے۔ چار سو برس اسی طرح گزارے۔ ظاہر ہے کہ جب انسان بالکل تنہا زندگی بسر کرے اور کوئی دوسرا نہ ہو نہ جھوٹ بول سکتا ہے' نہ کسی کی غیبت کرسکتا ہے نہ چوری اور نہ اور کوئی قصور کرسکتا ہے جس کا تعلق دوسرے سے ہو۔ اکثر گناہ وہی ہیں۔ غرض جب ان کے نزع کا وقت آیا حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ انہوں نے کہا اتنی اجازت دیجئے کہ میں وضو تازہ کرکے دو رکعت نماز پڑھ لوں جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے میں جاؤں روح قبض کرلینا۔ انہوں نے کہا میں تمہارے لیے اتنی اجازت لایا ہوں۔ انہوں نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی دوسری رکعت کے سجدے میں انتقال ہوا۔ بدن ان کا سلامت ہے اب تک ویسے ہی سجدے میں ہیں۔

جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی ہم جب آسمان سے اترتے ہیں انہیں اسی طرح سربسجود دیکھتے ہیں۔ یہ بندۂ خدا قیامت کے روز حاضر ہوں گے' عبادت کے سوا نامۂ اعمال میں کوئی گناہ تو ہوگا ہی نہیں' حساب و میزان کی کیا حاجت رب العزت ارشاد فرمائے گا:

اذھبوا بعبدی الی جنتی برحمتی (میرے بندے کو میری جنت میں میری رحمت سے لے جاؤ)۔

ان کے منہ سے نکلے گا اے رب میرے بلکہ میرے عمل سے ہی یعنی میں نے عمل ہی ایسے کیے جن سے مستحق جنت ہوں۔ ارشاد ہوگا "لوٹاؤ اور میزان کھڑی کرو اس کی چار سو برس کی عبادت ایک پلڑے میں اور ہماری نعمتوں میں سے جو ہم نے اسے چار سو برس میں دیں' صرف آنکھ کی نعمت دوسرے پلڑے میں رکھو۔ وزن کیا جائے گا ان کے چار (سو) برس کے اعمال سے یہ ایک نعمت کہیں زیادہ ہوگی۔ ارشاد ہوگا "اذھبوالبعبدی الی ناری بعدلی (میرے بندے کو میرے جہنم میں لے جاؤ میری عدل سے۔) اس پر گھبرا کر عرض کریں گے: "نہیں اے رب میرے بلکہ تری رحمت سے۔ ارشاد ہوگا اذھبوالبعبدی الی جنتی برحمتی (میرے بندے کو میری جنت میں میری رحمت سے لے جاؤ) قیامت کے دن سب

سے پہلے نماز ہی کی پرسش ہوگی۔ (اس کے بعد کچھ اور واقعات حشر کا بیان فرمایا کہ) سب اوّلین و آخرین جمع ہوں گے اور اس دن ذرے ذرے کا حساب ہوگا۔ بعض مسلمین بھی اپنے معاصی پر معذرت کیے جائیں گے۔ کوئی مسلمان پوری سزا نہ پائے گا سزا پوری ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں نجات دلوائے گی۔ سزا اگر پوری ہولیتی تو نجات آپ ہی ہوتی' شفاعت کا کیا اثر ہوتا لیکن شفاعت انہیں بخشوائے گی تو ثابت کہ سزا پوری نہ ہونے پائے گی۔

میزان عدل پر ایک عبادت گزار:

(پھر فرمایا) ایک بندہ حاضر ہوگا' رب العزت کا حکم ہوگا اس کا نامۂ اعمال اسے دیا جائے گا۔ وہ طومار حد نگاہ تک طویل اور سراپا گناہوں سے بھرا ہوگا۔ اپنا نامۂ اعمال خود وہ پڑھے گا اس میں صغائر و کبائر سب لکھے ہوں گے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گناہ ظاہر کرے گا اور کبائر کو چھوڑتا جائے گا۔ رب عزوجل فرمائے گا: "پڑھ لیا" کہے گا "ہاں سب پڑھ لیا۔" فرمائے گا اے میرے فرشتو اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی رکھو۔ اس وقت چلا اٹھے گا کہ "الٰہی مرے بڑے گناہ تو رہ ہی گئے میں نے صرف صغائر ہی پڑھے۔" یہ سب صدقہ ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا۔ حدیث میں ہے جب آیۂ کریمہ نازل ہوئی **ولسوف یعطیک ربک فترضی** (البتہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ)۔ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> **اذن لا ارضی وواحد من امتی فی النار** ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی نار میں رہا۔

روز قیامت داروغۂ دوزخ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعتیں دیکھ کر عرض کریں گے۔ حضور نے اپنی امت میں غضب الٰہی کا کوئی حصہ نہ چھوڑا (پھر فرمایا) قیامت کے روز دو بندے دوزخ سے نکالے جائیں گے رب عزوجل فرمائے گا جو کچھ تمہیں پہنچا تمہارے اعمال کا بدلا تھا' میں کسی پر ظلم نہیں کرتا تم پھر جہنم میں چلے جاؤ۔ ان میں سے ایک دوڑتا ہوا جہنم کی طرف جائے گا اور دوسرا آہستہ آہستہ۔ حکم ہوگا واپس لاؤ اس

سے شتابی اور آہستگی کا سبب پوچھو۔ جلدی کرنے والا عرض کرے گا ''اے رب میرے نافرمانی کی سبب یہ کچھ دیکھ چکا تھا کیا اب بھی نافرمانی کرتا۔ دوسرا عرض کرے گا الٰہی مجھے امید نہ تھی کہ جہنم سے نکال کر مجھے پھر اس میں بھیجے گا۔ حکم ہوگا دونوں کو جنت میں لے جاؤ۔

اعلیٰحضرت وضو کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں:

کسی نے وضو کرنے کا مسنون طریقہ دریافت کیا ارشاد ہوا:

۱۔ جب وضو کرنے بیٹھے پہلے **بسم اللہ العظیم والحمدللہ علی دین الاسلام** پڑھ لے۔ جو وضو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے تمام بدن کو پاک کر دیتا ہے' ورنہ جتنے پر پانی گذرے گا اتنا ہی پاک ہوگا۔

۲۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار اس طرح دھوئے کہ پہلے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار' پھر الٹے کو سیدھے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار۔

۳۔ اس کا خیال رہے کہ انگلیوں کی گھاتیاں پانی بہنے سے رہ نہ جائیں۔

۴۔ پھر تین بار کلی ایسی کرے کہ منہ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں پانی پہنچ جائے۔ وضو میں اس طرح کلی کرنا سنت موکدہ اور غسل میں فرض ہے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے جلدی جلدی تین بار پچ پچ کر لیا' یا ناک کی نوک پر تین مرتبہ پانی لگا لیا' ایسا کرنے سے وضو میں سنت نہیں ادا ہوتی۔ ایک ادھ بار ایسا کرنے سے تارک سنت اور عادت ڈالنے سے گنہگار فاسق ہوتا ہے۔

۵۔ غسل میں فرض رہ جاتا ہے تو غسل ہوتا ہی نہیں کہ نرم بانسے تک وضو میں سنت موکدہ اور غسل میں فرض ہے۔

۶۔ داڑھی اگر ہے تو خوب تر کرے کہ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہی اور پانی اس پر نہ بہا تو وضو نہ ہوگا۔

۷۔ منہ پر پانی مبائی میں پیشانی کی بالوں کی جڑوں سے تھوڑی کے نیچے تک' اور چوڑائی میں کان کی ایک لو سے دوسری لو تک بہائیں۔

۸- پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار کہنی تک برابر پڑتی چلی جائے۔ یہ نہ ہو کہ پہنچے سے تین بار پانی چھوڑ دیا اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا اس طرح کہنی بلکہ کلائی کی کروٹوں پر پانی نہ بہنے کا احتمال ہے اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہے۔ اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہ گیا اور بالائی حصہ خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔

۹- پھر سر کے بال کا مسح کرے۔ چہارم سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا سنت ہے۔ دونوں ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چھوڑ کر تین تین انگلیوں اور انہی کے مقابل ہتھیلی کے حصوں سے پیشانی کے جانب سے گدی تک کھینچتا ہوا لے جائے' پھر ہتھیلیوں کا باقی حصہ گدی سے پیشانی تک لائے اور کلمے کی انگلیوں کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا مسح کرے' اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کے پشت کا' پشت دست سے پچھلے حصہ کا گلے پر ہاتھ نہ لائے کہ بدعت ہے۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں کے اوپر تک دھوئے اور ہر عضو پہلے دایاں پھر بایاں دھوئے۔

۱۰- کلی کرتے وقت کہے: **اللھم اعنی علٰی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک** ''الٰہی میری مدد فرما قرآن عظیم کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت'' پر۔

۱۱- ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے: **اللھم ارحنی رائحۃ الجنۃ ولا ترحنی رائحۃ النار** ''الٰہی مجھے جنت کی خوشبو سونگھا اور دوزخ کی بدبو نہ سونگھا۔''

۱۲- منہ دھوتے وقت کہے **اللھم بیّض وجھی یوم تبیّض وجوہ وتسودّ وجوہ** ''الٰہی میرا منہ اجالا کر جس دن کچھ منہ اجالے ہوں گے اور کچھ کالے۔''

۱۳- دایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے: **اللھم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حساباً یسیرا** ''الٰہی میرا نامۂ اعمال میرے سیدھے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب لے۔''

۱۴- بایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے: **اللھم لاتعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظھری** ''الٰہی میرا اعمال نامہ میرے الٹے ہاتھ میں نہ دینا اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے

ہے۔“

۱۵- سر کا مسح کرتے وقت کہے: **اللھم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک** ”الٰہی مجھے اپنی عرش کے نیچے سایہ دے جس دن کوئی سایہ نہیں مگر تیرے عرش کا۔“

۱۶- کانوں کا مسح کرتے وقت کہے: **اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ** ”الٰہی مجھے ان میں کر جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔“

۱۷- گردن کے مسح میں کہے: **اللھم اعتق رقبتي من النار** ”الٰہی میری گردن دوزخ سے آزاد فرما۔“

۱۸- سیدھا پاؤں دھوتے وقت کہے: **اللھم ثبت قدمي علی الصراط یوم نزل الاقدام** ”الٰہی میرے پاؤں صراط پر جما جس دن قدم پھسلیں۔“

۱۹- الٹا پاؤں دھوتے وقت کہے: **اللھم اجعل ذنبی مغفوراً وسعیی مشکورا و تجارتی لن تبور** الٰہی میرا گناہ معاف کر دے اور میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری سوداگری ضائع نہ کر۔

۲۰- ہر عضو دھونے کے بعد درود شریف پڑھے۔ ختم وضو کے بعد آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کلمۂ شہادت پڑھے۔ پھر کہے:

اللھم اجعلني من التوابین وجعلنی من المتطھرین (الٰہی مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کر اور مجھے ستھرا ہونے والوں میں کر)

جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لیے کھول دیئے جائیں گے۔

ایک عالم دین وضو کرنے میں غلطی کرتے:

(اسی سلسلہ میں فرمایا) ایک مرتبہ گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک عالم میرے ساتھ تھے۔ فجر کی نماز کے لیے انہوں نے وضو کیا۔ بھوؤں سے چہرہ پر پانی ڈالا۔ جب ان سے کہا تو فرمایا جلدی کی وجہ سے کہ وقت نہ جائے۔ میں نے کہا تو بلا وضو نہ ہی پڑھیے گا۔ مجھے خیال

رہا ظہر کے وقت دیکھا اس وقت بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کہا اب تو وقت نہ جاتا تھا۔ آج کل لوگوں کی عام طور سے یہی عادت ہے۔ غسل میں جس قدر احتیاط چاہیے آج کل اتنی ہی بے احتیاطی ہے۔ اللہ معاف فرمائے۔

نماز میں سجدے کی حالت:

(پھر فرمایا) نماز میں سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کے سرے زمین پر لگتے ہیں۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ انگلیوں کے پیٹ لگیں۔ ایک انگلی کا پیٹ لگنا فرض اور سب کا سنت ہے۔ پھر صرف ناک کی نوک پر سجدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حکم ہے کہ جہاں تک ہڈی کا سخت حصہ ہے لگنا چاہیے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ رکوع سے ذرا سا سر اٹھایا اور سجدہ کی طرف چلے گئے۔ ایک سجدہ سے ایک بالشت سر اٹھایا اور وہیں دوسرا سجدہ ہو گیا۔ حالانکہ پورا سیدھا کھڑا ہونا اور بیٹھنا چاہیے۔ اس طرح اگر ساٹھ برس نماز پڑھے گا قبول نہ ہوگی۔

ایک شخص مسجد اقدس میں حاضر ہوا اور بہت تیزی سے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ بعد نماز حاضر ہو کر سلام عرض کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل** (واپس جا پھر پڑھ کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔) انہوں نے دوبارہ ویسی ہی پڑھی پھر یہی ارشاد ہوا۔ آخر میں انہوں نے عرض کی:

قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا مجھے ایسی ہی آتی ہے حضور فرمائیں۔

فرمایا: رکوع و سجود باطمینان کر اور رکوع سے سیدھا کھڑا ہو اور دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ۔

کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے:

کسی نے عرض کی کھانے کے وقت شروع میں **بسم اللہ** پڑھ لینا کافی ہے؟ ارشاد ہوا ہاں کافی ہے۔ بغیر **بسم اللہ** شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ رب العزت نے اس سے فرمایا تھا **وشارکھم فی الاموال والاولاد** مال میں و اولاد میں ان کا شریک ہو جو بغیر بسم اللہ کھائے پیئے۔ اس کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اور جو

بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو ''مغربین'' فرمایا جو انسان و شیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتدا میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے فوراً بسم اللہ علی اولہ و آخرہ پڑھ لے کہ شیطان اسی وقت قے کر دیتا ہے۔ بفضلہ میں شیطان کو بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف' ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحطاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اوپر دھوئیں سے کلیجہ جلتا' بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) شیطان ہر وقت گھات میں ہے اس سے غافل کسی وقت نہ ہو۔

سر پر لٹیں رکھنا ٹھیک نہیں:

کسی نے عرض کی کہ اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں۔ ارشاد ہوا جہالت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں' اور ان عورتوں پر جو مردوں سے۔ اور تشبہ کے لیے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں' ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا کہ مردوں کی طرح کندھے پر کمان لٹکائے جا رہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت ہے جو مردوں سے تشبہ کریں۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا' اس پر یہی حدیث روایت کی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والیاں ملعون ہیں۔ جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہے۔ اور یہ خاص جزو بدن تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اس سے سخت۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ نے تشبہ نہ کیا تھا' ایک گیسو محفوظ رکھا تھا۔ اس کے لیے ایک خاص وجہ تھی کہ اکابر علما و اجلۂ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی

طرح شانوں تک گیسو رکھے تھے کہ اس طرح شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ایک بار سرراہ میں بیٹھے تھے، حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی سواری نکلی۔ انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا سید فروتر سید اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا سید فرد ترک انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت نے فرمایا سید فرو ترک انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رکاب سے جدا کرکے حضرت تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید نے اتنے بڑے عالم کے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا۔ انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا اور نیچے حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا تو فرمایا:

۱۔ لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں مجھے کیا عطا فرمایا جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہو گیا۔

۲۔ جب پائے مبارک پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔

۳۔ جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم حیرت منکشف تھا۔

۴۔ جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا۔

اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی رحمت نے بڑھایا تھا نہ ترشوایا، اسے تشبہ سے کیا علاقہ۔

نبی کریم نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا انہوں نے ساری عمر بالوں کو نہیں کٹوایا:

عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا نہ اتنا دراز۔ اور اس کے محفوظ رکھنے میں یہ راز۔ اس کی سند ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا اذان ہوئی۔ بچوں نے اس کی نقل کی، ان میں ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ ان کی آواز بہت اچھی تھی حضور نے آپ کو بلایا اور سر پر دست مبارک

رکھا' ان کو موزن فرمایا۔ ماں نے برکت کے لیے پیشانی کے ان بالوں کو جس پر دست اقدس رکھا گیا تھا محفوظ رکھا۔ جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آ جاتے' اسے بھی تشبہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان کا محفوظ رکھنا اس برکت کے لیے تھا۔

اٹھرا کی بیماری کے لیے روحانی علاج:

کسی نے عرض کی کہ میری اہلیہ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں' جن میں پانچ انتقال کر گئے اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی یعنی پسلی اور ام الصبیان۔ صرف ایک لڑکی تین سالہ حیات ہے۔ حضور دعا فرمائیں اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔ اس پر ارشاد فرمایا مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے' اب جو حمل ہو اسے دو مہینے نہ گزرنے پائیں کہ یہاں اطلاع دیجئے اور زوجہ اور ان کی والدہ کے نام بھی معلوم ہونا چاہئیں۔ اس وقت سے ان شاء اللہ بندوبست کیا جائے گا۔ اپنے گھر میں پابندی نماز کی تاکید شدید رکھیے اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں' اور علاوہ نمازوں کے ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں بھی ان تین وقت کی آیۃ الکرسی نہ چھوٹے مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھیں' بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں اور جن دنوں میں نماز کا ہے ان میں اس کا بھی التزام رکھیں کہ تینوں قل ۳-۳ بار صبح و شام اور سوتے وقت پڑھیں۔ صبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک اور شام سے مراد یہ ہے کہ دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک اور سوتے وقت اسی طور پر پڑھیں کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سارا منہ اور سینے اور پیٹ اور پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں۔ دوبارہ ایسے ہی سہ بارہ ایسے ہی۔ اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ان میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار ان کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجئے۔ بڑا چراغ ایک صاحب یہاں بناتے ہیں وہ بنوا لیجئے' اور ایام حمل میں اور بچہ پیدا

ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے روشن کیجئے۔ اور (اولاد میں جو اس وقت) یہ لڑکی موجود ہے اس کو اگر ناسازی لاحق ہو اس کے لیے بھی یہی روشن کیجئے۔ وہ چراغ باذنہ تعالیٰ سحر و آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو پیدا ہوتے ہی معاً سب سے پہلے اس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں۔ ۴ بار اذان سیدھے کان میں اور تین بار تکبیر بائیں کان میں۔ اس میں ہرگز دیر نہ کی جائے دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے۔

۱- بچے کی پیدائش کے بعد چالیس روز یہ عمل کیا جائے۔

۲- پھر سال بھر تک ہر مہینے۔

۳- پھر دو سال کی عمر تک ہر دو ماہ بعد۔

۴- تیسرے سال کی عمر تک (یعنی سال میں ہر تین ماہ بعد۔ چار بار)

۵- چوتھے اور پانچویں سال ہر چار ماہ بعد (یعنی سال میں تین بار)

۶- چھٹے سال کی عمر تک (یعنی ہر چھ ماہ بعد' سال میں دو بار)

۷- ساتوں سال سے سالانہ' (یعنی سال میں ایک بار)

یہ تول اس لڑکی کے لیے بھی کیجئے۔ چوتھے سال میں تو ہر چار مہینے پر تولیے۔ مکان میں سات دن تک مغرب کے وقت ۷ بار اذان بلند آواز سے کہی جائے اور تین شب کسی صحیح قاری یا قرآن خواں سے پوری سورۃ بقرہ ایسی آواز سے تلاوت کرائی جائے کہ مکان کے ہر گوشے میں پہنچے۔ شب کو مکان کا دروازہ **بسم اللہ** کہہ کر بند کیا جائے اور صبح کو **بسم اللہ** کہہ کر کھولا جائے۔ جب پاخانہ کو جائیں اس کے دروازہ سے باہر **بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث** پڑھ کر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں اور جب نکلیں تو دایاں پاؤں پہلے نکالیں اور **الحمدللہ** کہیں اور کپڑے بدلنے یا نہانے کے لیے جب کپڑے اتاریں پہلے **بسم اللہ** کہہ لیں اور قربت کے وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد رکھئے کہ شروع فعل کے وقت آپ اور وہ دونوں **بسم اللہ** کہیں ان باتوں کا التزام رہے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی خلل نہ ہونے پائے گا۔

مؤکلین کے لیے ''چراغ روشن'' کے آداب:

کسی نے عرض کی حضور ''چراغ روشن'' کرنے کی کیا ترکیب ہے ارشاد ہوا

۱۔ یہ چراغ معلق روشن کیا جائے گا کسی چھینکے یا قندیل میں۔

۲۔ روشن کرتے وقت لو کے پاس سونے کا چھلا یا انگوٹھی یا بالی ڈال دیا کریں چلہ ختم ہونے پر وہ مساکین مسلمین پر تصدق کریں۔

۳۔ چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے اگرچہ عورت ہو لیکن مرد بہتر ہے۔

۴۔ مرض ہلکا ہو تو چراغ روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ روشن ہو اور سخت ہو تو دو گھنٹے تین گھنٹے اور بہت سخت ہو تو شب بھر۔

۵۔ مریض اس کی روشنی میں بیٹھے اور خواہ لیٹے مگر نگاہ اس کی طرف رکھے اور اکثر اوقات اس کی لو کو دیکھے۔

۶۔ جتنی دیر تک جلانا منظور ہو اسی حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اس میں ڈالیں اور اسے ڈال کر چراغ کے سب طرف پھرا لیں کہ تمام نقوش پر دورہ کر آئے پھر جھکا کر رکھ دیں اور جس طرف بتی کا نشان ہے بسم اللہ کہہ کر اس طرف روشن کریں۔

۷۔ اگر مرض نہایت شدید ہو تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں اور چراغ سیدھا رکھیں اور ہر لو کے پاس سونا رکھیں۔

۸۔ جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو وہاں نہ کوئی تصویر ہو' نہ کتا آنے پائے' نہ سوائے مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی' یا ناپاک مرد یا عورت۔

۹۔ اس جگہ بیٹھ کر سب ذکر الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو بقدر ضرورت آہستگی سے کہہ دیں چپقلش نہ کریں۔ نہ کوئی لغو و بیہودہ بات وہاں ہونے پائے۔

۱۰۔ جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں جائیں سب رنگین کپڑے پہنے ہوں۔ نماز کی طرح سوا منہ کی ٹکی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا

پنڈلی کا کوئی حصہ اصلاً نہ کھلنے پائے۔

۱۱- چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں کہ کسی دن اس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے۔ اس کے موکل اپنی حاضری کا وہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا پھر اگر کسی دن آئے اور چراغ اس وقت روشن نہ پایا تو ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا چاہیے کہ پہلے دن قصداً کچھ دیر کرکے روشن کریں کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے تو اس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے۔ مگر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں کہ کسی دن چراغ روشن ہو کر اس وقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے۔

۱۲- جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے کوئی باوضو شخص بڑھائے اور اس وقت یہ کہے السلام علیکم ارجعوا ماجورین۔

۱۳- روز نیا پھلیل ڈالیں کل کا بچا ہوا آج مریض کے سر اور بدن پر مل دیں۔

۱۴- جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو اس کے سوا اور مریض بھی بہ نیت شفا ان شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔

پیراہن اقدس میں کن کن کپڑوں کا شمار ہوگا:

کسی نے عرض کی پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں ارشاد ہوا رداتہ بند' عمامہ۔ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا اور کبھی قمیص اور ٹوپی' پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے۔ پہننے کی روایت نہیں عورتیں بھی تہ بند ہی باندھتی تھیں۔ ایک بار حضور تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا۔ روئے مبارک اس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کی حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا اللھم اغفر للمستورات اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں۔ اور غالباً پاجامہ تنگ تھا اس واسطے کہ اگر ڈھیلا ہوتا تو اس میں بھی تہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

چربی سے بنی ہوئی موم بتی مسجد میں نہ جلائی جائے:

کسی نے عرض کی یہ جو جرمن وغیرہ، غیر ملکوں سے موم بتیاں آتی ہیں ان کا کیا حکم

ہے۔ مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہیں تو جائز ہے ورنہ مسجد میں ویسے بھی جلانا نہ چاہیے۔ اس واسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے اگرچہ گائے ہو یا بکری۔ کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا اور تھوڑی دیر میں واپس لائے اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لے گیا ہوں اس کا لینا حرام ہے۔ النصرانیة لا ذبیحة له بخلاف یہودیوں کے کہ ان کے یہاں اب تک ذبح کا اہتمام ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے الیھودیة یذبح اویا کل ذبیحة المسلم نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں ایک محبوبان خدا کی محبت میں اور دوسری عداوت میں کافر ہوئے۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیھم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے۔ اور بعینہ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں۔

نماز باجماعت ادا کرنے کی اہمیت:

کسی نے عرض کی کہ جماعت ثانیہ کے لیے سنت چھوڑ دی جائے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا: جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کے لیے سنتیں نہ چھوڑے' اصل نماز جماعت اولیٰ ہے۔ جس کے لیے حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ان کے مکانوں کو جلوا دیتا۔ ایک مرتبہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مارہرۂ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہوگئی۔ جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا تو حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھ کر تشریف لا رہے تھے ارشاد فرمایا عبدالقادر نماز تو ہوگئی۔ تو اصل نماز جماعت اولیٰ ہی ہے۔

قبرستان میں چیونٹیوں کے لیے مٹھائی ڈالنا منع ہے:

کسی نے عرض کی مردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے واسطے ڈالنے کے لیے لے جانا کیسا ہے؟ ارشاد ہوا: ''ساتھ لے جانا روٹی کا علمائے کرام نے جس طرح منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے' اور چیونٹیوں کے لیے اس نیت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ

پہنچائیں یہ محض جہالت ہے اور یہ نیت نہ بھی ہو تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں خیرات کریں قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غل مچاتے اور مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔

دیہات میں جمعہ:

کسی نے عرض کی دیہات میں جمعہ کے متعلق کیا کرنا چاہیے؟ ارشاد فرمایا: مذہب حنفی میں جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہیں لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے۔ اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دیں گے این الذی ینھی عبدا اذا صلی سے خوف کرنا چاہیے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ایک شخص کو طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا جب وہ پڑھ چکا تو مسئلہ تعلیم فرمایا۔

کیمیا گری اور دست غیب کے لیے عمل کرنا:

کسی نے عرض کی دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟ ارشاد ہوا: دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا کیسا ہے جو مثل محال عقل و ذاتی کے حرام ہے۔ اور کیمیا تضیع مال ہے اور یہ حرام ہیں۔ آج تک کہیں ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے سونا بنایا ہو کباسط کفیه الی الماء لیبلغ فاه و ماھو ببالغه (جیسے کوئی دونوں ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف بیٹھا ہو کہ اس کے منہ تک پہنچ جائے اور وہ پانی یوں اسے پہنچنے والا نہیں۔) دست غیب جو قرآن عظیم میں ارشاد ہے اس کی طرف لوگوں کو توجہ ہی نہیں کہ فرماتا ہے: ومن یتق الله یجعل له مخرجاًویرزقه من حیث لایحتسب (اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔) یتق الله پر عمل نہیں ورنہ حقیقۃً سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔

میرے ایک دوست مدینۂ طیبہ کے رہنے والے ان کا مدینہ منورہ سے بھیجا ہوا ایک خط اتوار کے روز مجھے ملا۔ جس میں پچاس روپیہ کی طلب تھی۔ بدھ کے روز یہاں سے ڈاک

جاتی تھی جو ہفتہ کو ڈاک کے جہاز میں روانہ ہو جاتی تھی۔ پیر کے دن تو مجھے خیال ہی نہ رہا منگل کے روز یاد آیا دیکھا تو اپنے پاس پانچ پیسے نہیں وہ دن بھی ختم ہوا۔ نماز مغرب پڑھ کر مکان آیا اور یہ فکر کہ کل بدھ ہے اور ابھی تک روپے کی کوئی سبیل نہیں ہوئی۔ میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہے عطا فرمائے جائیں کہ باہر سے حسنین میاں (اعلیحضرت مدظلہ العالی کے بھتیجے) نے آواز دی ''سیٹھ ابراہیم بمبئی سے ملنے آئے ہیں'' میں باہر آیا اور ملاقات کی۔ چلتے وقت اکیاون روپے انہوں نے دیئے حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپے کی تھی یہ اکیاون یوں تھے کہ آخر فیس منی آرڈر بھی تو دینا پڑتا۔ غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا۔'' یہ ہے **یرزقه من حیث لا یحتسب!**

وظائف میں آیات کو معکوس (بگاڑنا) جائز نہیں:

کسی نے عرض کی صوفیائے کرام کے وظائف میں آیات اور سورتوں کا معکوس کر کے پڑھنا جو حرام اور اشد حرام کبیرہ اور سخت قریب کفر ہے کیونکہ داخل ہوئے؟ ارشاد فرمایا: احادیث جن کے منقول عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان میں کس قدر موضوعات ہیں (اسی میں سلسلہ میں فرمایا کہ) جاہلوں میں اسماء حسنٰی کی قوت بڑھانے کے واسطے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ مثلاً **یا عزیز تعززت فی عزتک والعزة فی عزة عزتک یا عزیز یا عظیم تعظمت فی عظمتک والعظمة فی عظمة عظمتک یا عظیم** خیر یہاں تک تو صحیح تھا آگے اس کے یہ ہے **یا مذلّ تذللت فی ذلتک والذلة فی ذلة ذلتک یا مذلّ یا فافض تنفضت فی خفضتک والخفض فی خفض خفضتک یا حافض** اب کہیے یہ کفر ہوا یا نہیں' لیکن وہ کافر نہ ہوئے۔ اس واسطے کہ ان کو شیطان نے بہکا دیا۔ ان کو اس عربی عبارت کا ترجمہ نہیں معلوم۔

بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے:

(پھر فرمایا) صوفیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی بے علم مسخرہ شیطان است۔ وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگا لیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا **المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون** بغیر فقہ کے عابد بننے والا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا۔ یعنی

بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔) عابد بنتا ہے وہ ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔ ایک صاحب اولیائے کرام ہی سے تھے قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارھم۔ انہوں نے ایک صاحب ریاضت و مجاہدہ کا شہرہ سنا۔ ان کے بڑے بڑے دعاوی سننے میں آئے۔ ان کو بلایا اور فرمایا: ''یہ کیا دعویٰ ہیں جو میں نے سنے۔'' عرض کی ''مجھے دیدار الٰہی روز ہوتا ہے۔ ان آنکھوں سے سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے۔ خدا جلوہ فرماتا ہے۔'' اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے' سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ اور حضور کو بھی فوق السمٰوٰت والعرش دیدار ہوا۔ دنیا نام ہے سماوات و ارض کا۔ خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا ان سے فرمایا ''وہ حدیث پڑھیے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی بیشک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابلیس یضع عرشه علی البحر شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا' اسی کی عبادت کرتا رہا' اسی کو سجدے کرتا رہا' کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتا نہ چلا۔

شیطان بے علم صوفیوں کو کچے دھاگے کی نکیل ڈالتا ہے:

سیدی ابوالحسن جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے' اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے' آپ نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلہ میں بٹھایا۔ ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا ''کیوں روتے ہو۔'' عرض کیا:

''حضرت شب قدر میری نظروں میں ہے۔ شجر و حجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں' نور پھیلا ہوا ہے میں' سجدہ کرنا چاہتا ہوں، ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینہ تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کرسکتا' اس وجہ سے روتا ہوں۔''

فرمایا

''اے فرزند وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے تیرے سینے میں رکھا

ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے شب قدر وغیرہ کچھ نہیں۔"

عرض کی میری تشفی کے لیے کوئی دلیل ارشاد ہو۔ فرمایا "اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر تدریجاً سمیٹنا شروع کرو۔ جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا۔ آپ کے دونوں ہاتھوں میں سے شور وغل ہونے لگا "حضرت مجھے چھوڑیئے میں جاتا ہوں" تب ان مرید کی تشفی ہوئی۔

(پھر فرمایا) بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔

طالب علم کو گمراہ کرنے پر شیطان خوش ہوتا ہے:

ایک حدیث میں ہے بعد نماز عصر، شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں۔ ابلیس کا تخت بچھتا ہے، شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں۔ کوئی کہتا ہے اس نے اتنے زنا کرائے۔ سب کی سنیں۔ کسی نے کہا آج فلاں طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا۔ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگا لیا اور کہا انت انت "تو نے کام کیا تو نے کام کیا" دیگر شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے اتنے بڑے کام کیے ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباشی دی۔ ابلیس بولا:

تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔

شیطان نے عابد عالم کا موازنہ کیا:

بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں، اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہے۔ انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔ صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لیتے ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی رہے۔ یہ انسان کی شکل بن کر راستہ پر کھڑا ہو گیا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستے میں ابلیس کھڑا ہی تھا۔ السلام علیکم وعلیکم السلام! حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ عابد صاحب نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی شیشی

نکال کر پوچھا:

''کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات و ارض کو اس چھوٹی شیشی میں داخل کر دے۔''

عابد صاحب نے سوچا اور کہا کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی شیشی۔ بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جایئے۔ اور شیاطین سے کہا دیکھو۔

میں نے اس کی راہ مار دی اس کو اس کی قدرت ہی پر ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔

طلوع آفتاب کے قریب ایک عالم دین جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم وعلیکم السلام مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا پوچھو جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔ اس نے وہی سوال کیا فرمایا:

''ملعون تو مجھے ابلیس معلوم ہوتا ہے ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کر دے ان اللہ علی کل شیئی قدیر''

عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا، دیکھا یہ علم ہی کی برکت ہے۔

اعلیٰحضرت نے بارگاہ رسالت میں دوسری حاضری کے انعامات کا ذکر کیا:

ملفوظات شریف حصہ سوم میں ہے کہ دوسری بار کی حاضری میں جو انعامات سرکار سے پائے ان کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وہ خود اپنے مہمان کی مدد فرماتے ہیں حضور تو حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کے امت کے اولیائے کرام کی بھی یہی شان ہے۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ آپ کی ولادت کے دن آپ کے مزار مبارک پر ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے ہیں۔ اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کیے ہیں۔

مجلس تین دن ہوتی ہے ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہوگئی۔ یہ ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہو جاتے تھے اس دفعہ آخر دن پہنچے۔ جو اولیائے کرام مزار پر مراقب تھے انہوں نے فرمایا:

کہاں تھے دو روز سے مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں عبدالوہاب آیا۔ عبدالوہاب آیا انہوں نے فرمایا کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہے انہوں نے فرمایا:

اطلاع کیسی حضور تو فرماتے ہیں کہ ''کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔''

(پھر فرمایا) ان پر خاص توجہ تھی اور ان کو بھی خاص نیاز مندی تھی۔ اس وجہ سے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔ حدیث میں ہے جو کوئی دریافت کرنا چاہے کہ اللہ کے یہاں اس کی کس قدر، قدر و منزلت ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی کس قدر و منزلت ہے اتنی ہی اس کی اللہ کے یہاں ہے۔

حضرت عبدالوہاب شعرانی اکابر اولیاء سے تھے:

حضرت عبدالوہاب شعرانی اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا' اس مجمع میں چلے آرہے تھے کہ ایک تاجر کی خوبصورت کنیز پر نگاہ پڑی۔ فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا **النظرة الا ولی لک والثانية علیک** پہلی نظر میرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر۔ یعنی پہلی نظر کا کچھ اعتبار نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آ گئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا: ''عبدالوہاب وہ کنیز تم کو پسند ہے'' عرض کی ''ہاں' اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے'' ارشاد فرمایا ''اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ھبہ کی۔'' اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ اسی وقت وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔

انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی برزخی زندگی میں فرق:

کسی نے عرض کی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔ ارشاد ہوا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے' ان پر تصدیق وعدۂ آلہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً ان کو ویسی ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے مگر اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا' ان کے ازواج سے نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ وہ اپنے قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات حاضر ہوتی ہیں' اور وہ ان کے ساتھ قیام کرتی ہیں۔ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو حج کرتے ہوئے، لبیک پکارتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے، دیکھا۔

اولیاء' علماء' شہداء کی حیات برزخیہ اگرچہ حیات دنیویہ سے افضل و اعلیٰ ہے مگر اس پر احکام دنیویہ جاری نہیں' ان کا ترکہ تقسیم ہوگا' ان کی ازواج عدت کریں گی۔ اور حیات برزخیہ کا ثبوت تو عوام کے لیے بھی ہے۔ حدیث میں ہے مثل مومن کی اس طائر کی طرح ہے جو قفس میں ہے کہ جب تک وہ قفس میں ہے' اس کی اڑان اسی تک ہے اور جب اس سے آزاد ہوا تو اس کی اڑان کتنی ہوگی۔ مرنے کے بعد سمع' بصر' ادراک عام لوگوں کا یہاں تک کہ کفار کا زائد ہو جاتا ہے۔ اور یہ تمام اہلسنّت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' جو خلاف کرے گا گمراہ ہے۔ جس کسی قبر پر آدمی جاتا ہے اگر صاحب قبر اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچانتا ہے۔ اور اس سے تسلی پاتا ہے' اس کی آواز بلکہ پچل (پاؤں کی آواز) سنتا ہے' اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تھا تو اتنا ضرور جانتا ہے کہ ایک مسلمان میری قبر پر آیا ہے۔ اگر کسی زندہ شخص کو اتنے من مٹی میں دبا دیا جائے تو اس کے اوپر اگر توپ بھی چھوڑی جائے جب بھی نہیں سنے گا۔ تو ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد سمع و بصر و ادراک بڑھ جاتا ہے۔

ہمزاد اور بھوت کے کارنامے:

کسی نے عرض کی بعض بچے پیدا ہونے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ میں فلاں جگہ پیدا ہوا تھا اور تمام نشانیاں ظاہر کرتا ہے۔ ارشاد ہوا الشیطان ینطق علی لسانه (شیطان اس کی زبان پر بولتا ہے)' اس کا شیطان اس بچہ کے شیطان سے پوچھ کر رکھتا ہے' وہی بیان کرتا ہے تا کہ لوگ گمراہ ہوں کہ اوہو یہ تو آواگون ہو گیا۔ مسلمان کا ہمزاد مقید کرلیا جاتا ہے اور کافر کا بھوت ہو جاتا ہے۔ جب کام کے لیے لوگ دنیا میں بھیجے جاتے ہیں' ان کے ساتھ کراماً کاتبین اور شیاطین ہوتے ہیں جب انسان مرجاتا ہے کراماً کاتبین عرض کرتے ہیں

''اے رب ہمارا کام ختم ہو گیا وہ شخص دار اعمال سے نکل گیا اجازت دے کہ ہم آسمان پر آئیں اور تیری عبادت کریں۔''

رب عز وجل ارشاد فرماتا ہے کہ میرے آسمان بھرے ہیں عبادت کرنے والوں سے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ عرض کرتے ہیں الٰہی ہمیں زمین میں جگہ دے۔ ارشاد ہوتا ہے میری زمینیں بھری ہیں عبادت کرنے والوں سے تمہاری کچھ حاجت نہیں۔ عرض کرتے ہیں الٰہی پھر ہم کیا کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ''میرے بندے کی قبر کے سرہانے قیامت تک کھڑے رہو (پھر فرمایا) اچھی باتیں مثلاً سبحٰن الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر ان کا اخروی نفع تو یہ ہے کہ ہر کلمہ سے جنت میں پیڑ لگایا جاتا ہے اسی کو فرمایا گیا والباقیات الصالحات خیر عندربک ثواباً و خیر املا۔ دوسری جگہ فرمایا جاتا ہے: والباقیات الصالحات خیر عندربک وخیر مردا ۔اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں' قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور قائل کے لیے مغفرت مانگیں گے۔ اسی طرح کلماتِ کفر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں۔ قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور اپنے قائل پر لعنت کرتے رہیں گے۔

گوشہ نشینی کے آداب و فوائد:

مولوی عبدالکریم صاحب رضوی چتوڑی نے عزلت نشینی کے متعلق کچھ عرض کیا اس پر ارشاد فرمایا: آدمی تین قسم کے ہیں: مفید مستفید اور منفرد

۱-مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے

۲-مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ اٹھائے۔

۳-منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو۔ اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔ امام ابن سیرین کا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا وہ لوگ جو پہاڑ پر گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے تھے وہ خود فائدہ حاصل کیے ہوئے تھے۔ اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی انہیں قابلیت نہ تھی ان کو گوشہ نشینی جائز تھی۔ مگر امام ابن سیرین پر عزلت حرام تھی۔

(پھر فرمایا) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا:

جنت عطا کی گئی، نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو گڈریے کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔

سرکار نے فرمایا بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے' لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے، اس نسبت پر قربان۔ جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت، کی ضرورت نہیں۔

(پھر فرمایا) اور اسی میں ریاضت کیا تھوڑی ہے جو شخص گوشہ نشین ہو گیا' نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے' نہ اس کی آنکھوں کو نہ' اس کے کانوں کو' اس سے کہیے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔

اعلیٰحضرت کے مخالفین آپ کو دیکھے بغیر دشنام طرازی کرتے تھے:

کئی ہزار کی تعداد میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ مجھے کبھی دیکھا، نہ میں نے ان کو کبھی دیکھا' اور روزانہ صبح اٹھ کر پہلے مجھے کوستے ہوں گے پھر اور کام کرتے ہوں گے۔

اور بحمدللہ تعالیٰ لاکھوں کی تعداد میں وہ لوگ بھی نکلیں گے جنہوں نے نہ مجھ کو دیکھا' اور نہ میں نے ان کو دیکھا' اور روزانہ صبح اٹھ کر نماز کے بعد میرے لیے دعا کرتے ہوں گے۔ پھر فرمایا گالیاں جو چھاپتے ہوں گے اخباروں میں' اور اشتہاروں میں' وہ اخبار و اشتہار تو ردی میں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں' لیکن وہ چٹکیاں جو ان کے دلوں میں لی گئی ہیں وہ قبروں میں ساتھ جائیں گی' اور ان شاء اللہ تعالیٰ حشر میں رسوا کریں گی۔ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وصال کو تیرہ سو برس سے زائد ہوئے اس وقت تک رافضیوں کے تبرے سے نجات نہیں پائی یہ کیوں اس لیے کہ حق کا غاشیہ اپنے کندھوں پر اٹھایا اور دور مٹایا اہل باطل کا رحم اللہ عمر ترکه الحق ماله من صديق (اللہ رحمت کرے عمر پر کہ حق گوئی نے اسے ایسا کر دیا کہ اس کا کوئی دوست نہ رہا۔)

بخار کے تدارک کے لیے "سورۂ مجادلہ" پڑھ کر دم کریں:

کسی مریض کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا گیا کہ اسے بے حد بخار ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا بے حد بخار ہے کہ تو یہ معنی ہیں کہ اس کی انتہا ہی نہیں' کبھی اترے گا ہی نہیں۔ (پھر فرمایا) سورۂ مجادلہ شریف جو اٹھائیسویں پارہ کی پہلے سورت ہے' بعد عصر تین مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کرکے پلایئے۔

نظر کی کمی کے لیے آیۃ الکرسی مفید ہے:

کسی نے عرض کیا حضور میری آنکھوں کی روشنی بہت کم ہے۔ ارشاد ہوا۔

(۱) آیۃ الکرسی شریف یاد کر لیجئے۔ ہر نماز کے بعد ایک بار پڑھئے۔ نماز پنجگانہ کی پابندی رکھئے۔ اور عورتیں کہ جن دنوں میں انہیں نماز کا حکم نہیں وہ بھی پانچوں وقت آیۃ الکرسی اس نیت سے کہ اللہ کی تعریف ہے' نہ اس نیت سے کہ کلام اللہ ہے پڑھ لیا کریں۔ اور جب اس کلمے پر پہنچیں ولا يؤده حفظهما دونوں ہاتھ کی انگلیاں آنکھوں پر رکھ کر اس کلمہ کو گیارہ بار کہیں پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دم کرکے آنکھوں پر پھیر لیں۔

(۲) "بسم الله الرحمن الرحيم، نور، نور، نور، نور، نور" سفید چینی کی طشتری پر اسی طرح لکھیں کہ میم اور واؤ کے سر کھلے رہیں اور آبِ زمزم شریف اور نہ ملے تو

آب باراں' اور نہ ملے تو آب جاری' اور نہ ملے تو آب تازہ سے دھو کر دو سو چھپن بار اس پر یا نور پڑھ کر دم کریں۔ اوّل آخر تین تین بار یہ درود شریف اللھم یا نور یا نور النور صلِّ علی نورک المنیر و آله و بارک وسلم ۔یہ پانی آنکھوں پر لگائیں اور باقی پی لیں۔

(۳) ٹھلیاں کی تعویذوں کا چلہ کریں۔ پھر فرمایا یہ عمل ایسے قوی التاثیر ہیں کہ اگر صدق اعتقاد ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ گئی ہوئی آنکھیں واپس آ جائیں۔

ام الصبیان مرگی اور دردِ سر کا علاج:

کسی نے عرض کیا: ''حضور یہ صرع کیا کوئی بلا ہے'' ارشاد ہوا: ہاں اور بہت خبیث بلا ہے اور اسی کو ام الصبیان کہتے ہیں' اگر بچوں کو ہو ورنہ صرع (مرگی)۔ تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر پچیس برس کے اندر اندر ہوگی تو امید ہے کہ جاتی رہے اور اگر پچیس برس کے بعد والے کو ہوئی تو اب نہ جائے گی۔ ہاں اگر کسی ولی کی کرامت یا تعویذ سے جاتی رہے تو امر آخر ہے۔ یہ فی الحقیقت ایک شیطان ہے جو انسان کو ستاتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں ایک عورت اپنی لڑکی کو لائیں۔ عرض کی صبح و شام یہ مصروعہ ہو جاتی ہے۔حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

اخرج عدواللہ وانا رسول اللہ (نکل اے اللہ کی دشمن میں سب کے لیے خدا کا رسول ہوں۔)

اسی وقت اسے قے آئی۔ ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہوگئی۔ اور وہ عورت ہوش میں آ گئی ۔حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کو مرگی ہوگئی۔حضور نے فرمایا

''اس کے کان میں کہہ دو کہ غوث اعظم کا حکم ہے کہ بغداد سے نکل جا۔''

چنانچہ اسی وقت وہ اچھا ہو گیا اور اب تک بغداد مقدس میں مرگی نہیں ہوتی۔

(پھر فرمایا) بچہ پیدا ہونے کے بعد جو اذان میں دیر کی جاتی ہے' اس سے اکثر یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا جائے کہ نہلا کر اذان و اقامت بچہ کے کان میں کہہ دی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ تا عمر محفوظی ہے۔

پانی کی قدر و قیمت پر ایک گفتگو:

ایک صاحب نے پانی پی کر بچا ہوا پھینک دیا۔ اس پر ارشاد فرمایا: پھینکنا نہ چاہیے کسی برتن میں ڈال دیتے۔ اس وقت تو پانی افراط سے ہے اس ایک گھونٹ پانی کی قدر نہیں، جنگل میں جہاں پانی نہ ہو وہاں اس کی قدر معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو ایک انسان کی جان بچ جائے۔ حضرت خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ علماء کے دوست تھے۔ دربار میں علماء کا ہر وقت مجمع رہتا تھا۔ ایک مرتبہ پانی پینے کے واسطے منگوایا۔ منہ تک لے گئے، پینا چاہتے تھے کہ ایک عالم صاحب نے فرمایا:

''امیر المومنین ذرا ٹھہریے میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

فوراً خلیفہ نے ہاتھ روک لیا انہوں نے فرمایا:

''اگر آپ جنگل میں ہوں اور پانی میسر نہ ہو اور پیاس کی شدت ہو اتنا پانی کس قیمت دے کر خریدیں گے۔''

فرمایا: آدھی سلطنت دے کر، فرمایا اب پی لیجئے۔ جب خلیفہ نے پی لیا انہوں نے فرمایا: اب اگر یہ پانی نکلنا چاہے اور نہ نکل سکے تو کس قدر قیمت دے کر اس کا نکالنا مول لیں گے۔ کہا: واللہ پوری سلطنت دے کر، ارشاد فرمایا، بس آپ کی سلطنت کی یہ حقیقت ہے کہ ایک مرتبہ ایک چلو پانی پر آدھی بک جائے اور دوسری بار پوری، اس پر جتنا چاہیے تکبر کر لیجئے۔

اعلیٰحضرت شعر کی تشریح کرتے ہیں

کسی نے عرض کیا اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

''نقشہ شاہ مدینہ صاف آتا ہے نظر
جب تصور میں جماتے ہیں سراپا غوث پاک''

ارشاد ہوا اس کے یہ معنی ہیں کہ جمال غوثیت آئینہ ہے جمال اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، اس میں وہ شبیہ دکھائی دے گی۔ پھر فرمایا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل مبارک سر سے سینہ تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھی اور امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی سینے سے ناخن پا تک اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے پاؤں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ ہوں گے۔ ایک صحابی حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشابہت کچھ کچھ سرکار سے ملتی تھی۔ جب وہ تشریف لاتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت سے سروقد کھڑے ہو جاتے (پھر فرمایا) اور یہ تو ظاہری شباہت تھی ورنہ فی الحقیقت ذات اقدس تو شبیہ سے منزہ و پاک بنائی گئی ہے۔ کوئی ان کے فضائل میں شریک نہیں۔ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدۂ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں

منزه عن شريک فی محاسنه　　　فجوهر الحسن فيه غير منقسم

(حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک میں جوہر حسن آپ میں غیر منقسم ہے)۔

اہلسنّت کی اصطلاح میں جوہر اس جز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہو یعنی حضور کے حسن میں سے کسی کو حصہ نہیں ملا۔

مرنے کے لیے خوشی سے تیار رہنا:

کسی نے عرض کیا ایک مرتبہ ارشاد ہوا تھا کہ مرنے کے لیے خوشی سے تیار رہے۔ حضور جو مجرم ہے وہ کیسے خوش ہو سکتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا: گناہ چھوڑے، توبہ کرے اور خوشی سے موت کے لیے تیار رہے۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کرتا رہے اور موت کے لیے خوش رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ (پھر فرمایا) اللہ کا بندہ جب رب کے حضور توبہ لاتا ہے تو وہ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ شخص جس کی اونٹنی مع زاد راہ کے گم گئی ہو اور اس کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

کیا زنا کی سزا حدود نافذ کرنے کی بجائے معافی مانگنے سے معاف ہو سکتی ہے:

کسی نے عرض کی اگر کوئی شخص ایسے مقام پر زنا کرے جہاں پر اقامت حدود نہ ہو وہاں توبہ کہنے سے معافی ہو جائے گی یا نہیں؟ ارشاد ہوا جس گناہ میں صرف حق اللہ ہو حق العبد نہ ہو، وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا۔ اور بعض وہ ہیں جن میں حق العبد بھی شامل ہوتا ہے۔ تو جب تک اس سے معاف نہ کرائے صرف توبہ سے معاف نہ ہوں گے۔ اس پر پھر

عرض کیا زنا میں وہ کون کون ہیں جن کا حق شامل ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: بعض وقت عورت کا بھی حق ہوتا ہے جبکہ اس سے جبراً زنا کیا جائے' اور اس کا باپ بھائی شوہر جس جس کو اس خبر سے عار لاحق ہوگی ان سب کا حق ہے۔ تاہم اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف ہے:

☆ بعض نے کہا صاف لفظوں میں ان سے معافی مانگے کہ میں نے یہ کام کیا ہے معافی چاہتا ہوں۔

☆ اور بعض نے کہا یوں کہہ سکتا ہے کہ جو چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑا تمہارا حق میرے ذمہ ہے معاف کر دو۔

لیکن یہ قول مرجوح ہے اور مفتی کو جائز نہیں کہ قول مرجوح پر فتویٰ دے اور نہ قاضی حکم دے سکتا ہے۔

(پھر فرمایا) اس بریلی میں غدر سے پہلے ایک صاحب نے عجیب شان سے توبہ کی کہ نہ ایسا کہیں دیکھا نہ سنا۔ کسی عورت کے ساتھ ان سے گناہ سرزد ہوا' بعد کو نادم ہوئے ایک گڑھا قد آدم اکیلے مکان میں آکر کھودا اور اس عورت کے شوہر کو وہاں لاکر اس گڑھے میں کودے' تلوار اس کو دی۔ اس وقت کہا یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ خواہ قتل کر کے اس گڑھے میں دفن کر دے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی' یا اللہ کے واسطے معاف کر دے۔ اس کی زبان سے کچھ نہ نکلا اور اسے معاف ہی کرنا پڑا۔

بزرگوں کے عرسوں کی تاریخ کا تعین کرنا:

کسی نے عرض کیا بزرگانِ دین کے اعراس کے تعین میں بھی کوئی مصلحت ہے؟ ارشاد ہوا ہاں اولیائے کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ وقت جو خاص وصال کا ہے اخذ برکات کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے پر فرمایا کہ حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے

تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا ''کھواجہ اگن لگی ہے۔'' تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا۔ (پھر فرمایا) بھاگلپور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی اس نے کہا میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ انہوں نے کہا تم بھی چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔ خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا دیکھا کہ ایک فقیر ہاتھ میں سونٹا لیے روضۂ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے:

''خواجہ پانچ روپے لوں گا اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔''

اس وہابی سے یہ نہ سنا گیا اور جل کر جیب سے پانچ روپیہ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھے اور کہا:

''لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں۔''

فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے ایک چکر لگا کر زور سے کہا:

''خواجہ تورے بلہاری جاؤں دلوائے بھی تو کیسے خبیث منکر سے۔''

(پھر فرمایا) یمن میں حضرت سیدی احمد بن علوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف کا بھی ایسا ہی واقعہ مشہور ہے۔)

علامات قیامت کی ایک گفتگو:

کسی نے عرض کی حضور قرب قیامت کی علامات احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔
ارشاد فرمایا ان کے بارے میں صحیح حدیثیں بھی آئی ہیں اور حسن وضعیف اور موضوع بھی مگر

۱- دجال کا خروج

۲- امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور

۳- حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول' آفتاب کا مغرب سے طلوع۔

یہ سب احادیث متواترہ سے ثابت ہیں۔ جس روز آفتاب مغرب سے نکلے گا وہی وقت درِ توبہ بند ہونے کا ہوگا۔ انہیں ایام میں ''دابۃ الارض'' کعبہ معظمہ کے قرب میں زمین سے نکلے گا اور گھوڑے کی طرح پھریری لے کر غائب ہو جائے گا۔ پھر دوبارہ نکلے گا اور اسی طرح پھریری لے کر غائب ہو جائے گا' تیسری مرتبہ جب نکلے گا تو دائیں ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا عصا ہوگا اور بائیں ہاتھ میں سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی انگشتری ہوگی۔ جو علم الٰہی میں مسلمان ہوگا اس کی پیشانی پر عصا سے نورانی نشان دے گا اور جو کافر ہوگا انگشتری سے کالا داغ لگا دے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے ایک دسترخوان پر چند آدمی بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے ہوں گے یہ کہے گا کہ وہ کافر ہے وہ کہے گا کہ یہ مسلمان پھر نہ کوئی کافر مسلمان ہو سکے گا اور نہ کوئی مسلمان کافر (پھر فرمایا) قیامت تین قسم کی ہے۔

۱۔ قیامت صغریٰ یہ موت ہے من مات فقد قامت قیامۃ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگی۔

۲۔ دوسری قیامت وسطیٰ وہ یہ کہ ایک قرن کے تمام لوگ فنا ہو جائیں اور دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔

۳۔ تیسرے قیامت کبریٰ وہ یہ کہ آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں۔

اپنی زندگی میں اپنے لیے ایصالِ ثواب:

کسی نے عرض کی زید اپنی زندگی میں اپنے لیے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد ہوا: ہاں کر سکتا ہے' محتاجوں کو چھپا کر دے۔ یہ جو عام رواج ہے کہ کھانا پکایا جاتا ہے اور تمام اغنیا و برادری کی دعوت ہوتی ہے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ (پھر فرمایا) چھپا کر دینا محتاجوں کو اعلیٰ و افضل ہے۔ حدیث شریف میں ہے صدقۃ السر تدفع میتۃ السوء وتطفی غضب الرب چھپا کر صدقہ دینا بری موت سے بچاتا ہے' اور رب العزت جل جلالہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (پھر فرمایا) زندگی میں اپنے واسطے صدقہ کرنا وقت موت کے صدقہ سے افضل ہے' حدیث میں ارشاد فرمایا افضل الصدقۃ ان تصدق وانت صحیح و شحیح تامل

الغنی و تخشی الفقر ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا الا وقد کان لفلان۔ (افضل صدقہ یہ ہے کہ تو دے صدقہ اس حال میں کہ تو تندرست ہو اور مال پر حریص۔ خواہشمند سے دولت کی تمنا رکھتا ہو اورمحتاجی سے ڈرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ جب دم گلے میں اٹکے اس وقت کہے ''فلاں کو اتنا' فلاں کو اتنا' کہ اب تو فلاں کے لیے ہو ہی چکا۔''

حضرت فاروق اعظم کے ایمان لانے کا واقعہ:

کسی نے عرض کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکر اسلام لائے ارشاد ہوا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ایمان لائے جب کل مرد و عورت ۳۹ مسلمان تھے۔ آپ چالیسویں مسلمان ہیں اسی واسطے آپ کا نام ''متمم الاربعین'' ہے۔ یعنی چالیس مسلمانوں کے بعد پورا کرنے والے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (اے نبی تجھ کو کافی ہے اللہ اور اس قدر لوگ جو اب تک مسلمان ہو گئے۔)

کفار نے جب سنا کہا آج ہم اور مسلمان ادھون آدھ ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وآلک وسلم حضور کو خوشخبری ہو کہ آج آسمانوں پر عمر کے اسلام لانے پر شادی رچائی گئی ہے۔ اور آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ کفار ہمیشہ سرکار کی ایذا رسانی کی فکر میں رہتے تھے۔ آیہ کریمہ نازل ہوئی واللہ یعصمک من الناس (اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہے کوئی تمہارا کچھ نہیں کرسکتا۔) اس وقت یہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے ابوجہل لعین نے اعلان کر دیا کہ جو شخص.......... اس کو اس قدر انعام دوں گا۔ ان کو جوش آیا تلوار ننگی کرلی اور قسم کھالی کہ اس کو نیام میں نہ کریں گے جب تک کہ اپنے ارادے کو معاذ اللہ پورا نہ کرلیں گے۔ معارج میں ہے کہ انہوں نے تو یہ قسم کھائی اور ادھر رب العزت جل جلالہ نے قسم یاد فرمائی کہ

یہ تلوار نیام میں نہ ہوگی تاوقتیکہ کفار کو اسی سے قتل نہ کریں۔

وہ جا رہے تھے راستہ میں عبداللہ بن نعیم صحابی ملے۔ دیکھا نہایت غصے کی حالت میں سرخ آنکھیں، ننگی تلوار لیے ہیں۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ عبداللہ بن نعیم نے کہا بنی ہاشم کے حملوں سے کیسے بچو گے۔ انہوں نے کہا شاید تو بھی مسلمان ہوگیا ہے تجھی ہی سے شروع کروں۔ عبداللہ بن نعیم نے فرمایا میری کیا فکر کرتے ہو' اپنے گھر میں تو جا کر دیکھو، تمہاری بہن بہنوئی دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان کو غیظ آیا سیدھے بہن کے مکان پر گئے۔ دروازہ بند پایا۔ اندر سے پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ ان کی بہن کو حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۂ طٰہٰ شریف سکھا رہے تھے۔ آواز اجنبی' کلام اجنبی' خیر آواز دی ان کی بہن نے صحیفہ کو کسی گوشہ میں چھپا دیا اور حضرت خباب ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے۔ دروازہ کھولا گیا۔ آتے ہی بہن سے پوچھا ''تو دین سے پھر گئی۔'' اسلام میں رافضیوں سا تقیہ کہاں؟ صاف کہہ دیا: میں نے سچا دین اسلام قبول کر لیا۔ خیر انہوں نے تلوار سے تو نہیں مارا مگر ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ خون بہنے لگا۔ جب آپ کی بہن نے دیکھا کہ چھوڑتے ہی نہیں تو کہا: اے عمر تم مار ہی ڈالو مگر دین اسلام ہم سے نہیں چھوٹے گا۔[1] جب انہوں نے خون بہتا ہوا دیکھا غصہ فرو ہوا اپنی بہن کو چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ ''میں نے ایک نئی آواز سنی تھی وہ مجھے دکھاؤ'' آپ کی بہن نے کہا: تم مشرک ہو اس کو چھو نہیں سکتے۔ انہوں نے زبردستی کر کے مانگ لیا دو تین ہی آیتیں پڑھیں فوراً ان کے منہ سے نکلا **واللہ ماھذا کلام البشر** (خدا کی قسم یہ بشر کا کلام نہیں) یہ سن کر حضرت خباب فوراً کوٹھری سے نکل آئے اور کہا ''اے عمر تمہیں خوشخبری ہو کل ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی

اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او لعمر بن الخطاب الٰہی

اسلام کو عزت دے ابوجہل یا عمر کے ذریعہ سے الحمدللہ کہ حضور کی دعا

---

[1] شاہنامہ اسلام میں حفیظ جالندھری نے حضرت کی بہن کی ثابت قدمی کا نقشہ ان اشعار میں کھینچا ہے:

بہن بولی عمر ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے — شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے

مگر ہم اپنے دین حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے — بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

تمہارے حق میں قبول ہوئی۔

انہوں نے کہا حضور کہاں تشریف فرما ہیں۔ حضرت خباب نے کہا ''دارِ ارقم'' میں انہوں نے کہا مجھے لے چلو۔ حضرت خباب در دولت پر لے کر حاضر ہوئے۔ یہاں مسلمان بخوف کفار چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ دروازہ پر آواز دی اندر سے آواز آئی ''کون'' انہوں نے کہا ''عمر'' ضعفائے مسلمین خائف ہوئے۔ دو تین آوازیں دیں مگر جواب نہ دیا گیا۔ جب انہوں نے سختی سے آواز دی۔ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

> کواڑ کھول دیا جائے اگر خیر کے لیے آیا ہے۔ فبھا اور اگر ارادۂ شر سے آیا ہے تو واللہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

دروازہ کھلا' یہ اندر گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''عمر کیا وہ وقت آیا نہیں کہ تو مسلمان ہو۔ حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے حضور کے ہاتھ سے یہ معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ میرے اوپر رکھ دیا گیا یہ عظمت نبوت تھی۔ فوراً عرض کیا **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهدان محمدا عبده و رسوله**۔ یہ دیکھتے ہی مسلمانوں نے خوش ہو کر بآواز بلند تکبیریں کہیں جن سے پہاڑ گونج اٹھے۔ انہوں نے مسلمان ہوتے ہی عرض کیا:

> یا رسول اللہ! کفار علی الاعلان اپنے معبودان باطل کی پرستش کریں اور ہم مسلمان چھپ کر اپنے سچے خدا کی عبادت کریں ہم علانیہ مسجد الحرام میں نماز پڑھیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر برآمد ہوئے۔ مسجد حرام شریف میں اذان کہی گئی دو صفیں ہوئیں ایک میں حضرت حمزہ شریک ہوئے اور دوسری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جس کافر نے دیکھا چپکا اپنے گھر میں گھس گیا۔ جب ضعفائے مسلمین نے ہجرت کی تو کفار سے چھپ چھپ کر چلے گئے۔

عزیزوں کی موت پر صبر کی تلقین:

کسی نے عرض کیا اگر بے اختیاری میں اپنے عزیز کی موت پر صبر نہ کرے تو جائز ہوگا۔ ارشاد فرمایا بے اختیاری بنا لیتے ہیں ورنہ اگر طبیعت کو روکا جائے تو یقین ہے کہ صبر ہو سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لیے جاتے تھے' راہ میں ملاحظہ فرمایا کہ ایک عورت اپنے لڑکے کی موت پر نوحہ کر رہی ہے۔ حضور نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا صبر کر۔ وہ اپنے حال میں ایسی بے خبر تھی کہ اس کو نہ معلوم ہوا کہ کون فرما رہے ہیں۔ جواب بیہودہ دیا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ حضور تشریف لے گئے بعد میں لوگوں نے اس سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ وہ گھبرائی اور فوراً دربار میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

> یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہ ہوا کہ حضور نے منع فرمایا ہے۔ میں اب صبر کرتی ہوں۔

ارشاد فرمایا الصّبر عندالصدقة الاولی صبر پہلی ہی بار کرتی تو ثواب ملتا پھر تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی صبر کرے تو ہو سکتا ہے۔ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نفس' بچہ کی مثل ہے۔ اگر اس کو دودھ پلاتے جاؤ جوان ہو جائے گا' پیتا رہے گا اور اگر چھڑا دو تو چھوڑ دے گا۔ میں نے خود دیکھا گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی ماں اس کی ضعیفہ تھی۔ اس کا دودھ اس وقت تک نہ چھڑایا تھا۔ ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی اور سینہ پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔

نفس اور روح میں فرق:

کسی نے عرض کیا حضور نفس اور روح میں فرق اعتباری معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں: نفس' روح' قلب۔ روح' بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور قلب اور نفس اس کے دو وزیر ہیں۔ نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب اس میں حق کے دیکھنے سمجھنے غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی' مگر

ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔ اور پھر معاذ اللہ اندھا کر دیا جاتا ہے' اب وہ نہ حق سن سکتا ہے' اور نہ دیکھ سکتا ہے بالکل چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ (پھر فرمایا) قلب حقیقۃً اس مضغہ' گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ' غیبیہ ہے جس کا مرکز مضغہ' گوشت ہے' سینے کی بائیں جانب۔ اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے اسی واسطے شافعیہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ نفس سے جو وساوس اٹھیں وہ قلب تک نہ پہنچنے پائیں' اور حنفیہ زیر ناف باندھتے ہیں ''کہ سر چشمہ باید گرفتن بہ میل۔ چو پر شد نشاید گرفتن بہ پیل'' یعنی ''گربہ کشتن روز اول باید'' اسی واسطے یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر ہاتھ سختی سے باندھے جائیں تو وساوس نہ پیدا ہوں۔

لوگوں کو مصیبت میں دیکھ کر ایک خصوصی دعا:

کسی نے عرض کیا کسی شخص کو ایسے بلا میں مبتلا دیکھے جو بظاہر انسان کی طرف سے پہنچتی ہے' اس وقت بھی یہ دعا پڑھ سکتا ہے:

الحمدلله الذی عافانی مما ابتلاک به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاً

ارشاد فرمایا ہر بلا میں مبتلا کو دیکھ کر پڑھ سکتا ہے' خواہ وہ بلا انسانی ہو یا آسمانی (پھر فرمایا)۔ میں تو کافر کا مردہ بھی دیکھ کر پڑھتا ہوں کہ جس بلا میں وہ مبتلا ہوا یعنی موت علی الکفر' اس سے ہم کو نجات دی کہ اس پر شکر کرنا چاہیے۔ (پھر فرمایا) حدیث میں ہے کافر کی لاش کے آگے شیطان آگ کے شعلے اڑاتا ہوا شور مچاتا ناچتا ہوا چلتا ہے کہ آدمی کفر پر مرا (پھر فرمایا)...... کہ جنازہ کے ساتھ شیطان کو تھوڑی دیر ناچنا پڑتا ہے وہ دوڑتے ہوئے لے جاتے ہیں اور...... کے جنازہ کے ساتھ بہت دیر تک اسے ناچنا پڑتا ہے کہ وہ باجہ بجاتے جگہ جگہ ٹھہراتے بہت آہستہ لے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر! ہمارے اسلام میں ہر بات میں توسط کو اختیار فرمایا یہاں یہی حکم ہے کہ میت کو نہ بہت آہستہ لے جاؤ نہ دوڑتے ہوئے۔

وسط کے مختلف معانی بیان فرمائے:

کسی نے عرض کیا حضور وسط کے معنی افضل کے بھی آتے ہیں جیسے جعلنا کم امۃ وسطا۔ ارشاد ہوا فرمایا ہاں وسط کے لیے افضلیت لازم ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں ''ہم نے

تم کو بہترین امت بنایا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

انتم تتمون سبعین امة من قبلکم وانتم آخرھم (تم سے پہلے ۶۹ امتیں گزریں اور تم سب سے پچھلے ہو۔)

شب معراج رب العزت جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

اغم علیک ان جعلتک آخر الانبیاء (کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا۔)

عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تمہاری امت کو اس بات کا غم ہوا کہ میں نے انہیں سب سے پچھلی امت کیا۔ عرض کی نہیں نہیں! اے رب میرے۔ ارشاد فرمایا:

میں نے انہیں اس لیے سب سے پچھلی کیا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انہیں کسی کے سامنے رسوا نہ کروں۔

(پھر فرمایا) ایک آنکھ کے لیے کروڑوں آنکھوں کا اعزاز کیا جاتا ہے۔ روز قیامت تمام امتوں کو منادی پکارے گا۔ جب اس امت کی باری آئے گی ندا کرے گا:

''کہاں ہیں امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''

اور دامن رحمت وسیع کیا جائے گا۔ اس میں سب کو لے لیا جائے گا' کسی کو ان کے حساب کا پتا بھی نہ چلے گا۔ ایک حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی اے رب میرے میری امت کا حساب مجھے دے دے۔ ارشاد فرمایا: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! تیری امت میرے بندے ہیں۔ میں خود حساب لوں گا اور خود ہی بخش دوں گا۔

روز قیامت دامن رحمت میں تمام امت کو جمع فرمایا جائے گا اور ارشاد فرمایا جائے گا:

''میں نے اپنے حقوق معاف کیے تم آپس میں ایک دوسرے کے حقوق معاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ۔''

یہ سب صدقہ ہے سرکار کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پھر فرمایا) بندگی ہونا چاہیے مرتے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے پھر تو سب آسان ہے۔ یہی

پہلی ہی منزل ہے جو تمام منزلوں سے سخت تر ہے۔ اللہ آسان فرمائے حسبنا الله و نعم الوکیل علیه توکلنا (پھر فرمایا) قیامت کے دن باوجود ان رحمتوں اور مہربانیوں کے ہم میں بعض وہ لوگ ہوں گے جو اس وقت بھی بخل کریں گے۔ حدیث میں ہے ایک شخص کو جنت کا حکم ہوگا وہ جانا چاہے گا کہ اس کا حقدار کھڑا ہوگا عرض کرے گا کہ اے رب میرا حق میرے اس بھائی سے دلایا جائے۔ حکم ہوگا، کہ اس کی نیکیاں اسے دے کر اس کا حق پورا کرو، نیکیاں ختم ہو جائیں گی مگر اس کا حق باقی رہے گا۔ (فرمایا) کہ تین پیسے جو کسی کے اپنے اوپر آتے ہوں گے ان کے بدلے ۷۰۰ باجماعت نمازیں لی جائیں گی۔ حق دار پھر کھڑا ہوگا۔ عرض کرے گا اے رب میرا حق میرے اس بھائی سے دلوا۔ حکم ہوگا اس کی بدیاں اس پر رکھ کر حق پورا کرو اس کی بدیاں بھی ختم ہو جائیں گی اور ابھی حق باقی ہے۔ پھر وہ کھڑا ہوگا اور عرض کرے گا اے رب میرا حق میرے اس بھائی سے دلوا۔ ارشاد ہوگا اس کی تمام نیکیاں تجھے مل گئیں تیری تمام برائیاں اس پر رکھ دی گئیں فالله خیر حفظا وهو ارحم الراحمین اب اس کے پاس کیا ہے جو لے گا عرض کرے گا اے رب میرا حق ابھی باقی ہے وہ اس سے دلوا۔ تب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جنت سے ایک مکان خوب آراستہ کرکے عرصات میں لایا جائے گا سب لوگ اس کو نہایت شوق سے دیکھنے لگیں گے۔ رب العزت جل جلالہ ارشاد فرمائے گا میں اس مکان کو بیچتا ہوں کوئی ہے جو اس کو خریدے۔ حق دار عرض کرے گا اے رب میرے اس کی قیمت کس کے پاس ہوگی۔ ارشاد فرمائے گا ولیکن تیرے پاس اس کی قیمت ہے۔ عرض کرے گا اے میرے رب وہ کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمائے گا اپنے بھائی کا حق معاف کرکے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں چلا جا۔ (پھر فرمایا) خدا نے وعدہ فرمالیا ہے کہ حق العبد میں معاف نہ کروں گا۔ ورنہ بندے کا بھی وہی مالک بندے کے حقوق کا بھی وہی مالک ہے۔ وہ چاہے تو تمام بندوں کے تمام حقوق معاف کردے۔ چونکہ اس نے وعدہ فرمالیا ہے اس طور پر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں سے حقوق العباد معاف کرائے گا۔

خلافت راشدہ کب تک قائم رہی:

کسی نے عرض کیا خلافت راشدہ کس کس کی خلافت تھی۔ ارشاد ہوا ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی' مولیٰ علی' امام حسن' امیر معاویہ' عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ تھی اور اب سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ ہوگی۔

گراموفون سے قرآن پاک کا سننا کیسا ہے؟

کسی نے عرض کیا گراموفون کا کیا حکم ہے۔ ارشاد ہوا بعض باتوں میں اصل کا حکم ہے بعض میں نہیں۔ گراموفون میں اگر قرآن عظیم ہو اس کا سننا فرض نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ آیت سجدہ اگر اس میں سے سنے۔ سجدہ واجب نہیں' حالانکہ استماع قرآن فرض ہے۔ اور آیت سجدہ پر سجدہ واجب اور گانے میں اصل کا حکم ہے۔ اگر اصل جائز یہ بھی جائز' اگر اصل حرام یہ بھی حرام۔ مثلاً عورت و مرد کی آواز نہ ہو مزامیر کی آواز نہ ہو' اشعار خلاف شرع نہ ہوں تو جائز ہے۔ ورنہ نہیں اور قرآن عظیم کا سننا تو جد ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے' کہ وہ موضوع ہی اس لیے ہے اگر چہ کوئی نیت لہو نہ کرے مگر اصل وضع کی تبدیلی کوئی نہیں کرسکتا۔ پھر جو مسالا اس میں بھرا ہوتا ہے اس میں اکثر اسپرٹ کا میل ہوتا ہے اور اسپرٹ شراب ہے اور شراب نجس ہے تو اس میں قرآن شریف کا بھرنا ہی حرام ہوا۔

ایام بیض کی فضیلت اور روزہ کا ثواب:

کسی نے عرض کیا ایام بیض میں روزہ رکھنے سے مہینہ بھر کا ثواب ملتا ہے۔ ارشاد ہوا۔ ہاں! پہلی دوسری تیسری یا تیرہ چودہ پندرہ یا ستائیس اٹھائیس انتیس ان میں سے جس میں روزہ رکھے سب کا ثواب برابر ہے۔ پہلی دوسری تیسری لیالی ہلال اور تیرہ چودہ پندرہ لیالی بیض (سفید راتیں)۔ اور ستائیس اٹھائیس انتیس لیالی سود (سیاہ راتیں)۔

توریت میں حضور کا نام چومنے پر ایک یہودی کی مغفرت:

کسی نے عرض کیا ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص دو سو برس تک فسق و فجور میں مبتلا رہا' اور بعد انتقال اس کی مغفرت فرما دی گئی۔ اس وجہ سے کہ اس

نے توریت شریف میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھ کر چوم لیا تھا۔ ارشاد فرمایا ہاں صحیح ہے' ان کا نام مسطح تھا۔ پھر فرمایا: اس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اس کی رحمت چاہے تو کروڑوں برس کے گناہ دھو دے' غلامی ہونا چاہیے سرکار کی۔ ایک نیکی سے معاف فرما دے بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے' اور اگر عدل فرمائے تو کروڑوں برس کی نیکیاں ایک گناہ صغیرہ کے عوض رد فرما دے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ نے عرض کی ولا انت یا رسول اللہ (آپ بھی نہیں یا رسول اللہ) ارشاد فرمایا: ولا انا الا ان یتغمدنی رحمۃ (اور میں بھی نہیں جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے۔) گناہ نہ سہی مگر استحقاق کس بات کا ہے۔ دنیا ہی کا قاعدہ دیکھئے اگر اجیر ہے مزدوری کرے گا' اجرت پائے گا۔ اور اگر عبد ہے' مملوک ہے' کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا۔ ہم سب تو اس کی مخلوق و مملوک ہیں۔ اس کی رحمت ہی رحمت ہے۔ آپ ہی بندوں کو توفیق دی' آپ ہی ان کو اسباب دیئے' آپ ہی آسان فرمایا۔ اور فرماتا ہے بدلہ ہے ان کے نیک عملوں کا نعم العبد کیا۔ اچھا بندہ ہے ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کتنے عرصہ تک بلا میں مبتلا رہے' اور صبر بھی کیا جمیل فرمایا۔ جب اس سے نجات ملی۔ عرض کیا: الٰہی ''میں نے کیا صبر کیا'' ارشاد ہوا ''اور توفیق کس گھر سے لایا'' ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے سر پر خاک اڑائی۔ عرض کیا ''بیشک اگر تو توفیق نہ عطا فرماتا تو میں صبر کہاں سے کرتا۔''

خانوادۂ سالاریہ کا تعارف:

کسی نے عرض کیا ''خاندان سالاریہ'' بھی کوئی خاندان بیعت ہے۔ ارشاد فرمایا: نہیں حضرت سیدی سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد تھے' شہید ہوئے ہیں۔ تو کیا ہر شہید سے بیعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ (پھر بتذکرۂ حضرت سیدی احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا) کہ آپ اجلۂ اکابر اولیاء سے ہیں۔ حضرت کے ایک مرید بارگاہ غوثیت میں حاضر تھے۔ عرض کی: ''مجھے اپنے شیخ کی زیارت کا شوق ہے'' حضور نے ایک شیشہ سامنے رکھ دیا اس میں شیخ کی شکل نظر آئی کہ دانتوں میں انگلی دبائے فرما رہے ہیں جو سمندر کے پاس

موجود ہو چھوٹی نہر کون چاہے گا؟

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں سیدنا غوث اعظم کی عظمت:

کسی نے عرض کیا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفضیل بھی لکھی ہے۔ ارشاد ہوا **تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون** ۔پھر فرمایا مکتوبات کی جلد اول و دوم میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی' تیسری جلد میں فرماتے ہیں جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں **نور القمر مستفاد من نور الشمس** اسی میں لکھا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا ہے صحو سے کہا ہے نہیں بلکہ زیادہ سکر ہے۔ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے سند لائے تو وہ جانے۔ ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا' خدا کے فرمانے سے کہا۔

شیخ کے زبانی دعوے' سکر اور صحو میں آتے ہیں:

تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوی کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے۔ اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں۔ یا ناواقفی یا سکر۔ سکر تو یہی ہے اور ناواقفی یہ کہ مثلاً حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک بزرگ سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی نے ایک روز برسر منبر فرمایا: **انا بین الاولیاء کالکم کی۔ اطول عنقاً** (میں اولیاء میں ایسا ہوں جیسے کلنگ سب میں اونچی گردن والا) وہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید حضرت سیدی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہیں ناگوار ہوا کہ حضور سے اپنے آپ کو تفضیل دی' گدڑی پھینک کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا: میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ان کو سر سے پیر تک دیکھا پھر پیر سے سر تک دیکھا' پھر سر سے پیر تک دیکھا' غرض اسی طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت سے سبب پوچھا فرمایا میں نے دیکھا اس کے جسم کا کوئی رونگٹا رحمت الٰہی سے خالی نہیں' اور ان سے فرمایا گدڑی پہن لو۔ انہوں نے کہا فقیر جس کپڑے کو اتار کر پھینک دیتا ہے دوبارہ نہیں

پہنتا۔ بارہ روز کے راستہ پر ان کا مکان تھا' اپنی زوجۂ مقدسہ کو آواز دی' فاطمہ میرے کپڑے دو' انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر کپڑے لیے اور پہن لیے۔ حضرت سیدی عبدالرحمٰن نے دریافت کیا کس کے مرید ہو؟ فرمایا ''میں غلام ہوں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا''۔ انہوں نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ حضور سے جا کر عرض کرو' بارہ برس سے قرب الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں آپ کو نہ وہاں جاتے دیکھا نہ آتے۔ ادھر سے آپ کے دو مرید پیغام لے کر چلے ہیں کہ ادھر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو مریدوں سے ارشاد فرمایا:

> طفسونج جاؤ۔ راستے میں شیخ عبدالرحمٰن کے دو آدمی ملیں گے ان کو واپس لے جاؤ اور شیخ عبدالرحمٰن کو جواب دو کہ وہ جو صحن میں ہے اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہے جو دالان میں ہے' اور جو دالان میں ہے اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے' جو کوٹھری میں ہے اور جو کوٹھری میں ہے کیونکر دیکھ سکتا ہے جو نہاں خانۂ خاص میں ہے۔ میں نہاں خانۂ خاص میں ہوں اور علامت یہ ہے کہ فلاں شب بارہ ہزار اولیاء کو خلعت عطا ہوئے تھے۔ یاد کرو کہ تم کو جو خلعت ملا تھا وہ سبز تھا اور اس پر سونے سے قل ھو اللہ شریف لکھی تھی۔

یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن نے سر جھکالیا اور فرمایا: **صدق الشیخ عبدالقادر وھو سلطان الوقت۔**

الٰہیات و نبوت کو میزان عقل پر تولنے والے دھوکا کھا جاتے ہیں:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ الٰہیات و نبوت کو جو میزان عقل سے تولنا چاہے گا' لغزش کرے گا۔ عقاید سمعیہ کے بارہ میں ان نصوص شرعیہ کے ہاتھ میں ایسا ہو جائے جیسے غسال کے ہاتھ میں میت بس۔ آمنا بہ کلّ مِن عندربنا یہ راستہ سیدھا ہے اور یہ عطا ہوتا ہے سلیم الطبع' صحیح العقیدہ عوام کو' اور خاص کر ان کی عورتوں کو' اور خاص کر ان کی بوڑھیوں کو۔ ان سے کتنا ہی کچھ کہو ہرگز نہ مانیں گی' جو سن چکی ہیں اسی پر عقیدہ رکھیں گی۔ اسی واسطے ارشاد ہوا علیکم بدین العجائز (بوڑھیوں کا دین اختیار کرو۔)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کا ایک شاگرد آیا' وہاں ایک جاہل اَن پڑھ بیٹھا تھا۔ اس سے کہا ''تمہارا کیا مذہب ہے''؟ کہا ''سنی'' پوچھا: ''اپنے دل میں اس مذہب کی طرف سے کوئی خدشہ پاتے ہو'' کہا ''حاشااللہ جیسا مجھے دوپہر کے آفتاب پر یقین ہے' ایسا ہی مجھے اپنے مذہب پر ہے''۔ امام رازی کا شاگرد یہ سن کر اتنا رویا کہ کپڑے بھیگ گئے اور کہا میں اس وقت نہیں جانتا کہ کون سا مذہب حق ہے۔

اعلیٰحضرت صحت کی وجہ سے گائے کا گوشت نہیں کھاتے تھے:

ملفوظات حصہ چہارم میں ہے ایک مرتبہ بعد عصر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: آج چوتھا روز ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیّن معجزہ ظاہر ہوا۔ گائے کا گوشت کھانے سے مجھے معاً ضرر ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا اور ساتھ ایک رقعے میں لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں۔ شوربے میں مرچ زیادہ تھی اور میں مرچ کا عادی نہیں۔ میں نے ایک بوٹی صاف کرکے کھائی بہت اچھا پکا تھا۔ میں نے ایک بوٹی اور مانگی اس وقت معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے۔ دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ سید محمود علی صاحب کا خدا بھلا کرے زمزم شریف بہت سا انہوں نے بھیج دیا ہے میں نے جس وقت اختلال ہوا فوراً زمزم شریف پیا۔ صبح تک برابر پیتا رہا۔ کچھ بھی نہ ہوا۔

آب زمزم کی برکات:

(پھر فرمایا) زمزم شریف میں یہ معجزہ ہے کہ دو مہینے کا زمزم شریف تھا' اس سے یہ نفع ہوا حالانکہ باسی پانی سے فوراً مجھے نقصان ہوتا ہے۔ پہلی بار حرمین محترمین کی حاضری میں میری عمر بائیس برس کی تھی۔ میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی صرف گوشت پر اکتفا کرتا اور گوشت بھی دنبے کا جو سنا چرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ روز کے بعد پیٹ میں خلش معلوم ہوئی۔ حرم شریف میں جا کر قدح بھر زمزم شریف پیا۔ فوراً خلش جاتی رہی۔

(پھر فرمایا) کھانے پینے کی چیزوں میں مجھے زمزم شریف سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں۔ یہاں کیا ذریعہ وہاں صبح دوپہر شام ہر وقت پیتا رہتا تھا۔ صبح آنکھ کھلی تو پہلا کام یہ کہ زمزم شریف پیتا پانچوں نمازوں کے بعد پہلا کام یہی ہوتا تھا۔

(پھر فرمایا) زمزم شریف کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ ہر وقت مزہ بدلتا رہتا ہے' کسی وقت کچھ کھارا پن' کسی وقت نہایت شیریں' اور رات کے دو بجے اگر پیا جائے تو تازہ دوہا ہوا گائے کا خالص دودھ معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) زمزم شریف جس کے پاس کافی مقدار سے ہو اسے نہ کسی غذا کی ضرورت نہ دوا کی۔ حدیث شریف میں فرمایا: زمزم کھانے کی جگہ کھانا ہے اور دوا کی جگہ دوا۔ جب ضعف اسلام تھا صحابہؑ کرام کی تعداد چالیس تک نہ پہنچی تھی۔ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زمانہ میں مکہؑ معظمہ آئے۔ وہاں نہ کسی سے شناسائی نہ کسی سے ملاقات۔ ایک مہینہ کامل وہی زمزم شریف پیتے رہے۔ حالت یہ ہوئی کہ پیٹ کی پلٹین الٹ پڑی تھیں اس قدر توانائی آ گئی تھی۔ (پھر فرمایا) یہ جانچ ہے منافق اور مومن کی' منافق کبھی پیٹ بھر کر نہیں پی سکتا اور میں تو بحمدللہ تعالیٰ اس قدر دودھ بھی نہیں پی سکتا ہوں جس قدر زمزم شریف پی لیتا تھا۔ ایک بار یہ برتن جس میں دو سیر پانی آتا تھا کبھی نصف اور کبھی نصف سے زیادہ پی لیتا تھا باقی جو بچتا منہ اور سر پر ڈال لیتا۔

کسی نے عرض کیا زمزم شریف بھی تین سانسوں میں پینا چاہیے۔ ارشاد ہوا: ہاں ہر چیز کا یہی حکم ہے حدیث شریف میں ارشاد ہوا:

مصّوہ مصاولاً تعبولا عباًفان منه الکباد (چوس چوس کر پیؤ غٹ غٹ کرکے بڑے بڑے گھونٹ نہ لگاؤ۔)

کھڑے ہو کر پانی پینے کے مقامات:

کسی نے عرض کیا حضور کن پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا چاہیے؟ ارشاد ہوا: زمزم اور وضو کا پانی شرع میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔ اور لوگوں نے دو اور اپنی طرف سے لگا لیے ہیں ایک سبیل کا پانی اور دوسرا جھوٹا پانی' اور دونوں جھوٹے' سبیل کا تو یوں لگایا کہ اکثر وہاں پر کیچڑ ہوتی ہے' بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ (پھر فرمایا) دوسری بار کی حاضری میں مجھے جیٹھ کا مہینہ پورا مدینہؑ طیبہ میں گزرا۔ دن میں تو کچھ خفیف سی گرمی ہوتی تھی۔ رات کو نماز عشاء پڑھ کر سوئے تو سوائے موذن کی آواز کے اور کوئی جگانے والا نہیں۔ نہ گرمی نہ پسو نہ کھٹل نہ مچھر۔ حدیث میں ارشاد ہوا لیل تهامة لا حرّ ولا برد ولا خوف ولا سامة (مدینہ کی رات

میں نہ گرمی ہے نہ سردی نہ خوف نہ ملال۔) منیٰ میں تین دن کے دوران کروڑوں جانور ذبح ہوتے ہیں، نہ مکھی نظر آتی ہے نہ کوا نہ چیل۔ اگر کوئی کہے مکھی وہاں ہوتی ہی نہیں تو مکۂ معظمہ میں شب کے وقت دیکھا گیا کہ اگر سوتے میں ہاتھ اٹھ گیا تو مکھیوں کا ڈنگارا اڑ گیا۔

قرضدار کے لیے ایک مجرب وظیفہ:

کسی نے عرض کیا آج کل بہت پریشان ہوں قرضدار بہت ہو گیا ہوں۔ ارشاد ہوا: **اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغتنی بفضلک عمن سواک** ہر نماز کے بعد ۱۱-۱۱ بار، اور صبح و شام سو سو بار روزانہ اوّل و آخر درود شریف۔ اسی دعاء کی نسبت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اگر تجھ پر مثل پہاڑ کے بھی قرض ہوگا تو اللہ اسے ادا کردے گا۔

تمام کتابوں، رسولوں، اور فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے:

کسی نے عرض کیا کتنے فرشتوں پر ایمان لانا چاہیے۔ ارشاد ہوا جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرماتا ہے **کلّ آمن باللہ وملئکتہ** کوئی تعداد مقرر نہیں فرمائی، تمام فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس طرح **وکتبہ** فرمایا گیا تمام کتب پر ایمان ضروری ہے۔ کتابوں میں چار کے نام معلوم ہیں اور ان کے سوا اور صحف نازل ہوئے۔ یہی کہنا چاہیے کہ ہم تمام کتابوں پر ایمان لائے اسی طرح فرمایا **ورسلہ** یہاں بھی تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح جتنے ملائکہ ہیں سب پر ایمان لازم ہے۔ (ایک موقع پر فرمایا) حدیث شریف میں ہے آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں ہے۔ جہاں فرشتوں نے سجدے میں پیشانی نہ رکھی ہو۔ فرمائیے کس قدر فرشتے ہیں **وما یعلم جنود ربک الاھو** اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (اسی سلسلہ میں فرمایا) جب فرمایا گیا **علیھا تسعۃ عشر** (دوزخ پر انیس فرشتے موکل ہیں)، اس پر کفار نے استہزا کیا۔ رب عزوجل نے فرمایا:

یہ اس واسطے تعداد فرمائی گئی ہے تاکہ یقین کریں وہ لوگ جنہیں کتاب ملی اور زیادہ ہو ایمان والوں کا ایمان اور شکر کریں اہل کتاب اور مومنین۔

ابوجہل کی ایک بیہودہ گفتگو:

(پھر فرمایا) ابوجہل لعین نے کہا تھا دوزخ میں صرف انیس فرشتے ہیں، دس سے میں نبٹ لوں گا نو سے تم نبٹ لینا۔ ایک اور خبیث نے کہا نو کو تو میں اپنے ہاتھوں پر اٹھا لوں گا اور آٹھ کو اپنی پیٹھ پر لاد لوں گا، دو رہ گئے ان سے تم نبٹ لینا۔

مسمریزم کی کیا حقیقت ہے:

کسی نے عرض کیا مسمریزم کی حقیقت کیا ہے فرمایا اصل اس کی تصحیح تصور ہے، روح کی قوتوں کو ظاہر کرنا۔ روح کی بہت قوتیں ہیں۔ سنابل شریف میں ہے تین صاحب جا رہے تھے دور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے۔ ایک فاحشہ ناچ رہی ہے، شمع روشن ہیں یہ صاحب تیراندازی میں بڑے مشاق تھے آپس میں کہنے لگے اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہیے۔ کیا تدبیر کی جائے۔ ایک نے کہا راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے۔ دوسرے کا مشورہ ہوا اس ناچنے والی کو قتل کر دو۔ تیسرے صاحب نے کہا اسے بھی قتل نہ کرو کہ وہ خودنہیں آئی، راجہ کے حکم سے آئی ہے۔ اپنی غرض تو مجلس کو درہم برہم کرنا ہے اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انہوں نے تاک کر شمع کی لو پر تیر مارا۔ شمع گل ہوئی۔ اب نہ وہ راجہ رہا۔ نہ فاحشہ، نہ مجمع۔ نہایت تعجب ہوا بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی دیکھا کہ ایک اُلو مرا پڑا ہے اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی الو کی روح کر رہی تھی۔ اور یہی مسمریزم کے اثرات ہوتے ہیں۔

نمرود کے دروازے کا درخت اور اس کے دربار کا حوض:

(پھر فرمایا) نمرود کے دروازے پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا۔ جب ایک شخص اس کے نیچے آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا، دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا۔ غرض ایک لاکھ آدمی اس کے سایے میں رہ سکتے۔ اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا سب دھوپ میں۔

اسی نمرود کا ایک حوض تھا' صبح کو لوگ آتے تو کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا' کوئی شربت' کوئی شہد جس کو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور سب چیزیں خلط ملط ہو جاتیں۔ اب جس کو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا جو شے جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے جام میں آجاتی۔ یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدراج تھا۔

کشف و کرامت نہیں' استقامت علی الشریعۃ:

اولیاء کرام فرماتے ہیں۔ کشف و کرامت نہ دیکھ استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔ حضرت شیخ بہاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں' آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں' حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں۔ فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

تصوف کے چار معروف سلسلوں کے علاوہ دیگر سلاسل:

کسی نے عرض کیا ان چاروں سلسلوں کے علاوہ بھی کوئی اور خاندان ہے جو ان چاروں سے کسی کی شاخ نہ ہو۔ ارشاد ہوا: ہاں تھے اب تو بہت سے منقطع ہو گئے ہیں۔

ایک سلسلہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

ایک عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے'

ایک عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے'

ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور

ایک ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سلسلہ علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ کے حواریہ تھا۔ اس کے امام اور بانی حضرت سیدی ابوبکر حوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ کے مرید حضرت ابومحمد شبنکی اور آپ کے مرید حضرت تاج العارفین ابو الوفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

(پھر فرمایا) اللہ تعالیٰ کو ہدایت فرماتے دیر نہیں لگتی یہ حضرت ابوبکر حواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدائی عمر میں رہزن تھے۔ قافلے کے قافلے تنہا لوٹا کرتے تھے۔ ایک بار ایک قافلہ

اترا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ ایک خیمہ کی طرف گئے اس خیمے میں ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی شام قریب ہے اور اس جنگل میں ابوبکر حواری کا دخل ہے ایسا نہ ہو وہ آجائیں۔ بس یہ کہنا ان کا ہادی ہوگیا۔ خود فرمایا:

ابوبکر تری حالت یہ ہوگئی ہے کہ خیموں میں عورتیں تک تجھ سے خوف کرتی ہیں اور تو خدا سے نہیں ڈرتا۔

اسی وقت تائب ہوئے اور گھر لوٹ کر آئے۔ شب کو سوئے' خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے عرض کی بیعت لیجئے۔ فرمایا تجھ سے تیرا ہم نام بیعت لے گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت لی اور اپنی کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھی۔ آنکھ کھلی تو کلاہ اقدس موجود تھی یہ سلسلہ حواریہ آپ سے شروع ہوا۔

عرب کے ساتھ محبت رکھنا:

کسی نے عرض کیا عرب کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم حدیث میں ہے ارشاد ہوا ہاں حدیث میں ہے من أحبّ العرب فقد أحبّني ومن أبغضَ العرب فقد أبغضني۔ دوسری حدیث میں ہے: أحبوا العرب لثلاث لانی عربی و القران عربی و لسان اهل الجنة عربية۔

کھانا کھاتے ہوئے بولنا:

کسی نے عرض کیا کھانا کھانے کے وقت بولنا کیسا ہے ارشاد فرمایا کھانا کھاتے وقت التزام کرلینا نہ بولنے کا یہ عادت مجوس کی ہے اور مکروہ ہے اور لغو باتیں کرنا ہر وقت مکروہ اور ذکر خیر کرنا یہ جائز ہے۔

اولیاء اللہ مردوں کو زندہ کرتے تھے:

کسی نے عرض کیا کہ اولیاء سے احیاء موتیٰ کا ثبوت ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف لیے جاتے تھے۔ راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔ لوگوں کا مجمع تھا آپ تشریف لے گئے۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا گیا: ہاتھی مر گیا ہے۔ فرمایا: اس کی سونڈ ویسے ہی ہے' آنکھیں بھی ویسی ہی ہیں' ہاتھ بھی ویسے ہی ہے پیر بھی ویسے

ہی ہیں۔ غرض سب چیزوں کو فرمایا کہ ویسے ہی ہیں پھر مر کیسے گیا۔ یہ فرمانا تھا فوراً زندہ ہو گیا' جب سے آپ کا لقب زندہ پیل ہو گیا۔

باخدا داریم کار و با خلائق کار نیست

کسی نے عرض کیا اہلسنّت کے نزدیک اس کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد ہوا: مسلمان کا کام مثلاً اگر عالم دین سے ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ زید بن عمرو ہے' بلکہ اس لیے ہے کہ وہ عالم دین ہے۔ تو یہ کام اس سے نہیں اللہ سے ہے۔ اسی طرح صلحاء سے لے کر اولیاء' انبیاء اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک جو کچھ کسی سے کام ہوگا حقیقۃً اللہ ہی سے ہوگا۔ وہابیہ اگر اس مطلب کو لیتے تو مدد مانگنے اور پکارنے اور ان کے سوا اور مسائل میں مسلمانوں کو کافر مشرک نہ کہتے۔ اور جب یہ مطلب نہیں تو جو اس سے ظاہر اس میں انبیاء اولیاء سب داخل اور ان سے کام نہ رکھنا یقیناً کفر ہے۔

فقراء کے ترتیب وار درجات:

کسی نے عرض کیا درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟ ارشاد ہوا (۱) صلحا (۲) سالکین (۳) و تائبین (۴) واصلین اب واصلوں کے مراتب ہیں (۱) نجبا (۲) نقبا (۳) ابدال (۴) بدلا (۵) اوتاد (۶) امامین (۷) غوث (۸) صدیق (۹) نبی۔

ہندوؤں کا تہوار ''رام لیلا'' دیکھنا شیطان کی اتباع ہے:

کس نے عرض کیا: ہندوؤں کے رام لیلا دیکھنے جانا کیسا ہے؟ ارشاد ہوا:

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوّ مبین o

(مسلمان ہوئے تو پورے مسلمان ہو جاؤ شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدعا کی کہ اجازت ہو تو نماز میں کچھ آیتیں توریت شریف کی بھی ہم لوگ پڑھ لیا کریں۔ اس پر آیۂ کریمہ ارشاد فرمائی۔

توریت پڑھنے کے واسطے تو یہ حکم ہوا رام لیلا کے لیے کیا کچھ حکم نہ ہوگا۔

اسلام کبھی مغلوب نہیں ہوگا:

کسی نے کہا حضور مسلمانوں کا غلبہ اسلام کا غلبہ اور ان کی مغلوبیت سے اسلام کی مغلوبیت ہے حالانکہ **الاسلام یعلو ولا یعلیٰ** تو چاہیے کہ مسلمان کبھی مغلوب نہ ہوں۔ ارشاد ہوا: اسلام کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ مسلمان ہو جائیں مسلمانوں کے مغلوب ہونے سے اسلام کی مغلوبیت نہیں۔ اسلام جب مغلوب ہوگا کہ کفار کی حجت مسلمانوں کی حجت پر غالب آ جاتی۔ **حجتھم داحضۃ** ان کی حجت مغلوب ہے۔

(پھر فرمایا) حدیث میں ہے اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو ایک گھونٹ اس میں سے کافر کو نہ دیتا۔

ذلیل ہے' ذلیلوں کو دی گئی۔ جب سے اسے بنایا گیا ہے کبھی اس کی طرف نظر نہ فرمائی۔ دنیا کی روحانیت آسمان و زمین کے جڑ یہاں جو میں معلق ہے' فریاد آہ و زاری کرتی ہے اور کہتی ہے: اے میرے رب تو مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ مدتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے: ''چپ خبیثہ''۔ سورۂ زخرف شریف میں تو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اندھے کہیں گے یہ کفر ہی حق ہے ورنہ ہم کافروں کے واسطے ان کی گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت سونے کے۔

> **ولو لا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتھم سقفا من فضۃ و معارج علیھا یظھرون و لبیوتھم ابوابا وسررا علیھا یتکؤن o وزخرفا وان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیا والاخرۃ عند ربک للمتقین o**

صرف اس بات پر کہ کفار کو دنیا بہت دی ہے اور ہم کو تھوڑی' اس پر تو آپ جیسے عالم یہ کہہ رہے ہیں اگر سب دنیا انہیں دے دی جاتی اور ہم کو بالکل نہ ملتی تو نہ معلوم کیا حال ہوتا۔

(پھر فرمایا) سونا چاندی خدا کے دشمن ہیں وہ لوگ جو دنیا میں سونے چاندی سے محبت رکھتے ہیں' قیامت کے دن پکارے جائیں گے: ''کہاں ہیں وہ لوگ جو خدا کے دشمن

سے محبت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو اپنے محبوب سے ایسا دور فرماتا ہے جیسے بلاتشبیہ بیمار بچے کو اس کی مضر چیزوں سے ماں دور رکھتی ہے۔ ویدع الانسان بالشر دعاہ بالخیر وکان الانسان عجولاo آدمی اپنے منہ برائی مانگتا ہے جس طرح کہ اپنے لیے بھلائی مانگتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ اس میں کتنا ضرر ہے۔ دعا مانگتا ہے اور وہ نہیں دیتا۔

(پھر فرمایا) ارشاد ہوتا ہے لایغرّنک تقلّب الذین کفروا فی البلادo متاع قلیل ثم ماوھم جھنم وبئس المھادo (تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے کافروں کا کہے گئے شہروں میں پھرنا' یہ تھوڑی پونجی ہے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے۔)

کشتی لڑنے کے متعلق ایک سوال کا جواب:

کسی نے عرض کیا حضور کشتی لڑنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا کشتی جس طور پر آج کل لڑی جاتی ہے' محمود نہیں۔ اس میں تن پروری ہوتی ہے' مجمع عام ہوتا ہے' اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے تو حرام ہے۔ ہاں اگر خاص مجمع میں اپنے ہی لوگ ہیں' بند مکان میں نماز کے پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔ بہاء الحق والدین خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخارا میں امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھا کہ مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے۔ حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند' عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہ کیا۔ حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی۔ دل میں یہ خطرہ آتے ہی آپ پر غنودگی آ گئی دیکھا کہ معرکہ' حشر بپا ہے۔ ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے۔ یہ اس پار جانا چاہتے تھے۔ دریا میں اترتے جتنا زور کرتے ہیں اور دھنستے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے۔ اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلال تشریف لائے اور ایک ہاتھ نکال کر دریا کے اس پار کر دیا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی۔ قبل اس کے کہ یہ کچھ عرض کریں حضرت امیر کلال نے فرمایا ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔ یہ سن کر فوراً قدموں پر گر پڑے اور بیعت کی۔

نفس کشی کیا ہے؟

(پھر بتذکرہ نفس کشی ارشاد فرمایا) امام داؤد طائی، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام نے جب دیکھا کہ ان کی دنیا کی طرف توجہ نہیں، ان کو سب سے الگ کرکے پڑھانا شروع کیا۔ ایک دن تنہائی میں فرمایا: اے داؤد! آلہ تو طیار کر لیا مقصود کس دن حاصل کرو گے۔ ایک سال درس میں حاضر رہے۔ یہ ریاضت کی کہ طلباء آپس میں مذاکرہ کرتے ان کو آفتاب سے زیادہ وجہیں معلوم ہوتیں نفس بولنا چاہتا مگر یہ چپ رہتے۔ غرض ایک سال کامل سکوت فرمایا۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا، اسی درہم اور ایک مکان ورثہ میں ملا۔ وہ درہم عمر بھر کے لیے کافی ہوئے اور مکان کے ایک درجے میں بیٹھا کرتے تھے۔ جب وہ گر گیا دوسرے میں بیٹھنا شروع کیا۔ جب وہ اس قابل نہ رہا اور درجے میں۔ ادھر ان کی روح نے پرواز کیا ادھر بعض صالحین نے خواب دیکھا کہ داؤد طائی نہایت خوشی کے ساتھ ہشاش و بشاش دوڑے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی آپ کو اس حال میں نہ دیکھا تھا، پوچھا: کیا ہے کیوں دوڑتے ہوئے جا رہے ہو؟ فرمایا ابھی جیل خانہ سے چھوٹا ہوں، خبر پائی وہی وقت انتقال کا تھا۔ الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر (پھر فرمایا) مسلمان عمر بھر کتنے ہی تنگی اور مصائب میں رہے، ایک ہوا جنت کی دیں گے اور پوچھیں گے: تم نے دنیا میں کیا تکلیف اٹھائی۔ کہے گا: واللہ کوئی تکلیف نہ اٹھائی اور کافر کو ہزار برس تک ناز ونعم میں رکھا جائے، کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائی جائے، گرم ہوا بھی نہ لگنے پائے، قبر میں ایک جھونکا جہنم کا دیں گے، کہے گا: واللہ مجھے دنیا میں کوئی آرام نہ ملا۔

(پھر فرمایا) واذا رأیت ثم رأیت نعیماً و ملکا کبیرا o نعیم اور ملک کبیر دیتے ہیں دنیا کی ایک ذرا سی تکلیف پر عقل تو گوارا نہیں کرتی کہ ملک کبیر آرام دنیا کی متاع قلیل کے بدلے چھوڑ دیا جائے، مگر نفس اس کے عکس کو گوارا نہیں کرتا۔ خلق الانسان من عجل و کان الانسان عجولا o انسان اپنے قدموں کے نیچے دیکھتا ہے آگے نظر نہیں کرتا۔ یہاں کے آرام کو آرام سمجھتا ہے، اور یہاں کی تکلیف کو تکلیف۔ حالانکہ بہت سے آرام یہاں کے وہاں کی تکلیف ہے، اور بہت سی یہاں کی تکالیف وہاں کے آرام ہیں۔

اعلیٰحضرت کے والد کے ایک خالہ زاد بھائی کا قصہ:

(پھر فرمایا) میرے حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے خالہ زاد بھائی الف کے نام ب نہیں جانتے تھے۔ یہاں ایک شخص صوفی بنے ہوئے تھے ان کے پاس ان کی آمدورفت زیادہ تھی۔ انہوں نے انہیں "تفضیلی" کرلیا۔ میری عمر ان دنوں پندرہ سولہ سال تھی۔ میں انہیں حدیثیں سناتا تھا اور سمجھاتا کہ اہلسنّت کا مذہب یہ ہے کہ "تفضیل" باطل ہے۔ وہ نہ مانتے۔ افیون کے عادی تھے۔ جب حج کو گئے اور تین منزل مدینۂ طیبہ رہ گیا۔ افیون کی ڈبیہ نکال کر کھانا چاہی، فوراً بدن میں ایک جھرجھری پیدا ہوئی، اور کہا "کیا حضور کے سامنے بھی کھاؤں گا" اور ہاتھ سے پھینک دی۔ وہاں سے واپس آنے پر چند روز زندہ رہے۔ راہ میں افیون کھانا چھوڑ دیا تھا۔ یہ تھی بداعمالی، اور وہ تھی عقیدے کی برائی، اور عقیدے کی برائی بدتر ہے بداعمالی سے۔ مرتے وقت بیوی کو بلا کر کہا:

میرا بھتیجا مجھے سمجھایا کرتا تھا اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا اب میں سمجھا کہ وہی حق پر تھا تم گواہ رہو کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو احمد رضا کا ہے۔

میں نے ان کو ایک روز خواب میں دیکھا کہنے لگے تم نے مجھ سے وہ حدیث نہیں بیان کی تھی کہ جو دنیا میں ہنستے ہیں وہ وہاں روتے ہیں اور جو دنیا میں روتے ہیں، وہ وہاں ہنستے ہیں (یعنی اسے بالکل ٹھیک پایا)۔

مومن کے لیے دنیا میں تین چیزیں ہی کافی ہیں:

(۱) ایک لقمہ جس سے جان باقی رہے،

(۲) ایک پارچہ جس سے اپنا ستر ڈھانک لے،

(۳) اور ایک سوراخ (مکان) جس میں گھس کر بیٹھ رہے۔

اس کے لیے حلال مال بہت مل سکتا ہے۔ (پھر فرمایا) جب نفس کمزور ہو جائے گا روح اور قلب قوی ہو جائے گا کھانا نہ کھایئے آٹھ دن کامل بیٹھے رہیے کچھ اثر نہ ہوگا۔

طلب صادق سے سب کچھ ملتا ہے

کسی نے عرض کیا حضور یہ شعر کیسا ہے:

ے ارے یہ وہ ہیں عبدالقادر محبوب سبحانی
کہ نابینا کو بینا، چور کو ابدال کرتے ہیں

ارشاد فرمایا کوئی حرج نہیں حضور نے تو کافروں کو اوتاد و ابدال بنا دیا ہے۔

(پھر فرمایا) ایک صاحب پیر کامل کی تلاش میں تھے۔ بہت کوشش کی مگر پیر کامل نہ ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا (وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔)

یہ جو لوگ کہتے ہیں ہم نے اس قدر مجاہدات کیے کچھ نہ ہوا، جھوٹے ہیں۔ تاکید کے ساتھ فرمایا جاتا ہے: لنھدینّھم حقیقۃً مجاہدہ ہی نہیں کرتے۔ خیر ان کی طلب صادق تھی۔ جب کوئی نہ ملا تو مجبور ہو کر ایک رات عرض کیا:

اے رب تیری عزت کی قسم! آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت لوں گا۔

وہ صبح کی نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ سب میں پہلے راہ میں ایک چور ملا۔ چوری کیے آ رہا تھا۔ انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت بیعت لیجئے۔ وہ حیران ہوا، بہت انکار کیا۔ نہ مانے آخر کار اس نے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ حضرت میں چور ہوں۔ یہ دیکھیے چوری کا مال میرے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا میرا تو میرے رب سے عہد ہے کہ آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت کرلوں گا۔ اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے اور اس چور کو تائب کیا مراتب دیئے، تمام مقامات سلوک طے کرائے۔ ولی کیا اور اس سے بیعت لینے کا حکم دیا۔ پھر انہوں نے ان سے بیعت لی۔

(پھر فرمایا) طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی۔ دنیا میں جن چیزوں کو طلب کرتے ہیں وہ دو قسم ہیں۔

(۱) ایک وہ کہ آپ طلب کریں اور وہ بھاگیں،

(۲) دوسری وہ جو اپنی جگہ پر رہیں کہیں بھاگ کر نہ جائیں نہ آپ کی طرف آئیں۔

یہاں فرمایا جاتا ہے کہ جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک

گز آتا ہوں' اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے' میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں۔ اور جو میری طرف لپک کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

سیدنا شاہ آل محمد مارہرہ شریف نے ایک شخص کو مجاہدہ کرنا سکھایا:

(پھر فرمایا) حضرت سیدنا شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ مار ہرہ شریف میں تشریف فرما ہیں' ایک صاحب سجادوں میں گھومے ہوئے' مجاہدے ریاضتیں کیے ہوئے' حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہی شکایت کی اتنے برسوں سے طلب میں پھرتا ہوں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا ٹھہرو۔ خانقاہ شریف کے ایک حجرے میں ٹھہرایا۔ خادم کو حکم دیا کہ انہیں مچھلی کھانے کو دی جائے اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا جائے اور بعد کھانا کھانے کے فوراً حجرہ بند کر دیا جائے۔ خادم نے مچھلی دی جب وہ کھا چکے فوراً زنجیر بند کر دی۔ اب یہ اندر سے چلاتے ہیں' چیختے ہیں کہ مجھے پانی دیا جائے مگر کون سنتا ہے۔ صبح کو حضور نماز کے واسطے تشریف لائے۔ خادم نے حجرہ کھولا کھلتے ہی پانی پر جا گرے اور جس قدر پیا گیا خوب پیا۔ نماز کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا: خیریت ہے۔ عرض کیا حضور رات تو آپ کے خادموں نے مار ہی ڈالا تھا کہ مجھے ایسی گرمی میں اول تو مچھلی کھانے کو دی' دوسرے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا اور پیاسا ہی حجرے میں بند کر دیا۔ فرمایا پھر رات کیسے گزری عرض کی جب تک جاگتا رہا' پانی کا خیال' جب سویا سوائے پانی کے اور کچھ نہ دیکھا فرمایا۔ طلب صادق اسی کا نام ہے کبھی ایسی طلب بھی کی تھی جس کی شکایت کرتے ہو۔ وہ مجاہدات کیے ہوئے تھے' قلب صاف تھا' نفس کا جو دھوکا تھا فوراً کھل گیا اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اپنا نام لینے والے کو وہ ضائع نہیں چھوڑتا۔

بادشاہ اورنگ زیب کو ایک بہروپیے نے صوفی بن کر دھوکا دیا:

(اسی سلسلہ میں فرمایا) سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے صوفی بن کر دھوکا دیا آپ نے حسب وعدہ انعام دینا چاہا اس نے کہا خدا کا جھوٹا نام لینے سے تو تم جیسا بادشاہ میرے پاس حاضر ہوا' سچا نام لوں گا تو کیوں نہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔

آپ طلب کریں اور وہ بھاگیں اور دوسری وہ جو اپنی جگہ پر رہیں۔ کہیں بھاگ کر نہ جائیں، نہ آپ کی طرف آئیں۔ اور یہاں فرمایا جاتا ہے کہ:

جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک گز آتا ہوں

اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں اور

جو میری طرف لپک کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(پھر فرمایا) حضرت سیدنا شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ مارہرہ شریف میں تشریف فرما ہیں، ایک صاحب سجادوں میں گھومے ہوئے، مجاہدے ریاضتیں کیے ہوئے، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہی شکایت کی: ''اتنے برسوں سے طلب میں پھرتا ہوں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا: ''ٹھہرو!'' ایک حجرہ میں خانقاہ شریف کے ٹھہرایا۔ خادم کو حکم دیا کہ انہیں مچھلی کھانے کو دی جائے اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا جائے اور بعد کھانا کھانے کے فوراً حجرہ بند کر دیا جائے۔ خادم نے مچھلی دی۔ جب وہ کھا چکے فوراً زنجیر بند کر دی۔ اب یہ اندر سے چلاتے ہیں۔ چیختے ہیں کہ ''مجھے پانی دیا جائے'' مگر کون سنتا ہے۔ صبح کو حضور نماز کے واسطے تشریف لائے۔ خادم نے حجرہ کھولا۔ کھلتے ہی پانی پر جا گرے اور جس قدر پیا گیا خوب پیا۔ نماز کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا: خیریت ہے! عرض کیا: حضور رات تو خادموں نے مار ہی ڈالا تھا کہ مجھے ایسی گرمی میں اول تو مچھلی کھانے کو دی، دوسرے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا اور پیاسا ہی حجرہ میں بند کر دیا فرمایا: پھر رات کیسے گزری۔ عرض کیا ''جب تک جاگتا رہا پانی کا خیال، جب سویا سوائے پانی کے اور کچھ نہ دیکھا۔ فرمایا: ''طلب صادق اس کا نام ہے، کبھی ایسی طلب بھی کی تھی جس کی شکایت کرتے ہو۔'' وہ مجاہدات کیے ہوئے تھے۔ قلب صاف تھا نفس کا جو دھوکا تھا فوراً کھل گیا اور مقصود حاصل ہوگیا۔ اپنا نام لینے والے کو وہ ضائع نہیں چھوڑتا۔

شہنشاہ عالمگیر ایک بہروپیے کے جال میں:

(اسی سلسلہ میں فرمایا) سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے صوفی بن کر دھوکا دے دیا آپ نے حسب وعدہ انعام دینا چاہا اس نے کہا: ''خدا کا جھوٹا نام لینے

سے تو، تم جیسا بادشاہ میرے پاس حاضر ہوا، سچا نام لوں گا تو کیوں نہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔''

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اسی واقعہ کو حصہ دوم ''ملفوظات'' میں قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بہروپیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا: ''اگر دھوکا دے دیا تو جو مانگے گا پائے گا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر مدت مدید کا بھلاوا دے کر بہروپیا صوفی، زاہد، عابد بن کر ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھا۔ رات و دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتا پہلے دیہاتیوں کا ہجوم ہوا۔ پھر شہریوں کا، پھر امراؤ وزراء سب آتے اور یہ کسی کی طرف التفات نہ کرتا۔ شدہ شدہ بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی' خود تشریف لے گئے' بہروپیے نے دور سے دیکھا کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے' گردن جھکا لی اور مراقبہ میں مشغول ہوا۔ سلطان منتظر رہے' دیر کے بعد نظر اٹھائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا' سلطان مودب بیٹھ گئے' ان کا مودب بیٹھنا تھا کہ بہروپیا اٹھا اور جھک کر سلام کیا' کہ ''جہاں پناہ میں فلاں بہروپیا ہوں!'' بادشاہ خجل ہوئے اور فرمایا ''واقعی اس بار میں نے تجھے نہ پہچانا۔ اب مانگ جو مانگتا ہے۔'' اس نے کہا:

> ''اب میں کیا مانگوں؟ میں نے اس کا نام جھوٹے طور پر لیا۔ اس کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرے دروازہ پر باادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا نام لے دیکھوں۔''

یہ کہا اور کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلا گیا۔ (پھر فرمایا) یہی معنی ہیں جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے ۔

متاب از عشق رو گرچہ مجاز یست کہ آں بہر حقیقت کار ساز یست

جو کسی کے ساتھ تشبہ کرتا ہے، اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم کا یہ فائدہ ہوتا ہے۔

وجد کی اصلی صورت:

(پھر فرمایا) یہ حاصل ہے ہماری نماز روزہ کا، صرف اصلی نمازیوں کا تشبہ ہے اور

من تشبه بقوم فهو ان شاء الله منهم، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''تو اجد سے وجد پیدا ہوتا ہے، تشبہ کی صورت یہ ہے کہ بہ تکلف وجد بنائے، ہوتے ہوتے ہو جائے گا۔ ہاں یہ نیت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں، یہ ریا ہے اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

لاتمارضوا فتمرضوا بہ تکلف بیمار نہ بنو ورنہ حقیقۃً بیمار ہو جاؤ گے۔

دوسری حدیث سخت تر ہے

لاتمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار جھوٹے بیمار مت بنو کہ سچے بیمار ہو جاؤ گے اور مر جاؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔

آسمانی بلاؤں سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ:

کسی نے عرض کیا: چاند دیکھنے کے وقت یہ دعا آئی ہے: اعوذباللہ من شر ھذا۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ ارشاد ہوا: دنیا میں ایمان خیر محض ہے اور کفر شر محض، ان دونوں کے سوا نہ کوئی چیز شر محض ہے نہ خیر محض۔ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد چاند جب روشن ہوتا ہے اس وقت سرکش و متمرد جنّات، زمین پر منتشر ہوتے ہیں۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے۔ اپنے بچوں کو گھروں میں روکے رہو مغرب سے عشاء تک۔ بہت لوگ اس بات کو بہادری سمجھتے ہیں کہ جب لوگوں کی چہل پہل موقوف ہو اس وقت چلیں پھریں، یہ جہالت ہے۔ حدیث میں چہل پہل موقوف ہے۔ باہر نہ نکلو۔ اور اکیلے مکان میں تنہا سونے کو بھی لوگ فخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس کو بھی منع فرمایا ہے (اس کے بعد کچھ واقعات مارگزیدہ اشخاص کے ذکر ہوئے۔ اس پر ارشاد ہوا: حدیث شریف میں ہے: اعوذ بکلمٰت اللہ التامات من شرِ مَا خلق۔ جو صبح کو پڑھے گا تمام دن زہریلے جانوروں سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک۔

سجدہ دراصل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تھا:

کسی نے عرض کیا حضور جبرئیل علیہ السلام نے بھی کسی وقت سجدہ کیا تھا؟ ارشاد فرمایا: ''تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور ایسا قطعی حکم کہ جو ان میں ملا ہوا تھا اس نے نہ مانا، ملعون ابدی کر دیا گیا۔ اور اس میں جو نہ مانتا یہی حال ہوتا مگر ملائکہ تو معصوم ہیں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں ملائکہ کو جو آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا وہ حقیقتاً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا آدم علیہ الصلاۃ والسلام قبلہ تھے جیسے خانہ کعبہ قبلہ ہے۔ اور سجدہ اللہ کو (پھر فرمایا) وہ فضائل جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو عطاء کیے گئے تھے۔

''جیسے مردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد اور کوڑھی اچھا کر دینا اور ان کے سوا۔''

ان کا اثر تو یہ ہوا کہ ان کے امتی بننے والے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ کس کے فضائل ہیں، جو اس سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل تک پہنچ سکیں۔ فرمایا گیا تمہارا دین یہ ہے: **اشھدان محمدا عبدہٗ ورسولہ.**

عبدہٗ پہلے ہے اور **رسولہ** بعد کو کہ عبد کے درجہ سے نہ بڑھا دینا۔ احادیث میں سجدہ کی ممانعت کس قدر فرمائی گئی۔ کہیں فرمایا سجدہ بغیر اللہ حرام ہے۔ کہیں فرمایا سجدہ اللہ کے لیے خاص ہے کہیں فرمایا۔ سجدہ غیر اللہ کو نہ کرو۔

اتنی احتیاطوں کے ساتھ سجدہ حرام کیا گیا۔ ورنہ کیا جانیے کیا ہوتا۔

قلب ماہیئت کی حقیقت:

کسی نے عرض کیا حضور سحر میں قلب ماہیت ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا سحر میں اصل شے بالکل متغیر نہیں ہوتی۔ سحرۂ فرعون کے بارے میں فرمایا جاتا ہے:

سحروا اعین الناس واسترھبوھم لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرایا **وبحیل اللہ من سحرھم انھا تسعیٰ** o موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے خیال میں ان کے جادو سے یہ بات پیدا ہوگئی کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہیں۔

سلطان جہانگیر مرحوم، جد سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں ایک بازی گر آیا اور چند تماشے دکھائے۔ پھر عرض کی: حضرت مجھے آسمان پر جانے کی حاجت ہے، ایک میرا دشمن آسمان پر ہے، میری عورت کو حفاظت کے لیے محلات شاہی میں بھجوا دیجیے۔ خیر عورت بھیج دی گئی۔ اس نے ایک ڈور نکال کر آسمان کی طرف پھینکی۔ اب یہ اس کچے ڈورے پر

چڑھتا ہوا آسمان کی طرف چلا۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شور وغل کی آوازیں آنے لگیں۔ اور ایک ہاتھ آ کر گرا، پھر دوسرا ہاتھ، پھر ایک پاؤں، پھر دوسرا، اور دھڑ بھی جدا ہو کر گرا۔ جس سے معلوم ہوا کہ دشمن غالب اور یہ مغلوب ہوا۔ عورت نے جب یہ خبر سنی محل سے نکل کر آئی۔ تمام اعضا جمع کیے، پھر خوب آگ روشن کر کے مع ان اعضاء کے جل کر خاکستر ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں دیکھا۔ تو وہی بازی گر اسی ڈورے پر سے اترا چلا آتا ہے اس نے حاضر ہو کر بادشاہ سے کہا: حضور کی توجہ سے میں اپنے دشمن پر غالب آیا اب حضور میری بیوی کو محل سے بلوا دیں۔ یہاں حضور خود ہی حیران تھے کہ کون بازی گر اور کس کی بیوی ابھی ابھی تو دونوں آگ میں جل گئے۔ جب اس نے تقاضا کیا تو بادشاہ نے ساری کیفیت بیان کی کہ یہ راکھ جلی ہوئی پڑی ہے۔ اس نے کہا: حضور ہم غریبوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے گا۔ میری بیوی تو محل میں ہے۔ میں حضور کے سپرد کر گیا تھا۔ اب بادشاہ اور تمام حاضرین حیران کہ اس کو کیا جواب دیں۔ اس نے کہا اگر حضور اجازت دیں تو میں آواز دے کر محل سے بلوا لوں۔ بادشاہ کی اجازت پر اس نے آواز دی، فوراً وہ عورت محل سے نکل آئی۔

معجزہ اور قلب ماہیئت میں فرق:

کسی نے عرض کیا معجزہ میں قلب ماہیت ہوتا ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا: اس میں علما کا اختلاف ہے کہ قلب ماہیت محال ہے یا ممکن۔ جو کہتے ہیں کہ محال ہے، ان کے نزدیک پہلی حقیقت فنا ہو جاتی ہے اور دوسری حقیقت رب العزت پیدا فرما دیتا ہے۔ تو معجزہ میں تبدیل حقیقت نہ ہوئی بلکہ تجدید ماہیت۔ اور جو ممکن مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معجزہ میں قلب ماہیت ہوتا ہے لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ معجزہ واقعی ہوتا ہے **قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین**O وہ سب بندر ہو گئے، اس میں کوئی شبہہ نہیں۔ یہ تاویل کہ ان کی عقلیں بندر کی سی ہوگئیں، وہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقلیں بندر کی سی ہیں۔ ان کے دل میں نصوص قرآنیہ کی عظمت نہیں۔ جتنے گمراہ ہوئے سب اسی دروازے سے کہ انہوں نے نص قرآنی میں تاویلیں کرنا شروع کیں۔ جو نص اپنی اندھی عقل کے مطابق ہوئی، خیر اور جہاں ذرا وِرا ہوئی تاویل

گھڑ دی ہے (پھر فرمایا) ان کی عقلیں بندر کی عقل سے بھی بدتر ہیں۔ بندر کے قلب میں قرآن مجید کی عظمت ہے ایک مرتبہ ننھے میاں (برادر خرد اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز) اپنی چھت پر قرآن عظیم پڑھ رہے تھے سامنے دیوار پر ایک بندر بیٹھا تھا یہ کسی کام کو اٹھ کر گئے۔ بندر دوڑتا ہوا سامنے دیوار پر گزرا اس پار جانا چاہتا تھا۔ جیسے ہی قرآن عظیم کے سامنے آیا۔ قرآن عظیم کو سجدہ کیا اور اپنی راہ چلا گیا۔ (پھر فرمایا) میں نے بندر کو قیام کرتے دیکھا۔ میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم رہا کرتے تھے، مجلس میلاد پڑھ رہا تھا۔ ایک بندر سامنے دیوار پر چپکا بیٹھا، سن رہا تھا، جب قیام کا وقت آیا مودب کھڑا ہوگیا، پھر جب سب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا۔

مولف ملفوظات' اعلیٰحضرت کے چھوٹے صاحبزادے' حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب نے اس جگہ حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ جناب مرزا ذاکر بیگ صاحب نے مجھ سے اس قسم کے سانپ کا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے کہا مجلس میلاد شریف کی تھی۔ جب خوب مجمع ہوگیا ایک سانپ تیزی سے آیا اور میز کے نیچے بیٹھ گیا۔ جب تک مجلس شریف ہوتی رہی۔ بیٹھا سنتا رہا بعد ختم چلا گیا۔ نہ آتے کسی کو تکلیف پہنچائی نہ جاتے' لوگوں نے بہت چاہا کہ اسے ماریں' مرزا صاحب فرماتے ہیں' میں نے سب کو باز رکھا کہ یہ "سرکاری مہمان" کی حیثیت سے ہے' میں ہرگز نہ مارنے دوں گا۔ اعلیٰحضرت نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا وہ بندر تھا۔ وہابی نہ تھا حدیث میں ہے۔

مامن شیء الا ویعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس کوئی شے ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو' سوائے سرکش جن اور آدمیوں کے۔

(پھر فرمایا) وہ تو وہ ہیں، ان کے غلاموں کا کہنا ایسا مانتے ہیں کہ مطیع غلام بھی ایسا نہ مانے گا۔

حضرت ابن مسعود کا بیل :

حضرت سیدی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیا سے ہیں۔ نفعنا اللہ ببرکاتھم

فی الدین والدنیا والاخرۃ آپ جنگل میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے ایک بیل نذر مانا جب وہ خوب موٹا تازہ ہوگیا تو اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں چلا، تیار بہت تھا، راستہ میں چھوٹ گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ ایک اور شخص کہ اس کے پاس ایک ہی بیل تھا کھیتی وغیرہ کا کام اس سے لیتا نہایت لاغر ونحیف ہوگیا تھا' لے کر حاضر ہوا عرض کیا: ''حضرت میرے رزق کا ذریعہ یہی بیل ہے یہ دبلا بہت ہے، دعا فرمایئے کہ اس میں طاقت آجائے۔'' آپ کے پاس چند شیر بیٹھے تھے ایک کو اشارہ فرمایا وہ گیا اور اس بیل کا شکار کیا اور کچھ کھایا، پھر دوسرے کو اشارہ فرمایا وہ گیا اور کچھ کھایا۔ اس طرح سب نے کھایا اور وہ تمام کا تمام بیل ختم ہوگیا۔ یہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا میں اچھی دعا کرانے آیا تھا کہ میرا دبلا بیل بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ تھوڑی دیر میں ایک اچھا موٹا تازہ بیل آیا جو اس آدمی سے چھوٹ گیا تھا اور سامنے آ کر مودّب کھڑا ہوگیا۔ فرمایا اسے اس بیل کے بدلے میں لے لے اس نے لے تو لیا لیکن دل میں یہ خطرہ گزرا کہ یہ شیر جو حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہیں حضرت کے سامنے تک تو کچھ نہیں بولتے، یہاں سے پھر مجھ سے چھین کر اس بیل کو کھالیں گے۔ آپ کو فوراً اس کے خطرہ پر اطلاع ہوگئی اور کیوں نہ ہو جو اس کو جانتا ہے اس سے چیز پوشیدہ رہتی' فرمایا: ''شیروں سے ڈرتے ہو'' اب ان کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ معلوم نہیں یہ کس کا بیل ہے؟ کوئی پوچھے تو کیا کہوں گا' خود ہی فرمایا ''تم سے کوئی نہ بولے گا'' ایک شیر کو اشارہ فرمایا وہ ان کے ساتھ کتے کی طرح ہولیا اور ان کی اور ان کے بیل کی حفاظت کی، آبادی کے قریب آ کر وہ شیر واپس چلا گیا۔

علماء کے کپڑوں پر شیر نے قبضہ کرلیا:

(اسی سلسلہ میں فرمایا) ایک صاحب اولیاء کرام میں سے تھے۔ ان کی خدمت میں دو عالم حاضر ہوئے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تجوید کے بعض قواعد مستحبہ ادا نہ ہوئے۔ ان کے دل میں خطرہ گزرا۔ اچھے ولی ہیں جن کو تجوید بھی نہیں آتی۔ اس وقت تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا مکان کے سامنے نہر جاری تھی یہ دونوں صاحب نہانے کے واسطے وہاں گئے، کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیئے اور نہانے لگے۔ اتنے میں ایک نہایت مہیب شیر آیا اور سب

کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا۔ یہ دونوں صاحب ذرا ذرا سی لنگوٹیاں باندھے ہوئے تھے اب نکلیں تو کیسے نکلیں! علما کی شان کے بالکل خلاف، جب بہت دیر ہوگئی حضرت نے فرمایا' بھائیو! ہمارے دو مہمان سویرے آئے تھے وہ کہاں گئے، کسی نے بتایا حضور وہ اس حالت میں ہیں! تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر ایک طمانچہ مارا، اس نے دوسری طرف منہ پھرلیا آپ نے اس طرف مارا اس نے اس طرف منہ پھیر لیا۔ فرمایا ''ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا۔ جا چلا جا'' شیر اٹھ کر چلا گیا۔ پھر ان صاحبوں سے فرمایا تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے قلب سیدھا کیا یہ ان کے خطرہ کا جواب تھا۔

بچے کو چار سال، چار ماہ اور چار دن کی عمر میں قرآن پڑھانا چاہیے:

کسی نے عرض کیا: ''بسم اللہ'' کرانے کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے؟ ارشاد فرمایا: شرعاً کچھ مقرر نہیں، ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس، چار مہینے، چار دن، ہیں۔ حضرت قطب الحق والدین بختیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی تقریب ''بسم اللہ'' شروع ہوئی، لوگ بلائے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھانا چاہیے۔ مگر الہام ہوا کہ ٹھہرو حمیدالدین ناگوری آتا ہے۔ وہ پڑھائے گا' ادھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ ''جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا۔'' قاضی صاحب فوراً تشریف لائے' اور آپ سے فرمایا: صاحبزادہ! پڑھیے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** آپ نے پڑھا **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** اور شروع سے لے کر پندرہ پارے تک حفظ سنا دیئے حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا صاحبزادے آگے پڑھیے فرمایا میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر ان کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے۔''

ایک صاحب کے رخسار پر لقوہ کا اثر ہوگیا تھا انہوں نے حاضر ہو کر اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز سے دعاء خیر چاہی ارشاد فرمایا لوہے کے پتر پر سورہ زلزال شریف لکھ کر دیجئے اور اسے دیکھتے رہا کیجئے۔

''خصائص اولیاء کرام'':

کسی نے عرض کیا حضرت قطب صاحب کے ''کاکی'' کہلانے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کاک کلچے کو کہتے ہیں۔ حضرت کو ایک مرتبہ چند فاقے ہوئے تھے اور گھر بھر میں کسی کے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اس وقت آسمان سے آپ کے واسطے کاکیں آئی تھیں، یوں کاکی مشہور ہو گئے۔

(پھر فرمایا) حضرت شیخ فرید الحق والدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ کئی فاقے ہو چکے تھے، نفس بھوکا تھا ''الجوع الجوع'' پکار رہا تھا اس کے بہلانے کے لیے کچھ سنگریزے اٹھا کر منھ میں ڈال لیے، ڈالتے ہی شکر ہو گئے۔ جو کنکر منھ میں ڈالتے شکر ہو جاتا اسی وجہ سے ''گنج شکر'' مشہور ہو گئے۔

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ''زربخش'' بھی ہے حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے بڑے بڑے قیمتی جواہرات کے خوان لاکر رکھے گئے ایک صاحب حاضر تھے انہوں نے عرض کی ''الھدایا مشترکۃ'' یا حضرت! ارشاد فرمایا ''اما تنہا خوشتر'' فرما کر سب ان کو دے دیئے۔

حضرت سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہارون رشید نے روپے اشرفیوں کے خوان بھیجے۔ ایک صاحب نے عرض کی ''الھدایا مشترکۃ'' ارشاد فرمایا یہ امثال پھل اور فواکہ کے لیے ہے۔ کہ جو ہدیہ پیش کیا جائے وہ تمام حاضرین میں مشترک تقسیم ہوتا ہے ان کے سوا اور چیزوں کا یہ حکم نہیں ان دونوں واقعات کو لکھ کر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ دونوں کا جواب آپس میں موافق نہیں اور میں نے اس کے حاشیہ پر یہ جواب لکھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقام تشریع میں تھے۔ ان کے اقوال و افعال و احوال یہاں تک کہ ان کے ایک ایک وضع سے استدلال کیا جاتا ہے، مگر حضرت محبوب الٰہی مقام تبتل پر ہیں۔ ان کا مرتبہ ان کے مرتبہ سے علیحدہ ہے۔ یہاں غیر سے بالکل انقطاع ہے، بخلاف اس کے ان کا ایک ایک فعل بلکہ ان کی پوشش تک حجت ہوتی ہے۔ ان کے تمام حالات منقول ہوتے ہیں۔

کتب میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ''یوم الشک'' میں یعنی جس روز شبہہ ہو کہ وہ رمضان کی پہلی ہے یا شعبان کی تیس، آپ بعد ضحوہ کبریٰ بازار میں تشریف لائے اور فرمایا روزہ کھول دو۔ اس وقت کی وضع منقول ہے کہ سیاہ گھوڑے پر سوار تھے، سیاہ لباس پہنے تھے، سیاہ عمامہ پہنے تھے غرض کہ سوائے ریش مبارک کے کوئی چیز سفید نہ تھی۔ اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا گیا کہ سواد (یعنی سیاہ رنگ) پہننا جائز ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا آپ روزہ میں ہیں یا نہیں؟ چپکے سے کان میں فرمایا ''انا صائم'' میں روزے سے ہوں۔ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ مفتی خود ''یوم الشک'' میں روزہ رکھے اور عوام کو نہ رکھنے کا حکم دے، غرض کہ حاصل جواب یہ ہے کہ آپ نے ان دونوں صاحبوں کے مراتب میں فرق نہیں کیا۔ انہوں نے یہ کیا یہ دونوں قولوں میں کتنا فرق ہے لیکن دونوں کے مرتبوں میں بھی تو کتنا فرق ہے۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں:

کسی نے عرض کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ ارشاد فرمایا جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں، زندہ ہیں۔ سمندروں کی خدمت انہی سے متعلق ہے اور الیاس علیہ السلام بر (خشکی) میں ہیں۔ پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الٰہیہ (موت) ابھی آیا ہی نہیں یوں تو ہر نبی زندہ ہے۔

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حي يرزق بیشک اللہ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو خراب کر دے اللہ کے نبی تو زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ایک آن کو محض تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر ان کو حیات حقیقی حسی دنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس علیہما السلام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسیٰ علیہما السلام آسمان پر۔

کسی نے عرض کیا حضور ان پر بھی موت طاری ہوگی۔ ارشاد فرمایا: ضرور کل نفس ذائقة الموت (پھر فرمایا) جب یہ آیت نازل ہوئی کل من علیها فان (جتنے زمین پر ہیں

سب فنا ہوں گے) تو فرشتے خوش ہوئے کہ ''ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں'' جب دوسری آیت نازل ہوئی کل نفس ذائقة الموت ملائکہ نے کہا ''اب ہم بھی گئے۔''

حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں کیسے پہنچے؟

کسی نے عرض کیا حضور ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: آپ کے واقعہ میں علما کو اختلاف ہے، اتنا تو ایمان ہے آپ آسمان پر تشریف فرما ہیں۔ قرآن عظیم میں ہے۔

ورفعنه مكانا عليا٥ ہم نے ان کو بلند مکان پر اٹھا لیا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ بعد موت آپ آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار آپ دھوپ کی شدت میں تشریف لیے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آپ کو سخت تکلیف ہوئی' خیال فرمایا کہ جو فرشتہ آسمان پر موکل ہے۔ اس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ عرض کی ''اے اللہ اس فرشتہ پر تخفیف فرما۔'' فوراً دعا قبول ہوئی اور اس پر تخفیف ہوگئی اور اس فرشتہ نے عرض کیا: ''مجھ پر تخفیف کس طرف سے آئی'' ارشاد ہوا: ''میرے ادریس نے تیری تخفیف کے لیے دعا کی میں نے اس کی دعا قبول کی'' عرض کی: مجھے اجازت دیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں' اجازت ملنے پر حاضر ہوا۔ تمام واقعہ بیان کیا اور عرض کیا حضرت کا کوئی مطلب ہو تو ارشاد فرمائیں' فرمایا: ''ایک مرتبہ جنت میں لے چلو' عرض کی: ''یہ تو میرے قبضہ سے باہر ہے لیکن عزرائیل ملک الموت سے میرا دوستانہ ہے ان کو لاتا ہوں' شاید کوئی تدبیر چل جائے'' غرض عزرائیل علیہ السلام آئے آپ نے ان سے فرمایا انہوں نے عرض کیا: ''حضور بغیر موت کے تو جنت میں جانا نہیں ہو سکتا ہے۔'' فرمایا: ''روح قبض کرلو'' انہوں نے بحکم خدا ایک آن کے لیے روح قبض کر لی مگر فوراً جسم میں ڈال دی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھ کو جنت و دوزخ کی سیر کراؤ'' حضرت عزرائیل علیہ السلام دوزخ پر تشریف لائے، طبقات جہنم کھلوائے، آپ دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ عزرائیل علیہ السلام وہاں سے لے آئے۔ جب ہوش ہوا تو عرض کیا: یہ تکلیف آپ نے اپنے ہاتھوں اٹھائی'' پھر جنت میں لے گئے۔ وہاں کی سیر کرنے کے بعد عزرائیل علیہ

السلام نے چلنے کے واسطے عرض کیا آپ نے التفات نہ فرمایا پھر دوبارہ عرض کیا آپ نے جواب نہ دیا۔ جب پھر انہوں نے عرض کیا: تو فرمایا ''اب چلنا کیسا، جنت میں آ کر بھی کون واپس جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان دونوں میں فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے آ کر پہلے عزرائیل علیہ السلام سے سارا واقعہ سنا، پھر آپ سے دریافت کیا کہ ''آپ کیوں نہیں تشریف لے جاتے'' ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **کل نفس ذآئقة الموت** اور میں موت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔ اور فرماتا ہے **وان منکم الاوارد ھاتم میں سے**، ہر ایک جہنم کی سیر کرے گا اور میں جہنم کی بھی سیر کر آیا۔ اور فرماتا ہے **وماھم منھا بخارجین** اور وہ لوگ جنت سے کبھی نہیں نکلیں گے اب میں جنت میں آ گیا کیوں جاؤں۔''

حکم ہوا: ''میرا بندہ ادریس سچا ہے اس کو چھوڑ دو۔''

حضرت خضرؑ نے حضور کی زیارت کی:

کسی نے عرض کیا حضرت خضر علیہ السلام کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ثابت ہے یا نہیں؟'' ارشاد فرمایا ثابت ہے (پھر فرمایا)'' کسی نبی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم نہیں رکھا گیا۔ سب اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی۔

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

در آں مسجد امام انبیاء شد
صف پیشیاں را پیشوا شد

نماز اسریٰ میں تھا یہی، سرعیاں ہو معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(پھر فرمایا) تمام انبیا و مرسلین کے ساتھ نماز پڑھی اور بیت المعمور میں سب انبیاء اور امت مرحومہ نے بھی۔ کچھ لوگ پہلی صف میں تھے، کچھ دوسری، کچھ تیسری اور کچھ ان صفوں میں تھے جو بیت المعمور کے باہر تھیں۔ فرق مراتب میں تھا۔ ان میں کچھ کے کپڑے سفید تھے

اور کچھ کے میلے۔ سپید والے صالحین ہیں اور میلے ہم جیسے گنہگار۔

حضور نبی کریم کے احکامات ظاہر و باطن دونوں پر تھے:

کسی شخص کے دل میں یہ شبہہ گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظاہر پر حکم فرماتے یا حقیقت پر۔ ارشاد فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا خواہ حقیقت پر حکم فرمائیں یا ظاہر پر، لیکن اکثر احکام ظاہر ہی پر فرماتے، اور بعض دفعہ باطن پر بھی حکم فرمایا۔ ایک شخص حاضر لایا گیا جس نے چوری کی تھی فرمایا: **اقتلوہ** ''اس کو قتل کرو۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! اس نے تو چوری کی ہے'' فرمایا **فاقطعوہ** ''اچھا ہاتھ کاٹا جائے'' داہنا ہاتھ کاٹ لیا گیا۔ اس نے پھر چوری کی بایاں پیر کاٹ لیا اس نے پھر چوری کی، بایاں ہاتھ کاٹ لیا۔ چوتھی بار پھر چوری کی داہنا پیر کاٹ لیا گیا، پانچویں مرتبہ اس نے منھ میں کوئی شے چھپا کر رکھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا یہ اسی کا نتیجہ تھا۔

''ملفوظات'' حصہ چہارم میں ہے چند علما کرام حاضر خدمت تھے۔ حضور والا نے ان سے استفسار فرمایا:

وہ کون سا ہبہ ہے جو نابالغ کرے اور ولی کی اجازت نہیں ہے بلکہ ممانعت ہے اور ہبہ صحیح ہو، حالانکہ ولی کی اجازت پر نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں۔ سب نے سکوت کیا اور عرض کیا حضور ہی ارشاد فرمائیں فرمایا: ''وہ ہبہ ثواب کا ہے کہ گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔''

کسی نے عرض کیا: حضور اس ثواب کے ہبہ کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف اس میں ہے کہ اگر وہ ثواب چند آدمیوں کو ہبہ کیا جائے تو وہ تقسیم ہو کر پہنچے گا یا اتنا ہی اتنا سب کو ملے گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے اتنا ہی اتنا سب کو ملے گا۔ ہاں وہابیہ نے کہا ہے کہ یہ نہایت ہوئی یعنی اس ہبہ کرنے والے نے اس کی طرف سے یہ کیا اب اس کے لیے کوئی ثواب نہیں، اور معتزلہ مطلقاً پہنچنے کا انکار کرتے ہیں۔

امام رازی موت کے دروازے پر:

''ملفوظات'' حصہ چہارم میں ہے ایک دن اثناء گفتگو میں ارشاد فرمایا: ''استدلال پر دارومدار دو باتوں کی طرف لے جاتا ہے: یا حیرت یا ضلالت۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کا جب وقت آیا تو شیطان آیا کہ اس وقت شیطان پوری جان توڑ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح ایمان سلب ہو جائے، اگر اس وقت پھر گیا تو پھر کبھی نہ لوٹے گا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ ''تم نے عمر بھر مناظروں مباحثوں میں گزاری خدا کو بھی پہچانا آپ نے فرمایا: بیشک خدا ایک ہے'' اس نے کہا: ''اس پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی۔ وہ بہ حیثیت معلم الملکوت رہ چکا ہے، اس نے وہ دلیل توڑ دی، انہوں نے دوسری دلیل قائم کی، اس نے وہ بھی توڑ دی، یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کیں اور اس نے سب توڑ دیں۔ اب آپ سخت پریشانی میں اور نہایت مایوس ہوئے۔ آپ کے پیر حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں دور و دراز مقام پر وضو فرما رہے تھے، وہاں سے آپ نے آواز دی، کہ ''کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں نے خدا کو بلا دلیل ایک مانا ہے۔''

؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلے خواہی ازوئے رو متاب

کسی نے عرض کیا: حضور دور بین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا: ہم اپنی آنکھوں سے تو آسمان دیکھ رہے ہیں کیا دوربین لگانے سے اندھا ہوجاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے نہ سوجھائی دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے۔

افلم یروا الی السماء کیف رفعتo کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کونہیں دیکھا ہم نے ان کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے واسطے کیا وہ آسمان کونہیں دیکھتے کیا بلند بنایا گیا۔

فلاسفہ بھی یہی کہتے تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں، آسمان شفاف بے لون ہے اس سے اکذب کون جس کی تکذیب قرآن کرے۔

(پھر فرمایا) نجات منحصر ہے اس بات پر کہ اہلسنّت و جماعت کا ایک ایک عقیدہ ایسا پختہ ہو کہ آسمان ٹل جائیں اور وہ نہ ٹلے۔ پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں جس کو سلب ایمان کا خوف نہ ہو، مرتے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سے ندا کی جائے کہ: تمام روے زمین کے آدمی بخش دیے گئے مگر ایک شخص تو میں خوف کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں، اور اگر ندا کی جائے: روئے زمین کے سب آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک کے تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ خوف و رجا کا مرتبہ ایسا معتدل ہونا چاہیے۔

(پھر فرمایا) خیر یہ حصہ تو حضرت عمر کا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن کم از کم ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا ہی چاہیے کہ صحت و تندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت رجا' حدیث میں ہے موت کا ہر جھٹکا ضرب تلوار سے سخت تر ہے۔ ملائکہ دبوچے بیٹھے رہتے ہیں ورنہ آدمی تڑپ کر نہ معلوم کہاں چلا جائے۔ اس وقت اگر معاذ اللہ کچھ اس طرف سے ناگواری آئی تو سلب ایمان ہوگیا، اس لیے اس وقت بتایا جائے کہ کس کے پاس جا رہا ہے۔

کسی نے عرض کیا کہ اگر خدا تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان ہے تو کبیرہ تو در کنار صغیرہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا: ''ایمان اور ہے اور مشہود اور، ایمان ارتکاب سئیات کے منافی نہیں۔ ہاں اگر مشہود ہوگا، تو بیشک کبیرہ تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اکابر اولیا پر بھی اکل و شرب و نوم کے وقت ایک گونہ غفلت دی جاتی ہے، ورنہ کھانے پینے پر قادر نہ ہوں۔ (پھر فرمایا) غفلت مطلقہ کفر ہے اور غفلت غالبہ فسق، اور تذکر غالب ولایت اور مطلق نبوت پھر تذکر غالب میں بھی مراتب۔ رجال **لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله و اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة یخافون یوما تتقلب فیه القلوب والابصار** o یہ وہی تذکر غالب ہے اور غفلت مطلقہ۔ یہ جیسے حضرت مولانا فرماتے ہیں:

اہل دنیا کافران مطلق اند — روز و شب در زق زق و در بک بک اند

اہل دنیا چہ کہین وچہ مہین — لعنة الله علیهم اجمعین

چیست دنیا از خدا غافل بدن — نے قماش و نقره و فرزند و زن

اللہ اور اولاد سے محبت:

کسی نے عرض کیا: حضور بچہ سے محبت تو بچہ کی بنا پر ہوتی ہے اللہ کے واسطے کون کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: الحمدللہ کہ میں نے مال من حیث ھو مال سے کبھی محبت نہ رکھی، صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لیے، اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد من حیث ھو اولاد سے بھی محبت نہیں کی صرف اس سبب سے کہ صلۂ رحم عمل نیک ہے، اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ: حضور انسان بیوی بچہ کے سبب اکثر اوقات گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

> پھر اس کا کیا علاج اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یایھا الذین آمنوا ان من ازواجکم عدوالکم فاحذروھم اور فرماتا ہے: انما اموالکم واولادکم فتنۃ اور فرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا لاتلھکم اموالکم واولاد کم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرونo اے ایمان والو تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے دشمن بھی ہیں، تم ان سے بچو۔ اور تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔ اور اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد خدا کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ میں ہیں۔"

ایک بار امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دربار اقدس میں حاضر ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سینے سے لگایا اور فرمایا: انکم لتحبنون والتبخلون تم لوگوں کو نامرد کر دیتے ہو، اور بخیل بنا دیتے ہو چونکہ ازواج و اولاد کو دشمن بتایا گیا تھا، ممکن تھا کہ کوئی شخص سمجھ لیتا ان کو تکلیف دینا چاہیے۔ لہٰذا اسی جگہ فرمایا:

> وان لغفوا وتعفوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم اور اگر تم معاف کردو اور درگزر کرو اور بخشدو تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

شیخ طریقت کے رویہ پر اعتراض کرنا درست نہیں:

کسی نے عرض کیا اگر شیخ سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جانا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''محرومی اور گمراہی ہے'' کسی نے عرض کیا: ''اگر زید نے ایک وقت اعتراض کیا اور دوسرے وقت نادم ہوا تو کیا اب بھی اس پر کوئی الزام ہے۔'' ارشاد ہوا: اس پر کوئی الزام نہیں الندم توبة التائب من الذنب کمن لاذنب له۔

کسی نے عرض کیا: ''ایک مریض کا گلا پھول گیا ہے اس کے لیے کوئی دعا ارشاد ہو۔'' اس پر ارشاد فرمایا: ام ابرموآ امرا فانا مبرمونo لکھ کر گلے میں ڈال لیا جائے۔

قبر کے اندر کے حالات کی جستجو نہ کریں:

کسی نے عرض کیا: ایک قبر کچی ہے ہر بار پانی بھر جاتا ہے اس میں پکی ڈاٹ لگا دیں۔ ارشاد فرمایا: ''قبر پر ڈاٹ لگانے میں حرج نہیں، ہاں کھولی نہ جائے، میت کو دفن کرکے جب مٹی دے دی گئی تو وہ اللہ کی امانت ہو جاتا ہے، اس کا کشف جائز نہیں، دو حال سے خالی نہیں معذب ہے یا منعم علیہ، اگر معذب ہے تو دیکھنے والا اسے دیکھے گا، جس سے اسے رنج پہنچے گا اور کچھ نہیں کرسکتا۔ اور اگر منعم علیہ ہے تو اس میں اس کی ناگواری ہے۔ مؤلف ''ملفوظات'' دامت فیوضہ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا فقیر کہتا ہے اگر صورت معاذ اللہ صورت اول ہے تو ناگواری اور زیادہ ہونی چاہیے، اور بے وجہ ناحق ایذائے مسلم حرام اور خصوصاً ایذائے میت۔ نیز حدیث کے ارشاد سے ثابت ہے کہ مردے کو قبر سے تکیہ لگانے سے بھی اذیت ہوتی ہے تو معاذ اللہ محض اپنی خواہش کے لیے نہ ضرورت و حاجت کے لیے اس پر کدال چلانا اور قبر کو کھود ڈالنا کس قدر ایذا کا باعث ہوگا۔ آہ مسلمانوں کے قبرستانوں کی جو ردی حالت ہے اس پر جس قدر رویا جائے کم ہے۔ قبر پر بیٹھ کر لوگ حقے پیتے، خرافات کرتے، لغو باتیں بناتے، گالیاں بکتے، قہقہے اڑاتے ہیں۔ غیر قوم ہی کے لوگوں پر بس نہیں، خود مسلمان بھی یہ ناشائستہ و بیہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ بچے قبور پر کھیلتے کودتے پھرتے ہیں، بلکہ گدھے اوپر لوٹتے، لید کرتے ہیں، بکریاں بیٹھتی مینگنیاں کرتی ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسلمانو! خدا کے لیے آنکھیں کھولو ایک دن تمہیں بھی جانا ہے، ان

مردوں کی خاطر کچھ انتظام نہیں کرتے جو اپنے ہی لیے کرو، علامہ طاش کبری زادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیث دیکھی کہ:

علماء دین کے بدن کو مٹی نہیں کھاتی بدن ان کا سلامت رہتا ہے۔

شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا ہمارے استاذ بہت بڑے عالم ہیں، ان کی قبر کو کھول کر دیکھو کہ ان کا بدن کس حال پر ہے۔ اس وسوسہ نے ان پر ایسا غلبہ کیا کہ ایک شب میں جا کر قبر کھولی، دیکھا کہ کفن بھی میلا نہ تھا جب دیکھ چکے قبر سے آواز آئی: ''دیکھ چکا، اللہ تجھے اندھا کرے!'' اسی وقت دونوں آنکھیں بہہ گئیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الصدور'' میں لکھا ہے۔ ایک عورت کا انتقال ہوا۔ دفن کی گئی۔ اس کے شوہر کو بہت محبت تھی، محبت نے مجبور کیا کہ اس کی قبر کھول کر دیکھے کیا حال ہے، ایک عالم صاحب سے یہ ارادہ ظاہر کیا، انہوں نے منع کیا، مگر وہ نہ مانا اور ان کو قبرستان تک ساتھ لے گیا۔ عالم صاحب نے ہر چند منع کیا لیکن اس نے قبر کھولی، عالم صاحب قبر کے کنارے بیٹھے رہے وہ نیچے اترا دیکھا کہ اس عورت کے دونوں پاؤں پیچھے سے لے جا کر اس کی چوٹی سے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اس نے چاہا کہ کھولوں ہر چند طاقت کی مگر کھول نہ سکا، اللہ کی لگائی ہوئی گرہ کون کھول سکے، ان عالم صاحب نے منع فرمایا، نہ مانا دوبارہ زور کیا عالم صاحب نے پھر منع کیا کہ دیکھ اسی میں خیریت ہے اسے ایسے ہی رہنے دے۔ اس نے کہا ایک بار تو اور زور کرلوں پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا زور کر ہی رہا تھا کہ زمین دھنسی اور وہ مرد و عورت دونوں زمین میں چلے گئے والعیاذ باللہ تعالیٰ!

کسی نے عرض کیا کہ وہ کون کون ہیں جن کے بدن کو زمین نہیں کھاتی۔ ارشاد فرمایا: (۱) حافظ قرآن بشرطیکہ قرآن پر عمل کرتا ہو۔ بہتیرے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن انہیں لعنت کرتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ القرآن والقرآن یلعنه اور

(۲) عالم دین اور (۳) شہید فی سبیل اللہ اور (۴) ولی اور (۵) وہ کہ درود بکثرت پڑھتا ہو (۶) اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہ کی (۷) اور وہ مؤذن جو بلا اجرت اذان دیا کرتا ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو بلا اجرت سات برس محض اللہ کی رضا کے لیے اذان دے وجبت له الجنة ''اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

کسی نے عرض کیا: اولیائے الٰہی کی کیا پہچان ہے؟ ارشاد فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

اولیاء اللہ الذین اذا راؤا ذکر اللہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔

غیب کی مفاتیح اور شہادت کی کنجیاں:

کسی نے عرض کیا: دائرہ دنیا کہاں تک ہے؟ ارشاد ہوا: ساتوں آسمان ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے وراسدرۃ المنتہٰی، عرش و کرسی، دار آخرت ہے۔ (پھر فرمایا) دار دنیا شہادت ہے اور دارِ آخرت غیب۔ غیب کی کنجیوں کی مفاتیح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی مفاتح (کنجیاں) ان کو سوائے خدا کے کوئی (بذات خود) نہیں جانتا اور دوسری جگہ فرماتا ہے لہ مقالید السموٰت والارض خدا ہی کے لیے ہیں مقالید (کنجیاں) آسمان و زمین کی۔

اور مفاتح کا حرف اول (م) اور حرف آخر (ح) اور مقالید کا حرف اول (م) اور حرف آخر (د) انہیں مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے: ''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم!'' اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب و شہادت کی کنجیاں سب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی گئی ہیں کوئی شے ان کے حکم سے باہر نہیں۔

؎ دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک ''نہیں'' کہ وہ وہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے مفاتیح و مقالید غیب و شہادت سب حجرہ خفا یا عدم میں مقفل تھیں، وہ مفتاح و مقلاد جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذات مقدس ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی، کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرۂ عدم یا خفا میں رہتے ؎

؎ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں یہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

عرش اور کرسی پر ایک گفتگو:

کسی نے عرض کیا: حضور والا کرسی کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا: ''کرسی کی صورت اہل شرع و حدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی۔ فلاسفہ کہتے ہیں وہ آٹھواں آسمان ہے، ساتوں آسمانوں کو محیط ہے، تمام کواکب ثابتہ اس میں ہیں مگر شرع نے یہ نہ فرمایا۔ اسی طرح جہلاء فلاسفہ کہتے ہیں کہ ساتواں آسمان ہے اور اس کو فلک اطلس کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب نہیں، مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان و زمین کو محیط ہے اور اس میں یاقوت کے پائے ہیں۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں، اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے:

ویحملون عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہo اور اٹھائیں گے ترے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے)۔

ان فرشتوں کے پاؤں سے زانوں تک پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ آیۃ الکرسی کو اسی وجہ سے آیۃ الکرسی کہتے ہیں کہ اس میں کرسی کا ذکر ہے:

وسع کرسیہ السمٰوت والارض اس کی کرسی آسمان و زمین کی وسعت رکھتی ہے۔

(پھر فرمایا) آسمان ہی کی وسعت خیال میں نہیں آتی بیچ کا آسمان جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قطر نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ اور پانچواں اس سے بڑا اس کا ایک چھوٹا پرزہ جسے تدویر کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے بڑا ہے۔ پھر بھی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق و دق میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا۔ ایک چھلا پڑا ہوا ہے۔

ماالسمٰوت السبع والارضون السبع مع الکرسی الا کحلقۃ ملقاۃ فی الارض فلاۃ اور یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا

ہو اور ان سب عرش و کرسی و زمین و آسمان کی وسعت ایسی ہی ہے۔ عظمت قلب مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور قلب مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت رب العزت جل جلالہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ غیر متناہی وہ متناہی۔ اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال۔ (پھر فرمایا) اولیاء کرام فرماتے ہیں ماالسمٰوت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المومن الاکحلقة ملقاة فی فلاة من الارض سیدی شریف عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں۔ جیسے کسی لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو، اللہ اکبر! جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شان اقدس کو کون خیال کر سکے۔

صحابہ کرام کی شان:

کسی نے عرض کیا: صحابہ کرام کو بھی کشف ہوتا تھا؟ ارشاد فرمایا: **لا الہ الا اللہ** ان کے غلاموں اولیاء کرام کے پیش نظر عرش سے، تحت الثریٰ تک ہوتا ہے۔ پھر صحابہ کرام کی شان کا کیا پوچھنا۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی سے دریافت **کیف اصبحت** "تم نے کیونکر صبح کی" عرض کی: **صبحت مومنا حقا** "میں نے صبح کی اس حال میں کہ سچا مومن تھا" ارشاد فرمایا: ہر دعویٰ کی ایک دلیل ہوتی ہے۔ جس سے اس کے دعویٰ کی سچائی ثابت ہوتی ہے تمہارے دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ عرض کی: "میں نے صبح کی اس حال میں کہ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام موجودات عالم میرے پیش نظر ہیں جنتیوں کو جنت میں عیش کرتے دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں چیختے چلاتے، عذاب پاتے دیکھ رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم پہنچ گئے ہو، اطمینان رکھو (پھر فرمایا) ماضی تو ماضی مستقبل بھی ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اولیا کرام فرماتے ہیں "زمین پر کوئی پتہ سبز نہیں ہوتا مگر عارف کی نگاہ میں۔"

کسی نے عرض کیا: تشبیہ صحیح ہے یا تنزیہ؟ ارشاد فرمایا: "تشبیہ محض کفر ہے اور تنزیہ محض گمراہی۔ اور تنزیہ محض تشبیہ۔ عقیدہ حقہ اہلسنّت ہے۔ اس پر دریافت کیا کہ "تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا: "**لیس کمثلہ شیء انہ ہو السمیع البصیر**"

یہ تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے، تشبیہ محض یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم من الاجسام ہے۔ اس کے کان، آنکھ ہماری ہی طرح گوشت پوست سے مرکب ہے۔ وہ انہیں سے دیکھتا سنتا ہے اور یہ بات کفر ہے، اور تنزیہ محض یہ کہ دیکھنے سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے بھی انکار کر دیا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا دیکھتا سنتا ہے یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو دیکھتے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ گمراہی ہے۔ اصل صحیح عقیدہ یہ ہے لیس کمثلہ شیء یہ تنزیہ ہوئی کہ اس کے مثل کوئی شے نہیں اور انہ ھو السمیع البصیر تشبیہ ہوئی اور جب سننے دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا سننا کان کا محتاج نہیں۔ وہ بے آلات کے دیکھتا سنتا ہے۔ یہ نفی تشبیہ ہے کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہوتا اس کو مٹا دیا۔ تو ماحصل وہی نکلا تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ۔

(پھر فرمایا) تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ سے تو قرآن عظیم پر ہے۔ علم کلام یقیناً اس کی صفات ہیں یہ تشبیہ ہوئی مگر اس کا علم دل و دماغ و عقل کا اور کلام زبان کا محتاج نہیں۔ یہ نفی تشبیہ اور وہی لیس کمثلہ شیء ہر ایک کے ساتھ مل کر پھر وہی حاصل ہوا۔ تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ کا، حیات اس کی صفت ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ و پے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا مشبہ ملاعنہ کہتے ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر اس سے انکار کر دیا جائے جیسے ملاحدہ باطنیہ بکا کرتے ہیں کہ وہ حی لایموت نور علیٰ نور ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ حی ہے خود زندہ ہے اور تمام عالم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح سے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے، نہ وہ گوشت و پوست و خون و استخواں سے مرکب ہے، نہ وہ جسم ہے جسم و جسمانیت و زمان و مکان وجہت سے پاک ہے۔ یہ وہی تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔ (پھر فرمایا) اصل یہ ہے کہ الفاظ اس کے لیے وضع ہی نہیں کیے گئے، الفاظ تو مخلوق نے مخلوق کے لیے بنائے ہیں۔ خدا کو عالم قادر بھی ممیت، رزاق، متکلم، مومن، مہیمن، خالق، باری، مصوّر وغیرہا صفات سے موصوف کرتے ہیں۔ اور یہ سب اسم فاعل ہیں اور اسم فاعل دلالت کرتا ہے حدوث اور زمانہ حال یا زمانہ مستقبل پر، اور وہ حدوث و زمانے سے پاک ہے۔ قال اللہ تعالیٰ و یبقیٰ وجہ ربک اور اس کے سوا صدہا صیغے قرآن پاک نے فرمائے ہیں جو ماضی یا حال

یا مستقبل سے خالی نہیں اور وہ زمانوں سے منزہ۔ اور قرآن میں برابر آتا ہے: باللہ للہ علی اللہ فی اللہ من اللہ اور۔

بے آتی ہے انصاف کے لیے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ کسی شے اس سے ملتفق ہوسکے۔

لام آتا ہے نفع کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شے سے اس کو نفع پہنچ سکے۔

علیٰ آتا ہے ضرر یا استعلا کے لیے اور وہ اس سے برتر ہے کہ کسی شے سے اس کو ضرر پہنچ سکے اور وہ اس سے متعالی ہو کہ کوئی اس سے بلند ہوسکے۔

''فی'' آتا ہے ظرفیت کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی شے کا ظرف بن سکے۔

''من'' آتا ہے ابتداء غایت کے لیے اوہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا ابتدائی کنارہ یا حد ابتدائی بن سکے۔

''الی'' آتا ہے انتہائی غایت کے لیے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا انتہائی کنارہ بن سکے۔

فی الحقیقت یہ سب افعال و اسما و حروف اپنی معانی حقیقیہ سے معدول ہیں۔ (پھر فرمایا) یہ سب وہی تنزیہ مع تشبیہ بلاتشبیہ ہے۔

لفظ اللہ کی تشریح:

کسی نے عرض کیا اللہ کا لفظ مرکب ہے یا مفرد۔ ارشاد فرمایا: مشہور یہ ہے کہ ال تعریف اور الہ سے مرکب ہے۔ ہمزہ کی حرکت لام کو دے کر اس کو حذف کر دیا اور لام کو لام میں ادغام کر دیا لفظ اللہ ہو گیا، مگر مجھے دوسرا لفظ پسند ہے کہ لفظ اللہ مرکب نہیں بلکہ ہیئت کذائیہ علم ہے ذات کا کہ جس طرح اس کی ذات غیر مرکب ہے، اسی طرح اس کا نام بھی غیر مرکب ہونا چاہیے اور ان کا موید اس کا طرز استعمال بھی ہے کہ وقت ندا اس کا الف نہیں گرتا، یا اللہ میں ایسا نہیں ہوتا کہ ہمزہ اور الف گر کر بے لام میں مل جائے۔ اگر

لام تعریف ہوتا تو ضرور ایسا ہوتا کہ اس کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے اور منادی بیا معرف بلام کے پہلے ایہا زیادہ کرتے ہیں یہاں حرام ہے۔ اور اگر معنی کا تصور کر کے ہو تو کفر ہے، ایہا کے معنی ہوتے ہیں ایک مبہم ذات جس کا بیان آگے ہے۔ وہاں ابہام کیسا وہ تو اعرف المعارف ہے ہر شے کو یقین تو وہیں سے عطا ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) وہ تو اس قدر ظاہر ہے کہ اس کا بے غایت ظہور وہی سبب ہو گیا۔ اس کے بے نہایت بطون کا قاعدہ ہے کہ شے جب تک ایک حد معتاد تک ظاہر رہتی ہے مرئی ہوتی ہے۔ اور جب اس حد سے گذرتی ہے نظر نہیں آتی۔ آفتاب طلوع کے بعد کچھ بخارات سحابات وغیرہ میں ہوتا ہے، پوری طرح نظر آتا ہے، خوب اچھی طرح نگاہ اس پر جم سکتی ہے اور جتنا بلند ہو جاتا ہے نگاہ میں خیرگی آتی جاتی ہے۔ یہاں تک جب بالکل نصف النہار پر آجاتا ہے نگاہ کی مجال نہیں کہ اس پر جم سکے مگر پھر بھی اس کا ظہور ایک حد ہی تک ہے۔ اس لیے اگرچہ ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے پھر بھی اس کی روشنی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چودھویں شب کو جب آفتاب ہم سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے تو کسی کی طاقت نہیں کہ آفتاب سے روشنی لے سکے۔ اس وقت ماہتاب آفتاب اور اہل زمین کے درمیان متوسط ہو کر آفتاب سے نور لیتا ہے اور اہل زمین کو نور پہنچاتا ہے۔ جو چاہے کہ اس ماہتاب سے نور نہ لوں گا بلکہ آفتاب ہی سے نور لوں گا ہرگز نہیں لے سکتا ہے۔ بلاتشبیہ ذات باری تعالیٰ بے حد ظاہر تھی اور اسی سبب بے حد باطن تھی۔ تمام موجودات میں اس سے مستفید ہونے کی استعداد بھی نہ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہتاب نبوت بنایا کہ آفتاب الوہیت سے منور ہو کر تمام مخلوقات کو منور کر دے۔

؎ عرش تک پھیلی ہے تابِ عارض ۔۔۔ یوں چمکتے ہیں چمکنے والے

جو چاہے بغیر وسیلے اس ماہتاب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ حاصل کر لوں وہ خدا کے گھر میں نقب لگانا چاہتا ہے۔ اس توسل کے بغیر کوئی نعمت، کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں مل سکتی۔ کون ہے جس سے تمام عالم منور موجود ہے۔ وہ نہ ہو تو عالم میں تاریکی عدم چھا جائے۔ وہ قمر برج رسالت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں:

هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خزانة السر وموضع نفوذ الامر

جعل اللہ خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع بدیہ یعطی من یشاء وصنع من یشاء لاینفذ الامر الامنہ ولاینقل الخیرالاعنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خزانۂ سرالٰہی اور جائے نفاذ حکم خدا ہیں۔ رب العزت جل جلالہ نے اپنے کرم کے خزانے، اپنے نعمتوں کے خوان حضور کے قبضہ میں کر دیئے جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا، مگر حضور کے دربار سے کوئی نعمت کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

یہی معنی ہیں انما انا قاسم واللہ یعطی جزایں نیست کہ ''میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔''

؎ وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان جان سے ہے بقا وہی من ہے من سے ہی یار ہے

حدیث لولاک پر گفتگو:

کسی نے عرض کیا یہ حدیث ہے لولاک لما اظہرت الربوبیۃ...... ارشاد فرمایا: میں نے حدیث میں نہیں دیکھا ہاں صوفیہ کی کتاب میں آیا ہے لولاک لما اظہرت ربوبیتی با ایں ہمہ معنی صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں۔ صحیح حدیث یہ ہے:

خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا ''اے میرے حبیب! میں نے خلق کو اس لیے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو معلوم کرا دوں اور اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا اور نہ آخرت کو۔

کہ دنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزاء ہے۔ جب دارالعمل نہ ہوتا دارالجزاء کہاں سے آتا۔ یہ تو اس پر متفرع ہے تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت، تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا اپنی

الوہیت نہ ظاہر کرتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

موت وجودی ہے یا عدمی:

کسی نے عرض کیا: موت وجودی ہے یا عدمی؟ ارشاد فرمایا: موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔ قرآن عظیم فرماتا ہے:

خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً اس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ دیکھے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔

موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام کے قبضہ میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ مر جاتا ہے اور حیات ایک گھوڑے کی شکل پر ہے جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کی سواری میں جس بیجان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (پھر فرمایا) اللہ اکبر! یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری تعالیٰ کے کوئی اس سے نہ بچے گا۔ جب آیت نازل ہوئی

کل من علیھا فانo ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرامo جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ۔

فرشتے بولے "ہم بچے کہ زمین پر نہیں" پھر آیت نازل ہوئی **کل نفس ذائقة الموت** "ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔" فرشتوں نے کہا "اب ہم بھی گئے۔" جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقربین میں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے حاملان عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے، ارشاد فرمائے گا۔ اور وہ خوب جاننے والا ہے عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی میں تیرے بندے جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی رہے گا تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمائے گا "جبرئیل کی روح قبض کر" جبرئیل کی روح قبض کریں گے۔ وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں رب العزت کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا جبرئیل اب کون باقی ہے" عرض کریں

گے: ”باقی ہیں تیرے بندے میکائیل اسرافیل عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی رہے گا تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمائے گا میکائیل کی روح قبض کر۔“ میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا عزرائیل اب کون ”باقی ہے عرض کریں گے ”باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل عزرائیل اور حاملان عرش“ اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی رہے گا تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد ہوگا ”اسرافیل کی روح قبض کر“ اسرافیل علیہ السلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور پھر فرمائے گا ”عزرائیل! اب کون باقی ہے“ عرض کریں گے باقی ہیں تیرے بندے حاملان عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے ترا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا حاملان عرش کی روح قبض کر۔ وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا عزرائیل اب کون باقی ہے۔ عرض کریں گے ”باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل“ اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمائے گا ”مرجا عزرائیل“ علیہ السلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند رب العزت کے حضور سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوائے رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا۔ اس وقت ارشاد ہوگا **لمن الملک الیوم** آج کس کے لیے بادشاہت ہے، کوئی ہو تو جواب دے۔ رب العزت جلالہ جواب فرمائے گا۔

للہ الواحد القھار ۝ اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔

جب تک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام کو زندہ فرمائے گا۔ وہ صور پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں۔ اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کرے گا جہنمی نہایت خوشی کے ساتھ جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی ہے۔ اور جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے غرفات جنت سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے کوئی خطا ہوئی ہے، جس سے دوزخ میں بھیج دیئے جائیں، پھر موت کا مینڈھا لایا جائے گا

جنتیوں کو پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ پھر جہنمیوں کی طرف منہ کرکے پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح فرمائیں گے۔ پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا ''اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو کبھی مرنا نہیں'' بالکل مایوس ہوکر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا ''اب جنت میں ہمیشہ رہو اب کبھی مرنا نہیں'' وہ نہایت خوش ہوکر پلٹیں گے ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوگی۔

قبر پر اذان کہنے کی وجہ:

کسی نے عرض کیا بعد دفن اذان کیوں کہی جاتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ''دفع شیطان کے لیے''۔ حدیث میں ہے: اذان جب ہوتی ہے شیطان چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہے کہ روحا تک اور روحا مدینہ سے ۳۶ میل ہے، اور وہ وقت ہوتا ہے دخل شیطان کا جس وقت منکر نکیر سوال کرتے ہیں: ''من ربک تیرا رب کون ہے۔'' یہ لعین دور سے اشارہ کرتا ہے اپنی طرف کہ مجھ کو کہہ دے۔ جب اذان ہوتی ہے بھاگ جاتا ہے وسوسہ نہیں ہوتا، پھر سوال کرتے ہیں مادینک تیرا دین کیا ہے؟ اس کے بعد سوال کرتے ہیں: ماتقول فی ھذا الرجل ان کے بارے میں کیا کہتا ہے، اب نہ معلوم سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے، شریعت نے کچھ تفصیل نہیں بتائی۔ اور چونکہ امتحان کا وقت ہے اس لیے ھذا النبی نہ کہیں گے ھذا الرجل کہیں گے۔

قیامت کے دن زمین کی حالت:

کسی نے عرض کیا یہ زمین قیامت کے روز دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ ارشاد ہوا: ہاں زمین و آسمان کا دوسری زمین و آسمان سے بدلا جانا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے ارشاد ہوتا ہے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت وبرزوالله الواحد القھارo جس دن بدل جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے اور آسمان بھی اور کھل جائیں گے (قبروں سے لوگ) اللہ قہار کے لیے۔

مگر آسمان کے لیے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کا ہے کا ہو گا۔ ہاں زمین کے بارے میں صحیح حدیث آئی ہے جس میں ہے: آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا۔ صحابی جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں :''مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد میل مسافت ہے یا میل سرمہ'' (یعنی سلائی)۔ پھر فرمایا اگر میل مسافت ہی مراد ہو تو بھی کتنا فاصلہ ہے۔ آفتاب چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف پیٹھ کیے ہوئے ہے، اس روز کہ سوا میل پر ہوگا اور اس طرف منھ کیے ہوگا۔ اس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا۔ اسی حدیث میں ہے کہ زمین لوہے کی کر دی جائے گی (پھر فرمایا) اور جنت میں چاندی کی زمین ہو جائے گی۔ اور یہ زمین وسعت کیا رکھتی ہے ان تمام انسانوں جانوروں کے لیے جو روز ازل سے روز آخر تک پیدا ہوئے ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ رحمٰن بڑھائے گا زمین کو جس طرح روٹی بڑھائی جاتی ہے۔ اس وقت کروی شکل پر ہے، اس کی گولائی ادھر کی اشیاء کو حائل ہے۔ اور اس وقت ایسی ہموار کر دی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش کا اس کنارہ پر پڑا ہو اُس کنارہ زمین پر دکھائی دے گا۔ حدیث میں ہے: **یبصرھم الناظر ویسمعھم الداعی** ''دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے والا ان سب کو سنائے گا۔''

کسی نے عرض کیا کہ آیہ کریمہ **کل قدعلم صلاته وتسبیحه** سے معلوم ہوتا ہے ہر شے کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا: اوّل تو یہ آیت خاص پرندوں اور ذوی العقول کے باب میں ہے۔ سباق آیت ہے۔

> **الذکر قرآن اللہ یسبح له من فی السمٰوٰت والارض والطیر صفٰت کل قدعلم صلاته وتسبیحه** کیا نہیں دیکھتے جو لوگ زمین و آسمان میں ہیں، اور پرندے صف باندھے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو پہچان لیا۔

دوسری یہ کہ اس آیت میں لف و نشر مرتب مانا جائے کہ **من فی السموات والارض** نے اپنی نماز کو پہچان لیا اور پرندوں نے اپنی تسبیح کو۔ تیسرے یہ کہ اس آیت کو عام رکھا جائے تو از قبیل عطف عام علی الخاص ہو جائے گا۔ جمادات نباتات کی نماز وہی اور ان کا ایمان و تسبیح ہے۔ (پھر فرمایا) ان میں مادۂ معصیت بھی ہے، ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ

ان کو دی جاتی ہے۔ اہل کشف فرماتے ہیں تمام جانور تسبیح کرتے ہیں۔ جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اسی وقت ان کو موت آتی ہے۔ ہر پتہ تسبیح کرتا ہے جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اسی وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے۔

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں، غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب العزت نے اپنے حبیب کی مدد فرمانا چاہی شمالی ہوا کو حکم ہوا ''جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے'' ان سے کہا: الحلا ئل لایخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمھا اللہ تعالی ''تو اللہ نے اسے بانجھ کر دیا'' اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔ پھر صبا (یعنی پروائی) سے فرمایا: فقالت سمعنا واطعنا تو ان سے عرض کیا: ''ہم نے سنا اور اطاعت کی'' وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔ صرف ایک خندق درمیان تھی، اس پار مسلمان تھے اس پار کفار۔ ادھر صبح تک چراغ جلتے رہے اور دوسری طرف اونٹ بارہ بارہ کوس پر گرے تو پروائی کو یہ نعمت دی کہ بارش اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (پھر فرمایا) ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے، اسے خواہ اس کی روح کہا جائے یا اور کچھ، وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے:

مامن شیء الا ویعلم انی رسول اللہ الا مردۃ الجن والانس کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکشی جن اور انسان کے۔

کسی نے عرض کیا: پھر انسان اور دیگر حیوانات میں مابہ الامتیاز کیا ہے؟ ارشاد فرمایا عقل ہے اور وہ تکلیف شرعیہ جو رکھی گئی ہیں اس پر اور وہ امانت جس کو اٹھا لیا انسان نے۔

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوماً جھولاO بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑیوں پر، تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے۔ اور آدمی نے اٹھائی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔''

مسائل کا مقام:

''ملفوظات'' حصہ اول میں ہے کسی نے سوال کیا کہ: ہر سائل پر رحم کھانا چاہیے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کہ قرآن عظیم میں واما السائل فلا تنھر فرمایا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا: پھر کافر بھی تو ہو۔ بحرالرائق وغیرہ میں تصریح ہے کہ کافر حربی پر کچھ تصدق کرنا اصلاً جائز نہیں۔ فرمایا یہ بھی ارشاد ہے اقم الصلاۃ نماز پڑھو تو کیا اس سے یہ مطلب ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو شرط بھی تو موجود ہونا چاہیے نہ کہ مطلق۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر آدمی کے پاس ایک پیاس کا پانی ہو اور جنگل میں ایک کتا اور ایک کافر شدت تشنگی سے جاں بلب ہوں تو کتے کو پلا دے اور کافر کو نہ دے۔ حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لیے بارگاہ رب العزت میں لایا جائے گا۔ اس سے سوال ہوگا: ''کیا لایا'' وہ کہے گا: ''میں نے اتنی نمازیں پڑھیں علاوہ فرض کے، اتنے روزے رکھے علاوہ ماہ رمضان کے، اس قدر خیرات کی علاوہ زکوٰۃ کے۔ اس قدر حج کیے علاوہ حج فرض کے۔ وغیر ذالک، ارشاد باری ہوگا ھل والیت لی ولیا وعادیت لی عدوا کبھی میرے محبوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی تو عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا اور رسول کی محبت ایک طرف، اگر محبت نہیں تو سب عبادات و ریاضات بیکار۔ پر کے کاٹنے سے ایک روز ذرا سی آپ کو تکلیف ہوتی ہے، اگر کہیں اسے زمین پر پڑا دیکھیں کہ اس کا ایک پاؤں یا پر بیکار ہوگیا ہے، اور اس میں طاقت پرواز نہیں تو اس پر رحم کیا جاتا ہے، یا پر سے مسل دیا جاتا ہے تو خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں اور ان سے دشمنی و عداوت رکھیں، وہ قابل رحم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ عوام کی یہ حالت ہے کہ ذرا کسی کو ننگا یا محتاج دیکھا سمجھے کہ قابل رحم ہے خواہ خدا و رسول کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذرا سی اعانت کافر کی کرنا حتیٰ کہ اگر وہ راستہ پوچھے اور کوئی مسلمان بتا دے اتنی بات اللہ تعالیٰ سے اس کا علاقہ مقبولیت قطع کر دیتی ہے۔ ہاں ذمی مستامن کافروں کے لیے شرع میں رعایت کے خاص احکام ہیں یہ اس لیے کہ اسلام اپنے ذمہ کا پورا ہے اور اپنے عہد کا سچا۔

حضور کن کافروں سے حسن سلوک فرماتے تھے!:

کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ جو کافروں کے ساتھ تھے، ان کے متعلق سوال کیا۔ ارشاد فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے، اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے۔ ان کی آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھروائیں، ہاتھ کاٹے پاؤں کاٹے، پانی مانگا تو پانی تک نہ دیا۔ یہ سلوک کس کے ساتھ تھا وہ جو رجوع لانے والے نہ تھے۔ امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت ہے آپ مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر تشریف لیے جاتے ہیں۔ ایک مسافر نے کھانا مانگا، امیرالمومنین اپنے ہمراہ لے آئے۔ خادم بحکم امیرالمومنین کھانا حاضر کرتا ہے۔ اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک فقرہ بد مذہبی کا نکل جاتا ہے۔ جس پر حضور فوراً اس کے سامنے سے کھانا اٹھوا لیتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ اسے نکال دے۔ رب العزت کی شان ہے بدمذہب کیسا ہی جامہ عیاری پہن کر میرے سامنے آئے دل خود بخود نفرت کرنے لگتا ہے۔ حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ کے زمانہ حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوا۔ اس وقت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسمٰعیل دہلوی اور وہابیہ پر بڑے شد و مد سے دیر تک لعن طعن کی اور اس نے اپنے سنی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ میرے بچپن کا زمانہ تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت کی خدمت میں ظاہر کیا کہ مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ابھی تو وہ تمہارے سامنے وہابیوں اور اسماعیل پر تبرا کہہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تقیہ تھا اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت سے یہاں کوئی وعظ نہیں کہہ سکتا، اس لیے اس نے یہ تمہید ڈالی۔ دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا، میں نے اسے مسائل وہابیت میں چھیڑا ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے۔ دفع کر دیا گیا اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔

حضرت والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے کچھ دنوں بعد جبکہ اپنے منجھلے بھائی مرحوم کے مکان میں رہتا تھا، باہر تنہا بیٹھا تھا۔ سامنے گلی میں ایک عربی

صاحب آتے نظر آئے۔ جب قریب آئے میں نے چاہا ان کے لیے قیام کرتا کہ اہل عرب کے لیے قیام میری عادت تھی مگر اس بار دل کراہت کرتا ہے۔ میں اٹھنا چاہتا ہوں اور دل اندر سے دامن کھینچتا ہے۔ میں نے نام پوچھا کہا ''عبدالوہاب'' مقام پوچھا کہا ''نجد۔'' اب تو میں کھٹکا اور میں نے اس سے مسائل متعلقہ وہابیت پوچھے۔ اتنا اشد وہابی نکلا کہ یہاں کے وہابیہ اس کی شاگردی کریں، بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک لیتا نہ اول میں کلمہ تعظیم نہ آخر میں درود۔ میں اسے ہر بار روکتا اور کلمات تعظیم اور درود شریف کی ہدایت کرتا اور وہ نہ مانتا۔ آخر میں نے اس سے سختی کے ساتھ کہا تو مجبور ہو کر بولا **اقول لقولک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم** میں تمہارے کہنے سے کہتا ہوں ''صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' میں نے اسے دفع کیا اخیر فقرہ یہ تھا کہ ہمارا رخصتانہ دو۔ میں نے شہر کے ایک دو وہابیوں کا پتا بتا دیا کہ ان کے پاس جا، یہاں تیرے لیے کچھ نہیں۔ بالآخر وہ خائب و خاسر دفع ہوا۔ میں نے اپنے دل کو شاباش دی کہ تو نے ٹھیک کیا، بیشک اس شیطان کے لیے قیام ناجائز تھا۔

رافضی کی پہچان:

ایک بار علی گڑھ سے ایک شخص اپنا بیگ وغیرہ لیے آیا اس کی صورت دیکھ کر میرے قلب نے کہا یہ رافضی ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی رافضی ہے۔ کہا میں اپنے مکان لکھنو جاتا تھا راستے میں صرف آپ کی زیارت کے لیے اتر پڑا ہوں کہ آپ اہلسنت میں ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے یہاں مجتہدین۔ میں نے التفات نہ کیا غرض وہ رافضی اپنی طرف مجھے مخاطب کرتا تھا اور میں دوسری طرف منہ پھیر لیتا۔ آخر اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایک صاحب شاکی بھی ہوئے کہ وہ اتنی مسافت طے کرکے آیا تھا اور آپ نے قطعی التفات نہ فرمایا۔ میں نے یہی روایت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدمذہب ہے فوراً سامنے سے کھانا اٹھوا لیا اور اسے نکلوا دیا بیان کی کہ ہمارے ائمہ نے ان لوگوں کے ساتھ ہمیں یہ تہذیب بتائی، اب بھلا وہ کیا کہہ سکتے تھے، خاموش ہو گئے۔ مسلمانو! ذرا ادھر خدا و رسول کی طرف متوجہ ہو کر ایمان سے دل پر

ہاتھ رکھ کر دیکھو اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلاوجہ محض فحش مغلظہ گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں، کیا تم ان سے بکشادہ پیشانی ملو گے؟ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں انسانیت باقی ہے، اگر تم اپنی ماں باپ کو ماں باپ سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو انہیں دیکھ کر تمہارے دل بھر جائیں گے۔ تمہاری آنکھوں میں خون اتر آئے گا تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارہ نہ کرو گے۔ للہ انصاف! صدیق اکبر فاروق اعظم زائد یا تمہارے باپ؟ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زائد یا تمہارنی ماں؟ ہم صدیق و فاروق کے ادنیٰ غلام ہیں اور الحمدللہ کہ ام المومنین کے بیٹے کہلاتے، ان کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ برتاؤ نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو، تو ہم نہایت نمک حرام غلام، اور حد بھر کے برے ناخلف بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ ان کی شان کے خلاف کہا ان کا تھوک اڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس کی وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اللہ و رسول و معظمانِ دین سے اپنی وقعت دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب انہیں کو مبارک۔ فرزندانِ اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی سے بد مذہبوں کو نام لے کر اٹھا دیا۔ ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جمعہ میں دیر ہوگئی، راستہ میں دیکھا کہ چند لوگ سویرے سوئے ہوئے آرہے تھے، آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے چھپ گئے، اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد نبوی سے نکال دینے میں ہوئی الگ چھپ کر نکل گئے۔ رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم اے نبی جہاد فرما اور سختی فرما کافروں اور منافقوں پر

اور فرماتا ہے عزوجل محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور جو ان کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ اور فرماتا ہے: جل وعلا ولیجدوا فیکم غلظۃ لازم

کہ کفار تم میں سختی پائیں تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

مولانا کافی اور حسن رضا کے کلام کو ترجیح:

''ملفوظات'' حصہ دوم میں ہے ایک صاحب شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بریلی تشریف لائے تھے۔ اعلیٰحضرت مدظلہم الاقدس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کچھ اشعار نعت شریف سنانے کی درخواست کی۔ استفسار فرمایا کس کا کلام ہے؟ انہوں نے بتایا، اس پر ارشاد فرمایا: سوائے دو کے کلام کے کسی کا کلام قصداً نہیں سنتا: مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا، کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔ البتہ مولانا کافی کے یہاں لفظ راعنا کا اطلاق جابجا آیا ہے، اور یہ شرعاً محض ناروا اور بے جا ہے۔ مولانا کو اس پر طلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔ حسن میاں مرحوم کے یہاں بفضلہٖ تعالیٰ یہ بھی نہیں، ان کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیئے تھے۔ ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا جہاں شبہہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔ ایک غزل میں یہ شعر خیال میں آیا۔

؎ خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت　　خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا یہ ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے، جس کے لیے مقدم و تالی کا امکان ضرور نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین o اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمٰن کے لیے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا ہوں۔

ہاں اس شرط میں جزا میں علاقہ چاہیے، وہ آیہ کریمہ کی طرح یہاں بھی بر وجہ احسن حاصل ہے۔ بلاشبہہ جتنے فضائل و کمالات خزانۂ قدرت میں ہیں، سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویتم نعمتہٗ علیک اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں ؎

ہر نعمتے کہ داشت خدا، شد بر او تمام

الوہیت کے علاوہ اللہ نے تمام کمالات عطا فرما دیئے:

ایک جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں: میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ القا ہوا تھا۔ اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے معیار کامل ہے۔ وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے:

(۱) دینے والے کو اس نعمت تک دسترس نہیں۔

(۲) دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے۔

(۳) جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔

(۴) وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لیے بچا رکھی۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں وہ یہ کمال کسی کو عطا نہیں کرتا۔ باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہے ہر جواد، سے بڑھ کر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور اکرم سے زائد اللہ کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل، جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں، مولیٰ عزوجل نے سب علیٰ وجہ کمال حضور کو عطا فرمائیں۔ اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا۔ ضرور یہ بھی عطا فرماتا۔ جیسے ارشاد فرمایا:

لو اردنآ ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا انا کنا فاعلین o اگر ہم بیٹا چاہتے تو ضرور اپنے پاس سے بنا لیتے۔

گویا ارشاد ہوتا ہے: اے نصرانیو! تم مسیح کو اور اے یہودیو! تم عزیر کو اور اے عرب کے مشرکو! تم ملائکہ کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو، ہمیں اپنے لیے بیٹا بنانا ہوتا تو انہی کو نہ بناتے، جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ میری اجازت کے بعد حسن مرحوم نے یہ شعر داخل غزل کیا اور مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ:

بھلا ہے حسن کا، جنابِ رضا سے   بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

نعت لکھنا گویا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

آپ فرماتے ہیں: ”نعت گویوں میں ان حضرت کافی اور حسن بریلوی کا کلام ایسا ہے، باقی اکثر دیکھا گیا ہے کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے اور حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچاتا ہے، اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“

ندوہ ایک کھچڑی ہے:

کسی نے ندوہ کے متعلق استفسار کیا ارشاد فرمایا کہ: ندوہ کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلسنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہو گئے تھے، جیسے مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی اور مولوی احمد حسین صاحب کانپوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی۔ اس کی شناعتوں پر اطلاع پاکر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے۔ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم ندوۂ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے، شعبان کا اخیر عشرہ تھا میں اپنی مسجد میں معتکف تھا۔ میں نے سن کر انہیں خط لکھا جس میں القاب یہ تھے:

احمد السیرۃ حسن السریرۃ غیر الشرکۃ الندوۃ المبیرہ اس میں احمد حسن ان کا نام بھی نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود اور طینت مسعود مگر ندوہ تباہ کن کی شرکت مردود۔

میری ان کی دوستی تھی۔ ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ: میں نے تو اس سے توبہ کرلی ہے۔ اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم کو یہ کہہ اٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں یہ سب جہنم میں جائے گا اور اس کے آگے آگے میں اور آپ ہوں گے۔ یہ نہیں جانتا کہ پہلے آپ جائیں گے کہ پہلے میں، لکھنؤ کے جلسہ میں مولوی ابراہیم آروی نے اپنے لیکچر میں صرف لا الہ الا اللہ پر مدار نجات رکھا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی مع ہمراہیاں یہ فرما کر اُٹھ آئے کہ ”یہاں سے تو

رسالت بھی تشریف لے گئی'' اس طرح سینوں میں جو مطلع ہوتا گیا جدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس میں بدمذہب رہ گئے یا تو مرتدین جیسے رافضی وہابی وغیرہم۔ یا وہ نام کے سنی جو ان کو ارکین دین بناتے۔ ان سے اتحاد مناتے، ندوہ کا عقیدہ ہے کہ:

نیچری، وہابی، قادیانی، رافضی سب اہل قبلہ ہیں اور سب مسلمان ہیں اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے، جیسے برٹش گورنمنٹ کہ اس کی رعیت کے سب مذہب والے ایک ہیں۔

ہم ایسے عقیدۂ واھیہ سے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ قرآن عظیم فرماتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین○مالکم کیف تحکمون○ کیا ہم مطیعوں کو مجرموں کے مثل کر دیں تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اور وہابی فرماتا ہے **افنجعل المتقیں کالفجار** کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے مانند کر دیں۔ اور فرماتا ہے **لیسوا سواء** سب ایک سے نہیں۔ اور فرماتا ہے **ھل یستوون** کیا وہ سب برابر ہیں۔ اور فرماتا ہے:

لایستوی اصحب النار و اصحب الجنۃ اصحب الجنۃ ھم الفآئزون○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی کامیاب ہوں گے۔

قرآن عظیم میں اس مضمون کی بکثرت آیات ہیں۔ صدیق اکبر و فاروق اعظم پر رافضی تبرا بکتے ہیں، ندوی کہتے ہیں سنی اور شیعہ کا مسائل قطعی میں اتفاق ہے صرف ظنیات میں اختلاف، ذرا ذرا سی بات کو بہانہ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔ تو نہ اب صدیق کی صحابیت قطعی ٹھہری نہ صدیق و فاروق کی خلافت راشدہ قطعی ہوئی، نہ صدیق و فاروق کا جنتی ہونا قطعی رہا، سب ظنیات ہو گئے۔ روافض کا تبرا بکنا صدیق و فاروق کو گالیاں دینا ایک ذرا سی بات ہوئی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم○

ڈپٹی نذیر احمد کی تفسیر پر جرح:

کسی نے دریافت کیا کہ ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا ہے کہ نجات کے لیے صرف لا الہ الا اللہ کافی ہے محمد رسول اللہ کی کچھ حاجت نہیں، اور اس پر حدیث، من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ سے سند لاتے ہیں، حدیث کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد ہوا ''حدیث حق ہے اور زعم خبیث کفر لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم ہے، جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کوئی کہے الحمد سات بار پڑھو یا قل ھو اللہ گیارہ بار کہو، کیا اس سے صرف لفظ الحمد یا لفظ قل ھو اللہ مراد ہوں گے ہرگز نہیں بلکہ پوری سورتیں کہ اختصار جن کے یہ نام ہیں، کلمہ طیبہ کا اختصار لا الہ نہیں ہوسکتا کہ نفی محض بلا استثنا تو معاذ اللہ کلمۂ کفر ہے، لاجرم نصف کلمہ اس کا اختصار ہوا یہ ایک ظاہر جواب ہے۔ اور میرے نزدیک تو حقیقت امر یہ ہے کہ بیشک صرف لا الہ الا اللہ نجات کا ضامن ہے اور اسی سے وہ ملعون قول کہ محمد رسول کی معاذ اللہ حاجت نہیں کفر خالص ہے لا الہ الا اللہ سے مراد فقط الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق، سچے دل سے ایمان لانا کہ جس ذات جامع جمیع کمالات، منزہ از جمیع عیوب و نقائص کا علم پاک واقع میں اللہ ہے، ایک وہی معبود بحق ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں اور واقع میں اللہ وہ ہے جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو افضل الرسل و خاتم النبیین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے۔ جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں۔ جس نے اللہ کو اس طرح پہچانا اسی نے اللہ کو جانا، اس نے لا الہ الا اللہ کو مانا۔ اور جس نے ضروریات دین میں سے کسی بات میں شک وشبہہ کیا ہے اس نے نہ ہرگز اللہ کو جانا نہ لا الہ الا اللہ مانا جو شخص لا الہ الا اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانے، وہ ایسی توحید کی گواہی دیتا ہے، ایسے کو اللہ سمجھتا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ بھیجا، اور وہ ہرگز اللہ نہیں۔ اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے۔ یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے۔ اللہ یقیناً

وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ تو اللہ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کرلو مثلاً جو اللہ کا مقر اور قیامت کا منکر ہے، یقیناً اللہ کا منکر ہے۔ اور اس کے اقرار میں مشرک ہے تو ایسے کو اللہ ٹھہرایا جو قیامت نہ لائے گا۔ حالانکہ اللہ وہ ہے کہ قیامت جس کا سچا وعدہ ہے علیٰ ھذا القیاس۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ معنی بے تکلف صحیح ہو گئے لہٰذا اپنے رسالہ ''باب العقائد والکلام'' میں ثابت کیا ہے کہ کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے جو اللہ کو صحیح طور پر جانتا مانتا ہے، کافر نہیں ہوسکتا۔ اور جو کافر ہے اللہ کو ہرگز نہیں جان سکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا دعویٰ علم و معرفت کا کرے جیسے دیوبندیہ و وہابیہ و مرزائیہ و امثالھم خذلھم اللہ تعالیٰ۔

بدمذہب علماء سے میل جول سے اجتناب کریں:

کسی نے پوچھا ان لوگوں کی نسبت کیا حکم ہے جن کو بدمذہب عالم سے ملنے کو منع کیا جائے، تو کہیں عالم عالم سب ایک ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ''ان کا شمار بھی انہیں میں سے ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ومن یتولھم منکم فانہ منھم جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں الاعداء ثلثۃ عدوک وعدوا صدیقک وصدیق عدوک دشمن تین ہیں: ایک تیرا دشمن ایک تیرے دوست کا دشمن اور ایک ترے دشمن کا دوست یونہی اللہ عزوجل کے دشمن تینوں قسم ہیں۔

ایک تو ابتداءً اس کے دشمن، وہ کافران اصلی ہیں۔ فان اللہ عدو للکفرین ○

دوسرے وہ کہ محبوبانِ خدا کے دشمن ہیں جیسے دیوبندیہ مرزائیہ وہابیہ روافض۔

تیسرے وہ کہ ان دشمنوں میں کسی کے دوست ہیں۔

یہ سب اعداء اللہ ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت اور اس کے سب دشمنوں سے عداوت رکھے۔ یہ ہمارا عین ایمان ہے۔

(اسی ضمن میں فرمایا) بحمد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔

ایک بار اپنے دیہات کو گیا تھا کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا، جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایوں جانا پڑا۔ میں تنہا رہا اس زمانے میں معاذ اللہ درد قولنج کے دورے ہوا کرتے تھے، اس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا، اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ رب عزوجل سے دعا کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مدد مانگی۔ مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سنتوں کی نیت باندھی درد بالکل نہ تھا۔ جب سلام پھیرا، اسی شدت سے تھا فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا اسی شدت کے ساتھ درد تھا۔ بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف، سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لیتا رہا کہ درد سے کسی پہلو پر قرار نہ تھا۔ اتنے میں سامنے سے اس گاؤں کا ایک برہمن کہ خبیث بزعم خود قریب قریب توحید کا قائل اور براہ مکر و فریب میرے خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کی طرف مائل بنا تھا۔ سامنے سے گزرا۔ پھاٹک کھلا ہوا دیکھ کر اندر آیا۔ اور میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کیا یہاں درد ہے۔ مجھے اس کا نجس ہاتھ بدن کو لگنے سے ایسی کراہت و نفرت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا اور یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔"

رافضیوں کی مجلسوں سے دور رہیں:

کسی نے پوچھا اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: حرام ہے اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل، اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہر قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم (انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ فتنے میں نہ ڈال دیں۔) اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے انھا اکذب شیء اذا خلفت فکیف اذا وعدت نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے

بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔ صحیح حدیث میں فرمایا: جب دجال نکلے گا کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں، ہمیں اس سے کیا۔ نقصان ہوگا۔ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ حدیث ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہمارا ایمان، اور پھر حضور کا حلف سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے: جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں سے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح الصدور'' میں نقل فرماتے ہیں ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس کی نزع کا وقت آیا۔ لوگوں نے حسب معمول اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی کہا ''نہیں کہا جاتا'' پوچھا۔ کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ تو ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر وعمر کو برا کہتے تھے، اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے، ہرگز نہ پڑھنے دیں گے۔ یہ نتیجہ ہے بدمذہبوں کے پاس بیٹھنے کا جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بدگویوں سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہوگی۔ ان کی بدگوئی صحابہ تک ہے، ان کی انبیاء اور سیدالانبیاء اور اللہ عزوجل تک۔

۹۹ باتیں کفر کی، ایک اسلام کی:

کسی نے عرض کیا جس میں ۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی، اس کے لیے کیا حکم ہے۔اس پر ارشاد فرمایا: کافر ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک سجدہ کرے اللہ کو اور ۹۹ مہادیو کو تو مسلمان رہے گا۔ اگر ۹۹ سجدے اللہ کو اور ایک ہی مہادیو کو کیا تو کافر ہو جائے گا۔

گلاب میں ایک قطرہ پیشاب کا ڈالا جائے گا وہ پاک رہے گا یا ناپاک۔

اتفاقاً ایک سفر میں کسی کا ناقہ گم ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں جنگل میں اس کی مہار پیڑ سے اٹک گئی ہے۔ زید ابن مصیت منافق نے کہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں کہ ناقہ جنگل میں ہے، حضور غیب کی خبر کیا جانیں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

قل اباللہ و آیاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن لاتعتذروا قد کفر تم بعد ایمانکم تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان لانے کے بعد۔

اللہ نے ۹۹ نہ گنیں ایک گنی۔ ارشاد علما یوں ہے کہ کسی سے کوئی کلمہ صادر ہو جس کے سو معنی ہو سکتے ہوں۔ ۹۹ پر کفر لازم آتا ہو اور ایک پہلو اسلام کی طرف جاتا ہو اس کے کفر کا حکم نہ کریں گے، جب تک معلوم ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر مراد لیا۔ مسئلہ تو یہ تھا اور بے دینوں نے کیا سے کیا کرلیا۔ اس کا بہت واضح روشن بیان ہماری کتاب ''تمہید ایمان بایات قرآن'' میں ہے۔ اور یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو مطلقاً غیب کا منکر ہو، وہ کافر ہوگیا۔ جو لفظ اس منافق نے کہا جسے قرآن عظیم نے فرمایا ''تو بہانے نہ بنا تو کافر ہو چکا''، یہی تو تھا کہ رسول غیب کیا جانیں بعینہ یہی ''تقویت الایمان'' میں لکھا کہ:

''غیب کی باتیں اللہ جانے رسول کو کیا خبر''

روافض سے شادی:

کسی نے روافض سے شادی کرنے کے متعلق استفسار کیا اس پر ارشاد ہوا: ناجائز ہے ایمان والوں سے ہٹ گیا ہے، اور اللہ اور رسول کی محبت جاتی رہی ہے۔ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین٥

تجھے اگر شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ''ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں'' خاص رافضیوں کے بارے میں ایک حدیث ہے:

یاتی قوم لھم یقال لھم الرافضہ لایشھدون جمعۃ و لا جماعۃ یطعنون علی السلف فلاتجالسوھم ولاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتناکحوھم واذا مرضوا فلاتعودواھم واذا ماتوا فلاتشھدھم (الحدیث) ایک قوم آنے والی ہے۔ ان کا ایک

بدلقب ہوگا، انہیں رافضی کہا جائے گا تم ان کے پاس نہ بیٹھنا نہ جمعہ میں آئیں گے نہ جماعت میں اور سلف صالح کو برا کہیں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ کھانا پینا، نہ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جانا، مر جائیں تو جنازے پر نہ جانا۔

عمران ابن حطان رقاشی اکابر علماء محدثین سے تھا۔ اس کی ایک چچا زاد بہن خارجیہ تھی، اس سے نکاح کرلیا۔ علمائے کرام نے سن کر طعنہ زنی کی کہا: میں نے تو اس لیے نکاح کرلیا ہے کہ اس کو اپنے مذہب پر لے آؤں گا، ایک سال نہ گزرا تھا کہ خود خارجی ہوگیا ؎

شد غلام کہ آب جو آرد   آب جو آمد و غلام بہ برد

؎ شکار کرنے چلے تھے شکار ہو بیٹھے!

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ رافضی یا رافضیہ جس سے شادی کی جائے بعض اگلے روافض کی طرح صرف بدمذہب ہو، دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو۔ آج کل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی قادیانی، وہابی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی ہو، یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض، باطل۔ عالمگیریہ میں ظہر سے ہے **احکامھم احکام المرتدین** اس میں ہے:

لایجوز نکاح المرتد مع مسلمة ولا کافرة اصلیة ولا مرتدة وکذا لایجوز نکاح المرتدة مع احد۔

صلح کلی والوں سے میل جول:

کسی نے عرض کیا صلح کل والے یہ کہتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے اور اس سے نہ ملا جائے۔ اس پر ارشاد فرمایا تہذیب سے اگر تہذیب نیچری مراد ہے تو وہ تہذیب نہیں تخریب ہے، اور اگر تہذیب اسلامی مقصود ہے تو جس نے ہم سے تہذیب سیکھی وہی منع فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم ان سے دور بھاگو ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال

دیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ کر مسجد سے تشریف لاتے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی: ''کون ہے مسافر کو کھانا کھلائے'' امیرالمومنین نے خادم سے ارشاد فرمایا: ''اسے ہمراہ لے آؤ'' وہ آیا اسے کھانا منگا کر دیا۔ مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بو آتی تھی، فوراً کھانا سامنے سے اٹھوا لیا اور اسے نکال دیا۔

بدمذہب لٹریچر کے مطالعے سے حتی الامکان بچو:

''ملفوظات'' حصہ چہارم میں ہے ارشاد فرمایا کہ ناقص بلکہ کامل کو بھی بلاضرورت بدمذہبوں کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی بات معاذ اللہ دل میں جم جائے۔ اور ہلاک ہو جائے۔ امام حارث محاسبی نے بدمذہبوں کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی یہ بدمذہبوں کے رد میں پہلی تصنیف تھی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ کہا: ''مجھ سے کیا خطا ہوئی، میں نے ان کا رد ہی تو کیا ہے۔'' فرمایا کیا ممکن نہیں ہے کہ تم نے جو کلام بدمذہبوں کا نقل کیا ہے کسی کے دل میں جم جائے اور وہ گمراہ ہو جائے۔ (پھر فرمایا) پہلے تلوار تھی، رد کی حاجت نہ تھی، تلوار کے ذریعہ سے سارا انتظام ہوسکتا تھا، اب کہ ہمارے پاس سوائے رد کے کوئی ذریعہ نہیں، رد کرنا فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

> **اذا ظہرت الفتن اوقال البدع ولم یظہر العالم علمہٗ فعلیہ لعنۃ اللہِ والملئکۃِ والنّاس اجمعینَ لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا**
>
> جب فتنے یا بدمذہبان ظاہر اور عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(پھر فرمایا) امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ میں تشریف لیے جاتے تھے۔ ایک بدمذہب ملا۔ امام سے کہا: ''میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں'' فرمایا: ''میں سننا نہیں چاہتا'' اس نے کہا ''صرف ایک بات'' آپ نے چھنگلیوں کے پورے پر انگوٹھا رکھ کر فرمایا ''ولا نصف

کلمۃ" آدمی بات بھی نہ سنوں گا لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا از یشان (منھم) ہے۔ (پھر فرمایا) اکابر کی تو یہ حالت اور اب یہ حالت ہے کہ جاہل سا جاہل جتا پڑتا ہے آریوں سے، وہابیوں، سے اور کچھ خوف نہیں کرتا۔ جو تمام فنون کا ماہر ہو، تمام پیچ جانتا ہو، پوری طاقت رکھتا ہو، ہتھیار پاس ہوں، اس کو بھی کیا ضرور کہ خواہ مخواہ بھیڑیوں کے جنگل میں جائے۔ ہاں اگر ضرورت ہی آ پڑے تو مجبوری ہے، اللہ پر توکل کر کے ان ہتھیاروں سے کام لے۔

ہر صاحب کشف ولی نہیں ہوتا:

کسی نے عرض کیا ایک صاحب پہلے محدث صاحب (یعنی حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی پیلی بھیتی قدس سرہ) کے یہاں مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ اب ان کی حالت یہ ہے کہ اکثر مخفی باتیں بتاتے ہیں۔ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے اور نماز وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے۔ ارشاد فرمایا ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا، حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے، حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کہ "کھاؤ" عرض کیا: "حضور بھی نوش فرمائیں" آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب سیبوں میں بڑا سیب اچھا خوش رنگ ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا: "ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے، اس کے پاس ایک گدھا ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے، اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے، گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے۔ جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی اگر یہ سب ہم نہ دیں، تو ولی ہی نہیں، اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی جانب پھینک دیا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت (یعنی کشف) جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں۔ اور وہ جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے۔ مسلم کے لیے کمال نہیں۔ (یعنی جب وہ نماز کے پابند نہیں) ولی نہیں کشف مسلم تو مسلم کبھی غیر مسلم کو بھی ہوتا ہے، صاحب کشف ہونے سے ولی

ہونا ضروری نہیں۔

متصلب سنی ہونا ہی کافی نہیں:

کسی نے عرض کیا کہ متصلب سنی کو اعتراض کی نظر سے خبیثوں کی کتابیں دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا: فقط متصلب ہونا کافی نہیں بلکہ عالم ہو، پورا ماہر ہو، وسیع نظر ہو۔ اس کے ساتھ متصلب سنی ہو۔ کیا اعتماد رکھتا ہے اپنے نفس پر، اور جو اپنے نفس پر اعتماد کرے اس نے بڑے کذاب پر اعتماد کیا۔ حدیث میں ہے:

القلوب بین اصبعی الرحمن یصرفها کیف یشاء انسان کے دل رحمٰن کے دست قدرت کے دو انگلیوں میں ہیں پھیرتا ہے ان کو جس طرف چاہتا ہے۔

(اس کے بعد مغرب کی نماز کا وقت آ گیا خود اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمانے سے پہلے حسب معمول یہ دعا پڑھی:

سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک اتوب الیک ایک خادم نے عرض کیا ''حضور اس کی فضیلت کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''حدیث میں ہے جو شخص جلسہ سے اٹھتے وقت اس دعاء کو پڑھے گا جس قدر نیک باتیں اس جلسہ میں ہوں گی ان پر مہر لگا دی جائے گی کہ ثابت رہیں اور جتنی بری باتیں کی ہوں گی وہ محو کر دی جائیں گی۔'' (سبحان اللہ!)

زائر مزار کے لیے ہدایات:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک موقع پر حضور نے کچھ باتیں حاضری مزار کے متعلق ارشاد فرمائی تھیں۔ ان میں سے جو اس وقت ذہن میں ہیں پیش کرتا ہوں.

(۱) صاحب قبر کی پائنتی سے مواجہہ میں باادب حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ سلام کے وقت بقدر رکوع نہ جھکے کہ غیر خدا کے لیے اتنا خمیدہ ہونا ممنوع ہے۔

(۲) بعض حضرات قبلہ رو ہو کر مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس سے صاحب مزار

کو گھوم کر ملاحظہ کرنا پڑتا ہے اور یہ تکلیف کی بات ہے۔ یونہی بالین کی طرف کھڑا ہونا نہ چاہیے۔

(۳) مزار سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو۔

(۴) مزار کو پشت نہ ہونے پائے۔ اس کا سب سے زیادہ خیال ان خدام کو چاہیے کہ ہمہ وقت درگاہ میں رہا کرتے ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ جملہ آداب کا ہر آن ہر لحظہ خیال رکھیں کہ انہیں دیکھ کر عوام سبق حاصل کریں گے۔

(۵) حجرۂ خاص کے اندر بے باکانہ کسی سے ہمکلام نہ ہو۔ کم از کم اتنا ہی پاس و لحاظ رکھے جتنا حیات ظاہری میں رکھتا تھا کہ بعد وفات کہیں زیادہ ادراک ہو جاتا ہے۔

چند خصوصی ارشادات و افادات:

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیحضرت نے فرمایا:

(۱) اسم جلالت اللہ کے ساتھ عوام لفظ ''میاں'' لگاتے ہیں، اس سے اجتناب کرنا چاہیے کہ میاں کے دو معنی خراب اور ایک اچھے ہیں۔

(۲) نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر اتنا بڑھا کہ الوہیت میں پہنچا جاتا ہے تو مارا گیا اور شمہ برابر تنقیص ہوئی تو مارا گیا پھر فرمایا۔

(۳) وہ الفاظ جو معشوق مجازی کے لیے آتے ہیں جیسے: رعنا، گلبدن، دلبر، وغیرہ نعت شریف میں ممنوع ہیں۔ نہ تشبیہات تانیثی جیسے لیلیٰ کا استعمال ہو۔ نیز بجائے نام اقدس (محمد) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اسمائے صفاتی ہوں تو بہتر ہے۔ خصوصاً ندا کے وقت ''یارسول اللہ'' ''یاحبیب اللہ'' ضروری ہے۔ نام اقدس لے کر ندا بھی حرام ہے۔ ساقی کوثر، آفتاب رسالت، شفیع المذنبین وغیرہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔ اسی طرح یثرب، کالی کملیا، رشک قمر وغیرہ متروک ہیں۔ تخیلات خلاف واقع یا مبالغات نہ ہونا چاہیے۔ مثلاً حضور کے فراق میں دن رات روتا ہوں۔ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مراتب عالیہ ملحوظ رہیں، معاذ اللہ کسی کی توہین نہ ہونے پائے۔

(۴) صرف انبیاء و مرسلین اور فرشتوں کے اسمائے طیبہ کے ساتھ علیہ السلام خاص ہے اور یہی معصوم کہے جاسکتے ہیں۔ خلفائے اربعہ یا امامین کریمین یا دیگر صحابہ و بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے۔

(۵) ؐ، ؑ، ؓ، ؒ، صلعم۔ ممنوع ہیں بلکہ صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ پورا لکھنا چاہیے۔

(۶) اعلیٰحضرت بجائے عدالت کے کچہری کا لفظ استعمال فرماتے۔ کسی صاحب علاقہ یا رؤساء امراء میں سے کسی کو کوئی ''سرکار'' کہتا تو کبیدہ خاطر ہوتے اور فرماتے کہ کسی کو سرکار نہ کہیے سرکار صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

(۷) کارڈیا کھلے خط میں بسم اللہ الرحمن الرحیم یا آیۂ کریمہ یا اسم جلالت اللہ یا نام اقدس محمد یا درود شریف بخیال بے حرمتی لکھنے سے منع فرماتے۔ بلکہ بجائے بسم اللہ شریف اعداد ۷۸۶ یا کسی نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ یا درود شریف لکھنا ہوتا تو رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ یا علیہ الرحمۃ یا نبی کریم سراپا رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ارقام فرماتے، اور سرنامہ پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ کے بجائے السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہٗ یا وعلیکم السلام ورحمتہ و برکاتہ۔ تحریر فرمایا کرتے۔

(۸) جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ جناب سید ایوب علی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضور کی تصنیف لطیف و ملفوف مفاوضۂ عالیہ کی ابتدا حمد و نعت سے اس طرح ہوتی تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اس لیے میرے قلب میں بعد وصال حضور پرنور کھلے خط میں لکھنے کے لیے ۷۸۶/۹۲ القا فرمایا گیا جو بکرمہ تعالیٰ مقبول ہو کر خطوط ہی میں نہیں بلکہ مطبوعہ اشتہارات وغیرہ میں برادران ملت شائع فرماتے ہیں۔

(۹) چونکہ سلام کا جواب فوراً دینے کا حکم ہے لہٰذا دیکھا گیا ہے اور گوش گزار ہوا کہ ہر اس خط پر جو پیش نظر ہوتا اور اس میں سلام تحریر ہوتا تو حضور اسی وقت زبان فیض ترجمان سے بشرطیکہ کاتب سنی ہوتا، فرمایا کرتے: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔''

(۱۰) دست سوال دراز کرتے وقت بعض مفلوک الحال اپنی عسرت کا اظہار کرتے، اس

نواح میں ایک جملہ یہ بھی کہہ دیتے: ''اوپر خدا ہے نیچے آپ ہیں''۔ اس جملے کو جہاں سائل نے شروع کیا اعلیٰحضرت فوراً روک دیا کرتے۔

(۱۱) مسجد میں اکثر سائل بعد نماز سوال کیا کرتے ہیں، اگر اسے پیسہ دیا تو ستر پیسہ کا کفارہ لازم آتا ہے۔

(۱۲) محرم کی پہلی تاریخ سے عشرہ تک ''سبز سرخ سیاہ لباس'' سے اجتناب کرے کہ
سبز علمداروں کا لباس ہے اور
سرخ خوارج کا اور
سیاہ روافض کا۔

ایک سال حضور کی مرزئی میں تینوں رنگ تھے۔ اس کی زمین سیاہ تھی اور اس میں گلاب کے پھول سرخ اور پتیاں سبز۔ جب ماہ محرم آیا فوراً اتار دیا۔ حالانکہ اس میں تشبہ کسی کا نہ تھا کہ ہر ایک لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے۔

(۱۳) پہلی تاریخ سے عشرۂ محرم تک صائم رہنا اولیٰ ہے، ورنہ عشرہ ہی کا روزہ رکھیں۔ حضور کا معمول تھا کہ یوم الحج یعنی نویں ذوالحجہ اور عشرۂ محرم میں صائم رہا کرتے، اور ارشاد فرماتے کہ: اگر کم نصیبی سے حج نہ کرسکے تو روزہ تو رکھ لے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۱۴) جانور موذی ہو یا غیر موذی اسے جلانا نہ چاہیے۔ عام طور سے لوگ چارپائیوں سے کھٹمل دور کرنے کے لیے تیز گرم پانی ڈالا کرتے ہیں یا بھڑوں کے چھتے میں آگ لگاتے ہیں یہ نہ چاہیے۔

(۱۵) یہ ایک عام وبا ہے کہ عبدالکریم، عبدالرحیم، عبدالرشید، عبدالجلیل، عبدالقدیر نام ہیں مگر زبان زد ہے کریم، رحیم، رشید، جلیل قدیر وغیرہ یوں ہی سمیع، بصیر، حلیم، باسط، قادر، رحمٰن، قیوم، منان، حنان، متین۔ اور اس مرض میں جاہل کم فہم طبقہ ہی نہیں بلکہ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہیں کہ عبدالرشید، عبدالشکور، عبدالمجید کو رشید صاحب شکور صاحب مجید صاحب کہتے ہیں۔ یہ کیسے تعلیم یافتہ ہیں جن میں عبد و معبود میں امتیاز نہیں۔ عبدالباسط کے معنی بھی تو ہیں باسط کا بندہ مگر بولا جاتا ہے

باسط صاحب یعنی عبدالباسط اور باسط کے ایک معنی ہیں، تو اس ترکیب کے رو سے عبداللہ، عبدالرحمٰن جس کے نام ہیں انہیں نعوذ باللہ، اللہ صاحب رحمٰن صاحب یا عبدالسبحان کو سبحان صاحب کہتے کیوں زبان لکنت کرتی ہے۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔**

(۱۶) محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد، نبی جان، محمد یٰسین، شفیع الدین، غفور الدین، رحمٰن احمد، سبحان احمد اسما ممنوعہ ہیں۔ بجائے ان کے احمد نبیہ، نبیہ احمد، نبیہ جان، غلام نبی، غلام محمد، یٰسین غریب اللہ، عبدالرحمٰن، عبدالسبحان رکھ سکتے ہیں۔ غفور الدین کے معنی ہیں: ''دین کا مٹانے والا۔''

(۱۷) سبک خرامی کا عادی ہونا چاہیے، خصوصاً فرش مسجد پر دھماکہ نہ پیدا ہو۔ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرش مسجد پر ایڑی اور انگوٹھے کے بل چلا کرتے تھے۔ زمین پر تیز گرم پانی ڈالنے کی بھی ممانعت ہے۔

(۱۸) بوقت بول و براز جانب قبلہ رخ نہ ہو نہ پشت۔ بوقت تعمیر بیت الادب مالک مکان اور معماران کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نہ قبلہ کی جانب منہ کرکے کلی کرے نہ تھوکے نہ پاؤں پھیلائے۔ عوام میں مشہور ہے کہ قطب کی طرف پاؤں نہ پھیلائے یہ غلط ہے، کہ جیسے آسمان پر اور تارے ہیں ویسے ہی ایک قطب تارا ہے، تو کسی طرف پیر ہی نہ کرے کہ ہر طرف تارے ہیں۔

(۱۹) یہ جو مشہور ہے آخری چہار شنبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحت ہوئی یہ بے اصل ہے۔

(۲۰) حضرات نعت گو بیت الخلاء میں تخیلات پر زور نہ دیں نیز جو شعر نعت میں آچکا ہو اس کو من و تو کے طرف منسوب کرنا نہ چاہیے۔

(۲۱) خطیب بہ ارادہ خطبہ جس وقت منبر کی طرف جائے، کلام کرنے کی ممانعت ہے۔ مقتدیوں کو نہ کسی کے طرف اشارہ کرے کہ وہ بھی کلام میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ خطبے میں اگر نام اقدس سنے تو دل میں درود شریف پڑھے۔ اکثر ناواقف خطیب و مقتدی اذان خطبہ کے بعد دست دعاء دراز کردیتے ہیں، اور بعض لوگ خطبہ ہو رہا ہے اس

وقت سنتیں پڑھنے لگتے ہیں، یہ نہ چاہیے اور مسلمانوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا اگلی صفوں میں پہنچنے کی سعی نہ کرے، ہاں صف بندی کے وقت کوشاں ہو تو حرج نہیں مگر کسی کو ایذا نہ پہنچے۔ فقیر نے حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ اگر صف اوّل میں شامل ہونے کے فضائل کا مسلمانوں کو علم ہو تو قرعہ اندازی کرنا پڑے۔

(۲۲) جماعت میں شامل ہونے سے پہلے یہ دیکھے کہ امام کے دائیں جانب مقتدی کم ہیں یا بائیں جانب جس طرف کم ہوں اس طرف شامل ہو جائے۔ اگر صف میں مطلق گنجائش نہ ہو اور خود تنہا اور کوئی مقتدی نہ ہے تو امام کے محاذ میں جو مقتدی کھڑا ہو اس کی پشت پر آہستہ سے ہاتھ رکھے اور پیچھے تنہا نیت باندھ لے۔ جس مقتدی کی پشت پر اس نے ہاتھ رکھا تھا اگر وہ اس اشارے سے پیچھے ہٹ آیا تو اس کی نماز جاتی رہے گی، لہٰذا اسے اپنی جگہ سے مطلقاً نہ ہٹنا چاہیے۔

(۲۳) حضور نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے امام پر تجلی ہوتی ہے، پھر جو محاذ میں مقتدی ہے اس پر تجلی ہوتی ہے، پھر اس مقتدی کی دائیں جانب جو مقتدی ہے، پھر بائیں جانب اس پر تجلی ہوتی ہے، پھر دائیں جانب، پھر بائیں جانب، یہاں تک کہ صف اول کی ختم پر صف دوم میں سب سے پہلے اس پر تجلی ہوگی جو امام کی محاذ میں کھڑا ہوگا، اور صف اول کی طرح صف دوم پر بھی یونہی تجلی دورہ کرے گی اور اسی طرح اور صفوف پر۔

(۲۴) اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ مسجد میں اکثر سنتوں کی نیت اس وقت کرتے ہیں جب تھوڑی دیر بیٹھ لیتے ہیں اگرچہ وقت کی قلت ایک منٹ بھی موقع نہ دیتی ہو حالانکہ بلاتاخیر آتے ہی نیت باندھنا سنت ہے۔

(۲۵) بوقت تکبیر ''حی الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہیے اگر اسی وقت مسجد میں داخل ہو تو فرش پر قدم رکھتے ہی بیٹھ جائے۔

(۲۶) اذان ثانی بیرون مسجد ہو۔

(۲۷) شیرخوار بچہ کو مسجد میں نہ لے جاؤ۔ کرتہ یا صدری اتار کر ننگے بدن مسجد میں جانا

ممنوع ہے، مباح بات کرنے کی بھی اجازت نہیں، نہ آواز بلند کرے نہ خرید و فروخت نہ بعد وضو پانی کے قطرات فرش مسجد پر گریں۔

(۲۸) فرش مسجد پر کھڑے کھڑے اچکن یا ٹوپی یا رومال یا عمامہ یا کوئی شے پھینکنا منع ہے، آہستہ سے رکھنا چاہیے۔

(۲۹) سر کے نیچے عمامہ یا مصلٰے یا پائجامہ رکھنا ممنوع ہے، کہ عمامہ یا مصلے رکھنے سے عمامہ اور مصلے کی اور پائجامہ رکھنے سے سر کی بے حرمتی ہے۔ نیز عمامہ کے شملہ سے ناک یا منھ پونچھنا نہ چاہیے۔ نہ دیوار مسجد سے ناک صاف کرکے ہاتھ پونچھے۔

(۳۰) عقیقے کا گوشت دادا دادی، نانا نانی وغیرہ سب کھا سکتے ہیں۔ ہاں گوشت بناتے وقت جہاں تک ہو سکے ہڈی نہ توڑے اور ہڈیاں جمع کرکے دفن کر دے۔

(۳۱) مرد کو ایک انگوٹھی ایک نگ کی نقرئی ساڑھے چار ماشے سے کم پہننا چاہیے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو منع ہے، ہاں بٹن بغیر زنجیر کے پہن سکتا ہے، گھڑی میں چین مطلقاً چاندی کی یا مغرق ٹوپی یا جوتہ یا کلائی پر باندھنے والی گھڑی کی زنجیر چاندی کی ممنوع ہیں۔ بلکہ حضور پرنور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلائی والی گھڑی میں چمڑے کا کیس بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

(۳۲) سیاہ جوتا رنج اور زرد خوشی لاتا ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے مجھے یہی یاد ہے کہ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ زرد رنگ کا جوتا پہننا خوشی کا باعث ہے اور فرمایا کہ یہ مسئلہ آیۂ کریمہ **فاقع لونها تسر الناظرين** سے مستنبط ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں نے تفسیر ''مدارک التنزیل'' پڑھاتے وقت اس آیۂ کریمہ کے تحت میں دیکھا عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من لبس نعلاصفراء لقوله صفراء فاقع لونها تسر الناظرين۔ یعنی حضرت مولائے کائنات علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے جو شخص زرد رنگ کا جوتا پہنے اس کا غم دور ہو (یعنی خوشی ہو) بدلیل ارشاد باری تعالیٰ شانہٗ اس گائے کا رنگ زرد خوب شوخ ہو جو خوش کر دے ناظرین کو۔ شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مخلص صمیم، اعلیٰحضرت قدس سرہما

الاکلیل علی مدارک التنزیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے حاشیۂ ''کشاف'' میں فرمایا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لقولہ تعالیٰ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نہیں بلکہ ان سے جو حدیث مروی ہے اس کی تعلیل ہے، اور حاشیۂ ''جلالین مسمی بہ جمالین'' میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص زرد رنگ کا جوتا پہنے وہ ہمیشہ سرور و خوشی میں رہے گا، جب تک اس کو پہنے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: صفراء فاقع لونها تسر الناظرینo کذافی الدرا اور روح البیان میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث منقول ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور محدثین کثیر نے سیاہ رنگ کا جوتا پہننے سے منع فرمایا کہ وہ غم لاتا ہے۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے اس ارشاد مبارک کے شواہد و دلائل تفسیر کی کتابوں سے اس لیے نقل کر دیے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اعلیٰحضرت، معاذ اللہ رسم وشگون کے ابند اور قائل تھے۔

(۴۳) یوم سہ شنبہ کپڑا نہ ترشواؤ ورنہ چوری جائے گا یا ڈوبے گا یا جلے گا۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ کپڑا ترشوانے اور نیا کپڑا پہننے کے متعلق یہ تحریر ہے اولیاء کرام نے کچھ کلمات ارشاد فرمائے ہیں، جن کو کسی شاعر نے نظم کیا۔ اعلیٰحضرت کے ''مجموعۂ اعمال'' سے نقل کر کے ناظرین و قارئین کی خدمت میں پیش کش ہیں۔

(دربیان قطع کردنِ جامہ)

بریدن جامۂ نو را ہمی داں	بیک شنبہ بود غمگیں پریشاں
کشاید رزق و روزی در دو شنبہ	بسوزد یا بدرد در سہ شنبہ
بروز چار شنبہ شاد باشد	بہ پنج شنبہ ز غم آزاد باشد
بروز جمعہ گنج و مال یابد	بہ شنبہ رنج و غم فی الحال یابد

(در بیان پوشیدن جامہ)

اگر خواہی کہ پوشی جامۂ نو بغایت حاکمت نیکوست بشنو
سہ شنبہ، جامۂ نو گر بپوشی میان آب گر باشی بسوزی
نپوشی روز شنبہ جامہ زنہار چو پوشی جامہ خواہی گشت بیمار
بکن در چار شنبہ جامہ در بر کہ آید بر سر آں جامہ دیگر
بہ یک شنبہ چو جامہ نو بپوشی بسے راحت کشی، نعمت بہ پوشی
بہ پنج شنبہ بپوشی جامہ شاید مبارک باشد و زیبا نماید
بروز جمعہ گر جامہ بپوشی بسے راحت کشی نعمت بہ پوشی
ولیکن زود گردد پارہ پارہ خورد پیوستہ زخمی چارہ چارہ
نہ پوشی در دو شنبہ جامہ، پوشاک بزودی می کنی آں جامہ را چاک

(۳۴) پنجشنبہ، شنبہ، دوشنبہ میں سفر کرنا چاہیے، شنبہ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر قبل طلوع آفتاب سفر اختیار کرے تو اس کا ضامن میں ہوں۔

(۳۵) حضرت جلال بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کونڈوں کی نیاز میں ایک کونڈے کی شیرینی پر کپڑا ڈھک دیا جاتا ہے کہ اس پر (حضرت بی بی) یعنی حضرت سیدۃ النساء بتول زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فاتحہ عام طور سے دلاتے ہیں۔ اس کونڈے سے مرد کو شیرینی نہیں کھانے دیتے۔ مگر حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے یہاں فاتحہ دینے کے بعد قصداً بطور تبرک اس میں سے تناول فرما لیا کرتے تھے، اور ارشاد فرماتے کہ اگر مردوں کو بی بی صاحبہ کے تبرک سے نہیں دیا جاتا تو عورتوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کا تبرک نہ کھانا چاہیے، نہ میلاد شریف میں عورتوں کا حصہ ہونا چاہیے۔

(۳۶) مشہور ہے کہ لوٹے میں بھرا ہوا پانی اگر پانچوں انگلیاں ڈھانکتے ہوئے اٹھا لیا تو مکروہ ہو جاتا ہے یہ غلط ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر لوٹے ٹونٹی سے پانی پی لیا تو مستعمل

نہ ہوگا ہاں لوٹے کے گلے سے پیا تو مستعمل ہو جائے گا۔

(۴۷) غسل میت کے لیے جو گھڑے اور لوٹے آتے ہیں انہیں بعد غسل توڑ ڈالتے ہیں، یہ تضیع مال ہے، مسجد میں رکھوا دینا چاہیے۔

(۴۸) نماز پڑھنے کے وقت اگر دولائی یا چادر جسم پر ہے تو سر سے اوڑھے، شانوں سے نہیں۔ نیز نیت باندھنے کے وقت ہاتھوں کی گھانیاں کشادہ کرکے تکبیر تحریمہ کہے، اور دونوں ہاتھ ناف پر اس طرح باندھے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹوں پر قائم ہو، اور درمیانی تین انگلیاں کلائی پر رہیں۔ چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی سے گرتا ہوا رہے۔ نظر بحالت قیام سجدہ کی جگہ پر قائم رہے، رکوع میں دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر اور نظر دونوں پاؤں کی انگلیوں پر رہے۔ بروقت تسمیع (سمع الله لمن حمده کہنے کے وقت) بالکل سیدھا کھڑا ہو، اور نظر سینے پر رکھے۔ پھر سجدے کے وقت پہلے سیدھا ہاتھ جانماز کو مس کرے پھر بایاں، مگر اس طرح کہ سرسری نظر میں مقدم و مؤخر کا امتیاز نہ ہو، نیز ناک کا نرم بانسہ اول دبائے، پھر پیشانی مصلّٰی سے مس ہو، اس وقت نظر ناک پر ہو، یہ پہلا سجدہ ہوا۔ اس کے بعد جب سر اٹھائے تو پہلے پیشانی پھر ناک پھر الٹا ہاتھ پھر سیدھا مگر سیدھی ران پر پہلے سیدھا ہاتھ، پھر بائیں ران پر بایاں ہاتھ پہنچنا چاہیے، اور مقدم مؤخر کا یہاں بھی امتیاز نہ ہو۔ اور مابین سجود بقدر تین بار سبحن الله کہنے کے سیدھا بیٹھ کر اتنا سکون لے کہ ہر عضو کا جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔ یوہیں دوسرا سجدہ کرے نہ اس طرح کہ پہلے سجدہ سے ذرا سر اٹھایا اور دوسرا سجدہ کرلیا۔ علاوہ ازیں سجدہ کرتے وقت پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگنا چاہیے۔ بروقت قعدہ نظر اپنی گود پر رہے اور سلام پھیرتے وقت شانوں پر۔

(۴۹) اسلامی میت کو آتا ہوا دیکھ کر بعض مسلمان چالیس قدم جنازہ کے ساتھ چل کر واپس ہو جاتے ہیں یہ نہ چاہیے، بلکہ اگر نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے تو کم از کم نماز میں شرکت کرے۔ اور بعد نماز ولی میت کے اعلان پر واپس ہو تو حرج نہیں۔ اور اگر بعد نماز ایک قدم بھی جنازہ کی معیت اختیار کی تو حکم ہے کہ دفن کے بعد واپس

ہونا چاہیے۔ اور اقل درجہ اخوت اسلامی اور احترام میت کا مقتضی یہ ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر اگر بیٹھا ہوا ہے تو کھڑا ہو جائے۔

(۴۰) ہندو کی ٹکٹی اگر آتی ہو تو راستہ سے ہٹ کر کھڑا ہو جائے کہ اس کے آگے شیطان رقص کرتا ہوا جاتا ہے اس وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے "**الحمدلله الذی عافانی مماابتلاک به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا**" اسی دعا کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی مریض کی عیادت کو جاؤ یا کہیں جاؤ یا کہیں مریض نظر پڑے تو اس دعا کو پڑھ کر اس کی طرف پھونک دو ان شاء اللہ تعالیٰ جس مرض میں وہ مبتلا ہے اس سے محفوظ رہو گے۔

(۴۱) عوام و خواص کو یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے، دردِ سر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہ چاہیے اس لیے کہ جملہ امراض کا ظہور منجانب اللہ ہوتا ہے تو شکایت کیسی۔ نیز اگر مرض کا غلبہ ہے تو یوں اظہار کیا جاتا ہے بے حد بخار ہے، بے حد نقاہت ہے، کیا معنی کہ بخار و نقاہت ایسی ہیں کہ ان کی حد نہیں یہ تو ایک قسم کا کوسنا ہوا۔

(۴۲) قبر کے اندر لالٹین یا جس چیز کا آگ سے تعلق ہے لے جانے کی ممانعت ہے۔

(۴۳) قبور کو پشت کا سہارا لگانے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ جوتے پہنے۔ قبور مسلمین کو پامال کرنا، ان پر بیٹھ کر گھنٹوں تاش، گنجفہ کھیلنا، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو قبرستان میں جوتا پہنے دیکھا ارشاد فرمایا: "اے جوتا پہننے والے، جلد اپنے پاؤں سے جوتا اتار کہ تجھے بھی ایک روز مرنا ہے۔"

(۴۴) کھانا کھانے کا وضو ہاتھ دھونا ہے۔ بروقت خور و نوش پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لیا جائے، ورنہ اس شے کے کھانے پینے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اگر سہواً بسم اللہ شریف نہ پڑھا ہو تو یاد آنے پر فوراً پڑھ لے کہ اس کے پڑھتے ہی شیطان وہ شے اگل دیتا ہے۔

(۴۵) حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ جس وقت پان کھاتے، بسم اللہ پڑھ لیتے، پھر جب چھالیہ کھاتے بسم اللہ شریف پڑھ لیتے۔

(۴۶) پانی بیٹھ کر تین سانس میں چوس کر پینا چاہیے مگر زمزم شریف اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا احترام یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیے۔

(دفع طاعون و وبا اور ہر بلا کے دفعیہ کی سہل تدبیریں)

(۴۷) ہر مسلمان روزانہ صبح و شام اور سوتے وقت ایک بار آیۃ الکرسی اور تین تین بار تینوں قل پڑھ لیا کرے۔ اس کے لیے آدھی رات سے طلوع آفتاب تک صبح ہے، اور دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک شام اس بیچ میں پڑھ لینا صبح و شام کا پڑھ لینا ہوگا۔

(۴۸) ان کے علاوہ پانچوں وقت، ہر فرض نماز کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی پڑھیں، ظہر و مغرب وعشاء میں سنتوں کے بعد۔

(۴۹) عورتوں کو جن ایام میں نماز کا حکم نہیں ان میں قل نہ پڑھیں، مگر آٹھوں وقت یا کم از کم صبح وعشا سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھیں۔ اس نیت سے کہ اللہ عزوجل کی تعریف ہے، نہ بہ نیت قرآن مجید کہ ان دنوں میں انہیں قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔

(۵۰) سوتے وقت تینوں قل اس ترکیب سے پڑھے جائیں کہ لیٹ کر دونوں ہتھیلیاں دعا کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قل پڑھ کر ہر دو کف دست پر دم کر کے سر منھ سینہ آگے پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچے پھیرلیں پھر دوبارہ یونہی پھر سہ بارہ اسی طرح۔

(۵۱) جو بچے خود پڑھنے کے قابل نہ ہوں ان کے والدین اسی طرح تین بار پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے ان کے تمام بدن پر ہر بار ہاتھ پھیردیں۔

(۵۲) صبح و شام ایک ایک بار یہ دعا ہر شخص پڑھے: **سبحان اللہ وبحمدہ ولاقوۃ الا باللہ ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شیء علماً۔**

(۵۳) صبح و شام تین تین بار: **اعوذ بکلمات اللہ التامات من شرما خلق۔**

(۵۴) صبح و شام تین تین بار **بسم اللہ الذی لایضرمع اسمہ شیء فی الارض ولافی**

السمآء وھو السمیع العلیم یہ تینوں دعائیں عورتیں ایام ناپاکی میں بھی پڑھ سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ نہایت آسان ومختصر و بے مشقت ہیں اور طاعون و وبا اور ہر بلا سے محافظت کے لیے باذنہٖ تعالیٰ مضبوط و مستحکم قلعے۔ یہ دعائیں ہمیشہ پڑھی جائیں تو بعونہٖ تعالیٰ ہر بلا سے امان ہو۔

(۵۵) ہر مکان میں بعد نماز مغرب سات سات بار، بآواز بلند، اذان ہو، صحیح حدیثوں میں اسے دفع شیاطین کا علاج بتایا اور یہ کہ وضع طاعون شرِ شیاطین سے مراد ہے۔

(۵۶) بعد عشاء ہر مسجد میں حدود مسجد سے جدا سب نمازی جمع ہو کر سات سات اذانیں کہیں اور آوازیں مل کر نکالیں کہ دور تک یہ الفاظ کریمہ پہنچیں۔ ہر شخص اپنی اپنی کہتا ہے تو دور سے ایک غل کے سوا کچھ مفہوم نہیں ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ کوئی صحیح خوان صالح شخص سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کرے اور ہر مبین پر پہنچ کر وہ اور سب حاضرین ایک ایک بار اذان کہیں کہ حدیث میں ہے: یٰسین لما قریٔ لہ یٰسین شریف ہر اس کام کے لیے ہے جس نیت سے پڑھی جائے۔

(۵۷) ہر مکان میں ''سورہ تغابن شریف'' ایک ایک بار بآواز پڑھیں کہ سب گھر والے سنیں پھر پانی پر دم کر کے گھر والوں کو پلائیں۔

(۵۸) ہر محلّہ میں ایک ایک بکری یا بھیڑ کہ شرائط قربانی پر ہو مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے اس کا گوشت پوست مسلمان محتاجوں کو دیں۔

(۵۹) ہر استطاعت والا دس سیر گیہوں اور پانچ آنے کے پیسے، متوسط الحال پانچ سیر گیہوں اور دس پیسے، کم استطاعت، سیر بھر گیہوں اور دو پیسے، غریب سنی مسلمانوں پر تقسیم کرے۔

(۶۰) یہ تعویذ حضرت امیرالمومنین مولی المسلمین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہر بلا کی دفع کے لیے ثابت ہے۔ اس کی صحیح نقلیں کر کے مردوں عورتوں بچوں کے بازوؤں پر باندھ دیں۔ تعویذ یہ ہے:

۷۸۶ ھ ھ ھ ھ ھ اا- ء ء ء ء ء ء ء ہ ہ وص م و اوَ ھا و میم کے سرے اور ہ کا چشمہ کھلا ہونا چاہیے، اور صاد میم سے کٹے، اسے کاغذ پر لکھ کر سفید دھلے ہوئے پرانے

کپڑے میں کر کے سیدھے بازو پر باندھ دیں۔

(٦١) جو شخص جس طاعون زدہ خواہ کسی آفت میں مبتلا کو دیکھ کر ایک بار پڑھے گا:
الحمدلله الذی عافانی مما ابتلاک به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلاo وہ بلا عمر بھر اسے نہ ہوگی، یہ صحیح حدیث کا ارشاد ہے۔ طاعون وغیرہ دنیاوی بلا کے مبتلا کو دیکھ کر اتنا آہستہ پڑھے کہ اپنے کان تک آواز آئے وہ نہ سنے۔ مبتلا اگر عورت ہے تو ابتلاکِ ک کے زیر کے ساتھ پڑھے۔ یہ درود شریف ایام وبا میں بعد نماز فجر وعصر پڑھنا وبا سے بچنے کے لیے تریاق اکبر ہے:
اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد بعدد کل داءٍ ودواءٍ وبعلته و کل علة و شفاء حسب ذیل رباعی لکھ کر دروازوں پر لگائی جائے ۔

یا لطیف لم ینل الطف بنا فیما نزل
اذق قوی بختنا عن قهرک یوم الخلل

نیز یہ شعر ۔

لی خمسة اطفٰی بها، حرالوباء الحاطمه المصطفٰی والمرتضٰی وابناهما والفاطمه

(حکم شرعی)

طاعون و وبا سے بھاگنا سخت حرام وگناہ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الفارمن الطاعون کا نعارمن الزحف" طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔ اور رب العزت قرآن عظیم میں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو صبر کیے ہوئے مولیٰ تعالیٰ کی رضا پر راضی بیٹھا رہے اس کے لیے جیتے جی شہید کا ثواب ہے۔ اللہ و رسول جل علا وصلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کوئی زیادہ جاننے والا، نہ ہماری بھلائی کا زیادہ چاہنے والا ہے، وہ جو فرماتے ہیں، اسی میں ہمارے لیے خیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

فقیر احمد رضا قادری برکاتی غفرلہٗ نے ان سب اعمال کی اجازت اپنے سنی بھائیوں کو دی دوائے طاعون جو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں تلقین

فرمائی۔ شاہترہ، چرائتہ، برگ نیم، ہم وزن پہلے دونوں ایک ساتھ نیم کے پتے الگ اتنے پانی میں رات بھر بھگو دو کہ پانی ایک انگل اونچا رہے۔ صبح کو شاہترہ چرائتہ مل کر چھان کر سیب کے پتوں میں ڈال کر اتنا جوش دو کہ سب پانی نیم کے پتوں میں جذب ہو جائے۔ پھر ہر ۳ ماشہ وزن پر ایک رتی خالص زعفران پیس کر ڈال دو، اور ایک ایک ماشے کی گولیاں بنا لو۔ حفاظت کے لیے دوسرے تیسرے دن ایک گولی پانی کے ساتھ نگل لیا کرو۔ اور جو مرض میں مبتلا ہو جائے اس کو تین گولیاں ایک ایک گھنٹہ بعد پانی سے کھلا دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔ اس دوا سے بکثرت مریض صحت یاب ہو چکے ہیں۔

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا مجھے بواسیر کا بہت تکلیف دہ مرض ہے۔ ارشاد فرمایا ہمارے یہاں ''مجموعۂ اعمال'' میں ایک عمل لکھا ہے اس پر عمل کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی، بواسیر خونی ہو یا بادی دونوں کے لیے مفید۔ ہر روز دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں بعد الحمد شریف سورہ الم نشرح اور دوسری رکعت میں بعد الحمد شریف سورہ فیل پڑھے بعد سلام ستر بار کہے:

استغفراللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ سبحان اللہ وبحمدہ ربی یا یوں کہے **استغفراللہ من کل ذنبی سبحان اللہ و بحمدہ ربی**

چند روز کی مداومت میں مرض دفع ہو جائے گا۔

انہیں کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت نے دفع وسوسات کے لیے یہ چیزیں بتائی ہیں۔

(۶۲) جس وقت سوتے سے اٹھے خیال کہ مجتمع تھا بجلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے، دیکھ لیجئے۔ اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ معاً آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر تصور میں تین مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھے۔ یہ ابتدا اس کے خیال کی ہوگی تو دن بھر اس کی برکت سے اس کے خیالات پر حاوی رہے گی۔

(۶۳) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ خوب کس کر باندھے جائیں، نفس کا معدن زیر ناف ہے اور یہیں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں۔ اس لیے ائمۂ شافعیہ قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روک دیں اور ہمارے ائمہ حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں کہ ابتدائے سرچشمہ کی بندش کریں، ہاتھ

وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے انہیں کس لیا کریں۔

(۶۴) نگاہ کے جو مواقع شریعت نے بتائے ہیں ان سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشان نہ ہونے پائے، اس کی پابندی ضرور ہے، قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے رکوع میں پاؤں پر، سجود میں بینی پر، قعود میں گودی پر، سلام میں شانوں پر۔

(۶۵) کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔

(۶۶) پڑھنے میں جلدی چاہیے، آہستہ ڈھیل کے ساتھ جو پڑھا جائے خیال کو انتشار کا میدان وسیع ملتا ہے۔ اور جب جلد جلد الفاظ ادا کیے گئے اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال کو اس طرف سے فرصت نہ ملے گی۔

(۶۷) ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصدیق میں زمین کی طرف متوجہ رہے، ہاتھ کھینچے ہوئے نہ ہوں، مونڈھے اوپر کو نہ چڑھے ہوں اور پسلیاں سخت نہ ہوں، بدن کی یہ وضع بھی بدل جائے گی لحاظ رکھیں، تبدیلی پاتے ہی فوراً ٹھیک کرلیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو، یا رکوع میں سر نیچا ہو، یا سجود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع مسنون ہوں کہ یہ ممنوع ہے۔ بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو۔ پٹھے کھچے ہوئے نہ ہوں نرم ہوں۔ اور یہ تجربہ سے ظاہر ہو جائیں گے جس طرح بتایا گیا، سیدھا کھڑا، ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوں گے اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو جنبش دے، محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

(۶۸) اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہوں فبہا ورنہ اتنا تصور جما رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوں اور عاجزی سے اپنی حاجات عرض کر رہا ہوں، اور اس پر معین ہوگا گڑگڑانے کی صورت منھ بنانا، جب یہ وضع بدلے فوراً متوجہ ہو کر پھر بنائے، معاً خیال صحیح ہو جائے گا۔

(۶۹) وسوسے جو آئیں ان کی دفع کی کوشش نہ کرے، اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہرحال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا۔

بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کی طرف متوجہ کر دے اور وسوسہ کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے، اس کا قاعدہ ہے کہ یاد الٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

(۷۰) بڑا گُر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو نہ بھرا، اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرے یہ بھی مضر ہوگا اور بھرے کے ضرر کا تو ٹھکانا ہی نہیں افضل و اولیٰ تہائی پیٹ ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ ہارمی آرند ز راہ

(رومیؔ)

کراماتِ اعلیٰحضرت

کرامت اگرچہ اولیاء اللہ کے لیے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰحضرت کے لیے سبب عز و وقار، سب سے بڑی کرامت اعلیٰحضرت کی "استقامت علی الشریعۃ" ہے۔ اور یہی علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ "الاستقامت فوق الکرامۃ" اس لیے کہ کرامت میں حظ نفس ہے، اور استقامت میں کسر نفس۔ اور یہ بہت ہی اہم اور اقدم ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری رضوی عرض کرتا ہے کہ ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک ایک طویل مدت اور سفر و حضر میں، معیت و خدمت میں، کبھی بھی کرامت کی طرف میں نے توجہ نہیں کی، بلکہ اس بات کی طرف نظر رکھی ان کا ظاہر باطن ایک تھا۔ اور قول و فعل بالکل مطابق۔ زبان سے وہی بات فرماتے جو دل میں ہے اور عمل وہی ہے جو ارشاد فرماتے۔ کبھی اس امر میں **یایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلونo کبر مقتاًعنداللہ ان تقولو مالا تفعلونo** نہ دیکھا گیا۔ آپ کا ارشاد خلوت و جلوت میں ایک تھا۔ اپنے پرائے سب کے لیے فتویٰ ایک تھا۔ نہ کبھی کسی کی رو رعایت کرکے حق پوشی فرمائی، اور نہ کبھی کسی کی مخالفت کی وجہ سے کسی حال میں حد سے تجاوز فرمایا۔ **ولایجرمنکم شنان و قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا** کی تعمیل پوری پوری فرماتے اور یہ اس زمانے میں کبریت احمر ہے۔ خلوت

وجلوت اپنے پرائے، امیر غریب، معززین اور معمولی لوگوں کے ساتھ ہر بات میں عام طرح سے لوگ اتنا بین فرق کرتے ہیں کہ گویا ان کی شریعت الگ ہے، ان کی الگ ہے۔ یہودیوں کے حالات جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں آج ہمارے بڑے بڑوں کا اس پر عمل درآمد ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک، لیکن چونکہ میرے اور پیر بھائیوں نے کرامات کی طرف خیال کر کے ان کو بھی محفوظ رکھا ہے اس لیے میں اعلیٰحضرت کی کرامات بھی انہی حضرات کے حوالے سے لکھتا ہوں۔

محمد ظہور خان صاحب موضع انوا، فتح پور، ضلع غازیپور:

(۱) کا بیان ہے کہ میری شادی کو ۱۲ سال ہو گئے تھے اولاد نہیں ہوئی تھی دل میں اس کی تمنا تھی۔ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا و توجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔ اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ دل میں تمنا تھی کہ آخر اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی۔

عبدالرحیم خان صاحب موضع فیروز پور، ضلع سلطانپور:

(۲) کا بیان ہے کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش سے حیران و پریشان، سرگرداں رہا جن بزرگ کا تذکرۂ خیر سنتا، ان کی خدمت میں جاتا۔ مگر تسلی نہ ہوتی اور اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا تھا۔ جب بریلی شریف اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اطمینان قلبی نصیب ہوا اور یقین ہوگیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی، ہیں داخل ''سلسلۂ علیہ قادریہ رضویہ'' ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہوگیا اور اکثر اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ بعض کرامتیں اعلیٰحضرت کی جو میں نے دیکھیں یا ذاتی علم اس کا ہے، یہ ہیں:

(۳) میں نواب ضمیر احمد خان صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔ جب ان کے بڑے بھائی نواب عزیز احمد صاحب کا انتقال ہوا، تو اعلیٰحضرت نے ان کے روزہ و نماز کا

حساب کر کے فدیہ کی رقم بتائی اور ان کی والدہ کی آرزو وتمنا کے مطابق اعلیٰحضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں حسب دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں (جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام "الدعوة الممتازہ" شائع بھی فرما دیا ہے پڑھیں۔ ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہیں، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے سبب دریافت کیا فرمایا: "اعلیٰحضرت نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیئے" یہ ان کی نماز پڑھانے کی برکت ہے۔

(۴) ایک غیر مقلد مولوی صاحب مراد آبادی اور منشی الطافت حسین صاحب مراد آبادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ اس غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰحضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول اٹھے۔ منشی الطافت حسین صاحب نے کہا: کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہہ ہے تو اعلیٰحضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجئے، کرایہ آمدورفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے: میں وہاں نہ جاؤں گا۔ شب کو انہوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے۔ کشتی کا پتہ نہیں اس فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلیے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا اسے چھوڑ دیجئے، یہ ناپاک ہے، ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا۔ اس پر ان کو کچھ تنبہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدۂ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا، اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے۔ اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں اور لوگ اندر جا رہے ہیں جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے اور چٹھی مانگتا ہے۔ جو چٹھی دکھا دیتا ہے اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھا

کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا کہ حضور اقدس سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دیجئے۔ اس نے پوچھا کہ چٹھی تمہارے پاس ہے میں نے کہا نہیں۔ دربان نے کہا میں حضور سے اجازت لے لوں وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف آؤں اور چٹھی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جاکر دریافت کیا ارشاد ہوا کہ ''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے پاک صاف ہو کر اور انہیں سے چٹھی لے کر آؤ'' اس وقت آنکھ کھل گئی اور پھر سونا حرام ہوگیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف پہنچا۔ اعلیٰحضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور سب حال عرض کیا، توبہ کی، داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''یہی چٹھی ہے اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے۔''

(۵) انہی خان صاحب سلطانپوری کا بیان ہے کہ میری اہلیہ بیعت کے لیے حاضر ہوئیں تو آکر بیان کیا۔ کھانا کھانے کا وقت تھا۔ بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے جسے اعلیٰحضرت پڑھ رہے ہیں اور دائیں ہاتھ میں روٹی کا لقمہ ہے۔ اور میں دور سے کھڑی دیکھ رہی ہوں۔ جب وہ کاغذ پڑھ چکے لقمہ ہاتھ سے رکھ دیا، اور جواب اس کا پہلے لکھ دیا۔ جب جواب استفتا لکھ چکے تب کھانا ملاحظہ فرمایا۔ اس کے بعد میں نے بیعت کی درخواست کی حضور نے مجھے داخل سلسلہ عالیہ فرمایا۔ یہ ہے دینی خدمت کا انہماک کہ کھانا کھاتے وقت بھی اس سے غافل نہیں۔

(٦) انہی کا بیان ہے کہ میرے پیر بھائی بابو علی بخش صاحب نے کہا ایک صاحب کی بی بی کو شب میں دردِ زہ شروع ہوا۔ رات کا وقت تھا۔ عشا کی نماز مسجد میں نہیں ہوئی تھی۔ وہ صاحب اسی انتظار میں پھاٹک میں آکر بیٹھ گئے کہ جب اذان ہوگی حضرت باہر تشریف لائیں گے، اس وقت میں عرض کروں گا۔ اعلیٰحضرت کی عادت تھی کہ اذان ہونے کے بعد صلوۃ ہونے پر مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے لیکن

اس شب میں خلاف معمول قبل اذان تشریف لائے اور ان صاحب کو تعویذ دے کر فرمایا کہ بائیں ران میں فوراً جاکر باندھ دیجئے۔ اس کے بعد پھر زنانے میں تشریف لے گئے اور بعد اذان وصلوۃ حسب دستور نماز کے لیے تشریف لائے۔

(۷) انہی کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے جھگڑا ہوا۔ میں نے اسے بلایا کہ آؤ میں تمہیں دکھا دوں وہ بہت غصہ میں آیا اور ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لیے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰحضرت تشریف لائے اور فرمایا ''عبدالرحیم!'' میں حاضر ہوا تو مجھے تسلی دی۔ پڑوس میں ایک صاحب لکھنؤ کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بی بی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انہوں نے پوچھا کہ ''رات کو کون صاحب تشریف لائے تھے'' میں نے کہا۔ آپ کو کیا خبر، انہوں نے کہا کہ ''ہم دونوں میاں بی بی اس وقت جاگ رہے تھے انہوں نے جو تم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا'' میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰحضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لیے تشریف لائے۔

(۸) انہی کا بیان ہے کہ میں جس زمانے میں بریلی شریف کے الہٰ آباد بینک میں ملازم تھا تو پچانہ مسجد کے ایک مولوی صاحب مجھے پڑھانے آتے تھے۔ مگر تھے وہ وہابی خیال کے، وہ کہتے ہیں کہ ایک جمعہ کو میں اعلیٰحضرت کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گیا اصل مقصد ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ میں آگے صف میں جاکر بیٹھا اعلیٰحضرت تشریف لائے اور سنتیں پڑھنے کھڑے ہوئے، دیکھا کہ پاؤں کی دونوں ایڑیاں بہت قریب گویا ملی ہوئی ہیں میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اتنے بڑے عالم زبردست اور دونوں ایڑیاں ملی ہوئی اتنا خیال آنا تھا کہ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ ''یہ سنت متفقہ ہے'' یا کوئی لفظ اس قسم کا فرمایا۔ مجھے اصل لفظ یاد نہیں اور میں کانپنے لگا۔ نماز ہونے تک تو میں چپکا بیٹھا رہا۔ جمعہ کی نماز کا سلام پھیرتے ہی میں چپکا اٹھ کر چلا آیا۔ ایسی ہیبت غالب ہوئی کہ مسئلہ پوچھنا بھی یاد نہ رہا۔

(۹) انہیں کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیر مرد میرے ساتھ

ملازم تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک رمال تھے، وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے پیلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہوگئی بہت بوڑھے آدمی پپوٹیں آنکھوں پر لگی ہوئی ہیں، میں نے سلام کیا جواب دیا اور کہا بچہ یہاں کہاں آیا بھاگ بھاگ یہ شیروں کا جنگل ہے میں بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آرہا ہے۔ میں نے کہا حضرت بچایئے شیر آرہا ہے، ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا اور مجھ سے فرمایا کہ تو یہاں سے چلا جا۔ تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا ''میرا حصہ کہاں ہے، میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوں'' اس پر فرمایا کہ ''بریلی محلہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے تیرا حصہ وہاں ہے'' میں نے نام پوچھا تو ''اعلیٰحضرت امام اہلسنّت'' کا نام نامی لیا اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لاکر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد میں بریلی آیا اور اعلیٰحضرت قدس سرہ کا مرید ہوا۔

(۱۰) جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۱ھ میں میری بیوی کے گلے میں ایک گلٹی نکلی اور غفلت طاری ہوگئی میں ڈر گیا اور فوراً اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا ''تم کیوں گھبرا گئے جو تمہارا خیال ہے وہ بات نہیں ہے'' ننھے میاں اس وقت موجود تھے، انہوں نے فرمایا: ''حضرت نے فرما دیا صحت ہوگی اور کوئی مرض نہیں ہے'' چنانچہ جس وقت میں مکان واپس ہوا تو طبیعت اچھی تھی، غفلت دور ہوگئی دو دن کے بعد وہ بالکل اچھی ہوگئیں۔

(۱۱) انہی کا بیان ہے کہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ بوقت شب مجھ پر ایک تہمت اٹھائی گئی، جس سے خطرہ تھا کہ میں مار ڈالا جاؤں گا۔ لیکن یہ حضرت کی کرامت تھی کہ مجھ پر کچھ نہیں ہوا وہ شخص خود ہی شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں خود غلطی پر تھا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

(۱۲) انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۳۲ھ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جن کی شکل نہایت ہی نورانی ہے مجھے فرما رہے ہیں کہ تو ایسے شخص کا مرید ہے جو سیدھے راہ

پر ہے۔

(۱۳) انہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۴۷ھ میں میرے گھر میں ران میں تین گلٹیاں نکلیں میں فوراً اعلیٰحضرت کے روضہ پر حاضر ہوا اور روکر دعا مانگی کہ ''حضور ایک لڑکی سوا مہینہ کی ہے اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمائیے'' حضور اپنے حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے، حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا۔ میرے لیے دعا فرمائیے اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہٗ دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دعا فرمائی تعویذ دیئے غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلایئے گلٹیوں پر لگایئے اذانیں کہیے، گھر آکر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل سرسام ہوگیا تھا۔ قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہوگئی تھی۔ چھ ماہ تک حالت خراب رہی اب بحمداللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰحضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں تیرے والد اس قدر نا امید ہو گئے ہیں ان سے کہہ دو آرام ہو جائے گا چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔ اب تک بحمداللہ تعالیٰ جسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰحضرت کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں۔

(۱۴) مولوی اعجاز علی خان صاحب کا بیان ہے کہ مصور معرفت جناب مولانا شاہ عارف اللہ صاحب خطیب خیرالمساجد، خیر نگر، میرٹھ اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب قادری رضوی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن عقائد اہل دیوبند پر گفتگو ہو رہی تھی انہوں نے فرمایا:

> کم از کم اس قدر بات تو ضرور ہے کہ دیوبندی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز تو ضرور پڑھتے ہیں اور اہل قبلہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

ابھی یہ مجلس ختم نہ ہوئی تھی یا فوراً ہی ختم ہوئی تھی کہ بریلی سے تار پہنچا کہ ''فوراً بریلی آؤ وہ گھبرا گئے مولوی محمد حسین صاحب مالک طلسمی پریس، سے مشورہ لیا

انہوں نے کہا فوراً جائیے۔ چنانچہ بریلی شریف پہنچے آستانے پر حاضر ہو کر سب سے دریافت کیا: کسی نے تار بھیجا بیان نہ کیا سخت تشویش ہوئی۔ خیال کیا کہ مخالفین کی یہ چال ہے کہ جس میں حبیب اللہ میرٹھ سے ہٹ جائیں (اس لیے کہ ان دونوں کچھ معاملات چل رہے تھے) آخری بار، تار آفس میں گئے، معلوم ہوا کہ یہاں سے تار گیا ہے لیکن دینے کون آیا تھا یہ یاد نہیں۔ بہت متفکر ہوئے الہٰی کیا ماجرا ہے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کچھ نہ فرمایا نہ کچھ کہنے کی جرأت ہوئی کہ دریافت کروں۔ تیسرے دن میرٹھ واپسی کا قصد کیا۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے جب اجازت چاہی اعلیٰحضرت نے فرمایا مولانا اس آیۂ کریمہ کو تو پڑھیے **لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب** مولانا فرماتے ہیں کہ مجھ سے رعب کی وجہ سے آیت نہ پڑھی گئی۔ میرے ساتھ مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی بھی تھے، انہوں نے آیۂ کریمہ پوری تلاوت کی۔ میرے دل میں معاً خیال گزرا کہ اعلیٰحضرت قبلہ نے اصلاح کی غرض سے بلایا تھا اور صرف ایک آیت پاک تلاوت کر کے اصلاح فرما دی۔

(۱۵) انہی کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب (جو اعلیٰحضرت کے مرید ہیں اور اعلیٰحضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے) نے کہا کہ ملازمت کے سلسلے میں میں نینی تال پر تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں اور آقائے نعمت اعلیٰحضرت فرما رہے ہیں سردار احمد کپڑے بجھاؤ۔ فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہے اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں، اور فرما رہے ہیں ''سردار احمد آگ بجھاؤ'' میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰحضرت کے قدم لوں پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰحضرت کی طرف بڑھا حضرت نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے کپڑے بجھائے۔ چار انگل لحاف جل گیا تھا۔

(۱۶) انہی کا بیان ہے کہ میری بڑی بھاوج، اعلیٰحضرت کی پوتی علیل ہوئیں۔ تمام لوگ ناامید ہو گئے تھے، ریحانہ کی ولادت ہوئی تھی مرحومہ اسی وجہ سے علیل ہو گئی تھیں۔

والدۂ محترمہ نے فرمایا کہ مزار شریف پر جا کر عرض کر۔ میں حاضر ہوا اور بچی کو پائنتی میں ڈال دیا۔ خدا کی قسم فوراً فرمایا ''جا اچھی ہو جائیں گی'' میں آیا والدہ صاحبہ سے عرض کیا اسی وقت سے صحت شروع ہوگئی۔ ۲۰-۲۲ دن میں بالکل اچھی ہوگئیں اور خدا کے فضل سے اب تک صحیح و سالم ہیں۔

(۱۷) انہی کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی جو مجھے بہت ہی زیادہ پیارا ہے (حافظ مقدس علی خان) چیچک میں مبتلا ہوا۔ ایک شب میں استاذی مولانا امجد علی صاحب اعظمی کے مکان پر تھا تھا اور مولوی عبدالمصطفیٰ صاحب سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ دل میں خیال ہوا۔ حاضر دربار ہو کر عرض کروں۔ آستانہ پر حاضر ہوا اور رو کر عرض کیا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں فوراً حکم ہوا ''اچھا ہو جائے گا۔'' صحت ہوگئی۔

(۱۸) انہی کا بیان ہے کہ ۸ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ کو استاذی مولانا امجد علی صاحب دادوں جارہے تھے، ان کو پہچانے کاس گنج گیا۔ وہاں سے مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ ۹ صفر کو واپس ہوا جب گھٹ پڑی اسٹیشن پر پہنچا معلوم ہوا کہ والد صاحب قبلہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ بہت زیادہ پریشانی ہوئی۔ حاضر آستانہ ہوا اور پریشانی کو عرض کیا فوراً حکم ہوا کہ ''جمعہ کو مل جائیں گے'' یہ غالباً پیر کا دن تھا۔ ۱۰ صفر میں یہاں سے گاؤں گیا پھر بدایوں، بہت تلاش کیا نہ ملے۔ کوشش و جستجو برابر جاری رہی کہ عرس شریف کا رقعہ آ گیا۔ میں حاضر ہوا تو مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب جے پور میں ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ٹونک جانے والے ہیں۔ چچا نورالحسن خان صاحب کو ٹونک بھیجنے کی تجویز ہوئی میں گاؤں چلا گیا۔ پھر تقریباً ۱۵-۲۰ دن کے بعد بریلی آیا جب بریلی سے واپس ہو رہا تھا اسٹیشن مکرند پور پر اترا۔ باہر گیا اور سواری میں بیٹھ رہا تھا کہ والد صاحب کی آواز کان میں پڑی فوراً گیا اور والد صاحب مل گئے۔ میں نے گاؤں جانا نامناسب سمجھا اور خیال کیا کہ ابھی یہ کیا ہوا کہ آج منگل کو والد صاحب مل گئے۔ اعلیٰحضرت نے جمعہ کو فرمایا تھا۔ خیر گاؤں گیا۔ تو سب کو اطلاع کر دی جمعرات کو والد صاحب کا خط پہنچا۔ کہ ہفتہ کو آ رہا ہوں اب اور بھی

زیادہ فکر ہوئی کہ آج تک کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ حاضری کے بعد جو کچھ فرمایا ہو غلط ہو۔ آج یہ کیا ہو رہا ہے کہ جمعہ کا دن آ گیا ۱۰ بجے تک بہت فکر رہی کہ یکا یک فکر خوشی سے بدل گئی۔ والد صاحب آ گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قصد ہفتہ ہی کا تھا مگر بریلی گیا جمعرات سے بارش شروع ہوگئی اور خیال ہوا کہ اب اسٹیشن کا راستہ بند ہوگیا ہوگا، سواری نہ آسکے گی۔ جب پیدل ہی چلنا ہے تو ہفتہ کے بدلے جمعہ ہی کو جائیں۔ یوں قول اعلیٰحضرت صادق ہوگیا کہ جمعہ کو مل جائیں گے اور کیوں نہ ہو ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۱۹) انہی کا بیان ہے کہ ۴ مئی ۱۹۳۵ء کو بدایوں اور گاؤں کے درمیان دس آدمیوں نے والد صاحب قبلہ پر حملہ کیا اور بہت زیادہ چوٹیں آئیں۔ صبح ۵ مئی کو مظفر حسین نے کچھ ایسے الفاظ میں والد صاحب کی حالت بیان کی کہ نہ صرف میں بلکہ تمام لوگ گھبرا گئے۔ فوراً آستانے پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حکم ہوا کہ ''اچھے ہیں'' بدایوں جا کر دیکھا تو جیسی حالت بتائی تھی اس سے بہت کم تھی ۲۰-۲۲ دنوں میں صحت ہوگئی اگرچہ ضربات ۱۸-۱۹ تھیں مگر صدقے اس کریم کے کہ جس نے صحیح و سالم کر دیا۔

(۲۰) انہی کا بیان ہے کہ شعبان ۱۳۵۷ میں بڑے مولانا صاحب قبلہ بیمار ہوئے۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے خواب میں اعلیٰحضرت کو دیکھا فرماتے ہیں ''یہ دعا کرو ان شاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جائیں گے'' **اللھم صلم سلاما عبدک حامد رضا** اور سب قرابت والوں نے دعا کی اور کثرت سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔''

(۲۱) انہی کا بیان ہے کہ جب بڑے مولانا صاحب بیمار ہوئے اسی زمانہ میں والدہ صاحبہ نے اعلیٰحضرت کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں ''مجھ سے تو کہا ہوتا'' ادھر والدہ صاحبہ نے مجھے حاضری کے واسطے بھیجا میں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔

(۲۲) انہی کا بیان ہے کہ زمانۂ مقدمہ بدایوں میں سب لوگ نومحلّہ میں مقیم تھے۔ زنان

خانے میں والدہ صاحبہ بھی تھیں۔ ایک دن پانی بالکل ختم ہوگیا اور متعدد آدمیوں نے دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰحضرت سے عرض کیا، فرمایا: "دیکھو پانی ہے۔" والدہ صاحبہ نے عرض کیا "کہ حضور پانی نہیں ہے" اعلیٰحضرت نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا دیکھو جا کر پانی ہے" والدہ صاحبہ آئیں تو دیکھا تو اس قدر پانی پایا کہ سب کی ضروریات وضو کو کافی ہوا، سب نے وضو کرکے نماز فجر ادا کی۔

(۲۳) انہی کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب قبلہ کے ۱۹۲۰ء میں سینہ پر گلٹیاں نکلنا شروع ہوئیں اور بہت زیادہ روپیہ علاج میں صرف ہوا۔ والدہ صاحبہ نے اعلیٰحضرت کے قدموں پر گر کر عرض کیا فرمایا "اب نہ نکلے گی" پھر کوئی گلٹی نہ نکلی اور اب تک کہ تقریباً پچیس سال ہوئے بالکل صحیح و سالم ہیں۔

(۲۴) انہی کا بیان ہے کہ میری بڑی ہمشیرہ کے گلے میں گلٹی نکلی۔ سب اطبا اور ڈاکٹروں نے کہا کہ کنٹھ مالا ہے۔ والدہ صاحبہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا فرمایا "جو خیال ہے وہ نہیں" ہے اور واقعی وہ نہیں تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں گلٹی جاتی رہی اور وہ بالکل صحیح و تندرست ہوگئیں۔

(۲۵) انہی کا بیان ہے ۳۰ھ میں والدین کریمین حج کے عازم ہوئے، والدہ صاحبہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اجازت چاہی، اعلیٰحضرت نے فرمایا "میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں" پھر فرمایا "میں سچ کہتا ہوں میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں" والدہ صاحبہ روانہ ہوگئیں۔ حطیم شریف میں ایک شب والدہ صاحبہ نفل پڑھ رہیں تھیں کہ لوگوں کا ہجوم آ گیا اور ساتھ والے سب جدا ہو گئے والدہ صاحبہ بہت گھبرائیں اور خیال کیا کہ اعلیٰحضرت نے فرمایا تھا کہ میں آتے جاتے تمہارے ساتھ ہوں، اب کون سا وقت آئے گا جس میں مدد فرمائیں گے۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ راستہ ملنا دشوار تھا کہ حضرت کو دیکھا، ارادہ کیا کہ قدم بوسی کریں کہ حضرت نے کچھ عربی میں فرمایا جس کا مطلب معلوم نہ ہوسکا لیکن اس قدر ہجوم کے باوجود راستہ ایسا مل گیا کہ والدہ صاحبہ بآسانی وہاں سے چلی آئیں۔ اور دوسرے دروازہ سے جب حرم شریف کے باہر آئیں تو والد صاحب مل گئے اور

حضرت غائب ہو گئے بریلی آ کر عرض کیا تو اعلیٰحضرت نے سکوت فرمایا۔

(۲۶) انہی کا بیان ہے کہ ایک بار ایک فقیر مسجد میں مقیم ہوا اور کسی بات پر ناراض ہوا اس قدر غصے میں آیا کہنے لگا کہ میں سوداگریٔ محلّہ کو الٹ دوں گا۔ اعلیٰحضرت نے یہ الفاظ سن کر اپنا جوتا اس کی طرف پاؤں سے پھینکا۔ وہ اس کے سامنے الٹا گرا، فرمایا ''پہلے اس کو سیدھا کر دو، تب سوداگری محلّہ کو الٹیے گا۔'' فقیر نے لاکھ زور لگایا مگر سیدھا نہ کرسکا۔ جو لوگ موجود تھے کہتے تھے کہ اس فقیر نے اپنی پوری ہمت صرف کر دی مگر جوتا سیدھا نہ ہوسکا، حضرت نے جوتا پہن لیا اور مکان تشریف لے گئے وہ شخص بہت نادم ہوا اور در دولت پر آیا، اعلیٰحضرت کو معلوم ہوا تو خود اس فقیر کے واسطے کھانا لائے۔

(۲۷) انہی کا بیان ہے کہ مولوی وقار الدین صاحب کہتے تھے مجھ سے مولوی سردار احمد صاحب نے کہا کہ حیدر فٹن والے کا بیان ہے کہ قریب عصر حضرت نے یاد فرمایا میری گھوڑی بالکل تھک گئی تھی مگر حضرت کے یاد فرمانے کے بعد مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حاضر ہوا۔ فرمایا: چلو۔ غرض نینی تال روڈ پر گاڑی روانہ ہوئی۔ جب گاڑی لاری اسٹینڈ پر پہنچی فرمایا پیلی بھیت والی سڑک پر چلنا ہے۔ غرض ادھر گاڑی روانہ ہوئی قریب ایک میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ پیلی بھیت کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آستانۂ حضرت محمد شیر صاحب پر تشریف لائے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا: ''کیوں یاد کیا: فرمایا ''ابھی ابھی خیال ہوا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی زبان سے نعت شریف سننا چاہیے'' اعلیٰحضرت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد حضرت بریلی واپس تشریف لائے۔

سبحان اللہ وبحمدہ اولیاء کی بھی کیا شان ہوتی ہے ادھر حاجی محمد شیر صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ مولانا سے نعت شریف سننا چاہیے، ادھر اعلیٰحضرت کو خبر ہوگئی کہ جناب حاجی صاحب یاد فرماتے ہیں۔ تشریف لے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرمائے اور واپس تشریف لائے اور ابھی مغرب

کا وقت نہیں ہوا تھا، بریلی شریف آ کر نماز مغرب ادا فرمائی۔ بارگاہ رضوی میں حاضر ہونے والے جانتے ہیں کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز عصر کی نماز حنفی اصول پر تاخیر کر کے ادا فرماتے تھے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے اعلیٰحضرت اسی طرح نماز فجر خوب اسفار میں پڑھتے تھے کہ حدیث شریف میں وارد ہے **اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر** (خوب روشن کر کے فجر کی نماز پڑھو کہ اس میں اجر بڑا ہے)۔ یہاں تک کہ وہابیہ جب کوئی گنجائش اعتراض کی نہیں پاتے تو اپنی مجلس میں کہا کرتے کہ آفتاب طلوع و غروب میں مولانا احمد رضا خان صاحب کا انتظار کرنا ہے کہ وہ فجر کی نماز پڑھ لیں تو طلوع ہو اور عصر کی نماز سے فارغ ہوں تو غروب ہو۔

(۲۸) جناب مولوی عرفان علی صاحب بیسل پوری، پیلی بھیتی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء میں احقر درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ تین روز تڑپتے گزرے، کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس زمانے میں احقر ہائی اسکول بریلی میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھا۔ تیسرے روز اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے میرے کمرہ کو شرف بخشا اور درد کے مقام پر اپنا دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اپنے دست اقدس کی انگلی سے انگوٹھی نکال کر میری انگلی میں پہنا دی، دو تین منٹ کے بعد درد کافور ہو گیا۔

(۲۹) انہی کا بیان ہے کہ حضور پرنور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو مرتبہ بیسلپور تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ ساڑھے دس بجے دن کے بذریعہ ریل رونق افروز ہوئے، اور شام کو واپسی کا ارادہ مصمم تھا گویا صرف چند گھنٹے کا قیام تھا۔ بیسلپور کے مسلمانوں کو حضور کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کا بہت کم موقع تھا مگر حضور نے سب کے دامن مراد کو بھرا، بعض حضرات کے مکان پر تشریف لے گئے۔ واپسی میں اسٹیشن ایک گھنٹہ دیر کر کے پہنچے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا کرم اس وقت تک گاڑی اسٹیشن نہ آئی تھی گاڑی حضور پرنور کے سامنے آئی، اطمینان سے اعلیٰحضرت گاڑی میں رونق افروز ہوئے، جب گاڑی چلنے لگی لوگوں نے بطور اظہارِ عقیدت کہا کہ یہ

اعلیٰحضرت کی کرامت تھی کہ گاڑی پورے ایک گھنٹہ لیٹ آئی۔

(۳۰) انہی کا بیان ہے کہ دوسری مرتبہ جب حضور بیسلپور تشریف فرما ہوئے تو احقر نے حضور کی توجہ ایک بزرگ کے مزار کی طرف مبذول کی، ان بزرگ کی حالات سے اہل قصبہ سے کوئی متنفس واقف تھا نہ حضور پر نور، بعد نماز عصر مزار شریف کی زیارت کو تشریف لے گئے اور کچھ دیر تک تنہا مزار شریف کے حجرے کے اندر قیام فرمایا بعدہ احقر سے فرمایا ''کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس کا نام ''شاہ کمال انصاری'' ہے نقشبندیہ خاندان ہے۔''

(۳۱) انہی کا بیان ہے اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا:

کہ جب اللہ کا بندہ روزہ سے ہوتا ہے تو وہ اکثر باتیں بتا دیتا ہے جس سے عام لوگ متحیر ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ میرا روزہ تھا عصر کا وقت تھا۔ میں اپنی مسجد کی فصیل پر بیٹھا تھا ایک صاحب کے پاس پان تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کتنے ہیں میں نے تعداد بتا دی۔ وہابیہ کے دھرم میں تو شرک اکبر ہوا کہ ان کے یہاں درخت کے پتے گن کر بتانا بھی شرک ہے۔

(۳۲) انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰحضرت حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے پاک ''قابض باسط'' کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ نماز فجر میں چند منٹ باقی تھے اور حضور کو غسل کی حاجت ہوئی، نہانے کا انتظام کر کے غسل کیا اور بعدہٗ نماز فجر پڑھی، گھڑی دیکھی تو اتنے ہی منٹ باقی تھے جتنے غسل سے پیشتر تھے یہ باسط کی تجلی تھی۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو اعلیٰحضرت نے اپنی کتاب ''الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ'' یعنی رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' کی شرح میں تحریر فرمایا ہے، جب اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز ۱۳۲۳ھ میں حرمین طیبین زاد ہما اللہ شرفاً وتعظیماً دوسری مرتبہ حاضر ہوئے اور مدینہ طیبہ کی حاضری اصل مقصد قرار دیا جس کی طرف قصیدۂ مبارکہ ''حضور جان نور'' میں اشارہ کیا ہے

مکہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا　　　پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے　　　اصلی مراد حاضری اس پاک در کی ہے

مکہ معظمہ پہنچ کر حضور کو معلوم ہوا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی بھی آئے ہوئے ہیں اور اپنے مقصد کے مطابق کچھ فتویٰ یہاں کے علماء سے حاصل کرانا چاہتے ہیں۔ جب اعلیٰحضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر انہیں معلوم ہوئی، تو بہت گھبرائے اور سوچا کہ انہی کے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے اور یہیں موجود ہیں۔ اس فتویٰ کا اثر بھی ان پر آسانی سے مرتب ہو جائے گا۔ آخر سوچتے سوچتے حضرت ابوالذکاء سراج الدین مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رامپوری ارشادی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "**اعلام الاذکیا فی علم الغیب الانبیاء**" یاد آیا کہ انہوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے **وصلی اللہ علی من ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئی علیم**o یہ آیت کریمہ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہے اس کو حضرت مولانا نے اس رسالے میں نعت شریف قرار دیا ہے گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ خدا بنا دیا اور اس پر اعلیٰحضرت قبلہ کی تقریظ و تصویب بھی ہے۔ اس بنا پر علمائے مکہ معظمہ سے استفتاء کیا اور یہ بھی کہا کہ مصنف تو نہیں مگر مقرظ رسالہ یہیں موجود ہے، تاکہ ایسے شخص کا جو حکم شرعی ہو اس پر جاری بھی کر دیا جائے۔ خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر دے اور کروٹ کروٹ انوار و جنت کی خوشبو میں، حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو رکھے کہ انہوں نے فرمایا پھر کسی دوسرے شخص نے استفتاء کی ضرورت ہی کیا ہے، خود انہیں سے یہ سوالات کیے جائیں، جن کی طرف یہ بات منسوب ہے اور جو جواب دیں وہ علماء کی مجلس میں پیش کرکے اسے دیکھ لیا جائے، یہ بات ایسی معقول تھی کہ علی الرغم الوہابیہ سب نے تسلیم کیا۔ اعلیٰحضرت کی خدمت میں وہ استفتاء پیش ہوا، اعلیٰحضرت نے بغیر مراجعت کتب فقط آٹھ گھنٹے میں عربی زبان میں نہایت مدلل و مفصل ایک مستقل کتاب مستطاب اس کے جواب میں تصنیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام "**الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ**" رکھا جب وہ رسالہ علمائے کرام کے سامنے، شریف مکہ کے دربار میں پڑھا گیا تو علماء متحیرانہ اس کو سن رہے تھے، اور قوت دلیل پر عش عش کر رہے تھے۔ کہ وہابیہ کے ایک وکیل نے بیچ میں بات کاٹ کر کچھ اعتراض کرنا چاہا مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے فرمایا پہلے

پورا رسالہ سن لو، ممکن ہے کہ تمہارے اس شبہے کا جواب آئندہ موجود ہو، پھر تضیع اوقات کا کیا فائدہ۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا چند ورق کے بعد بطور دفع دخل مقدر اس کا جواب مذکور تھا۔ جب پورا رسالہ پڑھا جاچکا تو شریف مکہ نے فیصلہ کیا الله یعطی وھولاء یمنعون o یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب دیتا ہے مگر وہابی لوگ اس کو روکتے ہیں۔

جب اعلیٰحضرت ہندوستان تشریف لائے، تو بہت ضخیم شرح اس کی تحریر فرمائی اور اس کا نام "الفیوض المکیه لمحب الدولة المکیه" تحریر فرمایا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے "اتساع الصغیر لکبیر الکثیر" اور اس ضمن میں اعلیٰحضرت نے بہت سے واقعات مستند کتابوں سے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں جن کا ترجمہ کرنا ناظرین سوانح کے لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں:

(الف) انسان کی آنکھوں کی پتلی کیا ہے ایک سیاہ نقطہ ہے جس میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان سب کی صورتیں ایک آن میں چھپ جاتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ انطباع بقدر اتساع ہے، تو اتنے بڑے آسمان کی صورت ایک نقطہ میں بقدر نقطہ ہوگی۔ اور اسی پر رائی کے دانہ وغیرہ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے ان تمام چھوٹی چھوٹی لطیف وصغیر صورتوں کا چھپنا اور ان کا اکٹھا ہونا اور لطف یہ کہ آنکھ والا ایک ہی آن میں آسمان، آفتاب، پہاڑ، دریا، میدان رائی سب کو علیحدہ علیحدہ واضح طور پر تمیز کرتا ہے جس میں اصلاً خفا اور پوشیدگی نہیں رہتی اور ہر چیز اسی کی قدر و جثہ کے مطابق دیکھتا ہے ان چیزوں کے ہجوم و تراکم کی وجہ نہ التباس ہوتا ہے نہ مقدار میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

(ب) ایک چھوٹا بیج ناخون کے برابر بھی نہیں اس سے عظیم الشان درخت نکلتا ہے، جس کا ڈول مثلاً سو گز ہوگا۔ اس کی شاخیں صدو رصد گز میں سایہ افگن ہیں، اس میں ہزاروں شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں ہزاروں پتے ہیں، مثلاً املی کا بیج اس میں یہ سب چیزیں موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جس کی آنکھیں کھول دی ہیں وہ قبل ان چیزوں کے ظہور کے اس بیج میں ان تمام چیزوں کو دیکھتا ہے حالانکہ ظاہر میں پوری اس بیج کو بھی نہیں دیکھتا بلکہ نہ اس کا نصف دیکھتا ہے نہ ربع، بلکہ صرف پوست کا

نصف سطح ظاہر دیکھتا ہے جو اس کے سامنے ہے **فهل یستوی الاعمی والبصیر ام هل تستوی الظلمٰت والنور۔**

(ج) علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب **"الیواقیت والجواهر فی عقاید الاکابر"** میں تصریح فرماتے ہیں کہ دوات کے اندر جو روشنائی ہے اہل کشف اس میں تمام ان حروف و الفاظ کو دیکھتا ہے جو اس سے لکھی جائیں گی، تو جس وقت لکھتے لکھتے وہ روشنائی ختم ہو جائے اور جو کچھ اس سے لکھا گیا ہے اہل کشف کے علم سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو نہ اس سے ایک حرف زائد ہوگا نہ ایک لفظ کم۔

(د) **"الابریز فی علوم سیدنا عبدالعزیز"** میں ہے کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ جب جنیں ماں کے پیٹ میں قرار پکڑتا ہے تو عارف باللہ اسی وقت اس کو اس حال میں دیکھتا ہے جہاں وہ اپنے آخر عمر تک پہنچے گا، اور جو کچھ خیر و شر اس کو پہنچے گا سب اسی وقت دیکھ لیتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عارف کے دیکھنے کے مطابق تمام حالات قلمبند کر کے رکھ چھوڑے اور روزمرہ کی زندگی میں جو جو باتیں اس کو پیش آتی جائیں، ان سب کو اس سے مقابلہ کرتا جائے تو سرموان دونوں میں فرق نہ ہوگا۔

(ہ) صوفیائے کرام کا اجماع ہے کہ انسان تمامی مخلوقات کے اوصاف کا نسخۂ جامعہ ہے اور یہ عالم صغیر ہے۔ اور جو کچھ عالم کبیر میں ہے سب اس میں موجود ہے، تو جو شخص اس کے باطن میں دیکھے اور حق معرفت کر کے پہچانے تو اس عالم صغیر میں وہ سب کچھ پا لے گا جو عالم کبیر میں ہے۔ یعنی صفات وجود پر جو کچھ مرقوم ہے قال اللہ تعالیٰ **سنریهم فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق o**

(و) بہت کم وقت میں بہت بڑی عظیم و کبیر چیز دکھانے کی مثال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزۂ معراج شریف ہے، کہ شب کے ایک مختصر حصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، وہاں سے سماوات علی، وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ، وہاں سے مقام مستوٰی وہاں سے عرش اعلیٰ وہاں سے منقطع الجہت این و الی تشریف لے گئے پھر قریب ہوئے اور بہت نزدیک ہوئے دنی

فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ اور یہ ظاہر ہے کہ زمین سے آسمان دنیا کی مسافت پانچ سو سال کی راہ ہے اور اسی طرح ہر آسمان کی دوری پانچ سو سال کی مسافت ہے تو ہر آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت اور ضخامت ہزار برس کی راہ ہوئی تو آمدورفت میں صرف آسمان ہی تک پہنچنے کے کے لیے چودہ ہزار برس چاہیے اور ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ وہاں سے مقام مستوی وہاں سے عرش اعلیٰ کی مسافت تو سوائے خدا کے کسے معلوم۔ البتہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی جسے امام ابوالربیع نے شفاء الصدور میں مرفوعاً نقل فرمایا کہ پھر میں نور میں گیا تو ستر ہزار حجاب طے کیے جن میں کوئی ایک حجاب دوسرے کے مشابہ نہیں اور ہر حجاب میں ایک فرشتہ موکل تھا جو دوسرے حجاب تک پہنچایا کرتا تھا، ہر حجاب کی ضخامت پانچ سو سال کی راہ تھی اس کے بعد مجھے فرمایا گیا تقدم یا محمد! تو میں آگے بڑھا اور میرے ساتھ فرشتہ چلا، وہاں جاکر سبز رفرف حاضر کیا گیا اور ایک روایت میں سات سو ایک روایت میں ستر حجاب کا ذکر ہے۔ تو یہ کل ستر ہزار سات سو ستتر (۷۰،۷۷۷) حجابات ہوئے، اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی مسیرۃ پانچ سو سال کی راہ ہے تو آسمان ہفتم کے اوپر سے عرش اعلیٰ تک کی مسافت آمدورفت کی سات کروڑ سات لاکھ ستر ہزار سال کی راہ ہوئی۔ پھر یہ تشریف لے جانا محض مرور ذہاب و ایاب نہ تھا بلکہ سموات اور جو ان کی بیچ میں ہے ان کا مطالعہ و مشاہدہ اور کرسی اور جو اس میں ہے اور عرش اور جو اس میں ہے اور جنت اور جو کچھ اس میں ہے اور دوزخ اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کا تفصیلی ملاحظہ تھا کہ جملہ حقائق و دقائق سے واقف ہوئے اور یہ سب فقط شب کے ایک تھوڑے سے حصہ میں ہوا۔

(ز) بخاری شریف میں امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم میں ایک جگہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے ابتدائے آفرینش سے تمام امور کی خبر دے دی اس وقت تک کی کہ جنتی اپنے منزلوں میں اور دوزخی لوگ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔ جس نے یاد رکھا اس

نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ عینی، علامہ قسطلانی، شارحین بخاری اور ملا علی قاری صاحب مرقات شرح مشکوٰۃ، میں فرماتے ہیں یہ حدیث زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں جملہ مخلوقات کی تمام حالتوں کی خبر ابتدائے آفرینش سے فنا ہونے بلکہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کے واقعات سب بیان فرما دیئے تو یہ اخبار مبدأ معاش معاد سب کو شامل ہے اور تمام باتوں کو ایک جلسہ میں بیان فرما دینا یہ بہت بڑا معجزہ اور خارق عادات واقعہ ہے اور دوسری حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(ح) ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں تو اس کتاب کے بارے میں جو دائیں ہاتھ میں تھی فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام ہیں، ان کے باپ کے نام ہیں، ان کے قبیلے کے نام ہیں، پھر اخیر میں ان کی مکمل تعداد لکھ دی گئی ہے تو نہ ایک شخص بھی اس فہرست سے زائد ہوگا نہ کوئی اس سے کم ہوگا۔ اور جو کتاب بائیں ہاتھ میں تھی اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب بھی رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں جہنمیوں اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، اور آخر میں ان کی بھی مجموعی تعداد لکھ دی گئی ہے تو نہ ایک شخص اس میں زائد ہوگا نہ ایک بھی کم ہوگا۔ سرسری نظر میں یہ بات کوئی بڑی اہم نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس عجیب معجزہ اور جرم واسع کثیر کا ایک تنگ ظرف میں بند کرنے کا حال معلوم ہوگا۔ دریا کو کوزے میں بند کرنا اگر ممکن ہوسکتا ہے تو اس کی ایک مثال یہ بھی ہے۔ اس لیے ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک کتاب مجلد ہے جس میں پانچ سو ورق بڑے بڑے ہیں، اور ہر صفحے میں پچاس سطریں ہیں اور ہر سطر میں دس جنتیوں کا نام اس طرح مرقوم ہے۔

(۱) ابوبکر بن ابی قوافہ تیمی۔

(۲) عمر ابن خطاب عدوی ۔

(۳) عثمن ابن عفان اموی ۔

(۴) علی ابن ابی طالب ہاشمی۔

(۵) طلحہ بن عبیداللہ تیمی ۔

(۶) زبیر بن عوام اسدی۔

(۷) عبدالرحمٰن بن عوف زہری۔

(۸) سعد بن ابی وقاص زہری۔

(۹) سعید بن زید عدوی۔

(۱۰) ابوعبیدہ بن جراح فہری۔

تو اگر اس طرح پوری کتاب میں جہنمیوں کے نام لکھے جائیں تو اس مجلد ضخیم، کبیر، طویل، عریض، ثقیل میں فقط پانچ لاکھ آدمیوں کے نام آئیں گے اور جنتی کتنے ہیں اس کا کچھ اندازہ ان حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔

علم الاعداد پر ایک تحریر:

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں سے ۷۰,۰۰۰ ہزار آدمی جنت میں بلا حساب و کتاب جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ فال لیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں اتنا اور زائد ہے کہ ان کے منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ نیز یہ کہ انہی میں سے عکاشہ بھی ہیں صحیحین کی روایت حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار یا سات لاکھ آدمی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہوں گے، وہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے امام احمد و ترمذی نے حضرت ابوامام باھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے

وعدہ فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بلاحساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپ اللہ تعالیٰ کے لپوں سے تو ان کا مجموعہ انچاس لاکھ ستر ہزار ہوتا ہے، اور خدا کے تین لپوں میں کتنے آدمی آئیں گے ان کا شمار تو خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔ مسند امام احمد اور حکیم ترمذی ابویعلیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ستر ہزار میری امت سے جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے، جن کا منہ چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گے۔ وہ ان سب کے قلوب ایک شخص کی قلب کی طرح ہوں گے پھر میں نے اپنے رب سے زیادتی چاہی تو اس نے زیادہ کیا کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے تو یہ مجموعہ چار ارب نو کروڑ ہوگا تو اگر فقط انہیں جنتیوں کے نام جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے اس طریقہ پر لکھے جائیں تو ان کے لیے آٹھ لاکھ نو ہزار مجلدات کی ضرورت ہوگی۔ پھر تمام جنہیوں کے ناموں کے لیے کتنی مجلدات کی ضرورت ہوگی اس کو کون بتا سکتا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی کتاب مستطاب **الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر** کی مبحث۳۲ میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دینی بھائی افضل الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نیک بختوں کے متعلق اطلاع بخشی جو صلب سیدنا آدم علیہ السلام میں تھے تو ان کی تعداد اس قدر ہے کہ اگر اس کو اعداد میں لکھنا چاہیں تو ۶۱ عدد رقم اس کے لیے درکار ہوں گی پہلے ۵صفر پھر ایک کروڑ بیاسی لاکھ چھیانوے ہزار چھ سو پچاسی پھر انیس صفر پھر رقم بتیس ہزار نو سو سرسٹھ پھر بیس صفر پھر ایک ہزار چار سو پچاسی لکھا جائے جس کی شکل یہ ہوگی:

۱۴۸۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۳۲۹۶۷۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۱۸۲۹۶۶۸۵۰۰۰۰۰

اتنے آدمیوں کے نام اس قاعدے سے لکھے جائیں تو اس کے لیے اتنی ضخیم مجلدات کی ضرورت ہوگی جن کو اعداد میں اسی طرح لکھ سکتے ہیں پہلے چھتیس لاکھ انسٹھ ہزار تین سو سینتیس پھر ۱۹ صفر پھر پیسٹھ ہزار نو سو چونتیس پھر اکیس صفر پھر دوسو ستاوے لکھے جائیں جس کی شکل یہ ہوگی۔ ۲۹۷۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۶۵۹۳۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۳۶۵۹۹۳۳۷

اور رب العزت جل جلالہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کو ایسے مجلد میں جمع فرما دیا تھا جس کو ایک ہاتھ میں حضور اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تعداد تو سعداء اور نیک

بختوں کی ہے۔ پھر کفار اور بدبختوں کی تعداد کون بتا سکتا ہے اس لیے کہ وہ باختلاف الروایات سعید سو میں ایک، یا ہزار میں ایک یا کالے بیل کے بدن میں سیاہ بالوں میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہے۔ علمائے کرام نے ان روایات کی تطبیق بہت دلچسپ دی ہے کہ سعید بنی آدم سے سو میں ایک ہیں اور جب ان کے ساتھ یاجوج ماجوج کو بھی ملا لیجئے تو ہزار میں ایک، اور اگر جنوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو سیاہ بیل کے بدن میں ایک آدھ سفید بال کی مثال ہیں۔ امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام بلائے جائیں گے اور ان کی ذریت ان کو دکھائی جائیں گی، اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا جائے گا کہ اپنی ذریت سے جہنم کا حصہ نکال دیجئے۔ عرض کریں گے "اے رب کس قدر نکالوں" ارشاد ہوگا "ہر سو سے ننانوے" یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا "یارسول اللہ جب ننانوے دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو باقی کہاں رہے" حضور نے ارشاد فرمایا کہ میری امت اور امتوں میں جیسے سیاہ بیل کے بدن میں سفید بال ہے" علامہ بغوی نے معالم التنزیل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس میں مابعث النار کے جواب میں ہے۔ ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ اس وقت لوگوں نے کہا کہ ہم میں وہ ایک کون ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نو سو ننانوے یاجوج ماجوج سے اور ایک تم سے۔" امام احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردودیہ، بیہقی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور اس میں اس قدر اور زائد ہے کہ جب ارشاد ہوگا کہ ہر ہزار سے نو سو ننانوے جہنم میں بھیجو۔ یہ سن کر بچے غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے، تو جس وقت عدد سعدا جن کا بیان اوپر گزرا ان کو نوسوننانوے میں ضرب دیا جائے تو اشقیا کی تعداد اس قدر ہوگی جن کو اس طرح لکھا جاسکتا ہے: پانچ صفر اٹھارہ ارب ستائیس کروڑ تراسی لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو پندرہ پھر ۱۶ صفر پھر تین کروڑ انتیس لاکھ چونتیس ہزار تینتیس پھر سترہ صفر پھر چودہ لاکھ تراسی ہزار پانچ سو پندرہ جس کی شکل یہ ہوگی۔

۱۴۸۳۵۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۳۲۹۳۴۰۳۳۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۱۸۲۷۸۳۸۸۳۱۵۰۰۰۰۰

پھر ان کے لیے کتنے مجلدات کی ضرورت ہوگی اور سیاہ بیل کے بدن میں کتنے بال ہوں گے اس کی تعبیر ایک سفید بال کے انداز سے تو ممکن ہی نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی افضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سعداء کے عدد پر مطلع فرمایا نہ کہ اشقیا کی تعداد پر پھر اس کتاب کو بھی ایسے کم حجم کی بنادیا کہ حضور نے بے تکلف اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھالیا اور آپ لوگوں کے پاس اسی حالت میں تشریف لائے کہ دونوں کتابیں حضور کے دونوں دست اقدس میں تھیں تو یہ دونوں کتابیں تیسر جرم کبیر کو ظرف تنگ اور صغیر میں کرنے کی بہترین مثال ہے۔

واللہ علی کل شیئی قدیر۔

گھوڑے کی زین کسنے تک حضرت داؤد علیہ السلام پوری زبور پڑھ جاتے:

(ط) امام احمد و بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام سے قرآن (زبور) ہلکا کر دیا گیا تھا تو گھوڑا کسنے کے لیے حکم دیتے تو یہ پوری زبور شریف پڑھ لیتے قبل اس کے کہ گھوڑا کسا جائے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ قرآن سے مراد توریت ہے اس لیے کہ (زبور) میں کل ایکسو پچاس سورہ ہیں، سب مواعظ و ثنا ہیں اور احکام حلال وحرام وغیرہ یہ سب توریت سے لیتے تھے تو اگر توریت مراد لی جائے تو معجزہ اور بھی بڑا ہوگا۔ اس لیے کہ معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے مروی ہے کہ توریت شریف نازل ہوئی تو ستر اونٹ کا بوجھ تھا۔ ایک پارہ ایک سال میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کو صرف چار شخصوں نے یاد کیا تھا اور وہ زبانی پڑھتے تھے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) حضرت یوشع علیہ السلام (۳) حضرت عزیر علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

حضرت علی گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے تھے:

(ی) ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ اس معجزۂ داؤدی کی مثال اتباع آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ظاہر ہوا مولائے کائنات حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی کہ گھوڑا کس کر لایا جاتا تھا آپ

ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے تو جب تک دوسرا قدم دوسرے رکاب میں رکھیں نہایت ٹھہر ٹھہر کر معنی مطلب سمجھ کر قرآن شریف ختم فرمایا کرتے۔

(یا) حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق آپ صاحب محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں انہیں کے متعلق دوسرا واقعہ ذکر فرمایا کہ ملتزم سے دروازۂ خانۂ کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرما دیا کرتے۔

(یب) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے متعلق جو خبر پہنچی ہے کہ چار ختم دن میں فرماتے اور چار ختم شب میں۔

(یج) علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں امام نووی کا کلام نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ شب قدر کی وتر میں تین ختم قرآن کیا یعنی ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔

علمائے امت قرآن پڑھتے تھے:

(ید) علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں علامہ نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ۸۶۷ھ میں حضرت ابوطاہر کو دیکھا اور ان کے بارے میں سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ کرتے تھے۔

(یہ) علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ مجھ سے شیخ الاسلام برہان بن ابی شریف ادام اللہ النفع بعلومہ نے انہی ابوطاہر کے متعلق فرمایا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم فرماتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین نے اپنے متعلق یہ فرمایا ہو جیسا کہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں حضرت شیخ الاسلام ہی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(یو) علامہ عبدالغنی نابلسی نے فرمایا کہ ارشاد میں ہے کہ نجم اصبہانی نے ایک یمنی شخص کو دیکھا کہ اس لیے خانۂ کعبہ کا طواف ایک مرتبہ یا سات مرتبہ میں پورا قرآن پاک

ختم کرلیا اور یہ بجز مددِ ربانی وفیض رحمانی ناممکن ہے۔

(ی) نیز علامہ نابلسی نے فرمایا کہ مجھ سے بعض ثقات نے روایت کی کہ ہمارے شیخ عبدالوہاب شعرانی مغرب وعشا کے درمیان دو ختم کر لیتے۔

(یح) سیدی علامہ جامی قدس سرہ السامی ''نفحات الانس'' میں شیخ سعید الدین فرغانی سے ناقل کہ میں نے شیخ طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ۶۶۵ھ میں سنا کہ وہ شیخ عمادالدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل ہیں کہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا اور میں طواف کر رہا تھا کہ ایک مغربی شخص کو دیکھا کہ وہ طواف کر رہے ہیں اور لوگ ان سے برکت حاصل کر رہے ہیں تو لوگوں نے ان سے میرے متعلق ذکر کیا کہ یہ شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی کے صاجزادے ہیں تو انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے لیے دعائے خیر کیا تو ان کی دعا کی برکتیں میں برابر دیکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کے دعا کی برکت مجھے آخرت میں بھی شامل حال ہو۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ بزرگ حضرت موسیٰ سدرانی اکابر اصحاب سیدی ابومدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ جب میں طواف بیت اللہ سے فارغ ہوا تو حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے انہیں خبر دی کہ میں نے حضرت شیخ موسیٰ سدرانی کو دیکھا اور انہوں نے میرے لیے دعا کی اس سے والد ماجد بہت خوش ہوئے، پھر لوگوں نے حضرت موسیٰ سدرانی کے اوصاف و کمالات بیان کرنا شروع کیا اور ازانجملہ یہ بھی کہا کہ وہ رات بھر میں ستر ہزار ختم قرآن فرماتے ہیں تو میرے والد صاحب خاموش رہے انکار نہ کیا۔

(سط) حضرت شیخ الشیوخ کے صاجزادے شیخ عمادالدین احمد نے کہا کہ میرے والد ماجد نے اکابر خلفا سے کہا اور قسم کھا کر کہا کہ جو لوگ حضرت موسیٰ سدرانی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں وہ سب سچے ہیں اور ٹھیک کہتے ہیں لیکن میرے دل میں کچھ شبہ تھا حسن اتفاق کہ میں نے شیخ موسیٰ سدرانی کو ایک شب طواف کرتے ہوئے پالیا تو

میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور ابتدائی سورۂ فاتحہ سے قران پڑھنا شروع کیا اور وہ طواف میں عام لوگوں کی طرح چل رہے تھے اور نہایت ہی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے جا رہے تھے جسے میں ایک ایک حرف سمجھ رہا تھا جب حجر اسود سے کعبہ شریف تک پہنچے جو چار قدم سے زائد نہیں تو پورا قرآن شریف ختم کرلیا جسے میں نے ایک ایک حرف کرکے سنا تو والد ماجد نے اور تمام اصحاب نے اس کی تصدیق کی۔

(ک) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن شریف فرمایا اور سیدی عبدالغنی نابلسی نے بھی ''حدیقۃ ندیہ'' میں تحریر فرمایا کہ انہوں نے اپنے ایام سلوک میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن ختم فرمایا ہر گویا درجہ میں ہزار ختم اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں بلکہ ہر درجہ میں ہزار ختم سے زائد ہوا اس کے لیے کہ پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثنا تو ضروری ہے۔ تمہ روایت مذکور میں۔

(کا) علامہ جامی قدس سرہ السامی حضرت شیخ عمادالدین سے ناقل ہیں کہ لوگوں نے والد ماجد سے پوچھا کہ یہ اصحاب کس طرح اتنے کم وقت میں اس قدر ختم قرآن فرماتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بسط زمان ہے جو اولیاء اللہ کے لیے ہوتا ہے یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لیے بہت پھیلا دیا جائے جس میں بہت سا کام کرسکیں، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن السکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک سنار مرید تھا اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ ہر جمعہ کو صوفیا کی جانمازیں جامع مسجد میں لے جا کر پہنچا دیا کریں اور جب نماز جمعہ ہو جایا کرے تو انہیں جا کر خانقاہ میں رکھ دیں، کسی ایک جمعہ میں انہوں نے سب جانمازوں کو جمع کیا اور باندھا کہ جامع مسجد لے جائیں اور ارادہ کیا کہ دجلہ پر پہنچ کر غسل کرلیں چنانچہ گئے اور دجلہ پہنچ کر کپڑا اتارا اور نہانے کے لیے دجلہ میں گھسے اور غوطہ لگایا۔ جب سر اٹھایا تو دیکھا

دیکھتے ہیں کہ وہ دجلہ نہیں ہے بلکہ یہ بالکل دوسری جگہ ہے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مصر ہے، تو انہیں بہت تعجب ہوا، آخر پانی سے نکلے اور مصر شہر میں داخل ہوئے، جاتے جاتے ایک سنار کی دکان پر جاکر رکے اور ان کے پاس وہی ایک کپڑا تھا جس کو پہن کر نہانے کے لیے پانی میں گھسے تھے، جب اس دکان پر پہنچے، تو دکاندار نے فراست سے سمجھا کہ یہ بھی سنار ہیں۔ اس نے کچھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اچھا کاریگر ہیں، ان کی آؤ بھگت کی اور اپنے گھر لے گیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔ سات سال تک یہ صاحب وہاں رہے، اس درمیان میں ان کے تین لڑکے ہوئے، ایک دن اتفاقاً نہانے کے لیے کسی تالاب پر گئے، کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھ کر پانی میں گھسے اور غوطہ لگایا اب جو سر اٹھاتے ہیں تو اپنے کو دجلہ میں پاتے ہیں، اسی جگہ جہاں سات سال پہلے نہا رہے تھے اور دیکھا کہ ان کے سب کپڑے رکھے ہوئے ہیں ان کو پہنا اور خانقاہ آئے، تو دیکھتے ہیں کہ جانمازیں اسی طرح رکھی ہوئی ہیں تو بعض دوستوں نے کہا کہ جلدی کیجیے، لوگ جامع مسجد جاچکے، جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے، انہیں بچھایا اور نماز پڑھی، پھر جانمازوں کو لے کر خانقاہ پہنچے پھر مکان آئے، تو ان کی بی بی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں ہیں، جن کی دعوت کی ہے اور مچھلی تلنے کو کہا تھا وہ تیار ہے چنانچہ وہ لوگ حسب قرارداد آئے اور مچھلی کھائی پھر اپنے پیر و مرشد حضرت ابن سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور مصر میں سات سال رہنے اور تین اولاد ہونے کا ذکر کیا، تو شیخ نے حکم دیا کہ جاؤ اور بی بی بچوں کو لے آؤ۔ وہ مصر گئے اور ان سب کو لے آئے جب شیخ نے دیکھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ ہے، تو پوچھا کہ کیا تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ہوا تھا اس پر کہا کہ ہاں میرے دل میں اس آیت کریمہ کے متعلق خلجان تھا فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة تو شیخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہارے اشکال کو دفع فرما اور تمہارے ایمان کو صحیح رکھا۔ بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اپنے بندوں پر جس کے لیے

چاہے گا زمانہ وسیع کر دے گا اور جس شخص کے لیے چاہے گا تنگ کر دے گا اور بہت بڑی مدت اس کے لیے چھوٹی کر دے گا۔

(کب) علامہ جامی قدس سرہ نے ذکر کیا کہ اس کے قریب وہ واقعہ ہے جسے حضرت محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں ذکر فرمایا ایک جوہری نے اپنے گھر سے آٹا خمیر کیا ہوا لیا اور نان بائی کے یہاں پکوانے کو لے گیا اور وہ جنبی تھا تو دریائے نیل کے کنارے نہانے گیا، دریا میں گھسا اور غوطہ لگایا، تو اپنے نفس سے غائب ہوگیا اور جس طرح انسان خواب میں دیکھتا ہے، اس نے دیکھا کہ وہ بغداد میں ہے اور اس نے وہاں شادی کی اور چھ سال اس بی بی کے ساتھ رہا اور اس کی اولاد پیدا ہوئی پھر اپنے نفس کی طرف پلٹا اور گھر آیا اور اس واقعہ کو اپنی پہلی بی بی سے بیان کیا، جب کئی مہینے اس کو گذر گئے تو اس کی دوسری بی بی بغداد سے آئی اور اولاد اس کے ساتھ تھی اور اس جوہری کا مکان پوچھ رہی تھی جب اس کے مکان پر آئی اور اس شخص سے ملاقات ہوئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اور اولاد نے بھی باپ کو پہچانا، اس بی بی نے اس عورت سے پوچھا کہ تم سے شادی کو کتنے دن ہوئے اس نے کہا چھ سال۔

(کج) کتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف'' میں میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی میں حضرت ابوالحسن خرقانی سے منقول ہے کہ ایک شب مجھ کو مجھ سے لے لیا گیا تو مجھ پر بہت بڑے لمبے واردات وارد ہوئے، پھر جس وقت مجھ کو پلٹایا تو ابھی میرے وضو کا پانی بھی خشک نہیں ہوا تھا۔

(لد) ''سبع سنابل شریف'' ہی میں دوسرا واقعہ انہی سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میرے مریدوں میں ایک شخص ہے کہ ایک گھنٹہ میں سو مرتبہ قرآن شریف پڑھتا ہے۔ جس کا ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہوتا ہے۔

(لہ) اس میں تیسرا واقعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید کا ہے کہ وہ دجلہ غسل کرنے کے لیے گئے، کپڑا اتارا، پانی میں گھسے، غوطہ لگایا، جب سر اٹھایا تو اپنے کو ہندوستان میں پایا، وہاں شادی کی اور کئی سال رہے، اولاد پیدا

ہوئی پھر کسی دن وہاں ایک نہر میں غوطہ لگایا تو اپنے آپ کو دجلہ میں پایا اور کپڑے ویسے ہی رکھے ہوئے ملے۔ وہ کپڑے پہن کر خانقاہ آئے اور پیر بھائیوں کو دیکھا وہ سب اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں، جب یہ واقعہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے بیان کیا تو انہوں نے ایک آدمی ہندوستان بھیجا اور اس کے اہل و عیال کو وہیں بلالیا۔

(الو) اسی مبارک کتاب میں سلطان ہند ہمایوں بادشاہ کے عہد کا ایک عجیب دلچسپ ذکر کیا ہے کہ شہر شمس آباد میں ایک سیمیاوی علم سیمیا کا ماہر تھا لوگوں کو عجائبات دکھایا کرتا تھا چنانچہ ایک شیخ احمد فرملی اور ایک شیخ احمد معروف بہ استاد جو اکابر علماء تھے اس کے یہاں تشریف لے گئے اور خواہش ظاہر کی کہ ہم دونوں کو عجائبات دکھاؤ۔ اس نے ان دونوں کو بٹھایا اور گھانس کا ایک جھونپڑا بنایا اور اس جھونپڑے کو مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا اور علامہ احمد فرملی سے کہا کہ آپ اس کے اندر تشریف لے جائیں تو انہوں نے جیسی ہی اس جھونپڑے میں قدم رکھا ان کے ذہن سے یہ بات جاتی رہی کہ ہم دونوں یہاں عجائبات دیکھنے آئے ہیں اور ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ہم اپنے گھر سے گجرات جا رہے ہیں تو مراحل و منازل قطع کر کے گجرات پہنچے وہاں ایک باغ دیکھا اس میں سے کچھ پھل توڑے تو دیکھا کہ مالی شور مچا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ سلطانی باغ ہے، اس میں سے آپ نے کسی طرح بے اجازت پھل توڑا اور ان کو پکڑا اور بادشاہ کے حضور پیش کیا اور شکایت کی، جب سلطان ہمایوں نے شیخ احمد فرملی کو دیکھا تو فراست سے سمجھا کہ یہ معززین سے ہیں اور مالی کو بہت ڈانٹا اور شیخ احمد فرملی سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، کہاں مکان ہے، کیا چاہتے ہیں، انہوں نے جواب دیا سلطان ہند میرا نام احمد فرملی ہے، مکان شہر قنوج میں ہے یہاں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ شہر میں کوئی نوکری مل جائے ہمایوں بادشاہ نے کہا مرحبا میں نے اسے منظور کیا اور دو گھوڑے دیئے اور ایک مکان رہنے کو اور کھانے پینے کا سب سامان دیا، شیخ احمد فرملی وہاں رہنے لگے وہیں شادی کی، اولادیں پیدا ہوئیں، وہ بادشاہ کے پاس رہنے لگے،

جب سلطان شکار یا گیند کھیلنے جاتا تو ان کو ساتھ لے جاتا، یہاں تک کہ پچاس سال ان کو بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہوئے ہو گئے اور بڑے بوڑھے ہو گئے اتفاقاً انہوں نے ایک جھونپڑا دیکھا اس میں گھسے اور چند قدم چلے اور اس جھونپڑے سے نکلے تو شیخ احمد عرف استاد کو دیکھا ان سے معانقہ کیا اور پوچھا کہ آپ گجرات کب تشریف لائے استاد نے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ یہاں گجرات کہاں! یہ تو شمس آباد ہے۔ ہم دونوں سیمیاوی کے گھر آئے ہیں اور ابھی آپ اس جھونپڑے میں داخل ہو کر نکلے ہیں۔ اس وقت شیخ احمد فرلی کو آنا اور اس سے عجائبات کا سوال کرنا سب یاد آ گیا۔ پھر اپنے آپ کو دیکھا تو ابھی نوجوان ہیں تو شیخ احمد استاد سے تمام وہ واقعہ بیان کیا اور عمر بھر اس پر تعجب کرتے رہے۔

(ل) ''ابریز شریف'' میں ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو دریا میں اترا اور تھوڑی دیر کے بعد نکلا تو اس کے ساتھی نے کہا بہت دیر کیا۔ یہاں تک کہ مجھے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ ان سے کہا۔ کہ میں مصر سے آیا ہوں اور مصر میں اتنے اتنے مہینے رہا ہوں شادی کی میرے بچے وہاں ہیں۔ ان سے کہا یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو وقت دونوں پر گزرا وہ وقت فقط ایک گھنٹہ ہے۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی وقت ایک شخص کے لیے ایک گھنٹہ ہو اور دوسرے کے لیے کئی مہینے ہوں۔ اس لیے کہ آفتاب جس سے گھنٹا و مہینہ ہوتا ہے دونوں کا ایک ہی ہے اور یہ مشکل ترین یہ بات ہے۔ جو مجھے کرامات اولیاء سے پہنچی ہے اس لیے طی زمان، طی مکان، کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ طی زمان میں وہ محذور ہے جو طی مکان میں نہیں کہ یہ محض کرامت ولی ہے۔

حکایت مذکورہ متعدد شخصوں نے ذکر کیا ہے تو اس کے جواب میں شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز نہیں۔ اللہ قادر ہے کہ صاحب حکایت کے لیے ایک زمانہ بنائے اور دوسروں کے لیے دوسرا زمانہ کرے۔ تو اس قسم کے واقعات کا ہونا کچھ بعید نہیں۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس

سے بھی زیادہ عجیب و غریب بات دیکھی میں نے چاشت کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ اس وقت تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ جب میں ظہر کے وقت وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کا بیٹا اس کی صفت میں اس کی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ لڑکا بالغ ہے۔ تو چاشت کے وقت اس کے باپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد شادی کی لڑکا پیدا ہوا، بالغ ہوا اور یہ سب ظہر کے قبل قبل ہوگیا تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ جن تھا یا انسان، فرمایا نہ جن نہ انسان لیکن اللہ تعالیٰ کے عالم غیر متناہی ہیں **وما یعلم جنود ربک الا ھو**۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو الگ واقعہ نہیں لکھا اس لیے کہ وہ حمل و بلوغ اختلاف جنس کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ حیوانات میں مشاہدہ ہے تو جب وہ دوسرے جنس ہیں تو معلوم نہیں کہ ان کے یہاں حمل و بلوغ کا زمانہ کیا، معتاد ہے، ممکن ہے حمل و ولادت بلوغ ان کے یہاں سب ایک ساعت میں ہو، جیسا کہ احادیث میں جنتیوں کے حق میں وارد ہے۔

(ل) مصنف ابریز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ خود میرے لیے ۱۱ھ میں میری والدہ کے انتقال کے بعد ایسا واقعہ ہوا جو بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ جو جو باتیں میرے ساتھ ہونے والی ہیں، اپنے موت تک ان سب باتوں کو میں نے دیکھ لیا، تو جن جن مشائخ کرام سے ملاقات کرنا ہے ان سب کو دیکھا، جس عورت سے شادی ہونا تھی، اس کو دیکھا اور اتنی مدت گزری کہ میرا لڑکا عمرؔ پیدا ہوا اور میں نے ساتویں دن اس کے عقیقہ کے لیے جانور ذبح کیا۔ پھر اس کے بعد جو جو باتیں ہونے والی ہیں سب کچھ دیکھا۔ یہاں تک کہ میری لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی اور جو کچھ مجھے فتوحات اس کی ولادت کے بعد ہونے والے ہیں ان سب کو دیکھا اور وہ تمام باتیں جو ہونے والی ہیں سب کو میں نے دیکھا۔ ایک بات بھی پوشیدہ و غائب نہ رہی اور اسی طرح وہ سب کچھ جو میری عمر بھر میں ہونا ہے ان سب کو میں نے دیکھا اور یہ سب ایک مختصر ساعت میں ہوا اور میں سویا ہوا نہ تھا کہ کہا جائے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں۔

(لط) حضرت سید عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا اور اس کے بعد ''فتوحات مکیہ'' اس کے مباحث کی تعداد میں دیکھا یعنی ہر مبحث کے لیے کتاب شروع سے اخیر تک مطالعہ کرتا تھا تاکہ اس باب کے موافق مضمون و عبارت نقل کرسکوں اور لوگوں نے اسے میری کرامت میں شمار کیا ہے اس لیے کہ فتوحات شریف کی دس جلدیں ضخیم موٹی موٹی ہیں اور میں ہر روز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا تو اس حساب سے میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا اور میں نے کرامت کی بحث میں بیان کیا ہے کہ صاحب کرامت پر بھی واجب ہے کہ اپنی کرامت پر ایمان لائے جس طرح اوپر ضروری ہے کہ جب کوئی کرامت کسی غیر کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کی تصدیق کرے۔ اس لیے اس کرامت پر سب سے پہلے میں ایمان لاتا ہوں۔

اعلیٰحضرت کا علم توقیت میں کمال:

(ل) اعلیٰحضرت امام اہلسنّت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اور فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر بھی کہتا ہے کہ بعض فقرا (یہ دونوں واقعے خود اعلیٰحضرت ہی کے ہیں ۱۲ منہ) حضرات قادریہ کے لیے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے اخیر وقت میں آنکھ کھلی اور نہانے کی ضرورت تھی تو نجاست کو پاک کیا۔ استنجا کیا۔ دانتوں میں خلال کیا، غسل خانہ میں پانی رکھوایا، کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا، تو جیب سے گھڑی نکالی تو طلوع میں صرف دس منٹ باقی تھے کیونکہ اس فقیر کو علم توقیت سے پوری واقفیت اور مہارت ہے۔ گھڑی کو زمین پر رکھا اور غسل خانہ میں گیا اور تمام کپڑوں کو اتارا اس لیے کہ زمانہ جاڑے کا تھا اور بہت کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس وقت مجھے ایسا خیال ہوا کہ وقت بہت وسیع ہے تو اطمینان کے ساتھ غسل کرنے لگا تین مرتبہ ہر عضو کو دھویا، وضو و غسل کے فرائض و سنن سب کو پوری طور پر اطمینان سے ادا کیا، پھر سر سے پانی خشک کرنے میں بہت مبالغہ کیا، مبادا کہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے، پھر سب کپڑے پہنے اور باہر نکلا اور گھڑی اٹھائی تو بعینہ دس

وقت ہے ایک سیکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا تو مجھے وہم ہوا کہ گھڑی جب کہ زمین پر رکھی تو بند ہوگئی، پھر جس وقت اٹھائی تو چلنے لگی اور خیال ہوا۔ کہ وقت ختم ہوگیا اس اطمینان سے نہانے میں یقیناً دس منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوا پھر افق کی طرف دیکھا تو اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی وقت باقی ہے اور فرض نماز کے علاوہ سنت فجر بھی ادا کرنے کی گنجائش ہے تو سنت ادا کر کے جماعت سے فرض پڑھی، جب زنانہ مکان میں آیا تو گھڑی کو بڑی گھڑی کلاک سے جو بہت اعلیٰ درجہ کی اور صحیح وقت دینے والی صحیح چال کی ہے ملا کر دیکھا، تو بالکل ٹھیک ہے، تو اگر یہ جیبی گھڑی بند ہو جاتی تو دونوں میں فرق پڑ جاتا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا اور جانا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سیکنڈ زمانہ کا اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں نہایت اطمینان کے ساتھ اتنے کام انجام پائے جو کسی طرح دس منٹ سے کم نہیں انجام پاسکتے۔ اس قسم کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے یہ وہ واقعہ ہے جس کا ذکر کرامت نمبر ۳۲ میں ہے اعلیٰحضرت نے اگرچہ اس کو پردۂ خفا میں رکھا اور ''بعض فقرا حضرات قادریہ'' کے الفاظ ساتھ ذکر فرمایا لیکن اس سے مراد خود حضور کی ذات گرامی صفات ہے اس لیے اس واقعہ کو تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں **ومثل هذا يسمى في عرف العلماء معونة** یعنی ایسے واقعہ کو علما کے عرف میں معونت کہتے ہیں یہ محض انکسار ہے کہ معونت اس کا نام ہے جو عوام مسلمانوں سے خرق عادت ظاہر ہو اور یہ بلاشبہ کرامت ہے، اس لیے کہ اس کا ظہور ایک ولی سے ہوا۔

(۳۳) انہی کا بیان ہے کہ حج سے واپسی کے بعد کراچی میں خرچ نہ رہا، سامان بہت زیادہ تھا، پلیٹ فارم پر اتارا گیا، ریلوے افسر نے آ کر دیکھا اور کہا کہ سامان زیادہ معلوم ہوتا ہے، اس پر چارج ہوگا مگر اس نے ٹکٹوں کا حساب لگایا تو محصول ادا کردہ سے زیادہ سامان نہ نکلا، اس نے تین مرتبہ آ کر سامان دیکھا مگر جب حساب لگاتا تو چارج کے قابل نہ پاتا درحقیقت سامان بہت زیادہ اور قابل چارج تھا مگر یاقابض کی تجلی اس کو زیادہ معلوم کرنے سے روک دیتی۔

(۳۴) انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خاکسار نہایت شدید مرض میں مبتلا ہوا حضور پرنور سے میرے احباب نے ذکر کیا، حضور نے دعا فرمائی جس وقت حضور نے دعا فرمائی اسی وقت مجھے یہاں شفا ہوئی، مرض سے نجات ملی گویا ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی اعلیٰحضرت کا یہ شعر بالکل حسب حال ثابت ہوا ؎

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی، داتا کی دین تھی　　دوری قبول وعرض میں، بس ہاتھ بھر کی ہے

میں نے عریضہ حاضر کیا جواب میں گرامی نامہ صادر ہوا۔ جس میں صادر فرمایا الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ! آج فقیر بھی غم سے آزاد ہوا۔

(۳۵) انہی کا بیان ہے کہ بیسلپور میں پہلی بار تشریف لے جاتے وقت اہل کھریا نے اسٹیشن پوٹا، پر حاضر ہوکر التجا کی کہ حضور پرنور واپسی میں کھریا تشریف لے چلیں حضور نے فرمایا اس دفعہ تو نہیں البتہ اگر دوسری دفعہ بیسلپور جانا ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ واپسی میں کھریا بھی آؤں گا دوسری مرتبہ تشریف لاتے وقت اہل کھریا اسٹیشن پر حاضر ہوئے اور واپسی میں کھریا میں قیام فرمانے کے واسطے عرض کیا اور یہ کہا ہم لوگ واپسی میں حضور کے لینے کے لیے اسٹیشن کھریا پر حاضر ہوں گے۔ بیسلپور سے واپسی کے وقت وہ علمائے کرام و خادمان عظام جو ہمرکاب تھے آپس میں مختلف ہوئے۔ بعضوں کی رائے تھی کہ اہل کھریا کی آرزو پوری کرنی چاہیے جب حضور واپسی میں بیسلپور اسٹیشن پہنچے، تو شیخ عبداللطیف صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضور پیلی بھیت ہی تشریف لے چلیں، کھریا میں قیام نہ فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں گاڑی چلنے پر ایک وظیفہ پڑھتا ہوں کہ اگر وہ وظیفہ اسٹیشن پوٹے آنے سے پہلے ختم ہوگیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل کھریا مجھے کھریا لے جانے کے لیے اسٹیشن پر موجود نہیں ہوں گے اور میں پیلی بھیت چلا جاؤں گا اور اگر ختم نہیں ہوا تو کھریا قیام کروں گا۔ وظیفہ اسٹیشن پوٹا آنے سے پہلے ختم ہوگیا۔ اسٹیشن پر اہل کھریا سے کوئی شخص نہ ملا اور حضور پرنور پیلی بھیت تشریف لے گئے۔

(۳۶) انہی کا بیان ہے ۱۹۱۱ھ میں انٹرینس کا امتحان دے کر بیسلپور چلا آیا یہاں آکر مندرجہ ذیل خواب دیکھا کہ میں یہ شعر پڑھ رہا ہوں ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے   میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

خواب میں سنا کہ والد صاحب قبلہ نے مجھے اس شعر کے پڑھنے سے منع کیا میں نے کہا آپ وہابی ہیں یہ سن کر وہ مجھے مارنے دوڑے، میں جائے امن کی تلاش میں بریلی شریف کی طرف بھاگا اور بھاگتے بھاگتے بریلی شریف پہنچ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد محلّہ قرولاں میں ہوں اور حضور پرنور بھی وہاں تشریف فرما ہیں، میں نے بعد قدم بوسی مصافحہ کیا اور عرض کی کہ حضور امتحان میں کامیابی کے لیے دعا فرمائیں حضور نے بجائے دعا فرمانے کے ارشاد فرمایا کہ تو اس سال نہیں پاس ہو سکتا آئندہ سال پاس ہوگا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں بریلی شریف حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا حضور پرنور نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ تجھے امسال ہی کامیاب کر دے۔ یہ تعبیر سن کر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امسال کامیابی نہ ہوگی کیونکہ اگر کامیابی کی کچھ امید ہوتی تو تعبیر کچھ اور ہی ہوتی چنانچہ یہی ہوا کہ میں ناکام رہا، ناکامیاب ہونے پر ایسا پست ہمت ہوگیا کہ میں نے آئندہ سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا اور مصمم ارادہ کرلیا کہ اب پڑھنے نہ جاؤں گا۔ میرے والد صاحب اور بھائی صاحب نے ہر چند سمجھایا مگر میں نے اسکول جانے کا اقرار نہ کیا جب اسکول کھلنے کو صرف ایک دن رہ گیا تو میرے بھائی صاحب نے پھر مجھے سمجھایا اور میں اسکول میں پڑھنے کے واسطے رضامند ہوگیا۔ اسکول کھلنے پر بریلی شریف پہنچ گیا اور پڑھنے لگا امتحان کے قریب درد قولنج میں مبتلا ہوا مگر پھر بھی امتحان میں کامیابی ہوئی، یہ اسی تعبیر کا اثر تھا جو اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ امسال تو نہیں آئندہ سال کامیاب ہوگا۔

(۴۷) انہی کا بیان ہے کہ میری بھتیجی جس کی عمر سولہ سال کی تھی جو اپنے ماں کی اکلوتی بچی تھی، مہلک مرض میں مبتلا ہوئی، میں پیلی بھیت میں ملازم تھا، اس کی علالت کی خبر پاکر بیسلپور گیا، جب اس کو پکارا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور بولی کہ بریلی سے پیر و مرشد کا تعویذ لا دو، وہ بھی اعلیٰحضرت کی مرید تھی، بریلی شریف حاضر ہوا بوجہ پریشانی کھانا نہ کھایا، سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی کے اصرار سے چند لقمہ

کھائے، جو منہ میں نہ چلے، سرکار عالی وقار کے دولت خانہ پر حاضر ہوا نو یا دس بجے رات کا وقت حضور پر نور نے اپنے کشف باطن سے معلوم کرلیا کہ میں بھوکا ہوں اور پریشان ہوں حضور اندر تشریف لے گئے اور تقریباً سیر بھرا مرتی مجھے عطا فرمائی ایک امرتی کا کھانا تھا کہ کل پریشانی دور ہوگئی۔

(۳۸) انہی کا بیان ہے کہ وصال شریف کے بعد فاتحۂ سوم میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور پر نور نے وصیت فرمائی ہے کہ میری قبر پر تین دن تک شبانہ روز ہر وقت قرآن عظیم پڑھا جائے میں ظہر کے وقت مزار شریف پر حاضر ہوا ایک سید صاحب قرآن شریف پڑھ رہے تھے دل میں یہ خیال گزرا کہ کاش مجھ کو بھی مزار شریف پر قرآن شریف پڑھنے کی نعمت ملتی اس خیال کا آنا تھا کہ سید صاحب نے فرمایا آپ قرآن شریف پڑھیں، میں جا رہا ہوں، میں نے تلاوت شروع کر دی، تھوڑی دیر کے بعد ظہر کی اذان ہوئی، میں نے ظہر اس وقت تک نہیں پڑھی تھی صلاۃ ہونے پر مجھے گھبراہٹ ہوئی کیونکہ سوائے میرے کوئی بھی مزار شریف کے قریب نہ تھا۔ یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر نماز پڑھنے جاتا ہوں تو قرآن شریف کی تلاوت ترک ہوتی ہے اور حضور پر نور کی وصیت کے خلاف ہوتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہے، شبانہ روز ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت ہوتی رہی اور اگر بیٹھا قرآن شریف کی تلاوت پڑھتا رہتا ہوں تو تارک جماعت ٹھہرتا ہوں اور گنہگار ہوتا ہوں، میں اسی پریشانی میں تھا کہ جناب حکیم سلامت اللہ صاحب رضوی شاہ جہانپوری تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا آپ ظہر پڑھنے جائیں، میں ظہر پڑھ کر آیا ہوں اور اب میں یہاں قرآن شریف تلاوت کروں گا یہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت بعد وصال ظہور میں آئی کہ میں نے جماعت سے نماز پڑھی اور مزار شریف پر برابر قرآن شریف کی تلاوت بھی جاری رہی۔ ایسے شخص کو بھیجا جو ظہر پڑھ چکا تھا۔

(۳۹) جناب ذکاء اللہ خان صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ایک دن پھاٹک میں بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے گرمی کا موسم تھا دوپہر کے کھانے میں مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اگر اس وقت برف کا پانی ہوتا، یہ جملہ ختم ہی کیا تھا

کہ زنانہ مکان کے کواڑ کھلنے کی آواز آئی، دیکھا کہ اعلیٰحضرت خود بہ نفس نفیس جگ میں برف کا پانی لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا ذکاء اللہ خان صاحب یہ برف کا پانی لی جایئے مولانا ہدایت رسول صاحب نے فرمایا کھلی کرامت اس کو کہتے ہیں۔

(۴۰) انہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل، رئیس شہر، کہنہ کے ایک قریبی عزیز کے قتل کے مقدمہ میں گرفتار ہو گئے، مقدمہ چلا بریلی سے پھانسی کا حکم ہوگیا الہٰ آباد میں اپیل کی، ان کے رشتہ دار بہت پریشان تھے ایک جمعہ کو ان کے خاص عزیز حاضر خدمت اقدس ہوئے سارا واقعہ بیان کیا اعلیٰحضرت سن کر خاموش ہو گئے، عصر کی نماز کا وقت آ گیا، سب لوگ مسجد گئے، اعلیٰحضرت نے نماز عصر کے بعد صحن مسجد میں کھڑے ہو کر سب لوگوں سے فرمایا، پھانسی نہیں ہوگی، یہ حکم منسوخ ہو جائے گا چنانچہ بعد کو خبر آئی کہ واقعی پھانسی کا حکم منسوخ ہو گیا۔

(۴۱) انہی کا بیان ہے کہ مولوی اصغر علی خان صاحب وکیل کی لڑکی بہت سخت بیمار ہوئی اعلیٰحضرت کو لینے کے لیے وہاں سے لوگ آئے اعلیٰحضرت وہاں تشریف لے گئے میں اور ایک خادم ہمرکاب تھے جیسی ہی گاڑی وکیل صاحب کے مکان میں پہنچی وکیل صاحب نے دیکھا کہ اعلیٰحضرت گاڑی سے اتر رہے ہیں، فوراً حاضر خدمت ہوئے اور دست بوسی کر کے کہا کہ حضرت نے جس وقت میرے مکان پر تشریف لانے کا قصد فرمایا بحمداللہ تعالیٰ مریضہ کو اسی وقت سے شفا و صحت شروع ہو گئی حضرت اندرمکان کے تشریف لے گئے اور مریضہ پر پڑھ کر دم کیا اللہ تعالیٰ نے مریضہ کو بالکل صحت بخشی۔

(۴۲) انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت کی عادت تھی کہ بہت کم شہر سے باہر تشریف لے جایا کرتے تھے برابر افتاء وتصنیف ذکر وشغل طاعت وعبادت میں مشغول رہتے لیکن مخلصین کے اصرار اور دینی ضرورت دیکھ کر کبھی کبھی باہر بھی تشریف لے جاتے چنانچہ ایک مرتبہ شیر پور، ضلع پیلی بھیت، میں منگل خان، بالا خان صاحب جو وہاں کے بہت بڑے رئیس تھے اور اعلیٰحضرت کے بڑے معتقد تھے وہاں ان کے رشتہ

داروں میں کوئی عورت بیمار ہوئیں شیر پور سے کچھ لوگ اعلیٰحضرت کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت طرح سے ضرورت ظاہر کی تو اعلیٰحضرت نے تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا۔ گرمی کا موسم تھا یہ خادم اور اعلیٰحضرت کے بھانجے جناب علی احمد خان صاحب مرحوم حضرت کے ہمراہ تھے۔ پورن پور، اسٹیشن پر بہت سے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے حضرت کو بڑے آرام عافیت کے ساتھ شیر پور لے گئے جیسے ہی اعلیٰحضرت وہاں پہنچے منگل خان صاحب یا بالا خان صاحب (خادم کو یاد نہیں کہ کون تھے غرض دو بھائیوں میں ایک صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور شاید ریل پر سوار ہو رہے ہوں کہ مریضہ کو بعونہ تعالیٰ شفا ہونی شروع ہو گئی اب حضور کے قدم مبارک آ گئے ہیں بالکل صحت ہو جائے گی ان شاء اللہ العزیز۔ اعلیٰحضرت نے دو یوم قیام فرمایا مریضہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھی ہوگئی بڑی خاطر و ادب و تعظیم کے ساتھ اعلیٰحضرت کو رخصت کیا گیا۔

(۴۳) جناب علی محمد خان صاحب کے بھانجے کا بیان ہے کہ میری عمر اس وقت ستر یا اکہتر سال کی ہے طفلی کے زمانہ تقریباً بارہ برس کے عمر تک بریلی شریف میں رہنا ہوا بعد میں اتنا زمانہ قریب قریب پردیس میں گزرا کبھی کبھی بریلی آتا ورنہ برابر پردیس ہی میں رہتا ایک دفعہ میں بریلی آیا ہوا تھا تو مولانا حامد رضا خان صاحب، اعلیٰحضرت کے بڑے صاحبزادے، نے جو میرے ماموں زاد اور ہجولی ہیں، مجھ سے بیان کیا کہ اعلیٰحضرت نے مجھے تلاش کیا آدمی تمام محلے میں دیکھ کر واپس گیا اور عرض کیا کہ وہ مجھے نہیں ملے وہ محلّہ میں نہیں ہیں، فرمایا جاؤ فلاں مکان میں لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں (یہ مکان میری خالہ صاحبہ کا تھا اور وہ لوگ جب گاؤں چلے جاتے تھے تو خالی رہتا تھا) وہ آدمی آیا اور مکان بند پایا تو اس نے آوازیں دینی شروع کیں میں آیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں ان سے کہا پہلے میں نے تمام محلّہ میں تلاش کیا اور جا کر عرض کیا کہ میں نے ہر جگہ تلاش کیا وہ نہیں ملے حضرت نے فرمایا کہ فلاں مکان میں لوگ شطرنج کھیل رہے ہیں، وہیں ہیں۔

(۴۴) انہی کا بیان ہے مولوی حشمت علی صاحب مرحوم جو خود بھی ایک عالم تھے اور انگریزی میں ام۔ اے، ہائی کورٹ کے وکیل، گورنمنٹ کے اشارے سے ملازمت کرلی تھی مجسٹریٹ، کلکٹر اور سشن جج رہ چکے تھے یہ بہت بڑے مقرر تھے علی گڑھ کانفرنس کا سالانہ جلسہ جب الہ آباد میں ہوا تو انہوں نے ایسی زبردست تقریر کی کہ سرسید احمد خاں صاحب اور جسٹس محمود صاحب بہت خوش ہوئے اور بولے کہ اس وقت قوم کو ایسے ہی زبردست ہستیوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کانگریس میں بھی شرکت کی اور بہت زبردست تقریر کی۔ جس پر گورنمنٹ نے عتاب کیا اور تین برس تک ان کی ترقی روک دی اور پھر ایسی آزاد تقریروں سے روک دیا وہ ایک بے جھیپ آدمی تھے، گورنر یوپی، میڈانل صاحب بہادر کا دربار جب ضلع بلیا میں ہوا تو اس وقت مولوی حشمت اللہ صاحب وہاں کلکٹر تھے، آپ نے ایک بہت بڑی زبردست تقریر کی، جس پر گورنر صاحب بہادر بہت خوش ہوئے ان کی شادی میری ہمشیرہ صاحبہ سے ہوئی تھی، پہلے اس خاندان میں نماز روزہ کا کوئی ذکر نہ تھا ہر ایک شخص فرعون بے سامان نظر آتا تھا۔ اس شادی کے بعد پہلے عورتوں میں نماز روزہ کی ابتدا ہوئی۔ پھر مردوں پر اثر ہوا یہاں تک کہ پھر مولوی صاحب موصوف بھی نماز کے عاشق ہو گئے۔ اور سرکاری ملازمت سے بددل ہو گئے اور قبل از وقت پنشن لے لی۔ مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں کہ جب میں بریلی جاتا ہوں اور اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی اور خدا کی قدرت نظر آتی ہے کہ ایک کوزۂ سر میں علم کی نہریں جاری ہیں۔ آج تک میں کسی بڑے سے بڑے افسر اور نہ کسی عالم سے مرعوب ہوا لیکن اعلیٰحضرت کا رعب علم وتقویٰ مجھ پر ایسا ہے کہ بیان سے باہر ہے یہ بات میں نے عمر میں کسی اور میں نہیں دیکھی۔ اعلیٰحضرت سے رشتہ وتعلق کے علاوہ مولوی حشمت اللہ صاحب کو اعلیٰحضرت سے عشق تھا جب بدایون والوں نے اذان جمعہ کے متعلق اعلیٰحضرت پر مقدمۂ فوجداری دائر کیا اور انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اعلیٰحضرت تھوڑی دیر کے لیے بھی کچہری میں آجائیں اعلیٰحضرت نے فرمایا تھا کہ ''میری جوتی

بھی کچہری نہ جائے گی حد" یہ کہ لوگوں نے وارنٹ نکلوایا وہ بھی خارج ہوگیا نواب صاحب رامپور کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰحضرت کی محبت ڈال دی انہوں نے اصل و صحیح واقعہ گورنر یو پی کو کہہ دیا تھا کہ اس مقدمے میں کچھ اصلیت نہیں ہے۔ محض مذہبی مسئلہ ہے علمی حیثیت سے جب وہ لوگ جواب سے قاصر رہے تو اپنی ندامت مٹانے کو یہ چال چلے ہیں اس مقدمہ کے زمانے میں مولوی حشمت اللہ خان صاحب نے ملازمت ترک کر کے پنشن لے لی اور بحیثیت وکیل اس مقدمہ کی پیروی کرنے لگے، یہاں تک کہ اعلیٰحضرت کا فرمانا بالکل ٹھیک ہوا۔ حضرت کچہری نہیں تشریف لے گئے اور مقدمہ خارج ہوگیا اور جن جن لوگوں کو مدعا علیہ بنایا تھا سب اعلیٰحضرت کی برکت سے بے داغ بری ہو گئے۔

اعلیٰحضرت کے خادم حاجی کفایت اللہ کہتے ہیں:

(۴۵) اعلیٰحضرت کے خادم خاص کا بیان ہے کہ جناب نیاز احمد خان، (ساکن باغ احمد علی خان) بیان کرتے تھے کہ جس دن ان کے والد کا انتقال ہوا اس سے ایک دن قبل اپنی لڑکی سے انہوں کہا اے بیٹی دیکھو بڑے مولانا صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں ان کو بیٹھاتی نہیں ہو لڑکی نے کہا کہ کہاں ہیں؟ کہا دیکھو یہ ہیں تم تو دیکھتی نہیں ہو۔

(۴۶) انہی کا بیان ہے کہ نیاز احمد خان صاحب کی ایک بھتیجی دیندار اور اعلیٰحضرت کی غایت درجہ معتقد مرید تھیں، شوہر اس کا بہت آزاد مزاج تھا۔ جب وہ اپنے شوہر کی بے توجہی کی وجہ سے ملول و مغموم ہوتیں تو اعلیٰحضرت کے وصال کے بعد خواب میں تشریف لاکر انہیں تسلی دیتے اور ان کی تسکین فرماتے۔

(۴۷) انہی کا بیان ہے کہ جناب سید رضا علی کو کو پیر کی تلاش تھی اور کہتے تھے کہ کوئی پیر ملے تو مرید ہو جاؤں، نیاز احمد خان نے کہا آپ اعلیٰحضرت سے مرید ہو جایئے۔ انہوں نے کہا کہ میں جب تک کچھ نہ دیکھ لوں بیعت نہیں ہو سکتا۔ ایک مدت اسی میں گزر گئی ایک روز خواب میں دیکھتے ہیں ایک میدان ہے جس میں میں ہوں اور

اعلیحضرت تشریف فرما ہیں میں گر رہا ہوں تو اعلیحضرت نے مجھے سنبھالہ دیا صبح کو یہ خواب نیاز احمد خان سے ذکر کیا انہوں نے کہا اب آپ بیعت ہو جایئے وہ گرتوں کو سنبھال لیتے ہیں چنانچہ وہ بطیب خاطر اعلیحضرت کے مرید ہو گئے۔

جناب حاجی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں:

(۴۸) حاجی صاحب کا بیان ہے کہ جمادی الاخری کے مہینے میں میں نے ارادہ کیا کہ حج بیت اللہ کو جاؤں مگر فکر یہ ہوئی کہ ابھی چلا جاتا ہوں تو بمبئی میں پڑا رہوں گا کہ جہاز شعبان کے مہینے سے روانہ ہونا شروع ہوتا ہے اور اب سے نہیں جاتا ہوں، تو خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے عرس کی شرکت نہیں ہوسکتی ہے۔ میں اسی تردد میں تھا کہ ایک روز خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں حضور نے مجھے اٹھا کر بٹھایا اور فرمایا پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا اب چل۔ صبح کو جمعہ کا دن تھا میں نے خیال کیا کہ آج جمعہ کی نماز اعلیحضرت کے پیچھے چل کر پڑھوں چنانچہ میں حاضر ہوا اور جمعہ کی نماز حضرت کے پیچھے پڑھی، جمعہ پڑھ کر میں املی کے درخت کے نزدیک کنواں کی طرف منہ کرکے اپنی پشت درخت سے لگا کر آڑ میں کھڑا ہوگیا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ اعلیحضرت سے کچھ باتیں تنہائی میں کرتا، لیکن اعلیحضرت ابھی نماز پڑھ رہے ہیں، پھر درود شریف کا حلقہ ہوگا اس کے بعد اور لوگ بھی ساتھ ہوں گے تنہائی کس طرح ممکن ہے اتنا خیال کرنا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ نماز پڑھ کر مسجد کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ اعلیحضرت کھڑے ہوئے ہیں، جب ہی یہ لوگ کھڑے ہوئے ہیں، یہ خیال آتے ہی میں نے جھانک کر دیکھا تو اعلیحضرت کھڑے ہو کر میری طرف تشریف لا رہے ہیں، کچھ لوگ ساتھ ہونے لگے اعلیحضرت نے ان کو منع فرمایا اور ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور تنہا حضرت املی کی طرف تشریف لائے اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، میں نے کہا میں نے ارادہ کیا ہے بڑی سرکار کا اور میرے پاس

خرچ تھوڑا ہے دعا کیجئے کہ خرچ کافی ہو جائے کہ میں اپنے منزل مقصود تک پہنچ جاؤں، اعلیحضرت نے فرمایا خرچ سے مت گھبراؤ، خرچ تمہارے پاس بہت ہے، تین مرتبہ حضرت نے یہی فرمایا اور فرمایا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے پاس صرف پونے دوسو (۱۷۵) روپے تھے۔ پھر میں وہاں سے رخصت ہو کر مکان آیا اور شام کی گاڑی سے روانہ ہو کر ہوا دہلی جا کر حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شریک ہوا اور وہاں سے گڑ گاؤں، اور گڑ گاؤں سے اجمیر شریف حاضر ہوا۔ خواجہ غریب نواز کا عرس کیم رجب سے شروع ہو جاتا ہے اس میں شریک ہوا، نو دن تک وہاں رہا، نو دن کے بعد بمبئی چلا، وہاں پہنچ کر راحت یار خان صاحب بریلی والے جو پولیس میں ملازم تھے ان کے یہاں ٹھہرا، ان کو مبلغ بیس روپے دیئے کہ جب جہاز کا ٹکٹ بیس روپے میں ہو مجھے لا دینا، وہ کہنے لگے، بھائی ٹکٹ تو آج کل ترپن روپے میں ملتا ہے اگرچہ قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے مگر اس قدر کم ہونے کی امید بالکل نہیں کہ ترپن کی جگہ بیس روپے ہو جائیں۔ میں نے کہا آپ رکھ تو لیجئے، کوئی روز اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے گا کہ ٹکٹ بیس روپے کا ہو جائے گا اس دن آپ لا دیں گے، انہوں نے ہنس کر میرے روپے رکھ لیے۔ ایک روز میں بھنڈی بازار چونا بھٹی گلی میں ایک پنجابی کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی گھنٹا بجاتا ہوا آ رہا ہے کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہے، میں نے فوراً جا کر راحت یار خان صاحب سے کہا کہ میری مراد پوری ہو گئی کہ آج ٹکٹ بیس روپے کا ہو گیا، آپ جا کر لا دیجئے، یہ وہی جہاز تھا کہ ٹکٹ ترپن روپے کا فروخت ہوا تھا وہ گئے اور ٹکٹ لا کر مجھے دیا، میں جہاز پر سوار ہوا اور بارادۂ حج و زیارت روانہ ہو گیا، جدہ جا کر اترا وہاں سے ایک قافلہ کے لٹنے کی حالت معلوم ہوئی۔ اس لیے اب حکام قافلہ نہیں جانے دیتے تھے۔ سولہ روز جدہ میں رہا، سترہویں رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان بڑا عالیشان ہے اس میں ایک کھڑکی ہے اس میں سے میں نے دیکھا تو اس مکان میں بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہوا ہے اور بالکل آراستہ ہے، اس میں اعلیحضرت امام اہلسنّت کو دیکھا کہ

بایاں ہاتھ ٹیکے ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ کے آگے دو صفیں کھڑی ہیں، جن کے چہرے نورانی ہیں اور بہت ہی چمک رہے ہیں اور اس کھڑکی سے باہر منہ نکالا تو دیکھا کہ حاجی علیم اللہ صاحب رضوی کھڑے ہیں اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس مکان میں کیا دیکھا، میں نے کہا اس میں اعلیحضرت بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا واقعی وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے تم نے بات کی۔ پھر کھڑکی میں میں نے اپنا سینہ تک جسم اندر کر کے کہا مولانا السلام علیکم! حضرت الٹا ہاتھ ٹیکے ہوئے تھے سیدھا ہاتھ میرے طرف اٹھایا اور فرمایا وعلیکم السلام جواب سلام دے کر آپ کے آگے جو دو صفیں قائم تھیں ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان کو جانے دیجئے اتنے میں فجر کی اذان ہوئی میں بیدار ہوا اور نماز پڑھن چلا گیا جب مسجد سے نماز پڑھ کر واپس آیا۔ کیا دیکھتا ہوں اونٹ والے آرہے ہیں، بگل پھونکا گیا کہ جدہ قافلہ لے جاؤ وہاں سے روانہ ہو کر مکۂ معظمہ اخیر رمضان شریف میں پہنچا، صبح کی عید کی نماز مکۂ معظمہ میں پڑھی۔ میرے آنے کے چھٹے دن پھر ایک قافلہ روانہ ہوا اس پر گولی چلی اور قافلہ لوٹا گیا۔ مکۂ معظمہ میں ایک بزرگ سے ملا جن کا نام محمد جان تھا باب الزیارۃ کے دروازہ پر ان کی سرمہ کی دکان تھی انہوں نے ۲۵ حج کیے تھے اور سترہ بار انہیں مدینۂ پاک کی حاضری نصیب ہوئی تھی بہت خوبیوں کے اور بہت ہی ملنسار آدمی تھے، اکثر غار حرا میں جاکر شب بیداری کیا کرتے تھے۔ اعلیحضرت کے بڑے مداح اور بہت معتقد تھے ۱۳۲۳ھ میں جب اعلیحضرت دوبارہ حج و زیارت کے لیے تشریف لائے تھے اور وہابیوں کے رد میں کتابیں ''الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین وغیرہ تحریر فرمائی تھیں اس واقعہ کو وہ بہت تفصیل سے بیان فرمایا کرتے تھے میں بھی مدینہ طیبہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے جدہ واپس ہوا، جدہ میں رہتے پھر مجھے سولہ دن ہو گئے، میرے ساتھ اور کئی آدمی آئے تھے، سترہویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے پیر و مرشد حاجی محمد شیر میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ''کہ گھر کو چلتے ہو؟'' مجھے خبر نہیں تھی کہ ٹکٹ کتنے کو بکتا ہے۔ دھوم نگر نگینہ کے ایک پیر بھائی تھے جہاں پر ٹکٹ بکتا تھا اس جگہ وہ کھڑے ہوئے تھے کہ ٹکٹ والے

نے آواز دی ٹکٹ (''اربع گنی'') وہ کہنے لگے کہ اربع گنی میرے پاس ہیں، میں دیتا ہوں مگر اربع گنی کے تین ٹکٹ دو انہوں نے چار اشرفی اس کے سامنے رکھ دی اس نے تین ٹکٹ ان کو دے دیئے، وہ خوش ہوتے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے چل بھائی میں تیرا ٹکٹ لایا ہوں اور تین ٹکٹ لایا ہوں ایک اپنا اور ایک اپنے بھائی کا اور ایک تمہارا، میں نے کہا کتنے کا لائے ہو انہوں نے کہا بیس روپے میں، میں نے بیس روپے ان کو دے دیئے اور ٹکٹ لے لیا اور جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچا، وہاں سے ریل پر سوار ہو کر گھر آیا۔ جاتے وقت میں نے کانپوری گاڑھے کی ایک ہمیانی بنوالی تھی میرے پاس کل پونے دو سو روپے تھے اس کو میں نے کچھ گنی کچھ روپے کچھ نامہ بھنا کر رکھ لیا تھا اور جب حج سے واپس آیا تو اس ہمیعانی کو کھول کر دیکھا تو اس میں سترہ اشرفی اور کئی روپے اور کئی روپے کا ہمیا نکلا۔ اس سفر میں پورے نو مہینے صرف ہوئے اور تمام خرچ کر کے اس قدر روپے واپس لایا، اعلیٰحضرت نے جو فرمایا تھا کہ خرچ سے مت گھبراؤ خرچ بہت ہے، لفظ بلفظ پورا ہوا، یہ واقعہ بالکل سچا ہے ایک بات غلط نہیں، جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے میں حضرت حاجی محمد شیر صاحب پیلی بھیتی کا مرید ہوں۔

(۴۹) حاجی کفایت اللہ کا بیان ہے کہ حاجی خدا بخش صاحب فرماتے تھے میرا ایک لڑکا تھا جس کا نام مقبول احمد تھا ۱۹ سال اس کی عمر تھی اس کو بخار آیا تیسرے روز اس کی حالت بہت غیر ہوئی۔ یہاں تک کہ انتقال ہوگیا گھر کی عورتیں رونے لگیں یکا یک ان کو خیال ہوا کہ ایک کپڑا پھاڑ کر اس کے پاؤں کے دونوں انگوٹھے باندھ دیں، جب وہ باندھنے لگیں تو اس نے اپنا پاؤں کھینچ لیا اور اس میں جان آ گئی اور باتیں کرنے لگا اور اپنے بڑے بھائی سے کہا بھائی بڑے مولانا کے پاس جا، ہم لوگوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا پھر اس کی وہی حالت ہو گئی اور اس کا دم نکل گیا۔ عورتیں پھر رونے لگیں اس کے بعد ان کو پھر خیال آیا تب انگوٹھے باندھنے لگیں اس نے پھر پاؤں کھینچ لیا اور آنکھیں کھول دیں اور کہا بھیا بڑے مولانا کنے جا۔ ہم نے پھر نہیں خیال کیا تیسری مرتبہ پھر وہی واقعہ ہوا۔ غرض صبح سے تیسرے پہر تک

یہی حالت رہی، جب تین مرتبہ یہ حالت گزری تو اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ تو جا اور حاجی طالب صاحب سے پرچہ لکھا کر اعلیٰحضرت کے پاس جا، وہ گیا اور حاجی صاحب موصوف سے پرچہ کیفیت کا لکھوا کر لے گیا، اعلیٰحضرت پھاٹک ہی میں تشریف رکھتے تھے اس نے وہ پرچہ دے دیا حضرت نے وہ پرچہ پڑھا اور فرمایا میں ابھی چلتا ہوں کوئی سواری ہے میں نے کہا حضور، یکہ ہے، فرمایا خیر میں یکہ ہی پر چلا چلوں گا۔ حاجی علیم اللہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ حضرت یہ گاڑی لے آئیں گے لڑکا چھوٹے دروازہ جا کر گاڑی لایا اور حضرت میرے یہاں تشریف لے آئے۔ حضور کے ہمراہ اور کئی صاحب آئے تھے۔ حضرت تشریف لائے، لڑکے کو بٹھایا اور دم کر کے اسے اپنے ہاتھ سے پانی پلایا پھر حضرت نے اسے لٹا دیا مغرب کا وقت قریب تھا۔ اعلیٰحضرت والی مسجد تشریف لے گئے۔ وہیں میں نماز پڑھی، نماز کے بعد حضرت مکان تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ اب میں اسے تعویذ لکھ کر دوں گا جس وقت حضرت مکان سے چلے اس لڑکے نے گردن اپنی گھما کر اعلیٰحضرت کو دیکھا اور جب تک حضرت دروازہ تک پہنچیں اس وقت دیکھتا ہی رہا۔ اتفاق وقت دیکھئے کہ میں حضرت کے یہاں تعویذ لانے کے لیے جانا بھول گیا، شب میں اس کا انتقال ہوگیا پھر زندہ نہ ہوا۔ اعلیٰحضرت کا بہت معتقد تھا اس کی روح اعلیٰحضرت کو دیکھنے کو بے چین تھی حضرت کو دیکھ کر اسے سکون و اطمینان ہوگیا۔

(۵۰) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد صاحب اپنے والد ماجد مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سراپا اقدس میں ضرور اعلیٰحضرت کو دعوت شرکت دیتے اور حضور پر نور بھی التزاماً شرکت فرماتے، حسب معمول ایک سال بجائے مولانا ممدوح کے حضرت ننھے میاں صاحب قبلہ سجادہ نشیں حضرت حاجی محمد شیر صاحب موٹر میں صبح دس بجے پیلی بھیت سے اعلیٰحضرت قبلہ کو ہمراہ لے جانے کے لیے تشریف لائے۔ حضور کی طبیعت اس روز بہت ناساز تھی ۔ نقاہت غالب، ادھر علالت کے باعث یہ حالت

ادھر حضرت محدث صاحب سورتی کے عرس میں شرکت کی اہمیت اور جناب سجادہ نشین صاحب کا ورود مسعود مدنظر۔ بالآخر ارشاد فرمایا، جس وقت مجھے کچھ بھی سکون ہوا ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور چلوں گا آپ تشریف رکھیے۔ چنانچہ اسی روز بعد مغرب موٹر میں پیلی بھیت تشریف لے گئے اور عرس شریف میں شرکت فرمائی، وہاں سے مراجعت ریل گاڑی سے ہوئی نواب گنج اسٹیشن پر جہاں گاڑی صرف ۲ منٹ ٹھہرتی ہے نماز مغرب کا وقت ہوگیا حضور والا نے گاڑی ٹھہرتے ہی، تکبیر اقامت فرما کر گاڑی کے اندر ہی نیت باندھ لی غالباً پانچ شخصوں نے اقتدا کی ان میں میں بھی تھا لیکن ابھی شریک جماعت نہیں ہونے پایا تھا کہ میری نظر غیر مسلم گاڈ پر پڑی جو پلیٹ فارم پر کھڑا سبز جھنڈی ہلا رہا تھا، میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ لائن کلیر لے جانے والے نے ہاتھ بڑھا کر انجن ڈرائیور کو کاغذ دے دیا جس کے یہ معنی تھے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے مگر یہ خیال غلط ہوا یعنی حضور نے باطمینان تمام بلا کسی اضطراب کے تینوں رکعتیں ادا کیں اور جس وقت دائیں جانب سلام پھیرا تھا گاڑی چل دی۔ مقتدیوں کی زبان سے بے ساختہ **سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ** نکل گیا۔ اس کرامت میں قابل غور یہ بات تھی کہ اگر جماعت پلیٹ فارم پر کھڑی ہوتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ گارڈ نے ایک بزرگ ہستی کو دیکھ کر گاڑی روک لی ہوگی ایسا نہ تھا بلکہ نماز گاڑی کے اندر پڑھی تھی۔ اس تھوڑے وقت میں گارڈ کو کیا خبر ہوسکتی تھی ایک اللہ کا محبوب بندہ فریضۂ نماز گاڑی میں ادا کرتا ہے اور اگر بالفرض دیکھ بھی لیتا کہ نماز ہو رہی ہے تو اس غیر مسلم کو مسئلہ شریعت اسلامیہ سے کیا واقفیت کہ چلتی گاڑی میں فجر کی سنتیں اور فرض نمازیں اور وتر ادا نہیں ہوتیں اور اگر بالفرض یہ بات کسی سے سن بھی لی ہو تو اس غیر مسلم کو اس کی کیا پرواہ کہ ایک بزرگ مسلمان کی عبادت قواعد شرعیہ کے مطابق ادا ہو اس لیے مجھے گاڑی روک دینی چاہیے۔

(۵۱) انہی کا بیان ہے کہ آپ عالم شباب میں ایک مرتبہ دہلی تشریف لے گئے وہاں وہابیہ سے مناظرہ چھڑ گیا۔ یہ تنہا اور اس طرف سارا وہاب گڑھ، جب علمی دلائل

سے وہ مقہور و مغلوب ہوئے اور کچھ بن نہ پڑا تو ایک چھوٹا مقدمہ فوجداری دائر کر دیا اس وقت حضور اقدس کے قلب اطہر پر اس قسم کا خیال آیا کہ میں تنہا ہوں اور ان کی ساری جماعت ہے اپنا وطن ہوتا تو مقدمہ کی پیروی میں سہولتیں ہوتیں اسی فکر و تردد میں وہ شب آ گئی جس کے صبح کو مقدمہ کی پیشی تھی، حضور نے سرکار ابد قرار تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ سرکار میری لاج رکھ لیجئے میں نے تو حضور کی عزت و وقعت کی خاطر دخل دیا تھا حضور پر سب کچھ روشن ہے، میں یہاں وطن سے دور تنہا پڑا ہوں سوائے حضور کے کوئی میرا معین و مددگار نہیں ہے حضور کرم فرمائیں اور دشمنوں کو نیچا دکھائیں، حضور فرماتے تھے کہ میں دل سے یہ کہہ رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ دفعتہً مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے رخسارہ پر اپنا رخسارہ رکھا جس کی ٹھنڈ مجھے محسوس ہوئی اور یہ غیبی آواز میں نے سنی۔

ع تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور نہیں!

اس وقت میرا قلب بعونہ تعالیٰ مطمئن ہوگیا چنانچہ صبح کچہری کھلتے ہی مقدمہ خارج ہوگیا وہابیہ وہاں سے بھی خائب و خاسر پھرے۔

(۵۴) انہی کا بیان ہے کہ حضور کی حیات ظاہری میں فقیر کو علم توقیت کے کام میں درجہ انہماک اور مصروفیت رہتی تھی کہ کھانا اور نمازوں کے اوقات کے علاوہ تمام اوقات اسی کام میں صرف ہوتے تھے۔ مسلسل نشست کے باعث کھانا دیر میں ہضم ہوتا اور خوراک کم ہوگئی۔ کبھی صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتا چنانچہ ایک روز دوپہر کے کھانا کھانے کے بعد میں نے مکان پر منع کر دیا کہ شام کو کھانا نہیں کھاؤں گا اور حاضر آستانہ ہوگیا۔ ان دنوں نماز عشا کے لیے اعلیحضرت ۱۰ یا ۱۰ بجے شب کو کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لاتے تھے اس روز بھی حسب معمول نماز ہوئی اور حضور ۱۱ بجے مسجد سے مکان واپس تشریف لے گئے۔ ابھی میں خدام آستانہ سے ہمکلام ہی تھا اور ارادہ مکان جانے کا کر رہا تھا اس وقت مجھے سخت بھوک لگی پھر خیال آیا کہ مکان پر تو میں نے کھانا پکوانے کے لیے منع کر دیا تھا خیر ایک رات کا

کاٹنا کیا میں یونہی جاکر سو رہوں گا، صبح کو دیکھا جائے گا کہ اتنے میں حضور پرنور قدس سرہ العزیز باہرڈیوڑھی میں تشریف لائے ان کے دست مبارک میں لوٹا تھا، بنن خان خادم آستانہ کو آواز دی اور فرمایا تازہ پانی لے آؤ وہ پانی لے آئے اب مکان میں جاتے وقت مجھ سے فرمایا کہ سید صاحب، ذرا ٹھہریے گا۔ میں سمجھا کہ توقیت کے متعلق کچھ کام ہوگا۔ میں ٹھہر گیا ۳۰ منٹ بعد حضور اس شان سے برآمد ہوئے کہ ایک چھوٹی سینی دونوں مبارک ہاتھوں سے پکڑے ہوئے لائے جس میں گیارہ روٹیاں، ایک چینی کے پیالے میں شوربا، ایک چینی کی تشتری میں جلیبیاں تھیں اوربسکٹ سوجی کے جن کی نسبت فرمایا کہ یہ خاص میرے کھانے کے لیے رکھے تھے۔ میری طرف اشارہ فرمایا کہ کھانا کھا لیجئے بھوکے نہ رہیے اور کھانے کے بعد برتن یہیں باہر رکھ دیجیے کیونکہ ملازمہ بھی چلی گئی ہے اور مکان میں سب لوگ سو رہے ہیں اب میں کواڑ بند کر رہا ہوں یہ فرمایا اورتشریف لے گئے۔ مجھ سے جتنا کھایا گیا کھایا، بقیہ باندھ کر گھر لے گیا، صبح کو وہ تبرکاً گھر میں تقسیم ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بامراللہ ہمارے دلوں پر مطلع تھے۔

(۵۳) انہی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم نصف گزر چکا ہے اوقات خمسہ برائے ماہ مبارک برادرم سید قناعت علی نے اور بیر ونجات کے لیے اوقات سحری و افطار فقیر نے استخراج کیے اور عین اس روز جبکہ نقشہ کتابت کے لیے کاپی نویس کو دینے کا ارادہ تھا، دن کے بارہ بجے آپ قیلولہ فرمانے کے بعد خلاف معمول باہرتشریف لائے اور مجھ سے بیرونجات کے اعمال کی کاپی لے کر شملہ کے وقت کی جانچ فرمائی، جس میں ایک جگہ بجائے مثبت کے منفی اعداد لیے تھے۔ فرمایا: یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو مثال تفہیم فرمائی تھی۔ اس قاعدہ کو اپنی زبان میں سہولت کے لیے قلمبند کر لیا تھا۔ فرمایا سنایئے۔ میں نے پڑھا، اس میں وہی تھا جس کے مطابق عمل کیا تھا، چونکہ شملہ کا عرض ۳۱-۳۲ درجات کے درمیان ہے ہند ہ اس مقام کے وقت میں غلطی ہونا لازمی تھی جو اس عرض پر واقع تھا فرمایا اب تصحیح ہوگی، کب نقشہ چھپے گا، کب باہر روانہ ہوگا، اس لیے صرف برتی ہے

اوقات چھاپ دیئے جائیں، بیرونجات کو چھوڑ یے۔ یہ حساب ہی نہیں بلکہ فتوی ہے، مسلمانوں کے روزے کیوں برباد کیے جائیں اور فوراً کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ اس وقت جو حالت میری ہوئی، میں ہی جانتا ہوں۔ ایک طرف تو حضور کی ناراضگی عرق عرق کیے دیتی تھی اور دوسری طرف تین مہینے کی محنت شاقہ کا نتیجہ برباد ہو رہا تھا اور اس پر طرہ کہ وقت کی تنگی، الغرض کوئی سمندر کے کنارے بیٹھ جائے کہ سمندر خالی کر دوں گا اسی طرح فقیر نے اولاً شملہ کا وقت صحیح کیا، بعدہٗ ان مقامات پر جن میں غلطی کا گمان غالب تھا نظر ڈالنا شروع کی مگر قربان اپنے آقا و مولیٰ کے کہ جس جگہ غلطی ہونی چاہیے، تھی ترمیم پاتا ہوں، حالانکہ بروقت ملاحظہ حضور کے دوات وقلم پاس بھی نہ تھا جو یہ کہا جائے کہ حضور نے ترمیم کر دی ہوگی ایسا ہرگز نہ ہوا۔ غرض ان مواقع کو میں نے جلد دیکھ لیا اور ہر جگہ یہی کیفیت ترمیم کی پائی چونکہ کاشانۂ اقدس کے کواڑ بند نہیں ہوئے تھے جن سے ظاہر تھا کہ حضور نے ابھی قیلولہ نہیں فرمایا ہے لہٰذا ایک پرچہ پر مفصل کیفیت لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیا مجھے خوب یاد ہے کہ اس پرچہ کی ابتدا، میں نے اس جملہ سے کی تھی ''واللہ یہ حضور کی کرامت ہے اس کا جواب آیا، سید صاحب! یہ آپ کی کرامت ہے، ۳۰ منٹ کے بعد حاضر ہوتا ہوں۔'' اس وقت دل فرط مسرت سے پھولا نہ سماتا تھا اور بے احتیاط اسی کا متقاضی تھا کہ۔

ع آج تو قدموں پہ سرکار مچل جانے دو!

اللہ اللہ انتظار کا ایک ایک منٹ گراں، آنکھوں کو پلک مارنا دشوار، رقت کا یہ عالم کہ سیلاب اشک آنکھوں سے رواں اور گوش برآواز تھے کہ اتنے میں کواڑوں کے کھلنے کی آہٹ ہوئی اور جیسے ہی باہر تشریف فرما ہوئے، میں نے قدمبوسی کرنی چاہی مگر حضور نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سینہ سے لگایا اور مسہری پر رونق افروز ہو کر اس کاپی کو ملاحظہ کے لیے لے لیا، میں نظر جھکائے زار زار رو رہا تھا اور منتظر تھا کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں، جب کچھ دیر گزری اور حضور نے کچھ نہ فرمایا تو ڈرتے ڈرتے قدرے نظر اٹھا کر میں نے دیکھا، تو حضور مجھے بغور دیکھ رہے تھے، نظر دو چار ہونا

تھا کہ چہرے پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا ''خوب'' پھر فوراً تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت میں اس خوشی میں شیرینی لایا اور حضور سے فاتحہ دلائی۔ بعد فاتحہ حضور نے اس شیرینی کو حاضرین پر تقسیم فرمایا۔

(۵۴) انہی کا بیان ہے عیدالفطر کے چار پانچ روز باقی تھے برادرم قناعت علی کو خیال آیا کہ اس مرتبہ میرے پاس نئے کپڑے نہیں، اسی روز ظہر کے بعد اعلیحضرت قدس سرہ العزیز جب مسجد سے مکان تشریف لے جانے لگے، قناعت علی سے فرمایا کہ یہیں ٹھہرے رہیے، تھوڑی دیر کے بعد حضور نے اندرونی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر اشارے سے قریب بلایا، یہ جھجکے اس لیے کہ وہ جگہ زنانخانہ سے قریب تھی، حضور نے فرمایا تشریف لے آیئے اور کواڑ بند کرتے آیئے، انہوں نے دونوں کواڑ بھیڑ دیئے۔ فرمایا زنجیر ڈال دیجئے، انہوں نے تعمیل حکم کی اور ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھایا، حضور نے ایک جوڑا قسم پارچہ بے سلا، اس کے ساتھ دس روپے کا نوٹ عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس جوڑے کو مردے کا مال نہ سمجھئے اور ابھی سے مکان لے جایئے یہاں اپنے پاس نہ رکھیے، یہ اہتمام و تاکید محض اس لیے تھی کہ کوئی دوسرا خبردار نہ ہو۔

(۵۵) انہی کا بیان ہے انگریزی کتاب المنک جس میں ''تقویمات شمس'' چھپی ہوتی ہیں جو ہر سال کلکتہ سے منگوائی جاتی تھی مجھ سے فرمایا کہ ذرا دیکھئے تو کہ فلاں تاریخ کو کون دن ہوگا چونکہ میں انگریزی سے واقف نہ تھا اس لیے مجھے بتانے میں تکلف ہوا، فرمایا لایئے مجھے دیجئے، معاً میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ حضور تو انگریزی جانتے نہیں ہیں پھر کیسے معلوم ہوگا۔ حضور میرے وسوسے پر مطلع ہو گئے اور ارشاد فرمایا میں انگریزی نہیں جانتا مگر صرف جمعہ کے دن کے حروف کی شکل ذہن نشیں کرلی ہے اسے تلاش کر کے سمجھ لیتا ہوں کہ اس سے اوپر پنجشنبہ اور چہار شنبہ وغیرہ ہے اور نیچے شنبہ یکشنبہ وغیرہ۔

علم توقیت میں انگریزی اٹلس سے مدد لیتے تھے:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔ جب میں علم توقیت اعلیٰحضرت سے سیکھتا تھا اصطلاحی الفاظ تقویم، تعدیل، نصف قطر، وغیرہ کو اعلیٰحضرت کی ''المنک'' سے اپنی کتاب میں لکھ لیا تھا اور دنوں کے نام نہیں لکھے تھے اس لیے جناب محمود جان صاحب جو علم توقیت میں میرے ساتھ تھے اور انگریزی جانتے بلکہ غالبًا انٹرنیس پاس تھے، اتنا معلوم کر لیا تھا کہ چہار شنبہ W والا ہے اولا یہ حرف بھی عجیب وغریب شکل کا ہے اس لیے ذہن نشین ہوگیا دوسری بات یہ ہوئی کہ اس کا تلفظ ڈبلیو ہے اور اس زمانہ میں اہلسنّت و جماعت وہابیہ کو ''ڈبلیو'' کہا کرتے تھے۔ جب کسی وہابی کو دیکھا آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ ''ڈبلیو'' ہے، اس لیے اس حرف کو پہچان لیا تھا کہ یہ چہار شنبہ ہے پھر اسی حساب سے سہ شنبہ دو شنبہ اور بعد کو پنج شنبہ جمعہ وغیرہ پہچان لیتا تھا اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز نے ایک دن جبکہ میں ''ناٹیکل المنک'' دیکھ رہا تھا اور اس سے دیکھ کر کوئی عمل کر رہا تھا فرمایا کہ فلاں تاریخ کون سا دن ہے میں نے فوراً عرض کیا کہ فلاں روز ہے۔ اعلیٰحضرت کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ کیا آپ انگریزی جانتے ہیں؟ میں نے کہا حضور نہیں، لیکن ڈبلیو کو خوب پہچانتا ہوں بقیہ دنوں کا حساب اسی سے کرتا ہوں ''ڈبلیو W کو خوب پہچانتا ہوں'' ہیں پر اعلیٰحضرت بہت مسکرائے اور حاضرین جلسہ بھی ہنسنے لگے۔

جہاں بیس سچے مسلمان ہوں ان میں ایک ولی اللہ ہوتا ہے:

(۵۶) انہی کا بیان ہے کہ خان بہادر اصغر علی خان صاحب وکیل و رئیس شہر کہنہ کے برادر خرد، جناب محمد علی خان صاحب ایک قتل کے مقدمے میں ماخوذ ہو گئے اس پریشانی کے عالم میں ایک روز عصر کے وقت مسجد محلہ سوداگران میں آ کر اعلیٰحضرت کے قدمبوس ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور طالب دعا ہوئے حضور نے دعا فرماتے ہوئے تسکین بخش سمجھے اور یوں ارشاد فرمایا

کہ ''ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو پھانسی نہیں ہوگی'' پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر پھاٹک میں تشریف لائے، یہاں جو خدام و متوسلین موجود تھے ان سے بھی موصوف کے لیے دعا کرائی اور فرمایا کہ جہاں چالیس مسلمان ہوتے ہیں وہاں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے اور یہاں تو بحمداللہ تعالیٰ ۴۰ سے زیادہ مسلمان ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور مقبول ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے غالبًا قرینہ ہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۴۵۰ مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین بار پڑھنے کو فرمایا ہوگا اس لیے کہ اعلیٰحضرت عموماً فوجداری کے مقدمہ میں مدعا علیہ کو یہی بتا دیا کرتے تھے اور بارہا کا تجربہ ہے کہ ہمیشہ اس میں کامیابی ہوتی رہی اور کیوں نہ ہو کہ یہ قرآنی دعا تعلیم الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کہنے والوں کا نصیبًا فرماتا ہے فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسہ سوء (پس وہ پلٹے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ ان کو برائی نے نہیں چھوا) چنانچہ مقدمہ کھلا صرف کچھ دنوں جیل میں رہے پھانسی سے خداوند عالم نے انہیں بچالیا۔

(۵۷) انہی کا بیان ہے کہ قید کا واقعہ خان صاحب موصوف نے خود بیان کیا کہ ہر شب بعد نماز عشا بیداری میں اعلیٰحضرت تشریف لاتے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰحضرت قبلہ بیرونی حصے میں ٹہل رہے ہیں۔ جس سے مجھے تسکین ہوتی اور گھبراہٹ دور ہو جاتی تھی۔

ایک مرید کی تجدید بیعت:

(۵۸) انہی کا بیان ہے کہ صبح ۹ یا ۱۰ بجے کا وقت ہوگا میں اور برادرم قناعت علی پھاٹک میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان صاحبزادے بحیثیت مسافر تشریف لائے اور سلام کر کے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے، ہم لوگوں نے دولت خانہ دریافت کیا فرمایا میرٹھ کا رہنے والا ہوں، پھر پوچھا کیسے تکلیف فرمائی، اس پر بے اختیار رونے لگے، بارہا سبب دریافت کیا جاتا تھا، مگر انکشاف نہ ہوتا تھا، بالآخر بہت اصرار کے بعد

فرمایا کہ میں حضور پر نور اعلیحضرت قدس سرہ العزیز قبلہ کا مرید ہوں۔ امسال خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضری کا اتفاق ہوا ایک بزرگ سے قدمبوس ہوا، بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اس بزرگ کے مرید ہو جاؤ، میں نے کہا اعلیحضرت قبلہ بریلوی سے بیعت ہوں، انہوں نے کہا تم شریعت میں بیعت ہوئے ہو یہاں تم طریقت میں بیعت ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کے کہنے سے ان بزرگ کا مرید ہوگیا۔ جب وہاں سے آ کر فرودگاہ پر آرام کیا، غافل ہو کر سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں اعلیحضرت قبلہ سامنے سے تشریف لائے، چہرہ انور پر جلال نمایاں تھا۔ مجھ سے فرمایا ''لا ہمارا شجرہ واپس کر دے'' اتنے میں آنکھ کھل گئی اس روز سے میری طبیعت کسی کام میں نہیں لگتی۔ اسکول میں پڑھا کرتا تھا وہ بھی چھوڑ دیا، ہر وقت دل یہی چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کر خوب روؤں۔ ہم لوگوں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، ظہر کے وقت حضور تشریف لائیں گے بعد نماز عرض کر دیجئے کہ میں تجدید بیعت کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر ان کو کچھ سکون ہوا، اتنے میں دیکھا کہ اسی وقت خلاف معمول حضور پر نور باہر تشریف لے آئے اور ان صاحبزادے سے فرمایا ''آپ کیسے آئے'' ہم لوگوں کو حضرت کے یہ الفاظ سن کر ایک گونہ تعجب ہوا، اس لیے کہ عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر نووارد سے دریافت فرماتے ''آپ نے کیسی تکلیف فرمائی'' خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا ان صاحبزادے نے حضرت کے دریافت کرنے پر رونے کے سوا کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر فرمایا ''رونے سے کوئی نتیجہ نہیں مطلب کہیے۔'' اس پر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا یہ سن کر پھر ارشاد فرمایا ''پھر میرے پاس کس لیے آئے ہیں۔'' وہ صاحبزادے پھر رونے لگے اور جو ترکیب ہم لوگوں نے بتائی تھی اس کے کہنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی اس کے بعد حضور یہ فرماتے ہوئے کہ آپ قیام کریں، مجھے کام کرنا ہے، اندر تشریف لے گئے۔ ہم لوگوں نے پھر ان سے کہا آپ ڈریں نہیں اور نماز ظہر کے وقت تجدید بیعت کے لیے عرض کریں، مختصر یہ کہ بعد نماز ظہر انہوں نے تجدید بیعت کے لیے عرض کر دیا حضور اس وقت مسہری پر تشریف فرما تھے،

ارشاد فرمایا کہ ''جب آپ وہاں بیعت ہو چکے ہیں پھر مجھے کیوں کہا جاتا ہے'' انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھ سے قصور ہوا، اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں۔ لوگوں کے بہکانے میں آ گیا تھا، اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ خوب غور کرلو، سوچ سمجھ لو، مجھے مرید کرنے کا شوق نہیں، مگر یہ کہ لوگ صراط مستقیم پر قائم رہیں یہ ٹھیک نہیں کہ آج اس دروازے پر کھڑے ہیں، کل اس دروازے پر ''یک درگیر و محکم گیر''۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور ایسا ہی ہوگا اب۔ للہ کے لیے میرا قصور معاف فرما دیجئے۔ اس کے بعد حضور نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا اور صاحبزادے اسی روز خوش خوش اپنے مکان تشریف لے گئے۔

(۵۹) انہی کا بیان ہے کہ ایک روز رحیمن ملازمہ باہر گھبرائی ہوئی آئی اور ہم لوگوں سے حضور کو پوچھنے لگی کہ میاں کہاں ہیں، ہم خدام نے لاعلمی ظاہر کی وہ کہنے لگی کہ مکان میں کہیں پتہ نہیں ہے نہ اوپر چھت پر، نہ کسی کمرے میں ہیں۔ سب جگہ دیکھ آئی ہوں۔ ہم لوگوں نے کہا باہر تو تشریف لائے نہیں شاید غسل خانے تشریف لے گئے ہوں کہنے لگی اگر وہاں جاتے تو بائیں بازو کو ہاتھ کی لکڑی رکھی ہوتی۔ بلکہ بیوی نے آہٹ کرکے وہاں بھی دیکھ لیا یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔ لواحقین اپنے اپنے خیال دوڑا رہے تھے کہ اتنے میں وہی ملازمہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ میاں تو دالان میں اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں بیٹھ کر لکھا کرتے تھے، اندر سب نے دریافت کیا فرمایا میں تو یہیں کام کر رہا ہوں۔

(۶۰) انہیں کا بیان ہے کہ ایک روز فجر کے وقت حضرت پیرانی صاحبہ دیکھتی ہیں کسی گھڑے میں پانی نہیں مجبوراً حضور سے دریافت کیا کہ نماز کا وقت جا رہا ہے کسی گھڑے میں پانی نہیں ہے حضور یہ سن کر فوراً ایک گھڑے کے اوپر دست مبارک رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی تو اس گھڑے میں اوپر تک بھرا ہوا ہے لو وضو کرلو۔

(۶۱) انہیں کا بیان ہے کہ سید محمود جان صاحب ساکن محلّہ گڑھی نے فرمایا کہ ایک روز مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج حضور کی خدمت میں حاضر تھے اور کچھ پھل خربوزہ کے رکھے ہوئے تھے بایماۓ حضور ایک

پھل مولانا ممدوح نے اٹھایا اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا، تو پھیکا نکلا، اس کے بعد حضور نے صرف ایکبار سورہ اخلاص پڑھ کر تراشا تو میٹھا نکلا، مولانا نے فرمایا کہ میں گیارہ بار پڑھوں تو پھیکا اور آپ ایک بار پڑھیں تو میٹھا نکلے۔

سانپ کاٹے کا علاج:

(۶۲) سید ایوب علی صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں مکان پر کھانا کھا رہا تھا کہ برادرم قناعت علی حواس باختہ آئے اور کہنے لگے مجھے جلد تر اعلیٰحضرت کے پاس لے چلو، میرے پیر میں سانپ نے کاٹ لیا ہے، میرا سر چکرا رہا ہے، میں نے دیکھا، تو ان کے پاؤں قابو میں نہ تھے، غرض افتاں خیزاں کاشانۂ اقدس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ حضور پر نور عشا کی نماز کے لیے آرہے تھے حالانکہ ان دنوں نماز عشا کچھ دیر کرکے ہوتی تھی مگر اس روز اوّل ہی وقت تشریف لے آئے۔ میں بڑھ کر دست بوس ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع کی کہ جس کا حضور پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجود قناعت علی کے قریب ہونے کے فرمانے لگے سید صاحب کہاں ہیں؟ میں نے اشارے سے بتایا، حضور وہیں سڑک پر کچھ پڑھنے کے لیے بیٹھنے لگے، مگر قناعت علی کے کہنے سے مسجد میں پہنچ کر مجھ سے چراغ قریب منگا کر دیکھا، تو فی الواقع دانتوں کا نشان تھا۔ حضور دیر تک کچھ پڑھتے رہے اور اس جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے رہے اور آخر میں دم کرنے کے بعد تسکین دہ الفاظ میں فرمایا ''باورچی خانے میں چوہے نے کاٹا ہوگا نظر آپ کی سانپ پر پڑی۔'' قناعت علی نے عرض کیا ایک تمنا اور ہے، فرمایا وہ کیا، عرض کیا حضور تھوڑا سا لعاب دہن اگر اس جگہ لگا دیں گے تو میں بچ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا اس میں کیا رکھا ہے، میں نے وہ دعائیں جو سرکار نے ارشاد فرمائی ہیں، پڑھ کر دم کر دی ہیں، ان شاء اللہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ انہوں نے پھر عرض کیا حضور کو سچا نائب رسول جانتا ہوں، سرکار نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے مبارک پر اپنا لعاب دہن لگایا تھا اگر حضور لعاب دہن لگا دیں گے تو مجھے اطمینان قلبی ہوگا۔ یہ سن

کر آپ ذرا کبیدہ خاطر ہوئے، جس پر قناعت علی باندازِ مایوسانہ خاموش ہو گئے فرمایا ''اچھا تم نہیں مانتے ہو اچھا لاؤ پاؤں'' میں نے بڑھ کر لعاب دہن مبارک لینے کے لیے اپنا سیدھا ہاتھ پھیلا دیا مگر حضور نے میرے ہاتھ کو ہٹا کر خود اپنے دست اقدس سے لعاب دہن لگاتے ہوئے فرمایا۔ بس اب تو آپ کا کہنا ہو گیا، انہوں نے کہا حضور فصیل پر چل کر ہاتھ دھو لیں، فرمایا اچھا چلیے اور لوٹا بھر کر خود لائے اور تیزی کے ساتھ موٹی دھار سے پانی ڈالنا شروع کیا حضور بار بار منع فرما رہے تھے بس کیجئے، یہ اسراف ہے، مگر انہوں نے تاوقتیکہ لوٹا کا پانی ختم نہ کر لیا باز نہ آئے۔ اس کے بعد نماز ہوئی اور حضور وظائف سے فارغ ہو کر جب تشریف لے جانے لگے تو میں نے اپنی حماقت سے عرض کیا حضور نے سنا ہے کہ مارگزیدہ کو سونے نہ دیا جائے یہ سنتے ہی ٹھہر گئے اور فرمایا جب کاٹا بھی ہو تو! چوہے نے کاٹا ہوگا سانپ پر نظر پڑ گئی اور قناعت علی سے فرمایا سید صاحب آپ بالکل اطمینان سے آرام فرمایئے اور صبح کو خیریت بھیجئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رات بھر خواب دیکھے کہ میں سانپ مار رہا ہوں کیونکہ اس سانپ کو خود قناعت علی نے مارا تھا۔ صبح اس کی آنکھ اول وقت کھل گئی اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضور کو فکر ہوگی تین چار بجے ہی مسجد میں پہنچ گئے اور حضور کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضور تشریف لے آئے اور دور سے نظر پڑتے ہی چہرۂ مبارک پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

مجلس میلاد میں ایک سانپ:

(۶۳) انہیں کا بیان ہے کہ مرزا ڈاکٹر بیگ صاحب قادری رضوی ساکن محلہ کانکڑ ٹولہ کے یہاں مجلس میلاد مبارک میں حضور پر نور بیان فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے بعض لوگوں نے دیکھا کہ منبر کے نیچے بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے، لوگ ادھر ادھر ہٹنے لگے، کسی نے کہا لاٹھی لاؤ، کسی نے کچھ کہا، اس پر حضور پر نور نے ارشاد فرمایا آپ حضرات تشریف رکھیے، اس سے کچھ نہ بولیے، سب لوگ حضور کے فرمانے سے بیٹھ تو گئے مگر کنکھیوں سے دوران تقریر میں بار بار

دیکھتے رہے یہاں تک کہ تقریر ختم ہوتے ہی دفعتاً سانپ غائب ہوگیا۔ لوگوں نے حضور سے استفسار کیا یہ کیا معمہ تھا جو اس جگہ حضور نے سانپ مارنے سے منع فرمایا اور ہر چہار جانب مجمع ہوتے ہوئے وہ کس طرف سے نکل گیا۔ ارشاد فرمایا مار سیاہ کی شکل میں بسا اوقات جن بھی ہوا کرتے ہیں اس واسطے حکم ہے کہ مارسیاہ جب نظر پڑے تو تین بار یہ کہہ دے اگر تو سانپ نہیں تو چلا جا، اس کے بعد وار کرے لوگوں نے عرض کیا حضور یہ جن تھا فرمایا بہت ممکن ہے اور اسی خیال سے میں نے منع کیا تھا۔

(۶۴) انہیں کا بیان ہے رات کے ۲ بجے کا وقت تھا حضور تحریر کا کام چھوڑ کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے کہ کسی نے اندر دروازہ پر دستک دی آپ فوراً اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت دیر میں واپس تشریف لے گئے، پیرانی بی بی نے عرض کی حضور کون تھے اور کیا نام تھا، ارشاد فرمایا ایک مسئلہ کا جواب لینا تھا انہوں نے کہا اس وقت کون مسئلہ پوچھنے آیا تھا فرمایا ایک جن تھا جو بہت دور سے آیا تھا۔

مدرسۂ "منظر اسلام" -- میں جنات کا قبضہ:

(۶۵) انہیں کا بیان ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت تھا مدرسۂ منظر اسلام کے تمام طلبہ و مدرسین مسجد سے مدرسہ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کواڑوں کی جوڑیاں ہر طرف اندر سے بند ہیں خیال ہوا کہ کسی طالب علم نے شرارۃً یہ حرکت کی ہے مگر جب زیادہ دیر گزری اور ہر کوشش بیکار گئی دروازوں سے دیکھا مگر کوئی اندرون حصہ میں نظر نہ پڑا تو خیال اس طرف گزرا کہ شاید یہ کسی جن کا کام ہو، مولانا امجد علی صاحب نے بآواز بلند کہا اس طرح کواڑ نہیں کھلیں گے، اعلیحضرت قبلہ کو اطلاع کر دیجئے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے تائید فرمائی کہ اتنے میں خود بخود کنڈیاں گرنے لگیں، جن کی آوازیں لوگوں نے سنیں، سب حضرات اندر داخل ہوئے، چاروں طرف دیکھا مگر کسی کا پتہ نہیں صرف وہ کوٹھری جس میں مدرسہ کی کتابیں محفوظ تھیں اب بھی بند تھی اور جس کے کواڑوں کے جھریوں سے کافی روشنی اندر پہنچ رہی تھیں اور اندر

کوئی نہ تھا بالآخر بڑھی کو بلا کر کواڑ کھلوائے گئے دیکھا تو اندر کسی کا پتہ نہیں تھا۔

اعلیٰحضرت کے مکان پر شیر کا پہرہ:

(٦٦) انہیں کا بیان ہے مکان کلاں جس میں بعد کو حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰحضرت کے منجھلے بھائی رہنے لگے تھے اس کی شمالی دیوار برسات میں گر گئی تھی عارضی طور پر پردے کا اہتمام و انتظام کرلیا گیا تھا اس طرف ایک غیر مسلم کا مکان تھا یہی مکان اعلیٰحضرت کا قدیم آبائی مکان تھا اور پہلے اعلیٰحضرت قبلہ بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰحضرت قبلہ پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا تو ایک شیر کو زیر دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا، بالآخر اپنے ارادے سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہو کر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا، حافظ حقیقی اپنے محبوب بندوں کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔

(٦٧) انہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب کہتے تھے کہ ایک ضعیفہ، اعلیٰحضرت کی مرید تھیں۔ ان کے شوہر پر قتل کا مقدمہ دائر ہو کر پانچ ہزار روپیہ جرمانہ بارہ سال قید کا حکم ہوگیا تھا۔ اس کی اپیل کی گئی۔ جس دن سے اپیل ہوئی تھی ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی تھی اور حال بیان کرتی تھی یہاں تک کہ اپیل کی تاریخ آ گئی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور آج کا دن ہے مجھے کیا ارشاد ہوتا ہے فرمایا وہی وظائف جن کے پڑھنے کے لیے تم سے کہہ دیا ہے پڑھے جائیے، جب میں نے کئی بار عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو کچھ ناراض سے ہو گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر میرے دل پر بے چینی اور زیادہ ہو گئی مجھے خیال آیا میرا شوہر اب گیا، میں ابھی سے بیوہ ہوگئی، مکان اور جائیداد سب نیلام ہو کر جرمانہ میں چلی جائے گی۔ دل میں ارادہ کیا کہ میں آج سے اس در پر نہیں آؤں گی۔ غرض میں اٹھی اور سلام کرکے جلدی سے نکلنے لگی جس پر حضور نے بلایا اور فرمایا کہ پان کھاتی جاؤ، میں نے کہا میرے منہ میں پان ہے، حضور نے پھر

فرمایا، میں نے پھر عذر کیا، تیسری مرتبہ پھر فرمایا تو میں بیٹھ گئی، بعدہٗ پان بنوا کر کچھ دیر اپنے دست مبارک میں لے کر مجھے دیا اور ارشاد فرمایا آپ گھبراتی کیوں ہیں، جو آپ چاہتی ہیں، وہ کام تو بحمداللہ تعالیٰ ہوگیا، وہ مقدمہ سے بری ہو گئے اور جرمانہ بھی معاف ہو گیا۔ مکان جاکر دیکھیے تار بھی آ گیا۔ میں فوراً مکان آئی تو فی الحقیقۃ اسی مضمون کا تار آیا ہوا تھا بعد ازاں میں نے حسب حیثیت فاتحہ دلائی۔ میں پہلے سے حضور کی مریدہ تھی مگر حضور نے مجھے تجدید بیعت کے لیے ارشاد فرمایا، چنانچہ میں دوبارہ بیعت ہوئی اور جانا کہ اس دن جو دل میں کڑھی تھی اور خیال کیا تھا کہ اب میں کبھی اس در پر نہ آؤں گی یہ مجھے نہیں چاہیے تھا۔

(٦٧) انہی کا بیان ہے کہ برادرم سید قناعت علی کے تمام جسم پر خارش کا اس قدر اثر تھا کہ چاقو وغیرہ سے کھجلاتے رہتے تھے پاؤں سوج کر مثل ''فیل پایہ'' ہو گئے تھے اور ان سے خون اور پیپ جاری تھا لوگوں کو پاس بیٹھتے میں تکلف ہوتا تھا۔ بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ پاؤں گل جائیں گے۔ بیچارے اپنی زندگی سے عاجز تھے ایک شب والدہ قناعت علی خواب دیکھتی ہیں کہ دروازے پر کسی نے دستک دی انہوں نے دریافت کیا کون ہے؟ آواز آئی ''احمد رضا'' سید صاحب کی خیریت پوچھنے کے لیے آیا ہوں کیسی طبیعت ہے، انہوں نے آبدیدہ ہو کر کہا حضور اندر تشریف لائیں ابھی ابھی اس کی ذرا آنکھ لگ گئی ہے ارشاد فرمایا اچھا سونے دیجیے، اندر آنے کی ضرورت نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا گھبرایئے نہیں، چنانچہ صبح کو جو دیکھا تو قناعت علی کے دونوں پاؤں مرجھائے ہوئے تھے اور ورم زائل ہو چکا تھا، قناعت علی دونوں ہاتھوں سے سوتنا شروع کیا جس سے ایک موٹا خول کھال کا مثل چمڑے کے دونوں پاؤں سے اتر گیا۔ اب نہ خون تھا نہ پیپ نہ وہ تکلیف، خالی سرخ سرخ گوشت نظر آنے لگا ایک دو روز میں اس پر اصلی رنگت آ گئی اور بکرمہ تعالیٰ انہیں صحت ہوگئی۔

''جماعت رضائے مصطفٰی'' کے لیے ایک اہتمام:

(۶۸) انہی کا بیان ہے کہ گاندھویت کا زور شور تھا، ''جماعت رضائے مصطفٰے'' مخالف جماعتوں کا شد و مد سے مقابلہ کر رہی تھی، عیدالفطر کے چند روز باقی تھے کہ ایک چھوٹا سا اشتہار سبز رنگ کا محمد قاسم صاحب زمیندار و متولی عیدگاہ کی جانب سے بایں مضمون شائع ہوا ''امسال کسی انجمن یا جماعت کو عیدگاہ میں انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود اہتمام کریں گے'' جس وقت یہ اشتہار دفتر جماعت رضائے مصطفٰے میں پہنچا مبلغ جماعت، مداح الحبیب، مولانا جمیل الرحمٰن خان صاحب و دیگر اراکین جماعت نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ غالباً ہماری مخالف جماعتوں نے ریشہ دوانیاں کی ہیں کہ جماعت جو عیدگاہ میں وضو کا انتظام اور سبیل وغیرہ لگایا کرتی ہے اور عاملین جماعت جو وہاں اہتمام کرتے ہیں نہ کرنے پائیں، لہٰذا مبلغ جماعت موصوف نے فوراً ایک پرچہ اپنے ایک شاگرد محمد جمیل احمد رضوی کے ذریعہ حاجی صاحب موصوف کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا تھا ''کہ ایک اشتہار آپ کا میری نظر سے گزرا لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جماعت حسب دستور امسال وضو وغیرہ کا انتظام نہ کرے ہم نے خارجاً یہ افواہ بھی سنی ہے کہ بعض معاندین نے آپ کے گوش گزار کیا ہے کہ جماعت رضائے مصطفٰے آپ کی تولیت سلب کرنا چاہتی ہے یہ بالکل غلط ہے یہاں نہ کبھی اس کا خیال آیا اور نہ آئندہ کبھی آ سکتا ہے ہمارا مقصود صرف رفاہ عام ہے نہ تولیت کی تمنا۔ امید کہ بملاحظہ عریضہ ہذا بواپسی جواب عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں گے والسلام۔''

پرچہ ادھر روانہ ہوا ادھر قناعت علی پر دفتر جماعت میں غنودگی طاری ہوئی اور تھوڑی دیر میں غافل ہو گئے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ باہر سے پھاٹک میں تشریف لائے ہیں ارشاد فرما رہے ہیں ''حاجی محمد قاسم صاحب کے یہاں سے آ رہا ہوں انہوں نے فرمایا ہے کہ جماعت جیسے ہر سال انتظام کرتے آئی ہے ویسی ہی کرے وہ اشتہار جماعت کے لیے نہیں ہے۔'' دو

آنکھ کھل گئی اس وقت تک شیخ حاجی جمیل احمد صاحب کی طرف سے اس پرچہ کا جواب نہیں لائے تھے قناعت علی نے منتظرین سے اپنا خواب بیان کیا اور باتفاق رائے ان الفاظ کو جو حضور پرنور سے سنے تھے ایک کاغذ پر لکھ لیا تھوڑی دیر میں حاجی صاحب کا جواب آ گیا جس میں بعینہ وہی الفاظ تحریر تھے جو جواب میں سید قناعت علی نے حضور پرنور سے سن کر کاغذ پر پہلے ہی لکھ دیئے تھے۔

(۶۹) انہی کا بیان ہے کہ حضور پرنور بسا اوقات بعد نماز عشا پھولوں کا ہار گلے سے اتار کر حاضرین مسجد پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس عطیہ بہیہ سے اکثر فقیر بھی مستفید ہوا کرتا تھا۔ میں ان پھولوں کو خشک ہونے پر محفوظ کرلیا کرتا تھا چنانچہ جب تک وہ تبرک میرے پاس رہا مجھے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، اگر دردسر ہوا تو انہیں خشک پھولوں کو پیس کر پیشانی پر لگا لیا۔ بخار، زکام، کھانسی وغیرہ امراض میں پیس کر پی لیا کرتا تھا اور بکرمہٖ تعالیٰ وہ مرض کافور ہو جاتا تھا۔ افسوس کہ وہ تبرک رفتہ رفتہ اب ختم ہوگیا۔

(۷۰) انہی کا بیان ہے فقیر کے والد ماجد کے پائے مبارک میں زخم ہوگیا تھا اور خون اور پیپ جاری تھا جراح روزانہ آیا کرتا تھا اور طرح طرح کے مرہم لگاتا اور زخم کی صفائی بھی کرتا مگر اندمال نہ ہوتا تھا، موسم سرما کا زمانہ تھا حضور پرنور ان دنوں نومحلہ کی پیلی کوٹھی کے عقب میں ایک مکان میں مقیم تھے، حضور کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے نماز عشا کے وضو کو پانی رکھا اور چوکی کے قریب ایک طشت رکھ دیا حضور نے اس میں وضو فرمایا اس وقت دل میں خیال آیا کہ والد ماجد صاحب کا زخم اس پانی سے دھونا چاہیے لہٰذا حاجی صاحب موصوف سے عرض کیا اس وقت میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں یہ پانی لے جاؤں آپ براہ کرم کل سے پانی ضائع نہ کریں دوسرے روز میں نے لوٹوں کو حاجی صاحب سے بھروالیا اور استعمال شروع کرادیا بحمداللہ تعالیٰ مہینوں کا زخم ہفتوں کے اندر مندمل ہوگیا۔

(۷۱) انہی کا بیان ہے کہ میرے چھوٹے بھائی مشتاق علی قادری رضوی کو کئی مہینے سے ہر

تیسرے روز جاڑا آجایا کرتا تھا جس کے باعث نقاہت بہت بڑھ گئی تھی اور وہ بالکل زرد پڑ گیا تھا اس کی تیمارداری کی وجہ سے حاضری آستانہ بدیر ہونے لگی ایک روز حضور نے بعد نماز فجر میری عدم موجودگی میں، حاجی صاحب سے سبب دریافت کیا انہوں نے جو واقعہ تھا عرض کر دیا، فرمایا میں ابھی دیکھنے جاؤں گا اور کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے کہ اسی وقت میں پہنچا۔ حاجی صاحب نے فرمایا اعلیٰحضرت آپ کے یہاں تشریف لیے جا رہے ہیں میں سنتے ہی بھاگا ہوا مکان پہنچا ابھی دس بارہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ حاجی صاحب نے دستک دی میں باہر آیا اور عرض کیا تشریف لائیے میرے بھائی نے تعظیماً کھڑا ہونا چاہا مگر حضور نے ان کی نقاہت دیکھتے ہوئے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا وضو کر لیجئے اس وقت فقیر کی حالت اس شعر کی مصداق ہو رہی تھی ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو، دیکھتے ہیں

مختصر یہ کہ وضو کرنے کے بعد حضور نے اپنے رومال سے ایک ٹکڑا روٹی کا جس پر شاید آیہ کریمہ **فسیکفیکھم اللہ** الآیہ مرقوم تھی مریض کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا بسم اللہ شریف پڑھ کر کھا لیجئے۔ اس نے تعمیل حکم کی اور حضور تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جاڑا نہیں آیا حالانکہ وہ دن باری کا تھا۔

(۷۲) انہی کا بیان ہے موسم گرما کا زمانہ تھا حضور نماز ظہر کے لیے باہر تشریف لائے چند خدام ساتھ ساتھ مسجد میں پہنچے بعد نماز حسب معمول پھاٹک میں آکر بایں خیال دست بوس ہوئے کہ حضرت آپ کاشانۂ اقدس میں تشریف لے جائیں گے مگر خلاف معمول سہ دری میں مسہری پر جلوہ افروز ہوئے۔ میں اور برادر قناعت علی مسہری کے برابر تخت پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے مگر گوش برآواز تھے کہ چند منٹ کے بعد حضور نے فقیر سے ارشاد فرمایا سید صاحب! دیکھئے کہ کواڑ پر سایہ کیسا پڑ رہا ہے" اس وقت حاضرین میں مولوی نور محمد صاحب برادر خرد شیخ امام علی صاحب مسہری کے سرہانے کی طرف اندرونی دالان کے درمیانی دروازے پر اور ہم دونوں

تخت پر بیٹھے تھے، حضور کے فرماتے ہی ہم تینوں کی نظریں کاشانۂ اقدس کے بیرونی کواڑ پر پڑیں جو حضور نے بروقت تشریف آوری کھولا نہ تھا اور جس پر اس پھولدار بیل کے پتوں کا سایہ پڑ رہا تھا جو پھاٹک پر پھیلی ہوئی تھی۔ ہم لوگوں نے بلاتجسس دیکھا کہ کواڑ پر صاف طور پر نام اقدس (محمد) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دھوپ سے تحریر تھا ہم تینوں خدام کی زبان سے بے ساختہ ''سبحٰن اللہ'' نکل گیا اور درود شریف پڑھنے لگے تقریباً دو ڈھائی منٹ تک ہم نے زیارت کی۔ بعدہٗ حرف دال پر سایہ آیا پھر میم پر پھر ح پر پھر میم اول پر ہماری آنکھوں سے آنسو رواں تھے، ادھر حضور کو بھی دیکھا کہ مسہری پر دو زانو خمیدہ اور لب ہائے مبارک جنبش میں اور چشمان مبارک سے سیلاب اشک رواں تھا۔ میرے قلب پر اس منظر کو دیکھ کر اسی وقت القا ہوا کہ اس آستانۂ عالیہ پر سرکار ابد قرار نے اپنی مہر ثبت فرما کر جتایا کہ اے میرے پھولو! اگر تمہیں آج میرے سچے نائب کی جستجو و تلاش ہے تو اس چوکھٹ پر حاضر ہو کر ناصیہ فرسائی کرو۔

(۷۳) انہی کا بیان ہے بعد عصر حسب معمول پھاٹک میں تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف مریدین و معتقدین حاضر ہیں۔ حضور کی جیبی گھڑی ایک وصلی کے کیس میں پاس رکھی ہوئی ہے اس کیس پر ایک تصویر ریل کے ڈبوں مع انجن کے بنی ہوئی تھی حضور نے اسے اٹھا کر مولوی امجد علی صاحب کو دیا اور فرمایا مولانا اس انجن کے اگلے حصہ پر تین کیلیں پیتل کی ظاہر کی گئی ہیں جس سے نام اقدس صاف معلوم ہوتا ہے جس کی تائید نہ صرف مولانا ممدوح نے کی بلکہ تمام حاضرین نے زیارت کی۔ حقیقی بات یہ ہے کہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنافی الرسول تھے ان کے پیش نظر ہر شے میں وہی جلوہ افروز تھے اور ان کا کرم تھا کہ اپنا نام لیواؤں کو بھی اس سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

(۷۴) انہی کا بیان ہے کہ ہنود کا کوئی تہوار تھا، حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی جنوبی فصیل پر عشاء کے لیے وضو فرما رہے تھے کہ قریب ہی کے ایک مندر سے گانے کی آواز آئی اور ادھر حضور کی : ن فیض ترجمان سے بار بار درود شریف

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح جاری ہوا جیسے کسی کی زبان سے نام اقدس بار بار سن رہے ہیں۔ فقیر اس وقت پیچھے کھڑا ہوا پنکھا جھل رہا تھا۔ حضور نے میری نظر کو متجسانہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: سید صاحب کچھ سن رہے ہو کہ یہ گانے والا بار بار نام اقدس لے رہا ہے، اب جو میں نے اس طرف غور کیا تو گانے میں صاف طور پر نام اقدس آ رہا تھا۔ چنانچہ میں اور برادر قناعت علی بھی درود شریف پڑھنے لگے۔ یہاں پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ گانے والا ہندو تھا اور آواز مندر سے آ رہی تھی۔

(۷۵) انہی کا بیان ہے کہ میرٹھ سے کسی صاحب نے ایک غیر مطبوعہ رسالے کی درخواست کی جو بانس کے کاغذ پر تحریر تھا جس کے اوراق میں جابجا کیڑے نے سوراخ کر دیئے تھے۔ مجھے حکم ہوا کہ اسے نقل کر دوں۔ میں نے سفید کاغذ پر حتیٰ الامکان بہت خوشخط لکھ کر حاضر کر دیا اور جہاں الفاظ سوراخوں کی وجہ سے پڑھنے میں نہ آئے ان کی جگہ خالی چھوڑ دی اور حضور سے عرض کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس رکھ دیجئے اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، لیجئے یہ ٹھیک ہوگیا، اب جو میں ان مقامات کو تلاش کرتا ہوں جہاں جگہ خالی چھوڑ دی تھی تو پتہ نہیں چلتا یعنی میرے خط سے ایسا خط ملایا کہ امتیاز نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے اصل رسالہ میں ان مواقع کو نکال کر مرقومہ الفاظ کی زیارت کی۔ دوسرے روز فقیر نے حضرت شاہزادہ مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ممدوح ''فتاویٰ رضویہ'' کی ایک غیر مطبوعہ جلد اٹھا کر لے آئے اور ایک رسالۂ مبارکہ کی زیارت سے مشرف فرمایا جسے حضور نے اپنے دست حق پرست سے نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں ارقام فرمایا تھا واللہ العظیم اسے مبالغہ پر نہ محمول کیا جائے میری آنکھیں شاہد ہیں کہ دوائر و بین السطور کو اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سرمو فرق نہ ہوگا نیز متن و حاشیہ کی سطور ایسی مستقیم گویا صفحات پر مسطر سے کام لیا ہے حالانکہ ایسا نہ تھا میرے اس بیان کی تصدیق میں وہ تحریر منیر اب بھی سرکاری کتب خانے میں محفوظ ہے۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی کہتا ہے، جناب سید صاحب کا فرمانا بالکل حق بجانب ہے اور واقعہ کے مطابق اس میں سرِ مو مبالغہ نہیں۔ وہ رسالۂ مبارکہ "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید" ہے جسے میں نے ترتیب کتب خانہ کے وقت تصنیفات اعلیٰحضرت کی۔ خانہ اول میں رکھا ہے۔ میری رائے ہے کہ یہ رسالہ دیگر رسالوں کی طرح کتابت کرا کے طبع نہ کیا جائے، بلکہ اس کا فوٹو لیا جائے اور عکسی اڈیشن طبع کیا جائے جس طرح یورپ میں دستور ہے کہ ٹائپ کمپوزنگ کے بدلے اس کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ اس طرح لوگ اس رسالہ کے مضمون سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ اعلیٰحضرت کے خط مبارک کی زیارت سے مستفیض ہوں گے، اگرچہ کون ایسا تعلیم یافتہ ہے سنی خاندان جس کے گھر میں اعلیٰحضرت کے دست مبارک کی تحریر فتاویٰ دعائیں خطوط وغیرہ نہیں اور ان سب سے اعلیٰحضرت کے خط نسخ ونستعلیق کی خوبی معلوم ہوتی ہے ہم لوگ اس کی کیا قدر کرسکتے ہیں۔ اگر یاقوت مستعصمی یا خلفائے عباسی کا عہد ہوتا اور اس کے وقت کے قدر دان امرا ہوتے تو اعلیٰحضرت کے دست مبارک چومتے اور ان کے ہاتھ کی تحریریں آنکھوں سے لگاتے۔

(۷۶) انہی کا بیان ہے کہ حضور کا معمول تھا کہ بعد نماز فجر اوراد و وظائف کے آخر میں اپنے اعزا، اقربا، اصحاب و احباب اور خاص خاص مریدوں کے نام لے کر دعا فرمایا کرتے تھے ان ناموں کو ایک طویل فہرست ورد زبان تھی۔ ایک شب ایک صاحب نے جن کا نام مجھے یاد نہ رہا، خواب میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میرا نام بھی دعا کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔ حضور نے خواب ہی میں ان کا نام اور مکان معلوم کرلیا۔ صبح کو حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا کہ فلاں محلّہ میں جاؤ اور تحقیق کرو کہ اس نام کے کوئی شخص وہاں رہتے ہیں یا نہیں۔ حاجی صاحب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کفن سل رہا ہے انہوں نے کسی سے پوچھا کہ اس نام کے کوئی شخص اس محلہ میں رہتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ رات ان کا انتقال ہوگیا اور یہ کفن انہی کا سل رہا ہے، یہ وہاں سے واپس آئے اور حضور سے عرض کر دیا چنانچہ اس دن

سے ان مرحوم کا نام بھی فہرست مذکور میں اضافہ کر دیا گیا۔
ناظرین کرام یہ واقعہ میں نے اعلیٰحضرت کی حیات میں خود حاجی صاحب سے سنا تھا اور اس فہرست کی تصدیق اتفاقیہ خود حضور کی زبانی یوں ہوگئی کہ ایک روز میں بہت پریشان تھا۔ دعا کا طالب ہوا، حضور نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی مجھے اور برادر قناعت علی سے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں کا نام بھی میں نے دعا کی فہرست میں شامل کر لیا ہے جو رفتہ رفتہ بہت طویل ہوگئی ہے۔ یہ تمام نام مجھے حفظ ہیں روزانہ نام بنام سب کے لیے دعا کرتا ہوں۔

(۷۷) انہی کا بیان ہے کہ حضور کے ایک مرید نصرت یار خان صاحب ساکن محلّہ بانس منڈی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں میرا ارادہ حرمین طیبین کی حاضری کا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور فرط شوق سے سینۂ مبارکہ سے لگایا۔ یہ دن جمعہ کا تھا چنانچہ اسی شب شب شنبہ میں نماز عشاء ہو چکی تھی، حضور پر نور مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ برادرم نصرت اللہ خان صاحب سفری لباس زیب تن کیے ہوئے، گلے میں حمائل شریف ڈالے ہوئے آئے۔ حضور اس وقت رو بقبلہ تشریف رکھتے تھے، انہوں نے بڑھ کر کان میں چپکے سے کچھ کہا حضور نے اس کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پھر کچھ عرض کیا حضور نے فرمایا بسم اللہ کیجئے۔ یہ خاموش بیٹھ گئے اور پھر کچھ کہا حضور نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر فرمایا یہ وسوسات ہیں، کیوں دیر کر رہے ہو، پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور پھر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضور نے فرمایا نصرت یار خان تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تجھے حکم دیتا ہوں، انہوں نے عرض کیا میں خوب جانتا ہوں آپ میرے شیخ ہیں مگر میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے تو یہی مکہ ہے! یہی مدینہ ہے! یہ سن کر حضور کھڑے ہو گئے اور فرمایا گیارہ بجا چاہتے ہیں۔ گاڑی کا وقت قریب آ گیا جلدی اسٹیشن جاؤ، گاڑی اب بھی مل جائے گی مگر وہ تو یہی کہتے رہ گئے میں تو نہیں جاؤں گا، میرے لیے آپ ہی مکہ ہیں آپ ہی مدینہ ہیں، ہم سب لوگ یہی سمجھا رہے تھے مگر وہ کسی کی کب سنتے تھے، تو حضور نے فر...

دماغ خراب ہوگیا ہے اس کے سر پر پانی ڈالو اور تشریف لے جانے لگے، انہوں نے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے پائے مبارک کی کھمبی بھر لی اور کہنے لگے، آپ جاتے کہاں ہیں میں نہیں جانے دوں گا ایک بار سینہ سے لگا کر وہی جلوہ دکھا دو میں پاگل نہیں ہوں، حاضرین نے بدشواری انہیں جدا کیا۔ حاجی کفایت اللہ صاحب نے حضور کی نعلین مبارک دروازۂ مسجد میں رکھیں نصرت یار خان صاحب نے ہم لوگوں سے اپنے کو الگ کرکے حضور کا جوتا اپنے قبضے میں کرلیا۔ حضور نے فرمایا دوسرا جوڑا گھر میں سے لے آؤ۔ مختصر یہ کہ حضور تو کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے خدام نے پھاٹک بند کرلیا اب مسجد میں حضور کے خلف اکبر اور دیگر خاندانی حضرات اور خدام پکڑ رہے ہیں اور ان پر پانی ڈالا جا رہا ہے، مگر وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے تھے۔ اسی کشمکش میں خدام تو خدام، حضرت شاہزادۂ اکبر کا بھی کرتہ سلامت نہ رہا چونکہ پھاٹک بند ہوگیا تھا لہٰذا سڑک پر پھاٹک کے سامنے دیر تک پڑے رہے شب کے ایک بجے وہ مستورات جو ہمراہ جانے والی تھیں مع چند رفقا اسٹیشن سے بعد انتظار مع سامان حاضر آستانہ ہوئیں۔ سب کے ٹکٹ خرید لیے تھے وہ واپس کرائے گئے اور نصرت یار خان صاحب کو بدشواری مکان لے گئے اور دست و پا میں ہتھکڑی اور بیڑی ڈال کر کے انہیں بے قابو کر دیا گیا۔ اب کیفیت یہ تھی کہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے، دن رات اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا وظیفہ تھا، ادھر جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کی صبح کو حضور پر نور کا چہرہ بہت اداس پایا گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر الحاح و زاری میں گزاری ہے نصرت یار خان ایک عرصہ تک پابزنجیر رہے۔ یہ معمول ہوگیا کہ ہر جمعہ کو ان کے عزیز ہتھکڑی ڈالے ہوئے انہیں لایا کرتے تھے اور تھوڑی دیر اعلیٰحضرت کی زیارت کرا کر واپس لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ وقت حاضری خان صاحب موصوف ملتجیانہ نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے اور پھر خاموش ہو جاتے اور نیچی نظر کیے بیٹھے رہتے تھے۔ بعض اعزہ کے مشورہ سے بدایون مزارات پر حاضری ہوئی وہاں دوران قیام میں ایک شب موقع پاکر شہر کا رخ کیا اور ایک لوہار سے خوشامد کی کہ

میری ہتھکڑی اور بیڑی کاٹ دے، میں پاگل نہیں ہوں نہ مجھ پر کوئی آسیب ہے یہ میرے گھر والوں کی غلط فہمی ہے اس نے کچھ تامل کیا تو اسے کچھ رقم بھی دی بالآخر اس نے انہیں آزاد کر دیا۔ یہ سیدھے اپنے مکان آ گئے۔ لوگوں کو اطمینان ہوگیا، اب صرف یہ صورت تھی کہ یہ خاموش رہتے تھے۔ غرض دو تین سال یونہی گزر گئے اس کے بعد ایک روز سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوئے اور اپنا ارادہ حاضری حرمین طیبین کا ظاہر کیا خان صاحب بھی نیچی نظر کیے ہوئے سامنے آئے دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھائے حضور نے ان سے بھی مصافحہ کیا اور دعائے صحت و سلامتی بخیر ذیاب و ایاب کی فرمائی اس کے بعد یہ دونوں حضرات رخصت ہوئے اس وقت ہم خدام آستانہ نے مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف ''بہار شریعت'' سے دریافت کیا کہ حاجی نصرت یار خان صاحب کی حالت پہلے کیوں خراب ہوگئی تھی اس میں کوئی راز ضرور ہوگا مولانا نے ارشاد فرمایا اس وقت حضور نے ایک خاص جذبے کی حالت میں ان سے معانقہ فرمایا تھا جس کے باعث ان کا ظرف چھلک گیا اور وہ برداشت نہ کر سکے، اس وقت فقیر کو حضور کی غزل کا مطلع یاد آ گیا ؂

گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور و فغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

ناظرین کرام آپ خود فرمائیں کہ جو قلب ایسی سمائی رکھتا ہو اس میں جذبہ پیدا ہو تو بیچارے نصرت یار خان صاحب پر کیا منحصر؟ کون ہے جو برداشت کر سکے۔ بہرکیف جب ان حضرت کی سفر حرمین طیبین سے واپسی ہوئی اس وقت حضور پر نور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر کے بعد مسجد میں منتظر تھے۔ اتنے میں حاجیوں کا جلوس آ گیا۔ پہلے حاجی سید محمود علی صاحب بارادۂ دست بوسی حضور کی طرف بڑھے حضور نے حسب عادت کریمہ دریافت فرمایا: سرکار میں حاضری ہوئی، سید صاحب نے اثبات میں جواب دیا حضور قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور حاجی نصرت یار خان صاحب کی طرف جن پر نظر پہلے سے بار بار پڑ رہی تھی خود سبقت فرمائی،

حاجی نصرت یار خان صاحب قدموں پر آنکھیں ملنے لگے حضور نے دونوں بازو پکڑ کر اٹھا لیا اور سینۂ مبارکہ سے دیر تک لگائے رہے۔ اس وقت ہم خدام نے دیکھا کہ حضور کا چہرہ فرط مسرت سے دمک رہا تھا اور چشمان مبارک پُر آب تھیں، اور یہ احساس یوں ہوا کہ جب سے حاجی نصرت یار خان صاحب کی حالت خراب ہوئی تھی اس دن سے ہم خدام نے برابر حضور کو اداس اور ملول پایا۔ الغرض یہ جلوس تھوڑی دیر قیام کے بعد حاجیوں کو لے کر رخصت ہوا اور حضور پر نور کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

(۷۸) انہی کا بیان ہے کہ کرم الٰہی ایڈیٹر اخبار ''یونین گزٹ'' (بریلی) کی ایک شیر خوار لڑکی کو ایک نوعمر لڑکا گود میں لیے ہوئے تھا کہ بہاری پور کی ڈھال والی مسجد کی گلی سے دفعتاً ایک کچہری کے مختار کے یکہ کے سامنے جو بزریہ کی طرف سے آ رہا تھا آ گیا۔ لڑکا تو کسی طرح بچ گیا مگر لڑکی کے سر میں شدید چوٹ آئی۔ یکہ والا یہ دیکھ کر کہ لڑکی ٹکرا کر سڑک پر گر گئی، خوف زدہ ہو کر تیزی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا کتب خانہ کی طرف مڑا، جس سے ایک خاکروب کے پیر میں چوٹ آئی۔ ایڈیٹر اخبار مذکور نے تعاقب کیا اور کچھ دور جا کر یکہ والے کو روک لیا۔ اس وقت برادر قناعت علی خط بنوانے حجام کے مکان پر جو عین موڑ پر تھا پہنچے تو انہوں نے دیکھا لڑکا اس لڑکی کو اٹھا رہا تھا، اسی وقت پولیس آ گئی۔ لڑکی کو فوراً شفاخانہ لے گئی۔ جو تھوڑی دیر میں مر گئی۔ بعض اہل محلّہ نے گواہی میں برادرم قناعت علی کا نام بھی ان کی عدم موجودگی میں لکھا دیا۔ جنہیں کچہری میں شہادت دینے کا اپنی عمر میں کبھی بھی موقع نہیں آیا تھا یہ پہلا موقع تھا۔ اب یہ سخت پریشان یوں اور بھی ہوئے کہ یہ فوجداری کا مقدمہ ہے اگر حلف دروغی میں لے لیا تو مجھے سزا ہو جائے گی۔ چونکہ سمن تعمیل ہو چکا تھا اس لیے تاریخ معینہ پر کچہری جانا پڑا۔ پولیس نے حسب منشا خدا جانے کیا کیا گواہوں کو تعلیم دیا مگر انہوں نے مجوز (افسر مجاز) کے روبرو جو کچھ دیکھا تھا وہی بیان کیا اور اسی وقت جرح بھی ہو گئی۔ بیان میں انہوں نے کہا تھا میں خط بنوانے گیا تھا مختار جس کا یکہ تھا لکھوانے لگا ''حجامت'' بنوانے گیا تھا

انھوں نے فوراً روکا کہ میرے الفاظ قلم بند کیے جائیں مجوز نے فوراً قلم روک لیا اور مختار سے پوچھنے لگا کہ خط بنوانے اور حجامت بنوانے میں کیا فرق ہے وہ کسی قدر خاموش ہوا تو انھوں نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں۔ اس نے اجازت دی انھوں نے کہا چہرے کے بال درست کرانا خط بنوانا کہلاتا ہے اور سر کے بال اور بغل وغیرہ کا بنوانا حجامت کہلاتا ہے مجوز نے ان کے الفاظ لکھ لیے اور اپنے دل میں خیال کیا کہ قناعت علی گواہ راست گو معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں طرف کے گواہ سن لیے گئے یکہ والے کو تین ماہ کی سزا ہوگئی بعد کو معلوم ہوا کہ دوبارہ جرح ہوگی اب برادرم قناعت علی کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی اور یوں اور بھی وحشت ہوئی کہ نواب وزیر احمد خان صاحب کو ساتھ لے کر اکثر وکلا سے جا کر ملے۔ ہر ایک سے پتہ چلا کہ ہم سب قانون پیشہ لوگوں کی کمیٹی ہو چکی ہے اور اس میں اس مختار کو بہت شرمندہ کیا گیا کہ ایک معمولی لڑکے نے برسر اجلاس تیری زبان بند کر دی اور اس میں ہم سب کی ذلت ہے لہٰذا بالاتفاق طے پایا کہ وہ دوبارہ جرح کی جائے اور قناعت علی گواہ کو جس طرح ہو سزا دلوائی جائے، بالآخر نواب وزیر احمد خان صاحب نے آبدیدہ ہو کر قناعت علی سے فرمایا کہ دنیوی کوشش تو ختم ہو چکی اب میری رائے ہے کہ حضور پر نور اعلیٰحضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیجئے۔ چنانچہ قناعت علی حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا حضور نے ان کا نام اور ان کے والد کا نام نامی اور جد امجد کا اسم گرامی سید صادق علی صاحب سن کر ارشاد فرمایا ہاں ان سے میں واقف ہوں آپ ان کے پوتے ہیں اور اپنے پاس بٹھا لیا اور تسلی و تشفی فرمائی اور ایک تعویذ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ دوبارہ جرح نہ ہوگی اب تاریخ مقررہ پر وہ کچہری پہنچے، اتفاق سے اس یکہ والے کی نظر قناعت علی پر پڑتی ہے وہ قریب آ کر ان سے التجا کرتا ہے کہ میاں ایسی کہہ دینا کہ میں بچ جاؤں انھوں نے تیور بدل کر کہا آج تو ایسی کہوں گا کہ چھ مہینہ سے کم کی سزا نہ ہوگی۔ ان الفاظ کا اس پر اثر ہوا کہ اس نے نہ کسی سے کہا نہ سنا خاموشی کے ساتھ جیسے ہی چپڑاسی نے مقدمہ پکارا اس نے سوال دے دیا کہ میں دوبارہ جرح کرانا

نہیں چاہتا، غرض تین ماہ کی سزا بھگتنے کے لیے سارے وقت جیل خانہ چلا گیا اور قناعت علی خوش خوش مکان آ گئے اور حضور پر نور کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور دوبارہ جرح نہ ہوئی۔ حضور نے فرمایا الحمدللہ! پھر فرمایا صاحب اب تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے، اگر ہو تو فرمایئے، انہوں نے عرض کیا حضور کی دعا سے کوئی پریشانی نہیں یہ کہہ کر مکان چلے آئے۔

(۷۹) انہی کا بیان ہے کہ مدرسہ ''منظر اسلام بریلی'' کا سالانہ جلسہ مسجد بی بی جی بہاری پور میں منعقد ہوا جس میں منجملہ دیگر مشاہیر علمائے احناف کے مولوی محمد شفیع صاحب وارثی ساکن اٹاوہ نے بھی شرکت کی تھی ان دونوں اہالی بریلی ان کی تقریر کے بہت شائق تھے جب ان کی تقریر ختم ہوگئی تو وہ مسجد کے اندرونی درجے میں آرام کرنے کے لیے آ کر لیٹ گئے، کچھ لوگ آ کر پاس بیٹھ گئے، ان میں برادرم قناعت علی بھی تھے۔ موصوف اپنے واقعات بیان کرنے لگے کہ فلاں جگہ مسلمانوں نے میرا یوں استقبال کیا فلاں جگہ یوں احترام کیا، فلاں جگہ ایسی خاطر مدارات کی اس وقت قناعت علی کے دل میں خیال آیا کہ ان سے بیعت ہو جاؤں کہ معاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے زور سے پیٹھ میں گھونسا مارا، انہوں نے فوراً منہ پھیر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا اب جو وارثی صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک ریاست میں راجہ کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا وہاں رات بھر راجہ کی رانیاں اور جوان لڑکیاں میرا جسم، ہاتھ، پیر دابتی رہیں۔ یہ الفاظ سنتے ہی قناعت علی کو تنفر پیدا ہوا اور وہ مرید ہونے سے باز رہے، سید صاحب کو یقین ہے کہ یہ اعلیٰحضرت کی ہدایت تھی۔

(۸۰) انہی کا بیان ہے کہ غالباً ۱۴ ذو الحجہ ۱۳۳۴ھ کی شب میں قناعت علی سوئے ہوئے تھے خواب میں حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ دست راست کا انگوٹھا اور درمیانی انگلی میری پیشانی پر رکھ کر حرکت دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں اٹھ نماز پڑھ، پانچ بجے ہیں، معاً آنکھ کھلتی ہے، گھڑی کو دیکھتے ہیں تو ٹھیک پانچ بجے کا وقت ہے۔ اُٹھے اور وضو کیا فجر کی نماز ادا کی دوسری شب میں

بعینہ یہی واقعہ پیش آیا یہ پھر اُٹھے اور نماز فجر ادا کی مگر آج قلب کی حالت دگر گوں ہے نہ کھانے کو طبیعت چاہتی ہے نہ کسی سے بات کرنے کو، تنہائی مرغوب ہے اور دل چاہتا ہے کہ خوب رووں اب تیسری شب آئی اور پھر حضور خواب میں تشریف لاتے ہیں اور وہی کلمات زبان فیض ترجمان پر ہے، اُٹھ نماز پڑھ پانچ بجے ہیں یہ بیدار ہوتے ہیں اور گھڑی دیکھتے ہیں تو واقعی پانچ بجے ہیں، یہ دن بڑی اضطراب اور بے چینی میں اور چھپ چھپ کر روتے گزرا۔ بعد ظہر برادرم قناعت علی سید ضمیر الحسن صاحب جیلانی رضوی کے یہاں جاتے ہیں جو اس زمانے میں قریب ہی ایک مکان میں رہتے تھے۔ ان کی نظر جب ان پر پڑی تو انہیں اداس اور ملول دیکھ کر ان کا حال پوچھنے لگے انہوں نے پہلے تو اس کو صیغہ راز میں رکھنا چاہا مگر جب سید صاحب موصوف مصر ہوئے تو انہوں نے سارا واقعہ ظاہر کر دیا۔ سید صاحب نے ان کا دل بہلانے کے لیے فرمایا چلو بازار چلیں۔ غرض دونوں بازار میں اس گلی کے محاذ پر جس وقت پہنچے جو محلۂ سوداگران کو سیدھی آتی ہے تو سید صاحب نے یہ فرمایا کہ عصر کی نماز اعلیحضرت کی مسجد میں پڑھیں گے۔ انہیں لے کر پہنچ گئے جماعت ہو چکی تھی حضور وظیفہ پڑھ رہے تھے اور کچھ لوگ آس پاس مودّب حاضر تھے ان دونوں نے اندر مسجد کے نماز عصر ادا کی اس عرصے میں حضور بھی وظیفے سے فارغ ہو گئے۔ حاضرین نے مصافحہ شروع کیا جس وقت حضور دروازۂ مسجد کے قریب پہنچے تو برادرم قناعت علی نے بھی مصافحہ کیا حضور نے اس وقت ان کے ہاتھوں کو اس زور سے دبایا کہ ادب مانع نہیں ہوتا تو ان کی چیخ نکل جاتی۔ یہاں تک کہ اس گرفت سے ان کا دل بگڑنے لگا دماغ میں چکر سا آ گیا اور آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اسی تاریکی میں یہ دیکھتے ہیں کہ نہایت روشن حروف میں یہ الفاظ پیش نظر ہیں ''تیرا شیخ یہ ہے'' جس آن انہوں نے یہ جملہ پڑھا حضور نے بلا تاخیر ان کا انگوٹھا چھوڑ دیا اب یہ وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے نواب وزیر احمد خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زار زار رونے لگے یہاں تک کہ ان کی سسکی بندھ گئی۔ نواب صاحب ممدوح سے ان کے والد صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے ای

لیے ان سے بہت محبت و اخلاص سے پیش آتے تھے اسی لیے ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور بہت کچھ تسلی وتشفی فرمائی اور سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج عصر کے وقت بروقت مصافحہ یہ صورت ظہور میں آئی اس لیے آپ مجھے مرید کرا دیجئے۔ یہ سنتے ہی نواب صاحب کے اشکوں کا تار بندھ گیا اور فرمایا کہ سید صاحب آپ کا قلب سخت واقع ہوا ہے، انہوں نے دریافت کیا تو بڑے اصرار کے بعد اس قدر ظاہر فرمایا کہ حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ کی توجہ آپ کی طرف اس وقت سے تھی جب آپ تعویذ لینے گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے نماز مغرب نواب صاحب کے یہاں پڑھی، بعد نماز نواب صاحب فرمانے لگے تو پھر کار خیر میں تعویق کیوں کی جائے ابھی چلیے قناعت علی نے کہا کچھ شیرنی ساتھ لے لی جائے۔ نواب صاحب نے فرمایا اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ مگر جب مجھ سے مشورہ لیتے ہیں تو ایک روپیہ کی شیرنی منگوا لیں اور دو روپیہ نذر کر دیئے جائیں۔ اتنے میں ملازم کھانا لے آیا نواب صاحب نے اپنے ساتھ انہیں بھی شریک طعام کرلیا اور ملازم سے فرمایا ایک روپیہ کی جلیبی لے آؤ وہ بازار گیا ادھر یہ کھانے سے فارغ ہوئے ادھر ملازم شیرینی لے کر آ گیا غرض دونوں حاضر آستانہ ہوئے۔ اس وقت حضور پھاٹک میں تشریف فرما تھے اور مولانا امجد علی صاحب کو مسائل کے جوابات لکھوا رہے تھے۔ یہ دونوں مصافحہ کر کے خاموش بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے نواب صاحب کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور سید قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا آپ نے کیسے تکلیف فرمائی نواب صاحب نے پورا قصہ عرض کیا حضور نے قناعت علی سے ارشاد فرمایا، اچھا آپ مسجد میں پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر آیئے، وہ اٹھے جب پھاٹک کے قریب پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا نفل پڑھنے کے بعد جب آپ واپس آئیں تو راستے میں کسی سے کلام نہ کریں، یہ مسجد سے نفل پڑھ کر جب لوٹے تو ایک بوڑھا آدمی ٹوٹی جوتیاں پہنے دروازۂ مسجد سے نکلتے ہی ساتھ ہولیا، اور بار بار پوچھنے لگا اے میاں بڑے مولوی صاحب کا مکان کون سا ہے یہ حسب ہدایت مطلقاً خاموش رہے اور انہوں نے کوئی

جواب نہیں دیا یہاں تک کہ پھاٹک پر آ کر یہ اندر آ گئے اور وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ حضور نے مسہری پر دو زانو ہو کر ان سے فرمایا تشریف لائیے نواب صاحب نے کہا مسہری پر بسم اللہ کہہ کر سیدھا قدم رکھیے اور دو زانو بیٹھ جائیے۔ انہوں نے تعمیل حکم کی اب حضور نے فرمایا قریب آ جائیے یہ ڈرتے ڈرتے کچھ آگے بڑھے، حضور نے پھر فرمایا اور قریب آئیے، یہ اور بڑھے، حضور نے تیسری بار پھر یہی فرمایا یہاں تک کہ ان کے زانو حضور کے زانو مبارک سے سختی کے ساتھ مل گئے۔ اس وقت ان کا تمام جسم اس قدر تھرتھرا رہا تھا کہ مسہری حرکت کر رہی تھی نیز ان کا قلب نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے فرمایا آپ اس قدر کانپ کیوں رہے ہیں؟ گھبرائیے نہیں اور خود ان کا دست راست بدست راست اور دست چپ بدست چپ لے کر کلمات بیعت تلقین فرمائے اور کچھ شیرینی اٹھا کر انہیں دی کہ یہ سرکاری حصہ ہے اسے آپ خود ہی کھائیے اور باقی تقسیم کر دیں۔ انہوں نے حسب ارشاد تعمیل کی اور تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب کے ہمراہ واپس مکان ہوئے۔

سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں اور فقیر بھی تائید کرتا ہے کہ ۱۳۳۲ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ہمارے سامنے صدہا حضرات داخل سلسلہ ہوئے مگر یہ اہتمام بیعت نماز نفل وغیرہ کا حضرت نے کسی کے لیے نہ فرمایا۔ غالباً انہیں خصوصیات کے یہ برکات ہیں کہ سید قناعت علی صاحب نے نہ صرف حضور کی حیات ظاہری تک بلکہ تا ایں دم حضور پر نور سید المصنفین اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف کی اشاعت میں اپنی زندگی وقف فرما دی اور آئندہ بھی ایسی ہی امید ہے۔

(۸۱) انہی کا بیان ہے کہ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب آروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ کے محبوب خلفا و تلامذہ میں ہے۔ شہر آرہ صوبہ بہار میں مدرسہ فیض الغربا آپ ہی کی یادگار ہے اس مدرسے کے سالانہ جلسۂ دستار فضیلت میں حضور تشریف لے جاتے ہیں قیام ایک وسیع پر فضا عمارت میں ہے جس کے صحن میں ایک باغیچہ بھی ہے وہاں عرصہ سے نلوں کا پانی کا رواج تھا جو شب کے ۱۲ بجے

بند ہو جاتا ہے اور صبح ۴ بجے نل کھلتے تھے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ پانی سے تمام ظروف خالی اور نل جو قیام گاہ سے تقریباً ایک فرلانگ پر تھا بند ہو چکا تھا، حضور کے ہمراہیان و خدام جناب حاجی دلاور حسین خانصاحب قادری رضوی اور حاجی کفایت اللہ صاحب نے جب حضور آرام فرمانے لگے تو ۲ بجے کے قریب کھانا تناول کیا اور آپس میں یہ طے کیا کہ شب کو جاگتے رہیں گے اور ۴ بجے ہی نل سے پانی لے آئیں گے۔ غرض ۳ بجے تک وہ بیدار رہے، اس کے بعد دونوں حضرات غافل ہو گئے اب ایسے وقت آنکھ کھلتی ہے کہ وقت فجر ہوتی ہے مگر جس وقت یہ اٹھنا چاہتے تھے اس سے کہیں تجاوز ہو چکا تھا۔ الحاصل یہ قرار پایا کہ پہلے حقہ بھر لیا جائے اگر تازہ نہ ہو جب تک حضور حقہ نوش فرمائیں گے پانی جا کر لے آئیں گے چنانچہ حاجی دلاور حسین خان صاحب نے کچے کوئلے ہاتھوں سے توڑ کر جلدی سے چلم تیار کی ہی تھی کہ حضور تشریف لے آئے اور حاجی صاحب کے دونوں ہاتھ کالے دیکھ کر فرمایا کہ حاجی صاحب ہاتھ تو دھو لیجئے چونکہ ان کے علم میں تھا کہ پانی کا ایک قطرہ موجود نہیں ہے لہٰذا عرض کرنے لگے حضور مسجد مین جا کر دھولوں گا اس پر خود حضور نے لوٹا اٹھا کر جو قریب ہی تھا حاجی صاحب کے ہاتھوں پر پانی ڈالنا شروع کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ بالکل خالی تھا جو دست اقدس میں آتے ہی پانی سے لبریز ہوگیا۔ یہ واقعہ حاجی کفایت اللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔

(۸۲) انہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''میر زاہد'' کا مطالعہ فرما رہے تھے اور طلبہ کو منجملہ اور اسباق کے اس کا بھی درس دینا تھا۔ دوران مطالعہ میں ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی بہت غور فرمایا مگر وہ مقام حل نہ ہوا شب کا زیادہ حصہ اس میں گزر گیا بالآخر کتاب بند کر دی اور صبح کو جب طلباء نے پڑھنا چاہا، فرمایا آج اسے رہنے دو کل دیکھا جائے گا۔ دوسری شب بھر دیر تک اس موقع کو غور کیا مگر سمجھ میں نہ آیا اور صبح کو پھر طلبہ کو ٹال دیا۔ تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہیں ہوئی اور کتاب بند کرکے بارادۂ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی، دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھتے ہیں

کہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لاینحل کو حل فرما رہے ہیں۔ معاً ان کی آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو فرمایا اور نماز پڑھی اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا اور جس وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر قدمبوسی کروں چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا حضور نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید فرمائی۔

(۸۳) انہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں (فرزند اکبر جناب حاجی واجد علی خان صاحب مرحوم ہمشیرہ زادۂ اعلیحضرت) کی طالب علمی کا زمانہ تھا ابتدائی زمانہ نہایت بدشوقی، بے توجہی، بے پرواہی میں گزرا ممدوح خود کہتے تھے کہ مدرسے کے اوقات میں مولوی صاحب طلبہ کر درس دے رہے ہیں مگر میرے کان بالکل ان کی تقریر سے ناآشنا رہتے تھے، میں نہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتا نہ بعد کو کوئی سبق یاد کرتا فقط مدرسہ کے وقت کتاب ہاتھ میں لے لیتا اور پھر کوئی غرض مطلب نہیں اور اسی وجہ سے ڈر کے مارے اعلیحضرت کے سامنے نہ آتا۔ نمازوں کے اوقات میں جب جماعت قائم ہو جاتی تو اخیر میں آکر شریک ہو جاتا اور سب سے پہلے مسجد سے نکل آتا۔ ایک روز نماز عشاء کے لیے یہ خیال کر کے جاتا ہوں کہ پہلے ہی پڑھ کر چلا آؤں گا بیرونی درجے کے شمالی فصیل کے در میں بیٹھا ہی تھا کہ دفعتہً حضور اندرونی درجہ سے نکل کر میرے قریب آکر کھڑے ہو گئے اب قدم نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ غرض حضور دریافت فرماتے ہیں کیا پڑھتے ہو عرض کرنا پڑا ہدایہ اخیرین، عقائد نسفی حضور کو یہ سن کر بہت مسرت ہوتی ہے اور ماشاء اللہ فرماتے ہوئے دست شفقت میرے سر پر پھیرتے ہیں جس سے بالکل کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور مجھے کتب بینی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ ذہن بھی ایسا رسا ہو گیا کہ اپنے ہم سبقوں میں ممتاز ہو گیا بلکہ جس شب کا یہ واقعہ ہے اس کی صبح ہی کو جس وقت درجے میں جا کر بیٹھتا ہوں اور سبق شروع ہوتا ہے تو میرے استاد حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب دامت فیوضہ مجھ میں ذوق محسوس فرماتے ہیں۔ ان کی حیرت و استعجاب پر میرا ...

بیان کرتا ہوں کہ جس وقت سے حضور پر نور اعلیٰحضرت نے میرے سر پر ہاتھ رکھا ہے میں خود اپنے میں یہ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں فی الحقیقت یہ اسی دست حق پرست کے برکات ہیں کہ آج مولوی صاحب موصوف ''مدرسۂ منظر اسلام'' میں درجۂ دوم اور اول کے طلبہ کو درس دے رہے ہیں۔ مولانا کا معمول ہے کہ روزانہ کتاب کا مطالعہ مواجہہ اقدس میں کیا کرتے ہیں اور اگر کوئی الجھن واقع ہوتی ہے تو حضور کی نظر کرم سے فوراً حل ہو جاتی ہے۔

(۸۴) انہی کا بیان ہے کہ نواب وحید احمد خان صاحب قادری رضوی فرماتے تھے کہ ایک عرصے سے مجھے شیخ کی جستجو و تلاش تھی مگر کوئی نظر میں نہیں جچتا تھا کہ ایک شب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں حضور ایک مقام پر نہایت سفید لباس میں جلوہ افروز ہیں عمامۂ مبارکہ کی بندش اور پیچ بالکل سیدھی جانب کو ویسی ہی ہے جیسے اعلیٰحضرت قبلہ کے ہوتے تھے۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان کچھ سلاخیں حائل ہیں، میرا قلب متفسرانہ شیخ کا متجسس ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان تیرے شیخ ہیں یہ خواب دیکھ کر میں حاضر آستانہ ہو کر مرید ہو گیا۔

(۸۵) انہی کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں پر ایک مقدمہ بایمائے پولیس متعلقہ زمینداری اسامیوں نے فوجداری میں دائر کر دیا جس کا فیصلہ ان کے خلاف ہونے پر اپیل ہائیکورٹ الہ آباد کی گئی اور اس کی پیروی میں منجملہ بعض اعزہ کے حضور پر نور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے شاہزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری مفتی شاہ حامد رضا خان صاحب بھی تشریف لے گئے۔ مولوی عظیم الدین صاحب انسپکٹر مدارس کے یہاں مقیم ہوئے۔ دوران قیام میں ایک روز نواب وحید احمد خان صاحب وکیل بریلوی، دعوت طعام حضرت ممدوح کی کرتے ہیں چنانچہ قبل تشریف آوری حضرت ممدوح نواب صاحب کے یہاں پندرہ سولہ اشخاص اور موجود تھے ان میں ایک مسٹر عبدالمجید صاحب بیرسٹر کانگریسی بھی تھے جن کا خود بیان ہے کہ میں پہلے مولانا احمد رضا خان صاحب کا مخالف تھا

مگر جب سے شامی صاحب کی زبانی ایک خواب سنا مخالف نہ رہا۔ قبل اس کے کہ میں وہ خواب بیان کروں اولا ''شامی کا قدرے تعارف ضروری خیال کرتا ہوں۔ یہ بزرگ دہلی میں تھے اور حکیم اجمل خان صاحب سے ان کے مراسم تھے ایک روز کسی راجہ کی لڑکی بغرض علاج جناب حکیم صاحب موصوف کے پاس آئی جناب شامی صاحب اس مریضہ کو دیکھ کر فرماتے ہیں حکیم صاحب آپ اس کو اپنے علاج میں نہ لیجئے یہ فقط کل تک کی مہمان ہے۔'' حکیم صاحب کہتے ہیں یہ تو دو سال تک بھی نہ مرے گی اور علاج شروع کر دیا۔ مگر شامی صاحب کا قول صادق ہوا دوسرے روز وہ لڑکی ختم ہو گئی۔ انہی شامی صاحب نے اس زمانے میں جبکہ علاقہ راجپوتانہ میں شدھی کا زور ہو رہا تھا مسٹر محمد علی جوہر مرحوم جو خلافت تحریک کے روح رواں تھے) کے متعلق فرمایا کہ میں محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دیکھتا ہوں ان کے اس ارشاد کا ظہور چار سال کے بعد ہوا کہ مسٹر محمد علی جوہر کا انتقال لندن میں ہوا اور بیت المقدس میں دفن ہوئے، الحاصل شامی صاحب اپنا یہ خواب بیان فرماتے تھے کہ میں ایک بڑی مسجد میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں، نماز کا وقت ہے، جماعت قائم ہوتی ہے، اس وقت حضور ارشاد فرماتے ہیں ''مولانا احمد رضا خان نماز پڑھائیں۔''

(۸۶) انہیں کا بیان ہے کہ مولوی سردار علی خان عرف عزو میاں کی اوائل عمری میں ایک شب عشا کی نماز کے وقت دروازہ سے کسی نے ان کی نسبت پوچھا ''وہ بچہ اچھا ہے'' مکان میں سے کسی نے جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا، دوسری شب پھر آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے'' یونہی تیسری شب آواز آئی ''وہ بچہ اچھا ہے'' اب فکر لاحق ہوئی اور لوگ وقت مقررہ پر چھپ کر جابجا کھڑے ہو گئے مگر سب نے آواز بدستور سنی اور آواز دینے نظر نہ آیا، بالآخر چار پانچ روز گزر جانے کے بعد عزو میاں کی دادی صاحبہ نے جو حضور پر نور اعلیحضرت کی بڑی ہمشیرہ تھیں، ارشاد فرمایا کہ امن میاں کو بلا لاؤ چنانچہ وقت مقررہ سے پہلے اعلیحضرت قبلہ حسب طلب وہاں پہنچے اور بہن کی کرسی کی برابر والی کرسی پر صحن میں بیٹھ گئے، اب دونوں بھائی بہن حقہ نوشی فر

رہے ہیں اور آواز کے منتظر ہیں، جب وقت گزرے ہوئے کچھ دیر ہوئی تو حضور نے فرمایا ''بنو میاں کو ایک شبہ ہوا ہوگا کہاں آواز آئی'' انہوں نے فرمایا نہیں امن میاں ایسا نہیں سب لوگ برابر سن رہے ہیں'' فرمایا خیر میں بیٹھا ہوں اور باتیں کرنے لگے غرض نصف گھنٹہ سے زائد قیام فرمایا مگر آواز نہ آنا تھی نہ آئی، آخر کار کاشانہ اقدس تشریف لے گئے ابھی قریب پھاٹک کے تھے کہ آپ کے آتے ہی آواز آئی'' وہ بچہ اچھا ہے'' حضور واپس تشریف لے گئے اور بہن سے مسکرا کر فرمایا اب تو آواز آ ہی گئی، یہ کہہ کر مکان تشریف لے گئے اور صبح نماز فجر پڑھ کر ایک تعویذ لکھ کر عزو میاں کے گلے میں ڈلوا دیا اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اب آواز نہ آئے گی چنانچہ اس روز سے آج تک وہ آواز نہیں سنی گئی۔

(۸۷) انہی کا بیان ہے رمضان المبارک کا مہینہ ہے سحری کے وقت عزو میاں بیدار ہوتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ جس برتن میں دودھ رکھا تھا ایک بلی منہ ڈالے ہوئے پی رہی ہے، انہوں نے لکڑی اٹھا کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ فوراً مرگئی، حضرت مخدومہ محترمہ دادی صاحبہ یہ کیفیت دیکھ کر ان پر بہت ناراض ہوئیں اور زعفران خادمہ سے فرمایا کہ اس بلی کو باہر پھینک دے، وہ پیش مسجد افتادہ زمین پر بیری کے درخت کے نیچے ڈال دیتی ہے۔ اب نماز فجر کے وقت دادی صاحبہ ملاحظہ فرماتی ہیں کہ وہی بلی عزو میاں کی چارپائی کے پاس مردہ پڑی ہے اور اگلے دونوں پاؤں غائب ہیں۔ غرض فوراً اعلیٰحضرت کو مسجد سے بلایا گیا حضور تشریف لائے اور فرمایا اس کی نظر بد تھی۔ اسی لیے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے گئے اور عزو میاں کو سوتا ہوا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس بلی کو فوراً چھپا دیا جائے چنانچہ بعجیل اسی جگہ دفن کرا دیا اور حضور نے ایک تعویذ ارقام فرما کر عزو میاں کے گلے میں ڈلوا دیا۔

اعلیٰحضرت کی قبر سے علمی راہنمائی:

(۸۸) انہی کا بیان ہے کہ مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب عرف جیلانی میاں نبیرہ

اعلیحضرت قبلہ مدرسہ اہلسنّت و جماعت ''منظر اسلام'' میں درس دیتے تھے ایک کتاب میں کسی جگہ عبارت ایسی تھی کہ حاشیہ سے بھی کچھ انکشاف نہ ہوسکا۔ یہ تنہائی میں مزار پر انوار اعلیحضرت عظیم البرکت پر حاضر ہوتے ہیں اور بآواز بلند اعلیحضرت کو پکارتے اور کتاب کھول کر اس عبارت پر انگلی رکھ کر مواجہ اقدس میں عرض کرتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا، سمجھا دیجئے، بعدہٗ کتاب رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور باین خیال کہ شاید اب حضور کے کرم سے دماغ کام دے، کتاب کھول کر اس عبارت پر غور کرتے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا دوبارہ پھر عبارت پر انگلی رکھ کر ندا کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، اس کا مطلب مجھے سمجھا دیجئے ورنہ میرے خیالات وہابیت کی جانب مائل ہو جائیں گے اور عبارت پڑھتے ہیں اور غور کرتے ہیں مگر اس پر بھی کچھ انکشاف نہ ہوا تیسری بار پھر اسی طرح ندا کی اور عبارت پیش حضور کی اور عرض کیا اگر اس مرتبہ بھی ساعت نہ ہوئی تو میرے قلب میں وہابیہ کا یہ عقیدہ جاگزیں ہو جائے گا کہ مرنے کے بعد اولیاء کرام و معظمان دین سے مدد مانگنا بیکار ہے وہ کچھ مدد نہیں کرسکتے نہ وہ قبور میں زندہ ہیں۔ یہ عرض کرنے کے بعد پھر عبارت پر غور کیا مگر مقصود حاصل نہ ہوا آخر کار وہاں سے چلے آئے اور کچھ حصہ دن کا اور پوری شب گزارنے کے بعد صبح کو حسب معمول درجہ میں جاکر بیٹھے اور دفع الوقتی کے لیے سر اور پیشانی کو ملنے لگے کہ اتنے میں درجہ اول کا ایک طالب علم آیا کچھ کتابیں بغل میں دبائے ہوئے میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور کچھ باتیں کرنے لگا میں نے اسے غنیمت جانا اور بلا ضرورت ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ٹالتا رہا اور یونہی اس کی کتابوں میں ایک کتاب ہاتھ میں لے لی اور ورق گردانی کرکے کچھ پڑھنے لگا اور گفتگو بھی کرتا جا رہا ہوں کتاب سامنے کھلی ہوئی رکھ لیتا ہوں اور اس کی باتیں سنتا جاتا اور کچھ کبھی کتاب کی یہی کہیں کہیں سے عبارت دیکھتا جاتا ہوں یہاں تک کہ اس کے مضمون سے دلچسپی ہونے لگی۔ اب جو آگے بڑھتا ہوں تو اسی عبارت کی تصریح متن میں موجود ہے دیکھتے ہی دماغ باغ باغ ہوگیا اس طالب علم نے کتاب سامنے سے اٹھا [illegible]

درجہ کی راہ لی اور ادھر اس کتاب کا سارا مطلب آئینہ کی طرح واضح ہو گیا جس کے لیے میں نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا، سبحٰن اللہ! کیسی بین کرامت ہے سچ فرمایا علمائے کرام نے کہ عالم کے قلوب اولیائے کرام کی مٹھی میں ہیں لہٰذا ہم تو یہی کہیں گے کہ درجہ اول کے اس طالب علم کے دل میں کس نے ڈالا کہ وہ مولوی محمد ابراہیم رضا خان صاحب کے پاس آیا اعلیٰحضرت نے کس کے یہ تصرفات تھے کہ منجملہ اور کتابوں کے وہی کتاب مولوی ابراہیم رضا خان کے ہاتھ آئی۔ جس میں ان کا مقصود تھا اور اسی پر بس نہیں فرمایا گیا بلکہ انہیں کے ہاتھوں سے اس صفحہ کو بھی کھلوا دیا پھر کس نے نظر کو اس عبارت پر جما دیا اور ہمارے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن مشائخہ الکرام۔

(۸۹) انہی کا بیان ہے ہمارے پیر بھائیوں سے جناب منسوب احمد صاحب قادری رضوی شاہجہانپوری تہجد گزار ہستی ہیں۔ ایک روز ان کی اوائل عمر میں زمانہ کے احباب میں سے دو شخص ملنے آتے ہیں اور اپنے ساتھ بازار میں اس طرف لے گئے جہاں ایک طوائف کا مکان ہے۔ دونوں طرف سے دونوں آدمیوں نے ان کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور کشاں کشاں طوائف کے دروازہ تک لے گئے کہ وہ دو تھے اور یہ اکیلے۔ انہوں نے اعلیٰحضرت حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رجوع کیا اور دل ہی دل میں امداد کے طالب ہوئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضور پرنور، نور اللہ مرقدہ بہت سفید پوشاک پہنے جلوہ فرما ہیں اور وہ بھی اس شان سے کہ دونوں ہاتھوں سے عصائے مبارک پر زور دیئے ہوئے ہیں اور تھوڑی عصائے مبارک پر قائم ہے موصوف کا بیان ہے کہ جس وقت میری نظر حضور پرنور پر پڑی، میرے جسم میں ایسی طاقت آ گئی کہ باوجود نقیہ و کمزور ہونے کے ان دونوں کے گرفت سے اپنے کو چھوڑا لیا اور دوڑ کر اپنے مکان لوٹ آیا۔

(۹۰) انہیں کا بیان ہے کہ شیخ مشتاق علی صاحب قادری رضوی ابن شیخ یاد علی صاحب ساکن بانس منڈی محلہ شہر بریلی، شب جمعہ میں حضور پرنور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں حضور پرنور شیخ صاحب کو ایک تعویذ عنایت

فرماتے ہیں کہ دفعتہً ان کی آنکھ کھل جاتی ہے، دیکھتے ہیں کہ صبح صادق کا وقت ہے دل میں طے کرتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ الاسلام زیب سجادہ علیہ رضویہ سے عرض کروں گا چنانچہ وقت مقررہ پر نماز جمعہ سے فارغ ہو کر دفتر ''جماعت رضائے مصطفےٰ'' میں کہ پھاٹک میں بالا خانہ پر تھا حاضر ہوئے اور حضرت ممدوح سے خواب بیان کیا۔ جسے سن کر ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا اتنے میں مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی ایک نقش قل ھو اللہ احد شریف کا جو حضور پر نور اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے قلم فیض رقم سے مرقوم تھا لے کر آئے اور عرض کیا حسب الحکم حضور والا فقیر حقیر کاشانۂ اقدس میں سرکاری کتب خانہ کی الماریوں میں کتابوں کو صاف کرکے لگا رہا تھا کہ ایک کتاب میں یہ نقش نکلا ہے حضرت حجۃ الاسلام نے فوراً وہ نقش لے کر شیخ صاحب کو یہ فرماتے ہوئے عطا فرمایا کہ لیجئے بھائی مشتاق علی صاحب اپنے خواب کی تعبیر۔''

اعلیٰحضرت نے وصال کے چھ ماہ بعد نقشہ اوقات نماز میں رہنمائی فرمائی:

(۹۱) انہیں کا بیان ہے کہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ نصف گزر چکا ہے۔ خدام آستانہ (سید ایوب علی و قناعت علی) نقشہ سحری و افطار برائے رمضان المبارک بالکل مکمل کرچکے ہیں۔ دن کے نو یا دس بجے کا وقت ہے باد سموم و مبدم ترقی کر رہا ہے پھاٹک کے بالاخانہ میں غرب رویہ دروازہ سے مزار پر انوار اعلیٰحضرت قبلہ سامنے نظر آ رہا ہے جسے دیکھ دیکھ کر اس وقت قلوب بے چین بے قرار ہیں، آنکھیں اس قامت زیبا کی تصور میں محو اور آنکھوں سے سیلاب اشک بے طرح امنڈ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سنین ماضیہ میں جبکہ حضور بحیات تھے دستور تھا کہ بعد تکمیل نقشہ مذکور پیش کیا جاتا اور بآواز پورے ماہ مبارک کا سال گزشتہ کے اوقات سے روبرو بیٹھ کر موازنہ ہوا کرتا تھا کہ اگر کہیں کچھ خامی ہو اگرچہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کی فوراً ٹوک دیتے اور جانچ کرنے پر واقعی کسر کسرات نکلتے اور اسے دور کر دیا جاتا حالانکہ وقت پر اس کا اثر کیا پڑ سکتا تھا سیکنڈ کا ہزارواں حصہ ہوا ہی کتنا، تاہم

اعلیحضرت احتیاط فرماتے تھے وصال شریف کو تقریباً چھ ماہ ہوئے تھے مزار مبارک خام تھا۔ دل ڈھونڈھ رہا تھا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد یہ پہلا نقشہ ماہ مبارک کا تیار ہوا ہے لہٰذا اس دستور کو برقرار رکھنے کے لیے ہم دونوں نے مواجہہ اقدس میں حاضر ہو کر دھوپ میں چٹائی بچھا کر کہ زمین تمازت آفتاب سے گرم ہو رہی تھی اسی طرح بآواز بلند تمام اوقات کا موازنہ شروع کر دیا اور یہ پہلے سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی جگہ غلطی ہوگی تو انشاء اللہ ہمیں ضرور القا فرمایا جائے گا چنانچہ درمیان میں دو جگہ مشتبہ پایا فوراً نشان بنالیا کہ دفتر جماعت میں پہنچ کر نظرثانی کر لی جائے گی اس کے بعد فقیر نے نقشہ مذکور مزار شریف کی چادر مبارک کے نیچے رکھ کر فاتحہ خوانی کی اور دفتر میں آ کر ان مشکوک مواقع کے اعمال پر نظر ڈالی تو فی الحقیقت ایک جگہ سیکنڈوں میں ایک اعشاریہ کا دوسرا حصہ اور دوسری جگہ اعشاریہ کا تیسرا درجہ غیر منتظم پایا یعنی ایک جگہ سیکنڈ کا ۱۰۰/۱ اور دوسری جگہ ۱۰۰/۱ حصہ بے ترتیب تھا تو درست کیا ہی تھا کہ اتنے میں مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی جو اس زمانہ میں ''مسجد بی بی جی'' کے شمالی حجرہ میں رہتے تھے تیز قدم آنکھیں ملتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا السلام علیکم! میں نے کہا وعلیکم السلام! کیسے گھبرائے ہوئے اس وقت دھوپ میں آنا ہوا فرمایا میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانۂ اقدس کے شمالی رویہ دالان میں ایک چارپائی پر اس طرح لیٹے ہیں جس طرح اس وقت مزار پاک میں آرام فرما رہے ہیں اور پائنتی کے جانب بڑے مولانا صاحب (حضرت حجۃ السلام جناب مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب فرزند اکبر) اسی چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ جو برابر چارپائی بچھی ہے اس پر بیٹھے ہیں۔ جنہیں میں پہچانتا نہیں ہوں۔ اور آپ دونوں (سید ایوب علی و سید قناعت علی صاحب) بھی ہیں۔ حضور کے بائیں ہاتھ میں کوئی کاغذ ہے اور داہنے ہاتھ میں قلم اور پہلوئے راست میں دوات رکھی ہوئی ہے۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کاغذ پر اس طرح لیٹے لیٹے ارقام فرما رہے ہیں جیسے ابھی ان حاضرین میں سے کسی کو لکھ

کر وہ کاغذ دینا ہے۔ بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

پیارے سنی بھائیو! امام اہلسنّت کے فدائیو! مولوی حشمت علی صاحب کے اس بیان کو خواب پر محمول نہ کیا جائے، ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہے، خواب نہیں کہ عین اسی وقت مولوی صاحب موصوف یہ منظر دیکھتے ہیں جس وقت فقیر نقشہ رمضان شریف چادر مبارک میں فاتحہ خوانی میں مصروف ہوتا ہے میں اس پر لکھ چکا ہوں کہ بروقت موازنہ سال گزشتہ و سنہ حال دو مشکوک مقام مجھ پر القا فرمائے گئے تو کہا جاسکتا ہے کہ خود ہی اغلاط گرفت میں آئے ہوں گے۔ بربنائے عقیدت شیخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے لہٰذا اس واقعہ سے یقین کامل ہوگیا کہ فی الحقیقت نقشہ مذکور کی خود حضور نے صحت فرمائی۔

اپنے غلاموں کے حوصلے بلند فرماتے:

(۹۲) انہیں کا بیان ہے سہ پہر کا وقت تھا حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز حضرت سید مجو میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی کوٹھی میں مقیم تھے۔ سید محمود علی صاحب قادری رضوی حاضر خدمت ہوتے ہیں اور کسی کی اپریشن اور زخم کی کیفیت کی قدر وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ چونکہ برادرم قناعت علی پر اس قسم کے واقعات و تذکرات کا ناقابل برداشت اثر ہوتا ہے لہٰذا سنتے سنتے ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی میں نے پنکھا جھلنا شروع کیا۔ پانی کا چھینٹا دیا۔ مگر کوئی اثر نہیں ہوا، یہ کیفیت دیکھ کر حضور نے قریب آ کر اپنے زانوے مبارک پر سر رکھا اور ان کے چہرہ پر اپنا رومال ڈالا ہی تھا کہ آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ حضور اپنے زانو پر سر لیے ہوئے ہیں انہوں نے اٹھنے کی ہمت کی مگر فوراً نہ اٹھ سکے، حضور نے شفقت سے فرمایا لیٹے رہیے، غرض تھوڑی دیر کے بعد یہ اٹھ کر مودّبانہ ایک طرف بیٹھ گئے سید محمود علی صاحب نے ان کے قلب کی یہ حالت دیکھتے ہوئے حضور سے عرض کیا کہ حضور اگر جہاد کا موقع آجائے تو ایسے لوگ کیا کریں گے حضور نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ لڑنے والوں سے اچھے لڑیں گے کوس کوس کر نہ معلوم کتنوں کو ٹھنڈا

دیں گے۔''

(۹۳) انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد بن سید مصاحب علی صاحب فرماتے ہیں اپنی ملازمت پر سکیٹر پہاڑ پر تھا چونکہ وہاں سردی بہت پڑتی ہے اس لیے کولوں کی انگیٹھی میرے پلنگ کے پاس رہتی تھی جب تک میں جاگتا رہتا تھا اور سوتے وقت اٹھا دیا کرتا تھا ایک روز اتفاق سے وہ پلنگ کے پاس ہی رہ گئی اور میں اخبار دیکھتے دیکھتے سو گیا۔ سوتے میں کسی وقت لحاف کا ایک کنارہ انگیٹھی پر جاپڑا اور لحاف نے آگ پکڑ لی اور جلنے لگا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اعلیٰحضرت قبلہ میرے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں سردار احمد! اٹھ آگ لگ گئی، میں فوراً اٹھا دیکھا تو لحاف کا کونہ ایک فیٹ کے قریب جل چکا تھا۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ اس قسم کا ایک واقعہ کرامت نمبر۱۵ میں انہیں سید سردار احمد کا بروایت مولوی اعجاز ولی خان صاحب مذکور ہے مگر اس میں واقعہ نینی تال کا ہے اور لحاف چار انگل جلنے کا ہے اور یہ واقعہ مکٹیر کا ہے اور لحاف ایک فیٹ کے قریب جلنے کا ہے ممکن ہے کہ یہ دونوں ایک ہی واقعہ ہوں اور دونوں راویوں کی یاد کا فرق ہو اور زیادہ قرینہ ہے کہ دو واقعہ الگ الگ دو شہروں میں ہو، اسی لیے اس کو علیحدہ لکھا گیا۔

(۹۴) انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب موصوف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں ۷ ماہ کا حمل تھا دو لڑکے پیٹ میں تھے اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں تھے اس حال میں وہ دونوں لڑکے پیٹ میں مر گئے ان کا پیدا ہونا سخت دشوار ہوا ہسپتال کی بڑی میم نے کہا کہ ان بچوں کا پیدا ہونا ممکن نہیں لہٰذا ان کو ہسپتال لے چلو، اس کے کہنے کے مطابق میں پالکی لینے کو بہت پریشان جا رہا تھا کہ حضرت قبلہ مسجد کی فصیل پر وضو فرما رہے تھے مجھ سے دریافت فرمایا کیوں پریشان ہو، میں نے سب واقعہ اپنے گھر کا ذکر کیا اس پر حضرت قبلہ نے وضو فرمانا روک دیا اور فرمایا پردہ کراؤ، میں آرہا ہوں لہٰذا میں فوراً دوڑتا ہوا گھر آیا اور پردہ کر دیا اتنے میں حضرت قبلہ تشریف لے آئے، مکان میں لے گیا حضرت نے فرمایا ایک ڈورا بڑا

سا لاؤ میں نے ڈورا حاضر کیا حضرت نے اس کا ایک سرا میرے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا یہ ان کی ناف پر رکھو، میں نے اس ڈورے کو لے کر اپنے گھر میں ناف پر رکھا حضور نے پڑھنا شروع کیا، پندرہ منٹ کے بعد حضور نے فرمایا باہر چلے آئیے اور دایا کو پاس کر دو، جیسے ہی میں اور حضرت قبلہ باہر تشریف لائے گھر میں خبر ہوئی کہ دو بچے مردہ پیدا ہو گئے ہیں ورنہ بڑی میم نے کہہ دیا تھا کہ یہ بچے بغیر اپریشن کے نہیں پیدا ہو سکتے ہیں ورنہ بچوں کی ماں کا زندہ رہنا دشوار ہے۔

سزائے موت سے معافی ہوگئی:

(۹۴) انہی کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ رمضان شریف کا واقعہ ہے کہ میں نماز عصر کے واسطے مسجد میں تھا، اعلیٰحضرت بھی تشریف فرما تھے حضرت نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم کس سے بیعت ہو؟ میں نے کہا کسی سے بھی نہیں، حضرت نے فرمایا وسیلہ بہت اچھی چیز ہے بغیر وسیلہ رب العزت جل جلالہ کے دربار میں گزر ہونا دشوار ہے۔ میں سن کر چپ ہو رہا اس وقت میری عمر قریب سولہ سال تھی، میں نے حضرت قبلہ کے کہنے کا کچھ خیال نہیں کیا' جس کو ایک سال گزر گیا' دوسرے سال وہی عصر کا وقت تھا' حضرت نے فرمایا' پہلے رمضان میں شاید اسی وقت میں نے تم سے کچھ کہا تھا' مجھے فوراً یاد ہوا کہ حضور نے بیعت کی بابت فرمایا تھا کہ سلسلہ بہت اچھی چیز ہے' پھر میں چپ ہو رہا' اسی روز رات کو سحری کھا کر سو گیا' خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا مکان ہے اور اس میں پھاٹک لگا ہوا ہے' دروازہ پر ایک شخص پہرہ دے رہا ہے' میں نے اس کے اندر دیکھا کہ کچھ بڑے خوبصورت لوگ بیٹھے ہیں، میں نے بھی آگے اندر جانے کا خیال کیا لیکن پہرہ دار نے مجھے روک دیا، تب میں اس دروازہ کے مکان پر کھڑا ہو گیا' ایک شخص اندر سے تشریف لائے' انہوں نے پہرہ والے سے کہا' اندر آنے دو' تب میں بھی اندر چلا گیا' وہاں جا کر دیکھا ایک بہت بڑی میز رکھی ہوئی ہے' اس کے پاس تین کرسیاں ہیں' ایک کرسی جو بیچ میں ہے اس میں ایک خوبصورت بزرگ

نہایت ہی نفیس پوشاک پہنے تشریف فرما ہیں اور دائیں بائیں کرسیوں پر دو شخص تشرف رکھتے ہیں' ان میں سے ایک شخص کچھ کاغذات اس بزرگ کے سامنے پیش کر رہا ہے ایک شخص کو حکم دیتا ہے کہ اس کو پھانسی دے دی جائے' دوسرے شخص نے کہا کہ اس کے بارے میں مولوی احمد رضا خان کچھ کہنا چاہتے ہیں' تب وہ شخص اعلیٰحضرت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولوی کیا کہنا چاہتے ہو' اس وقت تک میں نے حضرت کو نہیں دیکھا تھا اس وقت میری نظر حضرت پر پڑی اور دیکھا کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں' اس کے بعد حضرت قبلہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور مجھے صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ واقعی یہ شخص اس سزا کا مستحق ہے لیکن یہ حضور کے یہاں کا غلام ہے اس دفعہ اس کو معاف فرمایا جائے' تب ان بزرگ نے فرمایا کہ مولوی ان کی سفارش کرتے ہیں اس دفعہ اس کو معاف کیا جائے۔

میرے محلّہ میں ایک حافظ نابینا تھے اکثر وہی صبح کی اذان کہتے تھے' ان کی آواز بہت بلند تھی' اس عرصہ میں انہوں نے اذان کہی' ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی' فوراً اٹھا اور مسجد میں آیا' نماز کے بعد اعلیٰحضرت سے عرض کیا کہ حضور آج غلام کو بیعت کر لیجئے' حضرت نے خود میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے فرمایا کہ دیکھ کر! اس کے بعد حضور نے بیعت کر لیا' بعد بیعت کے مجھے سینہ سے چپٹایا اور بہت خوش ہوئے' میں نے کہا حضور اس وقت شیرینی ملنی مشکل ہے' نیاز کس چیز پر ہوگی' حضور نے فرمایا شام کو ہو جائے گی' تب میں نے شام کو نیاز کے واسطے مٹھائی منگوائی' حضرت کے سامنے پیش کی، حضرت نے نیاز دی اور ایک دانہ خود نوش فرمایا اور ایک دانہ اپنے ہاتھ سے مجھے دیا۔

(۹۵) انہیں کا بیان ہے کہ سید سردار احمد صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ میرا انچارج افیسر بہت ناخوش ہوگیا اور میرے نقصان رسانی کا جویان رہنے لگا جس کے باعث میں بہت پریشان تھا اور میں نے وہ وظائف جو حضور نے بتائے تھے پڑھنے شروع کر دیئے ایک روز اس نے مجھ پر بہت تشدد کیا میں نے اس پریشانی کے باعث کھانا بھی نہ کھایا اور نماز عشاء پڑھ کر سو رہا، خواب میں حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کیوں پریشان ہوتے ہو، وہ کافر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اس کے بعد وہ فوراً خود بخود ٹھیک ہوگیا اور پھر کبھی کچھ نہ کہا۔ میں نے چند مرتبہ حضور کو خواب میں دیکھا کہ مزار پر انوار سے مسجد میں تشریف لیے جا رہے ہیں۔

اعلیٰحضرت عید کا چاند دیکھنے گھر سے باہر چلے جاتے تھے:

(۹۶) انہیں کا بیان ہے کہ جس روز ماہ مبارک رمضان کا اخیر روز ہوتا، بعد عصر شہر سے باہر چاند دیکھنے کے لیے بنفس نفیس تشریف لے جاتے، ایک مرتبہ ایسے موقع پر مع خدام نماز مغرب کے بعد بغور آسمان کی طرف ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اس وقت تک چاند نظر نہ آیا تھا حضور مصلی پر تشریف فرما تھے اور وظائف میں مشغول تھے، حضور کے پیچھے ایک خادم مسمی بدرالدین مرحوم ساکن محلہ صالح نگر، کمر مبارک داب رہے تھے۔ حضور نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا بدرالدین! انہوں نے کہا حضور! ارشاد فرمایا بھائی بدرالدین! آج تو آپ کا نام ''ہلال الدین'' ہوتا اب جو دیکھتے ہیں تو بین طور پر چاند ظاہر ہے۔

(۹۷) انہیں کا بیان ہے ایک مرتبہ موسم گرما میں فقیر کے سینہ پر نزلہ کا شدید غلبہ تھا جمعہ کے روز کاشانہ اقدس میں برف کا شربت جس میں دودھ کیوڑا پستہ وغیرہ لوازمات شامل تھے، تیار ہوا، ظاہر ہے کہ یہ شربت نزلہ میں کس قدر مضر ہے مگر میں نے اپنے دل میں تہیہ کرلیا کہ پیوں گا اور اور ضرور پیوں گا اور خوب سیر ہو کر پیوں گا یہ حضور کے یہاں کا تبرک ہے ان شاء اللہ مجھے مفید ہی ہوگا چنانچہ ضرورت سے کہیں زیادہ پیا اور بحمد اللہ تعالیٰ شام تک سارا نزلہ کھانسی وغیرہ سب کافور ہوگیا۔

(۹۸) انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت حضور پر نور، گائے کے گوشت سے احتیاط فرماتے ریاحی امراض کی وجہ سے معدہ ہلکی غذا قبول کرتا تھا اسی لیے عام طور سے حضور کی غذا بکری کا شوربہ بغیر مرچ کا ایک پیالی اور سوجی کا ایک یا ڈیڑھ بسکٹ تھی مگر سفر پٹنہ میں ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے دستر خوان پر گوشت گاؤ کا قورمہ اور

اس پر طرہ ایک انگل تیل کھڑا ہوا ہمراہیاں پریشان کہ کس طرح حضور تناول فرمائیں گے مرچیں بھی کافی تھیں مگر حیرت اس بات کو دیکھ کر ہوئی کہ حضور نوالہ خوب ڈبو ڈبو کر بے تکلف اس وقت تناول فرماتے رہے کہ سب حضرات فارغ ہو لیے یعنی سب کے بعد دست کشی فرمائی اور اعلیٰحضرت کی یہ کرامت تھی کہ بفضلہٖ تعالیٰ کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(۹۹) انہی کا بیان ہے کہ آرہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ دستار بندی سے فارغ ہو کر بنارس اسٹیشن پر واپسی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا، حاجی کفایت اللہ صاحب سے ارشاد فرمایا ایک گاڑی کرایہ کی لے آیئے انہوں نے عرض کی حضور کہاں کے لیے گاڑی والے سے کہا جائے فرمایا یہاں جو سب سے بڑا مندر ہے وہاں کے لیے حاجی صاحب یہ سمجھے کہ الفاظ میرے سمجھ میں نہ آئے لہٰذا تصدیق کے لیے انہوں نے عرض کیا حضور نے کیا فرمایا' اعلیٰحضرت قبلہ نے پھر اس ٹکرہ کا اعادہ فرمایا' یہ گئے اور ایک فٹن لے آئے' حضور کے ساتھ حاجی کفایت اللہ صاحب اور حاجی دلاور حسین صاحب جواہر پور والے گاڑی میں بیٹھے' تھوڑی دیر میں ایک بہت بڑے مندر کے سامنے گاڑی ٹھہری ہی تھی کہ مندر کے اندر سے دور سے پوجاریوں کی طرح بھبھوت ملا ہوا ایک شخص نہایت تیزی کے ساتھ بلا تاخیر ایسے آیا جیسے کہ انتظار ہی میں تھا' حضور سے مصافحہ کیا اور کچھ باہمی گفتگو ہوئی' ہر دو حاجی صاحبان کا بیان ہے کہ وہ بات چیت نہ عربی میں تھی نہ فارسی نہ اردو میں بلکہ ایک نئی زبان میں ہمکلامی تھی جو ہم دونوں کے سمجھ میں مطلق نہ آئی۔ بعدہٗ حضور نے اپنے پانوں کی ڈبیہ انہیں دی۔ انہوں نے پان کھایا۔ اور جس طرف سے آئے تھے چلے گئے، حضور نے فرمایا گاڑی بڑھاؤ، ریلوے اسٹیشن پر آ کر ریل میں سوار ہوئے۔ بریلی شریف واپس آ گئے، مگر یہ راز نہ کھلا نہ ان دونوں حضرات کو یہ جرأت ہوئی تھی کہ معلوم کریں کچھ عرصہ کے بعد ایک روز بعد نماز عشاء حضور پلنگ پر لیٹے تھے اور کچھ خوش خوش تھے حاجی دلاور حسین خان صاحب جسم داب رہے تھے انہوں نے موقع پا کر دبی زبان سے دریافت کیا فرمایا ''ان سے وعدہ تھا وبس!''

(۱۰۰) انہی کا بیان ہے کہ مولوی عرفان علی صاحب قادری، رضوی، بیسلپوری نے کہا کہ ایک مرتبہ حضور کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ والی ریاست رامپور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے پھر فرمایا کہ میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں فقیروں کی طرح پھرتا دیکھتا ہوں، اس سے ظاہر ہوا کہ حضور پر نور مرشدی و ملجائی اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے تھے جبھی تو دونوں کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہر سال ہوتی تھی۔

(۱۰۱) انہیں کا بیان ہے کہ سفر جبلپور میں جس کمرہ میں حضور کا قیام تھا اس میں ایک دروازہ تھا جس کے کواڑوں کے تختوں نے خشک ہو کر جھروکے کر دیئے تھے اس دروازہ کے دونوں پہلوؤں پر دو کھڑکیاں تھیں اسی کمرہ کی ایک بغلی کوٹھری تھی جس میں دو دروازے تھے، ایک جوڑی کواڑ کمرے کی طرف اور اس میں بھی ایسے جھروکے تھے کہ جھانکنے سے پورا کمرہ صاف نظر آتا تھا اور دوسرا دروازہ بیرونی برآمدہ کی طرف لگا تھا، اس کوٹھری میں فقیر غفرلہ اور برادرم قناعت علی مقیم تھے برآمدہ میں حاجی کفایت اللہ صاحب رہتے تھے ہم لوگ کمرہ کے رخ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے تھے، حضور کے قیلولہ فرماتے وقت حاجی صاحب کمرہ کی کھڑکیاں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا کرتے تھے اور فرشی پنکھا چلاتے رہتے تھے، ایک روز کسی جگہ دعوت تھی وہاں سے دوپہر کو واپسی ہوئی، حاجی صاحب نے حقہ بھر کر کمرہ میں پلنگ کے پاس رکھا اور حسب معمول کواڑ بند کر کے پنکھا جھلنا چاہا، حضور نے فرمایا حاجی صاحب آج پنکھے کی ضرورت نہیں ہے، تشریف لے جائیے۔ حاجی صاحب باہر آ گئے، حضور نے کمرہ اندر سے بند کر لیا حاجی صاحب نے ہم لوگوں سے آ کر کہا کہ آج خلاف معمول حضور نے پنکھے کو منع فرمایا میں سن کر خاموش ہو گیا مگر برادرم قناعت علی نے کچھ دیر کے بعد کوٹھری میں کمرہ والے دروازہ کے پاس لیٹ کر جھروکوں سے جو نظر ڈالی تو پلنگ و تمام کمرہ بالکل خالی پایا کہیں حضور کا پتہ نہ چلا

کہ کہاں جلوہ افروز تھے یہ لیٹے لیٹے وہاں سے ہٹ آئے اس کا تذکرہ جس وقت حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب قبلہ کے سامنے آیا وہ لرز گئے اور فرمایا سید صاحب آپ آئندہ کبھی ایسا نہ کیجئے گا کہ ایسے موقع پر آنکھیں جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ایک ڈاکٹر کا علاج اعلیٰحضرت نے کیا:

(۱۰۲) انہیں کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کی ضعیفہ والدہ صدر سے خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہیں اور رو کر عرض کرتی ہیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے بخار کی شدت ہے اور دو روز سے بالکل غافل ہے، حضور اگر تکلیف فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ حضور نے ان ضعیفہ کی درخواست منظور فرماتے ہیں اور بعد عصر کا وعدہ فرمالیا چنانچہ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب کا موٹر آ گیا حضور نے حاجی کفایت اللہ صاحب اور برادرم قناعت علی اور فقیر کو ہمراہ لیا اور مولوی حسنین رضا خان صاحب کی خواہش پر انہیں بھی ساتھ لے کر وہاں پہنچے، دیکھا کہ واقعی غفلت طاری تھی، حضور نے وہیں ایک تعویذ لکھ کر سیدھے بازو پر باندھا اور گھڑی سامنے رکھ لی اور چارپائی کے قریب کرسی پر بیٹھے رہے تقریباً نصف گھنٹہ گزرا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے آنکھ کھولی اور بخار اتر گیا حضور نے ان ضعیفہ سے فرمایا کہ اگر پیاس معلوم ہو تو پودینہ الائچی سرخ، پانی میں ڈال کر جوش کر کے ٹھنڈا کرلیا جائے اور پلایا جائے، اس کے بعد حضور بعد مغرب واپس تشریف لے آئے صبح کو اطلاع ملی کہ بھوک کی شدت ہے، فرمایا مونگ کی دال کا پانی دیا جائے اور دن میں جو کچھ کیفیت ہو سہ پہر کو مجھ سے آ کر بیان کیجئے مگر بفضلہ تعالیٰ عصر کے وقت بجائے اطلاع کے خود ڈاکٹر صاحب موٹر میں آ گئے ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل شام کو ان کی یہ حالت تھی کہ کمزوری کی وجہ سے کروٹ لینے میں تکلف تھا اور آج یہاں تک آ گئے حضور نے مزاج پرسی فرمائی ڈاکٹر صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوں مگر بھوک بیتاب کیے رہتی ہے مونگ کی دال کا پانی نا مرغوب ہے اگر فرمائیں تو شوربا

پی لوں، فرمایا اچھا شوربا طیار کرا لیجئے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب دست بوس ہوئے اور موٹر میں بیٹھ کر چلے گئے۔

(۱۰۳) انہی کا بیان ہے کہ ایک شخص مرید ہونے کے لیے حاضر ہوئے حضور نے بطریقہ بیعت اپنے روبرو دو زانو بٹھائے ان کے دونوں ہاتھ اپنے دست حق پرست میں لے کر کلمات بیعت تلقین فرمانا شروع کیے اور جس وقت یہ الفاظ کہلوانا چاہے کہ میں نے اپنا ہاتھ حضور پرنور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنا ہاتھ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے دست حق پرست میں دیا پھر حضور نے حضرت بڑے پیر صاحب کا اسم گرامی لیا لیکن انہوں نے اعلیٰحضرت کا نام نامی لیا حضور نے تیسری مرتبہ سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اکابر کا یہی طریقہ بیعت کا چلا آرہا ہے یونہیں کہیے انہوں نے کہا یہ تو خلاف واقع ہوگا اور پھر حضور ہی کا نام لیا اس وقت حضور کے چہرہ پر جلال نمایاں ہوا حضور نے آنکھیں بند کر کے کچھ لبوں کو جنبش دی اور دست راست اپنے ران پر مارا اور اسی ہاتھ کی پشت ان صاحب کے سینے پر ماری، سینے پر ضرب پڑتے ہی وہ چت گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور حضور کھڑے ہو کر ٹہلنے لگے اور آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہے، بہت دیر تک یہی منظر رہا۔ اس کے بعد حضور نے مسجد کی فصیل سے لوٹا اٹھا کر پانی کا چھینٹا دیا۔ اب جو انہیں ہوش آتا ہے تو یہ کہتے ہوئے حضور کی طرف بے تابانہ آتے ہیں کہ میں نے ہاتھ حضور پرنور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست میں دیا ہے۔

(۱۰۴) انہیں کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ معین الدین جب خلیفہ اعلیٰحضرت قدس سرہما کا بیان ہے بہت عرصہ ہوا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے جس میں آج کل حضرت حسن میاں تشریف رکھتے ہیں میں ملوک پور میں اپنے یہاں کی مسجد میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا لفظ عام طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں قصد کرلیا کہ ابھی جا کر

دریافت کروں گا عصر کے کچھ پہلے در دولت پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، خادمہ آ کر مجھے دیکھ کر واپس گئی، چند منٹ کے بعد حضور تشریف لائے، مبارک ہاتھوں میں کتابیں اور قلمدان اور پان کی تھالی تھی، غلام نے کتابیں قلمدان لے کر حضور کے بیٹھنے کی جگہ رکھیں حضور نے پان کی تھالی غلام کے سامنے کر کے فرمایا ''حضرت ملاحظہ فرمائیں'' اس سے پیشتر کبھی یہ الفاظ نہیں فرمائے تھے ورنہ غلام کے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوتا اس قسم کے واقعات اکثر گزرتے تھے مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے ان پر رحمتیں نازل فرمائیں۔

(۱۰۵) انہیں کا بیان ہے کہ جناب مولوی حافظ یقین الدین صاحب نے فرمایا میرے برادر معظم حاجی حافظ محمد حسین الدین صاحب سفر سے تشریف لائے ایک روز والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عرض کر کے کہ مجھے حضرت سے بہت سی باتیں دریافت کرنی ہیں، اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں گئے، اللہ عزوجل کے حبیب ماکان و مایکون کے عالم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے غلام باتوں کے سلسلہ میں سوال سے پیشتر سب کا جواب فرما دیا، مکان آ کر والد ماجد صاحب مغفور سے بہت تعجب سے کہنے لگے کہ میں نے تو حضور سے ایک سوال بھی نہیں کیا مگر حضور نے میرے سب سوالوں کے جواب عطا فرما دیتے، رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد بھائی جان سلسلۂ غلامی میں داخل ہوئے۔

(۱۰۶) انہی کا بیان کہ جناب حافظ یقین الدین صاحب نے فرمایا کہ میں سفر کرتے ہوئے گنٹورا (جو کہ مدراس کے قریب ہے) پہنچا، شعبان کا اخیر مہینہ تھا اور مجھ پر ساڑھے چار سو روپیہ قرضہ تھا، میں نے حضور میں درخواست بھیجی کہ غلام قرضدار ہے اگر حضور غلام کی رمضان مبارک میں غیر حاضری منظور فرمالیں تو غلام کے لیے بہتر ہو۔ اس کے جواب میں تار گیا کہ قرضے کو خدا کے سپرد کر کے فوراً حاضر ہو میرے پاس اس وقت راہ خرچ نصف بھی نہ تھا، مگر حضور کی کرامت سے چار روز کے اندر خرچ کا پورا انتظام ہو گیا، میں گنٹورا سے بجواڑہ آیا، اسٹیشن ماسٹر سے بریلی کا کرایہ دریافت کیا، اس نے کہا کہ کلکتہ کی راہ سے بریلی کے دو ٹکٹ چالیس روپے میں

ہوں گے اور سکندر آباد، اورنگ آباد کے راستے سے ۳۰ روپے میں۔ ۳۰ روپے دے کر دو ٹکٹ لے لیے اور سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ نظام کے علاقے میں ڈاکٹر نے آ کر دیکھا۔ میرا بھانجہ جو کہ میرے ہمراہ تھا، اس وقت لیٹا ہوا تھا، ڈاکٹر نے دونوں کو اتارنے کا ارادہ کرلیا تھا خدا جانے اس نے کیا کیا دریافت کیا اور میں نے کیا کیا جواب دیا۔ میرے حواس کچھ باقی نہ تھے۔ اعلیٰحضرت کی کرامت کہ اس کی زبان بند ہو گئی تھی، ریل کے چلتے وقت تک وہ سامنے ہی کھڑا رہا اور اکثر تاکتا رہا۔ میں شعبان کے اخیر تاریخ میں بریلی پہنچا اور فضل الٰہی سے قرآن عظیم شروع کر دیا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ قرضہ ادا کر دیا جائے میں نے عرض کی کہ حضور ایک برس کا وعدہ ہے اور ابھی چھ ہی مہینے گزرے ہیں۔ شاید میں قرضے کی وجہ سے شوال ہی میں سفر کو چلا گیا وہاں سے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ ماہانہ بھی بھیجا، قرضہ بھی وقت معینہ پر ادا کر دیا اور بریلی آتے وقت یہاں کے قیام کے لیے کچھ نقد بھی بچ گیا تھا بریلی کے قیام میں قرضدار ہو چکا تھا جس جس سے قرضہ لے سکتا تھا لے چکا تھا، مجھے ڈیڑھ سو روپیہ کی پھر سخت ضرورت پڑی میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ بیچ کر ضرورت نکالتا ہاں دوسرے کی چیز رہن کے لیے مل سکتی تھی۔ جب میں سفر جانے کی غرض سے بعد مغرب کے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو فرمایا کہ تجھ پر سودی روپیہ کس قدر ہے؟ میں نے عرض کی حضور ڈیڑھ سو روپیہ لیا ہے اور سود کا جو کچھ ہو فرمایا بنیئے سے جا کر دریافت کیجئے کہ اگر وہ اس وقت دیدے تو چیز چھوڑا کر جس کی چیز ہو اس کے حوالہ کر کے سفر کو جائیے۔ میں بنیئے کے پاس اسی وقت شب میں گیا اور اس سے کہا کہ میں سفر کو جا رہا ہوں اگر اسی وقت چیز روپیہ لے کر دے دو تو میں روپیہ لائے دیتا ہوں اس نے کہا ایسا قاعدہ تو نہیں ہے مگر میں تمہاری چیز ابھی دے دوں گا۔ میں فوراً حضور کے پاس گیا اور ایک سو ساٹھ روپے لے کر بنیئے کے پاس گیا اور چیز لے کر مکان پر آیا اور چیز، چیز والے کو دے کر سفر کو چلا گیا۔ یہ روپیہ کئی برس تک میں حضور کو نہ دے سکا درمیان میں کریم آقا نے کئی مرتبہ فرمایا (وہ الفاظ تو یاد نہ رہے مفہوم یہ تھا) جو صاحب نہ دے

سکیں گے ان کو معاف ہے، کسی کے ذمہ میں آخرت پر نہیں رکھا، قریب چودہ سو روپے کے لوگوں نے قرض لیا ہے، شاید اسی کے مثل الفاظ فرمائے اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے کر نہ دے سکے اور قرض دینے والا اس سے طلب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ روزانہ اسی تعداد پر ثواب عطا فرماتا ہے ہم میں اس قدر تو طاقت نہیں کہ روزانہ چودہ سو روپیہ دیا کریں مگر مولیٰ تعالیٰ اس قدر ثواب عطا فرما رہا ہے۔ شاید تین برس کے بعد میں نے وہ روپیہ حضور کو واپس کیا۔ حضور نے دس روپے کا نوٹ واپس لاکر دیا غلام نے عرض کی کہ حضور غلام نے جس قدر لیا تھا اسی قدر تو دیا ہے فرمایا ہاں سچ ہے مگر میں نے روپیہ دیتے وقت ایسا ہی قصد کرلیا تھا۔

(۱۰۷) جناب حافظ یقین الدین صاحب کا بیان ہے کہ غلام، رمضان المبارک میں ہمیشہ حاضر ہوتا تھا اور بفضلہٖ تعالیٰ کبھی مجبوری نہ ہوئی، جب سے حضور کا وصال ہوا تب سے یہ حالت ہے کہ تین تین برس گزر جاتے ہیں، ماہانہ ستر اسی روپے بھیجے جاتے ہیں، بچوں کے امتحان کے وقت، کپڑوں کی تیاری کے وقت، اوپر کے کلاس میں جاتے وقت، کتابوں کی خریداری کی وجہ سے ماہوار ایک سو تیس تک نوبت پہنچی ہے یہ بہت وقت سے ماہوار بھیجتا ہوں، اکثر قرضہ بھی ہو جاتا ہے۔ حضور کا اس عالم سے تشریف لے جانا خادم کے لیے مصیبت کا سامنا ہوگیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے سے جلد حضور کی خدمت میں پہنچائے۔

اعلیٰحضرت کی خدمت میں ایک نوسرباز:

(۱۰۸) حساب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، گھر میں میت پڑی ہوئی ہے، تجہیز وتکفین کے لیے میرے پاس ایک پیسہ نہیں، حضور میری مدد فرمائیں اعلیٰحضرت (اپنے نور باطن سے ان کے اس فریب کو جان لیتے ہیں مگر ان کو ذلیل کرکے نہیں نکالتے بلکہ) کچھ رقم ذکاء اللہ خان صاحب قادری رضوی کو دے کر فرماتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ چلے جائیے اور کفن وغیرہ کا سامان کر دیجئے۔

خان صاحب موصوف حسب الارشاد ان کے ساتھ جاتے ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر جو رقم ہمراہ لے گئے تھے حضور کے حوالہ کر دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ان صاحب نے کچھ دور جا کر مجھ سے کہا کہ بھائی میت وغیرہ کچھ نہیں ہے، اصل یہ کہ میرے پاس جو دام تھے وہ جوئے میں ہار آیا ہوں، مجھے داؤں کے لیے ضرورت ہے لہٰذا جو کچھ رقم آپ لائے ہیں آدھی آپ لے لیجئے اور آدھی مجھے دے دیجئے۔

(۱۰۹) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد مغرب میں اور برادرم قناعت علی سخت پریشان اور دونوں کے دلوں میں یہ خیال کہ کاش اس وقت اعلیٰحضرت قبلہ ''رضوی منزل'' کے سامنے مل جاتے تو ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگ جاتا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ ان آنکھوں نے دیکھا کہ اعلیٰحضرت قبلہ ''رضوی منزل'' کے سامنے سے پیادہ پا اسٹیشن تشریف لے جا رہے ہیں برادرم قناعت علی عالم از خود رفتگی میں بیتابانہ حضور کی طرف دوڑے مگر چند قدم چلے تھے کہ پیر ڈگمگائے اور چت سڑک پر گر کر مدہوش سے ہو گئے۔ میں نے بعجلت بیٹھک بند کی اور قناعت علی کو ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی دست بوسی کی اور خاموشی کے ساتھ ہم دونوں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ دل میں سوچتے جاتے تھے کہ حضور اس نقاہت اور کمزوری کی حالت میں اتنی دور پیادہ پا بغیر سواری کے کیسے آ گئے، اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ حضور کے خادم حاجی کفایت اللہ صاحب جو سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تھے ہمراہ نہیں ہیں، صرف مولانا امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو دیکھا کہ وہ لالٹین ہاتھ میں لیے ہوئے آگے آگے تھے۔ اس وقت ہم لوگ کچھ ایسے مبہوت ہو رہے تھے کہ کلام کرنا تو درکنار اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ مولانا کے ہاتھ سے لالٹین اپنے ہاتھ میں لے لیتے غرض یونہی خاموشی کے ساتھ چو پلہ تک پہنچ گئے دیکھا کہ وہ گاڑی جو ریاست رامپور کو اس وقت چھوٹتی تھی جا رہی ہے ادھر سواریاں بھی یکہ تانگہ وغیرہ میں برابر شہر کی طرف آ رہی تھیں۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب نے حضور سے عرض کیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں (حضرت مہدیٔ

میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف) تشریف نہیں لائے، گاڑی تو رامپور والی چھوٹ گئی جو سواریاں آنے والی تھیں وہ بھی شہر کی طرف آ چکیں، اگر تشریف لاتے تو اب تک ملاقات ہو جاتی غرض وہاں سے واپس ہوئے اور محلّہ قرولان میں آ کر اس راستہ سے جو نگھوں کے گھیر والی مسجد کے سامنے سے بہاری پور کی بزریہ میں پہنچتا ہے اسی راستہ سے مکان تشریف لائے۔ اس وقت مولانا امجد علی صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت مہدی میاں صاحب نے حضور کو اطلاع دی تھی کہ میں مارہرہ شریف سے آ رہا ہوں اور رامپور جا رہا ہوں کسی کو اسٹیشن بریلی جنکشن پر بھیج دیا جائے چنانچہ حضور نے شاہزادگان میں سے کسی سے فرما دیا تھا کہ اسٹیشن چلے جانا انہیں خیال نہ رہا۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے اور ویسے ہی پھاٹک میں آ کر دریافت فرمایا کہ کوئی اسٹیشن گیا، معلوم ہوا کہ نہیں، اس لیے خود تنہا اندھیرے میں پیادہ پا چل دیئے۔ میں یہ کیفیت دیکھ کر پھاٹک سے لالٹین لے کر دوڑا اور کچھ دور چل کر حضور کے ساتھ ہو لیا، اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنا قصہ مولانا سے عرض کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضور چونکہ اپنے آپ کو چھپاتے رہتے ہیں لہٰذا بظاہر حضرت مہدی میاں صاحب کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر بباطن ہم نام لیواؤں کے قلوب کو اپنے دیدار سے تسلی و تشفی کرنا تھا۔ اس لیے آپ کی بھی زبان بند رکھی جاتی ہے کہ آپ بہاری پور کے بزریہ میں بھی نہیں رکتے کہ "رضوی منزل" کی طرف سے مسافت زائد ہوگی۔

(۱۱۰) انہی کا بیان ہے کے ایک مرتبہ مرزا عبدالرحمٰن بیگ صاحب قادری رضوی، ساکن محلہ بخار پورہ، شہر کہنہ بریلی کے طلائی و نقرئی تمام زیورات چوری ہو گئے۔ یہ سخت پریشان تھے کہ شب کو خواب میں اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ مرزا جی آپ کے زیورات سب محفوظ ہے گھبرایئے نہیں مگر اس میں چاندی ہماری ہے انہوں نے عرض کیا حضور پھر مجھے کس طرح ملے گا۔ فرمایا فلاں شخص نے تمہارے مکان کے سامنے ہی دفن کیا ہے تلاش کرو ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ صبح کو یہ اٹھ کر چور کو جو وہیں کا رہنے والا

ہے پکڑتے ہیں اور اسے ڈراتے ہیں اور دھمکاتے ہیں، بالآخر وہ شخص مرزا جی کے مکان سے متصل جو کھنڈر پڑا تھا وہاں لے جاتا ہے، دیکھا کہ وہ افتادہ زمین جابجا کھدی پڑی ہے، اس شخص سے پوچھا جاتا ہے بتاؤ کہاں دفن کیا ہے، اس پر وہ کہتا ہے زیور ضرور میں نے دفن کیا اور اس کھنڈر ہی میں دفن کیا تھا مگر اب میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے مجھے رات بھر تلاش کرتے ہو گیا ہے مگر پتہ نہیں چلا، یہ پتہ ہے کہ ہر جگہ میں نے ہی کھودی ہے۔ غرض چند آدمیوں نے مزید جستجو کی اور بالآخر اس کھنڈر میں ایک طرف ٹوٹی پھوٹی کوٹھری نظر آئی اسے جو کھودا تو تمام زیورات ایک جگہ نکل آئے مرزا جی نے اس خوشی میں بڑی دھوم سے حضور کے مزار پر انوار پر چادر چڑھائی۔

سید ایوب علی کا مدینہ میں مولانا ضیاء الدین احمد قادری کے ہاں قیام:

(۱۱۱) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حامی سنت حضرت مولانا مولوی ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی مدظلہ العالی سے تقریباً ۴۵ سال سے فقیر کو تعارف ہے چنانچہ آج کل حضرت ممدوح ہی کے یہاں مدینہ طیبہ میں میرا قیام ہے۔ صورت تعارف یہ ہوئی کہ حضور پر نور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حیات ظاہری میں حضرت مولانا مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی شاگرد رشید حضرت سراپا برکت، مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی جن کا عرصہ دراز سے جے پور میں قیام ہے مولانا ضیاء الدین عازم حرمین طیبین ہوتے ہیں اور بعد فراغ فریضۂ حج، مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں اور مہاجر صاحب موصوف سے ملتے ہیں۔ درمیان گفتگو کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ کے کچھ حالات ذکر فرماتے ہیں جنہیں سن کر جناب مولانا ضیاء الدین مدظلہ کو اس درجہ اشتیاق قدمبوسی ہوتا ہے کہ باوجود ہجرت کر جانے کے بمعیت مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب، جے پور ہوتے ہوئے، بریلی شریف حاضر آستانہ ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوتے ہیں اور چند روز قیام کر کے پھر مدینۂ منورہ واپس جاتے ہیں۔ مولانا موصوف اصل رہنے والے

پنجاب کی سرحد سیالکوٹ کے ہیں چونکہ خاندان کے عقائد خراب تھے اور ہجرت کیے ہوئے بارہ سال ہو چکے تھے اس لیے آپ نے وطن کا رخ نہ فرمایا، جب سے۔ فقیر نے ان سے خط و کتابت جاری رکھنا اپنی سعادت مندی سمجھا ہے۔

اعلیٰحضرت کو وصال کے بعد بارگاہ نبوت میں میں دیکھا گیا:

اب حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردہ فرمانے کے بعد فقیر ایک عریضہ بغرض سہولت، مکرمی جناب، حاجی شیخ عظیم الدین صاحب کی معرفت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب کی خدمت میں روانہ کرتا ہے۔ جب شیخ صاحب بریلی شریف واپس آتے ہیں تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ دن کے دس بجے کا وقت تھا کہ میں سو رہا تھا خواب میں دیکھا کہ حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ حرم شریف میں مزار پر انوار مالک ومختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہیں اور صلاۃ و سلام عرض کر رہے ہیں بس اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ معاً "میری آنکھ کھل گئی، اب بار بار خیال کر رہا ہوں کہ خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر بستر سے اٹھا وضو کیا اور "باب السلام" سے حرم شریف میں داخل ہوا ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سفید لباس میں مزار پر انوار پر حاضر ہیں اور جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ صلاۃ و سلام پڑھ رہے تھے آنکھوں نے یہ دیکھا کہ لبہائے مبارک جنبش میں تھے آواز سننے میں نہ آئی۔ غرض میں یہ واقعہ دیکھ کر بیتابانہ قدمبوسی کے لیے آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہو گئے، اس کے بعد میں نے حاضری دی اور صلاۃ و سلام عرض کر کے واپس ہوا جب اس جگہ آیا جہاں سے اعلیٰحضرت کو دیکھا تھا تو ایک مرتبہ پھر کر جو دیکھا تو پھر اسی طرح آپ کو موجود پایا۔ مختصر یہ کہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر آپ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ راقم الحروف (یعنی سید ایوب علی صاحب) نے جس وقت شیخ صاحب سے یہ خواب سنا تو اسے

بعینہ قلمبند کر کے عریضہ بھیج کر مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قبلہ سے تصدیق بھی کرلی اس پر یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی قسم کے اور بھی کئی خواب اعلیٰحضرت قبلہ کے متعلق مولانا نے دیکھے تھے۔ جو عرصہ گزر جانے کی وجہ سے پوری طور پر یاد نہیں رہے اس لیے ظاہر کرنے سے احتراز کیا۔

نہ مرا نوش نہ تحسین نہ مرا نیش زطعن:

(111) ملفوظات حصہ چہارم میں ہے اعلیٰحضرت نے بتذکرۂ اعداء ارشاد فرمایا، میری اتنی عمر گزری، لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے، ایک طرف کفار کا نرغہ، دوسری طرف حاسدین کا مجمع، مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ''مجموعۂ اعمال'' بھرا ہے سیفیاں بھری پڑی ہیں کوئی عمل کر لیجئے۔ میں نے کہا جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہی کا یہ حکم ہے۔ کہ تلوار کبھی ہاتھ میں نہ لینا ہمیشہ ڈھال ہی سے کام لینا چنانچہ کبھی کسی پر حربہ نہ کیا سوائے ایک دفعہ کے کہ میں نے کرنا چاہا اور نہ ہوا جس سے ثابت کر دیا گیا کہ تیرے کیے کچھ نہیں ہوسکتا، ہم کرتے ہیں۔

(آپ نے پھر فرمایا) وہ خود ایسی مدد کرتا ہے کہ اپنے آپ انتظام کی ضرورت نہیں۔ میری عمر ۱۹ سال کی تھی اس وقت رامپور کو ریل نہ تھی بیل گاڑی پر سوار ہو کر گیا، ساتھ میں عورتیں بھی تھیں، راستہ میں دریا پڑا۔ گاڑی والے نے غلطی سے بیلوں کو اس میں ہانک دیا، اس میں دلدل تھی بیل پہنچتے ہی گھٹنوں تک دھنس گئے اور نصف پہیہ گاڑی کا جتنا بیل زور کرتے اندر دھنستے چلے جاتے تھے، اب میں نہایت حیران کہ ساتھ میں عورتیں ہیں اتر سکتا نہیں کہ دلدل میں خود دھنس جانے کا اندیشہ، اسی پریشانی میں تھا کہ ایک بوڑھے آدمی جس کی صورت نورانی اور سفید داڑھی تھی نہ اس سے پہلے انہیں کبھی دیکھا نہ جب سے اب تک دیکھا۔ تشریف لائے اور فرمایا کیا ہے میں نے تمام واقعہ عرض کیا فرمایا یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ گاڑی والے سے فرمایا ہانک اس نے کہا کدھر ہانکوں؟ آپ دیکھتے ہیں دلدل میں گاڑی پھنسی ہوئی ہے فرمایا ارے تجھے ہانکنا نہیں آتا اودھر کو ہانک۔ یہ کہہ کر پہیہ کو

ہاتھ لگایا فوراً گاڑی دلدل سے نکل گئی۔

(۱۱۲) اس میں ہے اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا پہلی بار کی حاضری (حرمین طیبین) میں منیٰ شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا اس وقت میں وظیفہ کثرت سے پڑھا کرتا تھا اب تو بہت کم کر دیا ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمدللہ سنتیں کبھی میں نے نہیں چھوڑیں، نفل البتہ اسی دن سے چھوڑ دیئے ہیں۔ خیر سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو مسجد کے اندرونی حصے میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبلہ رو وظیفے میں مشغول ہیں۔ میں صحن مسجد میں دروازے کے پاس تھا اور کوئی تیسرا شخص مسجد میں نہ تھا یکا یک ایک آواز گنگناہٹ کی سی مسجد کے سننے میں آئی جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ فوراً میرے قلب میں یہ حدیث آئی کہ اہل اللہ کے قلب سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ میں وظیفہ چھوڑ کر ان کی طرف چلا کہ ان سے دعاء مغفرت کراؤں۔ کبھی میں کسی بزرگ کے پاس بحمداللہ تعالیٰ دنیاوی حاجت لے کر نہ گیا۔ جب گیا، تو اسی خیال سے کہ ان سے دعاء مغفرت کراؤں گا۔ غرض دو ہی قدم ان کی طرف چلا تھا کہ ان بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا **اللھم اغفرلاخی ھذا اللھم اغفرلاخی ھذا** میں سمجھ گیا کہ فرماتے ہیں ہم نے تیرا کام کر دیا، اب تو ہمارے کام میں مخل نہ ہو میں ویسے ہی لوٹ آیاں

(۱۱۳) ملفوظات حصہ چہارم میں ہے بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب آخوند نوادہ کی مسجد میں .ہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا میرے والد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جاکر بیٹھ گیا وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے آخر مجھ سے پوچھا صاحبزادے تم مولوی رضا علی خان صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا میں ان کا پوتا ہوں فوراً وہاں سے

جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا آپ یہاں تشریف رکھیے، پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو، میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں میں تو صرف دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھ گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے! اللہ رحم کرے! اللہ کرم کرے! اللہ رحم کرے! اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خان صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمے کی غرض سے حاضر ہوئے ان سے خود ہی پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے نصر من اللہ و فتح قریب بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہوگیا۔

مولوی حشمت علی صاحب کے خدشات:

(۱۱۴) ملفوظات حصہ چہارم میں ہے مولوی حشمت علی صاحب قادری رضوی لکھنوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ قرآن عظیم میں یعملون له مایشاء من محاریب و تماثیل سے یعنی سیدنا سلیمٰن علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے جن ان کی حسب منشا محرابیں وتصویریں بناتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ اگلی شریعتوں کو جب رب عزوجل بغیر انکار کے بیان فرمائے تو وہ احکام ہمارے لیے بھی ہوتے ہیں اور تصویروں پر قرآن عظیم نے انکار نہ فرمایا اور جن احادیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب احادیث تو قرآن عظیم کو منسوخ نہیں کرسکتیں یہ شبہ دل میں لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا، حضور والا! حرمت تصاویر متواتر ہے مگر وہ احادیث میں سے حرمت ثابت ہوتی ہے جب سب روایات احاد ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کرسکتی ہے جیسے ایسی احادیث نے یعملون له مایشاء من محاریب و تماثیل کو منسوخ کردیا حضرت مؤلف صاحب تحریر فرماتے ہیں یہ حضرت کی کرامت کہیے تو بجا ہے اور یہ اسی بار نہیں اکثر ایسا ہوا ہے

کہ شبہ بیان ہوا نہیں اور جواب فرما دیا۔

حضرت محدث سورتی کی خاطر تواضع:

(۱۱۵) نبیرۂ محدث سورتی جناب مولوی قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسائل کی تحقیق کے لیے میرے دادا حضرت محدث سورتی صاحب پیلی بھیت سے بریلی تشریف لے گئے کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ بہت ناوقت یعنی شب کو ۲ بجے حضرت کے دولت کدے پر پہنچے...... اعلیٰحضرت اس وقت پھاٹک میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ ملاقات کے بعد ایک صاحب سے جو اس وقت خدمت کے فرائض انجام دے رہے تھے فرمایا کہ دروازہ پر پکار کر کہہ دو کہ پیلی بھیت سے محدث صاحب تشریف لائے ہیں۔ تین آدمیوں کا کھانا بھیج دو، کھانا آیا تو حضرت بھی مہمانوں کے ساتھ دستر خوان پر رونق افروز ہوئے نیبو (لیموں) اور پیاز کی چٹنی کچھ زیادہ مقدار پر دستر خوان پر موجود تھی حضرت محدث سورتی صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس وقت سیخ کے کباب ہوتے تو زیادہ لطف دیتے، اعلیٰحضرت اپنے مہمانوں کی اس خواہش کو سن کر خود گھر میں تشریف لے گئے اور چند منٹ کے بعد باہر تشریف لائے تو ہاتھ میں ایک چینی کی پلیٹ تھی، جس میں ۱۶ سیخ کباب موجود تھے کبابوں سے گرم گرم بھاپ نکل رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی تیار کیے گئے ہیں، جملہ مہمانان، اعلیٰحضرت کی اس بیں کرامت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اسی واقعہ کو مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب برادر خرد حضرت محدث سورتی قدس سرہ نے ان لفظوں میں میرٹھ سے تحریر کیا ہے ایک مرتبہ بندہ کے دادا کے بڑے بھائی حضرت محدث سورتی اور ان کے ساتھ مولانا مولوی ہدایت رسول صاحب اور بندہ کے والد ماجد مولوی عبدالحی صاحب مرحوم، بریلی اعلیٰحضرت کے دولت خانے پر شب کو ۳ بجے پہنچے۔ اعلیٰحضرت نے ان کے خاطر مدارات کی۔ مولانا ہدایت رسول صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت اگر سیخ کے کباب ہوتے تو بڑا مزہ آتا، اعلیٰحضرت یہ سنتے ہی مکان کے اندر تشریف لے گئے

صرف تین چار منٹ میں سیخ کے گرم گرم کباب ان لوگوں کے سامنے لاکر رکھ دیئے۔ ان حضرات نے دریافت کیا کہ حضرت اس وقت گرم گرم کباب آپ نے کہاں سے منگائے اعلیٰحضرت نے ارشاد فرمایا یہ سب اللہ کا کرم ہے۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ کباب کی خواہش کرنے والے حضرت مولانا ہدایت رسول ہی صاحب ہوں گے جیسا کہ مولوی حکیم برکات احمد صاحب کا بیان ہے کہ وہ اعلیٰحضرت سے ذرا زیادہ شوخ تھے غایت احترام و ادب کے ساتھ ایسی باتیں بول دیا کرتے تھے۔ بخلاف حضرت محدث سورتی صاحب کے کہ یہ بہت ہی متین اور غایت مہذب اور اعلیٰحضرت کے مرتبہ شناس تھے۔

ہاتھ لگتے ہی بیمار صحت یاب ہوگیا:

(۱۱۶) انہی کا بیان ہے کہ اعلیٰحضرت مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں قیام فرما ہیں سید شوکت علی صاحب خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرا لڑکا سخت بیمار ہے، تمام حکیموں نے جواب دے دیا ہے، یہی ایک بچہ ہے صبح سے نزع کی حالت طاری ہے، سخت تکلیف ہے، میں بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اعلیٰحضرت سید صاحب کی پریشانی سے بہت متاثر ہوئے اور خود ان کے ہمراہ مریض کو دیکھنے تشریف لے گئے، مریض کو ملاحظہ فرمایا پھر سر سے پیر تک ہاتھ پھیر پھیر کر کچھ دعائیں پڑھتے رہے، سید صاحب جو ابھی حیات ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت کے ہاتھ رکھتے ہی مریض کو صحت ہونا شروع ہو گئی اور صبح تک وہ مرتا ہوا بچہ اعلیٰحضرت کی دعا کے برکت سے بالکل تندرست ہوگیا۔

ایک پاگل تندرست ہوگیا:

(۱۱۷) انہی کا بیان ہے کہ ۸ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ کو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر رسیوں میں جکڑے ہوئے ایک مسلمان نوجوان دیوانے کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا، پاگل کے رشتہ داروں نے بیان کیا کہ کچھ ماہ سے یہ پاگل ہے، ہزاروں علاج کیے کوئی فائدہ

نہیں ہوا، پاگل خانہ میں اس لیے نہیں داخل کیا کہ وہاں مریضوں کو بہت مارتے ہیں، ہم بڑی امید کے ساتھ حضور کی خدمت میں لائے ہیں، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں تمام گھر سخت پریشان ہے۔ اعلیٰحضرت تمام واقعات کے سننے کے بعد چند منٹ اس دیوانے کی طرف بہت غور سے دیکھتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نگاہوں سے مرض کو کھینچ رہے ہیں، حضرت کی نگاہ ملاتے ہی دیوانے کی مجنونانہ حرکات میں افاقہ ہونا شروع ہوگیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اسی جگہ بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا۔ اعلیٰحضرت نے اس کے رشتہ داروں سے فرمایا اب یہ ٹھیک ہیں، رسیاں کھول دو اور گھر لے جاؤ اور روزانہ ایک عدد منقیٰ تھوڑے سے دودھ کے ساتھ کھلا دیا کرو۔ خدا کے فضل سے وہ دیوانہ شخص اب تک زندہ ہے۔ اور اپنے نوجوان لڑکوں کے ساتھ کاروباری زندگی میں مصروف ہے۔

اعلیٰحضرت پر قاتلانہ حملے کا نتیجہ:

(۱۱۸) انہی کا بیان ہے کہ حضرت مانا میاں صاحب سجادہ نشین حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے آپ کے قتل کی منظّم سازش کی گئی اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستے میں آپ کو شہید کر دیں، یہ دونوں آدمی ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہو لیے اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ان میں سے ایک، خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے، لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آ گئے اور ان کو بے ہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کی، جب ان کے ہوش و حواس ٹھیک ہوئے، تو ان سے حالات دریافت کیے گئے تو ان دونوں نے قتل کی سازش بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰحضرت کے دائیں بائیں دو شیر نمودار ہوئے اور ہماری طرف نہایت غضبناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ وہ بظاہر شیر تھے لیکن حقیقت میں اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے عاشق شیدا حضرت سیدنا غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے غضب کی علامتیں تھیں۔ یہ دونوں شخص اسی وقت اعلیٰحضرت کے سامنے تائب ہوکر ان سے بیعت ہو گئے۔

(۱۱۹) انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خان صاحب مرحوم اعلیٰحضرت سے بیعت ہونے کے لیے بریلی تشریف لے گئے، ابھی اعلیٰحضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر تھے کہ اعلیٰحضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آ رہے ہیں ان کو لے آیئے۔ کچھ لوگ گئے اور حافظ صاحب کو لاکر پھاٹک میں بٹھا دیا۔ اعلیٰحضرت نے اسی مجلس میں حافظ صاحب کو مرید کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔''

(۱۲۰) انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۲۹ھ اعلیٰحضرت ''مدرسۃ الحدیث'' پیلی بھیت میں حضرت مولانا شاہ محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی کے پاس مقیم تھے کہ سید فرزند علی صاحب اعلیٰحضرت سے ملنے آتے ہیں اور دست بوس ہوتے ہیں، سید صاحب کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ اعلیٰحضرت بہت دیر تک بہت گہری نظروں سے سید صاحب کے چہرے کو دیکھتے رہے، سید صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی نگاہوں نے مجھے عرق عرق کر دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعلیٰحضرت مجھ کو داڑھی رکھنے کی خاموش ہدایت فرما رہے ہیں میں نے صبح کو حاضر خدمت ہوکر اپنے فعل شنیعہ سے توبہ کی۔ آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ سید صاحب کا چہرہ نہایت خوشنما داڑھی سے سجا ہوا ہے۔

محدث سورتی کی صاحبزادی کا علاج:

(۱۲۱) انہی کا بیان ہے کہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰحضرت سے فرمایا کہ بڑی بیٹی حنیف النسا کی آنکھیں تین ماہ سے دکھ رہی ہیں۔ مختلف علاج کیے گئے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ ورم کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھلتی۔ رات بھر سخت بے

چینی اور تکلیف رہتی ہے، اعلیٰحضرت نے اپنے قلم سے کاغذ کے دو ٹکڑوں پر "اشھد ان محمد الرسول الله" کچھ گولائی کے ساتھ تحریر فرمایا اور محدث سورتی کو فرمایا کہ ایک ایک کاغذ آنکھوں پر رکھ کر ایک باریک کپڑا باندھ دیجئے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حسب ہدایت ظہر کے بعد جب کپڑا کھولا گیا تو آنکھوں میں نہ ورم تھا نہ سرخی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان آنکھوں میں کبھی کوئی شکایت ہی نہیں ہوئی۔ افسوس کہ "مدرسۃ الحدیث" کی عمارت منہدم ہونے کے وقت یہ کاغذ کے ٹکڑے ضائع ہو گئے۔

محدث سورتی کے دارالعلوم میں جنات تعلیم پاتے ہیں:

(۱۲۲) انہی کا بیان ہے کہ ۱۳۱۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ "التعلیق المجلی شرح منیة المصلی" تحریر فرما رہے تھے ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو گئے، بہت تلاش کیے گئے مگر وہ اوراق دستیاب نہ ہوسکے۔ اعلیٰحضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں بلکہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے حضرت محدث صاحب سے فرمایا کہ آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ سے بھی واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں بھی شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کے لیے کاغذات لے گئے تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے، آپ مسجد میں تلاش کیجئے، چنانچہ مسجد میں تلاش کیا گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا دستیاب ہوا۔

(۱۲۳) انہی کا بیان ہے کہ پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال ہوا میں نے کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونے میں گاڑ دیئے تھے مگر اب وہاں دیکھتی ہوں، تو نہیں ہیں۔ لڑکی کی شادی قریب ہے اور اسی لیے رکھے تھے اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں بلکہ وہاں سے ہٹ کر کوٹھری میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔ اس جگہ تلاش کیے گئے تو

سب کے سب مل گئے، حضرت نے فرمایا کہ ''بغیر بسم اللہ کہے اگر روپیہ دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتا ہے۔''

(۱۲۴) مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی، موجد طلسمی پریس، کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حاجی علاء الدین اور رئیس و زمیندار میرٹھ لال کرتی بعض مسئلے دریافت کرنے کے لیے اعلیٰحضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لائے اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ لائے۔ بریلی پہنچ کر ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور شب کے وقت مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اعلیٰحضرت نے ان مسائل کے جوابات دیئے اور ان کی تشفی ہوگئی۔ اس کے بعد حاجی صاحب نے میرٹھ واپسی کی اجازت چاہی۔ فرمایا کل میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ حاجی صاحب ٹھہر گئے اور دوسرے دن کھانے میں شریک ہوئے میں اعلیٰحضرت کے قریب تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اعلیٰحضرت نہایت ہی قلیل الغذا ہیں۔ ہر شئے سے برائے گفتن کچھ ہی تناول فرمائیں گے۔ میں ذرا ٹھہرا، جب اعلیٰحضرت نے ایک پلیٹ میں سے کچھ کھا کر جب دوسری میں ہاتھ ڈالا تو میں اسے اپنے آگے کرکے اس میں سے کھانے لگا اسی طرح سے دوسری پلیٹ لی۔ اس پر ایک منتظم صاحب نے فرمایا کہ ''آپ اپنے آگے سے کھائیں۔'' میں نے کہا یہ اس سے زیادہ اچھا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد حاجی صاحب اسٹیشن آئے، گاڑی میں ان کو سوار کرکے میں نے کہا کہ میں دو چار دن کے بعد آؤں گا اور شہر چلا گیا۔ دوسرے دن میری والدہ صاحبہ کو بدایون جانا تھا میں ان کے ہمراہ چلا اور صبح کو گھر پر میں نے کچھ نہیں کھایا، بھوک نہیں معلوم ہوئی۔ بریلی سے آنولہ اسٹیشن آ کر یکہ میں بیٹھ کر بدایوں چلا۔ کئی گھنٹے میں بدایوں پہنچے، بدایوں میں میرے بہت سے عزیز ہیں اور صرف چار دن ٹھہرنا تھا، تو یہ رائے قرار پائی کہ ہر جگہ ایک ایک وقت ٹھہرا جائے۔ پہلے مکان میں جہاں قیام کیا تھا شام کو کھانے کا وقت تھا میں نے کچھ نہیں کھایا دوسرے دن صبح جس مکان میں گئے وہاں بھی کچھ نہیں کھایا، پھر شام کو جہاں گیا وہاں بھی قطعاً کچھ نہیں کھایا، تیسرا دن بھی یونہی [illegible] ہر چند [illegible] اصرار کرتے ہیں، میں نہیں کھاتا۔ (اس پر مجھے بھی [illegible]

تعجب ہے کہ وہ کیا بات تھی جو میں قطعاً کسی قسم کی کوئی چیز ذرا سی بھی نہیں کھاتا تھا) تیسرے دن شام کو حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی نے ارشاد فرمایا کہ کل آپ جانے والے ہیں لہٰذا کل صبح ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ میں یہ سوچ کر خاموش ہو رہا کہ میں کیا کروں گا مجھے متحیر دیکھ کر فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی کہ مجھے ۳ دن متواتر ہو چکے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ فرمایا وجہ کیا ہوئی؟ عرض کی چند دن پہلے اعلیٰحضرت کے ہمراہ اس طرح کھانا کھایا تھا اس کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور نہ کوئی تکلیف ہے نہ ضعف حالانکہ ان تین دنوں میں کسی قسم کی کوئی چیز قطعاً نہیں کھائی ہے ہر چند اعزہ نے اصرار کیا مگر میں قطعاً کچھ نہیں کھا سکا۔ فرمایا اچھا خیر صبح آنا۔ چوتھے دن دوپہر کو میں حاضر ہوا حضرت مجھے اپنے زنانے مکان میں لے گئے۔ اور کھانا منگوایا اور مجھ سے فرمایا کھاؤ ان کے فرماتے ہی کھانے لگا۔ (یہ بات میری سمجھ میں آج تک نہ آئی کہ تین دن تک قطعاً کچھ نہیں کھایا یہ کیا بات ہے، اس لیے کہ انسان بغیر بھوک کے بھی کسی کے کہنے سے ہی کچھ نہ کچھ کھالیا کرتا ہے مگر چونکہ یہ حالت مجھ پر خود گزری ہے اس لیے میں متحیر ہوں۔)

(۱۲۵) انہی کا بیان ہے کہ میں میرٹھ سے بریلی حاضر ہوا کرتا تو یہ معمول رہتا کہ چونکہ اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف نماز جماعت کے لیے باہر تشریف لایا کرتے تھے میں ان وقتوں میں حاضر رہا کرتا اور صبح سے ظہر تک کسی سے ملنے کو یا طلسمی پریس کے کام کو کہیں باہر چلا جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی واپس آکر یہ سنتا تھا کہ کوئی صاحب تشریف لائے تھے، ان کے ملنے کو حضرت درمیان میں باہر تشریف لاتے تھے تو مجھے بہت افسوس ہوتا کہ اگر اس وقت بھی یہیں موجود ہوتا تو اور ایک مرتبہ زیارت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں ۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء میں میرٹھ سے بریلی حاضر رہا اور یہ سوچ کر کہ میرا ہینڈ بیگ طلسمی پریس کا ہمراہ ہونا مضر ہے اسی کی وجہ سے میں صبح کے وقت باہر چلا جاتا ہوں لہٰذا اسے چھوڑ کر چلوں تاکہ ہر وقت آستانے میں بیٹھا رہوں۔ جس وقت بھی حضرت باہر تشریف لائیں گے کوئی بات سننے کو مل جائے گی،

لہٰذا ہینڈ بیگ چھوڑ کر بریلی گیا، قریباً دس بجے پہنچا، اتفاق سے اعلیحضرت اس وقت باہر ہی تشریف فرما تھے فرمایا کس کام کو آئے، عرض کی کچھ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا، پھر دریافت فرمایا، پھر فرمایا اگر کوئی کام نہیں ہے تو میرا ایک کام کر دیجئے، میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام کس کے سپرد کروں، اتفاق سے آپ آگئے، کام یہ ہے کہ ایک فتویٰ لکھنؤ سے آیا ہے اس میں ایک کتاب کا حوالہ ہے وہ میرے کتب خانہ میں نہیں ہے، لکھنؤ میں ملے گی، اسے لا دیجئے۔ یہ کام سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے خیال ہوا کہ میں تو ہینڈ بیگ چھوڑ کر اس خیال سے آیا تھا کہ ہر وقت وہیں حاضر رہوں اور یہاں سے یہ حکم ملا کہ شہر سے بھی باہر چلا جا۔ مگر اختیار کیا، چارو ناچار یہی عرض کرنا پڑا ''بہت اچھا۔'' اسی وقت مجھے سفر خرچ عطا کر کے فرمایا کہ گاڑی کا وقت ہے، چھوٹی لائن سے لکھنؤ چلے جائیں، میں نہایت رنجیدہ نکلا اسٹیشن پہنچ کر ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھا اور بہت دیر تک اس صدمہ میں روتا رہا یہاں تک لکھنؤ اسٹیشن آ گیا۔ اسٹیشن سے حضرت شاہ مینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھ کر دعا مانگی کہ یہ کام ہو جائے۔ جس سے اعلیحضرت خوش ہوں اور ایک سرائے میں قیام کر کے پہلے بریلی شریف عریضہ حاضر کیا کہ میں لکھنؤ پہنچ گیا، یہاں مقیم ہوں، بہت عجلت میں مجھے روانہ فرمایا گیا اور اگر کچھ فرمانا ہو تو یہ پتہ ہے اب تلاش کو جاتا ہوں۔

''النجم'' کے ایڈیٹر مولوی عبدالشکور فاروقی لکھنوی سے ملا، جنہوں نے اس کتاب کا حوالہ لکھا تھا انہوں نے کہا کہ ''وہ کتاب مطبوعہ نہیں ہے'' قلمی ہے اور مولوی عبدالباری صاحب کے کتبخانے میں ہے، ان کے مدرسے کے مدرس اول میرے شاگرد ہیں اور میرے پاس روزانہ آتے ہیں، شام کو میں ان سے کہہ دوں گا۔ میں شب کو پہنچا اتفاق سے وہ آج نہیں آئے۔ وہ صبح کو بھی آتے ہیں جب کہہ دوں گا اس حال کی بھی بریلی اطلاع کر دی اور صبح پہنچا کہ اتفاق سے وہ اس وقت بھی نہیں آئے۔ مولوی صاحب نے کہا وہ شام کو ضرور آئیں گے تب کہہ دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کے نام پرچہ لکھ دیجئے میں خود مل لوں گا۔ میں وہ پرچہ لے کر ان

سے مدرسہ میں ملا۔ بولے کہ دوپہر کو یہاں سے اٹھوں گا۔ مولوی عبدالباری صاحب سے کہہ کر دلوا دوں گا، آپ دیکھ لیں، میں نے کہا کہ آپ پرچہ لکھ دیجئے میں معلوم کرلوں گا انہوں نے پرچہ لکھ دیا میں نے مولانا عبدالباری صاحب کو وہ پرچہ دیا، فرمایا کہ ۱۱ بجے کتب خانہ کے محرر آتے ہیں، میں ان سے کہہ دوں گا وہ نکال کر دکھا دیں گے میں نے عرض کی کہ آپ اس وقت یہاں ہوں یا نہ ہوں ان کے نام پر پرچہ لکھ دیجئے، انہوں نے لکھ دیا اب یہ خیال ہوا کہ کوئی کاتب تلاش کرنا چاہے اس وجہ سے کہ مجھے اس زمانہ میں یہ عارضہ تھا کہ لکھتے وقت ایک صفحہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا تھا، ہاتھ میں سخت درد پیدا ہو جایا کرتا تھا اس عارضے کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا کئی صاحبوں سے کہا کہ کاتب تلاش کر دیجئے اور خود فوراً بازار گیا اور سادہ کاغذ، روشنائی، قلم، مسطر، دوات تمام سامان لایا۔ ۱۱ بجے منشی صاحب آئے ان کو پرچہ دیا انہوں نے کتب خانہ میں سے وہ کتاب نکال کر مجھ کو دی اور مجھ سے یہ کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ اسی مکان کے احاطہ میں کسی جگہ بیٹھ کر آپ اسے دیکھیں۔ لیکن مکان سے باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے، میں نے کہا بہت اچھا ایک کاتب صاحب کو تلاش کر دیجئے، دیکھا تو وہ کتاب بہت پرانی کرم خورد ۱۸۵ جز کی تھی اور جابجا الفاظ اُڑے ہوئے تھے۔ بریلی سے خط و کتابت جاری ہو چکی تھی اعلیحضرت نے تحریر فرمایا تھا آپ نے بہت اچھا کیا جو فوراً پتہ لکھ دیا اور کچھ ہدایات فرمائیں۔ اب میں نے یہ اطلاع کی کہ یہ کتاب ۱۸۵ جز کی ہے اب کیا کروں؟ اس کا جواب پہنچا کہ اس حالت میں جابجا سے کچھ کچھ لکھ لائیے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ مجھے بریلی سے چلتے ہوئے بے حد صدمہ تھا کہ ہر وقت حاضری کے خیال سے اس مرتبہ حاضر ہوا تھا اور صورت یہ پیدا ہوئی مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ بلاناغہ گرامی نامے مل رہے ہیں میری جانب توجہ کافی ہے میرا مقصد حاصل ہے لہٰذا میں ان شاء اللہ پوری کتاب نقل کر کے لاؤں گا۔ اس کا جواب پہنچا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے اور میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا ہے کہ یہ خط میری قبر میں رکھ دینا اس لیے کہ اس کا پہلا فقرہ یہ ہے: ''نور دیدہ

محبت سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین'' یہ پڑھتے ہی فوراً خیال ہوا کہ اعلیحضرت نے سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین تحریر فرمایا ہے ایک سچے ولی اللہ کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں تو اب ان شاء اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ آرام سے رہوں گا اور ہر کام میں کامیاب ہوں گا اور چونکہ قبر بھی دارین ہی میں ہے اس کے وہاں کے مصائب سے بھی نجات کا ذریعہ ہے اس وجہ سے وہ خط محفوظ کرلیا۔

اب سنیے ۱۱ بجے وہ کتاب ملی، اس خیال سے کہ منشی کی تلاش ہو رہی ہے جب تک وہ ملیں میں ہی شروع کر دوں، اگرچہ ایک صفحہ سے زیادہ نہ لکھ سکوں گا، یہ سوچ کر لکھنا شروع کیا چند سطریں لکھنے پر معلوم ہوا کہ میرا قلم معمول سے زیادہ تیز چلتا ہے اور حروف معمول سے اچھے بن رہے ہیں جب ایک صفحہ کے قریب پہنچا تو خیال تھا کہ اب قلم رکھ دینا پڑے گا مگر درد نہیں پیدا ہوا تو میں نے وہ صفحہ ختم کرکے دوسرا صفحہ شروع کر دیا اور پھر درد کا انتظار کرتا رہا اس لیے کہ وہ بہت تکلیف وہ ہوا کرتا تھا مگر نہ ہوا میں نے تیسرا صفحہ لکھنا شروع کیا اور چوتھا مگر درد نہ ہوا۔ پھر کھانا کھانے اٹھا اور نماز ظہر پڑھ کر پھر جا بیٹھا۔ عصر تک برابر لکھتا رہا درد نہ ہوا۔ اس واقعہ کو آج ۲۹ سال گزر گئے مگر ہاتھ میں درد آج تک نہ ہوا شفائے کلی حاصل ہوگئی جہاں جہاں حروف مٹے ہوئے تھے ان جگہوں کو چھوڑ کر لکھتا چلا گیا اور روزانہ حالات سے اطلاع دیتا رہا یہاں تک کہ ایک ہفتہ میں پنجشنبہ کے دن وہ ۱۸۵ جز کی کتاب ختم ہوگئی۔ جمعہ کے دن ایک طالب علم کو ایک روپیہ دے کر ساتھ بٹھا لیا اور تمام دن میں تصحیح کر لی مگر بہت سے مقامات رہ گئے جو کرم خوردہ تھے۔ ہفتہ کو انہیں مدرس اول صاحب کے پاس جاکر باقی ماندہ الفاظ کی تصحیح کی مگر پھر بھی کچھ رہ گئے۔ بعدہٗ جناب مولوی عبدالباری صاحب سے عرض کی کہ دو مرتبہ اس طرح تصحیح کی مگر کچھ عبارات تصحیح طلب باقی ہیں، اب یہ آپ کا کام ہے چنانچہ انہوں نے توجہ فرمائی اور تصحیح ہوگئی۔

اس کے بعد میں نے جناب مولانا صاحب سے عرض کی کہ حیدرآباد سے ایک کتاب کی آپ نے تعریف لکھ دی ہے اور اس میں اعلیحضرت کے نزدیک [illegible]

ہیں اس بنا پر انہوں نے آپ کی بھی تکفیر فرمائی اس کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مصنف صاحب نے کتاب کا ایک صفحہ دکھایا مجھ سے لکھوانا چاہا میں نے لکھ دیا تمام کتاب دیکھی نہیں اور اگر میں دیکھتا تب بھی وہ باتیں نہیں نکال سکتا تھا جو مولانا احمد رضا خان صاحب نے نکالیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی سی نظر نہیں اور حقیقت یہ ہے جو انہوں نے تحریر فرمایا فی الحقیقت وہی صحیح ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ یہ تحریر فرمادیں تاکہ درمیان میں صفائی ہو جائے انہوں نے اپنے مفتی صاحب سے اس کتاب کی نسبت فتوی لکھوایا کہ اس میں بہت کفریات ہیں اور اسی پر خود دستخط کر کے مجھے دے دیا میں نے یہ دونوں چیزیں لکھنؤ سے لاکر قریب دوپہر حاضر خدمت کیں فوراً باہر تشریف لے آئے اور ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ اتنی جلد اتنی بڑی کتاب نقل ہونا یہ تو آپ کی کرامت ہے میں نے عرض کی کہ بے شک کرامت ہے جس کی بھی ہو۔ پھر فرمایا اچھا میں اسے دیکھ لوں اور اندر تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کو تشریف لائے اور پھر اندر تشریف لے گئے عصر کی نماز ادا کر کے حسب معمول باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس میں تو سب سے مضامین میرے موافق ہیں۔ فلاں جگہ یہ لکھا ہے فلاں جگہ یہ لکھا ہے غرضیکہ ان کو تمام کتاب حفظ تھی۔ میں نے عرض کی کہ مولوی عبدالشکور صاحب بھی کہتے تھے کہ کیسے بے نفس بزرگ نے یہ کتاب لکھی ہے کہ اپنا نام بھی نہ لکھا اور نہ مولوی عبدالباری صاحب ہی کو نام معلوم تھا۔ فرمایا کہ نام تو ہے فلاں جگہ ''گویا'' لکھا ہے وہ ان کا تخلص ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود لکھی کئی مرتبہ تصحیح کی مگر کچھ نہ سوجھا اور یہ سب کچھ بتا رہے ہیں۔ اعلیٰحضرت، مولانا عبدالباری کی تحریر ملاحظہ کر کے بہت خوش ہوئے اور پھر دونوں صاحبوں میں اتفاق ہوگیا اور نااتفاقی مٹ گئی۔

امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان کا ورود ہندوستان:

(۱۲۶) انہی کا بیان ہے غالباً ۱۹۰۵ء میں امیر حبیب اللہ خان صاحب والی افغانستان بغرض سیر و سیاحت ہندوستان تشریف لائے انہیں آگرہ میں فوجی کام دکھانے کو دعوت

دی گئی اس میں میرٹھ سے آگرہ تک فوج کو ہر پڑاؤ پر رسد مہیا کرنے کا ٹھیکہ میاں فرید الدین صاحب رئیس میرٹھ نے لیا مگر کام میں دقت ہوئی، بعدہٗ آگرہ سے واپسی میں یہ حکم ہوا کہ یہی فوج دو راستوں سے واپس جائے گی لہٰذا اب بجائے آٹھ پڑاؤ کے سولہ پڑاؤ ہو گئے اور کام دونا ہوگیا اور بھی دقت بڑھ گئی آدمی بھی بڑھائے مگر کام نہ ہوسکا۔ آگرہ سے علی گڑھ تک چار پڑاؤ کے لیے بہت سے آدمی بھیجے گئے مگر بدامنی اور بے انتظامی کی ہی خبریں آتی رہیں۔ جس سے بڑی پریشانی تھی اور میاں فرید الدین صاحب فکر کی وجہ سے علیل ہوگئے اور علی گڑھ سے میرٹھ تک چار پڑاؤ کا کام بالکل ادھورا پڑا رہا۔ خان بہادر شیخ بشیر الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس نصف راستہ کا انتظام آپ کر دیجئے۔ میں نے محض غلطی و ناتجربہ کاری کے بنا پر اقرار کرلیا اور انتظام کے لیے روپیہ بھی لے لیا۔ اب میرٹھ سے چل کر پہلا پڑاؤ ہاپوڑ پر چل کر انتظام کرنا چاہا، تب پتہ چلا کہ یہ تو بہت دشوار کام ہے اور بغیر بہت سے آدمیوں کے ہو بھی نہیں سکتا ہے۔ یعنی فوج جس وقت آئے اس وقت اس کی تمام ضرورت کی چیزیں اس کو پہنچ جائیں اور سب اچھی ہوں اور جس قدر حکم ہوا اتنی مہیا کی جائیں اور یہ بھی کہ فوج مختار ہے جتنی چاہے لے اور دوسرے دن فوج چل دے گی، جس قدر سامان بچے وہ کچھ بھی پاؤ جمع کرو۔ پھر یہ کہ سرما کا موسم، لکڑی گیلی، مگر ان کو سوکھی دو، گھانس بھوسا جتنی چاہیں اتنی دو۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بڑی چیزوں سے زیادہ پریشان کرتی ہیں، پھر گھانس لانے والے چمار ان کی بات قابل اعتبار نہیں، وقت پر اگر چیز کم ہوگئی تو بے حد خرابی۔ ان حالات کو دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا فوراً بریلی چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اپنی گھبراہٹ اور پریشانی اعلیٰحضرت سے عرض کی۔ اگرچہ میرا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی پریشانی اور دقت پیش آتی تو میں ان منشی صاحب کو جن کو میں نے نقل فتاویٰ کے لیے اپنے قائم مقام کر دیا تھا ان کو خط لکھتا کہ ظہر کی نماز کے لیے جب اعلیٰحضرت تشریف لائیں تو میرا سلام عرض کر دیجئے، وہ عرض کرتے، اعلیٰحضرت جواباً وعلیہ وعلیکم السلام فرماتے، یہاں کام ہو جایا کرتا تھا اور کبھی مجھ کام

عرض کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس وقت اپنی سخت پریشانی میں سب حال عرض کرنا پڑا۔ فرمایا: کہ وہ فوج کیا امیر حبیب اللہ خاں صاحب کی ہے؟ میں نے عرض کی انگریزوں کی ہے۔ تو فرمایا کہ اگر امیر صاحب کی ہوتی تو میں دعا کرتا۔ اب میں کیا عرض کروں خاموش ہو رہا اور اسی پریشانی میں دوسرے وقت میرٹھ واپس آیا، ظہر کا وقت تھا آبادی سے باہر راستے پر ایک باغ تھا اس میں میں مسجد نظر آئی وہاں جانے لگا۔ پیچھے سے آواز آئی مولوی صاحب! میں نے پھر کر دیکھا راستے میں ایک صاحب تھے جن کو میں جانتا نہ تھا یہ سمجھ کر کہ کسی اور کو پکارتا ہوگا پھر چل دیا، پھر آواز آئی پھر پیچھے دیکھا اور پھر اسی خیال سے چل دیا، پھر آواز آئی پھر پیچھے دیکھا تو راستہ پر ایک سوار تھے انہوں نے کہا کہ میں آپ ہی کو پکار رہا ہوں۔ جا کر ان سے ملا۔ کہنے لگے میں نائب تحصیلدار ہوں اور تحصیل کی جانب سے تمام قسم کا پورا سامان رکھنے کا حکم ہے، اسی لیے بھیجا گیا ہوں مگر ہم کوئی شئے فوج کو نہیں دے سکتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر ٹھیکیدار کے پاس کوئی چیز کم ہو جائے تو تحصیل پوری کر دی۔ غرض ہم کوئی چیز فوج کو نہیں دے سکتے تاوقتیکہ ٹھیکدار ہم کو اجازت نہ دے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں کے انتظام کے لیے آپ آئے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے آپ کو پکارا اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ بہرحال کہیں سے سامان فراہم کریں گے تو بجائے کہیں اور کے لیے کہ آپ سامان مجھ سے لیں تو ہماری محنت وصول ہو جائے اور ہم نقصان سے بچ جائیں۔ میں نے کہا نرخ: اس نے کہا ہر شے بازار نرخ سے زائد، میں نے کہا کہ چیز کیسی ہوگی؟ کہا ہر شے بالکل اچھی ہوگی ہر غلہ بالکل صاف، لکڑی بالکل خشک وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ وہ سامان کب ملے گا؟ کہا سب تیار ہے آپ چل کر دیکھ لیجئے۔ میں ان کے ہمراہ گیا، سب سامان دیکھا، انہوں نے کہا کہ سب چیزیں اچھی ملیں گی اور آپ کی اطمینان کے لیے یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ فوج آنے پر ہم سب سامان آپ کی طرف سے ان کو اپنے آدمیوں سے بھیج دیں گے اور پسند کرا کر ان سے رسید منگوا دیں گے اور رسیدوں کے مطابق آپ ہمیں قیمت دے دیں اس طرح مزدور اور کام کرنے

والے رکھنے کی ضرورت کی ہوگی۔ جو ایسے موقعہ پر پچاس ساٹھ سے زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ میں نے ہر چیز کا نرخ لکھ کر ان سے دستخط کرا لیے اور چند اشرفیاں بطور بیعانہ دے دیں اور ان سے ان کی رسید لے لی اور میں رخصت ہوا۔ اب انہوں نے کہا کہ اتنی بات اور مان لیجئے کہ اگلے پڑاؤ پر دوسرے نائب تحصیلدار صاحب ہیں۔ مہربانی فرما کر اول آپ ان سے مل لیں اگر وہ آپ کے حسب منشا معاملہ کرلیں تو پھر آپ خود کوئی انتظام نہ فرمائیں۔

ظہر کی نماز پڑھ کر میں روانہ ہوا دوسرے پڑاؤ پر عصر کی نماز پڑھی اور اسی طرح معاملہ کیا پھر تیسرے پر مغرب پڑھی اسی طرح وہاں کا معاملہ بھی طے کیا اور صبح کو چوتھی جگہ کا معاملہ طے کرکے میرٹھ آ گیا۔ خان بہادر صاحب نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر فرمایا کہ ابھی تک گئے نہیں؟ میں نے عرض کی ہو آیا اور سارا انتظام کر آیا۔ انہیں یقین نہ آیا اور فرمایا کہ اگلے نصف راستے کے چار پڑاؤں کے لیے بہت سے آدمی آگئے ہیں اور پرسوں ۲۴ گھیرے معہ گھوڑوں کے سواری گاڑی سے ایک جگہ کے لیے روانہ کیے ہیں مگر ابھی تک کہیں سے انتظام ہونے کی خبر نہ آئی بہت بڑی پریشانی ہے آپ کیا فرما رہے ہیں کہ میں ہو آیا اور انتظام کر آیا۔ میں نے عرض کی کہ ان قصوں کو رہنے دیجئے آپ اپنا کوئی آدمی بھیجیں میں ان کو سب سامان مہیا کردوں وہ ہر شے اچھی دیکھ کر مجھ سے لے لیں یہ سن کر خان بہادر صاحب بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ اچھا اگر آپ کو کوئی ایسی ترکیب آتی ہے تو اگلے چار پڑاؤ میں بھی کچھ امداد فرما دیجئے چنانچہ دوسرے دن جا کر میں نے انہیں بھی جو ضرورت تھی پوری کر دی۔ اعلیٰحضرت کی تصرفات کا اس سے اندازہ کیجئے کہ کیسا مشکل کام خود بخود کس قدر آسان ہوگیا۔ عجیب زبردست صاحب تصرف ہیں۔

(۱۲۷) انہی کا بیان ہے کہ ۱۹۰۷ء میں صبح کو ۵-۷ منٹ میں بہت سخت ورم میرے گھٹنے سے ران کی جڑ تک پیدا ہوگیا ڈاکٹر نے کہا فوراً گھر جاؤ، گھر جا کر بیٹھا تو پھر اٹھ نہ گیا اور یہ ورم تخمیناً ۵-۶ انچ موٹا تھا اس میں تکلیف پیدا ہوئی ہر چند کہ ڈاکٹروں نے علاج کیے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میرے بھائی طبابت کرتے تھے جناب حکیم علی

بہادر صاحب نے ان کو اجمیر شریف سے اور جناب والد ماجد صاحب کو بدایوں سے بلایا سب نے ہر چند کوشش کی کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی ہی گئی اور نیچے کا پاؤں سمٹ کر ران سے مل گیا گھٹنا بے حد لاغر ہوگیا جسم کی قوت کا یہ عالم ہوگیا کہ پوسٹ کارڈ تھامنے سے نہیں رکتا تھا، گر پڑتا تھا بہت ہی تکلیف تھی سارا گھر شبانہ روز پریشان۔ تین مہینے ہو گئے۔ بریلی شریف کئی عریضے بھیجے کسی کا جواب نہ آیا چند عزیز بدایوں کے مجھے دیکھنے آئے ان کا آہستہ کہنا میں نے سن لیا کہ محمد حسین ختم ہوگیا کسی کو امید زیست نہ تھی۔ جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا کہ بریلی راستہ میں واقع ہے، میرا ایک پرچہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس میں بمشکل یہ لکھا ''یہ تو میں جانتا ہوں کہ حضور نہایت ہی عدیم الفرصت ہیں لیکن کیا ہم خدام کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہمارے مرتے وقت آپ کام آجائیں، سلام وغیرہ کچھ نہ تھا بڑی دشواری سے یہ لکھا گیا تھا وہ پرچہ آپ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت تار دیا جو شام کو میرٹھ آیا لکھا تھا کہ ''گھبراؤ مت اچھے ہو جاؤ گے۔'' اس تار کے آنے سے گویا تن مردہ میں جان آگئی صبح ہفتہ کو گرامی نامہ آیا جو یقیناً اسٹیشن پر گاڑی ڈلوایا ہوگا۔ گرامی نامہ کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا کہ میں نے تمہارے خطوط کا جواب نہیں دیا اس میں مصلحت تھی ورنہ میں ہر وقت بطریق روحانی تمہارے ساتھ ہوں۔ (تمام عمر میں ایک فقرہ ایسا دیکھا اور سنا جس سے تصرف کا پتہ چلتا ہے ورنہ کبھی زبان مبارک سے ایسے الفاظ ہرگز نہیں نکلتے تھے) ایک نسخہ مجوزہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم لکھتا ہوں اس عبارت کو چینی کی پلیٹ پر لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر اس روغن کی مالش کرو۔ اسی وقت خان بہادر شیخ بشیرالدین صاحب کے یہاں آدمی بھیجا روغن زیتون مل گیا وہ عبارت لکھ کر روغن زیتون سے دھو کر مالش کیا۔ پہلے دن کچھ نہیں دوسرے دن ایسے سخت پھوڑے میں جو نہایت سخت کھیرے کی طرح تھا نرمی معلوم ہوئی اور تیسرے دن اس کے درمیان میں ایک سوراخ ہوا اور پیپ کے ۲۲ پیالے نکلے اس دن مجھے اور میرے گھر والے کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئی کہ کسی کو ہوش

نہیں تھا کہ کہاں پڑا ہے۔ بعدہ روزانہ روغن کی مالش کی جاتی اور پیپ نکلتی اور سکون بڑھتا جاتا۔ بھوک کھلی، اول اول کچھ کھا کر بے ہوش ہو جایا کرتا تھا جسم میں قوت آنی شروع ہوئی گھٹنا خود بخود فربہ ہونا شروع ہوا اور نیچے کا پاؤں خود بخود کھلنا شروع ہوا حتیٰ کہ صحیح ہوگیا پھوڑا جو اندازاً ۵-۶ انچ چوڑا اور ۱۲ انچ لمبا تھا وہ نصف سے کچھ زیادہ رہ گیا اور میں ٹیڑھے پاؤں سے کھڑا ہونے لگا۔ خیال ہوا کہ پھوڑے کا سوراخ چھوٹا ہے اسے ذرا بڑھوا دوں تو جلدی آرام ہو جائے۔ شفاخانہ گیا سول سرجن کو دکھایا اور انہوں نے سلائی اندر ڈال کر دیکھا اور ناسور سمجھا بغیر مجھ سے کہے نشتر لاکر ایک دم ایک جانب چیر دیا۔ نیچے کے حصے کی ان کو خبر نہیں زیادہ خون نکلا اس قدر کثرت سے خون دیکھ کر نیچے کے حصہ کا ذکر کرنے کی ہمت نہ پڑی اور یہ اس کا زخم خود ۶ انچ لمبا ہوگیا بمشکل ڈولی میں مکان آیا سارے کپڑے اور ڈولی خون میں تر۔ سب دیکھ کر گھبرا گئے مگر اب کیا ہو روزانہ کمپوڈر آکر زخم دھوتا اور دوا کی پٹی باندھتا۔ نیچے کے پھوڑے پر روغن کی مالش بند اس لیے کہ حرکت نہ ہو جب اوپر کے زخم کو آرام ہوا جب تک نیچے کا خوب سخت ہوگیا۔ اب جو کھڑا ہوا تو پاؤں بالکل ٹیڑھا اور اس تمام قصے میں دس مہینے ہو گئے۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اگر نیچے کے حصہ پر پھر اسی روغن کی مالش کی جائے تو پھر پکنے پھوٹنے سے اور اچھے ہونے میں بڑا زمانہ۔ چاہیے تم بریلی جاؤ اور اعلیٰحضرت سے دریافت کرو اب کیا کرنا چاہیے میں بریلی گیا تین دن حاضر رہا چونکہ اپنی بات عرض کرنے کی عادت نہ تھی کہا نہیں گیا۔ شب کے ۱۲ بجے کی گاڑی سے واپسی کا خیال ہے تانگہ دروازہ پر کھڑا ہے بعد عشا حضرت تشریف لاکر کچھ باتیں فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا کہ مجھے فکر ہے کہ مجھ سے ایک بات پوچھی جائے گی میں کیا جواب دوں گا فرمایا کیا عرض کیا کہ والدہ صاحبہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بریلی جا کر اعلیٰحضرت سے دریافت کرنا کہ اب پھر وہی روغن استعمال کریں یا کیا کریں اس میں پھر بہت وقت لگے گا فرمایا کہاں ہے اعلیٰحضرت میرے دہنے ہاتھ کی طرف بیٹھے تھے ان کا بایاں دست مبارک میں نے پھوڑے پر رکھا دو تین مرتبہ دست

مبارک پھوڑے پر پھیرا اور کچھ لب ہائے مبارک ہلتے نظر آئے بس ہاتھ اٹھا لیا نہ دم فرمایا نہ کچھ اور فرمایا، میں نے کچھ اور عرض کیا بعدہ رخصت ہو کر تانگے میں سوار ہو کر اسٹیشن آیا جب اسٹیشن پر اتر کر اندر گیا ریل میں بیٹھا تو اس چلنے میں کچھ نرمی معلوم ہوئی اور جب میرٹھ اسٹیشن پر اتر کر گھر چلا تو کچھ بھی نہ تھا اور دوسری بات یہ کہ جو زخم علاج سے اچھا ہوا تھا وہ عرصہ تک گھوڑی کی سواری پر دکھتا رہا مگر یہ بالکل اچھا تھا۔ سبحٰن اللہ عجیب وغریب تصرف تھا۔

مولانا حبیب اللہ اور مولانا عبدالعلیم میرٹھی بریلی میں:

(۱۲۸) انہی سید صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور مولانا عبدالعلیم صاحب بریلی گئے۔ اس زمانے میں اعلیحضرت نے عرصہ سے کچھ نوش نہیں فرمایا تھا گھر والوں نے بہترے عرض کیا مگر قبول نہ ہوا۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں مرحوم نے فرمایا کہ آج حضرت کو ۳۱ دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے، ہر چند عرض کیا مگر نہیں مانتے آپ لوگ مہمان ہیں اور مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے آپ صاحبان عرض کریں۔ جب حضرت نماز کو تشریف لائے مولانا عبدالعلیم صاحب نے کچھ عرض کیا کچھ جواب نہ دیا دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا پھر جواب نہ ملا۔ تیسری مرتبہ پھر عرض کیا تو فرمایا کہ مولانا آپ یہ کس غرض سے فرما رہے ہیں۔ عرض کی حضور تمام اوقات دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں، مقصد یہ کہ حضور کو ضعف نہ ہو ورنہ ان کاموں میں حرج ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاوی نویسی اور پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہوتی ہے اور اگر کوئی صاحب تشریف لائیں اور کوئی مسئلہ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا ہے۔ ان تین کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا۔ مولانا یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی ہے کہ دانا چارہ ملا تو کام کیا ورنہ نہیں۔ انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر کوئی جواب بن نہ پڑا جب آپ کچھ رضامند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ پہلے تھوڑا دودھ دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا، آنتیں خشک ہوگئی ہیں چنانچہ تریسٹھویں وقت آپ کو تھوڑا سا

دودھ دیا گیا۔

(۱۲۹) انہی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بریلی شریف گیا دو دن رہ کر سنا آج حضرت ایک موضع کو تشریف لے جائیں گے، آپ کے ایک مرید خان صاحب نے دعوت کی ہے کچھ لوگ ہمراہ جائیں گے۔ میں نے یہ خیال کر کے کہ ایسی حالت میں کہ حضور ہر وقت مردانہ میں تشریف رکھیں گے زیادہ حاضری کا موقع ملے گا ہمرکاب چلنے کی اجازت لے لی۔ غالباً قریب عصر ریل چلی اس موضع کے اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھ کر بیل تانگوں میں سب سوار ہوئے اور اعلیٰحضرت پالکی میں وہ موضع ۴-۵ میل پر واقع تھا۔ وہاں پہنچے' قرب و جوار کے مواضعات کے لوگ برابر آتے جاتے رہے' دو دن وہاں قیام فرمایا' ہر وقت آدمیوں کی کثرت تھی خانصاحب نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہر وقت کے کھانے میں صرف مرغ کا گوشت ہوا کرتا تھا۔ اب واپسی کا وقت آیا تو روانگی کا وقت ۲ بجے مقرر ہوا۔ سب نے ظہر کی نماز پڑھی تانگوں میں سوار ہوئے شدید گرمی اور سخت دھوپ تھی۔ میں متعجب تھا کہ حضور کا نہایت گرم مزاج ہے اور اس قدر سخت گرمی ہے اور وقت بھی دوپہر کا تھا مگر قدرت خداوندی کہ ۱۵-۲۰ قدم چلے ہوں گے کہ ابر آیا اور اسٹیشن تک برابر ساتھ ہی ساتھ چلتا رہا جسے دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوتا تھا اس لیے کہ ابر کا زمانہ نہ تھا۔

(۱۳۰) انہی کا بیان ہے کہ ایک صاحب میرٹھ کے جو پہلے کسی دیوبندی مولوی سے بیعت ہو چکے تھے یہ سمجھ کر کہ بریلوی حضرات میں بزرگان دین کی تعظیم اور احتیاط زیادہ ہے' بریلی گئے اور اعلیٰحضرت سے مرید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک دن میرے پاس آئے اور بہت دیر تک دیوبندیوں کی تعریف کرتے رہے۔ میں سفر کشمیر کے لیے تیاری کر رہا تھا۔ جب زیادہ دیر گزری تو میں نے کہا کہ آپ کو جو پسند ہو کیجئے باقی آپ کا یہ خیال کہ مجھ پر اس کا اثر بہت دشوار ہے مجھے حالات زیادہ معلوم ہیں اور اس وقت مجھے عجلت ہے میں گھر کے اندر چلا گیا اور پھر سفر کو چل دیا۔ میرٹھ سے راولپنڈی تک ریل ہے اس میں ۲۴ گھنٹے لگے مگر خیال برابر رہا۔ راولپنڈی پہنچتے ہی میں نے عریضہ لکھا کہ چلتے وقت فلاں صاحب کا یہ واقعہ پیش آیا۔ میں چاہتا ہوں

کہ وہ سنبھل جائیں، کشمیر سے واپس آ کر معلوم ہوا کہ انہیں دنوں بریلی سے ایک تار ان کی طلبی کا آیا۔ یہ گئے اور دو تین دن بعد واپسی کی اجازت چاہی مگر نہ ملی پھر دو تین دن بعد اجازت چاہی پھر نہ ملی حتیٰ کہ ایک ہفتہ وہاں رہے کسی قسم کا کوئی ذکر نہ ہوا بعد ایک ہفتہ اجازت ملی واپس آئے خیالات نہایت درست اور بالکل پختہ تھے جو باقی عمر پختہ ہی رہے۔

مولانا مبین الدین صاحب امروہی فرماتے ہیں:

(۱۳۱) مولوی مبین الدین صاحب امروہی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امروہ سے چند اشخاص حافظ محمد شفیع صاحب اور محمد ابراہیم خان صاحب اور رفیق احمد صاحب درخشاں بریلی اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بی بی جی کی مسجد میں جلسہ منعقد تھا محمد ابراہیم خان صاحب اور رفیق احمد صاحب اور محمد شفیع صاحب کے والد حافظ کرامت اللہ صاحب نعت خوان تھے اسی جلسے میں ان حضرات نے نعت پاک سنائیں حافظِ کرامت اللہ صاحب امروہہ کے منتخب نعت خوان تھے اور شب بیدار عابد و زاہد۔ جلسہ سے فارغ ہو کر یہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں پہنچے اس وقت نعت خوانی کا تذکرہ تھا اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ حافظ صاحب (یعنی حافظ کرامت اللہ صاحب) کی طہارت میں نقصان ہے انہیں چاہیے کہ کامل طہارت کیا کریں جب حافظ صاحب مذکور سے کہا گیا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تو غور کے بعد بولے کہ بالکل سچ فرمایا کہ میں استنجا صرف ڈھیلے سے کیا کرتا ہوں پانی سے نہیں کرتا ہوں پھر غالباً اس مرتبہ یا اس کے بعد رفیق احمد صاحب درخشاں اور حافظ محمد شفیع احمد صاحب اور محمد ابراہیم خان صاحب داخلِ سلسلہ ہوئے۔

مولانا عبداللطیف نبیرہ حضرت محدث سورتی فرماتے ہیں:

(۱۳۲) مولوی برکات احمد صاحب نبیرہ مولانا عبداللطیف صاحب برادر خرد حضرت محدث سورتی صاحب نے میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کا اکثر معمول تھا کہ رات

کے ۱۲ ساڑھے بارہ بجے مسجد میں وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے اس زمانے میں وہابیہ آپ کے سخت خلاف تھے چنانچہ ان کے ایک گروہ نے کمیٹی بنائی اور یہ مشورہ کیا کہ اعلیٰحضرت رات کے بارہ بجے تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں اور سارے لوگ اس سے پہلے ہی سو جاتے ہیں، ایک دن رات کے پونے بارہ بجے جا کر حضرت کو تلوار سے جا کر قتل کر دیں تو سنیوں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا اور پھر ان جیسا آدمی سنیوں کو نہیں مل سکتا۔ چنانچہ دو وہابی اس ارادے سے پونے بارہ بجے آئے اور مسجد کے قریب پہنچ گئے جب آپ مسجد سے باہر سڑک پر تشریف لائے تو ان لوگوں نے چاہا کہ آپ پر وار کریں تو دیکھتے کیا ہیں کہ دو شیر آپ کے دائیں اور بائیں ہیں اور اعلیٰحضرت کے ساتھ ساتھ مسجد کے دروازہ سے مکان کے پھاٹک تک حضور کے ساتھ گئے آپ صحیح و سالم اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو وہ دونوں شیر غائب ہو گئے یہ حال دیکھ کر وہ دونوں وہابی اپنے اپنے مکان واپس گئے اور صبح کے وقت اپنی ہم مذہبوں کمیٹی والوں سے کہا کہ بیشک تم وہابی بے دین ہو اور اعلیٰحضرت دیندار ہیں تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ معلوم ہوا کہ تم غلط راستہ پر ہو اور اعلیٰحضرت صحیح راہ پر ہیں تمہارا ایمان باطل اور ان کا صادق ہے اب سے ہم ان کے ساتھ ہیں چنانچہ دوسرے روز وہ لوگ اعلیٰحضرت کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اور کہا ہم لوگ توبہ کرنے آئے ہیں آپ ہمیں اپنا حلقہ بگوش بنا لیجئے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا میں حاضر ہوں وہ لوگ جماعت سلسلۂ اہلسنّت والجماعت میں داخل ہو گئے۔

مولانا تقی احمد مالا باری فرماتے ہیں:

(۱۳۳) مولوی ابوعلی محمد تقی احمد صاحب مالا باری قادری نقشبندی امام مسجد اکلیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں دھوراجی حاجی عبدالغنی صاحب کے یہاں مقیم تھا کہ مولانا امجد علی صاحب وہاں تشریف لائے اور اعلیٰحضرت کے حالات کے ضمن میں بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰحضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت حضرت وہاں سے

اٹھے اور پندرہ منٹ کے بعد قدرے متفکر پریشان واپس تشریف لائے اور دونوں ہاتھ آپ کے مع آستین کے تر تھے تو مجھے پکارا میں مسجد کے باہر آیا تو حکم فرمایا کہ خشک کرتہ لے آیئے میں نے حاضر کیا حضور نے پہنا اور پھر وہ ہم لوگوں کو درس حدیث دینے لگے۔ مگر میرے دل میں یہ عجیب بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ وتحائف لے کر حاضر ہوئی۔ جب وہ لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے تو میں نے ان سے ان کا حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا۔ ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے ہوا تیز چلنے لگی موجیں زیادہ ہونے لگیں یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے اور ہم لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا تو ہم نے اعلیٰحضرت سے توسل کیا اور نذر مانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا اور کنارہ اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہنچا دیا تو اعلیٰحضرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بچا لیا تو وہی نذر پوری کرنے اور اعلیٰحضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ حضرت استاذ مولانا امجد علی نے اس جگہ کا نام فرمایا تھا لیکن ہم اس وقت بھول گئے۔

(۱۳۴) مولوی مبین الدین صاحب امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ محترم عاشق حسین صاحب زبیری میرٹھی نے مجھ سے کئی مرتبہ یہ واقعہ بیان کیا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب بریلوی و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب میرٹھی کے ساتھ بریلی حاضر ہوا وہ زمانہ نوری میاں صاحب علیہ الرحمۃ مارہروی کے عرس سراپا قدس کا تھا وہاں پہنچ کر طبیعت میں خواہش ہوئی کہ حضرت سے بیعت ہو جاؤں کسی نے خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ یہ صاحب داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں حضرت نے مجھ کو داخل سلسلہ فرمالیا اور شجرہ شریف اور کچھ اوراد تعلیم فرمائے اور ایک ترکیب سورہ تبت یدآ کی تعلیم فرمائی۔ کچھ مدت کے بعد والد صاحب کے

ساتھ موضع سوندہ شریف ضلع گوڑ گاؤں میں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت میاں راج شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے اور والد صاحب مرحوم نیز دیگر اکثر اہل خاندان کے پیر و مرشد تھے وہاں پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی ان سے بیعت ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ خاندانی پیر و مرشد بھی ہیں اور صوفی بھی ہیں اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ اللہ علیہ تو عالم ہیں صوفی نہیں چنانچہ بیعت کا خیال مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ظاہر کیا اور اعلیٰحضرت سے بیعت ہونا بھی عرض کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ ایک ہی خاندان قادریہ سے متعلق ہیں ایک ہی بات ہے اب تم کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے تم جب بریلی میں بیعت ہو چکے بس وہی کافی ہے۔ میں نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا کہ پیر بمنزلہ امام اور مرید مثل مقتدی اگر مقتدی نے نیت توڑ دی تو وہ جماعت سے الگ ہوگیا اب وہ دوسری جگہ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ الغرض میں نے اپنی اوائل عمری اور حقیقت بیعت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا۔ بالآخر حضرت شاہ صاحب نے بیعت کرلیا۔ یہ واقعہ صبح کو ہوا چونکہ گرمی کا موسم تھا بیعت و فراغت طعام کے بعد خانقاہ شریف میں جاکر سو گیا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا تشریف لائے نہایت ناراض اور غصہ کی حالت میں مجھ سے فرمایا کہ یہاں کس بات کی کمی تھی جو تم دوسری جگہ گئے۔ میرا شجرہ لاؤ اور اوراد بھی واپس کرو۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا وہ عمل بھی واپس کرو جو تم کو بتایا تھا یعنی تبت یدا کا عمل جو مجھے یاد بھی نہ تھا کہ حضرت نے تعلیم فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً میری آنکھ کھل گئی اسی وقت حضرت عبداللہ شاہ صاحب کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا اجی میاں! اعلیٰحضرت ناراض ہو گئے خواب میں تشریف لاکر شجرہ وغیرہ واپس لے گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تک خاموش رہ کر فرمانے لگے میرے گھر کا بچہ تھا میرے پاس آ گیا مولوی صاحب یعنی اعلیٰحضرت نے

ناراض نہیں ہونا چاہیے تھا اور بہت دیر تک کچھ کچھ وقفہ کے بعد اسی جملے کی تکرار فرماتے رہے۔ پھر میں خانقاہ واپس چلا آیا پھر والد صاحب کے ساتھ میرٹھ واپس آ گیا لیکن اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی ناراضی کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ میں ہر وقت پریشان رہنے لگا۔ مجھ پر دنیوی تفکرات کا ہجوم رہتا اور کچھ عجب کرب و بے چینی دل میں پاتا تھا اسی حالت میں دو سال گزر گئے بالآخر دل نے کہا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰحضرت سے معافی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ چنانچہ بریلی حاضر خدمت اقدس ہوا اور تمام واقعات اعلیٰحضرت کی خدمت عالیہ میں عرض کیا اور روتا رہا۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا ''میاں ابھی تم بچے ہو'' پیری مریدی کو سمجھتے نہیں ایک جگہ بیعت ہونے کے بعد دوسری جگہ بیعت ہونا جائز نہیں۔ خیر اس کے بعد وہ پریشانی دور ہوئی۔

اعلیٰحضرت کے القاب و اوصاف

(۱) اعلیٰحضرت
(۲) امام اہلسنّت
(۳) مجدد المأۃ حاضرہ
(۴) موید الملۃ الطاہرہ
(۵) صاحب الحجۃ القاہرہ
(۶) عالم اہل السنۃ والجماعۃ
(۷) برکۃ الزمان
(۸) شمس العرفان
(۹) علامۃ الزمان
(۱۰) فخر الاعیان
(۱۱) العلامۃ الکامل
(۱۲) بحر الفضائل
(۱۳) حامی السنّت
(۱۴) ماحی البدعت
(۱۵) الشیخ الکبیر
(۱۶) فرید الدہر
(۱۷) وحیدالعصر
(۱۸) العلامۃ المحقق
(۱۹) الفہامہ المدقق
(۲۰) تاج المفتین
(۲۱) سید العلماء الاعلام
(۲۲) السید الفرد الامام
(۲۳) بقیۃ السلف
(۲۴) حجۃ الخلف
(۲۵) البحرالمہام
(۲۶) برکۃ الاثار
(۲۷) ناصر الملۃ والدین
(۲۸) سعد الملۃ والدین

(۲۹) شیخ الاسلام والمسلمین
(۳۰) عمدۃ العلماء العاملین
(۳۱) آیۃ من آیات اللہ
(۳۲) حامل العلوم
(۳۳) برکۃ اللہ فی الہند
(۳۴) زینۃ العلم
(۳۵) نائب المصطفیٰ
(۳۶) محی الشریعۃ
(۳۷) کاسر الفتنۃ
(۳۸) ناصر السنۃ
(۳۹) قامع البدعۃ
(۴۰) علامۂ فاضل
(۴۱) عالم علامہ
(۴۲) استاذِ معظم
(۴۳) عالم جلیل
(۴۴) بحر زخار
(۴۵) کثیر الاحسان
(۴۶) دریای بلند ہمت
(۴۷) بحر ناپیدا کنار
(۴۸) صاحب ذکاء
(۴۹) کثیر الفہم
(۵۰) عالم باعمل
(۵۱) یکتائے زمانہ
(۵۲) عظیم العلم
(۵۳) دریائے معرفت
(۵۴) محافظ فرائض
(۵۵) محافظ واجبات
(۵۶) محافظ سنن
(۵۷) ماہر عربیت وحساب
(۵۸) دریائے منطق
(۵۹) وارث النبی
(۶۰) عالی ہمم
(۶۱) سردار مشاہیر
(۶۲) ماہر افتخارِ فضلا
(۶۳) سعادتِ اسلام
(۶۴) محمود سیرت
(۶۵) صاحب عدل
(۶۶) صاحب احسان
(۶۷) مرکز دائرۂ علوم
(۶۸) مطلع کواکب افلاکِ علوم

(۶۹) نادرِ روزگار

(۷۰) معتمد عالمانِ باعمل

(۷۱) یادگارِ متقدمین

(۷۲) فاضل تبحر

(۷۳) دریائے وسیع

(۷۴) بحرِ کامل

(۷۵) عالم کثیر العلم

(۷۶) دریائے عظیم الفہم

(۷۷) پشت پناہ عمارتِ دین

(۷۸) بالا ہمت

(۷۹) صاحب عقل

(۸۰) صاحب وجاہت

(۸۱) صاحب جلالت

(۸۲) انسان کامل

(۸۳) سید المصنفین

(۸۴) ملک العلماء

(۸۵) صاحب تنقیح و تحقیق

(۸۶) صاحب تزئین و تدقیق

(۸۷) غوثِ مسلمانان

(۸۸) استاذ الاساتذہ

(۸۹) امامِ وقت

(۹۰) امامِ معظم

(۹۱) امام الہند

(۹۲) ابوالوقت

(۹۳) مرشد برحق

(۹۴) کاسرِ نجدی جنود

(۹۵) لامع النور

(۹۶) پردہ درِ کفر و ضلالت

(۹۷) راسخ العلم

(۹۸) پیشوائے اخیار

(۹۹) چراغِ زمان

اعلیٰحضرت اکابر اہلسنّت کی نظر میں

(۱) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی

(۲) مولانا جلیل الرحمٰن خاں صاحب "مداح الحبیب"

(۳) شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں

اعلیٰحضرت اکابر و مشاہیر کی نظر میں

حضرت سید شاہ اسمٰعیل احسن میاں صاحب کا بیان:

میاں صاحب بھائی قبلہ یعنی حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا! اب اس وقت دینداری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اور مولانا احمد رضا خان صاحب سے محبت رکھے، اسے دیندار جانو اور جو شخص ان دونوں سے بغض و عداوت رکھے اسے سمجھ لو کہ بدمذہب ہے یا کسی بدمذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے اور جس مسئلہ پر ان دونوں کا اتفاق ہوا ہے جانو کہ یہ مسئلہ بہت ہی محقق ہے اور جس مسئلہ سے ان دونوں کو اختلاف ہو اسے جان لو کہ یہ غیر محقق اور غلط ہے اور فرماتے تھے کہ بیٹا ہمارا تو اب یہی دستور العمل ہے (اور فقیر کا بھی یہی دستور العمل رہا) کہ جو مسئلہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا اس پر فوراً دل مطمئن ہوگیا اور ان کی اعلیٰ تحقیق اور غور و تدبر کے کثیر در کثیر مشاہدات و واقعات نے یہ حالت کر دی تھی کہ جو مسئلہ دریافت کرتا اور اس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے دلیل کی ضرورت نہیں۔

مولوی جلیل الرحمٰن خان کے تاثرات:

مداح الحبیب، مولوی جلیل الرحمٰن خان صاحب نے آپ کے فضائل میں ذکر کیا کہ ۱۲۹۳ھ ماہ مبارک رمضان شریف میں کہ اعلیٰحضرت کی عمر شریف ۲۱ سال کی تھی حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب سے ملنے تشریف لے گئے ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہیوں کو

حضرت کی خدمت میں بھیجا اور تاکید فرمائی صرف اتنا کہنا کہ ایک شخص بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے، انہوں نے جا کر کہا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے، بلکہ نرم ہو کر فرمایا، تشریف لائیں۔ بعد ملاقات اعلیٰحضرت نے مجلس میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا ارشاد فرمایا، تم عالم ہو، پہلے تم بتاؤ، اعلیٰحضرت نے فرمایا، میں تو مستحب جانتا ہوں، فرمایا لوگ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے یہی نہ کہ مکہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیئے اور مجلس میلاد میں کیا ہوتا ہے یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے، فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس (لڑوا) لڈو بانٹتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) بانٹتے تھے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰحضرت کو بکمال شفقت و محبت تین دن تک مہمان رکھا، ۲۹ ماہ مبارک کو رخصت کیا، جب عید سر پر آ گئی، وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰحضرت مدظلہ العالی نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا تکفیر میں جلدی نہ کرنا، اعلیٰحضرت مدظلہ نے دل میں خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، یہ خیال آتے ہی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ہاں جو کوئی ادنیٰ حرف گستاخی کا شانِ اقدس میں بکے، ضرور کافر کہنا، بے شک وہ کافر ہے' پھر اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی پٹیا (اپنے سر کی ٹوپی) تمہارے موڑ پر دھر دیں اور تمہارے ''موڑ کی پٹیا'' اپنے موڑ پر رکھ لیں، اعلیٰحضرت نے براہ ادب سر جھکا دیا، اعلیٰحضرت کی کلاہ مبارک اپنے سر پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰحضرت کے سر پر رکھ دی جو بطور تبرک اب تک موجود ہے۔ فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ بعینہٖ یہی واقعہ مولوی حافظ محی الدین صاحب عرف لعل محمد صاحب نے منڈوا ضلع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی خود اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی زبان مبارک سے اس واقعہ کو سنا ہے اس لیے اس کی صحت میں شک نہیں۔

شاہ ابوالحسین احمد نوری فرماتے ہیں:

حضرت اقدس سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کو جو خصوصیت اعلیٰحضرت قبلہ سے تھی محتاجِ بیان نہیں، ہمیشہ جملہ مسائل و عقائد میں اعلیٰحضرت مدظلہ العالی اور حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز سے مشورہ فرماتے اور جو جو مدائح فرمایا کرتے، ہر بار یابِ صحبت پر واضح ہیں۔ ایک صحیفہ شریفہ میں اعلیٰحضرت مدظلہ العالی کو تحریر فرمایا ''مولوی صاحب خدا کی قسم میں حضرت شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں۔'' اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''الٰہی میری عمر میں سے اعلیٰحضرت کو عمر عطا فرما'' ۱۳۲۳ھ جب اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طیبین حاضر ہوئے، اکثر دعا فرمایا کرتے، الٰہی مجھے موت نہ آئے جب تک مولانا احمد رضا خان صاحب کو بالخیر واپس آیا دیکھ نہ لوں، محرم ۱۳۲۱ھ کو ایک خط بصیغہ رجسٹری بھیجا جس کی نقل مطابق اصل یہ ہے:

> ''چشم و چراغ خاندان برکاتیہ، مارہرہ، مولانا احمد رضا خان صاحب دام عمرہم و علمہم از ابوالحسین' بعد دعا مقبولیت فقرہ محررہ القاب سطرِ بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے، چونکہ اب میں بظاہر اسباب انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرعہ کا ہوگیا ہوں۔
>
> ع اگر ماند' شبے ماند' شبے دیگر نمی ماند!
>
> اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے تو اب سوائے آپ کے حامیِ کار اس خاندانِ عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچا دیا، بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا اور میں نے 'بطیبِ خاطر' بلاجبر و اکراہ و رغبت قلب' یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا، یہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے،

فقیر ابوالحسین از مارہرہ ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ''

حضرت ابوالحسین نوری ماہروی کا خصوصی نوٹ:

چنانچہ حسب الحکم حضرت والا شان وہ فرمان مبارک محفوظ ہے، انہیں کا بیان ہے کہ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن دہان مدرس حرم شریف اپنی تقریظ کتاب مستطاب ''حسام الحرمین'' میں فرماتے ہیں **الذی شھدلہ علماء البلد الحرام بانہ السیّد الفرد الامام** یہ وہ ہیں جن کے لیے مکہ معظمہ کے علماء نے شہادت دی کہ وہ سردار یکتا امام ہیں۔

اعلیٰحضرت نے اپنا رسالہ مکہ مکرمہ میں الشیخ ابوالخیر میرداد کو لفظ بلفظ سنایا:

جب اعلیٰحضرت قبلہ نے مکہ معظمہ میں رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبۃ'' تالیف فرمایا اور علمائے مکہ معظمہ میں اس کی شہرت ہوئی، وہاں کے معظم ومحترم جلیل القدر عالم شیخ الخطبا والائمہ حضرت مولانا احمد ابوالخیر میرداد نے کہلا بھیجا کہ مین بھی اس رسالہ کا مشتاق ہوں اور خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتا ہوں مگر میں پاؤں کی معذوری کے سبب آ نہیں سکتا اعلیٰحضرت قبلہ خود تشریف لے گئے اور تمام رسالہ ایک جلسہ میں حضور کو سنا دیا۔ حضرت شیخ الائمہ نے کمال مدح و ستائش فرمائی اور صدہا دعائیں دیں، وقت رخصت اعلیٰحضرت نے اس مقدس نورانی عالم کی تعظیم کے لیے جن کی عمر پاک ستر برس سے متجاوز تھی، ان کے قدم لینا چاہا اس پر شیخ الائمہ نے فرمایا **انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم** ''میں آپ کے پاؤں چوموں میں آپ کے نعلین کو بوسہ دوں'' حق یہ ہے کہ اہل فضل کی قدر علم وفضل والا ہی جانتا ہے۔

ع انما یعرف ذوالفضل من الناس ذووہ

اس کا حال رسالہ مبارکہ **''الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ''** سے ظاہر ہے ستائیس حضرات علماء نے اعلیٰحضرت قبلہ سے سندیں لیں، اجازات حدیث حاصل کیں۔

مولانا سید حسین خطیب مدینہ منورہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں بریلی آئے:

حضرت والا مولانا سید عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب مولانا

سید حسین خطیب مدنی اس زمانہ میں ترکستان تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آ کر اعلیٰحضرت کی تشریف آوری اور علمائے کرام کی سند لینے اعلیٰحضرت کی تصنیفات علمی قابلیت کا حال سنا۔ مدینہ طیبہ سے خاص عزیمت فرما کر تحصیل بعض نوادر علوم مثلاً جفر، زائرچہ، ارثما، طیقی لوگارثم وغیرہ علوم کے لیے اعلیٰحضرت قبلہ کی خدمت میں بریلی شریف تشریف لائے اور فرمایا کہ میں جب سفر سے واپس آیا علماء مدینہ میں سے جو لوگ آپ سے مل چکے تھے ان سب کو آپ کا کمال مداح پایا اور جو نہ ملے تھے ان کو افسوس کرتا پایا لہٰذا میں وہاں سے صرف آپ کی زیارت اور آپ سے تحصیل علوم وفنون کے لیے آیا ہوں یہ ۵ صفر ۱۳۲۸ھ کا واقعہ ہے۔

سید عبداللہ دحلان مکی، بریلی آ کر اعلیٰحضرت سے بیعت ہوئے:

حضرت اقدس شیخ علماء الحرام سیدی مولانا سید احمد زینی دحلان قدس سرہ العزیز کے بھتیجے جناب مولانا سید عبداللہ دحلان مکی ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۸ھ کو بریلی تشریف لائے اور اعلیٰحضرت کے دست حق پرست پر بیعت کی، حدیث و دیگر علوم کی اجازتیں حاصل کیں اور نوادر علوم کسب و استفادہ فرمایا۔

سید ابراہیم مدنی نے بریلی آ کر علم جفر وتکسیر سیکھا:

حضرت سید ابراہیم حسین صاحب مدنی اس سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں تشریف لائے اور زمانہ دراز تک علم جفر وتکسیر حاصل کیا، اس زمانہ میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند دلبند عنایت فرمایا یہ پہلے پہل صاحبزادے بہت آرزوں و تمنا کے بعد پیدا ہوئے تھے ان کے قبل سب لڑکیاں ہی تولد ہوئی تھیں اس لیے ان کی پیدائش کے بعد بڑی مسرت اور خوشی تمام خاندان میں ہوئی تھی حضرت سید ابراہیم حسین صاحب نے بطور یادگار اپنے نام پر ان کا نام ابراہیم رضا تجویز کیا اور اعلیٰحضرت نے پسند فرمایا تھا۔

شاہ عبدالغفار بخاری نے اعلیٰحضرت سے علم جفر سیکھا:

حضرت مولانا شاہ عبدالغفار صاحب بخاری جو حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے شاگرد رشید اور فارغ التحصیل ذی علم و قابلیت شاگرد رشید اور صاحب فضل و کمال و کشف و کرامت تھے تحصیل علم جفر میں اپنی پیرانہ سالی میں حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں مارہرہ شریف پہنچے حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اس فن کے بڑے جاننے والے مجھ سے بہتر مولانا احمد رضا خان صاحب ہیں آپ بریلی تشریف لے جائیے اور ایک سفارشی خط میاں صاحب نے اعلیٰحضرت کے نام بھیجا کہ میں بخاری صاحب کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ ان کو علم جفر و تکسیر کی تعلیم کیجئے چنانچہ تقریباً ایک سال بخاری صاحب نے بریلی شریف اقامت فرما کر ان دونوں علموں کو حاصل کیا اس کے بعد سنگاپور ایک عمل کرنے کے لیے تشریف لے گئے کچھ دنوں تک خطوط آتے رہے۔ بریلی شریف میں جناب ننھے میاں صاحب کے بالا خانہ پر قیام تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو دست غیب کا علم تھا اس قدر شاہانہ خرچ تھا کہ سمجھ سے وراتھا کپڑے بہت نفیس اور قیمتی پہنا کرتے، چائے کا سلسلہ رات دن لگا رہتا سماوار ہر وقت گرم رہتا جو آتا ضرور پیتا نہ معلوم کہ کہاں سے خرچ آتا۔

پہاڑ کی چوٹی پر ایک فقیر کا قیام:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ فقیر کے ایک پیر بھائی ساکن محلّہ گڑھی جس کو لوگ انجینئر صاحب کہا کرتے ہیں اور اسی نام سے معروف و مشہور ہیں ان کا کسی دور دراز مقام پر گزر ہوا دوران قیام میں وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا یہاں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کوئی درویش ہیں مگر وہ کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے ہیں اور اگر کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے تو اوپر سے پتھر آنے لگتے ہیں۔ انجینئر صاحب نے یہ سن کر تہیہ کرلیا کہ میں جاؤں گا ضرور خواہ کچھ بھی ہو۔ الحاصل جب انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو واقعی پتھر لڑھکتے ہوئے آنے لگے مگر انہوں نے مطلقاً پروانہ کی اور نظر جھکائے ہوئے چڑھتے ہی چلے گئے ان کا بیان ہے کہ جیوں جیوں قدم بڑھتا جاتا تھا پتھروں کی کھڑکھڑاہٹ بڑھ رہی تھی ایسا

بھی ہوا کہ ان کے برابر سے پتھر نکل گیا مگر لگا کوئی نہیں۔ بالآخر یہ اوپر پہنچ گئے دیکھا کہ ایک فقیر صاحب گردن جھکائے بیٹھے ہیں یہ سامنے دیر تک خاموش کھڑے رہے بہت دیر کے بعد فقیر صاحب نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا انہوں نے سلام کیا، جس کے جواب میں وعلیکم السلام فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا ''بابا میرے پاس کیوں آیا ہے ترا حصہ تو مولانا احمد رضا خان صاحب کے یہاں بریلی شریف میں ہے وہیں جا'' یہ فوراً سلام کرکے واپس چلے آئے۔

پیر آف مکھڈ شریف اعلیٰحضرت کی خدمت میں:

انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ مکھڈ شریف پنجاب کے رہنے والے دہلی سے اپنے ایک آدمی کے ذریعہ سے جن کا اسم گرامی صوفی احمد دین صاحب تھا اور لاہور کے باشندے تھے اپنی، آمد کی اطلاع دیتے ہیں، صوفی صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں، اور بہت بڑے مشہور و معروف آدمی ہیں نام نامی و اسم گرامی حضرت پیر غلام عباس ہے، ہم لوگ ان کے آستانۂ عالیہ پر صفائی وغیرہ کرتے ہیں اعلیٰحضرت قبلہ اپنے ایک خادم کو صوفی صاحب کی معیت میں اسٹیشن روانہ فرماتے ہیں مگر پیر صاحب تشریف نہیں لائے تھے، دوسری بار پھر آدمی اسٹیشن پر جاتا ہے اور بے نیل مرام واپس آیا ہے حضور نے فرمایا ایک بار اور ہو آنا چاہیے، پھر ضرورت نہیں چنانچہ تیسری بار میں پیر صاحب تشریف لائے، جن کی اعزاز و احترام کے ساتھ میزبانی کی گئی، اب شدہ شدہ پیر صاحب کے آنے کی خبر کیمپ میں پہنچی اور وہاں سے پنجاب کے بکثرت مسلمان فوجی آدمیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور جب تک قیام رہتا ہے، یہی کیفیت رہتی ہے، پھر تو حضور کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے دوران قیام اعلیٰحضرت نے ایک روز پیر صاحب کی دعوت بھی کی، ایک روز صوفی احمد دین صاحب نے بیعت کی درخواست کی حضور نے انہیں داخل سلسلہ فرمایا، انہیں سے ایک روز پیر صاحب کی تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ پیر صاحب کے ہزاروں مرید ہیں، مگر حضور سے خلافت و اجازت اور تکمیل کی تمنا لے کر تشریف لائے ہیں، چنانچہ پیر صاحب نے ایک دن تخلیہ چاہا، ہم سب لوگ ہٹ گئے غالبًا یہی مرحلہ حضور سے طے کیا گیا، پیر صاحب تقریباً دو ڈھائی ہفتہ مقیم

رہے اخیر جمعہ کی صبح کو حضور ایک بادامی پرچہ پر کچھ لکھ کر لاتے ہیں اور پیر صاحب کو دیتے ہیں وہ اس تحریر منیر کو لے کر دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور میری سمجھ میں ایک حرف بھی نہیں آیا، حضور نے فرمایا یہاں اندر کمرہ میں آیئے تو سمجھ میں آجائے گا پیر صاحب کمرہ میں جس وقت پہنچے، تو حضور نے فوراً کمرہ بند کر لیا میں اور برادرم قناعت علی، سہ دری میں کام کرتے رہے، یہ تخلیہ کئی گھنٹے رہا، کمرہ کی سب جوڑیاں کیواڑوں کی بند ہو جانے سے بالکل اندھیرا ہوگیا ہوگا، پھر یہ کہ اتنی دیر یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کوئی اس کمرہ کے اندر ہے، سکوتِ محض پایا گیا، غرض بڑی دیر میں حضور نے کواڑ کھولے اور پیر صاحب سے یہ فرماتے ہوئے کہ اب اجازت دیجیے، جمعہ کا دن ہے، اندر تشریف لے گئے۔ بعدہٗ پیر صاحب اپنے پلنگ پر کھڑے ہو گئے اور جھوم جھوم کر ہم لوگوں سے فرمانے لگے کہ آپ حضرات بڑے خوش قسمت ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے آپ مرید ہیں اور میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، میرے بھی ہزاروں مرید ہیں اور میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہوں اور دنیاوی وجاہت یہ رکھتا ہوں کہ پنجاب کا گورنر میرے سامنے ہیٹ اتار کر آتا ہے، لہٰذا میرے ان الفاظ کو ہلکا نہ جانیے، واقعی آپ بڑے خوش نصیب ہیں ان کا انداز کلام اس وقت یہ بتاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، اس لیے اجمالی الفاظ پر اکتفا فرما رہے تھے، اس کے بعد پیر صاحب تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد دو بڑے پنجروں میں کئی سو بٹیر کھانے کے لیے حضور کی خدمت میں بھیجے۔

حضرت امام شافعیہ جمل اللیل نے اعلیٰحضرت کو مکہ مکرمہ میں خلافت دی:

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں جب پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ساتھ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور وہاں کے مشاہیر علمائے کرام کی خدمت میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے اجازت احادیث حاصل فرمائی ایک دن نمازِ مغرب مقام میں ادا فرمائی بعد نماز امام شافعیہ حضرت مولانا حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا حضرت کو لے کر اپنے دولت کدہ تشریف

لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا "انی لاجد نور اللہ فی ھذالجبین" بیشک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

مولانا تھانوی نے اعلیٰحضرت کو ہندوستان کا فقیہ اعظم تسلیم کیا تھا:

مولوی ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری کا بیان ہے کہ سمستی پور میں میرے غریب خانہ پر مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مولانا عبیداللہ صاحب الہ آبادی کا ذکر خیر ہو رہا تھا حاضرین میں والد ماجد مولوی جعفر علی صاحب فریدی مدظلہ کے علاوہ چند اہل علم مشائخ بھی تھے کسی نے اعلیٰحضرت کا ذکر کیا اس پر مولوی غلام یحییٰ صاحب، مستند جامع العلوم کانپور، جو چالہ ضلع دربھنگہ کے قریب کسی دیہات کے ساکن ہیں جس میں اہل حدیث و مغل آباد ہیں برملا کہنے لگے کہ طالب علمی کے زمانہ میں مولانا تھانوی آئے تھے میں بھی حاضری دیتا رہا روانگی کے وقت اسٹیشن پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر آیا اس پر مولانا تھانوی نے کہا کہ "وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔" انہیں کا بیان ہے ۱۹۲۸ء میں احقر مولانا غلام یحییٰ صاحب ہزاروی سے "مدرسہ الٰہیات" کانپور میں ملا حسن، میبذی وغیرہ پڑھا رہا تھا کہ ایک ولایتی طالب علم، محمد زمان نامی ڈھابیل مدرسہ سے آ کر شرح چغمنی، حمد اللہ، میں آ کر شریک ہوئے تھے، ایک دن علمائے ہند کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے شاہ صاحب (مولانا انور شاہ کشمیری) نے ارشاد فرمایا "مولوی احمد رضا خان صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے ان کا اخیر وقت ایک مردہ سنت (اذان بین یدلہ خارج مسجد) کے احیا میں گزرا۔" حضرت ابوالحسین نوری مارہروی نے اعلیٰحضرت کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے مندرجہ بالا نوٹ لکھا تھا۔ (مرتب)

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی | پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہِ مدینہ، اپنی تجلی عطاء کرے | یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

اعلیٰحضرت کا وصال اور اس کے متعلقات

۱- وصال سے سولہ سال پہلے، مدینہ منورہ میں اپنے وصال کی تاریخ بتا دی تھی۔

۲- قرآن پاک کی آیت کے اعداد سے تاریخ وصال نکالی۔

۳- وصایا شریف۔

۴- بعد از وفات پیغاماتِ تعزیت۔

۵- شعراءِ عصر کا ہدیۂ تحسین۔

اعلیحضرت کا وصال شریف اور اس کے متعلقات

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب حضور پر نور اعلیٰحضرت، قبلہ، نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کا زمانہ قریب آیا تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہ صیام گزارنا کوہ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ پس ماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا میرا یہ دعویٰ ہے کہ انہیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ اور نہ صرف مہینہ بلکہ کس تاریخ، کس روز، کس منٹ، پر وصال ہوگا۔ ملاحظہ ہو سرکار کا نعتیہ دیوان مسمّٰی بہ حدائق بخشش حصہ اول کے اخیر میں قصیدہ ''حضور جان نور'' ۱۳۲۴ھ زیر عنوان ''حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی'' کے دو شعر جو علی الاتصال موجود ہیں، جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ صفر ۱۶ سال پہلے لفظوں میں فرما دی تھی ''حضور جان، تاریخی نام ہے اور یہ اشعار دو مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی راہ میں فرمایا تھا ۱۳۲۴ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں:

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی ۔۔۔ پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

ماہ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے ۔۔۔ یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

(۲) بعد وصال قبل تدفین کاشانۂ اقدس سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر حضور پر نور ''مکتوبات رضویہ'' کی جلد اول لائے اور میرے روبرو ورق گردانی فرماتے ہوئے ایک صفحہ پر توقف فرمایا۔ اس فقیر نے اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ اس صفحہ پر حضور نے کچھ تواریخ وفات مرحومین وغیرہ کی استخراج

فرمائی تھیں، جس کا انداز تحریر ظاہر کرتے ہوئے، میں اس تاریخ کو پیش کرتا ہوں جس سے میرا مقصود حاصل ہے، وہ یہ ہے ۱۳۴۰ھ **ویطاف علیھم بآنیة من فضة و اکواب** (مولوی وصی احمد) مذکورہ بالا آیہ کریمہ کے اعداد کا شمار بقاعدہ ابجد ۱۳۴۰ ہوتا ہے اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہوا ہے اسی لیے ''و'' کو الگ کرکے تحریر فرمایا یعنی **یطاف علیھم بآنیة من فضة و اکواب** ان کا مادۂ تاریخ ہے اور آیت کریمہ ''**ویطاف علیھم**'' ہے جس کے اعداد ۱۳۴۰ ہیں لہٰذا حضرت محدث صاحب کا اسم گرامی لکھ کر محدود فرمانا، اس کو پردہ میں رکھنا ہوا اور ظاہر نہ فرمایا کہ اپنا نام تحریر فرمانے سے انکشاف راز ہو جاتا، اس لیے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی پر اکتفا کیا، جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ آیۂ کریمہ واو چھوڑ کر پڑھنے سے محدث صاحب کی تاریخ نکلتی ہے اور واو شامل کرنے سے ''ہماری تاریخ وفات'' ہے یعنی چھ سال قبل اپنے وصال کی تاریخ ''مکتوبات شریف'' میں محفوظ کر دی تھی۔

حضرت محدث سورتی کی وفات پر اپنی وفات کا اعلان:

جامع حالات فقیر قادری رضوی غفرلہ، کہتا ہے کہ جب حضرت استاذی و ملاذی محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد میں منتظر تعزیت پیلی بھیت روانہ ہوا، اس کے بعد بریلی شریف اعلیٰحضرت کی قدمبوسی کے لیے بھی حاضری دی۔ ایک دن حضور نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیۃ شریفہ سے پائی ہے، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آیۂ کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی **یطاف علیھم بآنیة من فضة واکواب** اسی وقت میں نے آیت کریمہ کے اعداد جوڑے ۱۳۳۴ نکلے مگر میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، لیکن اعلیٰحضرت نے اس پر مطلع ہوکر فرمایا۔ کیا کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں، اتنا اشارہ پاکر میں نے عرض کیا آیہ کریمہ ویطاف ہے اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''پوری آیت اس بندۂ خدا کی

تاریخ ہوگی'' جس کا انتقال چھ سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہوگا، اس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا لیکن جب حضور کا وصال شریف ۱۳۴۰ھ میں ہوا، معاً خیال آیا کہ اعلیٰحضرت نے اس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا مگر میں نہ سمجھ سکا۔

(۳) دوران قیام کوہ بھوالی حضور کا ایک ''مفاوضہ عالیہ'' فقیر (جناب سید ایوب علی صاحب) کے نام آتا ہے، آخر میں اسم گرامی سے پہلے ارشاد فرماتے ہیں ''چراغ سحر بلکہ آفتاب سرکوہ'' یہ مفاوضہ عالیہ ''جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی'' کے روداد سال اول کی اخیر میں غالبًا چھپا ہوا ہے۔

موت سے پہلے کی وصیتیں (وصال سے پہلے کے چند لمحات)

(۴) کوہ بھوالی سے مراجعت ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے، حضور کے پیر و مرشد اعلیٰحضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقضی ہو چکا تھا کہ ۱۶-۱۷- ۱۸ ذی الحجۃ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے لہٰذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے لہٰذا قل شریف کے لیے کاشانۂ اقدس ہی کے اندر ہی انتظام ہوا اس وقت جو کلمات طیبات بطور وصایا ارشاد فرمائے تھے وہ یہ تھے پیارے بھائیو ''**لا ادری سابقنی فیکم**'' مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر میں ٹھہروں تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن' جوانی' بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے، اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں اس وقت دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔

''ایک تو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور دوسری خود میری، تم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے

تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو، ان سے دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے (الی آخرہ مال و افاد و سیاتی۔)

(۵) آیہ کریمہ ''ویطاف علیھم بانیة من فضة و اکواب'' بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(۶) جمعہ وصال سے ماقبل جمعہ میں ہر وقت حاضریِ مسجد میں صاف ارشاد فرمایا تھا کہ ''آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے آئندہ چار پائی پر ہوگی۔''

حکیم محمد حسین نبض دیکھتے ہیں:

(۷) حضور کے برادر زادہ مجی جناب مولوی حکیم حاجی محمد حسین صاحب رضا خان صاحب قادری برکاتی نوری مدظلہ حاضر ہوتے ہیں اور نبض کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں حضور پرنوران کے چہرہ کا رنگ متغیر دیکھ کر استفسار فرماتے ہیں حکیم صاحب موصوف ''کچھ نہیں'' کہہ کر ٹالنا چاہتے ہیں دریافت فرمایا جاتا ہے، آج کیا دن ہے یہ عرض کرتے ہیں بدھ ہے ارشاد ہوتا ہے، بدھ، جمعرات، جمعہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۸) نصب شب گزر چکی ہے حضرت پیرانی صاحبہ محترمہ خدمت میں حاضر ہیں ارشاد فرمایا کیوں بیٹھی ہو، جاؤ آرام کرو، عرض کیا حضور اس خیال سے کہ شاید کچھ ضرورت ہو، تو حضور کو تکلیف نہ ہو، فرمایا نہیں جاؤ، آرام کرو، پھر فرمایا آج تو وہ رات ہے تمہیں جس کا انتظار ہے۔

اعلیٰحضرت اپنے بیٹوں کو وصایا فرماتے ہیں:

(۹) یوم وصال صبح سے تمام مراحل جائیداد اور تولیت دغیرہ طے فرماتے بارہ بج کر بیس منٹ پر وصایا شریف، خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی حاجی شاہ محمد مصطفے

رضا خان صاحب مدظلہ العالی سے لکھوائے اور آخر میں بحالت ہوش و حواس ''واللہ شہید'' خود دست حق پرست سے ارقام فرما کر دستخط ثبت فرمائے، مفصل حالات ارتحال مع وصایا وغیرہ آئندہ کسی جگہ ہدیہ ناظرین کیے جائیں گے یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اب وصال شریف کو صرف دو گھنٹے ۱۸ منٹ باقی تھے اس عرصہ میں خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب نے حسب الحکم سورۂ یٰسین و سورۂ رعد تلاوت فرمائی اس وقت بھی ہوش و حواس کا یہ عالم تھا کہ درمیان تلاوت دو ایک جگہ عربی اغلاط کی تصحیح فرمائی وہ دعائیں جو سفر کے وقت پڑھنے کا معمول تھا حضور نے شروع فرما دیں۔

(۱۰) ارشاد فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کی جائے۔

(۱۱) قریب وصال بڑے مولانا صاحب (یعنی مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فرمایا گھڑی میرے پاس رکھ دو، ممدوح نے فوراً تعمیل حکم کی فرمایا اور قریب لاؤ انہوں نے اور بڑھا دی فرمایا اور قریب لاؤ انہوں نے اور قریب کر دی پھر فرمایا اور قریب لاؤ عرض کی بالکل، بالکل نظر کے سامنے رکھوا لی گئی۔

مولانا مولوی حسنین رضا وصیت نامہ تحریر کرتے ہیں:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے وصال شریف ۲ بج کر ۳۵ منٹ پر ہوا، گویا یہ وقت پہلے سے معلوم کرایا گیا تھا اور ایک ایک منٹ کرکے اس کا انتظار فرما رہے تھے، اسی لیے گھڑی بالکل مواجہہ اقدس میں رکھوا لی تھی۔ اس جگہ نفع عام کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ''رسالہ وصایا شریف مولفہ مولانا مولوی حسنین رضا خان صاحب خلف اوسط برادر اوسط اعلیٰحضرت امام اہلسنت گرامی جناب مولانا مولوی حسن رضا خان صاحب قدس سرہ کی پوری نقل کر دوں'' اگرچہ بعض مضامین مکرر ہو جائیں گے مگر اس میں مضائقہ نہیں والشک ماکررت یتضوع۔

مؤلف کتاب کی زبانی اعلیٰحضرت کی زندگی کے آخری لمحات کا تذکرہ

الحمدللہ و کفی والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی ز عبو ...

وحزبه وصحبه وابنه یداالدھر ابداً ابدا بحثیت اس کے یہ رسالہ اعلیحضرت قدس سرہ العزیز کے وصایا پر مشتمل ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ''مکتوب وصایا'' کے ساتھ بعض ان ''ملفوظ وصایا'' کو بھی جمع کر دوں جو زمانۂ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔ یوں تو ان کی ہر مجلس میں بیٹھنے والا نصائح کے انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کر اٹھا مگر خوشخبری ہے اس کو جس نے ان نصائح کو گوش دل سے سنا اور ان پر عمل کیا۔ افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ زواہر جواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آسکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں۔ حوالۂ قلم کرتا ہوں اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا، اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴ محرم ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے، مسلمانانِ بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا حضور والا کے تشریف لاتے ہی بریلی میں چہل پہل ہوگئی۔ بھوالی میں اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دورہ پڑ چکا تھا، اس سے ضعف شدید ہوگیا تھا، وطن اور بیر و نجات کے دور دراز مقامات سے مسلمان عیادت و بیعت کے لیے گروہ در گروہ آتے جاتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکیر و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار دو عالم تاجدار مدینہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر شریف سے خالی نہ گئی، مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیہ فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع و خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رقاق ذکر فرماتے خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے اگر بخش دے اس کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ حضرت پیر و مرشد سیدنا شاہ سید آلِ رسول قدس سرہ العزیز کے عرس شریف میں جو سال بسال بتواریخ ۱۷- ۱۸-۱۹ ذی الحجہ الحرام ہوا کرتا تھا، مگر اس مرتبہ بوجہ علالت اعلیحضرت قبلہ اوقات مقررہ پر نہ ہو سکا۔ بلکہ بعد واپسی حضور پرنور یہ عرس شریف ہوا۔ اس عرس شریف میں کہ اعلیحضرت کے حیات میں آخری

عرس تھا۔ قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ وعظ و نصیحت کی آخری صحبت تھی اور رشد و ارشاد کا دور، مولانا مولوی امجد علی صاحب نے کچھ ''وصایا شریف'' قلمبند کیے تھے، جو خود حضور اقدس نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں مل گئے کہ ان کا اب تک پتا نہ چلا، روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے، ان کی برکات سے حصہ لینے کے لیے گوش گزار ناظرین کیے جاتے ہیں۔ (ملفوظ وصایا)

وصایا شریف

پیارے بھائیو! لاادری مابقائی فیکم، مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر اور ٹھہروں، تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن جوانی' بڑھاپا' بچپن گیا' جوانی آئی' جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے ایک موت ہی باقی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا ہوں مگر اب اس کی امید نہیں، اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک تو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اور دوسری خود میری ''تم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو ان سے دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور ان سب سے نئے اب گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا ہے۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رب العزۃ جل جلالہ کے نور ہیں حضور سے صحابہ روشن ہوئے،

صحابہ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمۂ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لو، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو، وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح سے نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں بھی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندہ کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے، اس لیے ان باتوں کو خوب سن لو۔ اب میں قبر سے تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاکت یہ تو خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں اور دوسری میری وصیت ہے۔ آپ حضرات نے مجھے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیئے اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔

میں نے تمام اہلسنّت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ

لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کر دیں اور حاضرین پر میرا فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرا لیں۔ ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتویٰ نکلتے۔ نوے برس سے زائد ہو گئے۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا، میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔ پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی غرض کہ میں نے اپنی صغر سنی میں کوئی بار ان پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی، تو مجھے چھوڑا اور اب میں تم تینوں کو چھوڑتا ہوں، تم ہو (یہ خطاب خلف اکبر مخدومنا مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب سے ہے) ''مصطفےٰ رضا'' ہیں تمہارا ''بھائی حسنین'' ہے سب مل کر کام کرو گے، تو خدا کے فضل سے کرسکو گے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں خدمت دین و ترقی علم کی دعا فرمائی کہ اے اللہ تو ان ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے، جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں۔''

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار کر روئے۔ لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ کچھ اس روز ہی اپنی رحلت کی تصریح نہ فرمائی بلکہ اس کے بعد سے یوم وصال تک لگاتار خبریں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔ میں نے تو تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرد و امتیاز، دور جدید کے علماء ظاہر میں رکھتے تھے وہی علو و برتری انہیں طبقۂ اولیا میں بھی حاصل تھی ان کثیر اخبار میں سے بعض حوالہ قلم کرتا ہوں۔ (اخبار ارتحال)

اعلیٰحضرت کے وصال کی لمحہ بہ لمحہ کہانی:

رمضان ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰحضرت قبلہ بھوالی میں تشریف رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فرائض الٰہیہ کی عظمت اعلیٰحضرت کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا جو اولیاء کاملین کا مخصوص حصہ ہے گوناگوں امراض اور فراوان ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں اس لیے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا اسی فتویٰ کی بنا پر اعلیٰحضرت متعدد سال سے آخر شعبان کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی شریف تشریف لے آیا کرتے اور نماز عیدالفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے چنانچہ اس سنہ میں بھی حضور کوہ بھوالی ماہ رمضان المبارک شریف میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کی منجھلی صاحبزادی مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں۔ یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی۔ جب نماز عید پڑھانے کے لیے اس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتدادِ مرض کی کیفیت عرض کی، سنا، چلتے وقت فرمایا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ ہی روز زندہ رہیں ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ یہ کہی ''رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعہ'' وصال شریف سے دو روز قبل چہار شنبہ بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی۔ بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی، دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے انہوں نے گھبراہٹ و پریشانی میں عرض کیا ضعف کے سبب نہیں ملتی، اس پر دریافت فرمایا آج کیا روز ہے لوگوں نے عرض کیا چہار شنبہ ہے ارشاد فرمایا جمعہ پرسوں، یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتے رہے۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہلسنّت جمعہ کو ہم میں رہنے والے نہیں شب پنجشنبہ کو اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں۔ شاید کوئی ضرورت

ہو، منع فرمایا، جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا ان شاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو۔ وصال کے روز ارشاد فرمایا۔ ''پہلے جمعہ میں کرسی پر جانا ہوا آج چار پائی پر جمعہ ہوگا'' پھر فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔ عالی جناب چودھری عبدالحمید خان صاحب رئیس سہاور مصنف کنزالآخرت (جو اعلیٰحضرت قبلہ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف کے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لائے، اعلیٰحضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حکیم واجد علی کوثر، سیتاپور کے ایک پرانے طبیب ہیں صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں۔ میرے خیال سے انہیں بلا لیا جائے ارشاد فرمایا کہ انسان اخیر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔ جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا، بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰحضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا، خیال رہے معدہ خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے، اس پر بھی احتیاط وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے، جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ باقی اپنے ورثا پر بہ حصص شرعی وقف علی الاولاد فرما دی پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا جو درج ذیل ہے:

اس جگہ یہ بات بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہوا اور چلنے سے معذوری ہوئی کرسی پر نماز پنجگانہ نماز پڑھنے کو تشریف لاتے رہے اور تمام فرائض باجماعت ہی ادا فرماتے رہے اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا، تو صرف جمعہ ہی باجماعت ادا فرمایا کیے حتیٰ کہ ''جمعۃ الوصال'' کے قبل والا جمعہ بھی باجماعت مسجد میں کرسی پر تشریف لے جا کر ادا فرمایا۔ مکتوب وصایا جو وصال شریف سے دو گھنٹہ ۱۵ منٹ قبل قلمبند کرائے اور آخر میں درود شریف و دستخط وغیرہ خود دست اقدس سے تحریر فرمائے حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

زندگی کے آخر لمحات کی باتیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

(۱) شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ سے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے

جنبی یا حائض نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے۔

(۲) سورۂ یٰسین و سورۂ رعد بآواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ تک دم آنے تک متواتر بآواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

(۳) بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں، بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعاء خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

(۴) غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خان وہ دعائیں جو فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

(۵) جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو جنازہ کے آگے آگے اگر پڑھیں تو تم پہ کروروں درود اور ذریعہ قادریہ (یہ دونوں نظمیں اعلیٰحضرت قبلہ کی ہیں) اول کا مطلع یہ ہے ۔

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

اور دوسرے کا مطلع یہ ہے ۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(۶) خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یونہی قبر پر۔

(۷) قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگا دیں۔

(۸) جب تک قبر تیار ہو سبحٰن اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبیدک ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رہیں، ناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔۔

(۹) بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار بآواز بلند حامد رضا خان اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ ہٹ کر پھر اعزہ و احبا چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں، پھر مجھے ارحم الرّٰحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارا ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے (جس وقت سے وصال فرمایا اس وقت سے غسل شریف تک گھر میں قرآن عظیم بآواز پڑھا گیا پھر تین شبانہ روز مواجہہ شریف میں مسلسل تلاوت قرآن عظیم جاری رہی والحمدللہ)

(۱۰) کفن پر کوئی دو شالا یا قیمتی چیز یا شامیانہ ہو کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

(۱۱) فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔ صرف فقرا کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو (اعلیحضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیہ کریمہ وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم کے مصداق ہیں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے اور وقت وصال بھی انہیں کا خیال ہے کہ اپنے مرغوب کھانے انہیں پہنچاتے رہیں، شان کرم یہ ہے)

(۱۲) اعزہ سے اگر بطیبِ خاطر ممکن ہو، فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے اور بالائی فیرنی، اردکی بھری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگرچہ روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیبِ خاطر ہو۔ میرے لکھنے پر مجبوراً نہ ہو (دودھ کا برف دوبار، پھر بتایا، چھوٹے مولانا نے عرض کیا اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں فرمایا پھر لکھو ان شاء اللہ مجھے میرا رب

سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔)

(۱۳) ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں نہ رو و رعایت سے ان کی غلط فہمی سے ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے اور ان پر بھی ان سے محبت و شفقت لازم، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض رہے گی۔

(۱۴) رضا حسنین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتیٰ الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق بخشے والسلام۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصایا قلمبند ہوئے (دستخط) فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم خود بحالت صحت و حواس واللہ شہید ولہ الحمد وصلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الی ابدّ ازا بلدین والحمدللہ رب العلمین۔

اعلیٰحضرت کی زبان سے آخری حمد اور آخری درود:

یہ درود آخری درود اور یہ حمد پہلی حمد ہے اور یہ تحریر آخری تحریر ہے جو حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ نے اپنی آخری عمر شریف میں تحریر فرمایا اس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا اور رضا حسنین یہ عرف میرے برادر مکرم جناب حکیم حسین رضا خان صاحب کا ہے جو عرصہ دراز تک اعلیٰحضرت کی خدمت میں علاج کرتے تھے اور اخیر تک کرتے رہے۔ حضرت کے پہاڑ سے آنے پر بعض اعزہ کی رائے تبدیل معالج کی ہوئی، حضرت نے سن کر ہندی کی مثل فرمائی (گھر کا جوگی جوگیا ان گاؤں کا سدھ) اور فرمایا جب سے اس نے میرا علاج شروع کیا ہے اس وقت سے اس وقت تک اس کی کسی دوا نے مجھے نقصان نہیں پہنچایا، اپنا عزیز ہونے کی وجہ سے کوئی اس کو نہیں سمجھتا اور نہ قدر کرتا ہے میرے خیال میں تبدیل علاج اور معالج کی

حاجت نہیں۔

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ولادت و وفات کی تاریخیں خود تحریر فرمائی ہیں، ان کا ذکر یہاں ضروری ہے لہٰذا میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ مخدومی عالی جناب صاحبزادہ مولانا سید محمد صاحب اشرفی محدث کچھوچھوی مدظلہ الاقدس کا وہ مضمون جو تاریخوں پر مشتمل ہے پورا درج کر دوں، امام الھدیٰ عبدالمصطفےٰ احمد رضا علیہ الرحمۃ حدیث شریف میں فرمایا ان اللہ یبعث لھذہِ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا امر دینھا اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے سرے پر مجدد دین بھیجتا ہے رواہ ابو داؤد فی مسندہٖ و حسن بن سفیان فی سندہٖ والبزاز فی المسندہٖ والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل والحاکم فی المستدرک وابونعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی المدخل وغیرھم من المحدثین اس حدیث جلیل کی شرح میں شیخ الاسلام بدرالدین ابدال رسالہ ''مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ'' میں لکھتے ہیں اعلم ان المجدد انما ھو بغلبۃ الظن ممن عامرہ بقرائن احوالہ والانتفاع بعلمہ ولایکون المجدد الاعالما بالعلوم الدینیۃ الظاھرۃ والباطنۃ ناصر للسنۃ قامعا للبدعتہ یعنی مجدد کی شناخت قرائن احوال سے کی جائے اور دیکھا جائے کہ اس کے علم نے کیا نفع پہنچایا اور مجدد وہی ہوگا جو علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف ہو سنت کا مددگار ہو بدعت کا اکھاڑنے والا ہو۔

مجدد کون ہوسکتا ہے:

امام جلیل جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں والذی ینفی ایکون المبعوث علی راس المائۃ رجلا مشھورا و معروفا مشار الیہ وقد کان قبل مائۃ ایضاً من یقوم بامر الدین والمراد بالذکر من انقضب المائۃ وھو حی عالم مشار الیہ مشھورا ھ ملخصا یعنی اچھا یہ ہے کہ صدی کا مجدد وہ شخص ہو جو مشہور و معروف ہو اور امور دین میں جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور پہلے بھی ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور مراد یہ ہے کہ مجدد صدی گزشتہ کے خاتمہ پر اپنی زندگی میں مشہور و معروف عالم اور علماء کا مشار الیہ ہو چکا ہو، حدیث شریف ہم کو ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی

بشارت سناتی ہے ائمہ کرام پتا دیتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخری حصہ میں جس کی شہرت ہو چکی ہو اور موجودہ صدی میں بھی وہ مرکز علوم سمجھا جاتا ہو اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں۔

اعلیٰحضرت میں مجدد مایۃ حاضرہ کی خصوصیات:

اب آؤ دیکھیں کہ تیرھویں صدی گزر گئی اور چودھویں صدی قریب نصف حصہ کے طے کر چکی۔ ہمارا مجدد تیرھویں صدی میں پیدا ہو چکا اور شہرت حاصل ہو چکا اور چودھویں صدی میں علمائے دین کا مشارٌ الیہ قرار پاچکا ہے جس پر علامہ بدرالدین ابدال و امام سیوطی کی شہادت گزر چکی اس کی تلاش کرو ہمیں اس جستجو میں آسمان پر پرواز کی حاجت نہیں، کرۂ زمین کے طواف کی ضرورت نہیں، ربع ارض مسکون اور وہ بھی صرف عالم اسلام اور وہ بھی صرف آستانجات علمائے کرام کی خاکروبی ہمارے مدعا کو کافی ہے، اب ہم ہیں اور پر شوق نگاہیں تمناؤں بھرا دل۔ نظر اٹھتی ہے تو ہندوستان سے گزر کر سمندر کو طے کر کے اسلام کے مرکز اور دین کے محور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زاد ہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی گلی گلی کا طواف اور کوچہ کوچہ کا چکر لگا رہی ہے۔ کبھی غلاف کعبہ پکڑتی ہے اور عرض کر رہی ہے کہ اے مالک و مولیٰ جل وعلی ہمارے مذہبی رہنما اور دینی پیشوا کا پتا دے، کبھی روضہ مقدسہ کے سامنے باادب عرض گزار ہے کہ اے دو جہاں کے آقا صلوات اللہ و سلامہ علیک ہمیں حضور اپنی بشارت کا بتائیں ان عریضوں کے ساتھ چار آنسو نذر کر رہی ہے الحمدللہ کہ عرضی قبول ہوئی اور عقل سلیم مجلس علما کی طرف لے چلی اور حرمین محترمین کے مفتیان کرام و ائمہ حرمین عظام و جمیع علمائے اسلام کے قدموں پر ہمیں ڈال دیا، ہم چپ ہیں، ساکت و صامت ہیں کہ تاب گویائی باقی نہیں ہے، اتنا دیکھتے ہیں، کہ ان علما کے دست اقدس میں کوئی معتمد و مستند رسالہ کوئی معتقد و منتقد عجالہ ہے اور ان کے قلم و زبان کسی کی مداحی میں یوں زمزمہ سنج ہیں مناقب علیہ کا اظہار ان لفظوں سے ہو رہا ہے عالم۔ ''علامۂ کامل۔ استاد ماہر۔ مجاہد۔ معزز۔ باریکیوں کا خزانہ۔ محفوظ برگزیدہ۔ گنجینہ۔ علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا۔ دریائے فضائل۔ علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ امام پیشوا۔ روشن ستارا۔ اعدائے اسلام کے لیے تیغ براں، استادِ معظم نامور، مشہور، ہمارا سردار، جلیل القدر، دریائے زخار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانشمند

بحرِ ناپیدا کنار۔ شرف و عزت والا۔ صاحب ذکاءِ ستھرا، ہمارا مولیٰ، کثیر الفہم، منقبتوں اور فخروں والا، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، علمائے مکہ ان کے فضائل پر گواہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر۔ لڑائیاں ظاہر، دین کے اصول و فروع میں تصانیف متکاثرہ، مشہور، ان کے کمال کا بیان طاقت سے باہر، علم کا کوہِ بلند، طاقتور، زبان والا، حاوی جمیع علوم، ماہر علوم عربیہ، دین کا زندہ کرنے والا، وارث نبی، سید العلما، مایہ افتخار علما، مرکز دائرہ علوم، ستارہ آسمان علوم، مسلمانوں کا یاور و نگہبان حکم، حامی شریعت، خلاصہ علماءِ راسخین، فخر اکابر، کامل سمندر، معتمد، پشت پناہ محقق'' اور ولایت صحیحہ کی تصدیق یوں کی جا رہی ہے کہ ''آفتاب معرفت، کنزالاحسان، کریم النفس، دریائے معارف، مستحبات و سنن و واجبات و فرائض پر محافظ، محمود سیرت، ہر کلام میں پسندیدہ، صاحب عدل، عالم باعمل، عالی ہمم، نادر روزگار، خلاصہ لیل و نہار، اللہ کا خاص بندہ، عابد، دنیا سے بے رغبتی والا، عرفان و معرفت والا ایدہ اللہ بہ نصرہ۔''

مالک حقیقی پر صدقے، اس آقا پر قربان، جس سے ایک حامی سنت، ماحی بدعت، مشہور عالم کی تمنا عرض کی گئی تھی اور ہم کو اس کا پتا ملا، جو سنت و اہلسنّت کا یاور، نگہبان اور بدعت و اہل بدعت کے لیے تیغ بران اور علم میں کوہِ بلند، کامل سمندر، مرکز دائرہ علوم، امام و پیشوا اہل اسلام ہے اس کا نشان ملا جو نہ صرف باطن کا عالم ہے بلکہ وہ دریائے معرفت اور اللہ کا خاص بندہ عالی ہمم۔ خلاصہ لیل و نہار ہے، بلکہ ہم اس کو پا گئے جو علما کی زبان میں اس ''صدی کا مجدد'' پکارا جاتا ہے وہ کون ہے؟ بے دینوں کی آنکھیں کور ہوں! حاسدوں کی نگاہوں میں خاک ہو! وہ وہی ہے جو بریلی کے مقدس گھرانوں میں ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوا اور ۱۲۸۵ھ تیرہ برس کی عمر شریف میں پروان چڑھا اور علوم کا سرتاج ہو کر منصب افتاء کا عزت بخش ہوا اور بیس برس تک تیرھویں صدی میں اپنے فتاویٰ و تصانیف کے علوم کے دریا بہائے اور عرب و عجم نے سر عقیدت ٹیک دیے اور ۱۳۲۴ھ میں اس کی سرکار اعلیٰ بلند و بالا کو وہ عروج کامل ہوا کہ ہندو سندھ، افغانستان و ترکستان، عراق و حجاز خاص حرمین محترمین کے علماء نے زانوئے ادب تہ کر دیے اور عقیدت کے وہ کلمات نذر گزارے جن کو ابھی سن چکے (دیکھو حسام الحرمین شریف)۔

مجدد مائیۃ حاضرہ کون تھا:

بتاؤں وہ مجدد کون ہے؟ سنو اور گوشِ ہوش سے سنو، وہ وہی مقدس مفتی ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرا لی **اولٓئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه** یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ اولئک یعنی وہ لوگ کن کی طرف اشارہ ہے دیکھو آیۂ کریمہ مذکورہ کے پہلے کی آیت میں فرماتا ہے **لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوآدون من حآد اللہ ورسوله ولو کانوا آباؤھم اوابنآئھم اواخوانھم اوعشیرتھم** یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ و قیامت پر ان کے دل میں ایسے کی محبت آنی پائے جنہوں نے خدا و رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تائید کی۔ تم ہمارے ممدوح کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفرؔ و مرتدین و فرقِ ضالین کا جورد و استیصال فرمایا ہے اس پر نظر ڈالو تو بے ساختہ کہہ اٹھو گے کہ آیۃ کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا زیب دیتا ہے اب آیہ کریمہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو **ویدخلھم جنٰتٍ تجری من تحتھا الانھرُ خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنه اولٓئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحونo** یعنی انہیں باغوں میں اللہ تعالٰی لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔ بتاؤں کہ وہ اللہ والا مجدد کون ہے؟ جس کو آیہ کریمہ کی بشارت کا وہ حق وہ استحقاق ہے کہ اگر اولئک میں بعد لام کے الف کو کتابت میں ظاہر کر دو تو اس کی عمر شریف کی تعداد ۶۸ برس کا پتا چلتا ہے اب اولئک کی جگہ ممدوح کا تصور کرو اور پاکیزہ حیات کو سوچ کر بعونہ تعالٰی کہہ سکتے ہو کہ وہ ارسٹھ برس والا کامل الایمان و موید من اللہ تھا۔ بتاؤں کہ وہ مؤید من اللہ مجدد کون ہے؟ بے دینوں کا ستیاناس ہو، حاسدوں کا برا ہو، وہ وہی مبارک ہستی ہے جس کے علم و کمال و فضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اسلام و اہل اسلام کی

موجودہ حالت پر شور وشر زمانہ میں پچپن برس تک مدد ومحافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کر کے ۱۳۴۰ھ کو ارسٹھ برس کی عمر شریف میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہوگیا اور ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ اپنے رب سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محدث سورتی کے پوتے کا بیان:

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ وصال شریف کے بعد جب اعلیٰحضرت کو غسل دینے کے لیے بستر سے اٹھایا گیا تو سرہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر سورۂ دہر کی یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی تھی ویطاف علیھم بآنیة من فضة واکواب o نیچے لکھا ہوا تھا اگر اس آیت کو واوٴ سمیت پڑھا جائے تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے اور اگر بغیر واوٴ کے پڑھیں تو حضرت مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا انتقال اعلیٰحضرت کے وصال سے ۶ سال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔

روئے اے دل کھول کر بادیدۂ خونابہ بار
کتنا روشن ہے ''شہنشاہِ بریلی'' کا مزار

ملکی اخبارات کا اظہارِ ملال

۱۔ ''دبدبہ سکندری'' رام پور

۲۔ موت العالم، موت العالم

۳۔ اجمیر شریف کی درگاہ پر ایصالِ ثواب کی مجلس

۴۔ روزنامہ ''شجر عالم'' مراد آباد

۵۔ ''روزانہ اخبار'' بریلی

۶۔ ریاست اودیپور میں جلسۂ تعزیت

۷۔ مسعود غازی کے دربار پر قرآن خوانی

۸۔ ''دبدبۂ سکندری'' کا تعزیتی اداریہ

انہیں جانا۔ انہیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد کہ دنیا سے مسلمان گیا......

اعلیٰحضرت کی وفات پر اخبارات میں اظہارِ ملال

حضرت امام اہلسنّت مجدد مانۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ قدس سرہ العزیز کے انتقال پر ملال کے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند حرمین طیبین مصر و شام بیروت کے اخباروں میں بھی اس حادثۂ ارتحال کی خبریں نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ شائع اخباروں میں بکثرت مضامین اس قسم کے لکھے گئے اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو مستقل کتاب ہو جائے میں صرف ''اخبار دبدبۂ سکندری'' ریاست رامپور جلد ۵۸ سے ان کو نقل کرکے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

دبدبہ سکندری جلد ۵۸ نمبر ۹۔ عالم بے بدل امام اہلسنّت کی وفات:

اس حادثہ کو لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ نہ صرف بریلی بلکہ تمام ہندوستان کے ایک زبردست عالم بے بدل اعلیٰحضرت مجدد مانۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ مولانا مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی بریلوی نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو ۲ بجے انتقال فرمایا مرحوم ایک عرصہ سے علیل و کمزور رہے

آتے تھے، یہ افسوسناک خبر شہر میں برقی رو کی طرح پھیل گئی اور جس نے سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور جوق در جوق مسلمان آستانہ رضویہ پر جمع ہونے لگے اس روز مسلمانوں میں ایک سناٹے کا عالم تھا ۲۶ صفر کو دن کے ۴ بجے مسجد رضوی کے پہلو میں مطبع والا جو مکان تھا اس میں دفن کیے گئے نماز جنازہ خلائق کے اژدھام کے باعث عیدگاہ کے وسیع میدان میں شاندار طریقہ سے پڑھی گئی اور اس طرح یہ غیر معمولی ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے پردہ فرما گئی اس حادثہ پر مسلمان بہت روئیں گے کیونکہ اعلیٰحضرت کی ذات والا صفات دین کے لیے سپر تھی اور معاندین اہلسنّت کے اس صادق جانباز عاشق رسول کے سامنے چراغ گل تھے دنیائے سنت کے اس بڑے حادثہ میں ہمیں ان کے صاحبزادگان سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب قادری اور جناب مولانا مولوی مفتی شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب قادری اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے مفصل ہم آئندہ شمارے میں لکھیں گے اور امید کرتے ہیں کہ بعض خصوصی احوال سے صاحبزادگان گرامی قدر مشرف فرمائیں گے۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰-۷ نومبر ۱۹۲۱ء "موت العالم موت العالم":

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر اسلام کے پیشوائے اعظم مقتدائے فضلائے عالم، ماتۂ حاضرہ کے مجدد، ملت طاہرہ کے موید، اعلیٰحضرت جلیل المرتبت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ قاری محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے ذکر الٰہی کے ساتھ عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مسلمانانِ عالم کے قلوب بے چین ہیں بریلی میں گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، جابجا سے افاضل و اماثل دین جمال کے دیوانے ہو کر دوڑے آئے اور ۲۶ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد اس امام اسلام کا جنازہ اٹھا آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عیدگاہ کے کسی اور مقام میں نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا، وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جا سکتی تھی انسانوں کا انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بجے عیدگاہ پہنچے اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز

حسب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ''فتاویٰ مبارکہ'' میں تحریر فرمائیں اور معمولہ حضور اقدس تھیں، حسب وصیت پڑھیں، مقتدیوں کو بعد دعا معمول کے آہستہ آمین آمین کہنے کی ہدایت فرما دی تھی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوئے جنازہ کے سامنے نعت خوانی اور درود شریف پڑھتے ہوئے محلہ سوداگران لائے اور حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب کے مکان میں اس سر الٰہی اور ودیعت ربانی نے پردہ فرمایا، قریب مغرب دفن سے فراغ ہوا اور ابھی تک شیدایانِ صادق العقیدہ کے غول کے غول مرقد اقدس کا طواف کر رہے ہیں۔

سرکار اعظم اجمیر شریف میں اعلیٰحضرت کی فاتحہ سیوم:

زیر اہتمام سید غلام علی صاحب، خادم درگاہ اجمیر شریف۔ رپورٹ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰- ۷ نومبر ۱۹۲۱ء۔

۲۵ صفر ۲۸ اکتوبر یوم جمعہ کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر' والی ریاست جاورہ' خادم درگاہِ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے نام ایک تار مرسلہ' حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب بریلی سے آیا جس میں تحریر تھا کہ اعلیٰحضرت قبلہ کا وصال ہوگیا اس حادثہ ہوش ربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنا رنج و الم ہوا اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین علی صاحب نے فاتحہ سیوم کا انتظام کیا اور اول بروز اتوار ۲۷ صفر کو آستانہ عالیہ حضور خواجہ خواجگان سرکار اعظم خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب اڑکاٹ' بعد نماز صبح قرآن خوانی ہوئی، جس میں چند صاحبزادگان و چند مدرسین و طلباء مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدہ صاحبزادگان درگاہِ معلیٰ ختم فاتحہ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحن درگاہ معلیٰ میں آ کر ختم کیا گیا۔ اس وقت علاوہ صاحبان مذکور کے حضرت جناب میر سید نثار احمد صاحب قبلہ متولی درگاہ عرش پناہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ و یتامیٰ' اجمیر شریف بتعداد کثیر شریک تھے بعد ختم' تبرک تقسیم ہوا اور اس طرح

اعلیحضرت مجدد ملتِ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سیوم سرکار اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰ ص ۵ کا ایک نوٹ:

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کا ماتم انتقال پر ملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی' اخبار ''مخبر عالم'' مراد آباد میں یوں ہوا۔

اجل لگا ہوئے گھات ہر کسی پر ہے　　　بہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم' سنی' حنفی' علما میں ایک غیر معمولی قابلیت و لیاقت کے عالم تھے۔ جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے افسوس کی جابجا صف ماتم بچھا دی۔ چنانچہ مراد آباد سے مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان و مریدان میں ہیں' فوراً بریلی روانہ ہو گئے۔ جن کے آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبارات میں چھپ چکی تھی جس کی فوراً تردید ہوئی تھی۔ اور امید تھی کہ اس افترا پردازی کا کیا گل کھلے گا۔ کہ یکا یک یہ خبر آ گئی کہ مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ و نقصان برداشت کرنا پڑا' کیونکہ آپ کے ''دارالفتاویٰ'' سے مسلسل اشاعت دین ہوتی رہتی تھی مگر امید ہے کہ آپ ہی کے نقش قدم پر آپ کے سچے جانشین چلیں گے اور ان مفید علمی و مذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا آخر میں ہم مرحوم کے لیے دعاء مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہار افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔

''روزانہ اخبار'' بریلی

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا　　　فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائیدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی نہیں۔ کل نفس

ذائقۃ الموت کے مصداق ہیں۔ سب ہی کو ذائقہ موت چکھنا پڑے گا۔ مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پس ماندگان کی چشم پرنم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے کی یاد آیا کرتی ہے بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے جس نے بھی اس حادثہ روح فرسا کو سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ آہ وہ حادثہ جانگداز کیا ہے یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل مجدد مایۂ حاضرہ عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب نے کل بروز جمعہ بوقت سہ پہر ایک طویل علالت شدید کے بعد وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج تجہیز وتکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیٰحضرت مرحوم مغفور بعد از فراغت نماز سوداگری محلہ' متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء اللہ الا ان اولیاء اللہ لایموتون

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست برجریدۂ عالم دوامِ ما

اللہ اللہ! جو لوگ محبوب حقیقی ہیں فنا ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں حیات جاودانی ہے۔ انہیں موت نہیں آتی۔ الا ان اولیاء اللہ لایموتون۔ انہیں تو ان کے محبوب جلیل ہے وصال میسر ہوتا ہے اس لیے وہ موت کی تمنا کیا کرتے ہیں "ان زعمتم انکم اولیآء للہ فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین" ؀ ان کی موت حقیقۃً ان کے وصال الی الحبیب کا نام ہے سبحٰن اللہ۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

انہیں میں ہیں امام اہلسنّت مجدد مایۂ حاضرہ موید ملت طاہرہ، حضور پرنور، مرشد برحق سیدنا اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب تک دنیا میں قیام فرمایا، کوئی وقت' کوئی ساعت' کوئی آن' کوئی لمحہ' حمایت دین سے خالی نہ چھوڑا اپنے پیارے آقا حضور پرنور سیدنا احمد کی رضا میں غرق رہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، غیر کی طرف التفات نہ کیا خود بدولت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

انہیں جانا' انہیں مانا' نہ رکھا غیر سے کام للہ الحمد کہ دنیا سے مسلمان گیا!

''رضی اللہ تعالیٰ'' اللہ اکبر ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ کو ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر قبض

روح شریف سے صرف دو گھنٹے سترہ منٹ پیشتر جو ''وصایا مبارکہ'' قلمبند کرائے ان کے مطالعہ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے کہ جو ایسا متبع سنت، پابند شریعت ہے اپنی زندگی میں کیا حال ہوگا اس کی اتباع شریعت و پابندی شریعت کا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اعلیٰحضرت کے آخری کلمات:

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے یہ وہی ''وصایا شریف'' ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں، وصال سے تھوڑی دیر پیشتر فرمایا، تصویریں ہٹاؤ، مجدد ملت کے گھر تصویر کا کیا کام! فرمایا روپے' پیسے' کارڈ' لفافے' ان سب پر تصاویر ہیں' انہیں ہٹاؤ، تعمیل ارشاد کی گئی، یہ غایت احتیاط و نہایت تقویٰ تھا، پھر فرمایا بیٹھے کیا ہو۔ سورہ یٰسین شریف پڑھو' حضرت شاہزادہ اعظم مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہم العالی نے وضو کر کے یٰسین شریف پڑھی، پھر سورۂ رعد شریف سنائی، ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا یا ایک جگہ سبقت لسان سے عَمِلُوْا کا عَمَلُوْا نکل گیا بتایا عملو جب ختم ہوگئی، تو وہ دعائیں پڑھنا شروع فرمائیں جو سفر کے وقت تمام و کمال پڑھا کرتے تھے منجملہ ان پیارے الفاظ کے یہ بھی ہے **اللھم اطولنا بعدہ اللھم ارزقنا سعدہ** اے اللہ اس سفر کی درازی کو میرے لیے مختصر فرما دے اور اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرما، اللہ اکبر! جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمۂ طیبہ پڑھا۔ جب ہمارے آقا و مولی کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لبہائے مبارک جنباں تھے۔ کان لگا کر سنا تو ''اللہ اللہ'' فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہر سانس میں اللہ نکلتا تھا۔ اسی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس دارفنا سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔ **انا للہ وانا الیہ رٰجعون٥ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ٥ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم٥**

بہت مخلصین کو تار دیے گئے، جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کوہِ غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشید جہاں تاب مصطفائی افق قرب میں غائب ہوا جس کی پیاری روشنی سے اہلسنّت کے دل منور' آنکھیں روشن' جگر ٹھنڈے' جانیں سیراب تھیں جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمال بغداد کے جلوے ملتے تھے جس کے چہرۂ انور میں حسن

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک نظر آتی تھی' رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیوں نہ ہو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "من صافح عالماًتقیا فکانماصافحنی" جس نے کسی پرہیز گار عالم سے مصافحہ کیا' گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا' جس کی خوشبو سے گلشن اسلام مہک رہا تھا جس کے نور سے بزمِ شریعت جھلک رہی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

اعلیٰحضرت کو غسل دیا جاتا ہے:

دوسرے روز شنبہ کو ۱۰ بجے غسل شریف عمل میں آیا۔ ہر بات مطابق سنت و موافق ارشاد حضور ہوئی باوجود اس قدر دیر گزرنے کے' جسم شریف نہایت نرم و نازک ہی تھا۔ پائے اقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ریشمین باریک کپڑوں کی تہ کر دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو وہ سچے وارث و نائب انبیاء تھے۔ اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منظورِ نظر تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "نہیں مس کیا میں نے کسی ریشمیں کپڑے یا دیبا کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کف اقدس سے زیادہ نرم ہو۔" رواہ البخاری فی صحیحہ، تو اس وصف کریم کا پرتو بھی ہمارے مرشد برحق آقا و مولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا' بعد غسل و کفن جنازہ شریف تیار ہوا اللہ اکبر ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

اطراف و جوانب حتیٰ کہ پیلی بھیت' مراد آباد' رامپور' علی گڑھ' شاہجہانپور اودیپور' میواڑ وغیرہ مقامات کے حضرات اہلسنّت آگئے تھے ایک عالم تھا عشاق کا۔ تخمینہ گیارہ ہزار آدمیوں کا کیا جاتا ہے۔ جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافق وصیت پڑھا جا رہا تھا ؎

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

اعلیٰحضرت کے جنازے کا منظر:

اللہ اکبر! یارسول اللہ! یاغوث الورٰی! کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے یہ کرامت جلیلہ آنکھوں دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اس رہنمائے دین کی مخالفت پر کمربستہ تھے آج اس نائب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سر نیاز خم کیے کھڑے ہیں۔ بہت

کوشش کندھا دینے میں کی، جب نہ میسر ہوا اپنی ٹوپی ہی جنازہ شریف سے مس کر کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے۔

الفضل ماشهدت به الاعداء

حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے اپنا کلمہ پڑھوا چھوڑے' اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ عیدگاہ پہنچا' نماز جنازہ ہوئی' پھر اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا' مسجد کی جانب شمال محلہ سوداگران' میں جو حضرت شاہزادہ اعظم مدظلہ العالی کا مکان مبارک ہے، قربان اس تقدیر کے جو اس مجدد ملت حبیب محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آرامگاہ بنا۔

اعلیٰحضرت کے وصایا کی تعمیل کی:

بعد دفن وصایا کی تعمیل ہوئی ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلاۃ رضویہ کا حلقہ رہا پھر تین شبانہ روز علی الاتصال بلا انقطاع' مواجہہ شریف میں تلاوتِ قرآن مجید جاری رہی۔ اب تک حضور کے شیدائی و سچے فدائی دیار و امصار سے برابر شد رحال کر کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر طوافِ مزار سے بڑے شوق و ذوق سے استفاضۂ خیرات و برکات کر رہے ہیں۔ ہر پنجشنبہ کو مواجہہ شریف میں مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے اور بارگاہ رضویہ پر ہر پنجشنبہ کو چادر نذر لاتے ہیں اور چادر شریف کے ساتھ نعت خوانی و نعرہائے اللہ اکبر و یارسول اللہ کی گونج اور ہجومِ عاشقاں ہوتا ہے۔ دبدبہ سکندری نمبر ۱۱' ۱۲ ص ۱۱

ریاست اودیپور میواڑ میں اعلیٰحضرت کی تعزیت:

مکرمی جناب قاضی یعقوب محمد صاحب، جوائنٹ سیکرٹری، مدرسہ اسلامیہ اودیپور نے لکھا کہ اعلیٰحضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ بریلوی (مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ) کے حادثہ انتقال پر ملال سے یہاں کے تمام مسلمانوں کو غیر معمولی رنج و افسوس ہوا۔ اور اظہار الم کے لیے تمام شہر کے مسلمان اور تمام اراکین انجمن تعلیم الاسلام (مدرسہ اسلامیہ) گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے اور ایصال ثواب کے لیے چار سو قرآن ختم کیے جس کے بعد مخدومی جناب مولانا عبدالکریم صاحب قادری نقشبندی جتوری مدرس مدرسہ

اسلامیہ اودیپور میواڑ نے اپنی فاضلانہ اور پر اثر تقریر میں اعلیٰحضرت، صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے حالات طیبات اور ان کی دینی خدمات اور ملی جذبات بیان کیے جس کو سن کر تمام حضرات حاضرین جلسہ گریاں و نالاں تھے اور نہایت درجہ رنج وغم کا اظہار کر رہے تھے آخر میں اس دعا پر اختتام جلسہ ہوا کہ خدا تعالیٰ اعلیٰحضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرما کر درجات عالیات عطا فرمائے اور ان کے اعزہ و احبا کو ان کے حادثۂ وفات پر صبر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ سجادہ نشین اعلیٰحضرت صاحب قبلہ کو ہم تشنگانِ علوم شریعت و طریقت کے سروں پر تا دیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلین آستانہ رضویہ کی دینی امیدیں قدرت نے وابستہ کر دی ہیں اراکین مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا کے اس اہم حادثہ میں خاندان والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ براہ راست ایک تعزیت نامہ سجادہ نشین صاحب قبلہ موصوف کی خدمت والا درجت میں بریلی شریف ارسال کیا جائے اور ایک اطلاع اخبار ''دبدبہ سکندری'' میں شائع کرنے کے لیے بھیج دی جائے۔

بہرائچ میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا جلسہ تعزیت:

۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ واقع بہرائچ میں اعلیٰحضرت مجدد ملیۃ حاضرہ، مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر ایک شاندار جلسۂ تعزیت منعقد ہوا مجمع بہت کثیر تھا اور ہر شخص رنج وغم میں ڈوبا ہوا تھا صدر جلسہ حضرت مولانا مولوی احسان الحق صاحب نعیمی، مفتی درگاہ معلیٰ نے ایک پر زور تقریر میں اعلیٰحضرت کے فضائل و محامد بیان کیے اور یہ بات ثابت کی کہ اعلیٰحضرت کی وفات نہ صرف سنیوں کے لیے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے ایک صدمۂ عظیمہ ہے۔ جلسہ فاتحہ خوانی پر ختم ہوا اور تجویز ہوا کہ حضرت مولانا مولوی مفتی قاری حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب، سجادہ نشین و دیگر اعزہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔اور کارروائی جلسہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور میں بغرض طبع بھیجی جائے۔

احمد آباد گجرات میں اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کا عظیم الشان جلسہ:

(مطبوعہ ''دبدبہ سکندری'' نمبر ۱۱' ۱۲ ص ۱۱ کالم دوم)

مرسلہ جماعت کارکنان جلسہ عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹیمبا پول احمد آباد۔ بتاریخ ۳ ربیع الاول بروز جمعہ ۸ بجے شب کے میدان ٹیمبا پول میں جلسہ عید میلادالنبی منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ابوالکمال صاحب نے جن کو اس جلسہ کے لیے مراد آباد سے مدعو کیا گیا تھا ایک عجیب وغریب پیرایہ میں بیان ولادت شریف فرمایا...... فلسفیانہ دلائل زبان کی سلاست، کلام کی رنگینی، اظہارِ نکات ایک نیا لطف دکھا رہی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ انوار الٰہیہ کا مینہ برس رہا ہے اثنائے بیان میں خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ غازی مصطفےٰ کمال نے بہت سی تدابیر کیں مگر کافی طور سے کامیاب نہ ہونے کے بعد انگورا کی مسجد میں لاکھوں آدمیوں کے اجتماع کے ساتھ میلاد اقدس پڑھا، اس کے ذریعہ سے دربار رسالت میں دعا کی کہ مجھے سلاح و افواج پر بھروسا نہیں ہتھیار و آلات پر گھمنڈ نہیں، حضور کی ذات پر اعتماد ہے میں حضور کے کرم پر نظر کر کے کھڑا ہوں۔ اس میلاد اقدس کا صدقہ مجھے دشمنوں پر فتح و نصرت مرحمت ہو اس دعا کا کرنا تھا کہ فتح پر فتح شروع ہوگئی۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں سے تحریک کرتا ہوں کہ وہ بھی اس سے سبق حاصل کریں اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں میلاد شریف کی مجالس منعقد کر کے سلطنت اسلامیہ کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔

اس کے بعد مولانا نے خلافت کے لیے دعا مانگی اور تقریر ختم کر کے پنج آیات تلاوت کیں اور اس کا ثواب اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی روح کو پہنچایا اور دعا کی کہ پروردگار عالم ان کے جانشین وخلیفہ و صاحبزادہ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب جو حقیقۃً مولانا کے نمونہ ہیں اور فاضل جلیل، عالم نبیل، حامی دین، مفتی شرع متین، حضرت مولانا حکیم حافظ نعیم الدین صاحب مراد آبادی جو معقول ومنقول کے زبردست و مستند عالم اور اسلام کے کامل مناظر ہیں ان کی عمروں میں برکت عنایت فرمائے کہ یہ حضرات بھی خدمت مذہب سرگرمی و مصروفیت کے ساتھ انجام دیں اور اسلام و مسلمین کو اپنی ذات سے بے شمار منافع

پہنچائیں! آمین! جلسہ آمین و مرحبا کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔

دبدبۂ سکندری نمبر۱۴ میں لکھا ہے:

وفات حسرت آیات شیخ الاسلام والمسلمین امام اہلسنت مجدد ملیۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جماعت اہلسنت جلپور کے مصیبت زدہ دلوں پر ناقابل برداشت غموں کا تلاطم عظیم جلپور پر آتا ہے اور کچھ ایسے قہر و جلال کبریائی کی بجلیاں چمکاتا ہوا آتا ہے کہ توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو تو سنبھلنا دشوار ہو جائے ابتدائے محرم سے طاعون کی حکومت شروع ہوئی اور ایسے زوروں پر کہ الامان! کہ موت کا بازار گرم تھا اور ایام مصیبت رواں کہ صفر کے عشر اولیٰ میں حضرت عیدالاسلام، مولانا شاہ عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پوتے محمد لعان الحق (جن کے لیے ہمارے پرارمان دل ایک مدت سے دست بدعا تھے اور جن کی پیدائش پر حضور پرنور اعلیٰحضرت قبلہ نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نام مذکور تجویز فرما کر اپنی جانب سے اظہار مسرت میں شیرینی تقسیم کرنے کے لیے ایک معقول رقم عطا فرمائی تھی آٹھ ماہ کی عمر میں ہماری مدتوں کے بھرے ہوئے مگر نکلنے کے امید وار تمناؤں ارمانوں کو تڑپتا چھوڑ کر آغوش رحمت میں جا بسے اور حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی پوتی حضرت لعان میاں کی بڑی ہمشیرہ ۶ برس اور حضرت کے بھتیجے عبدالقیوم ۱۵ برس کی عمر میں لعان میاں سے چند گھنٹے پیشتر انتقال کر چکے تھے اور تینوں جنازوں کے حسرت ناک روانگی کے منظر نے ہمارے غمزدہ دلوں پر ایسی مصیبتوں کا اضافہ کر دیا تھا جو شاید ایک مدت تک ہمارے دلوں سے نکالے نہ نکلتے، ایسی حالت اور وقت میں کہ حضرت عیدالسلام مدظلہ العالی کے صاحبزادہ ذوالقدر استاذنا المحترم مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق صاحب بخار شدید میں مبتلا ہیں اور بھی بعض اعزہ کی بیماری کے سبب حضرت قبلہ مدظلہ العالی نہایت ہی پریشان ہیں کہ یکایک جمعہ کو شب کے ۹ بجے تار پہنچتا ہے جو فی الواقع اہلسنت کی موت کی خبر دیتا ہے اور حضور اقدس امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر ہم غم نصیبوں کے لیے حسرت زدہ مصیبت کشیدہ دلوں کی رہی سہی جان نکال لیتی ہے اور جو کچھ دلی تمنائیں تھیں سب خاک میں مل جاتی ہیں اس غم جانکاہ کے سامنے تمام غم، ساری فکریں، ہیچ ہوگئیں، حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی بے خودی کی یہ

کیفیت کہ فرزند ارجمند شدت بخار میں بے ہوش اور بالکل بے خبر پڑا ہوا ہے۔ مگر یہاں حضرت نے روانگی کی تیاری مکمل فرمائی اور موانع موجودہ کی پروا نہ کرتے ہوئے بریلی شریف جانے کے لیے قطعی آمادہ ہو گئے حالانکہ ریل کا وقت گزر چکا تھا مگر بے خودی میں اس کی بھی خبر نہ تھی۔ یہ بھی تامل نہ فرمایا کہ اگر روانہ ہوں بھی تو پہنچیں گے کب (چوتھے دن معلوم ہوا کہ اگر اس دن وقت ملتا اور روانہ ہو جاتے تو ایسے وقت پہنچتے جبکہ اس بحرالعلوم کو گوشہ قبر میں تشریف لے جا کر کم وبیش ۴ گھنٹے گزر چکتے) مگر صرف ریل کے وقت کا گزر جانا ہی ایک ایسا مانع قوی تھا جس سے روک دیا اور بروز سنیچر بعد ظہر جامع مسجد کوتوالی میں بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی شروع ہوئی۔

اعلیٰحضرت کی وفات کے ایام:

اور عصر کے آخری وقت میں قل کے بعد فاتحہ ہوئی، سات قرآن عظیم ختم ہوئے اور اسی جلسہ میں مولانا برہان میاں صاحب نے باوجود بخار وضعف کے حضرت امام اہلسنّت قدس سرہ العزیز کے وہ دونوں مبارک صحیفے پڑھ کر سنائے جو مولانا اور حضرت قبلہ کے نام بچوں کی تعزیت میں تشریف لائے تھے اور یہی آخری صحیفے تھے، مجلس مبارک میں کوئی فرد نہ تھا کہ آنکھیں اشکبار نہ ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں جس وقت قل و فاتحہ ہوئی، وہی وقت حضور پرنور اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے دفن کا وقت تھا، الحمدللہ یہ ہم وابستگان دامن اہلسنّت، جبلپور پر خاص توجہ و الطاف روحانی کی مبارک علامت ہے، اس کے بعد متواتر تین دن تک بعد نماز فجر مسجد ارمنی، مسجد پھوٹا تال، مسجد خانساماں مرحوم گڑھا پھاٹک میں اور دوسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد مومناں (پارچہ بافاں) مدار ٹیکری اور تیسرے ہفتہ میں سنیچر کو مسجد بھان تلیا میں قرآن خوانی اور فاتحہ ہوئی اور اس طرح ہم حلقہ بگوشان سلسلہ مبارک ''قادریہ رضویہ اسلامیہ'' نے اپنی نیاز کیشی، غلامی، عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کے مبارک وسیلہ کو مضبوط کرلیا اگرچہ وہ ذاتِ اطہر ہم گنہگاروں سے اس بات کی محتاج نہ تھی ثنا للہ تعالیٰ وسائر المسلمین علی الصراط المستقیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ محمد و آلہٖ وصحبہٖ و ابنہٖ و حزبہٖ و اولیاء امتہٖ و علماء ملتہٖ اجمعین و علینا معہم

وبہم امین۔

اراکین جماعت خدام اہلسنّت جبلپور ناظم جماعت:

شہر پٹنہ عظیم آباد میں اعلیٰحضرت امام اہلسنّت کے وصال پر ملال کا تار بریلی سے مدرسہ کے پتا پر میرے نام آیا، جو شب کو یہاں پہنچا، اس وقت تعمیل نہ ہوسکا، دوسرے دن ۲۶ صفر روز شنبہ کو جب میں مدرسہ پہنچا، وہ تار مجھے ملا، جس میں لکھا تھا ''اعلیٰحضرت ڈائیڈ'' اعلیٰحضرت نے انتقال کیا ''لیکن چونکہ وہ زمانہ ''گاندھیوں'' کے شرر انگیزیوں کا تھا، جھوٹے مضمون چھاپ دینا ان کے نزدیک کوئی بات نہ تھی، پریشان کرنے کو ایک تار دے دینا، کیا بعیدؔ تھا اس لیے مجھے اس کا بالکل یقین نہ ہوا کیونکہ کچھ ہی دن پہلے ان لوگوں نے حضرت شاہزادہ اکبر کے نام سے ایک اعلان ''اخبار الخلیل'' بجنور میں شائع کرایا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد صاحب کے طریقہ کو غلط جانتے ہیں اور اس سے توبہ و رجوع کرتے ہیں وغیرذلک مگر اس کی عبارت ایسی لچر و ذلیل تھی کہ جو شخص بریلی شریف کی تحریرات پڑھے ہوئے رسائل و تصنیفات رکھے ہوئے ہے وہ اولین نگاہ میں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تحریر بریلی والوں کی ہرگز نہیں، چہ جائیکہ صاحبزادگان کرام میں سے کسی کی ہو، چنانچہ اس پرچہ کو لیے ہوئے ایک صاحب میرے پاس پہنچے اور کہا کہ مولانا اب آپ بھی توبہ کرکے ہم لوگوں میں شامل ہو جائیے، دیکھیے خان صاحب کے صاحبزادے نے اپنے والد کے عقائد و خیالات سے توبہ و رجوع کیا ہے، یہ ۲۰ اکتوبر کا ''الخلیل بجنور'' دیکھیے، میں نے شروع سے اخیر تک اس مضمون کو پڑھا، سطر سطر، بلکہ لفظ لفظ، بآنگ دہل کہہ رہا تھا کہ یہ مضمون ہرگز شاہزادہ اکبر کا نہیں۔ جب میں پڑھ چکا، تو وہ بولے کہیے! آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ مضمون ہرگز صاحبزادہ صاحب کا نہیں ہے، کسی نے گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے باپ کے خلاف بیٹا یہ رائے قائم کرسکتا ہے؟ بلکہ خود اپنے سابق خیال کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہوسکتا ہے، مگر یہ ناممکن ہے کہ خلافت کمیٹی میں آنے کے ساتھ ہی ایک قابل شخص ناقابل ہو جائے، بہتر مضمون لکھنے والا بچوں جیسی عبارت لکھنے لگے، آپ چونکہ بریلی کی طرز تحریر سے واقف نہیں، اس لیے اس کو سچ سمجھ سکتے ہیں، لیکن ایک میں کیا بریلی کا کوئی تعلیم

یافتہ اس تحریر کو سرسری نگاہ کے بعد بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریر قرار نہیں دے سکتا ان لوگوں کی تحریر کا ڈھنگ ہی دوسرا ہوتا ہے چنانچہ چند دنوں کے بعد اخبار ''دبدبہ سکندری'' نمبر ۹ مورخہ ۳۱ اکتوبر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا جس کی نقل حسب ذیل ہے:

جعلی خط والوں پر خدا کی لعنت:

یہ خط کہ ''اخبار الخلیل'' مطبوعہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں میرے نام سے توبہ و رجعت کا شائع ہوا اس کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہوں جو قرآن کریم نے تعلیم فرمایا کہ ''لعنت الله علی الکذبین'' واحد قہار اور اس کے حبیب مالک و مختار اور اس کے جملہ انبیائے اطہار اور تمام ملائکہ ابرار علیہم افضل الصلاۃ والسلام کی ہزار در ہزار بے شمار لعنتیں اس خبیث کذاب و ذریت شیطان، بچہ ابلیس پر، جس نے میری طرف سے یہ ملعون جعلی خط بنایا اور شائع کرایا اگر اس کے لیے واقعیت ہے تو کذابین و ملاعنہ وہ اصلی خط پیش کریں ورنہ لعنت الٰہی کے گہرے گڑھے میں گریں، بے شرم قہر زدوں نے پیش خویش یہ مولوی عبدالباری صاحب کے توبہ کا معاوضہ گڑھا ہے، منہ چڑھانے سے چند انسان نہیں ہو سکتا، اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں اعلیٰحضرت قبلہ اپنے والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ کو حقیقی سچا، امام اہلسنت، مجدد ملیۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ و ناصر سنت زاہرہ و صاحب حجت قاہرہ جانتا مانتا ہوں۔ او کفی باللہ شہیدا اور نہ صرف میں بلکہ بحمدہٖ تعالیٰ جماعت اہلسنت عرب و عجم میں ایسا ہی جانتے مانتے ہیں اور نام نہاد خلافت کہ اس کے لیڈروں کے اقرار سے حقیقۃ سوراج کمیٹی بلکہ سوراج معدوم کے وجود سے پہلے اس کی پیشگی بیٹی لے۔

از ستر خلافت خر سوراج بجست | در گاندھی کیپ ترک ترک ترک ست
آزاد و محمد علی و شوکت گفت | گر ترک آیند تیغ گیریم بدست

جس میں اسلام و شرعی احکام کند چھری سے ذبح کیے گئے اور اتباع بعض آیات کا نام دکھا کر کثیر آیات و ارشادات الٰہیہ سخت بیباکی سے پامال کیے جس کا نمونہ کتاب مستطاب ''الحجۃ المؤتمنہ'' کے مطالعہ سے ظاہر ہے اس کے لیڈروں میں سے بعض کو خالص مرتد

جانتا ہوں اور باقی کو گمراہ یا ان گمراہوں کے پھندے میں پھنسے ہوئے جاہلان افتادہ در چاہ والله علی مااقول وکیل الله و رسولہ جانتے ہیں، یہ جو کچھ میں نے لکھا اسلام و احکام شریعت سے ہے نہ انگریزوں کی طمع یا خوف یا رو رعایت سے اس میں جو جھوٹ کہتا ہو اور جو باتباع شیطان بدگمانی کریں اور جو اتہام رکھتے ہیں ان سب پر غضب الٰہی ہو، یہ جعلی تحریر سخت دلآزاری اور توہین مذہبی، دینی و دنیوی شدید نقصان رسائی کے لیے شائع کی گئی والی الله المشتکی ۔فقیر حامد رضا قادری غفرلہ ۱۸ صفر ۱۳۴۰ھ۔

جب یہ تحریر شائع ہوئی اور وہ اخبار میرے پاس پہنچا، اسی وقت میں نے ان صاحب کو لے جاکر دکھایا اور کہا دیکھئے۔ میرا کہنا سچ ہوا، حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اس کا رد شائع ہوا۔ اب اس کو پڑھیے۔ اور اس تحریر کو اس سے ملایئے کیا یہ دونوں تحریریں ایک شخص کی ہوسکتی ہیں۔ کہاں اس تحریر کی خوبی فصاحت و بلاغت اور کہاں اس کا مہمل پن اور بطالت اس کو پڑھ کر اس کو اقرار کرنا پڑا کہ جس کی یہ تحریر ہے اس کی تحریر وہ نہیں ہوسکتی ہے یہ کسی نے ضرور افترا کیا ہے۔ الغرض اس جعلی خط کا واقعہ میرے دماغ میں چھایا ہوا تھا اس لیے میرا خیال بالکل یہی ہوا کہ کسی نے حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب کی طرف سے یہ غلط تار میرے پاس صرف مجھ کو پریشان کرنے کے لیے بھیجا ہے اس لیے میں نے اسی وقت ایک تار حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے" یہ تار بھیجنے کو تو میں نے بھیج دیا لیکن دل میں اس خبر وحشت اثر کی وجہ سے پریشانی ضرور رہی دن بھر تردد و پریشانی میں گزارا، مدرسہ کے وقت تک جواب نہ آیا نوکروں کو تاکید کر دی کہ جس وقت تار آئے فوراً میرے پاس پہنچا دینا۔

وفات کی رات اعلیٰحضرت کو خواب میں دیکھا:

عشا کے وقت تک کچھ خبر نہ ملی شب کو اسی پریشانی میں سوگیا، اعلیٰحضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں، چاروں طرف لوگ حاضرین اور بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں، لیکن میں بالکل خاموش اعلیٰحضرت کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود اعلیٰحضرت میری طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولانا آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں، میں نے عرض کیا حضور مولانا صاحب کا تار میرے پاس پہنچا کہ اعلیٰحضرت کا وصال ہوگیا اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں، اس پر مسکرا کر فرمایا تو آپ نے اس تار پر یقین کرلیا، میں نے کہا مجھے یقین تو نہیں ہوا اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے لیکن اس کا جواب نہ پہنچا تو مجھے پریشانی ہوئی اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں الحمدللہ حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا۔

اسی حالت میں آنکھ کھل گئی تو مجھے یقین ہوگیا کہ تار سچا ہے اس لیے کہ حضور اگرچہ برابر سفید ہی پارچہ پہنا کرتے تھے مگر اس جوڑے کی سفیدی اور براقی دوسرے قسم کی ہے، رہا زندہ دیکھنا تو اس کا مصداق ہے ۔

ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما النقل من دار الی دار

صبح کے وقت دوسرا تار بھی بریلی شریف سے آگیا کہ اعلیٰحضرت کے وصال کی خبر صحیح ہے اسی وقت "مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ" میں اس کی شہرت ہوگئی لیکن اوقات مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے مدرسین اس وقت نہ آسکے، جب ۴ بجے مدرسہ میں تعطیل کی گھنٹی بجی اسی وقت پرنسپل و جملہ مدرسین مدرسہ میرے کمرہ میں تشریف لائے اور اس حادثۂ جانکاہ پر غم و افسوس کا اظہار کیا چنانچہ میری استدعا پر سب حضرات نے ۳-۳ مرتبہ درود شریف ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی ۳-۳ مرتبہ سورہ اخلاص پھر ۳-۳ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کے روح پر فتوح کو ایصال کیا اور پنجشنبہ کا دن ۲ ربیع الاول شریف کہ مدرسہ صرف تین گھنٹہ اور صبح کے وقت ہوا کرتا ہے ختم قرآن شریف کے لیے مقرر کیا گیا چنانچہ پنجشنبہ کے دن پہلے ہی گھنٹے میں پھر میں نے جملہ مدرسین و طلبہ کو یاد دہانی کر دی کہ گھنٹی ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات نوری مسجد میں جمع ہو کر ختم قرآن شریف کر کے ایصال ثواب کریں، خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں سات ختم قرآن شریف ختم ہو گئے اس کے بعد قل ہوا اور سب لوگوں کو ایصال ثواب کے لیے شیرینی تقسیم کی گئی اس کے بعد میں نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب شاہزادہ اکبر

سجادہ نشین اعلیٰحضرت کی خدمت میں تعزیت کا خط لکھا۔

مولانا حامد رضا کو تعزیت نامہ لکھا گیا:

بحضور حضرت والا درجت زیب سجادہ علیہ، عالیہ، قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، دامت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ حضور والا کا تار ۲۶ صفر روز شنبہ کو مجھے ملا مگر مجھے بالکل یقین نہیں ہوا سمجھا کہ جس طرح لوگوں نے حضور کی طرف سے جعلی خط بنا کر اخبار میں چھپوا دیا کسی نے براہِ شرارت میرے پاس اس مضمون کا تار بھیج دیا ہے۔ اسی لیے دریافت حال کے لیے میں نے تار دیا۔ اس کا جواب مجھے نہیں ملا تھا کہ شب میں حضور پر نور اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوا جس سے یقین ہوگیا کہ خبر صحیح ہے پھر ۲۷ صفر روز یکشنبہ کو حضور کا دوسرا تار ملا۔ جس نے اس خواب کی تصدیق کر دی۔ اخباروں میں بھی پیہم وصال کی خبریں چھپ رہی ہیں مگر میرا دل اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں اور میں یقین کامل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے آپ اور مصطفےٰ میاں جیسا بہترین یادگا، رسیکڑوں لائق و فاضل شاگرد اور پانچ چھ سو کے قریب بہترین تصنیفات چھوڑیں اس کا ہرگز انتقال نہیں ہوا لوگ لاکھ اس کے مرنے کی خبریں شائع کیا کریں مگر وہ ہرگز نہیں مرا ع

نوشیرواں نمرد کہ نامِ نکو گزاشت!

ونعم من قال ؎

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ! میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے!

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور رشد و ہدایت کا باڑا جس طرح اس در سے بٹتا تھا ہمیشہ بٹتا رہے اور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری غفرلہ

قطعات تاریخ ارتحال حسرت اشتمال

اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ جناب مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب برکاتی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ من نتائج افکار گہر بار اکمل المتاخرین افضل المورخین عالی جناب معلی القاب، شمس الشعرا، آنریبل خان بہادر، نواب زادہ، خواجہ محمد افضل خان صاحب بہادر افضل رئیس اعظم، ڈھاکہ دام اقبالہ (دبدبہ سکندری نمبر ۱۱ ۱۲ ص ۱۲)

صد حیف شہ احمد رضا خان بے بدل عالم کہ بود
مشہورِ دوراں شد رواں از باغِ عالم ذی ارم[1]
سالِ رحیل احمد رضا خان آہ و صد حیف. آہ آہ
بر صفحہ گیتی قلم فی الفور افضل زد رقم

(۱۹۲۱ء)

دیگر

ارتحال حضرت احمد رضا خان فقیہ
وائے مارا رنج بر رنج و غم و حسرت فزود
بود بست و ہشتم از اکتوبر برو آدینہ ظہر
کرد مرغ روحِ پاکش جانب بالا صعود
زوند احمد رضا خان آہ دردا ہاتفش
افضل خستہ چو فکر سال میلادی نمود

(۱۹۲۱ء)

دیگر

---

[1] بمعنی سوئے ارم

آن فقیہ دہر و عالم باعمل — عابد مرتاض و زاہد بے ریا
پیشوائے مسلک دین نبی — رہنمائے راہِ ورع و اتقا
حاجی و مفتی و قاری مولوی — عارف کامل جناب احمد رضا
رہگرائے عالم باقی بشد — زیں سرائے بے ثبات و بے بقا
بود بست و پنجم از ماہِ صفر — نیم و دو ساعت جمعہ آوخ
گشت افسردہ چہ قلب مومناں — گشتہ بے رونق چہ بزم اصفیا
از ترشحہائے، لطف ایزدی — تربتش بادا منور دائما
روح قدس و حور و ہم قدوسیاں — گرد شمع تربتش پروانہا
جستمش سال این ندا آمد زعرش — افضلا! ''مقبول حق احمد رضا''

(۱۳۴۰ھ)

بزرگ احمد آہ ۱۳۴۰ھ:

آن بزرگ احمد رضا خان باصفا — پاک باطن نیک دل نیک و سرشت
چو ندائے ارجعی گوشش شنید — پشت پازد برسر دنیائے زشت
شد بیک چشمک زدن روحش مقیم — درمیانِ کوشک زرینہ خشت
چشم پرنم از وفور رنج و غم — مرغ دل از آتش فرقت برشت
آن بزرگ احمد آہ ''افضلا'' — سالِ فوت ہجریش کلکم نوشت

(۱۳۴۰ھ)

قطعہ ذوالبحرین ذوالقافیتین ذوالتاریخین از رشحاتِ کلک گہر سلک شاعر شیریں مقال مورخ عدیم المثال عالی جناب بساوت مآب۔ نواب سید جعفر علی خان صاحب بہادر ''جعفر'' عرف نواب پیارے صاحب بہادر رئیس اعظم شمس آباد، ضلع فرخ آباد، دام افضالہ۔

خان علامہ بزرگ باخدا۔ وہ مولوی — مسلموں کے پیشوا و رہنما۔ سرد خفی
ہاں صفر پچیسویں جمعہ کے دن۔ عیسیٰ نفس — واصل حق ہو گئے ''احمد رضا'' کیا متقی

۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء ۵۸۱

جعفر شمس آبادی:

بودہ بسلک قادریہ منسلک ایں مقتدا   حامی و قاری و فاضل یکتا بزرگ باخدا
شد از جہاں درماہ اکتوبر بست و ہشتمین   "ممدوح عالم آہ مفتی مولوی احمد رضا"

(۱۹۲۱ء)

حافظ حاجی محمد خلیل الرحمٰن صاحب:

حامی دین متین جناب مولوی قاضی حافظ حاجی محمد خلیل الرحمٰن صاحب حافظ وکیل اونریری مجسٹریٹ، پیلی بھیت دامت افضالہ۔

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضا خان کی وفات
تاریک ہے اہل نظر کی آنکھ میں کل کائنات
نامِ خدا ہوتی ہے، ایسی بھی حیات، ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادا کرکے صلات
حادث ہے عالم، حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
اس حادثے کا نام سچا ہے "اشد الحادثات"
کعبہ سیہ پوش آج ہے، غمناک ہے، ہر حق پرست
خوش پڑے پاپوش سے لات و منات و سومنات
حیرت ہے کیا؟ ندرت ہے کیا؟ مدحت سرائی پر اگر
ان کے لبوں کو بوسہ دیں آکر رسولِ کائنات
یہ گھر بھرا ہے خیر سے خوشحال و مالا مال ہے
مال اس میں ہے آل اس میں ہے، اس میں ابنا و نبات
یہ ہیں وہی مال و بنون، جن کو کہا قرآن میں
زین حیاتِ دنیوی پھر باقیات و صالحات
یہ مال بھی، یہ آل بھی، قائم رہے دائم رہے

اب اس دعا کی آڑ میں لکھتا ہے تاریخ وفات
تاریخ کا جو شعر ہو، مطلع بھی ہو، مقطع بھی ہو
مطلب یہ ہے وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات
حافظ کو مصرعِ غیب سے تاریخی آیا ہے یہ ہات
"مال و بنون و دودمان الباقیات الصالحات"

۱۳۴۰ھ

جناب میر ضامن علی صاحب مفتون الوری

بہ فرمائش جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب قادری، رضوی، الوری، مدرس مدرسہ اسلامیہ، ریاست اودیپور۔

امام المسلمین احمد رضا خاں — وحید الدہر فخر افتخاراں
مہ آفاق، خورشید بریلی — چراغِ کوشک اسلام و ایماں
بہ بست و پنجم صفر المظفر — رواں گشتہ سوئے باغ رضواں
بآدینہ کہ عید المسلمین است — میسر شد وصالِ حور و غلماں
بود تاریخ "مرغوبِ محمد" — مسیحی "ماہ عالم تاب غفراں"

۱۳۴۰ھ — ۱۹۲۱ء

"چراغ صبح گاہی" سال سویم — چہارم "شیخ اعظم" سال برخواں
چو پنجم "فخر موجودات باشد" — ششم "مہر مبین خورشید تاباں"

۱۳۴۰ھ — ۱۹۲۱ء

بود ہفتم چو باغ نور آگین — فروغ در یکتا ہشتمین خواں
نہم مغفور جواد است سالش — دہم جوش بہار باغ عرفاں
"نہاں گردید مفتوں معدنِ نور" — "معزز مولوی احمد رضا خاں"

۱۳۴۰ھ — ۱۹۲۱ء

جناب منشی بشیر حسین صاحب المتخلص بہ اختر الوری:

عالم باعمل و فاضل بے ندو نظیر — حیف صد حیف ہوئے کنج لحد میں پنہاں
اٹھا دنیا سے "رضا" سا کامل — حیف اس غم میں ہے جینا مشکل
عالم غیب سے پیدا ہوئی اختر یہ ندا — سالِ رحلت ہے رضا خان کا "رضی الرحمٰن"

۱۳۴۰ھ

جناب منشی محمد عبدالرحیم خان صاحب رحیم

قادری رضوی حال متوطن فیروز پور سلطانپور:

اٹھایا دنیا سے رضا سا کامل — حیف اس غم میں ہے جینا مشکل
اے فلک تجھ سے خدا ہی سمجھے — صفر کا چاند جمعہ داغ دل

(۱۳۴۰ھ)

دیگر

جس طرف دیکھو آج ہے سنسان — لوٹ کر لے گئی کہاں کو خزاں
ڈھونڈھتی تھیں جسے مری آنکھیں — نہیں اس گل کا آج کچھ بھی نشان
گلشن دہر کر گیا...... خالی — بلبل خوشنوا و خوش الحان
ان کی فرقت سے دل کے ہیں ٹکڑے — کیوں نہ لب پر ہو میرے آہ و فغاں
اب تو انصاف سے یہ کہہ دے رحیم — خوش بیان اب "رضا" سا کہاں

(۱۳۴۰ھ)

جناب مولوی حافظ حاجی خلیل الرحمٰن صاحب حافظ وکیل و رئیس پیلی بھیت:

صد حیف وہ مقتدائے اہلسنت — سب کرتے ہیں ہائے ہائے اہلسنت
حافظ نے کہا مصرعہ تاریخ وفات — سردار پیشوائے اہلسنت

(۱۳۴۰ھ)

جناب منشی ابوالحسن صاحب جوہر انصاری رحمانی بریلوی:

جناب مولوی احمد رضا خاں　　که بوده آیت اللہ تعالیٰ
ازیں عالم رواں شد سوئے جنت　　تقرب جست باللہ تعالیٰ
کسوف آمد بمہر علم و حکمت　　بگویم راست واللہ تعالیٰ
چو شیدائے رضائے احمدی شد　　فنا جو تھی ہو اللہ تعالیٰ
پئے سال وصالش گفت جوہر　　"علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ"

(۱۳۴۰ھ)

سید حسین علی صاحب داعی سیکنڈ مولوی مہارانا ہائے اسکول اودیپور میواڑ:

وادریغا سالک رحماں گزشت　　فاضل اکمل ازیں گیہاں گزشت
رہنمائے حق رحمٰن رفت حیف　　ازسرما افضل دوراں گزشت
مولوی احمد رضا خان قادری　　شمع ملت صیقل ایمان گزشت
کر داعی فکر تاریخ وصال　　سال رحلت شد فروغ جان گزشت

(۱۳۴۰ھ)

چودھری عبدالحمید خان صاحب رئیس اعظم سہاور:

عالی مناقب خان والامنزلت بحرالعلوم
حاجی کعبہ منطق و فلسفی کہف التقی
پابند فقہ بو حنیفہ، رکن قصر اجتہاد
فخر جہان علامۂ دوراں بزرگ باخدا
آن طوطیٔ ملک سخن آں بلبل صحن چمن
آن قاضی ہندوستان آں مفتی عقدہ کشا
خضر بیابان ہدیٰ، گم گشتگاں را رہنما
کشتی بہ بحر افتادہ را مرد خدا بد ناخدا

ہم صوفی صافی منش ہم زیب مسند قادری
ہم خادم غوث الوریٰ ہم عاشق خیرالوریٰ
آدینہ یوم و ماہِ اکتوبر بہ بست و ہشتمین
واصل بحق شد در بریلی شہر از حکم قضا
وقت ورودش در جناں گفتند غلماناں چناں
''جنت مکانے قبلۂ دین مولوی احمد رضا''

۱۹۲۱ء

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی بریلی:

فکر تاریخ جو رحمان کو سوجھی تو کہا ـــ بس یہی کافی ہے اتنا کہ ''غمش''

(۱۳۴۰ھ)

مولانا مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ:

وادریغا حسرتا، صد حسرتا، صد حسرتا ـــ راہی ملک بقا، شد مولوی احمد رضا
قامع اعناق مبتدعین و ناصر اہل دین ـــ پیشوائے اہلسنّت آہ از ما شد جدا
بہر تاریخ وصالش غور کردم ساعتے ـــ از دلم آمد ندا مقبول حق احمد رضا

(۱۳۴۰ھ)

دیگر

چونکہ حضرت مجدد دوران ـــ طائر روحِ او بہ خلد پرید
بہر تاریخ سال گفت شریف ـــ ''زیب کونین در بہشت رسید''

(۱۳۴۰ھ)

دیگر

شیخ احمد رضا یگانۂ عصر ـــ چوں ازیں دہر روئے خویش نہفت
سنہ رحلتش بخواب پرسیدم ـــ ''غفرتی'' سالِ رحلت خود گفت

(۱۳۴۰ھ)

دیگر

فاضل دہر حضرت اعلیٰ کرد سوے بہشت چوں رحلت
باسر آہ سالِ رحلت او گفت ہاتف بروقت ''در جنت''

(۱۳۴۰ھ)

مولانا مولوی ابوالیاس، محمد امام الدین صاحب قادری رضوی کوٹلی لوہاراں:

میرے قبلہ حضرتِ احمد رضا وہ وحید الدہر یکتائے زماں
ناصر ملت' امامِ اہلِ دیں وہ مجدد پیشوائے عارفاں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں
اہلسنّت پر بڑا صدمہ ہوا ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں
بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں
ان کا مرنا 'ثلمہ فی الدین'' ہے یہ کمی سب اہل دیں پر ہے عیاں

مصرع تاریخ ہاتف نے کہا
''داخل جنت ہوا قطب زماں''

۱۳۴۰ھ

جناب مولوی علی حسین صاحب:

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۱۳۴۰ھ

گرامی القاب سید شاہ شاہد حسین صاحب سبز پوش:

ان ذلک جزاء من تزکی۔ ۱۳۴۰ھ

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب:

شیخ اعظم۔ ۱۹۲۱ء

جناب محمد عبدالرحمٰن صاحب قادری رضوی بریلوی:

تاریخ وصال بے مثال ۱۹۲۱ء لقدیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۳۴۰ھ

کرد رحلت چون مجدد سوئے دیدار جلیل

۱۳۴۰ھ

گفت ملہم کلک زن از طرز نوباندب و رنج

۱۳۴۰ھ

تاریخ وفات امام اعظم

۱۹۲۱ء

حامی احتشام مذہب ناصر دین رفیع — ہادیِ راہ ہدایت منبع فوزِ عظیم
مخزنِ رازِ طریقت معدنِ ملک بیان — واقف رمز حقیقت شمع گل زیب شمیم
عارف لمعاں جمال معرفت سنانِ قدس — ماہتابِ سرو گلشن آفتابِ روزِ نیم
سرشکن بد مذہبان آں کاسرنجدی جنود — قامع خبث قدیمہ قاطع راہِ جحیم
وارثِ سلطانِ جیلان، ماہِ تاباں دستگیر — جانشین محبوبِ اعلیٰ نائب نورِ کریم
مراتِ برکات و حمزہ نقشہٗ اچھے میاں — نائب عشقی ست مارہری کہ آن قطب کریم
آں معین ما مجدد مرشدی احمد رضا — منبع فقہ و ذکاوت صاحب عقل سلیم
اے بصفر لامعہ خود بود در ہندوستان — در یکے ہیچو نشد علامہٗ واللہ العظیم
شد وصالش سیزدہ صد چہل ہجری سالخوان — یومِ جمعہ بست و پنجم از صفر شہر الکریم
ایں بگونام حمیداً ملہم غیبی بگفت — آن سراجِ جاں و ایماں، رفت در قصر نعیم

نوٹ: مندرجہ بالا قطعہ کے ہر مصرع سے سالِ رحلت ۱۹۲۰ء برآمد ہوتا ہے۔

مصطفےٰ محمد حمیدالرحمٰن بریلوی قادری رضوی:

ابن استاذ مداح الحبیب عفی عنہ ۱۳۴۰ھ

مولانا سید شاہ ابوسلیمان محمد عبدالمنان صاحب مظہر قادری چشتی:

مولوی احمد رضا خان مقتدائے سنیاں — از ہمہ اسرارِ قرآن و حدیث آگاہ بود

جان نثار احمد مختار و آلِ پاک او — محترز از ماسوا و عاشق اللہ بود
ہادیِ اہل ضلال و پیرو دین مبین — بہر گمراہان دشت و دہر خضر راہ بود
کہر بائے جذبِ یزدانی بسوئے خود کشید — واصل حق گشت او حقا کہ حق آگاہ بود

گفت مظہر مصرعۂ سالِ وفاتِ آنجناب
''او بجان و دل پرستارِ رسول اللہ بود''
۱۳۴۰ھ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کی وفات پر تاثرات

اخبار روہیلکھنڈ گزٹ دہلی مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء

سب سے بڑا حادثہ اس ہفتہ کا جناب مولوی حاجی حافظ قاری احمد رضا خان صاحب کی وفاتِ حسرت آیات ہے، وہ ایک مشہور عالم تھے اور حقیقۃً مختلف علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے ندوۃ العلماء کی مخالفت سے پہلے عام علماء اہل اسلام میں مقبولِ انام تھے مگر اس کارروائی سے ایک بڑا حصہ آپ سے علیحدہ ہوگیا تھا پھر علم غیب اور اذان کے مسئلہ نے اور بھی کشیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ آپ کی پر معنی جدت پسندیوں اور مخالفت و موافق اشتہار بازیوں سے دور دور آپ کی شہرت ہو چکی تھی، اخباری دنیا بھی اچھی طرح آپ سے واقف ہو چکی ہے علاوہ پیرانہ سالی کے آپ مدت سے علیل تھے کچھ عرصہ سے موسم گرما پہاڑ پر گزارنے لگے تھے، جہاں سے حال ہی میں واپسی ہوئی تھی، جمعہ کے دن بعد نماز یکا یک یہ خبر شہر میں مشہور ہوگئی مگر جنازہ دوسرے روز اٹھایا گیا اور بعد نمازِ ظہر عیدگاہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر مجمع عام اور نعت خوانی کے ساتھ مکان پر لاکر دفن کیا گیا، جہاں خاص طور پر میونسپلٹی سے دفن کی اجازت حاصل کر لی گئی تھی۔

جہان مر گیا:

اخبار الفقیہ امرتسر مطبوعہ ۵/ نومبر ۱۹۲۱ء کی سرخی سے اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کا مراسلہ جو ''دبدبہ سکندری'' میں بھی شائع ہو چکا ہے اور اسی کے حوالہ سے اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے، اس کو ۵ نومبر کی اخبار میں شائع کر کے جناب ایڈیٹر صاحب ''الفقیہ امرتسر'' حسب ذیل الفاظ میں امام اہلسنت کی تعزیت کر رہے ہیں۔ ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے لکھا ہے اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل پر ہوا ہے اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن ہے ''موت العالم موت العالم'' ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے عالم حقانی کا دنیا سے اٹھ جانا درحقیقت دنیا کی موت ہے اس پرفتن زمانہ میں جبکہ فرقہائے ضالہ، دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدوجہد سے کام لے رہے ہیں، ایسے وقت میں اس سیف صارم کا فوت ہونا مذہب اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والا ہے، تاہم ان کی بے شمار تصنیفات تمام گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کی قائم مقام ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندان سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب و جناب مولانا مولوی مصطفےٰ رضا خان صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر اور حمایت دین متین میں سرگرم رہ کر ماحی ضلالت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دیوے۔ آمین! مذکورہ بالا خط ایسے وقت پہنچا جبکہ ۵ نومبر کی کاپیاں تیار ہو کر پریس میں پہنچ چکی تھیں صرف اسی قدر درج ہو سکا باقی ان شاء تعالیٰ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ معراج الدین عفی عنہ۔

اخبار مشرق گورکھپور، مطبوعہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء ''موت العالم، موت العالم'':

اسلام کی زبردست تعلیم اور سنت نبویہ کی مستحکم تلقین اور اشدآء علی الکفار پر شدت سے عمل کرنے والے حامی شریعت محمدیہ، جناب مولانا حافظ قاری مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ اکتوبر کو بریلی میں رحلت فرمائی دوسرے دن نماز جنازہ عیدگاہ میں اس لیے ہوئی کہ ہجوم بہت زیادہ تھا۔ گھر پر جگہ نہ تھی۔ بعد نماز جنازہ جناب حامد رضا

خان صاحب خلف الصدق حضرت کے، مکان میں دفن کیے گئے انا للہ و انا الیہ رٰجعون۔

اخبار علی گڑھ گزٹ، مطبوعہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء ''موت العالم موت العالم'':

یعنی ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے نہایت درست ارشاد ہے اور اس زمانہ میں اس کا مصداق حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی رحلت سے بہتر پایا نہیں جاتا جو ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو پونے تین بجے سہ پہر کے قریب واقع ہوئی، انا للہ و انا الیہ رٰجعون۔ مرحوم اپنے عہد کے فقید المثال فقیہ تھے لیکن اس کے ساتھ آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ علومِ کثیرہ میں یدطولی حاصل تھا آپ کی تصنیفات سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت ضخیم وجحیم کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے۔ جو عراق، عرب، ترکستان، افغانستان وغیرہ تک میں پھیلی ہوئی ہیں ''البیرونی'' کی کتاب قانون مسعودی (جو ہیات قدیم میں ایک نایاب کتاب ہے) اس کے سمجھنے والے دنیا میں ایک دو ہی ہیں اور ان میں آپ بھی تھے۔ آپ کا فتویٰ ہمیشہ بے لاگ اور سیف قاطع ہوتا تھا کبر سنی اور امراض گوناگوں کے باعث کچھ عرصہ سے صاحب فراش چلے آتے تھے۔ ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ مگر مطالعہ وتحریر کا شغل آخری وقت تک جاری رہا بفضل خدا، فکر معاش سے فارغ البال تھے اور معقول زمینداری رکھتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ لا یقبض العلم انتزا عا فیترعه من العباد لکن یقبض العلما، حتیٰ اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا افافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا ''یعنی خدا تعالیٰ علم کو بندوں کے دلوں سے محو کرکے نہیں چھینے گا بلکہ علما کو اٹھا لے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے۔ جن سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو جس طرح خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے'' افسوس کہ مسلمانوں میں علما و اکابر کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے اور جو فرد اٹھ جاتا ہے اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ مرحوم ''سلسلۂ قادریہ'' میں بیعت بھی کرتے تھے خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار ''ذوالقرنین بدایون'' مطبوعہ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء :

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی عرصہ سے علیل تھے، آخر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، جمعہ کے روز ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر اس جید عالم باعمل نے رحلت فرمائی فوراً آپ کے انتقال کی خبر آپ کے تلامذہ و مریدین کو جو دور دور پھیلے ہوئے ہیں دی گئی۔ ۲۶ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد جنازہ اٹھا۔ آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عیدگاہ کے کسی اور مقام میں جنازہ کی نماز کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا، لوگ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھتے، جہاں تک نظر جاسکتی تھی انبوہ انبوہ ہی نظر آتے تھے ایک بجے عیدگاہ پہنچے اور بعد نمازِ ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز، حسب ذیل وصیت نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولہ مولانائے مرحوم تھیں' مقتدیوں کو بعد دعاء معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپسی ہوئی' جنازے کے سامنے نعت خوانی و درود شریف پڑھتے ہوئے محلّہ سوداگران لائے۔ اور حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کے انتقال نے ہندوستان کے ایک بڑے شخص کی جگہ خالی کر دی ہے جس کا پر ہونا مشکل ہے آپ ہر معاملہ میں مستقل رائے رکھتے تھے۔ حق کے مقابلہ میں آپ کسی چیز سے مرعوب نہ ہوتے تھے واقعات حاضرہ میں آپ نے جو رائے غور و خوض کے بعد قائم کی تھی اس کو کوئی قوت بدل نہ سکی۔ یہاں تک کہ مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے ناواجب الزام لگائے لیکن آپ اپنی رائے پر جس کو اپنے نزدیک حق سمجھتے تھے، آخر دم تک قائم رہے۔

اخبار مخبر عالم، مراد آباد، انتقال پرملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی:

اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون حضرت مولانا مرحوم سنی حنفی علما میں ایک غیر معمولی قابلیت و لیاقت کے عالم تھے۔ جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط

ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر، نے افسوس کی جابجا صف ماتم بچھا دی۔ چنانچہ مراد آباد سے مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان اور مریدین ہیں فوراً بریلی روانہ ہوگئے، جن کے واپس آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبارات میں چھپ چکی تھی۔ جس کی فوراً تردید ہوئی تھی اور امید تھی کہ خدا جانے اس افترا پردازی کا کیا گل کھلے گا کہ یکا یک یہ خبر آ گئی مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ و نقصان برداشت کرنا پڑا۔ کیونکہ ان کے ''دارالفتاویٰ'' سے مسلسل اشاعت دینی ہوتی رہتی تھی۔ مگر امید ہے کہ آپ ہی کے نقش قدم پر ان کے سچے جانشین چلیں گے اور ان مفید علمی و مذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا۔ آخر میں ہم مرحوم کے لیے دعاء مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہارِ افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔

روزانہ اخبار بریلی:

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا　　　　فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائیدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی ہیں کل نفس ذائقة الموت کے مصداق سب ہی کو ذائقہ موت چکھنا پڑے گا مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پسماندگان کی چشم پرنم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے والے کی یاد آیا کرتی ہے۔ بریلی میں بھی ایک نہایت الم ناک حادثہ گزرا ہے جس نے بھی اس حادثہ روح فرسا کو سنا اس پر کوہِ الم لوٹ پڑا ہے، آہ! وہ حادثہ جانگداز کیا ہے؟ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے، تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل اور مجدد مایۂ حاضرہ، عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب نے کل بروز جمعہ بوقت سہ پہر ایک طویل علالت شدید کے بعد وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون o آج تجہیز و تکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیحضرت مرحوم و مغفور بعد از فراغت نماز وغیرہ سوداگراں محلہ متصل مسجد مولانا حامد رضا خان

صاحب کے مکان میں دفن کیے گئے۔

اخبار ''دبدبۂ سکندری'' ریاست رامپور

امام احمد رضا کے بغیر بریلی میں جشن میلاد شریف:

بریلی میں جس شاندار طریقہ سے بارہویں ربیع الاول شریف کو سوداگری محلّہ میں عیدمیلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتی تھی اس کی کیفیت ان شرکاء کے قلوب سے پوچھنا چاہیے جو اس میں شریک ہوتے رہے ہیں، ہونے کو اب بھی یہ عید ہوگئی لیکن آہ وہ ذات گرامی موجود نہیں۔ جس کو اس عید کی حقیقی خوشی ہوتی تھی وہ کون تھے۔ اعلیٰ حضرت مجدد مایۂ حاضرہ مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ'' خدا ہی جانتا ہے اس دن عقیدت مندوں اور عزیزوں کے دلوں پر کیا صدمہ گزرا ہوگا اعلیٰحضرت کو جو اس دن اہتمام کرنا ہوتا تھا وہ ایک تفصیل طلب بات ہے مختصر یہ ہے کہ آپ نہایت قابلیت سے حالات طیبات ولادت باسعادت ومحامد حسنۂ محمدیہ بیان فرماتے اور ہر سال کی بارہویں کو ایک نئے انداز کا بیان ہوتا تھا خدا تعالیٰ ایسی ہستی کو قرب خاص عطا فرمائے۔ جس نے اپنی زندگی کو خدمت دین متین سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے وقف کر دیا تھا اور باقیات الصالحات کو توفیق رفیق ہو کہ وہ اعلیٰحضرت قبلہ کے مسلک حقہ پر عزمِ کامل کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔

جامع حالات فقیر ظفرالدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس سال کے ربیع الاول شریف کا مختصر حال ''دبدبۂ سکندری'' میں طبع ہوا ہے۔ بعض باتیں بہت ہی کارآمد ہیں اس لیے ان کو اس جگہ نقل کر دینا مناسب جانتا ہوں۔ دوازدہم ربیع الاول شریف کو حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کریمہ حضرت شاہزادہ عالی وقار مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہم العالی نے ادا فرمائی اور مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ خدام بارگاہ کو مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جمال حضرت شاہزادہ اعظم کے روئے مبارک میں نظر آرہا تھا، ابتدائے بیان اس آیت کریمہ سے فرمائی وما الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون بیان پاک میں حضرت مدظلہم العالی نے حیات دنیا کی بے ثباتی میت

آخرت کی بقا، حضرات اولیاء کرام کے حالاتِ تصوف کے نکات، حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعۂ وصال شریف وغیرہ نہایت خوبی و وضاحت سے ارشاد فرمائے۔ نیز حضور کا وہ ارشاد پاک یاد دلایا۔ جو عرس شریف میں ۲۷ محرم کو ارشاد فرمایا تھا کہ ''پیارے بھائیو تم مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو، تمہارے چاروں طرف بھیڑیے تمہاری تاک میں ہیں، ان سے دور بھاگو، غیر مقلد، شیعہ، نیچری، قادیانی، چکڑالوی اب ''نیا فتنہ گاندھوی'' ہے یہ سب بھیڑیے ہیں۔ ان کے حملے سے اپنا ایمان بچاؤ، اللہ توفیق دے آمین وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہٖ و سراج افقہٖ و قاسم رزقہٖ و نور عرشہٖ و علی آلہٖ و صحبہٖ وابنہٖ و حزبہٖ و مجدد ملتہٖ وارث علومہٖ الفانی فیہ والباقی بہ و علینا و بارک وسلم۔

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہٗ جامع حالات، نے سیکڑوں ملکی اخبارات و رسائل کو دیکھا ہے جس میں اعلیٰحضرت عظیم البرکت کی وفاتِ حسرت آیات پر اظہار ملال کے طور پر اداریے، شذرے اور مقالے لکھے گئے۔ مگر ہم تمام کو ضبط تحریر میں لائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ اسی طرح آپ کی وفات پر دنیا بھر سے جو خطوط موصول ہوئے تھے وہ ایک علیحدہ کتاب کے متقاضی ہیں۔

اعلیٰحضرت کے وصال پر معاصر شعرا کے قصائد و مناقب

جناب منشی ہدایت یار خان صاحب، قیس بریلوی، صدر جماعت رضائے مصطفیٰ:

کوئی سپنے میں درس دکھا کے سکھی جیارا موراترپا وت ہے
موری رین کٹت ہے ترپ ترپ، موری نین، نیند نہ آوت ہے
برہا کی آگ لگی تن میں، جیارا مورا کلپاوت ہے
کوئی من موہن میں برلینوتس دن سے چین نہ آوت ہے
اوڑ جا پپیہا اونچی الٹریاں کاہے شور مچاوت ہے
من برہا کی آپ ہی ماری کاہے موکو ستاوت ہے
بالم تم ہو اونچی اٹریاں ہم چڑیاں کھا میں لڑکیاں
بہیاں پکڑلو چیتاں پڑوں میں تم بن جین نہ آوت ہے
پیتم اپنے دیس سدھارے جگ کو سونا کر پیارے
مورے کلیجہ ہوک اوٹھت ہے جب تمری یاد آوت ہے
سکھیاں اپنی اپنی کنور سے اپنی اپنی کہت سناوت
اپنی پیت میں کاسے کہوں جیارا مورا للچاوت ہے
پیتم کل کل مو سے کرت موے تیئں بن پل بھر کل نہ پرت

ہر روز دلاسے دے دے کر موری ٹوٹی آس بندھاوت ہے
بالم نیچو گھونگھٹ کھینچو نیناں ترس گئے درشن کو
کیوں ری سکھی میں کیسے مناؤں پی تو روٹھو جاوت ہے
قادری رنگت رنگ برنگی ستھری رضوی مکھ پر نکھری
برکاتی رینی میں رچکر اور ہی رنگ رچاوت ہے
اعلیحضرت سگرے باجے دنیا وا کو مجدد جانے
ناؤ ضیاء الدین احمد ہے جگت امام کہاوت ہے
رین اندھیری، دور نگریا، ندیا گہری، نیا بالے
ایسی کٹھن میں رب کی دیا سے، بیڑا پار لگاوت ہے
داتا ایسی بھتیا دیجیو، جو بھرپور ہو دو جگ کو
قیس بھکاری تورے آگئے اب جھولی پھیلاوت ہے

مولانا محبّ الرضا حافظ محبوب علی خان صاحب قادری رضوی لکھنوی:

مصطفٰے کا دلآرا ہمارا رضا — غوث اعظم کا پیارا ہمارا رضا
اپنے مرشد کا پیارا ہمارا رضا — رضویوں کا ہے مولا! ہمارا رضا
قادریت کا سہرا، رہا جس کے سر — قادریوں کا دولہا! ہمارا رضا
علمائے حرم جن سے بیعت ہوے — ایسا مرشد ہے اعلٰی ہمارا رضا
نظر آتا نہیں اب کوئی ہند میں — ہند میں ہے، وہ یکتا! ہمارا رضا
رضویوں کو نہیں غم ذرا حشر میں — ہے مدد کرنے والا! ہمارا رضا
جس کو سب اچھے کہتے ہیں، اچھے میاں — ہے اس اچھے کا اچھا! ہمارا رضا
غم نہیں حشر سے مجھ کو کچھ اے محبّ — ہے مدد کرنے والا! ہمارا رضا

جناب مولانا محمود الحسن صاحب الوری المتخلص بہ ضیا اودیپور:

از گروہِ اولیاء احمد رضا — تاجدارِ اتقیا، احمد رضا
حامل علم خدا و مصطفٰے — مخزن و بحرِ ہدٰی، احمد رضا

از علومِ حضرت خیر الوریٰ — بود قلبت پر ضیا، احمد رضا
از فیوضِ دین اصحابِ رسول — بہرہ ہم حاصل ترا، احمد رضا
حضرتِ محبوبِ سبحان دستگیر — ورد فیض خود ترا احمد رضا
باعث فخر حنفیہ گشتۂ! — فخر اسلامِ ہدیٰ، احمد رضا
از میاں نوری تو نوری گشتۂ! — باخدا یاسرورا، احمد رضا
اے محی ملت اے سحبان زماں! — دیگرے ملت کجا، احمد رضا
عامل سنت نبی محترم — بعد ذاتت یا شہا، احمد رضا
در تمامی علم و فن فاضل بدی! — مرحبا صد مرحبا، احمد رضا
"کنت کنزاً مخفیا" را راز دان — واقف رازِ خدا، احمد رضا
در علومِ دینیہ سر آمدی! — اہل حق را پیشوا، احمد رضا
اے مقرب بارگاہِ کبریا — سالک راہِ خدا، احمد رضا
معدنِ جود و عطا مہر و کرم — مصدرِ حلم و حیا، احمد رضا
قادریاں تو بعدی سرورا — باعث عز و علا، احمد رضا
اہلسنّت والجماعت را توئی — منبع راہِ صفا، احمد رضا
ہر کہ تابع گشت برفرمانِ تو — گشت آں تابع خدا، احمد رضا
لیک آں سرچشمۂ فیض و عطا — باعث رُشد و ہدیٰ، احمد رضا
وادریغا حسرتا وا حسرتا — شد ازیں دنیا جدا، احمد رضا
جنت الفردوس شد او را مقام — نیز مقبولِ خدا، احمد رضا
باخدا برذات آں خاک جناں — راہی راہِ رضا، احمد رضا
رحمت باشد بر و لطف و کرم — بر وجودِ سعدزا، احمد رضا
از غلامانت شدہ بیکس "ضیا" — فخر حاصل ایں مرا، احمد رضا

(ولہ)

اہل حق کے پیشوا احمد رضا — رہبر صدق و صفا احمد رضا

ماحیِ کفر و دجل بطلان و زلیغ حامیِ حکمِ خدا، احمد رضا
آسمانِ معرفت اور علم کے تھے تمہیں شمس الضحیٰ، احمد رضا
مصطفائی فیض تم میں تھا بھرا تھے سراپا مرتضیٰ، احمد رضا
حضرتِ صدیق اور فاروق کی پوری تم میں تھی ضیا، احمد رضا
مخزنِ اسرار یزداں غوث سے فیض تم کو تھا ملا، احمد رضا
اس زمانہ تیرہ و تاریک میں تھے تمہیں بدر الدجیٰ، احمد رضا
قادری اور سنیوں کے واسطے صاحبِ جود و عطا، احمد رضا
غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ ہادیِ راہِ خدا، احمد رضا
جستجو میں نے جو کی تاریخ کی دی فرشتے نے ندا، احمد رضا
تم تھے "مرغوبِ محمد" بالیقین اور محبوبِ خدا، احمد رضا
التجا مسکین "ضیا" کی ہو قبول میرے حق میں ہو دعا، احمد رضا
کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں جملہ آفت سے سدا احمد رضا

(۱۳۴۰ھ)

مولوی ابوالاشرف حافظ محبوب علی خان، سنی، حنفی، قادری، رضوی لکھنوی:

پلایا ہے خدا نے مجھ کو جام احمد رضا خاں کا
ہمارا کعبۂ دل ہے مقام احمد رضا خاں کا
ہوا حوروں میں غل وہ نائب غوث الوریٰ آیا
ذرا جنت میں دیکھو، احترام احمد رضا خاں کا
جنابِ غوث اعظم کا ہے سایہ اہلسنت پر
غلامِ غوث اعظم ہے غلام احمد رضا خاں کا
شبیہ احمد رضا خاں کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے
میرے سینہ میں جلوہ گر ہے نام احمد رضا خاں کا
حقیقت ایک ہے دونوں کا اندازِ سخن دیکھو

بیانِ حضرتِ حامد، کلام احمد رضا خاں کا
جنابِ غوث اعظم کا ہے جلوہ ان کے چہرے پر
اسی سے قادری لیتے ہیں نام، احمد رضا خاں کا
لگا ہے قادری میلہ کھڑے ہیں سامنے منگتے
مرادیں دے رہا ہے جو دوام احمد رضا خاں کا
نہ آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا
مہ و خورشید حیراں ہیں پتا اب تک نہیں چلتا
کہ ہے کس چرخ پر ماہِ تمام، احمد رضا خاں کا
شفا بیمار پاتے ہیں، مسیحائی کا ہے جلوہ
ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا
''وہابی گاندھیویہ'' اب خیر مانگیں اپنی جانوں کی
کہ تیغہ ہو رہا ہے بے نیام احمد رضا خاں کا
لیا جب ہم نے نام ان کا تو دشمن پر چلی سیفی
ہمارے پاس رہتا ہے کلام، احمد رضا خاں کا
بفضل اللہ شیطاں لے نہیں سکتا میرا ایماں
کہ میں تو ہوں محب دل سے غلام، احمد رضا خاں کا

(ولہٗ)

امامِ برحق احمد رضا سلام علیک
جناب نائب غوث الوریٰ، سلام علیک
کبھی جو تیرا گزر ہو رضا کے روضے پر
تو عرض کرنا میرا بھی صبا، سلام علیک
غلام تیرے جو ہیں آپ کو ہے نہیں کچھ غم
تو ان کا حامی ہے احمد رضا، سلام علیک
ستائے حشر میں گرمہر کی تپش ہم کو
چھپا لے ہم کو تو زیرردا، سلام علیک
جو نجدیوں نے نہ دیکھا تیرا جمال و کمال
تو کعبہ والوں نے دیکھا شہا، سلام علیک

رہیں یہ دائم و قائم غلاموں کے سر پر
یہ جانشین تیرے حامد رضا، سلام علیک
غلام جو ہوا ان کا وہ بندہ ہے تیرا
یہ ہاتھ ہے تیرا دست عطا، سلام علیک
یہ ہاتھ ان کا تیرے دست جود کا نائب
تیرا ہے نائب غوث الوریٰ، سلام علیک
تیرا ہی جلوہ ہے "حامد رضا" کے چہرے میں
تیرے جمال کے ہیں آئینہ، سلام علیک
دعا "محبّ" کی ہے یا رب رضائے احمد سے
کہ وقت مرگ ہو لب پر رضا، سلام علیک

جناب عنایت احمد خان صاحب غوری قادری رضوی قیصر فیروزی:

کیا بہار باغ عالم ہے گلستاں رضا
چہچہازن ہیں ہر اک سو عندلیبانِ رضا
دیکھتے ہی میں نے پہچانا مہ و خورشید کو
ضوفگن ہے چار سو رخسار تابانِ رضا
سجدہ گاہِ اہل عرفان حق تعالیٰ نے کیا
صدقے جائیں اللہ اللہ شان ایوانِ رضا
بے پیے سرشار ہیں مے کی ضرورت ہی نہیں
جھومتے ہیں بادۂ عرفاں سے مستان رضا
آپ کے روضہ سے نسبت روضۂ رضواں کو کیا
وہ پرانا باغ ہے، یہ حسن بستانِ رضا
اللہ اللہ اس کی بو سے دونوں عالم بس گئے
باغ رضوان، درحقیقت ہے گلستانِ رضا
ہے زبان ریختہ میں حق تعالیٰ کا کلام
ترجمہ قرآن کا ہے صاف دیوانِ رضا
حضرت خیرالوریٰ کا سر پر سایہ کیوں نہ ہو
سنت خیرالوریٰ ہو جبکہ ایمانِ رضا
فیض غوثِ پاک کا اپنے کرشمہ دیکھیے
کس قدر پھولا پھلا عالم میں بستانِ رضا
بوستانِ قادریت یا خدا پھولے پھلے!
لہلہاے تا ابدؔ نخل گلستانِ رضا
مہر و مہ کو رخ اٹھاتے شرم آتی ہے یہاں
واقعی ہے نورِ حق شمع شبستانِ رضا
مصطفیٰ' برہان' وحشمت' حضرتِ عبدالسلام
ہیں گل و لالہ و ریحاں باغ دبستانِ رضا
حضرت مختار' و حسین اور مولانا نعیم
اپنے اپنے ہاتھ سے تھامے ہیں، دامانِ رضا
مرشدی مولائی قبلہ حضرت "حامد رضا"
چشم بددور آپ ہی ہیں زیب دیوانِ رضا
دیکھتے ہیں چشم حسرت سے شبیہ پاک کو
آپ ہی سے لیتے ہیں، تسکین جویانِ رضا
منقبت سن کر مری کہتے ہیں اربابِ سخن
"قیصر رضوی" تو ہی ہے، آج حسانِ رضا

جناب حاجی قاسم حسین خان صاحب ہاشمی مصطفائی مداح الحبیب:

غوثِ اعظم والے ہیں احمد رضا
مصطفےٰ کے پالے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ شانِ اقدس سے تیری
دونوں جگ کے جیالے ہیں احمد رضا
ہے تصور میں جمالِ مصطفےٰ
ایسے رنگت والے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ مصطفےٰ و غوث کی
گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا
بد دعا جس نے عدو کو بھی نہ دی
ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا
اہلسنّت کے دنوں کو ہے خبر
جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا
حشر میں تجھ کو دکھا دیں گے۔ عدو
کیسے عظمت والے ہیں احمد رضا
لو خبر محشر کے غم نے کھا لیا
لب پہ آہ و نالے ہیں احمد رضا
جاں لبوں پر آگئی فریاد ہے
زندگی کے لالے ہیں احمد رضا
خوش ہو قاسم دونوں عالم میں تیرے
سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

(ولہٗ)

فیض پاتا ہے جہاں وہ آپ کی سرکار ہے
اے رضا، باغِ شریعت آپ سے گلزار ہے
مجھ سے بیکس کا نہیں کوئی بھی اب غمخوار ہے
اے رضا جو چشمِ رحمت ہو تو بیڑا پار ہے
مصطفےٰ حامی ہیں تیرے غوث ہے امداد پر
اے رضا نقصان پہنچانا تجھے دشوار ہے
در پہ تیرے اڑ گیا ہے لے کے جائے گا ضرور
دیجیے سرکار خادم مفلس و نادار ہے
ہو کرم اب رنج و غم نے ناک میں دم کر دیا
خادمِ در کو، تمہاری، زندگی دشوار ہے
جو پھرا تم سے میرے مولا ضلالت میں پھنسا
دو جہاں میں آپ کا دشمن ذلیل و خوار ہے
پھول سونے کے بنانا یہ نچھاور کے لیے
کیا کرے سرکار خادم مفلس و نادار ہے
دشمن احمد رضا خان کا ٹھکانا ہے کہاں
مصطفےٰ ناراض ہیں اس سے خدا بیزار ہے
میرا بیڑا پار ہو ہی جائے گا روزِ شمار
میرے مولیٰ آپ کی سیدھی نظر درکار ہے
تیرا دشمن جو ہوا دنیا میں رسوا ہوگیا
اے ''رضا سچا'' ہے تو سچی تیری سرکار ہے
وہ گھڑی آئے مبارکباد دیں یہ اولیاء
دیکھیے سرکار قاسم حاضر دربار ہے

(ولہٗ)

علمیت وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ تیرا ‏ علماء مدنی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا
دودھ کا دودھ رہا پانی کا پانی ہی ہوا ‏ دیکھ دشمن یہیں منہ ہوگیا کالا تیرا
مل گئی اس کو اسی وقت نجاتِ کونین ‏ ہوگیا آج کے دن جو کوئی بندہ تیرا
جو پھرا تجھ سے اس سے پھرا خدا اور رسول ‏ میرے آقا میرے مولیٰ وہ ہے رتبہ تیرا
تو وہ عالم ہے نہیں جس کی زمانہ میں نظیر ‏ ہفت کشور میں بجا کرتا ہے ڈنکا تیرا
بے ادب ہے جو تیری شان میں پائے گا سزا ‏ حشر کے روز لیا جائے گا بدلا تیرا
انکا دشمن ہے وہی تجھ سے عداوت ہے جسے ‏ مصطفیٰ وہی پیارا ہے جو پیارا تیرا
حشر کے دن وہ دیا جائے گا رتبہ تجھ کو ‏ خلق دیکھے گی ان آنکھوں سے تماشا تیرا
کس میں طاقت ہے اتارے تیرے سر سے اس کو ‏ غوث اعظم کا ہے باندھا ہوا سہرا تیرا
تیرے صدقے میں ملا کرتی ہے منہ مانگی مراد ‏ ناز قاسمؔ کو ہے اس پر کہ ہے بندہ تیرا

(ولہٗ)

وہ رتبہ ہے اے میرے مولیٰ تمہارا ‏ کہ بجتا ہے ہر سمت ڈنکا تمہارا
اسے ہر جگہ ہے سہارا تمہارا ‏ سقر سے ہے آزاد بندہ تمہارا
یہ کہہ دے کوئی منکرانِ نبی سے ‏ کھلے گا قیامت میں پردا تمہارا
عدو نے تمہارے یہیں منہ کی کھائی ‏ رضا ہوگیا بول بالا تمہارا
مبارک سلامت کی دھومیں ہیں ہر سو ‏ ہے ایمان والوں میں شہرا تمہارا
جلیں دیکھ کر یہ قیامت میں دشمن ‏ یہاں پر بھی ہے دَور دَورا تمہارا
جلا کرتے ہیں اور جلتے رہیں گے ‏ عدو دیکھ کر ایسا رتبہ تمہارا
جو جیسا ہوا اس کے منہ پر سنایا ‏ یہ احمد رضا خان ہے حصہ تمہارا
گئے جب زیارت کو تم مصطفیٰ کی ‏ مدینے میں تھا دَور دَورا تمہارا
نہ مداح کیونکر تمہارا ہو قاسم ‏ شب و روز پاتا ہے صدقہ تمہارا

(ولہٗ)

جب ہوئے جلوہ کناں احمد رضا خاں قادری
جگمگا اٹھا جہاں احمد رضا خاں قادری

اہلسنّت کی تواں احمد رضا خاں قادری
خسرو والا نشاں احمد رضا خاں قادری

ہم غلاموں کے سروں پر آپ کا سایہ رہے
رہبر ہندوستاں، احمد رضا خاں قادری

کیوں شریعت میں نہ یکتا ہوں کہ کس پلہ کے ہیں
آپ کے اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

جانشین مصطفےٰ ہو دشمن اسلام کا
بند کر دی ہے زباں احمد رضا خاں قادری

ہر طرف یہ کہہ رہے ہیں اہل ایماں شوق میں
ہم بھی دیکھیں ہیں کہاں؟ احمد رضا خاں قادری

یا الٰہی تاقیامت دہر میں زندہ رہیں
قاسمؔ بیکس کی جاں احمد رضا خاں قادری

از نتیجہ فکر عالی جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری نوری رضوی
تلمیذ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

نور باصرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
۱۳۴۰ھ

رنگ طلائی نور افشاں سنہ ہجری رنگ سبز برائے امتزاج سنہ فصلی
۱۳۴۰ ۱۳۲۹

رنگ سرخ تمسک سنہ عیسوی حروف سیاہ ایضاح سمت و بکرمی
۱۹۲۱ ۱۹۷۸

وصال قوت جاں (سبز) مولوی احمد رضا (طلائی) خان (سبز) صاحب (طلائی)
درسنہ (سرخ) یک (سیاہ) ہزار (سرخ) وسہ (سیاہ) صد (طلائی) چہل ہجری (سیاہ)
بست وپنجم (سرخ) صفر یوم (طلائی) جمعہ (سرخ) وقت (سرخ) دوساعت ۳۸
دقیقہ بعداز (سیاہ) نصف النہار (سرخ) فقر (سرخ) ہ (سبز) بالا (سرخ) مرصع (سیاہ)
رنگ (سرخ) افشانی نو (سیاہ) ا (سرخ) یجا (طلائی) دمر (سرخ) سوم (طلائی) خیال (سیاہ)
فقیر (سرخ) بے کما (سیاہ) ل (سبز) کج مج (سرخ) زباں (سبز) وزیر احمد خان (طلائی)
طالب (سیاہ) اعلیٰ حضر (سبز) ت بلند (سرخ) مکان (سبز) نور (سرخ) اللہ (طلائی)
مرقد (سرخ) ہ (سبز)

تشریح پاکیزہ الوان اربعہ

۲۹ ف ۱۳

ہر (طلائی) فقرہ جدا (سبز) جدا (سیاہ) تاریخ (سرخ) می (طلائی) دہد (سرخ) از (سبز)
حروف طلائی سنہ ہجری رونماید (طلائی) واز رنگ سبز فصلی واز (سبز) لون سرخ
عیسوی واز (سرخ) سیاہ گوں سمت وبکرمی برمی آید (سیاہ) واعلم (طلائی) ایں
جملہ (سرخ) ہم بایں (سیاہ) وصف (سبز) مو (سرخ) صوف (سبز)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وزینۃ عرشہ سیدنا محمد و آلہٖ وصحبہ اجمعین الٰی یوم الدین والحمدللہ رب العلمین۔

اعلیٰحضرت کی وفات حسرت آیات پر بے شمار شعرائے عصر نے مناقب پر اظہار خیال کیا۔ ہم اس کتاب میں تمام مناقب کو شائع کرنے سے قاصر ہیں۔

علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے
اعلیحضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین

علی منحر الکفر والمین

تالیف: اعلیحضرت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ترجمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ایم۔ اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

جناب رسالتمآب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لاجواب کتاب

المسمّٰی بہ

جزاء اللہ عدوہ باباۂ

ختم النبوّۃ

—— تصنیف لطیف ——

اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت مجدّد مائتہ حاضرہ امام ملّت طاھرہ
الشاہ مولینا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہٗ

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور

علوم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں
آٹھ گھنٹے میں لکھی جانے والی بے مثال تاریخی کتاب

الدولۃ المکیۃ

اردو ایڈیشن

تصنیف و تالیف عربی

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

تعلیق و ترجمہ اردو
حجۃ الاسلام
حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ

ترتیب و تزیین نو
پیرزادہ
علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ — گنج بخش روڈ — لاہور